



11

11

11

الفتر المجاہد
۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

منشورات علمیہ

فرید ہسٹل لاہور کی یک سالہ اشاعتی خدمات، ایک نظر میں

تصانیف مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی

۶/۶۰	طیب روحانی	۲۴/-	خطبات اول	مجلد دوم پلاسٹک
۶۵/-	فتاویٰ عالمگیری	۲۴/-	" دوم	"
۶۰/-	حجۃ اللہ البالغہ	۲۴/-	خطیب	"
۲۴/-	زلف و زنجیر اول	۲۴/-	واعظ اول	"
۱۳/۵۰	ذکر البہر	۲۴/-	" دوم	"
۳۰/-	کوشا نجات (شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی)	۲۴/-	" سوم	"
۵/-	نسیم رحمت	۲۴/-	" چہارم	"
۶۵/-	اشعۃ اللمعات اول (ترجمہ مولانا محمد سعید نقشبندی)	۲۴/-	مفتی الوداعین	"
۲۲/-	مسند امام اعظم	۲۲/۵۰	آنا جانا نور کا	"
سال رواں کے اشاعتی منصوبے اپنے تکمیلی مراحل میں		۲۴/-	عورتوں کی حکایات	"
اشعۃ اللمعات جلد دوم، سوم		۱۶/۵۰	سچی حکایات اول	مجلد ڈسٹ کور
بخاری شریف مکمل مترجم تین جلدوں میں		۱۸/-	" دوم	"
ریاض الصائین مترجم مکمل دو جلدوں میں		۱۸/-	" سوم	"
ترمذی شریف		۱۵/-	" چہارم	"
ابوداؤد شریف		۱۵/-	" پنجم	"
مشنوی مولانا روم مترجم و محشی مکمل چھ جلدوں میں		۱۶/۵۰	مشنوی کی حکایات	"
مذکرۃ الاولیاء		۱۲/-	شیطان کی حکایات	"
دلائل المسائل ، فقہ الفقہ (فقیر اعظم کوٹلوی)		۱۵/-	عجائب الحیوانا جانوروں کی دنیا	"
علمائے اہل سنت کی حکایات (ابوالنور کوٹلوی)		۱۶/۵۰	نماز حنفی مدلل (فقیر اعظم کوٹلوی)	مجلد پارچہ
جامع المعجزات (صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفیٰ کوٹلوی)		۲۱/-	العادق	مجلد ڈسٹ کور
شرح شبستان رضا مکمل ۴ جلد		۲۴/-	مثنیٰ ہشتی زیور (مثنیٰ خلیل احمد بکاتی)	مجلد دوم پلاسٹک
فیوض یزدانی		۱۵/-	ہمارا اسلام	مجلد پارچہ
روح تصوف (از سید خورشید احمد گیلانی)				

علاوہ ازیں دیگر اداروں کی اسلامی مطبوعات بھی حقوق پرچون زنوں پر ہمارے ہاں دستیاب ہیں، رابطہ کے لئے تحریر کیجئے :

فرید ہسٹل سال ۲۰ - اردو بازار، لاہور

اشعۃ اللمعات

(میری نگاہ میں)

آ محمد مصطفیٰ کے نور کی مشکوت دیکھ
آ بصیرت کی نگہ سے اُن کی سچی ذات دیکھ
دیکھنا ہو گر سعید نقشبندی کا کمال
آج اے قربان اُس کی اشعۃ اللمعات دیکھ

علامہ قربان سے نظامی

اشرفی بک ڈپو

صدر بازار راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں
اُسے لے لادو جس سے منع کریں اس بازار پر (القرآن حکیم)

جلد اول
اشرفی بک ڈپو

شرح مشکوٰۃ

تصنیف منیہ

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محد دہلوی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ عیسیٰ

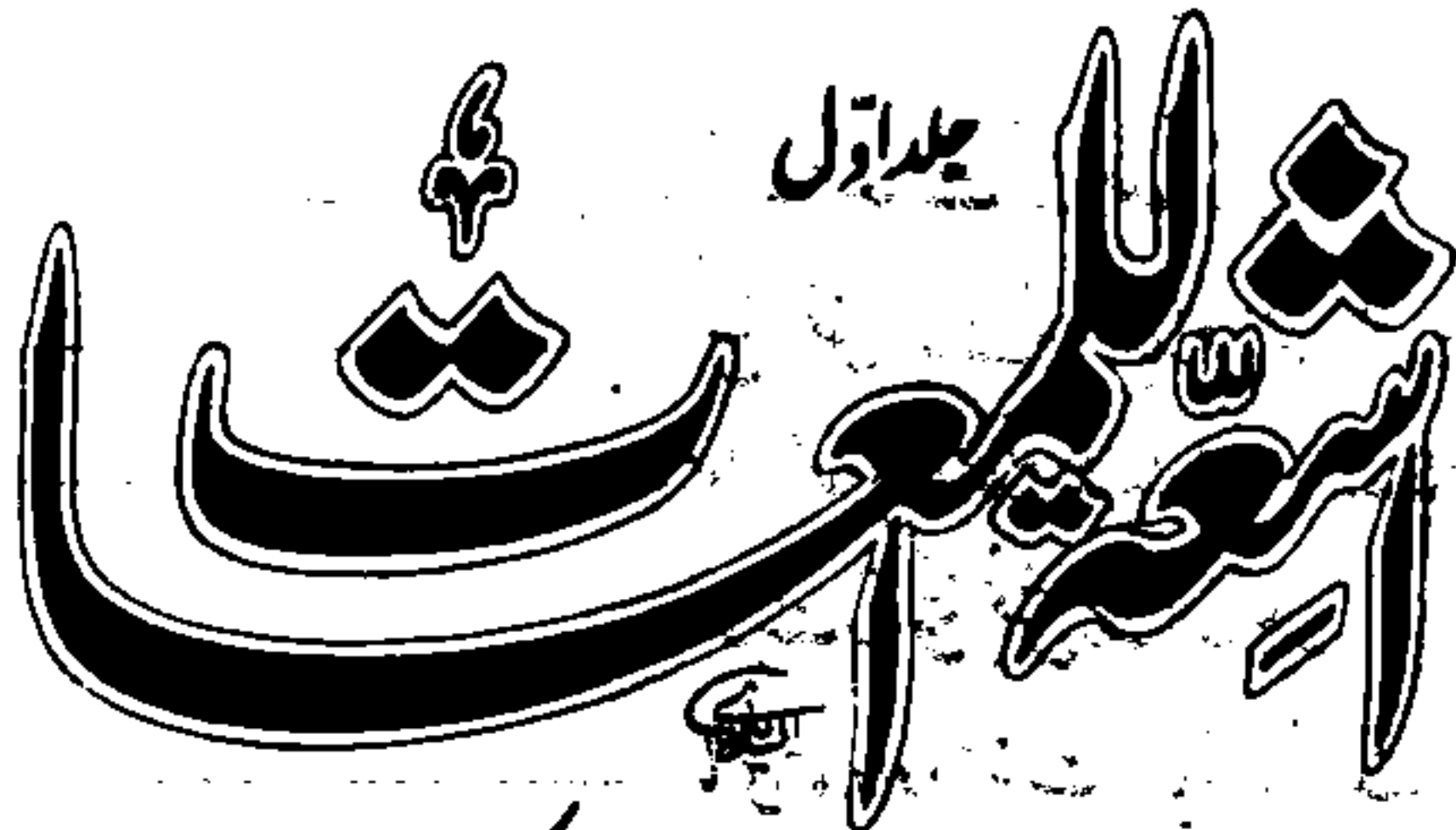
حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیب جامع مسجد حضرت امام گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
دکن پاکستان شی رائز مکہ

ناشر

فریدیک سٹال، ہم اردو بازار © لاہور (پاکستان)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اسے باز رہو (القرآن حکیم)



شرح مشکوٰۃ

تعلیف منیف

عارف باللہ شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ حاشی

علامہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ العالی

خلیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور
 رکن پاکستان سنی رائٹر گلہ
 ناشر

فریدیک سٹال، اردو بازار، لاہور (پاکستان)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)



کتاب _____ اشعۃ اللمعات اردو جلد اول
تصنیف منیف _____ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تقدیم و حواشی _____ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب جامع مسجد
حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
کتابت _____ حاجی محمد داود حضرت کیلیا نوالہ شریف
پروف ریڈنگ _____ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
ناشر _____ فرید بک سٹال ۴۰ اردو بازار لاہور
سال اشاعت _____ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ
تعداد _____ اپریل ۱۹۸۱ء
مطبوع _____ ایک ہزار
_____ جنرل پرنٹرز ۲۲ ریشی گن روڈ بحیرہ پور لاہور

قیمت _____ ۶۵ روپے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مختصر فہرست مضامین کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

اردو جلد اول

نمبر شمار	موضوع	از صفحہ	تا صفحہ
۱	مفصل فہرست اشعۃ اللمعات اردو جلد اول	۴۶	۴۵
۲	عرض مترجم غفرلہ	۴۶	۵۱
۳	تقریبات علماء اعلام (شیوخ حدیث)	۵۲	۶۲
۴	مختصر سوانح و عقائد حضرت شیخ محقق رضی اللہ عنہ مصنف کتاب اشعۃ اللمعات	۶۳	۱۲۶
۵	مقدمہ کتاب از حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ	۱۲۶	۱۳۹
۶	حالات ائمہ حدیث رضی اللہ عنہم	۱۴۰	۱۹۳
۷	کتاب الایمان	۱۹۳	۴۸۲
۸	کتاب العلم	۴۸۲	۵۳۲
۹	کتاب الطہارۃ	۵۳۲	۷۴۴

فہرست سوانح حضرت شیخ قدس سرہ

۱	مفصل فہرست کتاب	۲۰	۶	باب کی آغوش میں	۶۷
۲	عرض مترجم غفرلہ	۲۱	۷	بیت دانی تعلیم	۶۹
۳	ناشر کتاب	۲۲	۵۰	شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے	۷۲
۴	تعریضات و تصدیقات علماء کرام	۲۳	۵۲	حفظ کلام پاک	۷۵
۵	حضرت مولانا مہر الدین صاحب دام فیضہ	۲۴	۵۲	عبادت و ریاضت کی ابتداء	۷۸
۶	حضرت مولانا مفتی محمد حسین نسیمی صاحب	۲۵	۵۳	تکملہ علمی کے بعد	۸۱
۷	حضرت مولانا غلام رسول صاحب	۲۶	۵۵	شیخ محدث خیر اللہ جبار کی طرح	۸۴
۸	حضرت مولانا سید جلال الدین شاہ صاحب	۲۷	۵۶	مولانا عبد اللہ صاحب شیخ کے درویشوں میں	۸۷
۹	حضرت مولانا علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب	۲۸	۵۷	شیخ کی تعلیم و تربیت شیخ محمد علی کی نگرانی میں	۹۰
۱۰	حضرت مولانا محمد نواز صاحب	۲۹	۵۸	مریضہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں	۹۱
۱۱	حضرت مولانا قاضی محمد ارشاد الہی صاحب	۳۰	۵۹	جواز سے روانگی	۹۲
۱۲	جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب	۳۱	۶۰	شیخ محدث کے روحانی مرشد	۹۳
۱۳	مختصر سوانح حضرت شیخ محقق قدس سرہ	۳۲	۶۲	والد ماجد سے بیعت	۹۴
۱۴	نسب	۳۳	۶۲	شیخ عبدالوہاب متقی سے ارادت	۹۵
۱۵	حضرت شیخ کے والد ماجد	۳۴	۶۳	حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں	۹۶
۱۶	شیخ امان اللہ پانی پتی رحمہ اللہ	۳۵	۶۴	سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق	۹۷
۱۷	شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں	۳۶	۶۴	وصال مبارک	۹۸
۱۸	علامت و وفات	۳۷	۶۵	شیخ محدث کا مکان مدرسہ اور کتب خانہ	۹۹
۱۹	شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم	۳۸	۶۷	تصانیف	۱۰۰

۱۱۳	توسل واستعانت	۵۱	۹۹	حدیث	۳۹
۱۱۵	شفاعت	۵۲	۱۰۰	اشعۃ المعات	۴۰
۱۱۶	محفلی میلاد	۵۳	۱۰۱	لمعات التمتع	۴۱
۱۱۶	فاتحہ والیہال ثواب	۵۴	۱۰۲	حضرت شیخ کے عقائد	۴۲
۱۱۷	بحر بزرگان	۵۵	۱۰۳	علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۱۱۸	مزارات شہداء و قبے اور عمارت بنانا	۵۶	۱۰۴	اختیار و تشریح	۴۴
۱۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا	۵۷	۱۰۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا	۴۵
۱۱۹	دور سے مذاکرنا	۵۸	۱۰۶	حیات انبیاء و اولیاء	۴۶
۱۱۹	معراج جسمانی	۵۹	۱۰۷	مردوں کا سنا	۴۷
۱۱۹	روایت باری تعالیٰ	۶۰	۱۰۸	زیارت قبور	۴۸
۱۲۰	اعلا و شان رسالت	۶۱	۱۰۹	زیارت روضہ النور	۴۹
۱۲۵	سرکار غوثیت	۶۲	۱۱۰	سفر زیارت	۵۰



مفصل فہرست کتاب مستطاب اشعۃ اللمعات اردو

جلد اول

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱	خطبہ	۱۲۶	۱۶	حدیث مرسل	۱۲۹
۲	وجہ تصنیف	"	۱۷	ارسال	"
۳	مقدمہ	۱۲۸	۱۸	حدیث مفضل	"
۴	حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کا نام ہے۔	"	۱۹	دلس حدیث	"
۵	حدیث مرفوع	"	۲۰	مضطرب حدیث	۱۳۰
۶	حدیث موقوف	"	۲۱	تنبیہ	"
۷	مقطوع	"	۲۲	روایت بالمعنی کا حکم	"
۸	اثر	"	۲۳	عنعنہ	"
۹	وصل سند	"	۲۴	معنعن حدیث	"
۱۰	متن حدیث	"	۲۵	مذہب حدیث	"
"	حدیث متصل	۱۲۹	۲۶	وصل	"
۱۱	انقطاع	"	۲۷	شاذ، منکر و معطل حدیث	"
۱۲	منقطع حدیث	"	۲۸	شاذ	"
۱۳	حدیث معلق	"	۲۹	راج	"
۱۴	تعلیق	"	۳۰	محفوظ	"
۱۵		"	۳۱	ضعیف حدیث	"

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۱۳۲	موضوع حدیث	۵۶	۱۳۰	معروف حدیث	۳۲
"	متردک	۵۷	۱۳۱	منکر و معروف میں فرق	۳۳
۱۳۳	فسق راوی	۵۸	"	شاذ و محفوظ میں فرق	۳۴
"	مہم راوی کی روایت	۵۹	"	منکر حدیث	۳۵
"	بدعت	۶۰	"	معلل	۳۶
"	بتدرج کی حدیث مردود ہے	۶۱	"	متابع اور شاہد	۳۷
"	بتدرج سے اخذ حدیث میں محدثین کا اختلاف	۶۲	"	وصل	۳۸
۱۳۴	وصل	۶۳	"	صحیح جن - ضعیف	۳۹
"	ضبط کے وجوہ طعن بھی پانچ ہیں	۶۴	"	صحیح حدیث کی تعریف	۴۰
"	معلل حدیث	۶۵	"	صحیح لذاتہ	۴۱
"	نقد حدیث میں امام دارقطنی کا ارفع مقام	۶۶	"	صحیح بغیرہ	۴۲
۱۳۵	مستور، مدس اور مرسل احادیث کا حکم	۶۷	"	حسن	۴۳
"	وصل	۶۸	"	حسن لذاتہ	۴۴
"	غریب احادیث	۶۹	"	حسن بغیرہ	۴۵
"	عزیز، مشہور و مستفیض حدیث	۷۰	"	ضعیف حدیث	۴۶
"	متواتر حدیث	۷۱	۱۳۲	ضبط و عدالت	۴۷
"	غریب حدیث کی تحقیق اور اس کا حکم	۷۲	"	عدالت کا معنی	۴۸
"	وصل	۷۳	"	مروت کا معنی	۴۹
"	ضعیف حدیث	۷۴	"	عدلی روایت اور عدلی شہادت	۵۰
۱۳۶	اصح ترین سند	۷۵	"	ضبط کا معنی اور اس کے اقسام	۵۱
"	تہبید، امام ترمذی کی عادت اور ایک	۷۶	"	وصل	۵۲
"	اشکال کا جواب	۷۷	"	عدالت اور اس کے وجوہ طعن	۵۳
"	وصل	۷۸	"	وجوہ طعن پانچ ہیں، کذب، متہم بالکذب، فسق راوی، جہالت، راوی کا بد معنی ہونا۔	۵۴
"	صحیح لذاتہ کی صحت پر سب کا اتفاق ہے	۷۸	"	ان پانچ وجوہ کے معانی	۵۵
۱۳۷	وصل	۷۹	"		

نمبر شمار	مطالب مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب مضامین
۸۰	حدیث صحیح کے درجات صحت میں فرق و تفاوت ہے۔	۱۳۸	۹۸	امام بخاری کے شاخ کے پانچ طبقات
۸۱	امام بخاری کی صحیح، سب کتب حدیث میں زیادہ صحیح ہے۔	"	۹۹	امام بخاری کی سیرت
۸۲	اس کی وجہ	"	۱۰۰	آپ کی تالیفات
۸۳	متفق علیہ حدیث	"	۱۰۱	صحیح بخاری کی وجہ تصنیف
۸۴	صحیح احادیث کی تعداد	"	۱۰۲	امام بخاری کو خواب میں حضور کی زیارت اور حضور کا ارشاد۔
۸۵	وصل	"	۱۰۳	آپ نے صحیح کی تالیف خانہ کعبہ میں کی
۸۶	صحیح احادیث صرف بخاری و مسلم میں ہی منحصر نہیں ہیں۔	"	۱۰۴	آپ نے صحیح کے ترجمہ ریاض الجنۃ میں بیحد کر مکمل کئے۔
۸۷	مستدرک حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری	"	۱۰۵	تصنیف صحیح میں امام بخاری کی اہمیت
۸۸	وصل	"	۱۰۶	صحیح بخاری کے متعلق ائمہ حدیث کے جملہ
۸۹	کتب صحاح ستہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔	۱۳۹	۱۰۷	دفع آفات و بلیات اور حل مشکلات کیلئے صحیح بخاری کا ختم
۹۰	نام و کنیت اور شجرہ نسب	"	۱۰۸	امام بخاری مستجاب الدعوات بزرگ تھے
۹۱	آپ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں	"	۱۰۹	امام بخاری کی وفات مشہور ہے
۹۲	امام مسلم کی امام بخاری سے محبت و ارادت	"	۱۱۰	عاسدین امام کا فتنہ
۹۳	ائمہ حدیث کا امام بخاری کو خراج تحسین	"	۱۱۱	امام صاحب کی عمر قند کردہ ملی اور مقامات
۹۴	امام بخاری کے والدہ محترمہ مستجاب الدعوات	۱۴۱	۱۱۲	امام بخاری کی وفات کے دن جس جگہ سے خواب میں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم صابہ کی ایک جماعت کے ساتھ امام بخاری کا انتقال کر رہے ہیں۔
۹۵	امام بخاری کی والدہ محترمہ مستجاب الدعوات خاتون بقیہ	"	۱۱۳	امام بخاری علیہ الرحمۃ کی قبر اورد سے کس قدر کی
۹۶	علم حدیث کی تحقیق کے لئے آپ نے متعدد اسلامی ملکوں کے سفر اختیار کئے۔	"	۱۱۴	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات
۹۷		"	۱۱۵	امام و نسب

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۶۲	اعمال دو قسم ہیں	۱۸۶	۱۸۳	اور چیز ہے جسے اعلان و تسلیم بھی کہتے ہیں	۱۹۳
۱۶۳	نیت دل کا فعل ہے	"	۱۸۴	حقیقت ایمان تصدیق قلبی ہے	"
۱۶۴	ایک عمل میں مختلف نیتیں کرنے سے ہر نیت پر الگ ثواب ملتا ہے	۱۸۷	۱۸۵	زبان سے اقرار اسلامی احکام کے اجراء کی شرط ہے	"
۱۶۵	اس کی مثال کہ مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے مگر اس میں بارہ نیتیں ہو سکتی ہیں	"	۱۸۶	فاسق مومن ہے	۱۹۴
۱۶۶	دنیا کا معنی	"	۱۸۷	خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر کہتے ہیں	"
۱۶۷	عورت کا فتنہ سخت فتنہ ہے	۱۸۹	۱۸۸	حدیث بنا کے مطلب و معانی	۱۹۵
۱۶۸	ہجرت کا معنی	"	۱۸۹	لفظ اسلام کا معنی - لغوی اور شرعی	۱۹۸
۱۶۹	ہجرت دو طرح کی ہے	"	۱۹۰	ایمان اعتقاد قلبی کا نام ہے	"
۱۷۰	فتح مکہ کے بعد ہجرت الی المدینہ کی اہمیت ختم ہو گئی البتہ دار کفر سے دار اسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے	۱۹۰	۱۹۱	اسلام و ایمان کے مجوسے کو دین کہتے ہیں	"
۱۷۱	ہجرت کا خاص معنی	"	۱۹۲	اسلام کے پانچ ارکان	"
۱۷۲	من مبدہ	"	۱۹۳	رکن اول کلمہ شہادت کی تصدیق	"
۱۷۳	حدیث نیت المومن خیر من عملہ کی تحقیق	۱۹۱	۱۹۴	دوسرا رکن نماز	۱۹۹
۱۷۴	اس کی توجیہ و تفسیر میں علماء کے اقوال	"	۱۹۵	اقامت صلوٰۃ کا معنی	"
۱۷۵	قول اول	"	۱۹۶	تیسرا رکن زکوٰۃ	"
۱۷۶	دوم	"	۱۹۷	چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے	"
۱۷۷	سوم	"	۱۹۸	روزے کا معنی	"
۱۷۸	چہارم	"	۱۹۹	کمال روزہ	"
۱۷۹	پنجم	"	۲۰۰	لفظ رمضان کا معنی	"
۱۸۰	کتاب الایمان	۱۹۲	۲۰۱	پانچواں رکن حج بیت اللہ	"
۱۸۱	ایمان کا شرعی معنی	۱۹۳	۲۰۲	استقامت کا معنی	۲۰۰
۱۸۲	صداقت کا علم ہونا اور چیز اور اس کی تصدیق	"	۲۰۳	اللہ پر ایمان لانے کا مطلب	"
		"	۲۰۴	ملا کہ پر ایمان لانا	"
		"	۲۰۵	ملا کہ کی حقیقت	"
		"	۲۰۶	ملا کہ تعریف کی قدرت رکھتے ہیں	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۲۰۵	علامات قیامت	۲۲۸	۲۰۱	اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا	۲۰۷
"	قیامت کو ساعتہ کیوں کہتے ہیں	۲۲۹	"	آسمانی کتابوں کی تعداد	۲۰۸
"	تحقیق یہ ہے کہ حضور علیہ السلام وقوع قیامت کے وقت سے آگاہ تھے۔	۲۳۰	"	رسولوں پر ایمان لانا	۲۰۹
"	نُ تَابِدَ الْأَمْتَارُ بَيْنَهُمَا کے متعدد معانی	۲۳۱	"	انبیاء علیہم السلام قبل نبوت اور بعد نبوت ہر قسم کے گناہوں سے پاک و معصوم ہیں	۲۱۰
۲۰۶	اس حدیث میں رَبِّہُمَا نِیْث سے کیوں وارد ہوا ہے۔	۲۳۲	"	بعض قصے جو عصمت انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہیں بے اصل اور نادرست ہیں۔	۲۱۱
"	قریب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ کینے لوگ معزز شمار ہوں گے	۲۳۳	"	عقاب مقرب الہی ہونے کی علامت ہے۔	۲۱۲
"	لوگوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے ذوالقرنین کی سیاست	۲۳۴	۲۰۲	حضور علیہ السلام پر ایمان لانے کا مطلب آخرت پر ایمان	۲۱۳
۲۰۸	جبریل کی طرف تعلیم کی نسبت کی وجہ	۲۳۵	"	تقدیر پر ایمان	۲۱۵
۲۰۹	خلق سے پانچ چیزوں کے علم کی نفی علم ذاتی کے اعتبار سے ہے۔	۲۳۶	"	تقدیر کا مفہوم	۲۱۶
"	حدیث ۲ مطلب و معانی	۲۳۷	"	تقدیر میں بحث و مناظرہ منع ہے	۲۱۷
۲۱۰	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مختصر تذکرہ	۲۳۸	۲۰۳	احسان کا معنی	۲۱۸
"	حدیث ۳ مطالب و معانی	۲۳۹	"	مشاہدہ	۲۱۹
۲۱۱	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۴۰	"	مراقبہ	۲۲۰
"	راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔	۲۴۱	۲۰۴	طاہریت و جہاد کے تین مرتبے	۲۲۱
"	حیا کا بیان	۲۴۲	"	احسان تصوف کی اصل ہے	۲۲۲
۲۱۳	حیا کا معنی از سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی	۲۴۳	"	غماز مشاہدہ ذات الہی کا سبب ہے	۲۲۳
"	حدیث ۴ مطالب و معانی	۲۴۴	"	غماز میں حضور قلب کیسے حاصل ہوتا ہے	۲۲۴
"	حضرت عبداللہ بن عمرو کے مختصر حالات	۲۴۵	"	دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں میں ہے	۲۲۵
۲۱۵	ظاہری ہجرت اور باطنی ہجرت	۲۴۶	"	تصوف اور عقائد ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں	۲۲۶
"	المہاجر من ہجو کا مقصد	۲۴۷	۲۰۵	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	۲۲۷

نمبر شمار	مطالب و معانی	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و معانی	صفحہ
۲۴۹	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۱۵	۲۴۸	حضرت ابو موسیٰ اشعری کے مختصر حالات	۲۲۱
۲۵۰	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	۲۱۶	۲۴۹	اپنی لڑائی آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے	"
۲۵۱	کمال ایمان کے لئے سب سے بڑا کرھنوا	"	۲۵۰	دائے کے لئے دوسرے اجر کی وجہ	"
۲۵۲	محبت کی قسمیں	"	۲۵۱	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۲۲
۲۵۳	ایک محبت فطری	"	۲۵۲	تادیل فاسد کے ذریعے فرائض اسلام کے	۲۲۳
۲۵۴	دوسری محبت اختیاری	"	۲۵۳	منکرین کے خلاف بھی جہاد کرنا لازم ہو جاتا ہے	"
۲۵۵	حضور علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ	"	۲۵۴	اس حدیث میں ارکان اسلام میں سے صرف	"
۲۵۶	محبت ہونے کا مفہوم	"	۲۵۵	مگر شہادت اور نماز و روزہ کی تخصیص کی وجہ	"
۲۵۷	محبت رسول کے سلسلے میں حضرت عمر کا ایک واقعہ	"	۲۵۶	محمد و زندق کی توبہ مقبول ہے اس بارے	"
۲۵۸	محبت کا نفا یا حسن ہوتا ہے یا احسان	۲۱۷	۲۵۷	میں علماء کی تحقیق	"
۲۵۹	اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معرف	۲۱۸	۲۵۸	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۲۴
۲۶۰	کی قوت عطا فرمائی ہے	"	۲۵۹	لفظ ذمۃ کی تحقیق	"
۲۶۱	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"	۲۶۰	لفظ تحفہ و اکامعنی اور تفسیر	"
۲۶۲	تین چیزیں عداوت ایمان کے محسوس ہونے	"	۲۶۱	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۲۵
۲۶۳	کا ذریعہ ہیں	"	۲۶۲	لا افسید علی حدیث	۲۲۶
۲۶۴	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"	۲۶۳	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"
۲۶۵	حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	۲۱۹	۲۶۴	تذکرہ حضرت سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	"
۲۶۶	خواہشات نفسانی سے پاک لوگ معافی کی	"	۲۶۵	استقامت کا لغوی اور شرعی معنی	۲۲۷
۲۶۷	لذتوں سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں	۲۲۰	۲۶۶	ارباب طریقت کے نزدیک استقامت کا معنی	"
۲۶۸	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"	۲۶۷	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"
۲۶۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا	"	۲۶۸	تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ	۲۲۸
۲۷۰	منکر کا فرسہ	"	۲۶۹	نہج	"
۲۷۱	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"	۲۷۰	لفظ دوی کا معنی	"
۲۷۲	بعض شوائع پر تنقید	"	۲۷۱	بعض شوائع پر تنقید	۲۲۹
۲۷۳	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	"	۲۷۲	حدیث ۱۵ مطالب و معانی	۲۳۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۲۸۹	تذکرہ ابن عباس رضی اللہ عنہ	۲۸۹	۲۳۹	توحید باری تعالیٰ	۲۳۹
۲۹۰	لفظ مرجأ اور اہل وسہلہ کا معنی	۲۹۰	"	بعث بعد الموت پر ایمان	"
۲۹۱	قید مفسر	۲۹۱	۲۴۰	اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے	۲۴۰
۲۹۲	صحابہ کرام کا ادب	۲۹۲	"	حدیث ۱۹ مطالب و معانی	"
۲۹۳	لفظ ختم، دُباؤ وغیرہ اور زنت کی تحقیق	۲۹۳	"	لفظ فاللہ عمر کی تحقیق و تفسیر	"
۲۹۴	ان برتنوں کے استعمال کی حرمت ابتدائے اسلام	۲۹۴	۲۴۱	حدیث ۲۰ مطالب و معانی	۲۴۱
"	میں تھی بعد میں منسوخ ہو گئی	"	"	صبر کا معنی	"
۲۹۵	حدیث ۲۱ مطالب و معانی	۲۹۵	۲۴۲	اللہ تعالیٰ کے صابر ہونے کا مطلب	۲۴۲
۲۹۶	تذکرہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ	۲۹۶	"	صبور و عظیم میں فرق	"
۲۹۷	بیعت کا معنی	۲۹۷	"	حدیث ۲۲ مطالب و معانی	"
۲۹۸	شُرک باللہ، چوری، زنا قتل ناحق اور بہتان	۲۹۸	"	حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ	"
"	طرازی کی مخالفت	"	۲۴۳	مؤخرۃ الزعل کا معنی	۲۴۳
۲۹۹	ارتکاب معصیت پر مزار کے بارے میں	۲۹۹	"	ایک اشکال کا جواب	"
"	اہل سنت کا منک	"	۲۴۴	حدیث ۲۳ مطالب و معانی	۲۴۴
۳۰۰	معتزلہ کا منک	۳۰۰	"	بیک کا معنی	"
۳۰۱	حدیث ۲۴ مطالب و معانی	۳۰۱	"	صدق دل سے ایمان لانے والا آتش دوزخ	"
۳۰۲	حضرت ابوسعید خدری کے مختصر حالات	۳۰۲	۲۴۵	پر حرام ہے اور اس جمع کی تفسیر	۲۴۵
۳۰۳	لفظ انہی کی تحقیق	۳۰۳	"	علم کی بات چھپانا حرام ہے	"
۳۰۴	عہد رسالت میں عورتیں حضور کی اجازت	۳۰۴	"	حدیث ۲۵ مطالب و معانی	"
"	سے مسجد میں آتی تھیں	"	۲۴۶	تذکرہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	۲۴۶
۳۰۵	دوزخ میں مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ	۳۰۵	"	لفظ رخم کا معنی، اور استعمال	۲۴۷
"	تعداد میں جائیں گی	"	"	مومن فاسق بھی مغفرت کا اہل ہے	"
۳۰۶	لعنت کا معنی اور اس کا حکم	۳۰۶	"	صحابہ، تابعین اور تمام سلف کا یہی مسلک ہے	"
۳۰۷	عبادت کی کثرت دین کی ترقی کا ذریعہ ہے	۳۰۷	"	اس بارے میں معتزلہ کے شبہات اور ان	"
۳۰۸	حدیث ۲۶ مطالب و معانی	۳۰۸	"	کا جواب	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۳۳۱	حدیث ۲۴۷ مطالب و معانی	۲۴۸	۳۴۹	یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے	۲۵۷
۳۳۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہنے کی وجہ	"	۳۵۰	امام غزالی کا ارشاد	"
۳۳۳	حدیث ۲۴۸ مطالب و معانی	۲۴۹	۳۵۱	حدیث ۲۴۹ مطالب و معانی	"
۳۳۴	تذکرہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ	۲۵۰	۳۵۲	مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں رہیں	۲۵۸
۳۳۵	ہجرت اور حج بیت اللہ سے کون سے گناہ معاف ہوتے ہیں	"	۳۵۳	حدیث ۲۵۰ مطالب	۲۵۹
۳۳۶	حج کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے حقوق العباد معاف ہو جاتے ہیں	۲۵۱	۳۵۴	امانت سے کیا مراد ہے	"
۳۳۷	وفات کے وقت حضرت عمر بن العاص کا قلق و اضطراب اور اس کی وجہ	"	۳۵۵	حدیث ۲۵۱ مطالب	۲۶۰
۳۳۸	فصل ثانی حدیث ۲۴۹ مطالب و معانی	"	۳۵۶	کلمہ شہادت کی تصدیق و اقرار کا فائدہ	"
۳۳۹	ان اعمال صالح کا ذکر جن سے بندہ جنتی بننا اور آتش دوزخ سے بچ جاتا ہے	۲۵۲	۳۵۷	حدیث ۲۵۲	۲۶۰
۳۴۰	رات کی نماز کے فوائد	۲۵۴	۳۵۸	کلمہ طیبہ پر موت دخول جنت کا موجب ہے	"
۳۴۱	لفظ ذرہ، سنام اور بٹاک کی تحقیق	"	۳۵۹	حدیث ۲۵۳	"
۳۴۲	زبان کے فتنے	۲۵۵	۳۶۰	شرک سے بچنے والا جنتی ہے اور مشرک دوزخی	۲۶۱
۳۴۳	حدیث ۲۵۰ مطالب و معانی	۲۵۶	۳۶۱	حدیث ۲۵۴ مطالب و معانی	"
۳۴۴	تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رضی اللہ عنہ	"	۳۶۲	لفظ نذر کا اطلاق	۲۶۲
۳۴۵	آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے ملک شام میں وفات پائی	"	۳۶۳	لفظ اظہر کی تحقیق	"
۳۴۶	کمال ایمان کا بیان	"	۳۶۴	اقتطاع	۲۶۳
۳۴۷	حدیث ۲۵۱	"	۳۶۵	فزع اور خبیثہ میں فرق	"
۳۴۸	اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے دشمنی	۲۵۷	۳۶۶	حائط	"
	سب سے افضل عمل ہے اور اس کی وجہ	"	۳۶۷	احتجاز کا معنی	۲۶۵
			۳۶۸	لفظ جہنم کا معنی	۲۶۶
			۳۶۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۲۶۷
			۳۷۰	حدیث ۲۵۵ مطالب حدیث	۲۶۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۳۷۱	کھڑیہ کو جنت کی بہت سی چابیاں کیوں کہا گئیں	۲۶۸	۳۹۰	حالات سے ہر وقت واقف و آگاہ ہے	۲۷۶
۳۷۲	حدیث ۳۶۸ مطالب حدیث ہذا	۲۶۸	۳۹۱	استغث قلبک سے قلب قدسی مراد ہے	"
۳۷۳	نجات ہذا لامر کی تشریح	۲۷۱	"	پہرہ دل کا فتویٰ وہاں مستتر ہے جہاں شرعی	"
۳۷۴	حدیث ۳۷۱	۲۷۱	۳۹۲	دلائل متعارض ہوں	حدیث ۳۷۱
۳۷۵	تذکرہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ	"	۳۹۳	حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ	"
۳۷۶	مرد و وکرہ کا معنی	۲۷۳	۳۹۴	عرد و عبد سے کون مراد ہے	"
۳۷۷	اسلامی تعلیمات اختیار کرنا باعث عزت	"	۳۹۵	اسلامی تعلیم	۲۷۸
	اور ان سے انحراف باعث ذلت و رسوائی	"	۳۹۶	ایمان کا تقاضا	"
۳۷۸	حدیث ۳۷۸	"	۳۹۷	افضل اسلام	"
۳۷۹	تذکرہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ	"	۳۹۸	افضل ایمان	"
۳۸۰	چابی کے دانتوں سے نیک اعمال کی طرف اشارہ ہے	۲۷۴	۳۹۹	افضل نماز	"
۳۸۱	حدیث ۳۷۹	"	۴۰۰	افضل ہجرت	۲۷۹
۳۸۲	ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا ملتا ہے	"	۴۰۱	افضل جہاد	"
۳۸۳	حدیث ۳۸۰	۲۷۵	۴۰۲	افضل گھڑی	"
۳۸۴	مومن کی پہچان	"	۴۰۳	حدیث ۳۸۱	"
۳۸۵	حضرت شیخ عبد الوہاب المسقی الملکی کا ارشاد	"	۴۰۴	نماز و روزہ ادا کرنے اور شرک سے بچنے	۲۸۰
	کہ ایمان کے راستے پر چلنے والے کے لئے	"	۴۰۵	کی اہمیت اور فائدہ	"
۳۸۶	چار چیزوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے	"	۴۰۶	حدیث ۳۸۲	"
۳۸۷	پہلی چیز توحید	"	۴۰۷	افضل ایمان کی خصوصیات	"
۳۸۸	دوسری چیز توکل	"	۴۰۸	کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامات کا بیان	۲۸۱
۳۸۹	تیسری چیز جزائے اعمال پر یقین	۲۷۶	۴۰۹	گناہ کبیرہ تعریف	"
	چوتھی چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام	"	۴۱۰	شرح عقائد مفید سے کبیرہ گناہوں کی تعداد	"
		"	۴۱۱	فصل اول حدیث ۳۸۳	۲۸۲
		"	۴۱۲	نذ کا معنی	۲۸۳

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۱۱	شرک کے تین اقسام	۳۸۴	۲۹۱	دوسری فصل - حدیث ۵۱	۴۳۴
۴۱۲	نگلی معاش کے خوف سے قتل اولاد گناہ کیسے	۳۸۵	۲۹۲	حضرت صفوان بن عسال کے مختصر حالات	۴۳۵
۴۱۳	ہمایہ کی بیوی سے زنا بدترین قسم کا زنا ہے	"	۲۹۳	آیات بنیات	۴۳۶
۴۱۴	حدیث ۲۵ مطالب و مضامین	"	۲۹۴	انبیاء علیہم السلام پر یہود کی افتراء پر مادی	۴۳۷
۴۱۵	والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے	"	۲۹۵	حدیث ۵۲	۴۳۸
۴۱۶	بین غموس بھی گناہ کبیرہ ہے	"		گناہ کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہو	۴۳۹
۴۱۷	جھوٹی گواہی، گناہ کبیرہ ہے	۳۸۵		خارج و معتزلہ کا رد	۴۴۰
۴۱۸	حدیث ۲۶	"	۲۹۶	سوال و جواب	۴۴۱
۴۱۹	سات ہلک باتیں	"		حدیث ۵۳	۴۴۲
۴۲۰	صحابہ کرام کی ایک جماعت کے نزدیک جاہل	"		لفظ ظلمہ کی تحقیق	۴۴۳
	کرنا کفر ہے	"	۲۹۷	ایمان کو ظلمہ سے کیوں تشبیہ دی	۴۴۴
۴۲۱	کہانت، نجوم، رمل اور شعبہ وغیرہ کا	"		تیسری فصل - حدیث ۵۴	۴۴۵
	شرعی حکم	"		تاریک غفر، امام شافعی اور بعض دوسرے	۴۴۶
۴۲۲	حدیث ۲۷	"		ماہر کے نزدیک لائق قتل ہے	۴۴۷
۴۲۳	نہبہ	۳۸۶		اخذ اور امام مالک کے نزدیک لائق قتل ہے	۴۴۸
۴۲۴	غلول	۳۸۷		کے منک و بے درگاہت	۴۴۹
۴۲۵	تشبیک الاصابع	"		شراب نوشی کی مذمت	۴۵۰
۴۲۶	امام بخاری سے اس حدیث کے معنی کی وضاحت	"		کسی علاقہ میں وبائی مرض پھیل جائے تو	۴۵۱
۴۲۷	حدیث ۲۸	۳۸۸		سے بچنا لائق ہے	۴۵۲
۴۲۸	منافق کی صفات و علامات	"		اہل عیال کی تربیت کا حکم	۴۵۳
۴۲۹	جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت	"		حدیث ۵۵	۴۵۴
۴۳۰	حدیث ۲۹	"		حرف حضور علیہ السلام کے زمانہ میں منافق کو مٹانے	۴۵۵
۴۳۱	منافق کی ایک اور علامت	۳۹۰		کے زمرہ میں شامل کیا جاتا تھا اور ان کے	۴۵۶
۴۳۲	حدیث ۳۰	"		جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی	۴۵۷
۴۳۳	منافق کا حال	"		باب الوصیۃ - حدیث ۵۶	۴۵۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۵۵	دوسرے کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۰۲	۴۴۵	پیدائش کے وقت بچے کا صحیح مارنا شیطان	۳۰۸
۴۵۶	گناہ کے عزم و پختہ ارادہ پر بھی گرفت ہوگی	"	۴۴۶	کے ٹھوکر مارنے کی وجہ سے ہوتا ہے	"
۴۵۷	نفسانی خیالات کے مختلف مراتب، ان کے	"	۴۴۷	لفظ زغہ کی تحقیق	"
۴۵۸	نام اور ان کا حکم	"	۴۴۸	حدیث ۶۳	"
۴۵۹	حدیث ۵۷	"	۴۴۹	ابلیس کا اپنا تخت پانی پر رکھنے کا مطلب	۳۰۹
۴۶۰	برے خیالات کو گراں اور ناپسند جانا	"	۴۵۰	لفظ سرایا کا معنی اور استعمال	"
۴۶۱	خالص الایمان ہونے کی علامت ہے	"	۴۵۱	لفظ فتنہ کا معنی	"
۴۶۲	حدیث ۵۸	"	۴۵۲	بلا اجازت شرع طلاق دینا شیطانی عمل ہے	۳۱۰
۴۶۳	بندے کو دس دس و گمراہی میں ڈالنا ابلیس	۳۰۳	۴۵۳	مرد و عورت میں معمولی بات پر تو تکار شیطان	"
۴۶۴	کے سپرد ہے	"	۴۵۴	کی طرف سے ہوتا ہے	"
۴۶۵	دس دس شیطانی سے بچنے کا علاج	"	۴۵۵	حدیث ۶۵	"
۴۶۶	شیطان سے پناہ حاصل کرنے کا اعلیٰ طریقہ	"	۴۵۶	سرزمین عرب کا طول و عرض	"
۴۶۷	حدیث ۹۹	۳۰۴	۴۵۷	تحریف کا معنی	۳۱۱
۴۶۸	دس دس سے پرہیز کا طریقہ	"	۴۵۸	ایک اشکال اور اس کا جواب	"
۴۶۹	حدیث ۱۰۰	۳۰۵	۴۵۹	حدیث ۶۶ فصل ثانی	۳۱۲
۴۷۰	انسان کا معنی	"	۴۶۰	لفظ خمسہ کی تحقیق	"
۴۷۱	ہزار کی پیدائش	۳۰۶	۴۶۱	عددہ اور وعید	"
۴۷۲	لفظ اسلم کی تحقیق	"	۴۶۲	علم خواطر	"
۴۷۳	حدیث ۱۰۱	"	۴۶۳	خواطر چار قسم ہیں، حقانی، نفسانی، مکانی	۳۱۳
۴۷۴	انسان پر شیطانی تسلط کی کیفیت	"	۴۶۴	اور شیطانی	"
۴۷۵	حدیث ۱۰۲	"	۴۶۵	رسالہ مغایع الغیوب فی معرفۃ خواطر القلوب	۳۱۴
۴۷۶	حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کا مس شیطان	۳۰۷	۴۶۶	ان خواطر میں فرق و امتیاز کے لئے بہترین	"
۴۷۷	سے محفوظ ہونا ان کے حضور افضل ہونے کی	"	۴۶۷	رسالہ ہے	"
۴۷۸	دلیل نہیں بن سکتا	"	۴۶۸	حدیث ۱۰۳	"
۴۷۹	حدیث ۱۰۴	۳۰۸	۴۶۹	شیطانی خیال سے بچنے کا طریقہ	۳۱۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۴۹۵	تیسری فصل، حدیث ۶۹	۴۱۶	۵۱۸	حضور علیہ السلام کے کسی کو نہیں دی گئی	۳۲۳
۴۹۶	دوسرے، شیطان کی ایک صورت	"	۵۱۹	حدیث ۷۰ فصل اول	۳۲۴
۴۹۷	حدیث ۷۱	"	۵۲۰	مقاویہ خلافت لکھنے سے مراد	"
۴۹۸	تذکرہ حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ	۳۱۷	۵۲۱	پچاس ہزار سال سے مراد	"
۴۹۹	نماز کے دوران دوسرے اندازی کرنے والا	"	۵۲۲	کان عرشہ علی المار کی تفسیر	"
۵۰۰	ابلیس خنزرب کے نام سے موسوم ہے	"	۵۲۳	حدیث ۷۲	۳۲۴
۵۰۱	خنزرب کا معنی	"	۵۲۴	عجز و کینس کا معنی	"
۵۰۲	حدیث ۷۳	۳۱۸	۵۲۵	حدیث ۷۴	"
۵۰۳	تذکرہ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ	"	۵۲۶	حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام	۳۲۵
۵۰۴	دوسرے ابلیس سے بچنے کا ایک موثر قاعدہ	۳۱۹	۵۲۷	کا مناظرہ کس عالم میں ہوا	"
۵۰۵	حکایت	"	۵۲۸	اسباب و شرائط کا وجود امر وہی وغیرہ امور	۳۲۶
۵۰۶	دوسرے کی حقیقت	"	۵۲۹	قضا و قدر کے منافی نہیں ہے	"
۵۰۷	عالم انفس کا شیطان وہم ہے	"	۵۳۰	حدیث ۷۵	۳۲۷
۵۰۸	جس طرح عالم آفاق کا شیطان ابلیس ہے	۳۲۰	۵۳۱	فرشتہ کب شکم ماور میں پہنچتا ہے	"
۵۰۹	دفع دوسو اس میں ایک بزرگ کا واقعہ	"	۵۳۲	پیدائش انسان سے متعلق ایک نکتہ	۳۲۸
۵۱۰	تقدیر پر ایمان کا باب	"	۵۳۳	روحانی کمال آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے	"
۵۱۱	قدر کا معنی	"	۵۳۴	انسان کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس	"
۵۱۲	قضا و قدر میں فرق	"	۵۳۵	کے بارے میں چار چیزیں لکھ دی جاتی ہیں	"
۵۱۳	لفظ حکم، قضا و قدر کا معنی از امام غزالی	۳۲۲	۵۳۶	یعنی عمل، موت، رزق اور نیک و بد	"
۵۱۴	تقدیر ایمان لانے کا مطلب	۳۲۳	۵۳۷	طاعت و عبادت کی پابندی کی رغبت	۳۲۹
۵۱۵	بندے کے اختیار کی تحقیق	"	۵۳۸	انسان کو پہلے صلاحیت و استعداد عطا کی گئی	"
۵۱۶	خلق و ایجاد اشیاء میں اسباب و شرائط کو	"	۵۳۹	پھر احکام کا مکلف کیا گیا	"
۵۱۷	اللہ تعالیٰ عبادت جاریہ کے تحت پیدا فرمایا ہے	"	۵۴۰	الباب کشف کا بیان	۳۳۱
۵۱۸	قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع سوا	"	۵۴۱	حدیث ۷۶	۳۳۲
			۵۴۲	تذکرہ حضرت بہل بن سعد رضی اللہ عنہ	"

صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۳۴۲	حدیث ۵۵۹	۵۵۹	۳۴۲	انسان کے جنتی اور دوزخی ہونے کے لئے	۵۳۷
۳۴۳	فطرت کا معنی اور مراد	۵۶۰		اعتبار غلتے گا ہے	
"	محسوسات و موهومات سے انس و بگاؤ	۵۶۱	"	حدیث ۵۳۸	۵۳۸
"	صحیح نظر و فکر کے راستے کو روک دیتا ہے		"	لفظ جنازہ کی تحقیق و معنی	۵۳۹
"	ایک سوال اور اس کا جواب	۵۶۲	۳۴۳	لفظ اَدْعٰیذَ ذٰلِکَ کی تحقیق	۵۴۰
۳۴۴	فطرت پر خارجی اثرات پڑنے کی مثال	۵۶۳	"	حضور نے حضرت عائشہ کو حضور کہنے سے	۵۴۱
۳۴۵	لفظ بھیج کی تحقیق و معنی	۵۶۴		کیوں منع فرمایا	
"	حدیث ۵۶۵	۵۶۵	"	اطفال مومنین جنتی ہیں	۵۴۲
"	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر	۵۶۶	"	اطفال مشرکین کے بارے میں تین قول	۵۴۳
"	پانچ باتیں بیان فرمائیں		"	صحیح تر قول یہ ہے کہ مشرکین کے بچے بھی جنتی ہیں	
۳۴۶	لفظ قسط کی تحقیق اور معنی	۵۶۷	۳۴۴	حضرت عائشہ کو منع فرمانا قبل وحی کا واقعہ ہے	۵۴۴
۳۴۷	حجابہ النور کی تحقیق	۵۶۸	"	حدیث ۵۴۵	۵۴۵
"	سجرات کا معنی	۵۶۹	۳۴۵	نوشتہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے	۵۴۶
۳۴۸	حدیث ۵۷۰	۵۷۰	۳۴۶	حدیث ۵۴۷	۵۴۷
"	اللہ کی عطاؤں کے خزانے بے حد و حساب ہیں	۵۷۱	"	آنکھ، کان، زبان وغیرہ اعضا کا زنا	۵۴۸
۳۴۹	لفظ ملائی کی تحقیق و معنی	۵۷۲	۳۴۷	حدیث ۵۴۹	۵۴۹
"	حدیث ۵۷۳	۵۷۳	۳۴۸	تذکرہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ	۵۵۰
۳۵۰	اطفال مشرکین کے جنتی ہونے کی وجہ	۵۷۴	۳۴۹	تسویۃ نفس کا معنی	۵۵۱
"	ایک مذہب یہ ہے کہ اطفال مشرکین کے	۵۷۵	"	حدیث ۵۵۲	۵۵۲
	بارے میں توقف زیادہ صحیح ہے		۳۵۰	تذکرہ کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ	۵۵۳
۳۵۱	فصل ثانی، حدیث ۵۷۶	۵۷۶	"	لفظ قَاتِلِیْن کی تحقیق	۵۵۴
"	قلم الہی کے ساتھ قضا و قدر کی تحریر کا مسئلہ	۵۷۷	۳۵۱	حدیث ۵۵۵	۵۵۵
۳۵۲	حدیث کا غریب ہونا اس کی صحت کے	۵۷۸	"	اللہ تعالیٰ کے لئے انگلیوں کا اطلاق مشابہت	۵۵۶
"	منافی نہیں ہوتا			میں سے	۵۵۷
"	حدیث ۵۷۹	۵۷۹	۳۵۲	مشابہات کے بارے میں دو مذہب ہیں	۵۵۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۵۸۰	مسلم بن یسار کے حالات	۳۵۲	۴۰۰	فلکت و نور کا مفہوم	۳۶۲
۵۸۱	فاذا اخذ ربک من نبی آدم من ظہورہم	"	۴۰۱	حدیث ۹۴	"
۵۸۲	ذریعہم کی تفسیر	"	۴۰۲	بھٹک جانے کا اندیشہ ہر وقت لاحق ہے	"
۵۸۳	بہشتی یا دوزخی ہونے کے لئے بندے کے عمل کو اس کے لئے علامت بنا دیتا ہے	۳۵۴	۴۰۳	حدیث ۹۵	۳۶۴
۵۸۴	حدیث ۹۶	۳۵۵	۴۰۴	انسان کا دل پورے طور پر خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے	"
۵۸۵	بہان اکتبا بن کی تاویل	۳۵۶	۴۰۵	حدیث ۹۷	"
۵۸۶	امام غزالی کی تحقیق	"	۴۰۶	بندے کا ایمان چار چیزوں پر ایمان لانے سے مکمل ہوتا ہے	"
۵۸۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت	"	۴۰۷	حدیث ۹۸	۳۶۵
۵۸۸	عمل صالح اختیار کرو اور قضا و قدر کی بحث میں نہ پڑو	۳۵۷	۴۰۸	مرجیہ اور قدر یہ فرقہ	"
۵۸۹	حدیث ۹۹	۳۵۸	۴۰۹	اہل بدعت و ہوا اگر تاویل کی بنا پر کوئی غلط عقیدہ اختیار کریں تو ان کی تکفیر میں جلدی نہ کی جائے	۳۶۶
۵۹۰	اہل خزائمتہ رضی اللہ عنہ	"	۴۱۰	اہل سنت کا مسلک جبر و قدر کے درمیان ہے	"
۵۹۱	دم بھارے اور تعویذات کا شرعی حکم	"	۴۱۱	حدیث ۹۸	"
۵۹۲	اسباب و شرائط تقدیر کے منافی نہیں ہیں	۳۵۹	۴۱۲	خفت و رخ کا معنی	۳۶۷
۵۹۳	حدیث ۱۰۱	"	۴۱۳	کیا اس امت میں بھی خفت و رخ ہوگا؟	"
۵۹۴	قضا و قدر کے مسئلے میں بحث پر حضور کی ناراضگی	۳۶۰	۴۱۴	حدیث ۹۹	"
۵۹۵	محدثین کے ہاں لفظ نحوہ کا مفہوم	"	۴۱۵	اس امت کے جو سی قدیم فرقہ کے لوگ ہیں	"
۵۹۶	حدیث ۱۰۲	"	۴۱۶	حدیث ۱۰۱	"
۵۹۷	اولاد آدم میں رنگ و عادات کے اختلاف کی وجہ	۳۶۱	۴۱۷	گراہ فرقوں سے میل جول بیٹھنا اٹھنا منع ہے	"
۵۹۸	حدیث ۱۰۳	"	۴۱۸	حدیث ۱۰۱	۳۶۸
۵۹۹	خلق سے کون مخلوق مراد ہے	"	۴۱۹	چھ شخص ملعون ہیں	"
	سوال و جواب	۳۶۲			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۶۲۰	اللہ کی کتاب میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا	۳۶۹	۶۲۲	حدیث ۱۱۵	۳۷۷
۶۲۲	اللہ کی تقدیر کا منکر	"	۶۲۳	منکرین تقدیر خسف و مسخ و عیسویں	۳۷۸
۶۲۳	فتنہ و جابر حکمران	"	۶۲۴	حدیث ۱۱۶	"
۶۲۴	حکیم کی سزا زمر متی کرنے والا	"	۶۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے جو نابالغ تھے	۳۷۹
۶۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے زیادتی کرنے والا	"	۶۲۶	حضور کی سنت کا تارک	۳۸۰
۶۲۶	سادات کرام کو تنبیہ	"	۶۲۷	حدیث ۱۱۷	۳۸۱
۶۲۸	حدیث ۱۱۸	۳۸۱	۶۲۹	حضرت مطربن عکاس کا حال	۳۸۲
۶۲۹	موت کا وقت اور جگہ مقرر ہے	"	۶۳۰	حدیث ۱۱۹	۳۸۳
۶۳۱	حدیث ۱۲۰	"	۶۳۲	مسلمانوں اور کفار کے نابالغ بچوں کے بارے میں تحقیق	۳۸۴
۶۳۲	حدیث ۱۲۱	"	۶۳۳	والدہ اور خوردہ دونوں دوزخ میں کیوں جاتیں گی	۳۸۵
۶۳۳	حدیث ۱۲۲	"	۶۳۴	تیسری فصل، حدیث ۱۲۳	۳۸۶
۶۳۴	حدیث ۱۲۳	"	۶۳۵	تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے	۳۸۷
۶۳۵	حدیث ۱۲۴	۳۸۸	۶۳۶	حدیث ۱۲۴	۳۸۸
۶۳۶	حدیث ۱۲۵	"	۶۳۷	مسئلہ تقدیر میں بحث و گفتگو کا فائدہ نہیں	۳۸۹
۶۳۷	حدیث ۱۲۶	"	۶۳۸	بلکہ الشانقصان ہے	۳۹۰
۶۳۸	حدیث ۱۲۷	"	۶۳۹	حدیث ۱۲۷	۳۹۰
۶۳۹	حدیث ۱۲۸	۳۹۱	۶۴۰	اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی	"
۶۴۰	تقدیر میں جو کچھ ہے ضرور مل کر رہے گا	۳۹۲	۶۴۱	تقدیر میں جو کچھ ہے ضرور مل کر رہے گا	۳۹۲

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۶۶۱	مثلاً جو احمق پیدا کیا گیا وہ دانا نہیں ہو سکتا اور دانا پیدا کیا گیا وہ احمق نہیں بن سکتا	۳۹۱	۶۸۰	حدیث ۱۲۱	۳۹۹
۶۶۲	حدیث ۱۱۸	"	۶۸۱	حضرت زید بن ثابت کا تذکرہ	۴۰۰
۶۶۳	جو تکلیف بھی انسان کو پہنچتی ہے تقدیر کے مطابق پہنچتی ہے	"	۶۸۲	سوال جواب میں چند توجہات	۴۰۱
۶۶۴	عذاب قبر کا بیان	۳۹۲	۶۸۳	حدیث ۱۲۲	۴۰۲
۶۶۵	مقبرہ اور شیعہ عذاب قبر کے منکر ہیں	"	۶۸۴	منکر و نکیر کی شکلیں اور منکر نکیر کا معنی	۴۰۳
۶۶۶	عذاب قبر کا ثبوت ایسی مشہور احادیث سے ہے جن کی قدر مشترک حد تو اتر کر پہنچ چکی ہے	"	۶۸۵	مومن کے لئے قبر میں راحت ہے	"
۶۶۷	قبر کیا ہے	۳۹۳	۶۸۶	کافر کے عذاب کی کیفیت	۴۰۴
۶۶۸	قبر کی زندگی	"	۶۸۷	حدیث ۱۲۳	"
۶۶۹	فصل اول حدیث ۱۱۷	"	۶۸۸	قبر میں مومن و کافر کا حال	۴۰۵
۶۷۰	حضرت برادر بن عازب کے حالات	۳۹۴	۶۸۹	حدیث ۱۲۴	۴۰۶
۶۷۱	مکہ طیبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ قبر میں سلامتی عطا کرتا ہے	"	۶۹۰	قبر کی منزل مشکل منزل ہے	"
۶۷۲	حدیث ۱۱۸	"	۶۹۱	حدیث ۱۲۵	۴۱۰
۶۷۳	سابع موتی اور قبر کا سوال و جواب	۳۹۵	۶۹۲	زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے	"
۶۷۴	کافر کو عذاب قبر	"	۶۹۳	تفہیمیت	"
۶۷۵	مومن فاسق کا قبر میں حال	۳۹۶	۶۹۴	بعد دفن قبر پر قرآن کی کونسی آیات پڑھیں	۴۱۱
۶۷۶	حدیث ۱۱۹	"	۶۹۵	حدیث ۱۲۶ کافر کے عذاب جبر کی کیفیت	"
۶۷۷	بندے کو ہر صبح و شام قبر میں جنت یا دوزخ میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے	"	۶۹۶	تیسری فصل، حدیث ۱۲۷	۴۱۳
۶۷۸	حدیث ۱۲۰	۳۹۸	۶۹۷	حضرت سعد بن معاذ کی وفات اور ان کے فضائل	"
۶۷۹	عذاب قبر سے حضور علیہ السلام نے بھی پناہ مانگی ہے	"	۶۹۸	ہر شخص کو قبر دباتی ہے	۴۱۴
			۶۹۹	حدیث ۱۲۸	"
			۷۰۰	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش الہی مجوم اٹھا	"
			۷۰۱	عرش کے حرکت میں آنے کی وجہ	"
			۷۰۲	حدیث ۱۲۹، فتنہ عذاب قبر	۴۱۵

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۰ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۷۰۳	فقہی کا جواب	
۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۱۷	۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۱۷
۷۰۵	میت کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بٹھایا جاتا ہے	۴۱۸	۷۰۵	حنور کی بعثت و تشریف آوری کی مثال	۴۱۸
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	۷۰۶	حدیث ۱۳۱	۴۲۱
۷۰۷	اعتقاد اور سنت کا معنی	۴۲۱	۷۰۷	حدیث ۱۳۱	۴۲۱
۷۰۸	حدیث ۱۳۲ فصل اول	۴۲۱	۷۰۸	حدیث ۱۳۲	۴۲۱
۷۰۹	بدعت سیئہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۷۰۹	لوگ دو قسم پر ہیں	۴۲۲
۷۱۰	حدیث ۱۳۳	۴۲۲	۷۱۰	حدیث ۱۳۳	۴۲۲
۷۱۱	بدعت کی تحقیق اعداس کے اقسام	۴۲۲	۷۱۱	آیات محکمات کی تفسیر	۴۲۲
۷۱۲	حدیث ۱۳۴ الحاد کا معنی	۴۲۳	۷۱۲	حدیث ۱۳۴	۴۲۳
۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۲۳	۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۲۳
۷۱۴	حنور کی نافرمانی گویا آپ کا انکار ہے	۴۲۴	۷۱۴	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۴۲۴
۷۱۵	ملائکہ کا خوب میں حنور کی خدمت میں حاضر ہونا	۴۲۴	۷۱۵	کے مختصر حالات	۴۲۴
۷۱۶	حنور کی اطاعت ہی سب کچھ ہے	۴۲۵	۷۱۶	بلا ضرورت سوال منع ہے	۴۲۵
۷۱۷	حدیث ۱۳۶ زہد و عبادت میں مدارج	۴۲۷	۷۱۷	حدیث ۱۳۶	۴۲۷
۷۱۸	حدیث ۱۳۷	۴۲۷	۷۱۸	اندر بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے	۴۲۷
۷۱۹	نظر رخصت کا معنی	۴۲۸	۷۱۹	حدیث ۱۳۷	۴۲۸
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا بہت سی	۴۲۸	۷۲۰	گذشتہ آسمانی کتابیں محرف ہو چکی ہیں	۴۲۸
۷۲۱	حکمتوں پر مشتمل ہوتا ہے	۴۲۸	۷۲۱	حدیث ۱۳۸	۴۲۸
۷۲۲	حدیث ۱۳۹	۴۲۹	۷۲۲	بلا تحقیق روایت کرنا منع ہے	۴۲۹
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	۴۲۹	۷۲۳	حدیث ۱۳۹	۴۲۹
۷۲۴	تائیر نخل کا مفہوم	۴۳۱	۷۲۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کون لوگ تھے	۴۳۱
۷۲۵	انتم اعلم بامور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	۷۲۵	مگراہ لوگوں سے جیسے بن پڑے مقابلہ اور	۴۳۲

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۰۳	حدیث ۱۳۰ پابندی نماز کے فوائد جو قبر میں ظاہر ہوتے ہیں	۴۱۶	۷۰۳	فقہی کا جواب	
۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۱۷	۷۰۴	حدیث ۱۳۱	۴۲۳
۷۰۵	میت کو قبر میں سوال و جواب کے وقت بٹھایا جاتا ہے	۴۱۸	۷۰۵	حنور کی بعثت و تشریف آوری کی مثال	۴۳۵
۷۰۶	کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب	۴۲۱	۷۰۶	حدیث ۱۳۱	۴۳۶
۷۰۷	اعتقاد اور سنت کا معنی	"	۷۰۷	حدیث ۱۳۱	۴۳۷
۷۰۸	حدیث ۱۳۲ فصل اول	"	۷۰۸	حدیث ۱۳۲	۴۳۸
۷۰۹	بدعت سیئہ کا معنی از روئے حدیث	۴۲۲	۷۰۹	لوگ دو قسم ہیں	۴۳۹
۷۱۰	حدیث ۱۳۳	"	۷۱۰	حدیث ۱۳۳	۴۴۰
۷۱۱	بدعت کی تحقیق اعداس کے اقسام	"	۷۱۱	آیات محکمات کی تفسیر	
۷۱۲	حدیث ۱۳۴ الحاد کا معنی	۴۲۳	۷۱۲	حدیث ۱۳۴	۴۴۲
۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۲۴	۷۱۳	حدیث ۱۳۵	۴۴۳
۷۱۴	حنور کی نافرمانی گویا آپ کا انکار ہے	"	۷۱۴	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	"
۷۱۵	ملائکہ کا خوب میں حنور کی خدمت میں حاضر ہونا	"	۷۱۵	کے مختصر حالات	
۷۱۶	حنور کی اطاعت ہی سب کچھ ہے	۴۲۵	۷۱۶	بلا ضرورت سوال منع ہے	"
۷۱۷	حدیث ۱۳۵ زہد و عبادت میں مداخلت	۴۲۷	۷۱۷	حدیث ۱۳۵ آخر زمانہ میں اس امت کے	"
۷۱۸	حدیث ۱۳۶	"	۷۱۸	اندر بہت سے جھوٹے دجال پیدا ہوں گے	"
۷۱۹	نقد رخصت کا معنی	۴۲۸	۷۱۹	حدیث ۱۳۶	۴۴۴
۷۲۰	بسا اوقات رخصت پر عمل کرنا بہت سی	"	۷۲۰	گذشتہ آسمانی کتابیں محرف ہو چکی ہیں	۴۴۵
۷۲۱	عکسوں پر مشتمل ہوتا ہے	"	۷۲۱	حدیث ۱۳۷	"
۷۲۲	حدیث ۱۳۷	۴۳۰	۷۲۲	بلا تحقیق روایت کرنا منع ہے	"
۷۲۳	رافع بن خدیج کے حالات	"	۷۲۳	حدیث ۱۳۸	"
۷۲۴	تائیر نخل کا مفہوم	۴۳۱	۷۲۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کون لوگ تھے	۴۴۶
۷۲۵	انتم اعلم بامور دنیا کم کی وضاحت اور شبہ	۴۳۲	۷۲۵	مگراہ لوگوں سے جیسے بن پڑے مقابلہ اور	۴۴۷

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	نمبر شمار
۴۵۹	جہاد کرو	۴۵۸	۴۶۴	اجتماع سنت کی تاکید اور بدعت سے پرہیز	۴۶۰
۴۶۰	حدیث ۱۵۰ نیکی کی طرف بلائے والے کا	۴۶۱	۴۶۵	حدیث ۱۵۸	۴۶۱
۴۶۱	اجر و ثواب	۴۶۲	۴۶۶	حضور نے جو خطوط زمین پر کھینچے ان کی تعداد	۴۶۲
۴۶۲	حدیث ۱۵۱ غربت اسلام کا معنی	۴۶۳	۴۶۷	اس امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا	۴۶۳
۴۶۳	حدیث ۱۵۲	۴۶۴	۴۶۸	چند مشہور فرقے	۴۶۴
۴۶۴	قرب قیامت کے وقت اسلام مدینہ طیبہ	۴۶۵	۴۶۹	اعتراض اور اس کا جواب	۴۶۵
۴۶۵	میں سمٹ آئیگا	۴۶۶	۴۷۰	فرقہ ناجیہ کی پہچان	۴۶۶
۴۶۶	حدیث ۱۵۳، فصل ثانی	۴۶۷	۴۷۱	حدیث ۱۵۹	۴۶۷
۴۶۷	حضرت ربیعہ جرش کا مختصر تذکرہ	۴۶۸	۴۷۲	مومن کامل	۴۶۸
۴۶۸	حضور کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے	۴۶۹	۴۷۳	حدیث ۱۶۰	۴۶۹
۴۶۹	والوں کی مثال	۴۷۰	۴۷۴	حضرت بلال بن العاصی کے حالات	۴۷۰
۴۷۰	حدیث ۱۵۴	۴۷۱	۴۷۵	بدعت منکرات کے احداث کی مذمت	۴۷۱
۴۷۱	حضرت ابو رافع کا تذکرہ	۴۷۲	۴۷۶	حدیث ۱۶۱	۴۷۲
۴۷۲	منکرین حدیث کا رد	۴۷۳	۴۷۷	حضرت عمر بن عوف کے حالات	۴۷۳
۴۷۳	حدیث ۱۵۵	۴۷۴	۴۷۸	قرب قیامت کو اسلام مدینہ منورہ میں	۴۷۴
۴۷۴	مقدم بن صدیکرب کا تذکرہ	۴۷۵	۴۷۹	سمٹ آئیگا	۴۷۵
۴۷۵	منکرین حدیث کا رد	۴۷۶	۴۸۰	عز با رکون لوگ ہیں	۴۷۶
۴۷۶	جو چیزیں قرآن میں نہیں اور حضور نے انہیں	۴۷۷	۴۸۱	حدیث ۱۶۲	۴۷۷
۴۷۷	حرام قرار دیا	۴۷۸	۴۸۲	یہ امت بھی اسلام کو چھوڑ کر یہود کے دھم	۴۷۸
۴۷۸	حدیث ۱۵۶	۴۷۹	۴۸۳	در وادج کو اختیار کرے گی	۴۷۹
۴۷۹	حضرت عراب بن ساریہ رضی اللہ عنہ	۴۸۰	۴۸۴	اس امت کا تہتر فرقوں میں بٹ جانا	۴۸۰
۴۸۰	منکرین حدیث کا رد	۴۸۱	۴۸۵	فرقہ ناجیہ کی شناخت	۴۸۱
۴۸۱	حدیث ۱۵۷	۴۸۲	۴۸۶	خواہش نفس کی پیروی کرنے والے کی مثال	۴۸۲
۴۸۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کی تاثیر	۴۸۳	۴۸۷	حدیث ۱۶۳	۴۸۳
۴۸۳	خلفاء راشدین کی سنت بھی حضور کی سنت ہے	۴۸۴	۴۸۸	حضور کی ساری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی	۴۸۴

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۷۹۰	حدیث ۱۶۴ اتباع سواد اعظم	۴۶۹	۸۰۸	عسکری کا تذکرہ	
۷۹۱	حدیث ۱۶۵ سنت سے محبت	"	۸۰۹	بدعت میں پڑھنے سے ظلمت و تاریکی	۴۷۶
۷۹۲	حدیث ۱۶۶ فساد امت کے وقت کیا کرے	۴۷۰	"	بھاتی ہے	
۷۹۳	حدیث ۱۶۷ اسلام پر چلنے کی ترغیب و تاکید	"	۸۱۰	حدیث ۱۶۸ بدعت میں پڑھنے سے سنت	"
۷۹۴	حدیث ۱۶۸ جنتی انسان کی چند علامات	۴۷۱	"	انکھ جاتی ہے	
۷۹۵	لفظ بوالہق کی تحقیق	"	۸۱۱	حدیث ۱۶۹ بدعتی کی عزت و توقیر منع ہے	۷۰
۷۹۶	حدیث ۱۶۹	"	"	حدیث ۱۷۰ کتاب اللہ کے لکھنے اور اس پر عمل کے فوائد	"
۷۹۷	صحابہ کرام کے زمانے اور بعد کے زمانے میں فرق	"	۸۱۲	حدیث ۱۷۱ صراط مستقیم	۴۷۷
۷۹۸	حدیث ۱۷۱ حق کے مقابلے میں جہال و مناظرہ ہلاکت کا باعث ہے	۴۷۲	۸۱۳	حدیث ۱۷۲ صحابہ کرام کے فضائل و مناقب	۴۷۸
۷۹۹	حدیث ۱۷۲ احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں اپنے آپ کو زیادہ تکلیف میں نہ ڈالو	۴۷۳	۸۱۴	حدیث ۱۷۳ خلاف اسلام کتابوں کے مطالعہ سے ممانعت	۴۷۹
۸۰۰	حضرت احمد بن ابی الحواری کا بیان	"	۸۱۵	حدیث ۱۷۴ نسخ اور اس کے اقسام	۴۸۰
۸۰۱	حدیث ۱۷۳ قرآن پانچ قسم کے احکام پر مشتمل ہے	۴۷۴	۸۱۶	حدیث ۱۷۵ نسخ کی بحث	"
۸۰۲	حدیث ۱۷۴ شرعی احکام کی تقسیم	"	۸۱۷	حدیث ۱۷۶	"
۸۰۳	حدیث ۱۷۵ جماعت سے الگ نہ ہو	"	۸۱۸	حضرت ابو ثعلبہ خشنی کے حالات	۴۸۱
۸۰۴	حدیث ۱۷۶ جماعت سے الگ ہونے والے کا انجام	"	۸۱۹	دار قطن بغداد کے ایک محلے کا نام ہے	"
۸۰۵	حدیث ۱۷۷ جب تک امت دو چیزوں کی پابند رہے گی گمراہ نہ ہوگی	۴۷۵	۸۲۰	کتاب العلم، فصل اول	"
۸۰۶	حدیث ۱۷۸	"	۸۲۱	علم سے مراد	"
۸۰۷	حضرت غنیمت بن الحارث الثعالی رضی اللہ	۴۷۶	۸۲۲	حدیث ۱۷۹ ولو آیت سے مراد	۴۸۲
			۸۲۳	بنی اسرائیل سے روایت کرنے کا حکم	"
			۸۲۴	وضع حدیث اگرچہ ترغیب و ترہیب کے طور پر ہی ہو حرام ہے	۴۸۳
			۸۲۵	حدیث ۱۸۸ جھوٹ کی اعانت بھی جھوٹ ہے	"
			۸۲۶	حدیث ۱۸۹ لفظ نفقہ کے لغوی اور شرعی معنی	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۲۷	حدیث سنہ ۱۹۰ مکارم اخلاق اور محاسن عادت کی استعداد کے اخلاف سے لوگوں میں اختلاف	۸۴۵	۸۲۸	حدیث سنہ ۱۹۱ حد کی مانیت	۸۴۶
۸۲۸	حدیث سنہ ۱۹۱ حد کی مانیت	۸۴۷	۸۲۹	اور حدیث کے معنی کی تشریح	۸۴۸
۸۲۹	اور حدیث کے معنی کی تشریح	۸۴۸	۸۳۰	غبطہ کا مفہوم	۸۴۹
۸۳۰	غبطہ کا مفہوم	۸۴۹	۸۳۱	حدیث سنہ ۱۹۲ ایصال ثواب کا ثبوت تین	۸۵۰
۸۳۱	حدیث سنہ ۱۹۲ ایصال ثواب کا ثبوت تین	۸۵۰	۸۳۲	عمل ایسے جن کا ثواب بعد موت بھی بندے کو پہنچا رہتا ہے	۸۵۱
۸۳۲	حدیث سنہ ۱۹۳ طلب علم اور درس و تدریس کے فضائل	۸۵۲	۸۳۳	سکینہ کیا چیز ہے	۸۵۳
۸۳۳	سکینہ کیا چیز ہے	۸۵۳	۸۳۴	حدیث سنہ ۱۹۴	۸۵۴
۸۳۴	حدیث سنہ ۱۹۴	۸۵۴	۸۳۵	ریاء و نمائش کی مذمت	۸۵۵
۸۳۵	ریاء و نمائش کی مذمت	۸۵۵	۸۳۶	حدیث سنہ ۱۹۵ علمائے حقانی کے اٹھ جانے سے علم دین اٹھ جائیگا	۸۵۶
۸۳۶	حدیث سنہ ۱۹۵ علمائے حقانی کے اٹھ جانے سے علم دین اٹھ جائیگا	۸۵۶	۸۳۷	حدیث سنہ ۱۹۶	۸۵۷
۸۳۷	حدیث سنہ ۱۹۶	۸۵۷	۸۳۸	حضرت شفیق رضی اللہ عنہ	۸۵۸
۸۳۸	حضرت شفیق رضی اللہ عنہ	۸۵۸	۸۳۹	درس و وعظ اس حد تک بہتر ہے جب تک لوگوں کا شوق باقی رہے	۸۵۹
۸۳۹	درس و وعظ اس حد تک بہتر ہے جب تک لوگوں کا شوق باقی رہے	۸۵۹	۸۴۰	حدیث سنہ ۱۹۶ گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ	۸۶۰
۸۴۰	حدیث سنہ ۱۹۶ گفتگو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ	۸۶۰	۸۴۱	تین بار سلام کہنے کا مطلب	۸۶۱
۸۴۱	تین بار سلام کہنے کا مطلب	۸۶۱	۸۴۲	حدیث سنہ ۱۹۷	۸۶۲
۸۴۲	حدیث سنہ ۱۹۷	۸۶۲	۸۴۳	ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا حال	۸۶۳
۸۴۳	ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا حال	۸۶۳	۸۴۴	خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانا عمل خیر میں اعلیٰ	۸۶۴
۸۴۴	خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانا عمل خیر میں اعلیٰ	۸۶۴			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۶۵	استعداد کے مطابق علم سکھانا چاہیے اور مسئلے کا جواب بھی حسب استعداد دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ علیہ کا قول۔	۴۹۸	۸۸۰	جو شخص دینی کتابوں کی تعلیم و تصنیف میں مشغول رہتا ہے حقیقی طالب علم وہی ہے۔	۵۰۰
۸۶۶	علماء کے اختلافات و علوم میں بیان نہ کرنے چاہئیں۔	"	۸۸۱	حدیث ۲۱۱/۲۲۲ علم کا چھپانا کب گناہ ہے	"
۸۶۷	حدیث ۲۰۵/۱۸ فقہ سے کیا مراد ہے۔	"	۸۸۲	حدیث ۲۱۲/۲۲۵ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات	۵۰۱
۸۶۸	حدیث ۲۰۶/۱۹ طلب العلم فریضۃ کی تحقیق و تفسیر	"	۸۸۳	تحصیل علم سے غرض و غایت اگر بحث و مناظرہ، دنیا طلبی اور فخر و غرور ہو تو ایسا علم دوزخ میں جلنے کا موجب بنے گا۔	"
۸۶۹	علم سے مراد	۴۹۹	۸۸۴	جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو اس میں گناہ سے بچنے کا ارادہ اور داعیہ پیدا کر دیتا ہے۔	"
۸۷۰	ضعیف حدیث جب متعدد طرق سے مروی ہو تو اس میں قوت آجاتی ہے۔	"	۸۸۵	حدیث ۲۱۳/۲۲۶ دینی علوم کو دنیا طلبی کا ذریعہ نہ بنانا چاہیے ایسا شخص جنت کی ہوا بھی نہ پائے گا۔	"
۸۷۱	حدیث ۲۰۷/۱۹ منافی میں دو خوبیاں	"	۸۸۶	لفظ معرفت کی تفسیر و تحقیق حدیث ۲۱۴/۲۲۷	۵۰۲
۸۷۲	راہی سیرت اور دین کی صحیح سمجھ بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں۔	"	۸۸۷	حدیث ۲۱۵/۲۲۸ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کی فضیلت۔	"
۸۷۳	حدیث ۲۰۸/۲۱ راہ خدا میں گھر سے نکلنے کا ثواب اور اس کی تفسیر۔	"	۸۸۸	حدیث کی روایت بالمعنی اگرچہ جائز ہے تاہم روایت باللفظ افضل و اولیٰ اور احوط ہے۔	۵۰۳
۸۷۴	حدیث نمبر ۲۰۹ حضرت بخاری از دی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۰	۸۸۹	مبلغ اسلام میں کیا کیا صفات ہونی چاہئیں۔	"
۸۷۵	طالب علم کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔	"	۸۹۰	لفظ نقر اور غل کی تحقیق۔	"
۸۷۶	الوداد و راوی پر جرح	"	۸۹۱	حدیث ۲۱۵/۲۲۸ احادیث کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے شخص کے حق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا۔	۵۰۴
۸۷۷	حدیث ۲۱۶/۲۲۹ مومن علم حاصل کرنے سے سیر نہیں ہوتا۔	"	۸۹۲	حدیث ۲۱۶/۲۲۹ روایت حدیث میں شدید احتیاط کی ضرورت ہے۔	"
۸۷۸	طالب علموں کے لیے بشارت۔	"			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۸۹۳	حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دانستہ جھوٹ لکھنے والے کا ٹھکانا دوزخ میں ہے۔	۵۰۴	۹۰۸	(۲) سنت قائمہ۔	۵۰۸
۸۹۴	حدیث ۲۱۷ قرآن حکیم کی تفسیر میں اپنی رائے کو دخل دینا سخت گناہ ہے۔	"	۹۰۹	(۳) فریضہ عاقلہ	"
۸۹۵	حدیث ۲۱۸ حضرت جناب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۰۵	۹۱۰	ان کے سوا جو علوم میں وہ زائد اور غیر ضروری ہیں۔	"
۸۹۶	لفظ جناب کی تحقیق اور یہ کہ اس حدیث میں کون سے جناب مراد ہیں۔	"	۹۱۱	لفظ فضل کی تحقیق	"
۸۹۷	قرآن حکیم میں اپنی رائے سے کچھ کتنا اگرچہ وہ درست ہی ہو، غلط اور خطا ہے کہ اعتبار نقد و ارادہ کا ہے۔	"	۹۱۲	حدیث ۲۲۳ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
۸۹۸	تفسیر و تاویل کا معنی	"	۹۱۳	لفظ قص کا معنی۔	"
۸۹۹	حدیث ۲۱۹ "قرآن میں جھگڑنا" اس جملے کا مطلب و معنی۔	"	۹۱۴	لفظ محتال کی تحقیق و معنی۔	"
۹۰۰	حدیث ۲۲۰ قرآن حکیم میں تناقض و تضاد پیدا کر کے لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنا گمراہی ہے۔	"	۹۱۵	بلا اجازت امام و عظمیٰ وقت سے مخالفت اس مخالفت کی وجہ۔	"
۹۰۱	حدیث نمبر ۲۲۱ لفظ حرث کا لغوی معنی اس حدیث میں حرف سے مراد۔	۵۰۶	۹۱۶	مشائخ کی طرف سے اذن و اجازت اور خلافت کے بغیر سجادہ مشنیت پر بیٹھنا جائز نہیں۔	۵۱۹
۹۰۲	قرآن حکیم کا ظہر و بطن	"	۹۱۷	حدیث ۲۲۲ علم کے بغیر فتویٰ دینا سخت گناہ ہے۔	"
۹۰۳	حدیث میں واقع لفظ مطلع کی تفسیر	"	۹۱۸	صحیح مشورہ نہ دینا خیانت ہے۔	"
۹۰۴	لفظ حد کا مطلب	۵۰۷	۹۱۹	حدیث ۲۲۵ غلط فہمی میں ڈالنے والی بات کرنا منع ہے۔	"
۹۰۵	حدیث نمبر ۲۲۲ دین و شریعت کے	"	۹۲۰	حدیث ۲۲۶ اس حدیث میں تعلیم و فراغ سے مراد۔	"
۹۰۶	اصول تین علوم ہیں۔	"	۹۲۱	حدیث ۲۲۷	۵۱۰
۹۰۷	۱۱ ایت محکمہ۔	"	۹۲۲	حدیث ۲۲۸ روایت کا لفظ مرفوع حدیث سے عبارت ہے۔	"
			۹۲۳	سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ،	"
			۹۲۴	عبد الرزاق رحمہ اللہ	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۲۵	حدیث میں عالم مدنیہ سے مراد	۵۱۰	۹۲۲	دعائیں سبح کب ممنوع ہے۔	۵۱۴
۹۲۶	عمری الزائد رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات	"	۹۲۳	حدیث ۲۳۵ حضرت واسطہ بن الاسقع	۵۱۵
۹۲۷	حدیث ۲۲۹ ہر صدی گزرنے پر اللہ تعالیٰ	۵۱۱		کے حالات۔	
۹۲۸	امت میں مجدد پیدا کرتا ہے۔	"	۹۲۴	طلب علم دین ہر حال میں بہتر ہے۔	"
۹۲۹	اس حدیث کی تحقیق و تفسیر	"	۹۲۵	حدیث ۲۳۶ ان باتوں کا بیان جن کا	"
	حدیث ۲۳۷ تذکرہ ابراہیم بن عبد الرحمن	۵۱۲		فائدہ اور ثواب بندے کو بعد موت بھی	
	الندری رضی اللہ عنہ			مکاترہتا ہے۔	
۹۳۰	علامہ ربانی کی صفات۔	"	۹۲۶	ایصال ثواب کا ثبوت۔	"
۹۳۱	تحریف غالین، انتحال مطلبین اور	"	۹۲۷	سوال و جواب	۵۱۶
	تاویل جالبین کی تفسیر۔	"	۹۲۸	حدیث ۲۳۷ دین اسلام کے احکام	"
۹۳۲	جس مسئلے کا علم نہ ہو اسے دریافت کرنے	"		کے اسباب۔	
	کا حکم۔	"	۹۲۹	وزع و تقویٰ میں فرق۔	"
۹۳۳	بقیہ بن الولید کی جرح و تعدیل۔	"	۹۵۰	حدیث ۲۳۸ احیاء ایل سے مراد۔	"
۹۳۴	تیسری فصل۔ حدیث ۲۳۱۔	"	۹۵۱	حدیث ۲۳۹ دینی تعلیم دینے والوں کی	"
۹۳۵	احیاء اسلام کی نیت سے تحصیل علم کا	۵۱۳		فضیلت۔	
	درجہ اور فضیلت۔		۹۵۲	حدیث ۲۴۰ چالیس احادیث کی نشر و	۵۱۷
۹۳۶	حدیث ۲۳۲۔ لوگوں کو خیر اور نیکی کی	"		اشاعت کی فضیلت	
	تعلیم دینے والے کا درجہ اور فضیلت۔	"	۹۵۳	حدیث ۲۴۱ سب سے بڑھ کر سخی اور	۵۱۸
۹۳۷	حدیث ۲۳۳ اچھا عالم دین کون ہے	"		جو ادکون ہے۔	
۹۳۸	حدیث ۲۳۴ اتنا وعظ و تبلیغ درست	"	۹۵۴	حدیث ۲۴۲ دنیا دار دنیا سے اور طالب العلم	"
	ہے جس سے لوگوں کی رغبت میں فرق			علم سے سیر نہیں ہوتا۔	
	نہ آئے۔		۹۵۵	علماء کا اجماع ہے کہ ضعیف احادیث	۵۱۹
۹۳۹	حضرت حکیمہ کے حالات۔	۵۱۴		فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔	
۹۴۰	دوسروں کی گفتگو کے درمیان اپنی	"	۹۵۶	حدیث ۲۴۳ حضرت عوف رضی اللہ عنہ	"
	گفتگو شروع کرنا مناسب نہیں۔	"		کے حالات۔	
۹۴۱	لفظ سبح کا معنی۔	"	۹۵۷	طالب دنیا کی مذمت اور طالب العلم کی فضیلت۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۵۸	حدیث ۲۲۴۷ تفقہ فی الدین اور امراء و سلاطین کا قرب و دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔	۵۱۹	۹۴۵	علم نافع کی تعریف از عارف باللہ احمد بن عطاء اللہ الاسکندری رحمۃ اللہ علیہ۔	۵۲۴
۹۵۹	حضرت محمد بن صباح کے حالات۔	۵۲۰	۹۴۶	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم ترمذی کے نزدیک علم نافع۔	۵۲۵
۹۶۰	حدیث ۲۲۴۵ اہل علم کو لازم ہے کہ علم کو ذیل نہ کریں اور اہل کو علم سکھائیں۔	۵۲۱	۹۴۷	حدیث ۲۵۲۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کیے۔ اس کی تفسیر و توجیہ میں علماء کے مختلف اقوال۔	۵۲۶
۹۶۱	جس شخص کو صرف فکر آخرت دامن گیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے دنیوی تفکرات سے محفوظ رکھتا ہے۔	۵۲۲	۹۴۸	حدیث ۲۵۲۳ انسان جس چیز کا عالم ہو وہ بیان کرے اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں صاف کہہ دے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ تکلف میں نہ پڑے۔	۵۲۷
۹۶۲	حدیث ۲۲۴۶ حضرت اعمش کے حالات۔	۵۲۳	۹۴۹	تکلف کا معنی: تکلف کرنا پسندیدہ امر ہے۔	۵۲۸
۹۶۳	علم حاصل کر کے اسے بھلا دینے کی مذمت۔	۵۲۴	۹۵۰	حدیث ۲۵۲۴ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات۔	۵۲۹
۹۶۴	ارتکاب معصیت سے علم بھول جاتا ہے۔	۵۲۵	۹۵۱	راوی کے حالات کی چھان بین ضرور کرنی چاہیے۔	۵۳۰
۹۶۵	حدیث ۲۲۴۷ علم پر عمل سے اس میں پختگی آتی ہے۔	۵۲۶	۹۵۲	حدیث ۲۵۲۵ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۳۱
۹۶۶	طبع اور لایح عالم کے سینے سے علم نکال دیتا ہے۔	۵۲۷	۹۵۳	بے عمل علماء و قراء کو عمل کی تاکید۔	۵۳۲
۹۶۷	طبع اور لایح کی مذمت۔	۵۲۸	۹۵۴	صراطِ مستقیم پر استقامت سے ہی بندہ گمراہی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔	۵۳۳
۹۶۸	حدیث ۲۲۴۸ حضرت احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۲۹	۹۵۵	حدیث ۲۵۲۶ علیؑ میں ریا کرنے والے جب الحزن میں ڈالے جائیں گے۔	۵۳۴
۹۶۹	انکی جرح و تعدیل۔	۵۳۰	۹۵۶	حدیث ۲۵۲۷ علم نافع کی شناخت۔	۵۳۵
۹۷۰	جملہ ان شر شر شرار العلماء کی تفسیر۔	۵۳۱	۹۵۷	حدیث ۲۵۲۸	۵۳۶
۹۷۱	حدیث ۲۲۴۹ بدترین عالم وہ ہے جس کے علم سے فائدہ حاصل نہ ہو۔	۵۳۲	۹۵۸	حدیث ۲۵۲۹	۵۳۷
۹۷۲	حدیث ۲۲۵۰ حضرت زیاد کے حالات۔	۵۳۳	۹۵۹	حدیث ۲۵۳۰	۵۳۸
۹۷۳	اسلام کو کمزور کرنے والی چیزیں۔	۵۳۴	۹۶۰	حدیث ۲۵۳۱	۵۳۹
۹۷۴	حدیث ۲۵۳۱ علم نافع کی شناخت۔	۵۳۵	۹۶۱	حدیث ۲۵۳۲	۵۴۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۹۸۷	حدیث میں قراء کے لفظ سے علماء اور عبادت گزار بھی مراد ہیں۔	۵۲۸	۱۰۰۵	کلمہ الحمد للہ اور کلمہ اللہ اکبر کا اجر و ثواب	۵۳۲
۹۸۸	امام محارب بن رحمہ اللہ کے حالات۔	"	۱۰۰۶	نماز فود ہے اس کی تشریح۔	۵۳۳
۹۸۹	حدیث ۲۵۷ - امت مسلمہ پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کو محض خوبصورتی سے پرستارہ جائے گا۔	"	۱۰۰۷	صبر کا معنی اور اس کے اقسام۔	"
۹۹۰	مسجدوں کی دیرانی کا مطلب۔	۵۲۹	۱۰۰۸	لفظ غزو کا معنی۔	"
۹۹۱	لفظ ادیم کا معنی۔	"	۱۰۰۹	اللہ کی کتاب اس پر عمل کرنے والوں کے لیے ذریعہ نجات اور اللہ کے حضور ان کی گواہ بنے گی۔	"
۹۹۲	علماء سود کی مذمت۔	"	۱۰۱۰	حدیث ۲۹۲ - مطالب۔	۵۳۴
۹۹۳	حدیث ۲۵۸ - حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۰	۱۰۱۱	محو کا معنی۔	"
۹۹۴	امت مسلمہ سے علم دین کس طرح اٹھ جائے گا۔	"	۱۰۱۲	لفظ اسباغ کا معنی۔	۵۳۵
۹۹۵	حدیث ۲۵۹ - علم دین سیکھو اور سکھاؤ۔	"	۱۰۱۳	لفظ ربا کا معنی۔	"
۹۹۶	امت میں جمالت پھیلنے سے فتنے رونے ہوں گے۔	"	۱۰۱۴	حدیث ۲۹۳ - وضو سے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔	"
۹۹۷	حدیث ۲۶۰ - جس علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ دولت کی طرح ہے۔ جسے خرچ نہ کیا جائے۔	"	۱۰۱۵	حدیث ۲۹۴ - وضو کی فضیلت۔	"
۹۹۸	کتاب الطہارۃ	۵۳۱	۱۰۱۶	حدیث ۲۹۵ - وضو سے صغیرہ گناہ جھڑ جاتے ہیں۔	۵۳۶
۹۹۹	طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	"	۱۰۱۷	حدیث ۲۹۶ - وضو کی کیفیت۔	"
۱۰۰۰	حدیث ۲۹۷ - حضرت ابوبکر اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۲	۱۰۱۸	حدیث ۲۹۷ - وضو کی کیفیت۔	۵۳۷
۱۰۰۱	طہارت نصف ایمان ہے۔	"	۱۰۱۹	حدیث نفس کا معنی۔	"
۱۰۰۲	ایمان سے نماز مراد لی گئی ہے۔	"	۱۰۲۰	تحیۃ الوضو کے نفل اور ان کی فضیلت۔	"
۱۰۰۳	طہارت کے نصف ہونے کا مطلب۔	"	۱۰۲۱	تحیۃ الوضو کے نوافل کی نیت۔	"
۱۰۰۴		"	۱۰۲۲	حدیث ۲۹۸ - حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۳۸
		"	۱۰۲۳	نفل تحیۃ الوضو کی فضیلت۔	"
		"	۱۰۲۴	حدیث ۲۹۹ - وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنے کی فضیلت۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۲۵	بعد وضو مختلف اذکار کا بیان -	۵۳۹	۱۰۴۳	الفاظ پڑھے۔	
۱۰۲۶	حدیث ۲۶۹ لفظ غسہ محل کا معنی و مطلب -	"	۱۰۴۴	صحابہ کرام کے بعد پیدا ہونے والے مسلمانوں کی شان و فضیلت -	۵۴۶
۱۰۲۷	حدیث ۲۷۰ جنتی بندے کا زیور -	۵۴۰	"	زیارت قبور -	"
۱۰۲۸	حدیث ۲۷۱ فصل ثانی -	"	۱۰۴۵	قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو آثار وضو سے شناخت کریں گے۔	"
۱۰۲۹	کامل استقامت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔	۵۴۱	۵۴۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر اپنی امت کا استقبال کریں گے۔	۵۴۷
۱۰۳۰	استقامت کا معنی اور اس کے مشکل ہونیکا بیان -		۱۰۴۶	حدیث ۲۷۸ قیامت کے روز سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں سر رکھیں گے۔	"
۱۰۳۱	نماز کی پوری پابندی مومن کامل ہونے کی علامت ہے۔	"	۱۰۴۷	قیامت کے روز آپ اپنی امت کو پہچانیں گے۔	۵۴۸
۱۰۳۲	وضو کے اجر و ثواب کی تفصیل -	۵۴۲			
۱۰۳۳	فصل تیسری -	"			
۱۰۳۴	حدیث ۲۷۲ وضو نماز کی چابی ہے۔	"	۱۰۴۸	ان چیزوں کا باب جن سے وضو لازم آتا ہے۔	۵۴۹
۱۰۳۵	حدیث ۲۷۳ شبیب بن ابی ریح کی تحقیق -	"	۱۰۴۹	فصل اول	"
۱۰۳۶	لفظ التباس کا معنی -	"	۱۰۵۰	حدیث ۲۷۹ وضو کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔	"
۱۰۳۷	صحبت کا اثر -	۵۴۳			
۱۰۳۸	حدیث ۲۷۵ تسبیح و تحمید وغیرہ اذکار کی فضیلت -	"	۱۰۵۱	حدیث ۲۸۰ حرام مال سے دیا گیا صدقہ قبول نہیں ہوتا۔	۵۵۰
۱۰۳۹	روزہ نصف صبر اور وضو نصف ایمان ہے۔	۵۴۴	۱۰۵۲	حدیث ۲۸۱ مذی کے خارج ہونے سے غسل لازم نہیں آتا۔	"
۱۰۴۰	حدیث ۲۷۶ حضرت عبداللہ رضا کی کے حالات -	"	۱۰۵۳	حدیث ۲۸۲	۵۵۱
۱۰۴۱	وضو کے فضائل -	"			
۱۰۴۲	حدیث ۲۷۷ قبرستان میں جا کر کیا	۵۴۵	۱۰۵۴	اونٹ کا گوشت کھالینے کے بعد دھو کرنا چاہیے۔	۵۵۲

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۵۵	اوتھوں کے یارے میں نماز ادا نہ کرنی چاہیے۔	۵۵۳	۱۰۵۱	حدیث ۲۹۳ ایک وغیرہ لگا کر سوجانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	۵۶۰
۱۰۵۶	ایک سوال اور اس کا جواب۔	"	۱۰۵۲	لفظ اللہ کی تحقیق۔	"
۱۰۵۷	حدیث ۲۸۳ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ۔	۵۵۴	۱۰۵۳	رکوع سجدہ اور تشهد و تہام کی حالت میں سوجانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۵۸	حدیث ۲۸۴ ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"	۱۰۵۴	حدیث ۲۹۲ لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	"
۱۰۵۹	حدیث ۲۸۵ دورہ پینے کے بعد کلی کر کے نماز ادا کرنی چاہیے۔	"	۱۰۵۵	حدیث ۲۹۵ حضرت بسرہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۶۱
۱۰۶۰	حدیث ۲۸۶ ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا کرنا جائز ہے۔	۵۵۴	۱۰۵۶	آدمی تاسل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹنے کا مسئلہ۔	"
۱۰۶۱	موزوں پر سج۔	"	۱۰۵۷	حدیث ۲۹۶ مس ذکر سے احناف کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔	"
۱۰۶۲	صورت کی عادت مبارک تھی کہ ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے تھے۔	"	۱۰۵۸	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسک احناف رحمہم اللہ کی تحقیق و تصویب۔	۵۶۲
۱۰۶۳	حدیث ۲۸۷ حضرت سید بن نعمان رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"	۱۰۵۹	حدیث ۲۹۷ عورت کو بوسہ دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۳
۱۰۶۴	مقام صہبا کی تحقیق۔	"	۱۰۶۰	عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۵
۱۰۶۵	فصل دوسری۔	"	۱۰۸۰	عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۵
۱۰۶۶	حدیث ۲۸۸۔	۵۵۴	۱۰۸۱	اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور حضرت شیخ کی تحقیق بالغ۔	"
۱۰۶۷	حدیث ۲۸۹ خروج مذی سے غسل لازم نہیں آتا۔	"	۱۰۸۲	حدیث ۲۹۸ لفظ مسح کی تحقیق۔	"
۱۰۶۸	حدیث ۲۹۰ وضو نماز کی پابی ہے۔	"	۱۰۸۳	آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۵۶۶
۱۰۶۹	حدیث ۲۹۱ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ عورتوں کی جائے پاخانہ میں جماع منع ہے۔	۵۵۸	۱۰۸۴	حدیث ۲۹۹ تیسری فصل۔	"
۱۰۷۰	لفظ انجاز کی تحقیق۔	۵۵۹	۱۰۸۵	تیسری فصل۔	"
			۱۰۸۶	حدیث ۳۰۰ حضرت ابو رافع کھالات۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۰۸۷	حدیث ۲۰۱/۲۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ۔	۵۶۷	۱۰۹۸	حدیث ۲۰۸ حضرت سلمان فارسی کے حالات۔	۵۷۴
۱۰۸۸	کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے چاہئیں۔	۵۶۸	۱۰۹۹	دائیں ہاتھ سے استنجا وغیرہ۔ مسائل کی تحقیق۔	۱۱۰۰
۱۰۸۹	حدیث ۲۰۲/۲۳ گوشت کھانے کے بعد وضو کی ضرورت نہیں۔	۵۶۹	۱۱۰۱	لفظ استنجا کی تحقیق۔	۱۱۰۱
۱۰۹۰	حدیث ۲۰۳/۲۴ عورت کو چومنے اور ہاتھ لگانے سے وضو بے یا نہیں۔ اس کی تحقیق اور مسلک احناف۔	۵۷۰	۱۱۰۲	کیا استنجا کے لیے تین ڈھیلوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس کی تحقیق اور مسلک احناف۔	۱۱۰۲
۱۰۹۱	حدیث ۲۰۴/۲۵ عورت کو چومنے سے وضو ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا مسئلہ۔ اس بارے میں صحابہ اور ائمہ کا اختلاف۔ اور احناف کا مسلک۔	۵۷۱	۱۱۰۳	حدیث ۲۰۹ بیت الملاء میں داخل ہونے کے وقت کی دعا۔	۱۱۰۳
۱۰۹۲	حدیث ۲۰۵/۲۶	۵۷۲	۱۱۰۴	لفظ خبث و خبثت کی تحقیق۔	۱۱۰۴
۱۰۹۳	حدیث ۲۰۶/۲۷ جسم کے کسی حصے سے خون بہانے کو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں احناف کا مسلک اور اس کی تحقیق۔	۵۷۳	۱۱۰۵	حدیث ۲۱۰ بول کے چھینٹوں سے نہ بچنا اور چٹکی کھانا عذاب قبر کا باعث ہے۔	۱۱۰۵
۱۰۹۴	آداب خلا کا باب۔	۵۷۴	۱۱۰۶	لفظ لایستر کی تحقیق۔	۱۱۰۶
۱۰۹۵	لفظ آداب کے معنی۔	۵۷۵	۱۱۰۷	تو درخت بھی اللہ تعالیٰ کی شے ہے۔	۱۱۰۷
۱۰۹۶	لفظ خلا کا معنی۔	۵۷۶	۱۱۰۸	قبروں پر پھول ڈالنے کا مسئلہ۔	۱۱۰۸
۱۰۹۷	حدیث ۳۰۱ بول و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا منع ہے۔ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف۔	۵۷۷	۱۱۰۹	حدیث ۳۱۰ دو گوں کی گزر گاہ اور سائے میں بول و برا کرنا منع ہے۔	۵۷۸
۱۰۹۸	اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کا جواب۔	۵۷۸	۱۱۱۰	حدیث ۳۱۱ حضرت تیکہ رحمہ اللہ کے حالات۔	۵۷۹
			۱۱۱۱	پانی پینے وقت برتن میں سانس نہ لینا چاہیے اور زمین سانس میں پانی پینا چاہیے۔	۵۸۰
			۱۱۱۲	حدیث ۳۱۲ لفظ استنجہ کا معنی۔	۵۸۱
			۱۱۱۳	حدیث ۳۱۳ لفظ استنجہ کا معنی۔	۵۸۲
			۱۱۱۴	نفل دوسری حدیث ۳۱۴۔	۵۸۳

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۴۲	لفظ زکوٰۃ کے معنی۔	۵۹۳	۱۱۵۸	حدیث ۲۲۲ حضرت عبدالرحمن بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۰۰
۱۱۴۳	حدیث ۲۲۳ حضرت حکم بن سفیان کے حالات۔	"	۱۱۵۹	لفظ ویک کا استعمال و معنی۔	"
۱۱۴۴	بول کے بعد میان پر پانی چھڑکنے کا مسئلہ۔	"	۱۱۶۰	لفظ درقہ کا معنی۔	"
۱۱۴۵	حدیث ۲۲۴ حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۵۹۴	۱۱۶۱	اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانا عذاب کا موجب ہے۔	۶۰۱
۱۱۴۶	لفظ عیدان کا معنی۔	"	۱۱۶۲	حدیث ۲۲۵ مردان بن اصفہر کے حالات۔	"
۱۱۴۷	ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک پی لیا تو اس سے اور اس کی چند پشتوں سے خوشبو نکلتی رہی۔	"	۱۱۶۳	بیت الملاء سے باہر نکلتے وقت کی دعا۔	۶۰۲
۱۱۴۸	حدیث ۲۲۵ کھڑے ہو کر بول کرنا منع ہے۔	"	۱۱۶۴	حدیث ۲۲۵ وفد جنات کا مافر ہونا۔	"
۱۱۴۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر بول کرنے کی وجہ۔	۵۹۵	۱۱۶۵	لفظ غفرہ کی تحقیق و معنی۔	"
۱۱۵۰	تیسری فصل	"	۱۱۶۶	باب المسواک	۶۰۳
۱۱۵۱	حدیث ۳۳۶ کھڑے ہو کر بول کرنے کی مانعت اور عدم مانعت میں دلائل احادیث کا رفع تعارض۔	۵۹۶	۱۱۶۷	مسواک بالاتفاق سنت ہے۔	"
۱۱۵۲	حدیث ۳۳۷ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۵۹۷	۱۱۶۸	مسواک کی مقدار	"
۱۱۵۳	لفظ غفرہ کا معنی۔	"	۱۱۶۹	مسواک کی کیفیت۔	"
۱۱۵۴	حدیث ۳۳۸ حسن بن علی پر جرح۔	"	۱۱۷۰	مسواک کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہیں۔	"
۱۱۵۵	حدیث ۳۳۹	"	۱۱۷۱	فصل اول	۶۰۴
۱۱۵۶	حدیث ۳۴۰ باوجود ہونے کی فضیلت۔	"	۱۱۷۲	حدیث ۳۳۹ مسواک کی تاکید۔	"
۱۱۵۷	حدیث ۳۴۱ لفظ خرافہ کی تحقیق و معنی۔	۵۹۹	۱۱۷۳	حدیث ۳۴۰ حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ کے حالات۔	"
			۱۱۷۴	گھر میں تشریف لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا کام یہ ہوتا کہ آپ مسواک کرتے۔	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	تفصیل	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۱۷۶	حدیث ۲۴۸۔ لفظ تہجد کا معنی۔	۶۰۵	۱۱۹۰	حدیث ۲۶۱۔ نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھونے کا مسئلہ اور اس میں ائمہ کا اختلاف۔	۶۱۶
۱۱۷۷	حدیث ۲۴۹۔ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ (۱) بیسی پست کرنا (۲) داڑھی بڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) پانی سے ناک صاف کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) انگلیوں کی سلیمیں دھونا (۷) منلوں کے بال صاف کرنا (۸) بال زیر ناف صاف کرنا (۹) پانی سے استنجا کرنا۔ (۱۰) کلی کرنا یا ختنہ کرنا۔	۶۰۶	۱۱۹۱	حدیث ۲۶۱۔ شیطان کے انسان کے نگوں میں رات بسر کرنا کا مفہوم۔	۶۱۷
۱۱۷۸	حدیث ۲۵۰۔ مسواک کی فضیلت۔	۶۰۸	۱۱۹۲	حدیث ۲۶۲۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۱۸
۱۱۷۹	حدیث ۲۵۱۔ حضرت ابوالبوب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۰۹	۱۱۹۳	وضو کی کیفیت و طریقہ۔ مسح سر کا طریقہ۔	۶۱۹
۱۱۸۰	چار چیزیں انبیاء کی سنت ہیں۔	۶۱۰	۱۱۹۴	حدیث ۲۶۵۔ اعضاء وضو کتنی بار دھو جائیں اس بارے میں مختلف روایات کے درمیان تطبیق۔	۶۲۰
۱۱۸۱	حدیث ۲۵۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے ساتھ مسواک کیسے کرتے تھے۔	۶۱۱	۱۱۹۵	مقام مقاعد کی تحقیق۔	۶۲۱
۱۱۸۲	تیسری فصل	۶۱۲	۱۱۹۶	حدیث ۲۶۶۔ اعضاء وضو میں سے کوئی ایک خشک رہ جانے کا عذاب۔	۶۲۲
۱۱۸۳	حدیث ۲۵۳۔ عمریں بڑے انسان کو فقیہت دینا چاہیے۔	۶۱۳	۱۱۹۷	پاؤں پر مسح کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس مسئلے میں حضرت شیخ کی تحقیق۔	۶۲۳
۱۱۸۴	حدیث ۲۵۴۔ مسواک کی تاکید۔	۶۱۴	۱۱۹۸	سوال و جواب۔	۶۲۴
۱۱۸۵	صحابہ کرام کا اہتمام مسواک	۶۱۵	۱۱۹۹	حدیث ۲۶۷۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۲۵
۱۱۸۶	وضو کی سنتوں کا باب	۶۱۶	۱۲۰۰	مسح سر کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف اور مسلک احناف اور اسکے دلائل۔	۶۲۶
۱۱۸۷	لفظ سنت کا لغوی معنی اور استعمال	۶۱۷	۱۲۰۱	عامہ پر مسح کرنے کا مطلب۔	۶۲۷
۱۱۸۸	فصل اول	۶۱۸	۱۲۰۲	حدیث ۲۶۸۔ اچھا اور جائز کام دائیں جانب سے شروع کرنا چاہیے۔	۶۲۸
۱۱۸۹		۶۱۹	۱۲۰۳	دوسری فصل۔	۶۲۹
۱۱۹۰		۶۲۰	۱۲۰۴	حدیث ۲۶۹۔ لفظ میامن کی تحقیق۔	۶۳۰

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۲۰۵	حدیث ۲۶۰ وضو شروع کرتے وقت	۹۲۷	۱۲۲۱	کرنے کے مسئلے کی تحقیق	۹۲۸
	بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے یا مستحب			تیسری فصل	"
	اس کی تحقیق		۱۲۲۲	حدیث ۲۸۸ حضرت ثابت بن ابی صغیر	۹۲۹
۱۲۰۶	حدیث ۲۶۱ حضرت لقیط بن صبر	۹۲۸		کے حالات	
	رضی اللہ عنہ کے حالات		۱۲۲۳	امام ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین رضی	"
۱۲۰۷	انگلیوں کے خلال میں ائمہ کے مذاہب	۹۲۹		اللہ عنہ کے حالات و مناقب	
۱۲۰۸	حدیث ۲۶۲ حضرت مستورد بن شداد	"	۱۲۲۴	حدیث ۲۹۱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز	۹۳۰
	رضی اللہ عنہ کے حالات	"		کے لیے تہجد وضو کرتے تھے	
۱۲۰۹	حدیث ۲۶۳ دارمی کا خلال	۹۳۰	۱۲۲۵	حدیث ۲۹۲ حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان	۹۳۱
۱۲۱۰	لفظ تنگ کی تحقیق	"		رضی اللہ عنہ کے حالات	
۱۲۱۱	حدیث ۲۶۴ وضو کا پانی کھڑے ہو کر	۹۳۱	۱۲۲۶	عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	"
	پینے کا مسئلہ			کے حالات	
۱۲۱۲	حدیث ۲۶۵ حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ	"	۱۲۲۷	حضرت اسحاق رضی اللہ عنہ کے حالات	۹۳۲
	کے حالات		۱۲۲۸	حضرت عبد اللہ بن حضرت غنظلہ رضی اللہ	"
۱۲۱۳	حدیث ۲۸۴ مسیح سر میں ائمہ کا اختلاف	۹۳۲		عنہما کے حالات	
	اور مذہب حنفی کی تحقیق و تصویب		۱۲۲۹	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا جہاد	"
۱۲۱۴	حدیث ۲۸۵ کانوں کا مسح بھی سر کی تری	۹۳۳	۱۲۳۰	حدیث ۲۹۳ ہر کے کندھ پر چھو	۹۳۳
	سے ہی کرنا چاہیے			کرے تو بھی اسرار نہ کرے	
۱۲۱۵	حدیث ۲۸۶ حضرت عبد اللہ بن مسعود	۹۳۴	۱۲۳۱	عسل کا بیان	"
	رضی اللہ عنہ کے حالات		۱۲۳۲	لفظ عسل کی معنیات اور تحقیق	"
۱۲۱۶	رعائیں تکلف نہ کرے	"	۱۲۳۳	فصل اول	۹۳۴
۱۲۱۷	طہارت میں اسراف کا مطلب	"	۱۲۳۴	حدیث ۲۹۴ لفظ شہد کا معنی	"
۱۲۱۸	حدیث ۲۸۷ حضرت ابی بن کعب رضی	۹۳۷	۱۲۳۵	حدیث ۲۹۵ حدیث ابی الیمان للہ	"
	اللہ عنہ کے حالات			منوخ ہے	
۱۲۱۹	لفظ و لہان کی تحقیق	"	۱۲۳۶	حدیث ۲۹۸ عورت کو بھی خواہشیں	۹۳۵
۱۲۲۰	حدیث ۲۸۶ وضو کے بعد مال استعمال	۹۳۸		اختلام ہو جاتا ہے	

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۲۷۱	حدیث ۲۲۶ جس گھر میں جاندار کی تصویر لگنا اور جہنمی ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔	۶۶۳	۱۲۸۵	حدیث ۲۲۲ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۶۹
۱۲۷۲	حدیث ۲۲۶ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۶۴	۱۲۸۶	حدیث ۲۲۲ حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۷۰
۱۲۷۳	حدیث ۲۲۶ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی دلیل میں۔ آپ نے جنگ صفین میں	"	۱۲۸۷	لفظ سود کا معنی۔	۱۲۸۷
۱۲۷۴	حدیث ۲۲۶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رٹے ہوئے شہادت پائی۔	"	۱۲۸۸	حدیث ۲۲۵ حضرت حمید الحمیری کے حالات۔	"
۱۲۷۵	آپ کی والدہ ماجدہ پر ابو جہل لعین کا ظلم و تشدد۔	"	۱۲۸۹	مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے۔ یہ حدیث متروک ہے یا ضعیف ہے۔	۶۷۱
۱۲۷۶	حدیث ۲۲۸ حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے حالات۔	"	۱۲۹۰	پانیوں کے احکام کا باب پانی کی مختلف انواع۔	۶۷۲
۱۲۷۷	حدیث ۲۲۹ حضرت نافع کے حالات۔	۶۶۵	۱۲۹۱	فصل اول	۶۷۳
۱۲۷۸	حدیث ۲۲۹ حضرت نافع کے حالات۔	۶۶۵	۱۲۹۲	حدیث ۲۲۶ کھڑے پانی میں ہل نہ کرنے۔	۶۷۴
۱۲۷۹	لفظ سکہ کا معنی۔	"	۱۲۹۳	حدیث ۲۲۸ حضرت سائب بن زید رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۶۷۵
۱۲۸۰	ایک سوال اور اس کا جواب۔	۶۶۶	۱۲۹۴	صحابہ کرام کا حضور کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا۔	۶۷۶
۱۲۸۱	حدیث ۲۲۹ حضرت ہاجر بن قنبر کے حالات۔	۶۶۷	۱۲۹۵	حدیث ۲۲۸ حضرت سائب بن زید کے حالات۔	۶۷۷
۱۲۸۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادا عبادت میں کوتاہی سے معصوم تھے۔	"	۱۲۹۶	لفظ زید و جملہ کا معنی۔	۶۷۸
۱۲۸۳	حدیث ۲۲۲ لفظ لام تک کا معنی۔	۶۶۸	۱۲۹۷	مہربوت کی شکل و صورت و احساس پر کتبہ الفاظ کا بیان۔	۶۷۹
۱۲۸۴	استاد شاگرد پر سختی کر سکتا ہے۔	"	۱۲۹۸	دوسری فصل	۶۸۰
	شرمگاہ دھونے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ۔	"	۱۲۹۹	حدیث ۲۲۹ جنگی زندوں کے پانی میں منہ ڈالنے سے مہراؤں کے تالاب	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۳۱۶	حدیث ۴۴۶ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حالات -	۶۸۳	۱۳۰۰	ناپاک نہیں ہوتے - لفظ قلتین کی تحقیق اور اختلاف مذاہب	۶۷۹
۱۳۱۸	تیسری فصل	۶۸۴	۱۳۰۱	ومسک اخاف رحمہم اللہ تعالیٰ - حدیث ۴۴۷ - بیر بقاء	۶۷۷
۱۳۱۹	حدیث ۴۴۷ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمنؑ کے حالات -	"	۱۳۰۲	لفظ حیض و متن کا معنی - چشمہ دار کنواں احناف کے نزدیک	"
۱۳۲۰	دھوپ سے گرم شدہ پانی سے وضو اور غسل کا مسئلہ اور اس کی تحقیق -	۶۸۵	۱۳۰۳	جاری پانی کی طرح ہے - حدیث ۴۴۸ سمندر کے پانی سے وضو	"
۱۳۲۱	نجاستوں کو پاک کرنے کا باب	۶۸۶	۱۳۰۴	غسل وغیرہ جائز ہے - مچھلی حلال ہے -	۶۷۸
۱۳۲۲	لفظ نجاست کا معنی -	"	۱۳۰۵	حدیث ۴۴۹ حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ کے حالات -	۶۷۹
۱۳۲۳	نجاسات یعنی صیغہ جمع لانے کی وجہ -	"	۱۳۰۶	بیۃ الحین کا واقعہ	"
۱۳۲۴	فضل اول	۶۸۷	۱۳۰۷	کھجور کے شیرے سے وضو کا مسئلہ -	"
۱۳۲۵	حدیث ۴۵۰ دلوغ کا معنی -	"	۱۳۰۸	اہم ترمذی کی اس حدیث پر قیل قال اور اس کا جواب -	۶۸۰
۱۳۲۶	کتے کے جوڑے کا حکم -	"	۱۳۰۹	حدیث ۴۵۱ حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے حالات -	"
۱۳۲۷	حدیث ۴۵۱ ایک اعرابی کا مسجد نبوی میں بول کرنا -	۶۸۷	۱۳۱۰	بی کا جوٹا پاک ہے -	۶۸۱
۱۳۲۸	لفظ اعراب کا معنی -	"	۱۳۱۱	حدیث ۴۵۲ حضرت داؤد بن صالح کے حالات -	۶۸۲
۱۳۲۹	سجلا اور ذنوبا کا معنی -	"	۱۳۱۲	ہر لہ کا معنی -	"
۱۳۳۰	نجس زمین کو پاک کرنے کا طریقہ	"	۱۳۱۳	حدیث ۴۵۳ کیا دندوں کا جوٹا پاک ہے - اس بارے میں احناف و شوافع کے مذاہب کی تحقیق -	۶۸۳
۱۳۳۱	حدیث ۴۵۳ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کے حالات -	۶۹۰	۱۳۱۴	فائدہ -	"
۱۳۳۲	کپڑے کو مٹی لگ جائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ -	"	۱۳۱۵		"
۱۳۳۳	حدیث ۴۵۴ حضرت اسود دہام رضی اللہ عنہ کے حالات -	"	۱۳۱۶		"
۱۳۳۴	مٹی کے پاک یا ناپاک ہونے کا مسئلہ -	۶۹۸			
۱۳۳۵	حدیث ۴۵۵ حضرت ام قیس بنت محسن کے حالات -	۶۹۲			

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	صفحہ	مطالب و مضامین	صفحہ
	کے حالات۔			جواب۔	
۱۳۳۵	شیر خوار کچہ یا کچی کپڑے پر پیشاب کر دے	۶۹۲	۱۳۴۹	حدیث ۴۶۸ لفظ قرظ کا معنی۔	۶۹۹
	تراسے پاک کرنے کی کیفیت۔		۱۳۵۰	حدیث ۴۶۹ حضرت سلمہ بن بخت کے	۷۰۰
۱۳۳۶	لفظ نفع کا معنی۔	"		حالات۔	
۱۳۳۷	حدیث ۴۵۷ چمڑے کی دباغت کا طریقہ۔	۶۹۳	۱۳۵۱	تبوک کی تحقیق۔	"
۱۳۳۸	دباغت شدہ چمڑا پاک ہے۔ اس بارے میں اختلاف ائمہ اور مذہب احناف۔	"	۱۳۵۲	تیسری فصل	"
۱۳۳۹	حدیث ۴۵۹ لفظ مسک اور شٹا کا معنی۔	۶۹۴	۱۳۵۳	حدیث ۴۶۰ بنی عبدالاشمل۔	"
۱۳۴۰	فصل ثانی	"	۱۳۵۴	کپڑے کو خشک نجاست لگ جائے تو پاک مٹی پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔	"
۱۳۴۱	حدیث ۴۶۱ حضرت بابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا کے حالات۔	۶۹۵	۱۳۵۵	کتوں کا مسجد نبوی میں آنا جانا اس وقت کی بات ہے جب مسجد کو دروازے نہ تھے۔	۷۰۱
۱۳۴۲	حضرت ابوالسج کے حالات۔	"	۱۳۵۶	مساجد کے ادب و احترام کا حکم۔	"
۱۳۴۳	حدیث ۴۶۲ خشک مٹی جوتے کو لگی ہوئی خشک نجاست کو پاک کر دیتی ہے۔	"	۱۳۵۷	حدیث ۴۶۳ کیا جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک۔ اس مسئلے کی تحقیق۔	"
۱۳۴۴	حدیث ۴۶۳ حضرت مقدم بن مدیکہ کے حالات۔	۶۹۶	۱۳۵۸	موزوں پر مسج کا باب۔	۷۰۲
۱۳۴۵	درندوں کی کھال پہنا منع ہے۔	"	۱۳۵۹	موزوں پر مسج احادیث مشہورہ سے ثابت ہے۔	"
۱۳۴۶	حدیث ۴۶۴ حضرت ابوالملح کے حالات۔	"	۱۳۶۰	حضرت زوافض و خوارج سے اس کا حکم کیا ہے۔	"
۱۳۴۷	حدیث ۴۶۵ حضرت عبداللہ بن عکیم کے حالات۔	۶۹۸	۱۳۶۱	فصل اول	۷۰۳
۱۳۴۸	بعض ائمہ کے نزدیک دباغت شدہ چمڑا بھی ناپاک ہے ان کے دلائل کا	"	۱۳۶۲	حدیث ۴۶۴ حضرت شریح بن ہانی کے حالات۔	"
			۱۳۶۳	حدیث ۴۶۵ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے حالات۔	۷۰۴

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۳۶۴	جہ، قمیص اور قبہ کے معانی -	۷۰۵	۱۳۸۲	فقہیت دی گئی ہے -	
۱۳۶۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت	"	۱۳۸۳	حدیث ۲۸۲ حضرت عمران بن الحصین	۷۱۲
۱۳۶۶	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتدار	"	۱۳۸۴	رضی اللہ عنہ کے حالات -	"
۱۳۶۷	میں ایک نماز ادا کی -	"	۱۳۸۵	لفظ صعید کا معنی -	"
۱۳۶۸	دوسری فصل	"	۱۳۸۶	حدیث ۲۸۵ جنابت کے لیے بھی تیمم	۷۱۳
۱۳۶۹	حدیث ۲۸۶ حضرت ابو بکر کے	۷۰۶	۱۳۸۷	کفایت کرتا ہے -	"
۱۳۷۰	حالات -	"	۱۳۸۸	مسح کی کیفیت و طریقہ -	۷۱۴
۱۳۷۱	مقیم اور مسافر کے لیے مسح موزہ کی ت	"	۱۳۸۹	حدیث ۲۸۷ حضرت ابو الہیثم بن الحارث	۷۱۵
۱۳۷۲	کابیان -	"	۱۳۹۰	کے حالات -	"
۱۳۷۳	کتاب المنتقی	"	۱۳۹۱	لفظ حۃ کا معنی	"
۱۳۷۴	حدیث ۲۸۸ حضرت صفوان بن عسال	"	۱۳۹۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت	"
۱۳۷۵	رضی اللہ عنہ کے حالات -	"	۱۳۹۳	مبارک -	"
۱۳۷۶	حدیث ۲۸۹ جو ربیع اور نعلین پر	۷۰۷	۱۳۹۴	حدیث ۲۸۶ دس سال تک بھی	۷۱۶
۱۳۷۷	مسح کا مسئلہ -	"	۱۳۹۵	پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم ہی کرتا ہے	"
۱۳۷۸	لفظ جوب اور جرموق کی تحقیق	"	۱۳۹۶	حدیث ۲۸۸ جب تک صحیح علم نہ ہو	۷۱۷
۱۳۷۹	حدیث ۲۸۹ دین اسلام عقل و قیاس	۷۰۸	۱۳۹۷	مسئلہ نہ بتائے -	"
۱۳۸۰	کے تابع نہیں	"	۱۳۹۸	سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے -	"
۱۳۸۱	تیمم کا باب	"	۱۳۹۹	حدیث ۲۹۰ غسل بیہوش	۷۱۹
۱۳۸۲	تیمم کا معنی -	"	۱۴۰۰	غسل مستون کا باب	"
۱۳۸۳	ایہ تیمم کا سبب نزول	"	۱۴۰۱	چار قسم کا غسل مستون	"
۱۳۸۴	تیمم ایک ضرب یا دو ضرب	۷۱۰	۱۴۰۲	عیدین کے غسل کی سنیت کا ثبوت	"
۱۳۸۵	اس میں اختلاف ائمہ اور مذہب	"	۱۴۰۳	یاعدم ثبوت -	"
۱۳۸۶	احناف رحمہم اللہ تعالیٰ	"	۱۴۰۴	فصل اول	۷۲۱
۱۳۸۷	فصل اول	۷۱۱	۱۴۰۵	حدیث ۲۹۱	"
۱۳۸۸	حدیث ۲۸۲ امت محمدیہ علی صاحبہا	"	۱۴۰۶	غسل جبہ کی تحقیق	"
۱۳۸۹	الصلوۃ والسلام کو تین چیزوں سے	"	۱۴۰۷	حدیث ۲۹۲ کیا غسل جمہ واجب ہے؟	"

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۴۰۰	حدیث ۲۹۵ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۲	۱۴۱۶	حدیث ۵۰۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غایت محبت۔	۴۳۰
۱۴۰۱	فَبِهَا وَتَعَمَّتْ كَامَعْنَى۔	"	۱۴۱۷	عرق کا معنی۔	۴۳۱
۱۴۰۲	حدیث ۲۹۶ میت کو اٹھانے اور اسے غسل دینے والے کے لیے نہانا ضروری ہے یا نہیں اس مسئلے کی تحقیق۔	۴۲۳	۱۴۱۸	حدیث ۵۰۳ خمر کا معنی۔	"
۱۴۰۳	حدیث ۲۹۸ حضرت قیس بن عامر رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۴	۱۴۱۹	حدیث ۵۰۴ عورت کے بجائے پانچاں میں جماعت سخت منع ہے۔	۴۳۲
۱۴۰۴	اسلام لانے والے شخص کو غسل کا حکم۔	"	۱۴۲۰	بخاری اور کاہن وغیرہ کی تصدیق کرنا کفر ہے۔	"
۱۴۰۵	حدیث ۲۹۹ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے حالات۔	۴۲۵	۱۴۲۱	حدیث ۵۰۵ حالت حیض میں عورت سے جماع کر لیا تو بطور کفارہ کیا چیز صدقہ کرے۔ اس بارے میں اممہ کرام کے مختلف اقوال۔	۴۳۴
۱۴۰۶	جمعہ کے روز غسل کا حکم کیوں دیا گیا۔	"	۱۴۲۲	تیسری فصل	"
۱۴۰۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی شریف کی ہیئت۔	۴۲۶	۱۴۲۳	حدیث ۵۰۶	"
۱۴۰۸	مسجد نبوی شریف کی توسیع	"	۱۴۲۴	حضرت زید بن اسلم کے حالات۔	۴۳۵
۱۴۰۹	حیض کا باب	۴۲۷	۱۴۲۵	حدیث ۵۰۷ اس حدیث کا بعض دوسری احادیث سے تعارض اور اس کا جواب۔	"
۱۴۱۰	حیض کا معنی	"	۱۴۲۶	مستحاضہ عورت کا باب	۴۳۶
۱۴۱۱	عورت کو حیض آنے کی ابتداء	"	۱۴۲۷	مستحاضہ کا معنی۔	"
۱۴۱۲	خون حیض پیدا کرنے کی حکمت الہی	"	۱۴۲۸	خون مستحاضہ کا منع	"
۱۴۱۳	حدیث ۵۰۸ عائشہ عورت اور یہود کا طرز عمل۔	۴۲۸	۱۴۲۹	فضل اول	"
۱۴۱۴	حضرت اسید بن حنفیہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما۔	۴۲۹	۱۴۳۰	حدیث ۵۰۹	"
۱۴۱۵	حدیث ۵۰۹ عائشہ عورت کے جسم کے کس حصے سے نفع اٹھانا جائز ہے۔ اس بارے میں اممہ کا اختلاف اور مذہب حنفی۔	۴۳۰	۱۴۳۱	حضرت فاطمہ بنت ابی جہش رضی اللہ عنہا	۴۳۷
			۱۴۳۲	مستحاضہ عورت کے لیے طہارت کا مسئلہ	"
			۱۴۳۳	حدیث ۵۱۰ لفظ تہراق کی تحقیق۔	۴۳۸

نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مطالب و مضامین	صفحہ
۱۴۳۴	تَسْتَفِثُ كَامَادَه اشفاق اور معنیٰ -	۷۳۸		نماز کا مسئلہ -	
۱۴۳۵	حدیث ۵۱۵ حضرت عدی بن ثابت کے حالات	۷۳۹	۷۳۹	حدیث ۵۱۵ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے حالات -	۷۴۰
۱۴۳۶	حدیث ۵۱۶ حضرت صمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حالات -	۷۴۰	۷۴۰	ہڈکن کا معنی -	۷۴۱
۱۴۳۷	کرسف کا معنی -	۷۴۰	۷۴۱	اختتام کتاب الطہارۃ -	۷۴۲
۱۴۳۸	جس عورت کو خون استحاضہ کبھی بند نہ ہوتا ہو اس کے لیے طہارت اور	۷۴۰	۷۴۲	عرض مترجم غفر اللہ تعالیٰ لہ	
				تمت بالمفسر	
				قطعہ تاریخ طباعت	

ترقیب و تدوین فہرست

بقلم بندہ ضعیف محمد سعید احمد
نقشبندی عفی عنہ، مترجم کتاب
۳۱ مارچ ۱۹۸۱ء



محمدؐ و نصلی علیہ وسلم و آلہ و سلم

عرض مترجم غفرلہ

راقم الحسوف محمد سعید احمد نقشبندی مجددی اہل حضرت میاں فتح محمد مرحوم و مقبور ۱۹۳۳ء میں بمقام چٹیاں قبریں یا برہمیری، مضافات نوشہرہ (مقبوضہ کشمیر) ضلع میرپور میں پیدا ہوا۔ چار سال کی عمر میں والد مرحوم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد مرحوم کی وفات کے ساتھ ہی بڑے پر آشوب دور کا آغاز ہوا۔ ۱۹۴۶ء کی پاک و ہند تقسیم ملک طوالت اختیار کر گیا۔ اس آئنا میں راقم نے اپنے برادر کلاں مولوی محمد عبداللہ صاحب و فاضل دیوبند کی انتھک کوششوں سے زلیخا تک فارسی نظم اور سکول میں ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر لی۔

اوائل ۱۹۴۸ء میں وطن مالوت سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ پاکستان اگر مزید غیر یقینی حالات سے دوچار ہونا پڑا اور خانہ بدوشی کی سی کیفیت میں دس گیارہ ماہ گزر گئے۔ راقم کا خاندان ایک علمی اور دینی خاندان تھا۔ والد مرحوم فارسی نظم پر مکمل عبور رکھنے کے ساتھ ساتھ ضروری شرعی احکام و مسائل سے بھی پوری طرح آگاہ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متشرع بزرگ تھے۔ آپ کے دوسرے چچ بھائی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کچھ اسی نوعیت کے نیک اور پارسا لوگ تھے۔ راقم کے نانا مولانا الحاج نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم اسلام کے بے لوث مبلغ اور عارف کامل جناب قاضی صاحب اعوان شریف قدس سرہ اور مرشد برحق جناب قبیلہ پیر مر علی شاہ صاحب کے فیض یافتہ بزرگ تھے۔ اس خاندانی اثر کے پیش نظر مجھ پر آخرہ واقارب نے راقم کو کسی دینی مدرسہ میں داخل کرنے کا پروگرام طے کیا۔ اس منصوبے کا علم جب راقم کو ہوا تو بچپن کے لاابالی پن کے باعث بڑے قیام سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر خدا کی شان کہ علم دین سے فرار ہو کر جہاں جا کر رات پڑی وہ دارالعلوم محمدیہ رضویہ ہلکی تھا پھر مقلب القلوب ذات نے معادوسرا کر شمع یہ دکھایا کہ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ پر پہلی نگاہ پڑنے سے ہی دل کی کیفیت بدل گئی۔ نفرت کی جگہ شوق نے لے لی۔ بے چینی و اضطراب کے بجائے تسکین اور اطمینان قلب نصیب ہو گیا۔ صبح اٹھ کر ابتدائی کتابیں نحو میر وغیرہ شروع کر لیں۔ پھر رب قدوس نے بہت بڑا اور اصل فضل و کرم یہ کیا کہ تعلیم کو شروع کیے ابھی صرف دو تین ماہ گزرے تھے کہ جامعہ کے بانی و مہتمم اور استاد جناب قبیلہ سید جلال الدین شاہ

صاحب دامت برکاتہم کے ایما و ترغیب سے سراج السالکین قدوة العارفين حضرت قبلہ جناب سید نور الحسن النجاری
الکلبانی قدس سرہ اکل و عظم خلیفہ مجازہ سند الکاملین عمدة العارفين قطب زمان حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ الاقدس
کی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔ یہ ۱۹۴۹ء کا واقعہ ہے۔ حضرت قدس سرہ نے خصوصی توجہ سے نوازا اور اپنے معمول
شریعت کے مطابق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا ابتدائی سبق تعلیم فرمایا۔ مرشد کمال سے تعلق و نسبت اور بیعت
وہ نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی قدر و قیمت و اہمیت اربابِ سلوک ہی جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
آمَنُوْا اٰتُوْا زَكٰتَکُمْ مِّنْ حٰثِرَتِکُمْ وَاٰتٰکُمْ نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِہٖ
وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ حضرت علی بن عثمان معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اَلشَّيْخُ فِيْ تَوْحِيْدِہٖ کَالنَّبِيِّ
فِيْ اٰمِنَتِہٖ۔ رومی فرماتے ہیں۔

بندہ یک مرو صاحب دل شوی بہ کہ بر فرق سر شاہاں رومی
علامہ اقبال مرحوم و مغفور نے کہا۔

کیمپ پیدا کن از مشقتِ محکم بوسہ زن بر آستانِ کامل
بیعت سے چند ماہ بعد ہی حضرت مرشد گرامی قدس سرہ عارضہ و جع المفاصل میں مبتلا ہو گئے اور مسلسل ڈھائی
سال بیمار رہ کر نومبر ۱۹۵۲ء میں اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔

حیف و چشم زدن صحبتِ یادِ آخر شد
روئے گل سیر ندیم کہ پیارِ آخر شد

مگر وہ ان غلالت بھی مرشدِ حق کے فیضان کا سمندر متلاطم و موجزن اور پورے جوہن پر رہا اور طالبانِ حق
نسیبِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس گنج گراں پایہ سے جھولیاں بھرتے رہے۔ راقم کو چونکہ صحبتِ شیخ
کا بہت کم وقت ملا۔ اس لیے طریقت و سلوک کی ابجد سے بھی واقف نہ ہو سکا۔ فالی اللہ المشتکی۔

حضرت قبلہ قدس سرہ کے وصال مبارک کے بعد آپ کے خلف الرشید اور فرزند اکبر یہ طریقت حضرت قبلہ
سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ دامت برکاتہم العالیہ۔ اپنے والد گرامی کی تعلیمات
معمولات کے مطابق ستر شہین کے لیے وجہ ہدایت و فیض بنے ہوئے ہیں۔

بکھی میں ایک سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور، لائل پور، منڈی ہارون آباد، بوریلوالہ
اور پھر بکھی کے مدارس سے اکتسابِ علم کرنے کے بعد بالآخر ۱۹۵۵ء کے اوائل میں جامعہ نعیمیہ لاہور سے دورہ حدیث
پاک کی سند حاصل کی اور یہیں تیاری کر کے پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے ساتھ ہی محمدی

استاذی جناب قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ بظول نقاہ و انکاض علینا من برکاتہ و حسناتہ نے کمال شفقت و مہربانی اپنے جامعہ میں مدرس مقرر کیا۔ اور ہدایہ آخرین عالمی اور ملاحسن وغیرہ کتب میرے ذمہ لگائیں۔ ایک سال بعد پیر طریقت رہبر شریعت مخدوم الہسنت حضرت سید معصوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ۱۹۵۷ء میں جامعہ نعمانیہ لاہور میں مدرس مقرر ہوا۔ یہاں ساڑھے آٹھ سال تدریس کے بعد سند المحدثین، عمدۃ المفسرین مفتی اعظم پاکستان جناب سید ابوالبرکات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلبہ کرتے پر آپ کے دارالعلوم حزب الاحناف میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ یہ سلسلہ فروری ۱۹۶۰ء تک جاری رہا۔ ادھر ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جب کہ راقم جامع مسجد عارف حقانی عالم ربانی عمدۃ المحدثین حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ میں خطیب تھا، عارضہ ذیابیطس میں مبتلا ہو گیا۔ ہر قسم کے علاج معالجے کے باوجود تا دم تحریر یہ مرض پوری شدت اور آب و تاب سے لاحق و موجود ہے۔ جس سے راقم کے اعصاب و قوی تاگفتہ بہ حد تک مضلل اور کمزور پڑ چکے ہیں۔

برحسب پیر و خستہ دل و ناتواں شدم

ہر گز کہ یاد روئے تو گروم جوان شدم

مسلسل سولہ سترہ برس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، ادب، معانی، صرف نحو وغیرہ علوم کی تدریس کی بدولت دین کی قدر سے شہرہ بدھ پیدا ہو گئی۔ مجھ نالائق پر یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم تھا۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

قرآن و حدیث میں تبلیغ و اشاعت اسلام اور امر معروف و نہی منکرات کی جس انداز میں ترغیب دی گئی ہے اس کے فضائل و مناقب اور تاکید و اہمیت بیان کی ہے۔ اس کے پیش نظر اپنی بی بی مدانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی اس فریضے کی توفیق عطا فرمائی۔ چنانچہ حالات طبع و ہوا میں کی ذمہ داری، شغل تدریس اور متنوع گھریلو پریشانیوں کے باوجود ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۸ء تک کے دوران ہدایۃ الہدایہ (عربی)، منهاج العابدین (عربی)، مصنفۃ حجۃ الاسلام مرشد امام حضرت امام غزالی قدس سرہ کے اردو تراجم کیے۔ نیز اسی عرصہ میں اصلاح عقائد کے لیے مسلک امام ربانی تالیف کی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ کے مکتوبات فارسی کی طباعت، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کی کتاب احکام شریعت کے عربی حصے کا اردو ترجمہ، مفصل فہرست جو ساری کتاب کا گویا خلاصہ ہے، تالیف کیا۔ ۱۹۶۰ء سے آدائل ۱۹۶۲ء

تک کے عرصہ میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے ہر سہ دفتر فارسی کو اردو میں منتقل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہ سب کتب عرصہ ہوا زیور طبع سے آراستہ ہو کر داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ واللہ تعالیٰ علی ذالک۔

۱۹۴۳ء میں کیسے سعادت فارسی لغت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ کیا۔
 ۱۹۴۵ء میں ہاپیز کو حرمین شریفین پہنچے اور حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت
 عظمیٰ نصیب ہوئی اور پچیس دن دیار حبیب میں قیام کا موقع ملا۔

ایک دن مواجهہ شریف کے سامنے بارگاہ اقدس نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کھڑا تھا کہ یکایک اس
 کتاب مستطاب اشعة الملعات شرح مشکوٰۃ فارسی کے ترجمہ اردو کا خیال القا ہوا اور دل میں عجیب قسم کی مسرت
 بھی محسوس ہوئی۔ پاکستان واپس پہنچ کر ہر روز ترجمہ شروع کرنے کا ارادہ کرتا مگر اپنے فرزند عزیز مسیحی بہ محمد جمیل احمد
 کی بیماری اور تیمارداری مانع آتی۔ اس کی بیماری روز بروز شدت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر وسط ۱۹۴۶ء ماہ رجب
 المرجب میں ہمیں جدائی و مفارقت کے رنج و الم میں ڈال کر عمر پانچ سال خالق حقیقی سے جاملے۔

۱۹۴۷ء میں اس کتاب کے ترجمہ کا کام شروع کیا۔ واضح ہو کہ راقم ستمبر ۱۹۶۸ء میں جامع مسجد امام الادبیہ
 وانا گنج بخش قدس سرہ میں امام پھر خطیب مقرر ہوا۔ یہاں کی امامت و خطابت سے متعلقہ مصروفیات کا پھیلاؤ بڑا
 ہی عجیب نوعیت کا ہے، تصنیف و تالیف کے کام کے لیے جس قسم کے سکون، تنہائی اور فرصت کی ضرورت
 ہوتی ہے۔ وہ بہت کم میسر ہے۔ بہر صورت ترجمہ کا تھوڑا بہت کام کرتا ہوا تھا کہ ۱۹۴۸ء میں راقم کا دوسرا الحنت جگر محمد فاروق احمد
 مختصر علالت کے بعد اللہ کو سپارا ہو گیا۔ پھر جولائی ۱۹۴۹ء میں راقم کی دختر نیک اختر قرآن حکیم کے آٹھ
 پاروں کی حافظہ قاریہ ایک ولد و زعادت کا شکار ہو کر جام شہادت نوش کر گئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۰ء میں مزید کچھ ایسے
 اندوہناک واقعات پیش آئے جو رنج و الم اور شدت و کرب میں سب سے سبقت لے گئے۔ بعض حلقے مجھے
 سست گردانتے ہوئے طعنہ زن ہیں مگر ع

چوں ندالستند حقیقت رہ افسانہ زدند

اور

کہا دانستد حال ما سبکساران سا علما

بہر حال ہجوم مصروفیات، تعلیم و تعلم کے شغل اور مصائب و آلام کی ان حشر سامانیوں کے باوجود ترجمے
 کا یہ عظیم علمی کام جاری ہے اور محض تابید غیبی سے جاری ہے۔ ترجمہ کی جلد اول تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔

بحمد اللہ علیٰ رحمہ زمانہ۔ بیاباں آمدین و نکش فسانہ۔

میری پوری کوشش ہوگی کہ کم سے کم وقت میں پوری کتاب اشعة الملعات کا ترجمہ قارئین کے

ہاتھوں میں پہنچے۔

راقم الحسروت اُن اساتذہ اور علماء و اکابر ملت کا تہ دل سے مشکور ہے۔ جنہوں نے بحال شفقت و مہربانی اس ترجمے کی صحت کی توثیق و تصدیق فرمائی۔ ان میں وہ اکابرین بھی ہیں جو بیس بیس بلکہ بعض چالیس چالیس سال سے اہل سنت و جماعت کے سرکزی مدارس اور جامعات میں شیوخ حدیث ہیں اور صحاح ستہ اور اُن کی شرح اور تفسیر و فقہ و دیگر علوم میں درک کامل رکھتے ہیں اور ان کے تلامذہ ملک اور بیرون ملک خدمت اسلام اور مسک حق اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت میں سرکزی کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنا نام و مقام پیدا کر چکے ہیں۔ ان اکابر کی تصدیق و توثیق راقم کے لیے مایہ سدا انتخار ہے اور قارئین کے لیے ان شاد اللہ تعالیٰ مزید طمانیت کا موجب ہے۔

ناشر کتاب

ابتداء میں راقم کا خیال تھا کہ اس کتاب کی طباعت اور نشر و اشاعت میں اپنے اہتمام میں کروں گا مگر بعد میں مخدوم اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب، فاضل جلیل عالم نبیل استاذ العلماء جناب مولانا عبدالحکیم شرف صاحب اور جناب صاحبزادہ میاں زبیر احمد صاحب دہلک مکتبہ رضا پبلیکیشنز حضرت داماد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل اور کچھ اس نیک کام کی تکمیل کے لیے اپنے اوپر زیادہ پابندی عائد کرنے کی نیت سے ترجمہ کے جملہ حقوق کرمی جناب اعجاز احمد شاہ صاحب ملک فسرید بک سٹال ۴۰، اردو بازار لاہور کو دے دیے ہیں۔ شاہ صاحب موصوف دینی کتب کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں بڑے مبارک اور بلند عزائم رکھتے ہیں۔ اس سے قبل فقہ کی مشہور و معروف اور ضخیم کتاب فتاویٰ عالمگیری اردو شائع کر چکے ہیں۔ ترجمہ اشعۃ اللمعات جو غالباً چھ ضخیم جلدوں میں ہو گا کے علاوہ بخاری شریف ترمذی شریف اور کچھ دوسری کتب حدیث کے تراجم کر رہے ہیں۔ اس میں سے کچھ کتابیں زبور طبع سے آراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آرہی ہیں۔ فخر اہل سنت حضرت علامہ ابوالنور محمد بشیر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی بہت سی تالیفات اچھے معیاری انداز میں شائع کر چکے ہیں۔ اس ہولناک گرانی کے دور میں طباعت اور نشر و اشاعت کے مصارف آسمان سے باتیں کر رہے ہیں جناب شاہ صاحب موصوف فیاض طبع انسان ہیں۔ انہوں نے کشادہ دلی اور پوری لگن و جذبے سے معیاری دینی کتب کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے، وہ اپنے نیک مقاصد میں انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب و کامران ہوں گے۔

تصنیف و تالیف اور معیاری کتب کے تراجم کا شغف و ذوق رکھنے والے علماء اہل سنت کو چاہیے کہ شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کریں اور بھرپور تعاون فرمائیں۔ اہل قلم علماء اہل سنت کے لیے کرد و پیش کے حالات سامنے رکھتے ہوئے بھی تصنیف و تالیف اور تراجم کیلئے توجہ منقطع کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت اور بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

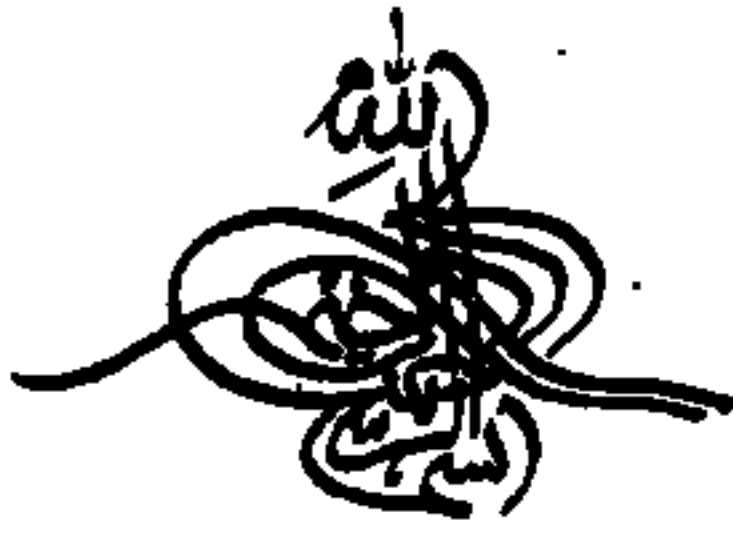
وَعَايَا رَبِّ الْعِزَّةِ أَمْرِ خَيْرٍ كِي سِرَانِجَامِ دِهِي مِي مَدَدِ وَ نَهْرَتِ سَي نَوَازِ سَي - آمِينَ ثُمَّ آمِينَ - رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ -

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ وَ نَوَازِ عَرَشِهِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا وَ آلَهُ وَ أَصْحَابَهُ أَجْمَعِينَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

محرم طور بندہ رب غفور محمد سعید احمد نقشبندی غفرلہ
خطیب و امام جامع مسجد قطب الاولیا حضرت و آغا گنج بخش
رحمۃ اللہ علیہ ناظم و خادم علم حدیث جامعہ نعمانیہ لاہور
پاکستان

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ -

۴ اپریل ۱۹۸۱ء -



نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقریظات و تصدیقات علماء اعلام و فضلاء
عظام شیوخ حدیث دامت برکاتہم و فیوضاتہم
علی رؤس الانام الی یوم القیام

تقریظ العالم العلامة المفرد والفاضل الجبر الا مجد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت
مولانا محمد مہر الدین مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

جامع اصول و فروع، غوامض حقائق شرعیہ، واقف اسرار ربی و خفی، ماہر دقائق قرآنیہ، عالم کوائف
حدیث نبویہ حضرت مولانا شیخ محمد عبد الحق دہلوی قدس سرہ سرزمین ہند و پاک میں سب سے پہلے بزرگ ہیں
جنہوں نے حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشر و اشاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا۔ شب و
روز اس کی ترویج میں مشغول رہے۔ جس کا اعتراف ہر خاص و عام کو ہے۔ ہر طبقہ ان کی تحقیقات و تدقیقات
کے روبرو سر تسلیم خم کرتا ہے۔ آپ نے قرآن و حدیث کی محققانہ و منصفانہ توضیحات سے مستفیدین کو
سرشار فرمایا۔ آپ کی تصانیف جلیلہ کو وہ قبولیت عامہ حاصل ہے جس کی مثال نہیں۔ اس سلسلہ میں
آپ نے احادیث کے ایک منتخب مجموعہ مسمیٰ بہ مشکوٰۃ المصابیح (عربی، کی فارسی زبان میں تشریح و توضیح مسمیٰ بہ
اشعۃ اللمعات فرمائی ہے جو کہ اپنی نظیر خود ہے۔ جس میں آپ نے احادیث مشمولہ کی تفسیح کے علاوہ ائمہ

فقہاء اور مجتہدین کے معمولات شرعیہ کو قابلِ رشک انداز میں سپردِ قلم فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے پڑھ لینے سے تقریباً پورے مجموعہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل پیرا ہونے میں کوئی وقت باقی نہیں رہتی۔ یہ ان کا امت محمدیہ علی صاحبہا السلام پر احسانِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ رحمۃ اللہ کو اس کی جزائے جلیل عطا فرمائے۔ آپ کی یہ شرح چونکہ فارسی زبان میں ہے اور فارسی زبان سے بھی عربی زبان کی طرح دلچسپی بہت کم رہ گئی ہے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں کیا جاتا تاکہ اس سے ہر خاص و عام مستفید ہو سکے۔ الحمد للہ مولانا کریم نے بروقت مجھی فی اللہ واجب الاحترام حضرت مولانا محمد سعید احمد دامت برکاتہم العالیہ خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور، مترجم کتب کثیرہ و مولف تصانیف کثیرہ، کی توجہ کو اس کی طرف منعطف کیا۔ مولانا موصوف نے اس کا نہایت سلیس اور عام فہم طریق سے اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ میں نے بعض مقامات سے ترجمہ کو پڑھا۔ لطف یہ ہے کہ ترجمہ میں حضرت موصوف نے جو صنعت ترتیب متن و شرح میں وضع فرمائی ہے کہ اول حدیث مشکوٰۃ درج کر کے اس پر باقاعدہ حرکات زیب متن کہیں پھر اس کے مقابلہ میں حدیث کا سلیس یا محاورہ ترجمہ تحریر کیا پھر ہر دو کے نیچے اشعار اللغات کا حدیث سے متعلق سہل ترین انداز میں ترجمہ زیب رقم کیا جس سے کتاب کے اردو ترجمہ میں مزید دلچسپی پیدا ہو گئی اور ضروری تعلقات حدیث کی صورت صحیح معنوں میں ذہن نشین ہونے کے قریب ہو گئی ہے۔ بہرِ نبج مولانا موصوف نے شائقین پر بڑا احسان کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ مولانا کی اس خلوص بھری محنت کو قبول کر کے سب کے لیے فلاح داریں کا ذریعہ بنائے۔ اور ان کی دیگر تصانیف کی طرح اس کو بھی قبولیت عامہ کا شرف بخشے۔ آمین تم آمین۔

خادم الحدیث محمد مہر الدین عفی عنہ حزب الاحناف لاہور

تقریظ فرید الدھر وحید العصر الفاضل الکامل قانع البعد عنة ناصر السنه جناب علامہ مفتی محمد حسین نعیمی دام فیضہ وعم احسانہ شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ نعیمیہ لاہور

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے پاک و ہند میں علم حدیث کے فروغ اور اس کی اشاعت کے لیے تدریس و تصنیف کے ذریعہ اہم اور زریں خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ آپ کی معروف مشہور تصنیف اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ جو کتب حدیث کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے کی تشریح و توضیح فرمائی ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ اردو خوان حضرات اس ذخیرہ علم سے بے بہرہ تھے اس کے اردو ترجمے کی سخت ضرورت تھی۔ بحمدہ تعالیٰ اس ضروری اور مفید کام کو جناب محترم فاضل مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی خلیف جامع مسجد و آثار بار لاہور نے بہ حسن و خوبی انجام دیا۔ مولانا موصوف نے اشعة اللمعات کا سلیس اور بہترین ترجمہ کر کے اردو خوان حضرات کے لیے حدیث کے مطالب اور معانی کو عام فہم بنا دیا ہے۔ مولانا مولانا موصوف کی اس دینی و علمی خدمت کو مقبول عام بنائے اور اس صدقہ جاریہ کو مسلمانوں کے لیے نفع بخشی کا ذریعہ فرمائے۔ مولانا موصوف بہت سی اہم کتب کا اردو ترجمہ اس سے پہلے بھی کر چکے ہیں جس سے شائقین علم و تحقیق مستفیض رہے ہیں۔

مفتی محمد حسین نعیمی ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور

یکم ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تقریظ العالم العال المحقق المدقق جامع معقول و منقول مساوی فروع و اصول حضرت العلامة مولانا غلام رسول صاحب القادری الرضوی متعنا اللہ بطول حیاتہ و نفعنا من علومہ و فیوضاتہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد

اشعة اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ علم حدیث میں مستند اور جامع شرح ہے، حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ نے حدیث کے بیان اور تشریح میں ہر پہلو کو ملحوظ رکھا ہے حدیث کے اسناد و متن کی تحقیق میں حدیث کا حق ادا کیا ہے اور اختلاف مذاہب فقہیہ کی تفصیل اور ان میں ترجیح اور عقائد کی تدقیق بہتر انداز میں کی، لیکن شرح فارسی ہونے کے باعث بعض اذہان کے لیے کچھ الجھنیں محسوس ہوتی تھیں اور وہ شیخ محقق کی بیان کردہ تشریح کی تک پہنچنے سے قاصر تھے نتیجتاً ہر انسان مستفید نہ ہو سکتا تھا۔

حضرت مولانا محمد سعید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا احساس کرتے ہوئے۔ اس شرح کو اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے جب کہ سیاق و سباق میں اصل سے ذرا بھی بعد پیدا نہیں ہونے دیا۔ اور سلیس اردو میں حدیث کی روانی کا لحاظ رکھتے ہوئے بہترین انداز میں حدیث کی وضاحت کی ہے۔ گو میں نے چند مقامات دیکھے ہیں لیکن وہ ساری کتاب کے لیے دلالت مطابقت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ الحاصل مولانا موصوف نے انتہک محنت اور اپنی خداداد استعداد سے اس کی وضاحت کا حق ادا کیا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ کریم اپنے نبی رحیم کے توسل سے اسے قبول فرما کر مولانا موصوف کو اجر عظیم سے نوازے اور مخلوق خدا کو اس سے مزید استفادہ و استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غلام رسول رضوی خادم الحدیث بجامعہ رضویہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ
فیصل آباد
۸۱ - ۲ - ۲۱

تقریظ علامۃ الزمان فرید الاوان خاتمۃ المحققین عمدۃ المحدثین والمدرسین

مولانا اکمل السید محمد جلال الدین شاہ نقشبندی مجددی ادام اللہ فیوضہ

علی الراغبین ونفع لعلومہ الطالبین شیخ الحدیث والتفسیر

جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ بھکی ضلع گجرات

جناب شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی علمی اور تصنیفی خدمات کے اعتبار سے نہایت ہی بزرگ اور بند پایہ شخصیت گذری ہے۔ آپ کی پوری زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں بسر ہوئی۔ آپ نے اسلام کے اہم موضوعات پر اپنی تصنیفات و تالیفات کا اپنے بعد نہایت گرانقدر ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ان میں سے ایک علم حدیث کی مشہور اور متداول کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی فارسی شرح اشعۃ اللغات فی ترجمہ مشکوٰۃ ہے۔ یہ شرح مختصر ہونے کے باوجود بڑی جامع اور نفیس تحقیقات و معلومات پر مشتمل ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے وقت کے عرف و ماحول کے مطابق یہ شرح فارسی زبان میں تحریر کی تھی۔ آج کے دور الحاد میں جب کہ سنت کی روشنی لمحہ بہ لمحہ مدہم پڑتی جا رہی ہے۔ بدعات و خرافات بڑی تیزی سے پھیلی جا رہی ہیں اور مسلمان اپنے اسلاف کے عربی و فارسی علوم کے سرمایہ سے بے بہرہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کتاب کے آسان اردو ترجمہ کی شدید ضرورت تھی۔ الحمد للہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی سلمہ ربہ خطیب جامع مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ میں نے اسی تقریظ کے وقت مولانا موصوف کے اس ترجمہ کے بعض مقامات کو اصل فارسی کتاب سامنے رکھ کر دیکھا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ ترجمہ آسان اور سلیس ہونے کے ساتھ ساتھ اصل کتاب کے عین مطابق ہے۔ امید ہے کہ اردو خوان طبقہ اس ترجمہ سے بھرپور فائدہ اٹھائے گا۔ دعا ہے کہ رب العزت مولانا موصوف کو اس عظیم دینی و تبلیغی خدمت کی تکمیل کی سعادت عطا کرے اور مسلمانوں کے لیے نافع اور مولانا موصوف کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین۔

ابوالمنظہر سید محمد جلال الدین شاہ مجددی بھکی شریف
ضلع گجرات

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
مطابق ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء

تقریظ العلامة التحریر الفاضل الفہامۃ الشہیر صاحب التصانیف والتحریر شارح صحیح البخاری فضیلۃ الشیخ مولانا السید محمود احمد الرضوی القادری ناظم دارالعلوم حزب الاحناف نفع اللہ تعالیٰ بحیاتہ وافاض علی المسلمین من برکاتہ

امام المحدثین حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیزہ دنیائے علم و فضل کی وہ عظیم و جلیل شخصیت ہیں جنہوں نے علوم عالیہ اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کی تبلیغ و اشاعت اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفہیم و ترجمانی کا ایک معیار قائم فرمایا۔ پاک و ہند میں آپ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے علم حدیث کو اپنی تبلیغی، تدریسی اور تعلیمی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنایا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فارسی زبان میں بہترین علمی توضیح و تشریح کا اعزاز حاصل کیا۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی تصانیف جلیلہ میں اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ حدیثی اسرار و معارف کا ایک ایسا متبرک ذخیرہ ہے جو مسلمانوں کے تمام دینی حلقوں میں مقبول و معروف ہے اور آپ کی بیان کردہ توضیحات و تشریحات کو بطور سند و دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

اردو خوان حضرات کے لیے اشعۃ اللمعات کے صحیح ترجمہ کی ضرورت محتاج بیان نہ تھی۔ مقام مسرت ہے کہ حضرت استاذ العلماء علامہ مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی مدظلہ خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے کمال خلوص و عقیدت اس متبرک کتاب کا آسان و سلیس اور جامع ترجمہ کر کے مسلمانوں کے تمام طبقات کے لیے اشعۃ اللمعات کے جواہر ریزوں سے مستفیض و مستفید ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ اشعۃ اللمعات کا ترجمہ مولانا موصوف کی بہترین علمی و دینی خدمت ہے۔ مولانا خود بھی فاضل علوم عقلیہ و نقلیہ ہیں۔ ملک کے مختلف مدارس میں ایک عرصہ سے درس و تدریس کے فرائض باحسن و جود انجام دیتے کے علاوہ متعدد ضخیم دینی

دعویٰ کتب کے ترجمے کر چکے ہیں۔ جو ملک میں مقبول و عام خاص ہیں۔ ان شاء العزیز اشعة اللغات شرح مشکوٰۃ
کایہ ترجمہ بھی مسلمانوں کے تمام طبقات میں مقبول و محمود ہوگا۔

سید محمود احمد رضوی بقلم خود

ناظم مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف

لاہور

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

تقریظ افضل الفضلاء اکل النبلاء فخر السلف قدوة الخلف عمدة
العالمین زبدة المدرسین العلامة مولانا محمد نواز نقشبندی مجددی
صدر المدرسین جامعہ محمدیہ رضویہ نوریہ حکیمی۔ ضلع گجرات
نفع اللہ تعالیٰ المسلمین بطول بقائه

بندہ نے شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح مشکوٰۃ شریف بزبان فارسی اشعة اللغات
کا تدریس کے دوران بارہا مطالعہ کیا۔ شیخ محقق نے اپنی اس شرح میں مشکوٰۃ شریف کے حل کرنے میں کوئی
دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور اس کے ہر پہلو کو یعنی ترجمہ، اختلافی مسائل کا حل، فقہی مباحث اور جو فائدے ہر حدیث
شریف سے استنباط ہوتے تھے، نہایت جامع انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ دور حاضر میں لوگ فارسی زبان
سے اتنے ہی دور ہیں جتنے کہ عربی زبان سے۔ اس لیے لوگوں کو جس قدر دشواری عربی عبارت کو سمجھنے میں
ہے اتنی ہی دشواری فارسی کے حل کرنے میں محسوس ہوتی ہے اس لیے اس کا اردو زبان میں ترجمہ لا ابداً

تھا اور عرصہ سے میرے خیال میں یہ بات آتی تھی کہ اس کا ترجمہ سلیس اردو میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے عزیزم حضرت علامہ مولانا محمد سعید احمد صاحب خطیب جامع مسجد دربار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سعی بلیغ کی ہے۔ بندہ نے اس ترجمہ کو چند اہم مقامات سے دیکھا ہے۔ بجز تھلے مولانا موصوف نے صحیح ترجمہ اور کہیں کہیں حاشیہ لگا کر کتاب کی افادیت کو اور بھی واضح کر دیا ہے۔ مولانا کریم مولانا موصوف کی اس کاوش و عرق ریزی اور مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنائے اور اس کا رخیہ کا صدقہ جاریہ کی صورت میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

الفقیہ محمد نواز غفرلہ
خادم تدریس جامعہ محمدیہ ضویہ نوریہ بھکھی شریف
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء
بروز اتوار

تقریظ تادیرۃ ہذا الزمان، عترة ہذا الدھر والاولان العالم العاقل الہام
ارشد الفضلاء والکرام۔ العلامة القاضی محمد ارشاد الہی فیضی عصامی
شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم نعمانیہ۔ لاہور۔ شکر اللہ تعالیٰ مساعیہ و
دامت محفوظہ باللطف الرعیۃ والعنایۃ معالیہ

فقیر غفرلہ القدییر نے علامہ فہامہ جناب مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی ناظم تعلیم دارالعلوم نعمانیہ لاہور و خطیب جامع مسجد حضرت داتا صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) زید برکاتہ العالیہ نے جو اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ للشیخ المتق علی الاطلاق حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ترجمہ اردو میں کیا۔ اس کے بعض

مقامات کو ملاحظہ کیا۔ الحمد للہ نہایت بہترین ترجمہ فرمایا اور جو کچھ مصنف اشعۃ اللمعات کا مقصود و شرح تھا اسے نہایت اعلیٰ حیثیت سے اور بہترین انداز میں ظاہر فرمایا۔ عبارت شستہ آسان اور عام فہم کلمات میں ہے اس سے مشکوٰۃ شریف کے سمجھنے میں خوب مدد ملے گی۔ لہذا اہل سنت والجماعت کے لوگوں کے لیے بالخصوص اور تمام مسلمانوں کو بالعموم اس سے فائدہ ہوگا۔ خدائے قدوس مترجم کی زندگی میں برکت دے کہ یہ کام انتہائیک آسانی کے ساتھ پہنچا سکیں۔ آمین

قاضی محمد ارشد الدی فیضی عصامی عفی عنہ
ساکن لودے تحصیل گوجران ضلع راولپنڈی
(دھال) شیخ الحدیث دارالعلوم نعمانیہ - لاہور
۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ۲۸/۴

تقریظ

زعیم ملت فخر اہل سنت جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ العالی

صدر مرکزی مجلس رضا لاہور

حضرت مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی مدظلہ خطیب جامع مسجد امام الاولیاء حضرت داماد گنج بخش
قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس، ایک عرصہ تک جامعہ نعمانیہ اور دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، میں صد الدین
کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تالیف و ترجمہ کا ملکہ بھی عطا کیا ہے۔ ان کی مترجمہ کتب میں سے حضرت مجدد الف
ثانی قدس سرہ السامی کے مکتوبات شریفہ، حجة الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بدایۃ الہدایہ اور
منہاج العابدین قبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ ان کی تالیف مسلک امام ربانی کے مطالعہ سے لائق و

گم گشتگانِ بادیہ ضلالت، راہِ ہدایت پاچے میں۔

اب فاضل موصوف فخر المحدثین، رئیس المحققین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ (فارسی) کا اردو ترجمہ مکمل کرنے میں مصروف ہیں اس ضخیم و حجم اور مقدس کتاب کا پہلا حصہ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔ ترجمہ نہایت آسان سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے۔ علماء کرام کے علاوہ طلبہ اور عوام الناس بھی اس ترجمہ سے صحیح طور پر مستفید و مستفیض ہو سکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فاضل مترجم اس پیش کش پر ہدیہ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں اور اس لیے بھی مبارک باد کے حق دار ہیں کہ اشعۃ اللمعات کو اردو میں منتقل کرنے کی اولیت کا سہرا بھی ان ہی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا محمد سعید احمد صاحب زید مجدہ کو توفیق ارزانی فرمائے کہ وہ اس عظیم کام کی تکمیل جلد از جلد کر سکیں۔ آمین ثم آمین بجاہِ نبی الایمن صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم۔

محمد موسیٰ عفی عنہ ۲۲ جولائی ۱۴۰۱ھ

نوٹ:- سطور بالا تحریر کرنے کے فوراً بعد ترجمہ اشعۃ اللمعات کے سالِ طباعت کے جو تاریخی مادے ذہن میں آئے وہ درج ذیل ہیں۔

مظہر نور _____ ریاض رسولِ عزیز (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ

۱۴۰۱ھ

ریاض رسولِ باکمال (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۴۰۱ھ



مختصر سوانح حضرت محدث دہلوی علیہ السلام

نسب:

حضرت شیخ کے مورث اعلیٰ آغا محمد ترک بخارا کے رہنے والے تھے۔ تیرھویں صدی عیسوی میں جب مغلوں نے اپنی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا تو آپ وطن کی خراب فضا سے بدول ہو کر ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ یہ سلطان علاؤ الدین خلجی (۱۲۹۶ء/۱۳۱۶ء) کا زمانہ تھا۔ سلطان نے آپ کی بڑی عزت افزائی کی اور اعلیٰ اعمدوں پر فائز کیا۔ اسی درمیان گجرات کی مہم پیش آگئی جس کی وجہ سے آپ کو گجرات جانا پڑا فتح کے بعد وہیں قیام پذیر ہو گئے۔ اللہ نے آپ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک ہولناک سانحہ پیش آیا۔ سولہ لاکھ انتقال کر گئے سب سے بڑے صاحبزادے معز الدین بچے۔ آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی آ گئے۔ اخبار الاخیار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (۱۳۲۵ء-۱۳۲۰ء) کے عہد تک گجرات رہے تھے سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں انتقال ہوا۔ ملک معز الدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ موسیٰ نے بڑی شہرت و ناموری حاصل کی۔ یہ فیروز شاہ کا زمانہ تھا لیکن فیروز شاہ (المستوفی ۱۳۸۸ء) کے انتقال کے بعد ملک میں بڑی بد نظمی پھیل گئی اور حالات نے ایسی خطرناک صورت اختیار کر لی کہ آپ کو مجبوراً دہلی چھوڑ کر ماوراء النہر کا رخ کرنا پڑا لیکن زیادہ دن وہاں نہ ٹھہر سکے۔ جب تیمور (۱۳۹۸ء) نے ہندوستان پر حملہ کیا تو آپ اس کی فوجوں کے ساتھ پھر دہلی تشریف لائے۔ شیخ موسیٰ کے کئی بیٹے تھے لیکن شیخ فیروز سب سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ آپ کو سپہ گری اور شعرو شاعری میں کمال حاصل تھا۔ ۸۶۱ھ میں شیخ فیروز بہراچ کے کسی معرکے میں شہید ہو گئے۔ انکی بیوی حاطہ تھیں۔ کچھ دنوں بعد ایک فیروز بخت صاحبزادے تولد ہوئے جن کا نام سعد اللہ تھا۔ ان میں بھی باپ کے تمام خصال موجود تھے۔ شیخ محمد کنگن کے دست حق پرست پر بیت کی۔ آپ کا ۲۲ ربیع الاول شریف ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۱۲ء کو وصال ہوا۔ آپ کے دو بیٹے تھے شیخ رزق اللہ اور شیخ سیف الدین دونوں کو عشق و محبت الہی کا بے پناہ جذبہ ورثہ میں ملا تھا۔

شیخ محدثؒ کے والد ماجد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے والد ماجد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۱۲ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم و عمل کی بہت سی خوبیاں عطا کی تھیں۔ وہ ایک صاحبِ دل بزرگ، اچھے شاعر اور پر لطف اور بذریعہ انسان تھے۔ لوگ ان کی ظرافت و لطافت، معاملہ فہمی اور محبتِ اسلوبی کے معترف تھے۔ شیخ محدث رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

”در شعر و فصاحت و قبول خراف و ذوق و شوق و
محبت و ظرافت، لطافت و بے تعلقی و دارستگی و
طیب قلب و حضور ذکر و ذکر لطائف و نکات و فہم و
دقائق و ارشادات یگانہ روزگار و افسانہ رویار خود“

شیخ سیف الدین رحمہ کو عام لوگ شعر و سخن کی وجہ سے جانتے تھے، لیکن حقیقت میں وہ ایک صاحبِ باطن اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ رسالہ وصیت میں شیخ محدث رحمہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”پدر من شیخ سیف الدین از عالم نیستی و فقر و فنا و توحید
و تجرید و تفرید نصیبہ کامل داشت و تکلف و تصنع
را اگر و سراپہ وہ حال و سہ بجا نبود نظر اور تاثیرے
بود کہ ہر کہ بعنوان محبت نظری کرد، بقدر استعداد
و مناسب حال اثر قبول می آورد“

اخبار الاخیار میں بھی شیخ محدث رحمہ نے ان کی نظر کی ”تائید کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ ”این معنی بسیار تجربہ
کردہ شدہ است۔“ وہ ایک نظر میں ”عالی کی صلاحیتوں کا اندازہ کر لیتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے:۔

درویشوں کی صحبت کے فیض سے میرا یہ حال ہو گیا ہے
کہ انسان کی حقیقت کو پہچان لیتا ہوں اگر اندھیری
رات میں بھی کسی سے ملوں تو امید ہے کہ اسکی حقیقت
حال دریافت کر لوں۔

”مارا از صفائی صحبت درویشاں و طول ملازمت
ایشان ایں مقدار شدہ است کہ حقیقت احوال آدمی
رامی شناسم.... اگر شب تاریک کے راماس کٹم امید
ہست کہ حقیقت حال او در یابم۔“ ۱۵

شیخ سیف الدین کو عرصہ تک مرشد کامل کی تلاش رہی۔ بالآخر حضرت شیخ امان اللہ در پانی پتی کی خدمت میں
حاضر ہوئے اور یہاں اُن کو ایسا خضر طریقت مل گیا جس نے ان کے ”مشرّب توحید“ کو جلا دے دی۔

شیخ امان اللہ در پانی پتی

اُن کا نام عبدالملک اور لقب امان اللہ تھا۔ امام اکبر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے فلسفہ وحدت الوجود
پر کامل عبور رکھتے تھے۔ شیخ محدث نے اُن کے متعلق لکھا ہے :-

وہ وحدت وجود پر اعتقاد رکھنے والے صوفیہ میں تھے
ابن عربی قدس سرہ کے تابعان میں تھے۔ اس طبقہ کے علم
میں اونچا مرتبہ اور بلند درجہ رکھتے تھے۔ مسئلہ وحدت وجود
بڑی شافی تقریر کرتے تھے اور اسرار توحید کو کھلم کھلا
بیان کرتے تھے۔

”دے از علمائے صوفیہ موحده است، از تابعان
ابن عربی قدس سرہ در علم ایں طائفہ مرتبہ بلند و پایہ
ارجمند داشت و در تقریر مسئلہ توحید بیان شافی
و تقریر دانی و سخن توحید را فاش گفتے۔“ ۱۶

شیخ امان اللہ در پانی پتی نے ۱۲ ربیع الآخر ۹۵۵ھ مطابق ۱۵۵۰ء کو وصال فرمایا۔ ۱۷

شیخ سیف الدین شیخ امان کی خدمت میں

شیخ سیف الدین کو ابتدائی زمانہ سے مشائخ کی صحبت کا شوق تھا۔ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں عقیدت مند
حاضر ہوئے تھے لیکن تسکین کا سامان کہیں نہیں ملا تھا جب شیخ امان در پانی پتی کی خدمت میں پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ کسی
نے زخموں پر مرہم لگا دیا۔ جو جذبات رہبر کامل کی غیر موجودگی میں اُن کے دل و دماغ پر قیامت ڈھا رہے تھے، اُن کی

تربیت کا سامان مہیا ہو گیا شیخ سیف الدین ابتدا و حال میں کسی سرمدی بزرگ سے منسلک ہو گئے تھے شیخ ہان رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں آنے سے قبل مرید ہو چکا تھا لیکن اب آپ کا جذبہ محبت و ارادت مجھ پر غالب آ رہا ہے۔ کیا کروں؟ فرمایا۔ الموعوم من احب۔ اس رستہ میں محبت کا اعتبار ہے اس کے بعد ان کی تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ ضروری کتابیں ان کو پڑھائیں۔ پھر اپنے دستِ خاص سے لکھ کر خلافتِ عنایت فرمایا۔ شیخ محدث نے لکھا ہے۔

والدہم را بہ عنایت خاص مخصوص ساخت و خرقہ
خلافت پوشا بندہ و مثال خلافت تاجند و زبہ خط
خاص خود مسودہ کرد۔
میرے والد پر خاص عنایت فرمائی اور خرقہ خلافت
عطا کیا اور خلافت نامہ اپنے دستِ خاص سے
لکھ کر دیا۔

علامت اور وفات

آخری علامت کے زمانے میں شیخ سیف الدین پر ایک عجیب کیفیت طاری رہی خوف و خشیت کا استقد غلبہ ہو گیا کہ ہر وقت اسی میں پریشان رہنے لگے۔ جب کوئی ایسی آیت سن لیتے جس میں ”وعدہ رحمت“ ہوتا تو طبیعت بٹاش ہو جاتی۔ ایک مرتبہ شیخ محدث نے یہ آیت تلاوت کی:

إِنَّ الدَّائِنَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
تَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا
لَا تَحْزَنُوا وَابْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ۔
تحقیق جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی
پر قائم رہے، ان پر اترتے میں فرشتے کہ تم نہ
ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشی سناؤ اس بہشت کی جس کا
تم کو وعدہ تھا۔

تو ان کی غرضی کی انتہا نہ رہی اور شیخ محدث کو بہت سی دعائیں دیں شیخ فرماتے ہیں۔
”امید دارم کہ مرا طے آں شب سہا سہو دنیا و
آخرت شود۔“
امید دار ہوں کہ اس رات کی دعا میرے لیے
دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہو۔
وصال سے کچھ قبل یہ کلمات اور اشعار لکھ کر کفن کے ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

(۱) وارم دلکے غنیمت بیا مریز و میری

شرمندہ شوم اگر سپری عسلم

(۲) قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ

میں آیا ہوں کریم کے پاس بغیر توشہ

نَحْمِلُ الزَّادَ اقْبَحُ كُلِّ شَيْءٍ

مگر توشہ لے جانا تو ناموزوں بات ہے

صد واقعہ در کمین بیا مریز و میری

اسے اکرم الاکرمین بیا مریز و میری

مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقُلُوبِ السَّلِيمِ

نہ نیکیاں ہیں اور نہ قلب سلیم

إِذَا كَانَ الْقُدُومُ إِلَى الْكَرِيمِ

جب کہ ایک کریم کے پاس جانا ہو

(۳) رَبِّهِ اللَّهُ، وَدِينُهُ الْإِسْلَامُ وَنَبِيُّهُ مُحَمَّدٌ وَشَيْخُهُ الشَّيْخُ عَبْدِ الْقَادِرِ الْجِيلَانِي۔

وصال کے وقت، خوف و خشیت کی کیفیت "ذوق و شوق" میں بدل گئی۔ عصر کا وقت تھا شیخ عبدالحق رحمہ کو مسجد

سے بلوایا یہ شیخ محدث خوشی اور بکالی کی یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے شیخ سیف الدین نے پھر ان سے فرمایا:

”بابا! بدانکہ مارا اکنون اصلار بنج و محنتی و کوفتی نیست“

شوق و شوق و طرب و طرب است، ہر زحمتی و

بیماری کہ در بدن بالود بد رفتہ است و لیکن تو ایسا کہ

مشغول شوی و دعا کنی کہ مرا زود از اینجا بردارند و مرا بطریق

کہ در تمام عمر بود دست دلورہ است مبادا باز این حالت

نماند، و ائم و عامی کریم کہ آخر دم دریا و خود داری و بشوق

و ذوق ازیں جابری۔ اکنون جمال ایں مراد با حسن

وجہ جلوہ کر شدہ است، اگر ہم دریں حالت

پیش خود طلبد کمال لطف و عنایت او

باشد۔

معتشوق حقیقی کے دیدار کی اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی شخص عیادت کو آتا اور یہ کہتا کہ حق تعالیٰ آپ کو صحت

عطا فرمائے تو آپ ناخوش ہوتے اور فرماتے کہ خدا را یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہاں سے بلا لے۔ غلے سے پرہیز

کرنے لگے تو لوگوں نے دجہ پوچھی۔ فرمایا۔

”ازبرائے اس نیز نمی خرم کہ عبادا سبب بقائے
من شود، مارا هر دم که این جامی رود بکلفت می
رود“
اس وجہ سے بھی نہیں کھاتا ہوں کہ یہ میری بقت کا
سبب بن جائے۔ مجھے اب ایک سالس لینا بھی
باعث کلفت ہے۔

۲۷ شعبان ۱۲۹۹ھ ۱۵۸۲ء کو یہ بے چین عاشق اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔ اور ۷
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

شیخ محدث کی ولادت اور ابتدائی تعلیم و تربیت ولادت:

ماہ محرم ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء کو شیخ محدث دہلی میں پیدا ہوئے۔
زندگی گفت کہ در خاک پییدم ہمہ عمر
تا ازین گنبد ویرینہ در سے پیدا شد

محرم ۱۲۵۸ھ اسلامی ہند کی تاریخ میں ایک اہم مہینہ ہے۔ اسی مہینے میں شیخ عبدالحق محدث پیدا ہوئے
اور اسی مہینے میں ابو الفضل رحمہ اللہ نے اسلامی شعائر کی تفحیک و توہین میں وقت صرف کیا، تو اول الذکر
نے احیاء شریعت اور قیام امر بالمعروف میں اپنی ساری زندگی گزار دی۔ ایک سے ”دین الہی“ نے تقویت پائی،
دوسرے سے ”دین محمدی“ کو عروج ہوا۔

باپ کے آغوش میں:

شیخ محدث کی ابتدائی تعلیم و تربیت اور خیالات کے نشوونما میں ان کے والد ماجد کا خاص حصہ تھا۔ ایم طفلی
ہی سے انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف توجہ کی تھی۔ شیخ محدث کا بیان ہے کہ:

”شب و روز در کلام رحمت و جلال عنایت ایشان
تربیت می یافتم“
رات دن میں ان کی آغوش عاطفت میں تربیت
حاصل کرتا تھا۔

۱۷ اخبار الاخیار ص ۳۳

تین چار سال کا بچہ دیکھیے اور باپ کا یہ ذوق و شوق کہ شب و روز آغوش میں لیے اس کی تربیت میں مشغول ہے۔ اور برسوں کی ریاضت نے جو ذہنی اور قلبی کیفیات اس میں پیدا کر دی ہیں ان کو منتقل کرنے کے لیے بے چین ہے۔ مسئلہ وحدت الوجود کے اسرار سے اس بچہ کو آشنا کرنا چاہتا ہے۔ جب کوئی نکتہ بچے کی سمجھ میں نہیں آتا تو تجربہ کار باپ یہ کہہ کر تسلی کرتا ہے۔

”ان شاء اللہ رفتہ رفتہ رفتہ حقیقت کے چہرے سے پردہ
جمال یقین رٹے ناپید“

لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کرتا ہے !
لیکن باید کہ دائم دریں خیال باشی و ہر مقدار کدورت
و ہمتی کنیدی۔

لیکن یہ ضروری ہے کہ ہمیشہ اسی خیال میں رہو اور جس
قدر ممکن ہو کوشش کرتے رہو۔

شیخ محدث کے والد ماجد نے ان کو بعض ایسی ہدایتیں کی تھیں جن پر شیخ تمام عمر عمل پیرا رہا ہے اور جو آج بھی
ان کی خاص شان اور محفوض روایات کا ایک اہم حصہ سمجھی جاتی ہیں شیخ سیف الدین نے اپنے زمانے کے
علماء کی بے راہ ردی کج بحثی اور گمراہی کا خوب مشاہدہ کیا تھا، اس لیے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔

”باید کہ بیہج کس در بحث علم نزاع نکنی مویہ کلفت
نرسانی۔ اگر دانی کہ حق بجانب دیگر است قبول کنی،
و اگر نہ دوسرے بار گو، اگر قبول نکنند جو کہ بندہ را چنین
معلوم است۔ آن نوع نیز تواند بود کہ شامی گوئید۔
نزاع برائے حیثیت“

فرمایا کرتے تھے کہ علمی بحث میں جو جنگ کی جاتی ہے وہ صرف اپنے شخص کے واسطے ہوتی ہے یہ لاماصل
چیز ہے، اس سے منافرت اور مخالفت کے موت ابل پڑتے ہیں۔ علمی مسائل میں محبت و الفت سے تبادلہ
خیالات ہونا چاہیے کہ۔

آین کار محبت است، آزا کہ محبت نباشد چہ کار کند؟
شیخ سیف الدین کی ان نصیحتوں کو شیخ محدث کے داغ کے ہر گز وریشے نے قبول کیا۔ اور وہ انکی زندگی

کا جزو بن گئیں۔ اکبری دور میں بحث و مباحثہ تکفیر و تغلیل کے کیسے کیسے ہنگامے برپا ہوئے، لیکن محدث نے اپنے مسلک سے کبھی سرواخرات نہیں کیا۔ ان کی زندگی کی بنیاد کچھ ان اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تنے پیدا کن از مشقتِ غبار سے تنے محکم تر از سنگینِ حصار سے
درونِ اودے در آشنائے چو ہوئے در کنارِ کوہِ سار سے

شیخ سیف الدین کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے دل میں صرف حصولِ علم کی لگن ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس کے ذہن میں علم کے متعلق صحیح نظریے بھی قائم کر دیے۔

ابتدائی تعلیم:

شیخ محدث کو ابتدائی تعلیم خود اُن کے والد ماجد ہی نے دی تھی۔ سب سے پہلے قرآن پاک شروع کرایا اور وہ بھی نئے انداز سے۔ شیخ محدث نے ابھی قواعد بھی نہیں سیکھے تھے کہ ان کے والد ماجد نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ قرآن پاک کی کچھ سورتیں لکھ کر اُن کو یاد کرنے کے لیے دے دیتے تھے۔ اسی طرح دو تین مہینے میں پورا کلام پاک ختم ہو گیا۔ خود شیخ محدث فرماتے ہیں:

سب سے پہلے قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کے (جس طرح لڑکوں کو عموماً پڑھایا جاتا ہے) دو تین جزو بلکہ اس سے کم تعلیم فرماتے تھے۔ وہ سبق لکھتے تھے۔ میں پڑھتا تھا قرآن کی یہی مقدار میں نے اُن سے سبقا پڑھی ہے۔ اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت کے اثر سے ایسی قوت ہم پہنچی کہ ہر روز محوِ اساتذہ پڑھنے لگا اور غنا پڑھتا تھا ان کو سنا دیتا تھا غرض دو تین مہینے میں قرآن شریف ختم کر لیا۔

”اول از قرآن مجید بے سابقہ تعلیم قواعد تہجی کہ اطفال خواند، دوسرے جزو بلکہ کم تر..... تعلیم فرمودند۔ سبق در سبق ایثاں می نوشتند و من می خواندم، از قرآن ہمیں مقدار تعلیم کردہ ام، بعد ازاں از اثر تربیت و شفقت ایثاں چناں قوت ہم رسید کہ ہر روز قدرے از قرآن می خواندم و ہر مقدار کہ می خواندم پیش ایثاں می گذرانیدم۔ دوسرے ماہ قرآن ختم کردم“۔

اس کے بعد لکھنے کی طرف توجہ کی اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں لکھنا سیکھ لیا۔

”در اندک مدت، شاید اگر مقدار ایک ماہ تین کم دروغ“۔

تھوڑی ہی مدت میں، اگر ایک مہینہ کوں تو جھوٹ نہ ہوگا

نکستہ ہاشم، کتابت و سلیقہ انشاء پیدا شد۔ ۱۷

کتابت اور انشاء کا سلیقہ پیدا ہو گیا۔

اتنے کم عرصہ میں لکھا اور پڑھنا سیکھ لیتا، شیخ کی غیر معمولی ذہانت کا کرشمہ ہے شیخ محدث نے اپنی اس کامیابی کا اصلی سبب اپنے والد کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ہرچہ بہت اثر توجہ و عنایت ایشاں است۔“

جو کچھ بھی ہے وہ ان کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے۔

شیخ سیف الدین نے اپنے فرزند کی تعلیم میں اس زمانہ کے مروجہ نصاب یا طریقہ تعلیم کی پابندی نہیں کی بلکہ ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر جس کتاب کو مناسب سمجھا پڑھا دیا۔ اس زمانہ میں نظم کی بہت سی کتابیں نصاب میں شامل تھیں اور ان کا پڑھنا ابتدائی تعلیم کا لازمی جزو سمجھا جاتا تھا۔ شیخ سیف الدین نے اپنے بیٹے کو بوستان اور دیوان حافظ کے چند جزو کے علاوہ نظم کی کوئی کتاب نہیں پڑھائی۔ قرآن پاک کے بعد میزان شروع کر دی اور مصباح اور کافیہ تک خود تعلیم دی شیخ محدث کا بیان ہے۔

”ایں کتابہائے نظم و اشعار کہ تعلیم آں متعارف ایں

دیوار است، شاید کہ چند جزو از بوستان و گلستان و

دیوان خواجہ حافظ تعلیم کردہ باشند و ہم از ابتدائے

حالت صغریٰ بعد از ختم قرآن میزان العرف یاد دادند

تا مصباح و کافیہ خود تعلیم فرمودند۔“ ۱۸

اور نظم کی ان کتابوں میں سے جو اس ملک میں مروج

ہیں شاید گلستان و بوستان کے چند جزو اور

دیوان حافظ پڑھایا ہو اور لڑکپن ہی سے قرآن پاک

ختم کرنے کے بعد میزان العرف سے مصباح و کافیہ

تک خود تعلیم دی۔

پڑھاتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انشاء اللہ تو جلد عالم بن جائے گا۔

۱۷ و ۱۸ اخبار الاخبار ص ۳۰

۱۷ عرصہ سے ہندوستان کے نصاب میں یہ ہی کتابیں شامل تھیں۔ عباس شیروانی شیر شاہ کی تعلیم کے متعلق تاریخ شیر شاہی میں لکھا ہے۔

”فرید بہ تحصیل علوم عربیہ مشغول شد۔ کافیہ بخوانی قاضی شہاب الدین طرب طریق بخواند، و علوم دیگر نیز تحصیل کرد و

گلستان و بوستان و سکندر نامہ و غیر ہم بخواند۔“ (قلمی نسخہ)

اس زمانہ کے نصاب تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوں تو مولانا حکیم عبدالحی مرحوم کا مضمون ”ہندوستان کا نصاب درس“ (الندوہ، فروری ۱۹۱۷ء) ملاحظہ کرنا چاہیے۔ نیز ڈاکٹر صفوی کی کتاب المناجیح بھی اس موضوع پر کافی دلچسپ ہے۔

”ان شاء اللہ تو زود دانشمند شوی“

شیخ سیف الدین اپنے بیٹے کی تعلیم خود اپنی نگرانی میں مکمل کرنے کے لیے بھرپور رہتے تھے۔ ان کی تماشائی کہ وہ اپنے جگر گوشہ کے سینہ میں وہ تمام علوم منتقل کر دیں جو انہوں نے عمر بھر کے ریاض کے بعد حاصل کیے تھے۔ لیکن یہ ان کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا۔ اس لیے سخت مجبور بھی تھے، کبھی کتابوں کا شمار کرتے اور حسرت کے ساتھ کہتے کہ یہ اور بڑھالوں پر فرماتے۔

”مرا خط غریب دست و ہر بہ تصور آفک حق تعالیٰ مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت بہ تصور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اس کمال تک پہنچا دے کہ جو میں نے خیال کیا ہے۔“

شیخ محدث خود بے حد ذہین تھے۔ طلب علم کا سچا جذبہ تھا جس علم کی طرف توجہ کرتے، پانی ہو جاتا، بوڑھا باپ بیٹے کی ذہانت اور سعی بہیم سے خوش ہوتا اور اس کے شاندار علمی مستقبل کے نقشے ذہن میں جماتا رہتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ شیخ محدث خود اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”یاد دارم کہ روزے در ملازمت ایساں تقریر بیٹھے ستمان علمی می کردند، و ایساں بجانب بندہ ناظر بودند۔ در اثنائے سخن ایساں راحلتے در گرفت، و نعرہ از دند دگریہ کردند۔ ہم در آن حالت ہر دو دست بردارے فقیر بر آوردند، دعا کردند، و بعد از فرود آمدن آن حالت فرمودند کہ مارا از مشاہدہ شما بجلی دست دلو، و نورے مشہود شد کہ تعبیر از کیفیت آن ممکن نباشد خداوند کہ آن چہ حالت بود۔“

بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد پر طبع لی۔ پندرہ سولہ برس کی عمر ہو گئی کہ مختصر و مطول سے فارغ ہو گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علوم عقلی و نقلی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کی سیر نہ کر چکے ہوں۔ اس زمانہ کی پوری رویداد خود ان کی زبانی سننے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

”اور یہ بھی فرماتے تھے (اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہیں) کہ ہر ایک علم میں سے مختصر پڑھ لو گے تو تم کو کافی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد برکت اور سعادت کے دروازے تم پر کھل جائیں گے اور تمہیں سارے علوم بہ تکلف حاصل ہو جائیں گے۔ اُن کے اس ارشاد پاک نے یہ اثر کیا کہ تحصیل علوم میں مجھ کو ایسی سرعت حاصل ہوئی کہ جس کو طے زمان اور طے مکان کہتے ہیں ہر علم حاصل ہو گیا۔ یعنی مختصرات نحو مثل کافیہ و لب و ارشاد وغیرہ شاید ایک ایک

ہرزو بلکہ زیادہ یاد کرتا تھا اور تمام تحصیل علم کے لیے اس قدر بے چینی تھی کہ اگر کوئی ہرزو ان مختصرات کا صحیح اور
عُشّی مل جاتا تھا تو اس کو خود مطالعہ کر لیتا۔ حاجت استاد سے پڑھنے یا دریافت کرنے کی نہ ہوتی۔ اگر بحث آسان ہوتی
یا مضمون سے پہلے سے واقفیت ہوتی تو میرا فکر اس کو قبول نہ کرتا۔ خدا جانے کہ ان دنوں میں کیا سمجھتا تھا اور کیا
دیکھتا تھا لیکن ہر کتاب کے متن اور حاشیے اور ان کے الفاظ سے پورا فائدہ حاصل کرتا تھا اور جو کتاب میرے
ہاتھ آتی یا جز کسی کتاب کا ملتا، خواہ میرے پڑھے ہوئے یا نہ ہوتے اس کو اول سے آخر تک دیکھنا اپنے
ادب پر واجب کر لیتا تھا اور میں اس امر کا مقید نہ تھا کہ شروع یا خاتمہ کتاب ملے تو دیکھوں۔ میری نظر تحصیل علم پر
کھی۔ خواہ کسی طرح پر ہو۔ ۱۷

شیخ محدث طالب علم کی حیثیت سے

شیخ محدث رحمہ اللہ نے اپنے بڑھاپے میں نواب مرتضیٰ خان، شیخ نسیر کو ایک خط میں طلب صادق
کی نوعیت بتائی تھی۔ ۱۸

نہرو نے کہ زندہ ہر قدم کے حصول مطلوب و
حضور محبوب پیش چشم دارو۔ ۱۹

طالب علمی کے زمانہ میں خود ان کا یہی حال تھا۔ دن اور رات اسی میں غرق رہتے تھے حصول علم کا جذبہ اس
قدر غالب تھا کہ زندگی اور اس کی ساری دلچسپیاں سمٹ کر اسی میں آگئی تھیں خود کہتے ہیں۔ ۲۰

”از ابتدائے ایام طفولیت نمی دانم کہ بازی چیست
و خواب کدام مصاحبت کیست و آرام چه، و
آسائش کو دیر کجا ہے
بچپن سے میرا حال ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہیں
کو کیا ہے خواب مصاحبت، آرام آسائش کے کیا
معنی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کبھی ہوتی ہے۔ ۲۱

شب خواب چه و سکون کدامست

خود خواب بے اشتغال حرامست

ہرگز در شوق کسب و کار طعام بوقت نخوردہ خواب
در محل نبرده۔ ۲۲

تحصیل علم میں مشغولیت کی بنا پر کھانا کبھی بروقت
نہیں کھایا اور نیند بھر کر نہیں سویا۔

۱۷ اخبار الاخبار ص ۳۲۔ ۱۸ المکاتیب والرسائل ص ۳۷۔ ۱۹ اخبار الاخبار ص ۳۷۔

جس محنت و مشقت اور جان دہی کے ساتھ انہوں نے علم حاصل کیا تھا، اس کی مثال اس زمانہ میں ملنی مشکل ہے۔ ابوالفضل نے اگر رات کو پڑھتے پڑھتے اپنے دماغ میں خشکی پیدا کر لی تھی تو شیخ محدث رحمہ اللہ نے بارہا معاملہ کی مشغولیت میں اپنے بالوں اور عامہ کو چراغ سے جلایا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آگ لگنے کی خبر تک بھی نہیں ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں :

چہ دودھائے چراغے کہ در دل غزفت

کہ ام بادہ محنت کہ در ایاغ زفت

کہ ام خواب و چہ آسائش و کجا آرام

بیر تم ز دل خود کہ عمر رفت و لے

ز کج غلکہ ہرگز بہ صحن بلع زفت

شیخ محدثؒ نے صبح سے رات تک کا اپنا پورا پروگرام بتایا ہے حقیقت یہ ہے کہ علمی دنیا کی صدر نشینی کیلئے جس ریاض کی ضرورت تھی، اس میں انہوں نے کوئی کمی نہیں کی تھی۔ بچپن سے انہیں اس بات کا احساس تھا۔ ع

جنت تری پنہاں ہے ترے خون جگر میں

اس لیے انہوں نے تحصیل علم میں اپنے خون کا پانی کر دیا۔ طلوع آفتاب سے قبل وہ مدرسہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ مدرسہ مکان سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے کو ٹوٹی دیر کیلئے گھر آتے اس کے بعد پھر مدرسہ جا کر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ چھ میل کی مسافت کر چکنے کے بعد بھی ان کو تھکن محسوس نہ ہوتی تھی اور وہ پورے ذوق و انہماک کے ساتھ رات تک مدرسہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ رات کو جب گھر واپس آتے تو آرام کرنے کے بجائے پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے۔ والدین ان کی اس محنت اور مصروفیت سے بہت پریشان ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ کبھی کبھی آرام بھی کرنا چاہیے۔ لیکن ان پر تحصیل علم کا ایک نشہ سا تھا۔ وہ سب کی نصیحتیں سنتے تھے لیکن کچھ مجبور سے تھے مفصل کیفیت خود ان کی زبانی سنئے۔ فرماتے ہیں :

میں جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کے بھلا دیے والے

جنوں میں ہر روز دوبارہ ہلی کے مدرسہ میں جاتا تھا جو

ہمارے مکان سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہو گا۔ دوپہر

کو ٹوٹی دیر گھر ٹھہر کر چند تھکے منہ کھا لیتا..... میرے

ہر روز باوجود غلبہ بردت ہوائے زمستان و شدت

حرارت تابستان دوبارہ مدرسہ ہلی کہ شاید از منزل باہر

دو میل یا شتر باشد میل می کردم۔ در میان سفاذنی وقفہ

در غریب خانہ بسبب تناول چند لقمہ کہ بسبب عادی قوام

معدوم از من اند دماغ مرا ترمی

لے کتا ہے۔ دو چہ راغ خورہ شب آورده ام بروز

لے اخبار الاخیار ص ۳۳

حرکت ارادی است واقع می شد..... دانم پیر و مادر
من در پے آں بودند کہ یک دم با کوہکاں محلہ بازی کنم
یاشب بوقت متعارف پا دراز کشم۔ و من می گفتم کہ آخر
غرض از بازی خاطر خوش کردنست و مرا خاطر چہیں خوش
است کہ چیزے بخوانم یا مشقے کنم، بر عکس آنکہ پدر ان
و مادر ان اطفال را بر خواندن و بکتاب رفتن زجر کنند
و عتاب نمایند مراد در جانب دیگر بمبالغہ غلط می کردند
گاہے در آنسے مطالعہ کہ از نیم شب در می گذشت و والد
قدس سرہ مرا فریادی زد کہ بابا! چہ می کنی، من فی الحال
درازی کشیدم تا دروغ واقع نشود و می گفتم کہ خفتہ
ام چہ می فرمایند باز بر می نشستم و مشغول می شدم بلکہ

شاہ صاحب کے زمانہ میں تحصیل علم کا کام صرف خواندن ہی ختم نہ ہوتا تھا بلکہ اس کے اور مراحل
بھی تھے۔

(۱) مطالعہ (۲) بحث و تکرار (۳) کتابت

ان منزلوں سے گزر کر سبق جس قدر پختہ ہو جاتا تھا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے طالب علم کے دل و دماغ
کارگ دریشہ اس تعلیم سے متاثر ہوتا تھا اور اس کا فہم علم آج کل کی طرح نقش بر آب نہیں، بلکہ آہنی ستونوں پر کھڑا
ہوتا تھا۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ اور بحث و تکرار میں مستقل مشغولیت کے باوجود کتابت کے لیے وقت ضرورتاً نکال
لیتے تھے۔ فرماتے ہیں:

اور زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ باوجود مطالعہ تذکرہ و
بحث و تکرار میں بیشتر وقت تنہا رہنے کے جو کتابیں پڑھتا
تھا بلکہ ان کے علاوہ شرح و حواشی بھی جو نظر سے گزرتے تھے

و غریب تر آنکہ باوجود احاطہ اوقات و مشغول
ساعات بمطالعہ و تذکار و بحث و تکرار ہر چہ از
کتب خواندہ می شد بلکہ در اسے آں از شرح و حواشی

ان کے لیے بھی، لکھنے کی مشق کو ضروریات وقت میں سے
شمار کرتا تھا۔ رات کا زیادہ حصہ اور مختصر حصہ دن کا مطالعہ
میں گزرتا تھا۔ اور مختصر حصہ رات کا اور زیادہ حصہ دن
کا لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔

در نظری آمد تقید آن بہ کتابت از ضروریات وقت می
دانستم، اکثرے از شب و پارہ از روز بہ مطالعہ می
گذشت و پارہ از شب و اکثرے از روز بکتابت
می رفت۔ ۱

یہ تھا اس شخص کی طالب علمی کا زمانہ جس نے سترھویں صدی میں احیاء علوم الدین کی شاندار خدمت
انجام دی۔

حفظِ کلامِ پاک

شیخ محدث رحمہ اللہ نے ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ اس کام میں ان کو سال سوا سال
محنت کرنی پڑی تھی۔ خود فرماتے ہیں:

اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ
نے عنایت فرمائی اور میں نے ایک سال اور کچھ دنوں
میں اس نعمت کو حاصل کر لیا۔

”بعد ازاں بہ حفظ قرآن مجید نیز موفقی شدم و مکلف
حفظ در آہم و در مدت یک سال و چیزے این نعمت
را..... بدست آوردم۔ ۲

عبادت و ریاضت کی ابتدا

اقبالِ رح نے کہا ہے۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد فقر کا مقصود ہے عفتِ قلب و نگاہ
شیخ محدث رح نے پاکی عقل و خرد کے ساتھ ساتھ سعادتِ قلب و نگاہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا۔ بچپن
سے ان کو عبادت و ریاضت میں دلچسپی تھی۔ ان کے والد ماجد نے ہدایت کی تھی:

”طائے خشک و ناہموار نباشی!“ ۳

چنانچہ عمر بھر ان کے ایک ہاتھ میں جامِ شریعت رہا۔ دوسرے میں سندانِ عشق و عشقِ الہی کی لگن تو ان کا خاندانی
دشمن تھی۔ شیخ سیف الدین رح نے ان میں عشقِ حقیقی کے وہ جذبات پھونک دیے تھے جو آخر عمر تک ان کے

قلب و جگر کو گراتے رہے۔

ابتدائی زمانہ میں اُن کا معمول تھا کہ وہ رات میں بیدار ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لکھتے ہیں ۱۔

”و باوجود شوق و شغف تحصیل و تکرار علم و کثرت

صلوٰۃ اور ادب شب خیزی و مناجات ہم در اں طغولیت

بوجود می آمد“ ۲

کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔

اس زمانہ میں جس ذوق و شوق کے ساتھ وہ دعائیں مانگا کرتے تھے، اس کے تصور سے پیرائہ سالی میں اس کے کام و دہن لطف اندوز ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں:-

مہنوز ذوق آں اسرار و اوقات در کام وقت پیدا است ۳

اس زمانہ میں شیخ محدث رح کو علماء و مشائخ کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے استفادہ ہونے کا بڑا شوق تھا۔ اپنے مذہبی جذبات اور خلوص نیت کے باعث وہ ان بزرگوں کے لطف و کرم کامرکوز بن جاتے تھے۔ شیخ اسحاق (المتوفی ۹۸۹ھ) سہروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے اور ملتان کو چھوڑ کر دہلی میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اکثر اوقات خاموش رہتے تھے۔ بہت کم کسی سے بات کرتے تھے۔ لیکن جب شیخ محدث رح ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بے حد التفات و کرم فرمایا اور

”بقیہ سخناں بسیار کردہ“ ۴

تکمیل علم کے بعد

باز گلبانگ پریشاں می زخم آتش در عنایان می زخم

حجلہ گل بہرین کردند و من سر بدیوار گلستان می زخم

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے تکمیل علم بہت کم عمر میں کر لی تھی اس کے بعد ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۷ء (جب کہ وہ حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے) وہ کیا کرتے رہے؟ اس کا کچھ پتہ ان کی تصانیف سے نہیں چلتا۔ عبدالحمید لاہوری کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد (یعنی حج بیت اللہ کو روانگی سے قبل) انہوں نے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ لکھا ہے:-

۱۔ اخبار الاخبار مستند ۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً ۴۔

جب ان کی عمر بیس سال کی ہوئی تو مکمل علم کے بعد
دریس کا شغل اختیار کیا اور کچھ دنوں یہ مشغلہ جاری رکھنے
کے بعد عازم حجاز ہوئے۔

اختیار الاخیار میں اپنی تعلیم کا ذکر کرنے کے بعد ایک دم سے یہ کہنے لگتے ہیں :-

بے بسوں کے مددگار اور پریشان حال لوگوں کے
راہ نمائے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور مجھے بے خانماں کی گردن
میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر کی طرف کھینچ لیا۔ اور مجھ
نامراد کو منزل مراد تک پہنچا دیا۔ یعنی اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کی درگاہ میں مجھے جگہ دی۔

”چون سنین عمرش بمشرب رسید از پایہ تحصیل درجہ
تدریس برآمد چنانکہ ہنگامہ افادہ گرم داشتہ پیائے
طلب بادیرہائی سفر حجاز کردید“

”چارہ گزیمارگاں در راہ نمائے آوارگاں مرا بجانب
خود طلبید و من بے خانماں را سلسلہ شوق در گردن
افکندہ بسوئے خانہ خود کشید و من نامراد را بہ
منزل مراد رسانید یعنی بدرگاہ حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم جائے داد“

زاو المتقین میں لکھتے ہیں :

۹۹۶ھ میں جذبہ غیب سے پیدا ہو گیا۔ اور دل پر
وحشت طاری ہو گئی۔ دیوانگی کی حالت میں سفر کا ارادہ
کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا۔

”در سنہ ست و تسعین و تسع مائتہ جاذبہ از غیب در
رسید و وحشت در دل پدید آمد۔ چارہ نامذہبزدیوانگی
کردن و زانہمت بنیال سفر رستین“

آخر وہ ہندوستان میں اپنے آپ کو ”بے خانماں“ کیوں سمجھتے تھے؟ اور وہ ”وحشت“ جس کا ذکر انہوں
نے زاو المتقین میں کیا ہے ان کو ہندوستان میں کیوں محسوس ہونے لگی تھی؟

شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں پہنچ کر انہوں نے وحشت کا سبب اس طرح بیان کیا :

یاسیدی! میں وہ شخص ہوں جو بچپن ہی سے تحصیل علم
اور عبادت گزاری کی محنت اور ریاضت میں پلا ہے،
میں کبھی عام لوگوں کی صحبت اور میل جول کو خاطر میں

یاسیدی! اتنا امر و نشات من زمان صغری
فی البیاضۃ للتعلم و التعبد لم اعتد
بصحبة الناس و الاختلاط معہم و

۱۷ بادشاہ نامہ۔ حصہ دوم۔ ص ۲۴۱-۲۴۲

محمد صالح کنبوہ نے شاہ جہاں نامہ (جلد سوم ص ۱۳۸۴) میں بھی یہی لکھا ہے: ”روز سے بتدریس و تعلیم گزرا نید“ اس کے بعد

”معنی توجید بر لوح دل برنگاشتنہ بہ عزم کعبہ سفینہ نشست“

۱۷ اخبار الاخیار ص ۲۴۲ ۱۷ زاو المتقین (قلمی نسخہ)

الداخل فيهم ولما حصل لي بفضل الله
طرف صالح من ذلك وقضيت وطري
وحاجتي ما هنالك دعا في بعض اهل
الحقوق الى الخروج الى اسباب الدنيا
فادركت سلطان الوقت والا هراع
فاعتوا بشاني ورافعوا مكاني واسادوا
ان يكثر وابي سواد هو ويكبروا وبعدا واهذا
الضعيف صورا هو وهو ادعوا تحباني الله
ولم يتركني معصوا ووجد في قلب عبده
جذبة هذا الى هذا المقام الشريف

نہیں لایا اور جب اللہ کے کرم سے مجھے اعظم کا اچھا ناما
حاصل ہوا گیا، اور میں نے اپنی ضروریات یہاں کی چیزوں
سے پوری کر لیں تو بعض اہل حقوق نے مجھے دنیا دار لوگوں
کی طرف بلایا چنانچہ میں بادشاہ وقت اور امراء کے
پاس گیا۔ انہوں نے میری طرف بہت توجہ کی میرا رتبہ
بلند کیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے ذریعہ اپنی جماعت پر طعنائیں
اور مجھ کو کمزور سے اپنی طاقت مضبوط کریں۔ پس اللہ نے
مجھے محفوظ رکھا اور ان کے ساتھ مجھے نہ چھوڑا۔ اپنے
بندہ کے دل میں ایک جذبہ پیدا کیا جس نے اس
مقام شریعت تک پہنچایا۔

اس سے پہلی باریہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محدث رحمہ اللہ عرصہ فتح پور سیکری میں بھی رہے تھے اور وہاں اکبر اور
اس کے درباریوں نے اُن کی بڑی قدیم کی تھی۔ لیکن جس شخص کی قسمت میں علوم اسلامی کی تجدید اور تقویت
شرح لکھی ہوئی تھی وہ کس طرح اُس ماحول میں بٹھ سکتا تھا جہاں شرح کی بے حرمتی ہو رہی تھی اور بدعات کا ہنگامہ
برپا تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے :-

”چوں وضع زمانہ و زمانیاں کہ ہمہ نخل و برکات طبعی
مشتل است دیگر گوں شد و براد ضاع آشنایاں
اعتماد ناند، صحبت فلانی و فلانی راست نیامد و
توفیق رفتن بہ کعبہ شریفہ رفیق او شد، از وہلی نہ
طریق جذبہ بہر ہیچ چیسہ مقید نہ شدہ بہ گرات
رفت“

جب اہل نہایت فی و صبح میں (جو افعات میں نخل اور
کردات پر مشتمل ہے) فرق آیا اور طبعی والوں کے علاقے
اعتماد کے قابل نہ رہے اور فلاں و فلاں کی صحبت
سازگار نہ ہوئی اور کعبہ شریفہ جانے کی توفیق رفتن حاصل
ہوئی تو شیخ جذبہ کے عالم بے سرو سامانی کے ساتھ وہلی
سے گرات کو روانہ ہو گئے۔

۱۷۹۹ء المکاتیب والرسائل

۱۷۹۹ء منتخب التواریخ جلد سوم

اکا خیال ہے کہ ملا عبد القادر نے یہاں فیضی اور ابو الفضل کا نام

سرور و نرسہ میگ

لکھنے کے بجائے ”صحبت فلانی و فلانی“ لکھ دیا ہے۔ (انگریزی ترجمہ منتخب التواریخ جلد سوم ۱۷۹۹ء)

شیخ محدث رحمہ اللہ حجاز کی طرف

۱۹۹۶ء مطابق ۱۴۱۷ھ میں جب کہ شیخ محدث رحمہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی وہ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ محدث غوثی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ شیخ ۱۹۹۵ء کے شروع میں مالوہ ہوتے ہوئے گجرات پہنچ گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جہاز کا موسم گزر چکا ہے چنانچہ آپ سال بھر وہیں رہے اور ۱۹۹۶ء میں حجاز کو روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں مرزا عزیز کو کہ مالوہ کے حاکم تھے شیخ نے ان کے پاس بھی قیام فرمایا تھا۔ وہاں سے وہ مانڈو تشریف لے گئے تھے۔ مانڈو میں گلزار ابرار کے مصنف نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت کچھ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کیے تھے۔ مانڈو سے روانہ ہو کر شیخ محدث رحمہ احمد آباد پہنچے۔ وہاں ان دنوں مرزا نظام الدین مصنف طبقات اکبری صوبے کے بخشی تھے انہوں نے نہایت گرم جوشی سے شیخ کا استقبال کیا اور بے حد التماس کر کے آئندہ موسم تک ٹھہرایا۔

احمد آباد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ شیخ وحیہ الدین علوی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ اخبار الانبیاء میں لکھتے ہیں:-

”محدث طور در تفتیکہ بقصد زیارت سید کائنات“	محدث طور جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
صلی اللہ علیہ وسلم بہ احمد آباد گجرات رسید از متاخرین	کے ارادہ سے احمد آباد گجرات پہنچا تو اس وقت وہاں
مشائخ آل دیار کہ شیخ وحیہ الدین جامع کمالات و برکات	مشائخ متاخرین میں شیخ وحیہ الدین جو جامع کمالات و

”مرزا کو کہ سخاں اعظم لقب تھا۔ انکے خاں کالو کا اور اکبر کا رضاعی بھائی تھا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے اس کے متعلق لکھا ہے:-

”بحسن اخلاق و بانواع فضائل و ہر موصوفہ بود“ (ج ۲ ص ۲۸۰-۲۸۱)

اکبر جب اس سے ملاضن متاوا کما کرتا تھا کہ میرے اور عزیز کے درمیان دو مدھ کی ضرورت تھی ہے اس لیے مجبور ہوں۔ جہاں گئے اس کے سب علمی فضائل کو مختصر بیان کیا ہے:-

”در علم میر و فن تاریخ استحضار تام داشت۔ دور تاریخ و تقریب بے نظیر بود و در مدعا نویسی بد طولی داشت و در لطیفہ

گوئی بے مثل بود و شعر ہمار می گفت:-

”گلزار ابرار ص ۵۹۹۔ ۵۹۸ ایضاً۔ ۵۹۷ ایضاً۔

ومن و عمر و مراض مشغول بتدریس علوم و تصنیف
کتب و ترتیب و ارشاد طالبان بود۔ بملاقات
و سے مستعد شد۔ و بہ بعضے اذکار و اشغال بسلسلہ
عالیہ قادریہ مشرف گردید۔

برکات سن رسیدہ بزرگ تھے دس تدریس میں مشغول تھے
کتابوں کی تصنیف و ترتیب و ارشاد طالبان میں ان کا
انماک تھا۔ انکی ملاقات کی سعادت حاصل کی اور سلسلہ
عالیہ قادریہ کے کچھ لوکار و اشغال ان سے حاصل کیے۔

شیخ محدث دہلی سے بلا کسی زاوراہ کے احمد آباد پہنچے تھے۔ احمد آباد میں مرزا نظام الدین بخش نے جو ان
کے دیرینہ دوست تھے ان کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ جب حجاز کو روانہ ہونے کا وقت آیا تو زاوراہ فراہم کی اور جہاز
کا بندوبست کیا۔ ملا عبد القادر کا بیان ہے :-

”از دہلی بطریق جذبہ بہ بیچ چیز مفید شدہ، بکجرات
رفت و بہ حسن سعی میرزا نظام الدین احمد دو گاری لو
در جہاز نشستہ بفرج حجاز رفت و لے
دہلی سے ایک جذبہ کی حالت بلا سامان سفر کے کجرات
پہنچ گئے اور میرزا نظام الدین احمد کی مدد سے جہاز میں
بیٹھ کر حجاز کو روانہ ہو گئے۔

رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں شیخ محدث نے لکھا ہے کہ ان کا شریک سفر ایک قادری درویش تھا۔ صبح کو جب
جہاز کا لنگر اٹھایا جاتا تھا یہ درویش جہاز کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا حضرت شیخ عبد القادر گیلانی رحمہ اللہ کا نام پڑ پڑ
سے دیا کرتا تھا۔ شیخ کو اس کی آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔

شیخ محدث ماہ رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے چنانچہ رمضان ۱۲۹۶ھ تک انہوں نے
مکہ معظمہ کے محدثین سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری کا درس لیا۔ پھر شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مولانا عبد الوہاب متقی رحمہ اللہ کے قدموں میں

شیخ عبد الحق دہلوی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۸۰-۸۱ء میں حجاز پہنچے تھے ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۳ء تک ایک کادیاں
قیام رہا۔ یہ تقریباً تمام وقت شیخ عبد الوہاب ہی کی خدمت میں گزارا۔ ان کی صحبت نے سونے پر سناگے کا کام کیا۔ شیخ
نے علم کی تکمیل کرائی اور احسان و سلوک کی راہوں سے آشنائیاں تکمیل علم کے بعد فوئیز عالم کو ایک سمنٹ منزل
پیش آتی ہے۔ اسے کسی ایسے مہر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے علمی ذخیرے کو تعمیری کاموں میں لگا دے۔ ول
دماغ پر علم کا ایک بوجھ ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک ہلکا نہیں ہوتا جب تک اس کے استعمال کیلئے صحیح راہیں

لے ملتجئ التواتر جلد دوم ص ۱۱۳۔

شیخ عبدالحق کی تعلیم و تربیت شیخ متقی کی نگرانی میں

رمضان ۹۹۶ھ میں شیخ عبدالحق دہلویؒ شیخ عبد الوہاب متقیؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور مشکوٰۃ
 کا سبق لینا شروع کیا۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں ان کے ساتھ متکلف رہے۔ مناسک حج انہی کے ساتھ
 ادا کیے۔ عرفات اور مزدلفہ میں اُن کی صحبت سے فوائد حاصل کیے۔ پھر درس میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ
 کو شیخ عبد الوہاب کی اجازت سے مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے اور آخر رجب ۹۹۸ھ تک یہیں مقیم رہے۔ پھر مکہ معظمہ
 آکر شیخ عبد الوہاب سے مشکوٰۃ کا درس پورا کیا۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو شیخ نے فرمایا:

الحمد للہ نسبتے بایں علم شریف بوجہ اتم حاصل شدہ است
و ایں مقدار شدہ است کہ از عمدہ خدمت ایں علم تو ایند
برآمد۔ اکنون چند روز بکار دیگر ہم پر وازید۔ و اندکے
لذت خلوت و ذکر التذنیز دریا بیدار

اور ان کو آداب، اوضاع ذکر، تقلیل طعام وغیرہ کی تعلیم دی اور تصوف کی کچھ کتابیں پڑھائیں۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

در ان منگام کہ شیخ اجل اعتر اکرم، اوجہ اعدل
عبد الوہاب متقی قادری شاذلی ایں مسکین راتلقین
ذکر نمود و اجازت داد و آداب آن آموخت کتابے
بدست من دلہ سخی بہ منج السالک الی اشرف المسالک
وچوں عبارت آن کتاب عربی بود برائے طالبان
ترجمہ کردم۔ (المکاتیب والرسائل)

جس زمانہ میں حضرت شیخ عبد الوہاب متقی قادری شاذلی
اس مسکین کو تلقین ذکر فرما رہے تھے، اور اسکے آداب
بتا کر اجازت دی تھی، ایک کتاب میرے ہاتھ میں دی تھی
اس کا نام منج السالک الی اشرف المسالک تھا۔ وہ کتاب
عربی میں تھی۔ اس لیے میں نے اس کا فارسی میں
ترجمہ کر دیا۔

ایک اور کتاب جس کی تعلیم خاص طور پر دی تھی وہ قواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعہ والحقیقہ تھی کتاب کے عنوان ہی

۱۱-۱۲) میں اس کا طویل اقتباس دیا ہے۔

سے شیخ متقی رح کے مفقود تعلیم کا پتہ چلتا ہے۔

پھر حرم شریف کے ایک حجرے میں جو باب جیاد کے مقابل اور حجر اسود اور کن یمانی کے مابین واقع تھا، ریاضت کے لیے بٹھا دیا۔ شیخ عبد الوہاب متقی رح نے اس زمانہ میں ان کی طرف خاص توجہ کی۔ ان کا یہ دستور تھا کہ ہر جمعہ کو حرم شریف میں حاضر ہوا کرتے تھے جب یہاں آتے تو شیخ عبد الحق سے بھی ملتے اور ان کی عبادت و ریاضت کی نگرانی فرماتے۔ شیخ محدث زاد المتقین میں لکھتے ہیں:-

”فقیر انیز در ان خلوت مشرف می ساختند و پرستش احوال می کردند و می فرمودند کہ الحمد للہ ظہور احوال موافق مقصود است۔“

فقیر کے پاس اس خلوت میں تشریف لاتے تھے پرستش احوال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ الحمد للہ ظہور احوال مقصد کے مطابق تھے۔

جب اس خلوت کدہ سے باہر آنے کی اجازت ملی تو شیخ محدث نے صحیح مسلم کی قرأت کی اجازت چاہی جب اس سے بھی فارغ ہو گئے تو حکم ہوا:-

اکنون عزیمت ہندوستان بکنید اب ہندوستان کا ارادہ کرو۔

شیخ عبد الوہاب متقی نے اپنے علم حدیث کا وہ بیش بہا حصہ عنایت فرمایا جس کی شہرت سے مصر و عرب کے علمی حلقے گونج رہے تھے۔ شیخ عبد الحق فرماتے تھے:-

تمام کتب احادیث و سائر علوم دینیہ از علمائے آل عالی مقام علیم رحمۃ اللہ الملک العلام خصوصاً از حضرت شیخ اجل و اکرم اوجد و اعدل عبد الوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ و فتوحہ تلیقین ذکر و ایشار خلوت و برکت مشرف و فائز شد و نعمت و بشارتہ از خدمت دہ و حصول انوار و آثار تلک و ثمرات برکت و التزام مقام صدق و استقامت و نشر علوم دینی و حصول مواہب یقینی مشرف و بشارتہ بر جوع و غود بطن مالوف مامور و مکلف شد۔

تمام کتب احادیث اور سائر علوم دینیہ و حجاز کے علماء کرام سے حاصل کیے۔ خصوصاً حضرت شیخ عبد الوہاب متقی قادری شاذلی قدس اللہ روحہ سے ذکر و عنایت کی تعلیم حاصل کی امدان کی خدمت سے بہت سی نعمتیں حاصل کیں اور حصول انوار و برکات و ترقی درجات اور علوم دینی کی نشر و اشاعت میں استقامت کے متعلق بہت سی بشارتیں سننے کے بعد بندہ وطن مالوف کو واپس ہوا۔

لے تالیف قلب الالیف (قلمی)۔

- (۲) علم ظاہری کے بعد علم باطنی کی تعلیم دی اور سلوک و معرفت کی دشوار گزار راہوں سے آشنا کیا۔ تصوف کی کتابیں پڑھائیں اور عبادت و بیاضیت طریقت کے اندر اپنی نگرانی کرائی۔
- (۳) حقوق العباد کا صحیح جذبہ اور صحیح تصور پیدا کیا۔ تفصیل اگلے باب میں آئے گی۔
- (۴) فقہ حنفی کے متعلق شیخ محدث کے خیالات قیام حجاز کے دوران میں بدل گئے تھے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے شیخ عبد الوہاب رحمہ کو اس کا علم ہوا تو مناقب امام اعظم پر ایسا پرتا شیر خطبہ ارشاد فرمایا کہ شیخ محدث کے خیالات بدل گئے اور فقہ حنفی کی عظمت اُن کے دل میں قائم ہو گئی۔
- حدیث، تصوف، فقہ حنفی، حقوق العباد..... ان چار چیزوں کی اعلیٰ تعلیم شیخ عبد الحقؒ نے حقیقت میں شیخ عبد الوہاب متقی رحمہ کے قدموں ہی میں حاصل کی۔

مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک سے عشق تھا۔ دیار حبیب میں جب داخل ہوتے تو برہنہ پا ہو جاتے تھے۔ رتھۃ الکرام میں لکھا ہے:-

در مدینہ برہنہ پا گردیدے

ایک مرتبہ ایک طویل قصیدہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔
زاد المتقین میں لکھا ہے کہ جب اس شعر پر پہنچے

خراجم در غم ہجر حیات یا رسول اللہ
تو دل بے قابو ہو گیا اور بقول خود

”گریہ زار زار در گرفت“

خلوص و عقیدت کا یہ والمانہ تقاضہ قبول ہوا اور وہ زیارت رسول پاک سے مشرف ہوئے۔

یہ قصیدہ ہندوستان میں لکھا گیا تھا۔ اس میں متعدد جگہ حالات گرد و پیش پراموس اور بددلی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ظلم سیکاراں اور بے ہمتاں دہر ہندوستان کی دینی فضا کو خراب کرنے کے ذمہ دار تھے۔ شیخ فرماتے ہیں

جہاں تار یک شد از ظلمت سیکاراں
بیاؤ علیے رار و دشمن از نور تجلی کی

علیے زاد المتقین (قلبی)

زاد المتقین میں شیخ عبدالحق دہلوی نے چار بار زیارت رسول پاک سے مشرف ہونے کا حال لکھا ہے۔
۲۱ رذی الحجۃ ۹۹۸ھ کو مکہ منظم میں

جو خواب دیکھا اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں :-
"ویدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر سر پے نشستہ میں
علم حدیث شریف میفرمایند و انوار جمال و جلال از وجہ
شریف وے متلالی است و با حسن صورت متحلی است
کہ فوق آل تصور نتواں کرد"

میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک تخت
پر بیٹھے ہوئے حدیث شریف کا درس دے رہے ہیں۔
اور جمال و جلال کے وہ انوار ان کے چہرہ مبارک سے چمک
رہے ہیں جن سے زیادہ تقویر ہی نہیں کیے جاسکتے۔
اسی شب میں یہ بھی خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعدائے دین سے بڑنے کے
لیے لشکر تیار کر رہے ہیں..... شیخ عبدالحق کی پوری زندگی حقیقت میں اسی خواب کی تفسیر بن گئی۔ وہ آخری سال تک
حدیث کی نشر و اشاعت میں سرگرم اور بدعات کے خلاف نبرد آزما رہے۔

حجاز سے روانگی

علم و عمل کی سب دادیوں کی سیر کرانے کے بعد شیخ عبد الوہاب متقی نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان
واپس جانے کی ہدایت کی اور فرمایا:

"بخانہ خود بروید کہ والدہ و فرزند ان شما بسیار پریشان
حال و بجانب شما نگران خواہند بود"

(اب تم اپنے گھر جاؤ کہ تمہاری والدہ اور بچے بہت
پریشان حال اور تمہارے منظر ہوں گے۔
شیخ محدث ہندوستان کے حالات سے کچھ ایسے دل برداشتہ ہو چکے تھے کہ یہاں آنے کو مطلقاً طبعیت
نہ چاہتی تھی۔ عرض کیا:

"فقیر انیت اقامت ایں مقامات شریفہ بسیار
است و بعد ازاں نیت سیر بغداد و زیارت حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ہست"

نقیر کے دل میں ان مقامات مقدسہ میں قیام کرنے کی
بڑی تمنا ہے۔ اس کے بعد سفر بغداد اور زیارت حضرت
غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی نیت ہے۔
اس سلسلہ میں استاد اور شاگرد میں جو گفتگو ہوئی وہ خود ان ہی کی زبانی سننے کے قابل ہے۔
شیخ عبد الوہاب :-

شمار بعد ازیں گنجائش ندارد کہ اینجا بشید یا جائے
اب اس کے بعد تمہیں یہاں رہنے یا اصلی وطن کے

دیگر رویداد الوطن اصلی خود حق شرع برہمہ مقدم است
حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ با شماند ہر جا کہ
باشید محبت و اعتقاد و توجہ بالایشاں درست
دارید۔ و قصد اتباع ایشاں بکنید۔ و بر سر مودہ
ایشاں روید ایشاں ہرگز راضی نیستند کہ ایذا لے
والدہ و زوجہ و فرزند اں صغیر بکنید۔ و شما خود می
گفتید کہ والدہ من مرا رضائے حرمین دادہ و گفتہ
است کہ جائے ثالث نزدی۔ پس چوں می
توانید رفت۔

شیخ عبدالحق

”فقیریت کردہ است کہ از ہماں راہ بغداد رسیدہ
ہندوستان رود۔ چہ ایں راہ و چہ آن راہ۔ پس
گویا جائے ثالث نرفتہ“

شیخ عبد الوہاب

ایں چہنیں اگر گنید درست است۔ امامی تو ایند کہ در
بغداد یک ماہ یا چہل روز باشید۔ بغداد از آنجا
بر آئید۔ نمی توانید۔ ایں نسبت کہ شما بجانب ایشاں
دلید بر آمدن شما از آنجا مشکل است نمی توانید
از آنجا بر آمدن سفر رفتی شود۔ جماعہ شما در انتظار ہلاک
می شوند و ایذا می کشند۔

شیخ عبدالحق

”توجہ فرمائید کہ در ہر چہ خیریت بندہ است
پیش آید“

سواد دوسری جگہ جانے کی اجازت نہیں۔ حق شرع
سب پر مقدم ہے۔ حضرت غوث اعظم تمہارے ساتھ
ہیں جس جگہ بھی رہو اُن سے محبت اور اعتقاد اور
ان کی طرف توجہ رکھو۔ ان کی پیروی کی کوشش کرو
اور ان کے حکم پر چلو۔ وہ اس سے ہرگز خوش نہیں کہ تم
اپنی والدہ بیوی اور چھوٹے بچوں کو ایذا دو تم خود کہتے
تھے کہ میری والدہ نے مجھے حرمین شریفین جانے کی
اجازت دی ہے اور تاکید کر دی ہے کہ تیسری جگہ نہ جانا
اس حالت میں تم کیونکر جا سکتے ہو۔

فقیر نے یہ نیت کی ہے کہ اسی راہ سے بغداد تو ماہ ہندوستان
جائے جیسی یہ راہ ویسی وہ راہ۔ لہذا اس کو تیسری جگہ
جانا کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

اگر ایسا کرو تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ
تم بغداد میں صرف ایک ماہ یا چالیس روز قیام کرو اور
پھر وہاں سے ہندوستان کو روانہ ہو جاؤ۔ نہیں۔ حضرت
غوث اعظم سے تمہاری نسبت کو دیکھتے ہوئے تمہارا وہاں
سے نکلنا مشکل ہے نتیجہ یہ ہوگا کہ سفر طویل ہو جائے گا اور
تمہاری جماعت انتظار میں تباہ ہو جائے گی اور ایذا اٹھائے گی۔

دعا کیجئے کہ جو کچھ بندے کے حق میں بہتر ہو وہی ظہور
میں آئے۔

شیخ عبدالوہاب

ان شاء اللہ تعالیٰ خیریت است۔ استخارہ بکتید۔ اکنون

در ظاہر خود خیریت منصر است در آنکہ بجانہ خود روید۔

شیخ عبدالحق رح کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن موقع پا کر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔

شیخ عبدالحق

”شیخ عبداللہ علیانی.... فرمودہ است کہ ایں شرط

طالب راہ آں است کہ بدانند کہ بیج حقے از حقوق بالاتر

از حق باری تعالیٰ نیست۔ و بیشتر از تحصیل معرفت

وے بجانہ تعالیٰ بیج کس را بروے حقے نیست خواہ

مادر و پدر باشد۔ یا زوجہ و فرزند اں ترک ہمہ باید

بود تکمیل نفس باید کرد۔

شیخ عبدالوہاب نے یہ گفتگو سن کر کچھ دیر توقف کیا۔ پھر فرمایا:

ایں چنین خود نیست کہ ایشان گفتہ اند۔ حقوق شرع

ہمہ حقوق اللہ اند۔ و رعایت آں صورت معرفت حق

تعالیٰ و موجب قرب مضائے دے تعالیٰ

است۔ اگر از طلب حق و دین اسلام مانع آیند

آں دیگر است۔“

شیخ عبدالحق

”دیگر ہمیں بزرگ گفتہ است کہ طلب رزق و کسب

معیشت نباید کرد۔ زیرا کہ حق تعالیٰ گفتہ است

نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ

ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِّينِ ۝

ان شاء اللہ تعالیٰ بہترین ہوگا، استخارہ کر لو۔ اب بظاہر

خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ اپنے وطن واپس جاؤ۔

شیخ عبدالحق رح کو اور زیادہ گفتگو کرنے کی جرأت نہ ہوئی، اس وقت خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن موقع پا کر پھر اس گفتگو کو چھیڑا۔

شیخ عبداللہ علیانی نے فرمایا ہے کہ طالب طریقت کیلئے

یہ جاننا ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کے حق سے بڑھ کر کسی

کا حق نہیں ہے اور اس کی معرفت حاصل کرنے سے

زیادہ کسی کا حق اس کے ذمہ نہیں ہے ماں باپ ہوں

یا بیوی بچے سب کو چھوڑ دے اور معرفت الہی کی طلب

اور تکمیل نفس کی کوشش جاری رکھے۔

جو شیخ موصوف نے کہا ہے وہ صحیح نہیں، حقوق اللہ

سب کے سب حقوق اللہ ہیں داخل ہیں اور ان کا

خیال رکھنا معرفت اور قرب الہی کا سبب ہے البتہ

اگر وہ لوگ طلب حق و دین اسلام سے منع ہوں تو

دوسری بات ہے۔

انہیں بزرگ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ طلب رزق

اور تلاش معاش نہ کرنی چاہیے۔ کیوں کہ حق تعالیٰ

کا ارشاد ہے نَحْنُ نَرْزُقُكَ دہم تجھے رزق

دیتے ہیں،

شیخ عبدالحق

”اس مسئلہ مختلف فیہ است تفصیلے دارد۔
 مطلق نیست بہ شیب و تجرد ہر دو طریق قرب
 وصول است۔
 یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اور تفصیل کا محتاج ہے۔ مطلق
 طلب رزق ممنوع نہیں ہے۔ تعلق اور تجرد دونوں
 طریقوں سے قرب الہی حاصل ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق رحمہ کی عجب حالت تھی۔ شیخ کے سامنے سودا و ب کے خوف سے زیادہ گفت گونہ کرتے
 تھے، اور تعمیل حکم میں کوتاہی کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا، لیکن جب تنہا ہوتے اور واپسی کے متعلق سوچتے تو
 دل گھبرانے لگتا۔ فرماتے ہیں۔

”چوں ایں فقیر بہ منزل خودی آمد و تنہا می بود، بخود
 قرار می داد کہ بہ ہندوستان نرود و مطلق ایں
 عزیمت فرم نمود۔
 جب فقیر قیام گاہ پر آتا تھا اور اکیلا ہوتا تھا تو دل میں
 طے کر لیتا تھا کہ ہندوستان نہ جاؤں گا اور واپسی
 کا ارادہ بالکل نسخ کر دیتا تھا۔

اس کے بعد کئی بار بنداد کے سفر کا ذکر آیا۔ شیخ عبد الوہاب متقی نے ہر مرتبہ یہی مشورہ دیا کہ وطن واپس جانا
 چاہیے۔ شیخ دہلوی اس کے لیے کسی طرح راضی نہ تھے۔ ان کا دل چاہتا تھا کہ بنداد چلے جائیں یا پھر شیخ عبد الوہاب
 ہی کی خدمت میں رہیں۔ ایک دن شیخ تھے وطن جانے کے لیے کہا تو عرض کیا کہ حضور کی صحبت سے مجھے روزانہ
 فوائد حاصل ہوتے ہیں، رہنے دیا جائے۔ فرمایا۔

”اکتوں فائدہ شہادین است کہ بوطن خود بریدو
 اہل حقوق را بملاقات خود مسرور سازید، ایں نیز
 عبادت است۔
 اب تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ وطن جاؤ اور جن
 لوگوں کے تم پر حقوق ہیں ان کو اپنے دیدار سے مسرور
 کرو کہ یہ بھی عبادت ہے۔

اس سیم تقاضہ سے مجبور ہو کر شیخ عبدالحق نے ہندوستان کو واپس ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ آخر شعبان
 ۹۹۹ھ میں طائف جا کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مزار کی زیارت کی۔ پھر رمضان کے آخر تک شیخ عبد الوہاب
 کی خدمت میں رہے۔ شوال میں عازم ہندوستان ہو گئے۔
 حجاز سے روانگی کے وقت ان کی حالت یہ ہو گئی کہ۔

”حیرتے در وقت پیش آمد کہ ایں ہمہ خواب و خیالے بود کہ گذشت و چنان نمود کہ یک روز ایں جا اقامت نہ نمودہ بود۔“

ملہ زاد المتقین (قلمی)

آنکھوں میں آنسو اور دل میں یہ شعر لیے ۷

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
رئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

وہ اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے جہاں تین سال قبل وہ ایک نہایت ہی والہانہ انداز میں داخل ہوئے تھے اور جہاں اُن کو وہ دولت ملی تھی جس پر دنیا کی تمام دولتیں نثار کی جاسکتی تھیں۔ صحیح مذہبی وجدان، بلند فکری نظر، احساس فرائض اور دل دردمند۔

شیخ عبدالوہاب نے رخصت کرتے وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک پیراہن مبارک عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ:

”بیکار نہ بنید۔ و از پنجانب امداد انوار ان شاء اللہ متوالی خواہد بود“

شیخ عبدالحق ابھی جدہ ہی میں تھے کہ انہوں نے ایک ایسا ”خریطہ“ بھیجا جس کو انہوں نے عرصہ تک استعمال کیا تھا۔

شیخ محدث کے روحانی مرشد

شیخ محدث دہلوی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اور جس فضا میں پرورش پائی اس پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ ناممکن تھا کہ وہ اس ماحول سے متاثر نہ ہوتے۔ چنانچہ بچپن ہی سے اُن میں عبادت و ریاضت کی لگن پیدا ہو گئی۔ ابتدائی زمانہ میں جس طرح وہ عبادت کرتے تھے، اس کا ذکر کچھ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان کا یہ مذہبی جذبہ عمر کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تصوف کا رنگ سہل و سحر آمیز طرح اُن پر چڑھ گیا۔ نظام الدین احمد بخشی نے لکھا ہے۔

”امروز در دہلی است در لباس صوفیہ
آج کل دہلی میں ہیں اور صوفیہ کے طرز زندگی
گزارتے ہیں۔“

۷ خانی خاں نے لکھا ہے: ”در صلاح و تقویٰ کہ لازمہ علم باعمل است ممتاز بودہ، در ادائے فرض و تنہا و اہل پس و قیقہ فرو گذاشت نمود“ ص ۲۴۔

۷ طبقات اکبری۔ جلد دوم ص ۴۶۶

ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں :-

”تصوف رتبہ بلند دارد“ ۱۵

تصوف میں بلند رتبہ رکھتے ہیں۔

بلکہ ملا صاحب کا خیال تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے درس و تدریس میں مشغولیت اس لیے رکھی تھی کہ لوگ ان کو علوم ظاہری کا فاضل سمجھ کر باطنی تعلیم کے لیے پریشان نہ کریں۔ لکھتے ہیں :-

”ستر حال خویش با افادہ و استفادہ علوم رسمیه علوم رسمیه کے درس و تدریس کو انہوں نے اخفاء

می کند“ ۱۶

حال کا ذریعہ بنالیا ہے۔

والد ماجد سے بیعت

شیخ عبدالحق نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد مولانا سیف الدین سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ رسالہ وصیت میں لکھتے ہیں :-

”والدم را بر من حق پدری و استادی و دوستی و پیری میرے والد ماجد کے مجھ پر پدری، استادی، دوستی

اور پیری کے حق جمع ہیں۔

جمع است“

شیخ سیف الدین کا یہ حال تھا کہ پوروں اپنے نو عمر فرزند کو آغوش میں لیے بیٹھے رہتے تھے اور اس کے سینہ کو علوم باطنی سے معمور کرنے کے لیے بے چین رہتے تھے۔ شیخ عبدالحق نے ”مکتب عشق“ کا پہلا درس اپنے باپ ہی سے لیا تھا۔ اس کے بعد باپ نے حکم دیا کہ سید موسیٰ گیلانی کے حلقہ مریدین میں شامل ہو جاؤ ساداتمند فرزند نے اس حکم کی تعمیل بھی بسر و چشم کی فرماتے ہیں۔

والد ماجد کے حکم سے میں نے حضرت سید سندی

”بامرید مرید حضرت سیدی سندی کلیم اللہی الشیخ

شیخ موسیٰ گیلانی سے بیعت کی۔

موسیٰ گیلانی نام“ ۱۷

شیخ محدث ۶، شوال ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) کو حضرت سید موسیٰ گیلانی کے دامن سے وابستہ ہوئے تھے۔ شیخ نے ان پر خاص توجہ فرمائی اور ان کو خلافت سے بھی نوازا۔ خود فرماتے ہیں۔

”غایت محبت بمن داشت، و مرا بقرزندی قبول کرد، و تلقین نمود و خلافت داد“ ۱۸

۱۵ منتخب التواریخ جلد سوم ص ۱۱۳

۱۶ رسالہ وصیت (قلمی)

۱۷ وصیت نامہ (قلمی)

۱۸ رسالہ وصیت (قلمی)

شیخ عبدالوہاب متقی سے ارادت

مکہ معظمہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے استاد شیخ عبدالوہاب متقی سے بھی بیعت کی تھی۔ فرماتے ہیں: ”بعد شرف یابی از سید موسیٰ گیلانی بہ مکہ رنتم و بہ خدمت شیخ ولی اجل اعز و اکرم قطب الوقت عبدالوہاب متقی رضی اللہ عنہ مشرف شدم۔ دسے نیز مراقبول کرد۔۔۔۔۔ و علم ظاہر و باطن تربیت فرمود۔ دوسے در انتساب قادری و در سلوک و ارشاد شاذلی و از سلسلہ مدینہ و حقیقیہ کہ از راہ بالا بجناب ولایت مآب شیخ مودود چشتی می رسد نیز خلافت داشت و مرانیز بجلالت این سلاسل مشرف گردیند۔“

حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں

رسالہ وصیت میں شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں۔

چوں بہ ہندوستان آمد صحت افتاد مرا با خواجہ
محمد باقی نقشبندی مدتے مشق نسبت خواجگان
کردہ طریقہ ذکر، مراقبہ، رابطہ و حضور و یادداشت
حاصل نمودہ۔

جب ہندوستان واپس آیا تو خواجہ محمد باقی نقشبندی کی
خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ عرصہ تک طریقہ خواجگان
کی مشق کی اور ذکر، مراقبہ، رابطہ حضور اور یادداشت
کی تعلیم حاصل کی۔

محمد صادق ہمدانی نے کلمات الصادقین میں لکھا ہے کہ شیخ محمد نے حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہ کے دست حق پر بیعت کی تھی اگر سواویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے شروع کی مذہبی اور روحانی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی ذات گرامی احیاء سنت اور امانت بدعت کی تمام تحریکوں کا منبع و مخرج تھی۔ ان کے مخطوطات و مکتوبات کا ایک ایک حرف ان کی مجددانہ مساعی، بلند می فکر و نظر کا شاہد ہے۔ شیخ عبدالحق نے جب احیاء علوم الدین کا پیرا اٹھایا تو حضرت باقی باللہ کا آفتاب ارشاد نصف النہار پر تھا۔ نا ممکن تھا کہ وہ ان سے کسب فیض نہ کرتے۔ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

لے حالات کے لیے ملاحظہ ہو۔ ”گلزار ابرار ص ۲۶۵“

لے ان اصطلاحات کی وضاحت کے لیے ملاحظہ ہو۔ ”نفاذ العلیل ترجمہ القول الجلیل از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۶۰۔“

ہمارے شہر میں اس نسبت (تقشندہ) کے داعی اور
مرشد شیخ العارف الکامل سر الشدا اعظم و نور الائم سیدنا و
مولانا خواجہ محمد باقی قدس سرہ تھے۔ وہ اس
طریقہ میں ہمارے مشائخ میں ہیں۔ الشدان کو
جزائے خیر دے۔

وكان الداعي اليها والمرشد للطالبين في
بلدنا هذا الشيخ العارف الكامل سر
الله الاعظم ونور الائم سيدنا ومولانا خواجه
محمد الباقي قدس سره الاصفي وهو من مشائخنا
في هذا الطريق جزاه الله عنا خيرا۔ ۱۰

شیخ محدث رحمہ اللہ اپنے مرشد کا جواب و احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس عبارت سے لگایا جا
سکتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

”نقل اس چند کلمہ اتفاق افتاد، ہر بار کہ می خواست کہ بجانب ایشان عرضہ بنویسد و چیزے از این سخنان کہ بنظر
درآمدہ نقل نماید، حیاء و حجاب مانع می آمد و نا محرمیت و نا اہلیت خود منظور می افتاد تا دریں مرتبہ کہ قلم تقدیرے
بے سابقہ تامل و تدبیر جریان یافت و کلمہ چند ظہور آمد معذور خوانند داشت۔“ ۱۱

خواجہ باقی باللہ نے ایک مرتبہ ان کو خط میں کچھ راز کی باتیں بتائیں شیخ محدث رحمہ اللہ کو اس قدر خوشی ہوئی کہ
پھولے نہ سماتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کس طرح..... ایں حقیر را بایں سخن..... مخاطب ساختہ۔“ ۱۲
حضرت خواجہ صاحب کو بھی ان سے بڑی محبت اور خصوصیت تھی۔ ان کے خطوط کو نہایت ذوق و شوق
سے پڑھتے تھے۔ مفعولات باقیہ کی یہ عبارت اس سلسلہ میں دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت مخدومی حاجی شیخ عبدالحق
کا عنایت نامہ جو حقیقت میں حقائق آمیز مضامین اور
فصائح آمیز کلمات کا نسخہ سعادت بلکہ اس کا عنوان تھا
پنچا خط کی پشت پر چند کلمے حضور کے قلم سے
لکھے ہوئے نظر پڑے۔ ایک ایسی حالت اور وجد طاری ہوا
کہ کاغذ اور قلم کے حوصلہ سے خارج ہے۔ اس فوق کا
نمونہ مجھلا اس مصرعہ میں پایا جاتا ہے۔

”روزے عنایت نامہ بندگان حضرت مخدومی حاجی
شیخ عبدالحق کہ با مضامین حقائق آمیز و کلمات فصیح انگیز
نسخہ سعادت را عنونے بود، رسید، بنظر آں
مکتوب کلمہ چند از آثار کلک بدائع نگار حضرت
ایشان بنظر تعطش اترور آمد و حالتے بخشید کہ از
حوصلہ کاغذ و قلم بیرون است مجملے از فوق آں حیل
مصرعہ یافتہ می شود۔“

یعنی میں نے اپنا منہ اسکے منہ پر رکھا اور اپنے آپ سے بے آپ ہو گیا۔

نہا دم روئے بر روئے وے و از خویش تن رفتم۔

۱۰ المکاتیب والرسائل۔ ص ۲۴۸-۲۴۹۔ ۱۱ و ۱۲ کتاب المکاتیب والرسائل۔

وَأَلْ كَلِمَاتٍ حَقَائِقُ آيَاتٍ اِیْسَ اِسْت -

اِنَّهُ وَلِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلٰی النُّوْرِ -

ہر چہ نوشتنی بود در صحیفہ زندگانِ مخدومی مندرج است
زیادہ چہ نویسم بارے فرصت و قوت بلکہ وقت و نفس
را غنیمت شمرہ بمقتضائے آن زندگانی می باید کرد،
در یلغ کہ ایں عاجز گرفتار را قوت کار نماندہ و گرنہ بتوفیق
اللہ دریں دوروزہ عمر دیوانہ دار ماتم باز ماندگی خود
میداشت و زندگانی فدائے ایں راہ می کرد حق تعالی
دریں اقتادگی نیز در دے و آشوبے کرامت فرماید
کہ کار و جہاں خود را در قبضہ اقتدار او نہادہ از
مجموع گرفتار ہیا فراغے بیایم۔ آمین یا رب العالمین
امید از آن برادر آنت کہ روئے بر خاک نہد و
از برائے حصول ایں آرزوئے فقیر از خدا بخواہد کہ
دَعَاءُ الْغَائِبِ لِلْغَائِبِ اَسْرَعُ
اجابۂ آمدہ است۔ والد دعاؤں لے

حضور نے جو کلمات حقائق آمیز لکھے تھے وہ یہ ہیں :-

اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے کہ اُن کو کفر کی
تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔
جو کچھ لکھا تھا بندگانِ مخدومی کے خط میں لکھا گیا زیادہ
کیا لکھوں ہاں اتنا لکھتا ہوں کہ فرصت اور قوت بلکہ وقت
اور نفس کو غنیمت شمار کر کے اس کے مناسب زندگی کرنی
چاہیے۔ افسوس کہ اس عاجز گرفتار کو قوت کسی کام کی نہیں
رہی و گرنہ خداوندی توفیق سے اس دوران کی عمر میں
دیوانوں کی طرح اپنی عاجزی اور سستی کا ماتم کرتا اور اپنی
زندگی کو اس راہ میں قربان کر دیتا لیکن دعا ہے کہ خدا تعالیٰ
اس عاجزی میں بھی ایسا مدد اور آشوب عنایت فرمائے کہ
میں اپنے دین و دنیا کے کاموں کو اس کے قبضہ اقتدار
میں سوئپ کر تمام گرفتاریوں سے فراغت پا جاؤں۔ آمین
یا رب العالمین۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ خاک مذلت پر عاجزی کا
منہ رکھ کر فقی کی اس آرزو پر کامیاب ہونے کی خدا سے
دعا مانگے رہو گے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ غائب کی
دعا غائب کے لیے بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ والد دعا۔

سلسلہ قادریہ سے خصوصی تعلق :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو مندرجہ ذیل سلاسل کی خدمت ملی تھی۔

(۳) شاذلیہ

(۲) چشتیہ

(۵) نقشبندیہ

(۱) قادریہ

(۴) مدنیہ

لے کلمات طیبات - ص ۵۴ - ۵۵ -

لیکن ان کا قلبی اور حقیقی تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ ان کی عقیدت و ارادت کا مرکز حضرت غوث اعظم شیخ
 محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ بعض وقتی ضروریات اور ماحول کے اثرات کی بنا پر دوسرے
 خانوادوں کے بزرگوں سے استفادہ کرنے مجبور ہو گئے تھے لیکن ان کا دل و دماغ کارِ ریشہ ریشہ شیخ جیلانی کے
 عشق میں گرفتار تھا۔ زبدۃ الآثار منتخب بیچۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ خواب میں حضرت غوث الاعظم نے رسول مقبول
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرور کائنات نے ہر زبان فارسی بشارت
 دی تھی کہ۔ ”بزرگ خواہی شد“ ۱۷

اپنی تصانیف میں جس طرح انہوں نے شیخ جیلانی کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات عقیدت کا آئینہ دار ہے
 شیخ کا نام آتے ہی ان پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے، اور ان کا علم فرط مسرت اور جوش عقیدت میں وجد کرنے
 لگتا ہے۔ اخبار الاخبار میں انہوں نے صرف ہندوستان کے علماء و مشائخ کا ذکر کیا ہے، لیکن عقیدت کی بنا پر
 حضرت شیخ جیلانی کے تذکرہ سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ ایک مکتوب میں اپنے فرزند شیخ نور الحق کو لکھتے ہیں۔

”مرجع دما دلئے مافقیراں ہم جناب سید کائنات و خلاصہ موجودات است علیہ افضل الصلوات و اکمل التیمات
 بوسیلہ حضرت پیر و ستگیر عزیز نواز شکستہ پر در غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ“ ۱۸
 شیخ محدث اپنے نام کے ساتھ بھی صرف قادریہ سلسلہ سے ہی اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں۔ ۱۹

”عبدالحق بن سیف الدین الدہلوی وطناً، البخاری اصلًا، الترقی، نسباً الحنفی مذہباً، الصوفی مشرباً،

القادری طریقۃ“ ۲۰

وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضاے ہند کو اپنی صوفشانی
 سے منور رکھا تھا، غروب ہو گیا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

۱۷ المکاتیب والرسائل ص ۲۹۸

۱۸ زبدۃ الآثار (قلی نسخہ)

۱۹

۲۰ غانی خاں نے غلط لکھا ہے کہ ”زیادہ از صد سال مرحلہ عمر طے نمودہ“ ص ۲۴

وصیت نامہ میں لکھا تھا۔

”وعداؤ تمنائے فقیر از درگاہ الہی است۔“

اگر ایں وعدہ قبول افتاد ہیچ حاجت بوصیت نیست، اگر درینجا اہل رسید بالائے حوض شمس کہ جائے پاکیں و مغفوراں است و فن کنند۔“

چنانچہ ان کے حبس خاکی کو حوض شمس کے کنارے ہی سپرد خاک کیا گیا۔ وصیت نامہ میں قبر کے متعلق یہ ہدایات تھیں۔

”قبر وسیع بکنند۔ تجاوز از حد اعتدال و درون قبر گنج نکند۔ و دیوار ہائے او بخت خام بر آرد و بدیوار بالیں طاق بسازند و شجرہ پیراں در آن نہند۔“

اس کے بعد لکھا تھا کہ شیخ سیف الدین رحمہ کے کفن پر جو عبارت لکھی گئی تھی وہ قبر پر علی حروف میں لکھ دی جائے اور

اگر مصلحت داند و حے قائم کنند کہ دروے تاسخ ولادت و فوت یا بر خے از احوال تحصیل و سفر و اوقات آنرا باختصار نوشتہ بکنند۔“

وصیت کے مطابق نور الحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر یہ کتبہ نصب کرایا۔

”بجائے از احوال کرامت منوال ایں شیخ وقت مقتدرے زمان صاحب المغنم ابوالمجد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ آنکہ از مبادی شعور بطاعت حق و طلب علم کمر بستہ نزدیک باوان طوع اکثر علوم دین تحصیل کرد و در سن بہت و دوسالگی از ہر آل فارغ شدہ و کلام مجید از برگزینہ بر مسند افتادہ نشست۔ وہم در عنوان جوانی جاذبہ الہی در رسید بیکبار دل از یار و دیار برکنندہ متوجہ حرمین محترمین گشت۔ مدتے مدید بآں مقامات شریفہ اقامت و در زیدہ باقطاب زماں داو لیاے کبار صحبتہا داشتہ بود اے ارجمند و رخصت ارشاد طالبان اختصاص یافت۔ و علاوہ آن تکمیل فن حدیث نمودہ بابرکات فراواں بوطن مالوف مراجعت فرمود۔ و مدت پنجاہ و دو سال بحسبیت ظاہر و باطن مکن یافتہ تکمیل فرزند ان و طالبان بجا آورد۔ و بشر علوم سیما علم شریف حدیث پرداختہ بنہیکہ در دیار عجم اعدے را از علمائے متقدمین و متاخرین دست ندادہ است۔ ممتاز و مستثنی اگر وید۔ و در فنون علمیہ حافظہ فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چنانکہ علمائے زماں اعتنا بآں در زیدہ دستور العمل خود دارند۔ و اہل دانش از خواص و علوم بجاں خریداری می نمایند۔ تصانیف ایں فیاض والا اگر از صغیر و کبیر بعد مجلد و بحسب شمار ایات بیانصد ہزار

رسیداست۔

در محرم ۱۰۵۸ھ این فراقم پر تو ظهور بعالم غفری داد۔ و در ۱۰۵۲ھ تمام آگہی و کشادہ پیشانی بعالم قدس خوامید۔

تاریخ ولادت شیخ اولیا (۹۵۸ھ) و تاریخ رحلت فخر عالم است " (۱۰۵۲ھ)

روح مزار کی یہ عبارت اس قدر جامع اور مکمل ہے کہ بہت سے مصنفین نے شیخ محدث کے حالات میں صرف اسی کو نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ مولوی انوار الحق نے اس عبارت کو کتاب المکاتیب و الرسائل کے ساتھ طبع کر دیا ہے۔
مرآة الحقائق میں مقبرہ کے متعلق لکھا ہے۔

ایسا سننا ہے کہ نواب مہابت خاں سپہ سالار عہد شاہجہاں نے حضرت کی حیات میں کنارہ حوض شمسی پر بنوایا تھا۔ نواب مدوح کو حضرت سے عقیدت مفراط تھی۔ ہماری مہتمم نے حضرت شیخ سے جب اطلاع کی کہ حضرت مقبرہ تیار ہے۔ فرمایا کہ ہم بھی تیار ہیں۔

سر سید نے آثار الصنادید میں لکھا ہے کہ یہ مقبرہ وفات کے بعد تیار ہوا۔ میرے خیال میں سر سید کی رائے صحیح ہے۔ مہابت خاں کا انتقال شیخ محدث کے وصال سے آٹھ سال قبل ہو گیا تھا۔

شیخ محدث کا مکان مدرسہ اور کتب خانہ

دہلی دروازہ سے آگے، باغ مہدیاں کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مکان، خانقاہ اور مسجد واقع تھی، خانقاہ کی طرف خود انہوں نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس طرح اشارہ کیا ہے:-

تَعْرِفِي الْخَانَقَاهُ الْقَادِرِي وَ هَذَا الْفَقِيرُ بِخِدْمَتِهِ وَيَكُنْسُهُ وَيُوقِدُ سِرَاجَهُ كَانَتْ تَعْرِفِي مَجْلِسٍ وَاحِدًا۔

یہ کتاب خانقاہ قادریہ میں ختم ہوئی جس کی خدمت یہ فقیر کرتا ہے اور اس میں جھارو دیتا ہے اور وہاں کا چراغ روشن کرتا ہے۔ گویا کہ یہ کتاب ایک جلسہ میں تمام ہوئی۔

شیخ کی خانقاہ کا کچھ حصہ انیسویں صدی کے آخر تک موجود تھا۔ منشی برکت علی حقی مصنف مرآة الحقائق نے اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد کی اس زمانہ میں مرمت کرائی گئی تھی۔

شیخ محدث کے مکانات کی زمین کی پیمائش ان کے خاندان کے لوگوں نے کرائی تھی۔ کل رقبہ چھ بیگہ اور چند

سہ مرآة الحقائق۔ ص ۹۲

بسوہ تھا۔ شیخ کے خاندان کے لوگ ہی اس پر قابض تھے۔

شیخ محدث نے جس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی اور جس کی نسبت اخبار الاخبار میں لکھا ہے :-

”ہر روز باوجود غلبہ برودت ہوائے زمستان و شدت حرارت تابستان دوبارہ مدرسہ دہلی کہ از منزل بابتدویں داشتہ باشد، میل میگردیم سو مدتے بیشتر از وقت صبح بمدرسہ می رسیدیم و در سایہ چراغ جزوی کشیدیم“
پرانے قلعہ کے قریب واقع تھا۔ مراۃ الحقائق میں اس کے متعلق لکھا ہے :-

”یہ مدرسہ بھارت پختہ دو منزلہ مع مسجد مقابل قلعہ کہنہ لب سڑک دہلی و اگرہ واقع ہے یعنی دروازہ قلعہ کا بجانب غرب ہے اور اس مدرسہ کا سمت شرق ہے۔ یہ مکان مدرسہ اب تک اپنی ہیئت پر بدستور قائم ہے سانے دروازہ سے مسجد اس کی نظر آتی ہے اور گرد و محن کے ہر چہار طرف مکانات بنے ہوئے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تر پتہ یہ ہے کہ سمت دکھن جو دیوار مکانات بالائی کی ہے، اس میں چند دروازے باہر کی طرف ہیں کہ منجملہ ان کے کوئی دروازہ پتھر اور چوڑے سے مسدود شدہ ہے اور کوئی بدستور کشادہ ہے کہ یہ ہیئت پول سے جانے والوں کو دور سے دکھائی دیتی ہے اور جانب شمال متصل اس مدرسہ کے ایک ایسا ہی مکان عظیم الشان اسی زمانہ کا بنا ہوا ہے اور اس کے دروازہ صدر پر سنگِ مرخ لگا ہوا ہے۔“

ایک ایسے دور میں جبکہ کتب خانے وجود میں نہیں آئے تھے ہر تصنیفی کام کرنے والے کے لیے ناگزیر تھا کہ وہ ایک ذاتی کتب خانہ جمع کرے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر کر دیا۔ اس نصف صدی میں انہوں نے عرب و عجم کے علمی نوادر اپنے کتب خانہ میں سمیٹ لیے تھے اکی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر فن پر ان کے پاس معیاری کتابوں کا ایجا ذخیرہ تھا۔ شرح سفر السعادت لکھنے بیٹھے تو حدیث تفسیر و فقہ کی کتابوں کا ڈھیر سامنے تھا۔ اخبار الاخبار مرتب کرنے لگے تو اسلامی ہند کا سارا مذہبی و تاریخی پیش نظر تھا۔ حجاز میں قیام کے دوران میں انہوں نے کثیر تعداد میں کتابیں حاصل کی تھیں۔ اس طرح ان کا کتب خانہ ہندوستان کے نہایت ہی بیش قیمت علمی ذخیروں میں تھا۔ شیخ محدث کا یہ کتب خانہ ان کے وصال کے بعد عرصہ تک صحیح حالت میں رہا۔ ان کے فرزند شیخ نورالحق اور پھر ان کی اولاد علمی ذوق رکھتی تھی۔ اس طرح اس کتب خانہ کی نگرانی اور نگہداشت ہوتی رہی اٹھارہویں صدی میں جب دہلی کی سیاسی فضا بدلی اور مرہٹوں، سکھوں اور جاٹوں نے مسلسل ہنگامہ آرائی پر

کمر باندھ لی تو معنوی دولت کے یہ خزانے بھی دست برد نہ آنے سے محفوظ نہ رہ سکے شیخ محدث کی روح ان ہنگاموں کو دیکھ رہی تھی اور جس کتب خانہ کو نصف صدی کی جگر سوزی کے بعد جمع کیا تھا اس کی تباہی کو دیکھ کر بے اختیار زبان حال سے کہہ رہی تھی :-

اس دور میں ہر اک تیر چرخ کمن مٹا
اوروں کا زر ٹامرا نقد سخن مٹا

شیخ نور الحق کے پوتے شیخ الاسلام شرح بخاری کی دوسری جلد کے خاتمہ پر شیخ محدث کے کتب خانہ کی بربادی کا حال اس طرح لکھتے ہیں :-

”تمام شد..... در ہنگام تشتت بال و پریشانی حال از سبب وفات خانہ در حملہ شہر کمنہ دہلی کہ باستیلاء کفار عتاة باتفاق طغاة و لمغاة واقع شد و ذہاب کتب خانہ قدیمہ و جدیدہ کہ بسیار ازاں دریں دیار کمیاب بود و بعضے ازاں بہ تصحیح و تحشیہ و تدلیس شیخ المحدثین شیخ اجل محقق دہلوی بود رحمۃ اللہ علیہ..... نمازد خانہ مگر چند کتب در گوشائے شکستہ افتادہ“

تصانیف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے پورا نوے سال کی عمر پائی۔ اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا۔ جس جوش و خروش سے انہوں نے جوانی میں کام شروع کیا تھا۔ اسی جذبے اور محنت کے ساتھ آخر عمر تک انجام دیتے رہے عبد الحمید لاہوری کا بیان ہے :-

”باتکمہ عقود زندگیش تبسین پیوستہ است از سلامت قوی بالذرع طاعات و ریاضات و تعلیم و تالیف و

تصحیح بیان پیام شباب می پرورده“

ان کی تصانیف کی تعداد عبد الحمید لاہوری، محمد صلح کنوہ اور خانی خان نے سو یا سو سے کچھ زیادہ بتائی ہے۔ اس

۱۔ بادشاہ نامہ حصہ دوم۔ ص ۲۴۱-۲۴۲۔

۲۔ اور فنون دانش یک ضد و کسری، تصانیف مختصر و مطولہ دارو۔ بادشاہ نامہ

۳۔ ایک جلد و چند کتاب از تصانیف مختصر و مطولہ بر مغلہ روزگار گذارشتہ۔ شاہجہان نامہ جلد ۳ ص ۲۸۴

۴۔ صد کتاب از ہمہ علوم، عقلی و نقلی تالیف فرمودہ۔ منتخب اللباب جلد ۱ ص ۲۴۰

اندازہ میں مورخین نے غلطی کی ہے۔ انہوں نے وہ مضامین و رسائل بھی علیحدہ کتاب تصور کر لیے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی کتاب کا جزو ہیں۔

شیخ محدث نے اپنی تصانیف کی فہرست خود ایک رسالہ میں جس کا نام تالیف قلب الالیف بذکر فرس التوالیف ہے، دی ہے۔ یہ فہرست جس وقت مرتب کی گئی تھی۔ اس وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا۔ چنانچہ اسی فہرست کے اختتام پر فرماتے ہیں۔

”ہنوز سلسلہ سخن دراز است و در فیض الہی باز تا بجا رسد و بجا رسد“

اس فہرست میں ۴۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں ایک کتاب یعنی المکاتیب و الرسائل میں ۲۸ رسائل شامل ہیں۔ اگر اس میں سے ہر رسالہ کو الگ تصنیف مانا جائے (جیسا کہ عبد الحمید لاہوری اور محمد صالح کینوہ نے کیا ہے) تو تصانیف کی تعداد ۱۱۶ ہو جاتی ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان رسائل کو ایک ہی کتاب سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ خود شیخ نے بھی ہدایت فرمائی ہے۔

”ایں ہمہ را یک صحیفہ سازند و در یک جلد شیرازہ بہ بندو“

فرس التوالیف کو مرتب کرنے کے بعد شیخ محدث نے گیارہ کتابیں اور تصنیف فرمائی تھیں۔ اس طرح ان کی کل تصانیف کی تعداد ساٹھ ہوتی ہے۔ ان تصانیف کے موضوع مختلف ہیں، لیکن مقصد ایک ہے۔ مصلحت دید من آئست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و سر طرہ یارے گیرند

جیسا کہ خود انہوں نے کتاب الرسائل میں کہل ہے وہ اس بات پر مامور تھے کہ سوائے سنت و شریعت کے کسی موضوع پر گفت گو نہ کریں، چنانچہ ان کی تمام ادبی کاوشوں کا مرکز و محور شریعت و سنت ہی ہے۔ شیخ محدث کی تصانیف فن و موضوع کے اعتبار سے مندرجہ ذیل عنوانات کے ماتحت آتی ہیں۔

(۱) تفسیر	(۲) تجوید	(۳) حدیث
(۴) عقائد	(۵) فقہ	(۶) تصوف
(۷) اخلاق	(۸) اعمال	(۹) فلسفہ و منطق
(۱۰) تاریخ	(۱۱) سیر	(۱۲) نحو
(۱۳) ذاتی حالات	(۱۴) خطبات	(۱۵) مکاتیب

جب اس چنیر پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار
نہایت اعلیٰ ہے تو شیخ محدث کے علمی تجربہ کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ
یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کب می نگری انجمنے ساختہ اند

حدیث

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی علمی خدمات کا خاص پہلو علم الحدیث کی ترویج و اشاعت سے متعلق ہے۔
اس ضمن میں ان کی بیش بہا خدمات پر پھر کسی وقت بحث کی جائے گی۔ یہاں صرف ان تصانیف کا ذکر مقصود ہے
حدیث اور علم حدیث پر شیخ محدث کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں ۱۔

- ۱۔ اشعة اللمعات فی شرح مشکوٰۃ -
- ۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح -
- ۳۔ ترجمۃ الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک والاسلاطین -
- ۴۔ جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ -
- ۵۔ جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین -
- ۶۔ رسالہ اقسام الحدیث -
- ۷۔ رسالہ شب بکرات -
- ۸۔ ماثبت بالسنة فی ایام السنة -
- ۹۔ الاکمال فی اسماء الرجال -
- ۱۰۔ شرح سفر السعادت -
- ۱۱۔ اسماء الرجال والروايات المذکورین فی کتاب مشکوٰۃ -
- ۱۲۔ تحقیق الاشارة فی تسمیو البشارة -
- ۱۳۔ ترجمہ مکتوب النبی الاہل فی تفریة ولدا معاذ بن جبل -

اشعة اللغات في شرح المشكوة

فارسی زبان میں مشکوة کی نہایت جامع اور مکمل شرح ہے۔ شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۹۰۹ء مطابق ۱۲۸۱ھ میں دہلی میں شروع کیا تھا۔ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء میں چھ سال کی محنت کے بعد مکمل کیا۔ کتاب کے خاتمہ پر لکھتے ہیں:-

قال مؤلف الكتاب شكر الله سعيه واتو عليه نعمة وقع الفراغ من جمع الاحاديث النبوية صلى الله عليه وآله وسلم اخر يوم الجمعة من رمضان عند روية هلال شوال، سنة سبع وثلاثين وسبع مائة بحمد الله وحسن توفيقه۔

مشکوة کی شرح کھنے کا خیال جن حالات میں پیدا ہوا اس کے متعلق خود فرماتے ہیں۔ بعد از رجوع از حرمین شریفین زادہما اللہ تشریفاً و تعظیماً و حصول اجازت روایت حدیث از مشائخ آل دیار شریف چوں توفیق و تائید الہی تعالیٰ و شگیری کرد و در خدمت ایں علم شریف در مقام استقامت بنشاند خواست کہ کتاب مشکوة المصابیح را کہ دریں روزگار بہت تداول و اشتہار موسوم است شرح کند و از فوائد آنچہ کہ در کتب قوم دیدہ از مشائخ وقت شنیدہ یا بنحاطر فاتر وے رسیدہ بطالبان برساند۔ ۱۷

اشعة اللغات کی تکمیل میں حضرت شاہ ابوالمعالی کے تقاضوں اور دعاؤں کو بھی بڑا دخل تھا۔ ایک مرتبہ شیخ محدث لاہور تشریف لے گئے تو فرمایا۔

”شرح مشکوة را تمام کنید۔ ان شاء اللہ کتاب بے شود کہ اہل عالم ہمہ ازاں مستفید شوند۔“ ۱۸

شاہ صاحب نے ساتھ ہی ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ شرح میں موقع کی مناسبت سے جگہ جگہ اشعار بھی لکھے جائیں جیسا کہ ملا حسین نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ شیخ محدث نے عرض کیا کہ دوسروں کے اشعار ان کو یاد نہیں ہیں۔ فرمایا۔

”شمار حاجت بتیائے مروم نیست۔ آنچه شمارا باید از شمار اند، شمارا در هیچ چیز بر هیچ کس احتیاج نخواہد بود ہمہ چیز حاصل است، ان شاء اللہ تعالیٰ۔“ ۱۹

۱۷ اس عبارت میں کتاب کی تکمیل کا سنہ ۱۲۸۵ء درج ہے جو ظاہر ہے کسی طرح درست نہیں۔ پس یہ طباعت کی کھلی ہوئی غلطی ہے۔ ”صح“

۱۸ اشعة اللغات۔ جلد چہارم۔ ص ۶۳

۱۹ کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶

۲۰ کتاب المکاتیب والرسائل ص ۳۰۶ - ۳۰۷

اشعة اللغات، چار جلدوں پر مشتمل ہے اور مطبع نول کشور سے شائع ہو چکی ہے۔ ان چار جلدوں میں مضامین کی ترتیب یہ ہے۔ پہلی جلد میں علم حدیث و محدثین پر اثنائیس صفحات کا ایک مقدمہ ہے جس میں علم حدیث اور اقسام حدیث پر نہایت عالمانہ اور بصیرت افروز انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے اور امام بخاری، امام مسلم، امام مالک، امام شافعی، امام حنبل، امام ابو داؤد سجستانی، امام ترمذی، امام نسائی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، بیہقی، زرین، نووی، ابن جوزی کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو علیحدہ بھی شائع کیا گیا۔ ۱۔
اس مقدمہ کے علاوہ پہلی جلد میں مشکوٰۃ کی مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کا ترجمہ ہے :-

- | | | |
|-----------------|-----------------|-----------------|
| ۱۔ کتاب الایمان | ۲۔ کتاب العلم | ۳۔ کتاب الطہارت |
| ۴۔ کتاب الصلوٰۃ | ۵۔ کتاب الجنائز | |

دوسری جلد میں چھ کتابیں ہیں :-

- | | | |
|-----------------|---------------------------|----------------------|
| ۱۔ کتاب الزکوٰۃ | ۲۔ کتاب الصوم | ۳۔ کتاب فضائل القرآن |
| ۴۔ کتاب الدعوات | ۵۔ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ | ۶۔ کتاب المناسک |

تیسری جلد میں مندرجہ ذیل نو کتابیں ہیں :-

- | | | |
|------------------------|----------------|------------------------|
| ۱۔ کتاب البیوع | ۲۔ کتاب العتق | ۳۔ کتاب الحدود |
| ۴۔ کتاب الامارت والقضا | ۵۔ کتاب الجہاد | ۶۔ کتاب الصيد والذبايح |
| ۷۔ کتاب الاطعمہ | ۸۔ کتاب اللباس | ۹۔ کتاب الطب والرقي |

چوتھی جلد میں دو کتابیں ہیں :-

- | | |
|----------------|---------------|
| ۱۔ کتاب الآداب | ۲۔ کتاب القتن |
|----------------|---------------|

چاروں جلدیں ۲۶۵۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ان ڈھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے مشکوٰۃ کی شرح کا حق پوری طرح ادا کر دیا ہے۔

اشعة اللغات کے قلمی نسخے حبیب گنج (علی گڑھ)۔ اسلام آباد کالج پشاور۔ ایشیاٹک سوسائٹی

۱۔ ۱۳۰۵ھ میں مطبع اعظم جون پور سے شائع ہوا۔

۲۔ "مقالات شروانی" ص ۲۴۵ - ۲۴۷ - نیز رسالہ "معارف" اکتوبر ۱۹۲۳ء ص ۲۷۷ -

۳۔ نمبر ۲۱۵ -

کلکتہ، برٹش میوزیم، بانکی پور، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور دیگر کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان سب نسخوں میں حبیب گنج کا نسخہ سب سے زیادہ قدیم اور قابل قدر ہے۔ اس کے خاتمہ پر مصنف کے دست مبارک کی یہ عبارت ہے۔

”تمام شد تسوید این کتاب عشیہ یوم الاربعاء بیست و چہارم ربیع الآخر سنہ ہزار و بیست و پنج از ہجرت سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین و بود ابتداء تالیف نیز و ہم ذی الحج سنہ یک ہزار و نوزدہ و بہ تحقیق در آمد در میان مشاغل دیگر از تالیفات دیگر کہ مجموع سہ سال و کسرے باشد و تمام شد در خانقاہ قادریہ در وہلی کہ ایں بندہ خدمت میکند اور اوجاروب (می کشد) می افزود و چراغ آن را و بود ابتداء ختم در یک مکان گویا در مجلس واحد تمام شد مقصود بیان توفیق الہی است سبحانہ و اعطائے دے استقامت مرا و تخصیص دے تعالیٰ بندہ مسکین را بسلامت و عافیت و الحمد للہ۔ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً حررت بندہ الاسطر علی ید مولفہ الفقیر الحقیر عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی البخاری۔ منوہ یوم الجمعہ ۱۰۷۹ ھ الف و تسع و اربعین و آخر دعوائی ان الحمد للہ رب العالمین۔“

اس عبارت کی تحریر کے وقت شیخ محدث کاسن شریف اکیانوے برس کا تھا مگر بقول نواب حبیب الرحمن خاں صاحب مرحوم ”خط میں ہاتھ کی کمزوری یا نگاہ کے ضعف کا بال برابر اثر نہیں ہے“ قائمہ کتاب پر لکھا ہے۔ ”ترجمہ مشکوٰۃ شریف تصنیف حضرت شیخ عبد الحق قدس سرہ کہ در قائمہ کتاب دستخط حضرت شیخ درج است بہ ہدیہ یک ہزار و دو صد روپیہ گرفتہ“

۵۱ نمبر ۱۱۹۳-۱۱۹۴

۵۲ بحان الشریکیشن ۲۹۴، ۲ و ۲۹۴، ۲ و ۲۹۴، ۲ شیفۃ کلکیشن ۱۸

۵۳ اسی زمانہ میں شرح فتوح الغیب اور دیگر رسائل کی تکمیل ہوئی۔

۵۴ کہ مقالات شروانی ص ۲۷۶

یہ عبارت بھی کافی قدیم ہے۔ اس سے اس زمانہ میں شیخ محدث کی تصانیف کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حبیب گنج کے نسخہ کے بعد ایشیاٹک سوسائٹی اور اسلامیہ کالج کے نسخے بہت قابل قدر ہیں۔ دونوں کا سنہ کتابت ۱۰۹۵ھ ہے یعنی مصنف کے تینتالیس سال بعد۔

لَمَعَاتُ التَّنْقِيحِ فِي شَرْحِ مُشْكَوَاتِ الْمَصَالِحِ

عربی زبان میں مشکوٰۃ کی شرح ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ فہرست التوالیف میں شیخ محدث نے سرفہرست اسی کا ذکر کیا ہے۔ شیخ محدث جب اشعة اللمعات کی تصنیف میں مصروف تھے تو بعض مضامین ایسے پیش آئے جن کی تشریح کو فارسی میں مناسب نہ سمجھا۔ فارسی عوام کی زبان بھٹی۔ بعض مباحث میں عوام کو شریک کرنا مصلحت کے خلاف تھا لہذا جواباتیں فارسی میں قلم انداز کر دی تھیں وہ عربی میں بیان کریں۔ فرماتے ہیں:-

سور اثنائے مطالعہ آن سخاں روئے نمود کہ درج آن در شرح فارسی مناسب نباشد و از دست دادن آن سخاں رانیز گنجائش ندید۔ پس در شرح آن بلسان نیز شروع نمود تا چند گاہ ہر دو شرح فارسی و عربی معاً تسوید یافت ، آخر چنان گشت کہ عربی چوں اسپ تازی میفررفت و تمام شد و فارسی در نیمہ راہ ماند چو امر از نظر ثانی براں مقید شد تبیض نمود و زمانے مدید براں گشت و مسودہ فارسی حکم نیامی گرفت باز امر شد کہ فارسی نیز تمام گردد۔ ۱۰۲۵ھ رجب ۲۴۔

لمعات میں لغوی و نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو نہایت عمدگی سے حل کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں احادیث سے فقہ حنفی کی تطبیق نہایت کامیابی کے ساتھ کی گئی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ اس شرح کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ حضرت امام شافعی اصحاب الرائے ہیں سے ہیں اور حضرت امام اعظم اصحاب ظواہر ہیں سے۔ لمعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ یہ لمعات التنیقح۔ اس کے قلمی نسخے بانکی پور۔ رامپور۔ چیدر آباد۔ ایشیاٹک سوسائٹی۔ دہلی اور علی گڑھ

۱۔ اشعة اللمعات ج ۱ ص ۱۔ ۲۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے مشکوٰۃ کے ساتھ شائع کیا اور ترجمے شیخ الہی بخش بہاری اور خواجہ محمد علی فاضل سہارنپوری کے تھے۔ ۳۔ نسخہ نمبر ۱۰۱۔ ۴۔ فہرست کتب خانہ آصفیہ۔ نسخہ نمبر ۶۶۴۔ ۵۔ نسخہ نمبر ۸۹۵ (فہرست مرتبہ مرزا انور علی)

۶۔ نسخہ نمبر ۱۰۱۔

۷۔ سبحان اللہ کلکشن ۲۹۷۱۲ / ۱۹

کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

عقائد

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۵۲/۷۹۵۸) کی شخصیت اپنے علم و عرفان اور عظیم تجدیدی کارناموں اور تصنیفی خدمات کے باعث بڑی ہی بزرگ اور بلند بالا ہے۔ ان کی حیات و خدمات پر کسی کتاب میں لکھی گئی ہیں مگر ان کی سوانحیات میں ان کے عقائد و نظریات پر سیر حاصل گفتگو نہیں ملتی حالانکہ کسی بھی شخصیت کا مکمل تعارف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ اس کے نظریات و معتقدات کی بھی واضح نشاندہی کر دی جائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا فکری و اعتقادی موقف ان کی گراں قدر تصنیفات سے بخوبی واضح ہے آپ نے خاص بیان عقائد میں تکمیل الایمان و تقویۃ الایمان نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ دور اکبری کے فتن ماحول میں شیخ رحمۃ اللہ نے اہل اسلام کو عقائد حقہ کی روشنی دکھا کر ان کے اثبات و استقلال کا سامان فراہم کیا اور ہر اس نظریے اور عقیدے کی سچائی کی جو اسلام و ایمان کی روح سے متصادم ہو۔ ذیل کے چند صفحات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ کی تصنیفات سے ان کے عقاید و نظریات کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے جس سے واضح ہو گا کہ حضرت شیخ نے عقائد اہل سنت کی پوری پوری ترجمانی کی ہے۔ ان کی روشنی میں وہ لوگ اپنے افکار و نظریات کا منصفانہ جائزہ لیں جو حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنا پیشوا و مقتدا بنانے کے باوجود قدم قدم پر عقیدۃ ان سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔

علم غیب اور علم ماکان و مایکون

حدیث پاک فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی شرح فرماتے ہوئے اشعۃ اللمعات میں رقمطراز ہیں۔

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی و کلی علوم حضور کو حاصل ہو گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمایا۔

پس دانستم ہر چیز در آسمانہا و ہر چیز در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و احاطہ آں۔

اسی حدیث کی شرح کے اخیر میں فرمایا۔

تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم اور عالم کے تمام حقائق کو جانا۔

پس ازاں دانست عالم را و حقائق آن را۔
(ص ۳۳۳ ج ۱۔ نزک شوری)

اشعة اللغات میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:-
یعنی احوال مبداء و معاد از اول تا آخر ہر را بیان
کرد (ج ۴ ص ۴۴۴)

یعنی ابتداءئے آفرینش اور آخرت کے حالات اول
سے آخر تک تمام بیان کر دیے۔

حدیث حذیفہ فاخبرنا بما ہو کائن الی یوم القيمة کی شرح میں فرماتے ہیں:-

تو حضور نے یہیں ہر اس چیز کی خبر دی جو قیامت تک
پیدا ہونے والی ہے جو حادث و واقعات، عجائب و
غرائب سب بتا دیے۔

پس خبر داد ما را بچیزیکہ پیدا شوندہ است از
حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت
اشعة اللغات ج ۴ ص ۵۹

مدارج النبوة شریف جلد اول کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے
ہیں۔ انہوں نے خدائے پاک کی شان میں اس کے
احکام، حق تعالیٰ کے صفات اور افعال سارے ظاہری
باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمایا ہے اور
فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ کے مصداق ہو گئے ہیں
علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وہو بکل شیء علیہ و دے صلی اللہ علیہ وسلم
و انا است برہم چیز از شیونات الہی و احکام و
صفات حق و اسماء و افعال و آثار و جمیع علوم ظاہر و
باطن و مصداق و فوق کل ذی علم علیم شدہ ،
عَلَيْهِ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ الْحَيَّاتِ
اَتْمَرُهَا وَ اَكْمَلُهَا۔

اسی مدارج النبوة باب پنجم در ذکر فضائل آنحضرت میں ارقام فرماتے ہیں:-

زمانہ آدم سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں ہے سب
حضور علیہ السلام پر ظاہر فرمادیلے تاکہ اول سے آخر تک تمام
حالات آپ کو معلوم ہو جائیں اور حضور علیہ السلام نے بعض
حالات کی خبر اپنے صحابہ کو بھی دی۔

و ہرچہ در دنیا است از زمان آدم (علیہ السلام)
تا نغمہ اولی بروئے علیہ السلام منکشف ساختند
تا ہمہ احوال اور از اول تا آخر معلوم گردد، و یاران
خود را از بعضی احوال خبر داد۔

ان تمام عبارتوں سے عیاں ہے کہ علم غیب رسول التحیۃ و التناءد کے بارے میں شیخ کا یہی مسلک تھا کہ تمام
علوم اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھے اور از ابتدا تا قیام قیامت سارے جزئیات و کلیات کا

علم حضور کو عطا فرمایا گیا۔

ہم اسی کو جمیع مایکون و مایکون کے علم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اختیار و تصرف

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت شیخ مدارج النبوة میں

رقطرانہ ہیں :-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں دی گئیں اور
خزانے ان کے سپرد کر دیے گئے اس کا ظاہر تو یہ ہے
کہ شاہان فارس و روم کے سارے خزانے صحابہ
کے ہاتھ میں آئے اور باطن یہ ہے کہ اجناس عالم کے
خزانے مراد ہیں کہ سب کے رزق انکے دست قدرت
و اختیار میں دے دیے گئے اور انہیں ظاہر و باطن سب
کی تربیت کی قوت حاصل تھی۔

دازاں جملہ آلت کہ دادہ شدہ آل حضرت را
صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح خزان و سپردہ شد بوی
و ظاہر نش آلت کہ خزان ملوک فارس و روم ہمہ
بدست صحابہ اقتادہ و باطنش آل کہ مراد خزان
اجناس عالم است کہ رزق ہمہ در کف اقتدار
دے سپرد، و قوت تربیت ظاہر و باطن ہمہ بوی
(مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۱)

صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ اور معجم کبیر، طبرانی کی حدیث جس میں ہے کہ حضرت ربیعہ بن
کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور نے فرمایا اسل نامک اور حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ حضور سے سوال
کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا کچھ اور؟ حضرت ربیعہ نے عرض کیا۔ میری مراد
توصیف ہی ہے اس کی شرح میں شیخ رقطرانہ ہیں :-

سوال کو مطلق فرمانے سے کہ فرمایا نامک کو کسی خاص
چیز سے مقید نہ فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ سارا معاملہ
حضور ہی کے کرمانہ ہاتھوں میں ہے جو چاہیں جس کو
چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں۔ کیوں کہ
دنیا اور اس کی شادابی آپ ہی کی سخاوت سے ہے
اور لوح و قلم آپ کے علوم کا ایک حصہ ہے اگر دنیا و

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ تخصیص نہ کرو مطلوب
بے خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و
کرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہر چہ
خواہد ہر کہ خواہد باذن پروردگار خود بدید۔
فان من جودك الدنيا وضرتها ومن
علومك علم اللوح والقلم اگر خیریت

دنیا و عقبی آسوداری بدرگاہش بیاد ہرچہ می خواہی
آخرت کی خیر چاہتے ہو تو ان کے آستین پر آؤ
تتا کن۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶)
اور جو چاہو مانگ لو۔

احکام شرعیہ حضور کے اختیار میں ہیں جس کے لیے جو حکم چاہیں جاری کر دیں۔ اس بارے میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:-

وازاں جملہ آست کہ آنحضرت تخصیص می کرد ہر
کہ ابہرچہ می خواست از احکام این جاد و قول است
یکے آنکہ احکام مفوض بود بولے صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بہرچہ خواہد حکم کند۔ دوم آنکہ بہر حکمے وحی خدای
شد چنانکہ تخصیص کرد خزمیر بن ثابت را بالکشمات
وے حکم دو شہادت دارد۔
(مدارج النبوة جلد ۱)
دوسری جگہ فرماتے ہیں:-
و شائع رامی رسد کہ تخصیص کند ہر کہ خواہد بہرچہ
خواہد۔ (مدارج النبوة جلد ۱ ص ۱۵۴)
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کلی سے متعلق شیخ کی وہ عبارت بہت جامع ہے جو شرح مشکوٰۃ شریف میں تحریر فرماتے ہیں:-

و ملک و ملکوت جن والن و تمامہ موالم بتقدیر و تصرف
الہی عزوجل و محیطہ قدرت و تصرف وے بود صلی اللہ
علیہ وسلم (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۳۴ مطبع کلکتہ)
جن والن کے تمام ملک و حکومت اور سارے
جہان خداوند قدوس کی عطا سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی قدرت و تصرف میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اختیارات اور بے پائے الٰہی سائے جہان ان کے زیر
نگین ہونے کے بارے میں شیخ کی متذکرہ بالا عبارتیں اتنی نمایاں اور روشن ہیں کہ مزید کسی وضاحت
کی کوئی حاجت ہی نہیں۔

حضور کا حاضر و ناظر ہونا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کاروبار عالم پر ہمہ وقت ناظر و ناخبر ہیں اور ان کو یہ قوت حاصل ہے کہ قبر شریف سے تعلق رکھتے ہوئے جہاں چاہیں تشریف اتر سکتے ہیں۔ اس نظریہ پر شیخ کی تحریریں ملاحظہ فرمائیں :-

مدارج النبوة جلد دوم قسم چہارم وصل حیات انبیاء میں رقمطراز ہیں :-

اگر بعد ازاں گوئید کہ حق تعالیٰ اسجد شریف را حلتے و قدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشد۔ خواہ بعینہ، خواہ بمثال، خواہ بر آسمان خواہ بر زمین، خواہ در قبر یا غیر وے۔ صورتے دار و ر باد و نسبت خاص بقبر در ہمہ حال، (ج ۲ صفحہ ۱۷۵)

اس کے بعد اگر کہیں کہ رب تعالیٰ نے حضور کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں، خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر، خواہ قبر میں یا اور کہیں، تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں :-

وے علیہ السلام بر احوال و اعمال امت مطلع است بر مقربان و خاصان در گاہ خود مفیض و حاضر و ناظر است۔

مدارج النبوة میں فرماتے ہیں :-

ذکر کن اورا، و در و دیقہ رست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر، گویا حاضر است، پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اور امتاد بجلال و کتیم و ہیبت و حیاء بدانکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا، زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الیہ، ویکے از صفات الہی آں است کہ انا جلیس من ذکر فی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا در خاصان و مقربان اور حالت ذکر میں ایسے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام صفات الہی اور تم ان کو دیکھتے ہو ادب و جلال اور تقظیم و ہیبت و حسیا سے رہو اور جانو کہ حضور علیہ السلام تمہیں دیکھتے اور تمہارے کلام کو سنتے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام صفات الہی سے موصوف ہیں اور اللہ کی ایک صفت یہ ہے کہ میں اپنے ذاکر کا ہم نشین ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ۔

و بعضے از عسرها گفته اند کہ ایں خطاب بہمت
سریانِ حقیقت محمدیہ است در ذراتِ موجودات
و اسرارِ ممکنات، پس آنحضرت در ذوات
مصلیان موجود و حاضر است، پس مصلی را باید
کہ ازیں معنی آگاہ باشد۔ و ازیں شہود غافل
نبود، تا با توارقرب و اسرار معرفت بتنور و قافز
گردد۔

و اشعة اللغات جلد ۱ ص ۱۰۱

اور بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات
میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا
النَّبِیُّ کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت
محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد میں
سرائیت کیے ہوئے ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ تو چاہیے کہ
نمازی اس نکتے سے باخبر اور آگاہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور
معرفت کے اسرار سے فیضیاب ہو۔

یہ عمارتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر، احوال عالم سے باخبر اور قبر سے نسبت باقی رکھتے
ہوئے ہر جگہ تشریف ارزاں ہونے کے بارے میں شیخ کا سخت اور مستحکم فکری موقف نمایاں طور
پر بتا رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے اہل سنت کی وہی مراد ہے جو شیخ کی
توضیحات سے ظاہر ہے۔

حیاتِ انبیاء و اولیاء

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات و زندگی کا ثبوت علماء
امت کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں
اس لیے کہ انبیاء کی زندگی شہداء اور مجاہدین کی زندگی
سے زیادہ کامل اور قوی ہے۔ ان کی زندگی تو معنوی
اور اخروی ہے مگر انبیاء کی زندگی حسی اور دنیاوی
زندگی ہے۔ اس بارے میں احادیث و آثار
دارد ہیں۔

بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین
متفق علیہ است میان علمائے دینی کس را اختلاف
نیست در آن کہ آن کامل تر و قوی تر از وجود حیات
شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آن معنوی
اخری است و حیاتِ انبیاء حیات حسی دنیاوی
است و احادیث و آثار در آن واقع شدہ۔

(مدارج النبوة ج ۲ ص ۴۷۷)

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:-

اولیٰ خذ النفل کردہ شدند ازین دارفانی بہ
دار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق
اند و خوش حال اند و مردم را ازاں شعور نیست
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۲۶۲)

اپنے رسالہ میں رقمطراز ہیں:-

باچندین اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علماء
امت است یک کس را درین مسئلہ خلافت
نیست کہ آنحضرت علیہ السلام بحقیقت حیات
بے ثائبہ مجاز و توہم تاویل، دائم و باقی است
و بر اعمال امت حاضر و ناظر است و طالبان
حقیقت و متوجہاں آنحضرت را فیض و مربی
است۔ (سلوک اقرب السبل بالتوحید الی
سید الرسل بر ما مش اخبار الانبیاء ص ۱۵۵)

حنوز غوث اعظم کی تصنیف فتوح الغیب کی شرح میں فرماتے ہیں:-

امام انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی
و باقی و متصرف اند و دنیا سمن نیست۔
(شرح فتوح الغیب ص ۳۳۳)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی دنیاوی
زندگی کے ساتھ زندہ باقی اور متصرف ہونے
میں کلام نہیں ہے۔

مردوں کا سننا، دیکھنا، اور اوراک کرنا:

حدیث شریف ”کسر عظم المیت لکسرہ حیا“ مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی
ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنی، کے تحت امام ابو عمر ابن عبد البر سے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں نقل
فرماتے ہیں:-

یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسے لازم ہے کہ مردہ کو ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت حاصل ہوتی ہے۔

تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ سارے مردوں کے لیے ادراک جیسے جاننا سنانا وغیرہ ثابت ہے۔

ایں جا استفاد می گردد کہ میت متالم می گردد تمام آن کہ متالم می گردد بدایں و لازم این است کہ متلذذ گردد و تمام آنچه متلذذ می شود بدایں زندہ (اشعۃ اللمعات)

جذب القلوب میں فرماتے ہیں:
تمام اہل سنت و جماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم و سماع و سائر اموات را۔
(ص ۲۰۲ نوکشور)

زیارت قبور

شیخ، اموات کے لیے علم و ادراک کے ساتھ زیارت قبور کے بھی قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔
زیارت گاہ ہے از جہت اولیٰ حق اہل قبور باشد،
در حدیث آمدہ مانوس ترین حالتی کہ میت را بود،
در وقتیست کہ یکے از آشنایاں اور زیارت
قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است
(جذب القلوب ص ۲۱۳)

دوسری جگہ علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں۔
معیان قبور سائر مومنین و ارواح ایشان نسبت
خاصہ است ممتزکہ بدن زائران را می شناسند
و سلام بر ایشان می کنند، بدلیل استحباب
زیارت در جمیع اوقات
(جذب القلوب ص ۲۱۶)

تمام مومنین کی قبروں اور ان کی روحوں کے درمیان ہمیشہ ایک خاص نسبت قائم رہتی ہے جس سے اپنے زیارت کرنے والوں کو پہچانتے اور انہیں سلام کرتے ہیں ہمیشہ یہ نسبت قائم رہنے کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

زیارتِ روضۃ النور

حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت علماء دین کے قولی اور عملی اجماع کی بنا پر سب سے افضل سنتیں اور سب سے مذکور مستحبات، سے ہے۔

زیارت حضرت سید مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم یا جماع علماء دین قولاً وفعلاً از افضل سنن وادک مستحبات است (جذب القلوب ص ۲۱)

سفر زیارت

رہا قبر شریف کی زیارت کے لیے سفر اور اس عظیم سعادت کے ارادہ حصول سے شدید حال توجیب زیارت کا افضل و مستحب ہونا ثابت ہو گیا، سفر کا جائز و مستحب ہونا بھی لازم آیا۔ اس لیے کہ زیارت کے دلائل عام ہیں۔ اور اس بات کا افادہ کر رہے ہیں کہ زیارت کے جواز و استحباب میں دور و نزدیک قرب و بعد سب برابر ہیں۔

و اما اختیار سفر از برائے زیارت قبر شریف و شد حال بقصد دریافت این سعادت عظمی ہر گاہ کہ استحباب فضیلت زیارت ثابت شد مشروعیت سفر و استحباب او نیز لازم آمد از جنت عموم دلائل و افادہ او استوائے قرب و بعد اوزاں۔
(جذب القلوب ص ۲۱)

توسل و استعانت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے۔

و توسل بوسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجب تقاضے حاجت و سبب نجاح مرام است۔
(جذب القلوب ص ۲۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے نبی کے اللہ ان انبیاء کے وسیلہ سے جو مجھ سے پہلے ہیں اس حدیث سے حیات اور بعد وفات دونوں حالتوں میں وسیلہ چاہنے کا ثواب ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام کی بہ نسبت زندگی میں اور دیگر انبیاء کی بہ نسبت بعد وفات۔ اور

و گفت آنحضرت بحق بنیک و الانبیاء الذین من قبلی دریں حدیث دلیل است بر توسل در ہر دو حالت نسبت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالت حیات و نسبت با انبیاء علیہم السلام بعد از وفات و چون توسل با انبیاء دیگر صلوات اللہ علیہم بعد از وفات

جائز است سید انبیاء بطریق اولی جائز باشد
بلکہ اگر بایں حدیث توسل باولیاء خدا نیز بعد از
وفات ایشان قیاس کنند دوزیست مگر آل کہ
وکیل بر تخصیص حضرت رسل صلوات الرحمن
علیہم اجمعین قائم شود، و ایں الدلیل؛
جذب القلوب ص ۲۲۱

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوسے حیات
استمداد کردہ می شود بوسے بعد از وفات۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ دیدم چہار کس راز مشائخ کہ
تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفائے شاہ در
حیات خود یا بیشتر شیخ معروف عبد القادر
جیلانی رضی اللہ عنہما و دو کس دیگر را از اولیاء
شمرہ و مقصود حصر نیست آنچه خود دیدہ و
یافتہ گفت است۔

سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعظم فقہاء و علماء
و مشائخ دیار مغرب است گفت۔ روزے شیخ

ابو العباس حضرمی از من پرسید۔ امداد حی قوی
است یا امداد میت قوی است من گفتم می گویند کہ

امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی
تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ دے در باطن است

دور حضرت اوست۔

اشعۃ اللمعات جلد ۱ باب زیارة القبور ص ۱۶۱، ۱۶۲

جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات توسل جائز
ہو تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد وفات توسل
بدرجہ اولی جائز ہوگا۔ بلکہ بعید نہیں اگر اس حدیث پر ادبیا
سے ان کی وفات کے بعد بھی وسیلہ چاہنے کو قیاس
کر لیں اس لیے کہ پیغمبران عظام علیہم السلام کی تخصیص
نہیں اگر دلیل تخصیص ہو تو البتہ مگر دلیل کہاں؟

حجۃ الاسلام امام غزالی کا فرمان ہے کہ جس سے زندگی
میں مدد مانگی جائے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائیگی
ایک عظیم بزرگ نے فرمایا۔ میں نے چار مشائخ کو دیکھا
کہ اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں
تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ شیخ معروف کمرخی
غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور دو ولیوں شیخ عقیل
بسی شیخ ابن قیس حرانی رضی اللہ عنہم کو شمار کر لیا اور
حصر مقصود نہیں بلکہ جو کچھ خود دیکھا اور پایا بتاتا۔

سیدی احمد بن مرزوق جو دیار مغرب کے اکابر فقہاء
و علماء و مشائخ سے ہیں انہوں نے فرمایا۔ شیخ
ابو العباس حضرمی نے ایک دن مجھ سے پوچھا۔ زندہ
کی امداد قوی ہے یا مردہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ
کہتے ہیں کہ زندہ کی قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ وفات یافتہ کی
مدد زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں اس
لیے کہ وہ خدا کے دربار اور اس کی بارگاہ
میں ہے۔

جامع البرکات میں فرماتے ہیں۔

اولیاءِ اکرامات و تصرفات و احوال حاصل
است۔

اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

لیست شعری چہ می خواہند ایشان باستمداد و امداد کہ
ایں فرقہ منکرند آں را۔ آں چہ مامی فہیم ازاں ایں
است کہ داعی دعا کند خدا را، و توسل کند بر عاقبت
ایں بندہ مقرب یا نہ کند ایں بندہ مقرب را کہ
اے بندہ دولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا
کہ بدہ مسئول و مطلوب مراد اگر ایں معنی موجب
شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ
شود توسل و طلب دعا از دوستان خدا و در حالت
حیات نیز و ایں مستحب و مستحسن است باتفاق
و شائع است در دین۔ و آنچه مروی و محلی است
از مشائخ اہل کشف و استمداد و از ارواح کمل و
استفادہ ازاں خارج از صحر است و مذکور است
در کتب و رسائل ایشان و مشہور است میان
ایشان حاجت نیست آں را ذکر کنیم و شاید
کہ منکر متعصب سو نہ کند اورا کلمات ایشان
عافانا اللہ من ذلک۔ کلام قدس مقام مجد الطاب
کشیدہ بر غم منکران کہ در قرب ایں زماں فرقہ
پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت
را از اولیائے خدا و متوجہاں بجناب ایشان

کائنات میں اولیاء کی کرامات اور ان کے تصرفات
ہوتے ہیں۔

آخر مانگنے والے استمداد و امداد سے کون سا ایسا معنی
مراد لیتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ اس سے ہم
تو بس یہی سمجھتے ہیں کہ دعا کرتے والا خدا سے دعا کرتا ہے
اور اس بندہ مقرب کو وسیلہ بناتا یا اس کو پکارتا ہے
کہ اے خدا کے بندے اور اس کے ولی میرے لیے
شفاعت کیجے اور خدا سے دعا کیجے کہ میری مراد برائے
اور میرا مطلوب عطا فرمادے۔ اگر یہ معنی شرک کا سبب
ہے جیسا کہ منکر گمان کرتا ہے تو چاہیے کہ زندگی میں بھی
خدا کے دوستوں سے توسل اور طلب دعا سے رک
ویں (کیونکہ جو چیز شرک ہوگی حیات و بعد و قات
دونوں حالتوں میں شرک ہوگی حالانکہ یہ معنی بالاتفاق
مستحب و مستحسن اور دین میں رائج ہے۔ لہذا اح کالین
نے استمداد اور استفادہ کے بدلے میں اہل کشف
بزرگوں سے جو مشاہدہ کے واقعات مروی ہیں وہ
حصر سے بہرہ ان کے رسائل اور کتابوں میں مذکور اور
ان کے درمیان مشہور ہیں ان کے ذکر کی حاجت
نہیں۔ شاید متعصب منکر کے لیے ان کے کلمات
بھی مفید نہ ہوں خدا ہمیں اس سے عاقبت میں
رکھے اس جگہ کلام طول و الطاب کی حد کو پہنچ گیا۔

رامشرک بخدا وعبدة اصنام می واندومی گوئند
آنچه می گوئند۔

(اشعة اللغات ص ۱۰۲، جلد ۲ ص ۳۴ لمفنا)

منکروں کی ناک خاک آلود کرنے کے لیے کیونکہ قریب زمانہ
میں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو اولیاء اللہ سے استمداد و
استعانت کا منکر ہے اور اولیاء کی طرف توجہ کرنے والوں کو
شرک اور بت پرست سمجھتا ہے اور کہتا ہے جو کہتا ہے۔

اس آخری مضمون کو عربی میں یوں بیان فرماتے ہیں:-

وانما اطبنا الكلام في هذا المقام
رغمًا لانف المنكرين فانه قد حدث
في زماننا شر ذمة ينكرون الاستمداد
من الاولياء ويقولون وعالهم على ذلك
من علوان هم الايخرون۔ (لغات)

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک
آلود کرنے کے لیے کیونکہ ہمارے زمانے میں مدد سے
چند ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو حضرات اولیاء سے مدد
مانگنے کے منکر ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انہیں اس پر
کچھ علم نہیں یوں ہی اپنے سے انگلیں اڑاتے ہیں۔

شفاعت

يشفع يوم القيمة ثلاثة الانبياء ثم
العلماء ثم الشهداء۔

روزِ قیامت تین گروہ شفاعت کریں گے انبیاء
پھر علماء پھر شہداء۔

شیخ اس حدیث میں فرماتے ہیں:-

تخصيص شفاعت بابي سه گروه بحسب زيادات
فضل وكرامت ايشان است والارهم اهل خير از
مسلمانان را ثابت است واحاديث مشهوره درين
باب وارد۔ (اشعة اللغات جلد ۲ ص ۳۴)

ان تینوں گروہوں کی تخصیص ان کے زیارت فضل و
کرامت کی وجہ سے ہے ورنہ مسلمانوں میں سے
تمام اہل خیر کے لیے شفاعت ثابت ہے اور اس
باب میں احادیث مشہور وارد ہیں۔

دوسری حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

اين جا معلوم می شود کہ فاسقاں و گناہگاراں اگر
خدمتے و امداد سے باہل طاعت و تقویٰ درو
بیا کردہ باشند در آخرت نتیجہ آں بیا سند و

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسقوں اور گناہگاروں
نے دنیا میں اہل طاعت و تقویٰ کی اگر کوئی خدمت
و امداد کی ہے تو آخرت میں اس کا نتیجہ

پائیں گے اور ان کی شفاعت سے بہشت
میں داخل ہوں گے۔

شفاعت کا انکار بد مذہبی و کفر الہی ہے۔ جیسا کہ
خارج اور بعض معتزلہ اس کے منکر ہیں۔

و بامداد و شفاعت ایشان در بہشت در آیند۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۴۰۵)

اور فرماتے ہیں۔

وانکار شفاعت بدعت و ضلالت است
چنانچہ خارج و بعض معتزلہ بدال رفتہ اند۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۰۸)

محفل میلاد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کے عوض
ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوئی اور دو شنبہ کو اس
سے عذاب اٹھایا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے
یہاں میلاد خوانی کرنے والوں کے لیے سند و دلیل ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد کی شب میں خوشی منائیں اور
مال خرچ کریں۔ یعنی ابولہب جو کافر تھا جب حضور
کی ولادت کی خوشی اور باندی آزاد کر دینے کی اسے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزا دی گئی۔ تو
مسلمان کا حال جو محبت و مسرت اور صرف مال سے

بھرا ہوا ہے اس میں کیا ہوگا۔
تو کہ بادشمنان نظر داری

ابولہب بولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور
کرد۔ عذاب دسے تخفیف کر دو روز و دو شنبہ
از دسے عذاب برداشت چنانکہ در حدیث
آمدہ ست دور این جا سند است مرآۃ الولیاء
کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سرور کنند و بذل اموال نمایند۔ یعنی ابولہب کہ کافر
بود۔ چون سرور میلاد آنحضرت و بذل جاریہ دسے
آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ ملو است
سرور و بذل مال در دسے چہ باشد۔

(مدارج النبوة دوم وصل رضاعت)

دوستان را کجا کنی محسوم

فاتحہ و ایصال ثواب

شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔
مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از

میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دنوں تک

اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے میت کی طرف سے صدقہ کرنا اُسے نفع پہنچاتا ہے اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف نہیں۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں خصوصاً پانی اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات میں اپنے گھر آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ اہل خانہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں

زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کے ثواب کی نیت سے صدقہ دینے میں مردوں کے لیے بڑا فائدہ ہے۔ اس باب میں آثار و احادیث بہت ہیں۔

رفقن اواز عالم تا ہفت روز، تصدق از میت نفع می کند اور ابے خلاف میاں اہل علم واروشہ است وراں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اند کہ نمی رسد بہ میت مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظری کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔

(اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور ج ۱ ص ۹۷)

تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں۔

و دعا ہائے زندگان مردو ہمارا و صدقہ و ادن بہ نیت ثواب ایشان را تفح عظیم است مردو ہمارا و احادیث و آثار و دریں باب بسیار است۔
تکمیل الایمان ص ۷۷

عرس بزرگان

ما ثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

ذكر بعض المتأخرين من مشايخ المغرب ان اليوم الذي وصلوا الى جناب العزة وخطأثر القادوس يُرجى فيه من الخير والبركة والنورانية أكثر وأوفر من سائر الأيام وإنما هو من مستحسنت المتأخرين۔ (ما ثبت بالسنۃ ص ۱۴۲)

بعض متأخرین مشائخ مغرب نے فرمایا ہے کہ وہ دن جس میں اولیاء کرام بارگاہِ عزت اور حلقہائے قدس میں پہنچتے ہیں اس دن میں تمام دنوں سے زیادہ خیر و برکت اور نورانیت کی امید ہے اور یہ متاخرین ہی کے مستحسن بتائے ہوئے اعمال سے تو ہے۔

عرس کی حقیقت یہی ہے کہ ولی کی تاریخ وفات میں اہل اسلام جمع ہو کر دعا و قرآن خوانی، صدقہ

اور ایصالِ ثواب کریں اور صاحبِ قبر کے فیوضِ برکات سے مستفید ہوں۔ اس دن کی خصوصیت کی وجہ سے حضرت شیخ نے نقل فرمائی۔

رہے منکرات اور محرمات شرعیہ تو وہ جس طرح اور تمام ایام و مقامات میں حرام ہیں۔ یہاں بھی حرام ہوں گے۔ بزرگوں کے پاک اعراس کو ان سے خالی رکھنا بے حد ضروری ہے۔

مزارات پر قبے اور عمارت بنانا

فرماتے ہیں:-

آخر زمانہ میں چونکہ عام لوگ محض ظاہری رہ گئے ہیں مشائخ اور صلحاء کی قبروں پر عمارت بنانے میں مصیحت دیکھ کر کچھ چیزوں کا اضافہ کر دیا تاکہ وہاں مسلمانوں اور اولیاء اللہ کی ہیبت و شوکت ظاہر ہو خصوصاً ہندوستان میں جہاں ہندو اور کفار بہت سے دشمنانِ دین ہیں۔ ان مقامات کی بلندی شان ظاہر کرنا کفار کے رعب اور اطاعت کا ذریعہ ہے اور بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہو گئے۔

در آخر زمان بحبت اقتصار نظر عوام بظاہر مصلحت در تعمیر و ترویج مشاہد و مقابر مشائخ و عظام دیدہ چیز با افزود مذمت آں جاہلیت و شوکت اسلام و اہل صلاح پیدا آید خصوصاً در دیار ہند کہ اعدائے دین از ہنود و کفار بسیار اند و ترویج و اعلا شان ایں مقامات باعث رعب و القیاد ایشاں است و بسیار اعمال و افعال و اوضاع کہ در زمان سلف مکروہ بودہ اند در آخر زمان از مستحبات گشتہ - (شرح سفر السعاده)

سرکار کا سایہ نہ تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے امام محمد بن علی حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے اور تعجب ہے کہ ان بزرگوں نے چراغ کی روشنی میں سایہ نہ ہونے کا ذکر نہ کیا اور "نور" حضور کے اسماء گرامی سے ایک

و نبود مرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را سایہ در آفتاب و نہ در قمر و او الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول۔ و عجیب است از این بزرگان کہ ذکر نہ کردند چراغ را و نور سے کہ از اسمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و نور را سایہ نمی باشد۔ (مدارج النبوة)

نام ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

دور سے ندا کرنا

اپنے قصیدہ نعتیہ میں عرض کرتے ہیں۔

تراجم در غم ہجر حالت یا رسول اللہ جمال خود نما رہے بجان زار شیدا کن
یا رسول اللہ! آپ کے غم و ہجر میں برباد ہوں۔ اپنا جمال دکھائیں اس جان زار عاشق پر فدا رحم فرمائیں۔
بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما بطعت خود سرو سامان جمع بے سرو پا کن
جیسے بھی ہو یا رسول اللہ! اپنے کرم سے نوازیں اپنی عنایت سے اس بے یار و مددگار کو سرو سامان بخشیں۔

معراجِ جسمانی

مدارج النبوۃ میں رقمطراز ہیں:-

صحیح یہ ہے کہ سرکار کی سیرگرمی اور معراج سب
بیداری میں اور جسم اطہر کے ساتھ یحییٰ صحابہ تابعین
ان کے بعد محدثین، فقہاء اور متکلمین کے جمہور علماء
اسی مذہب پر ہیں۔ اس بارے میں صحیح اور صریح
احادیث و اخبار وارد ہیں۔

صحیح آنست کہ وجود اسرار معراج ہمدرد بیداری
و بحسب بود و جمہور علماء از صحابہ و تابعین و اتباع
ومن بعد ہم از محدثین و فقہاء و متکلمین بریں اند و متواتر
است بدان احادیث صحیحہ و اخبار صریحہ۔
(مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۱۵۴)

رویت باری تعالیٰ

دیدار الہی دنیا میں بھی ممکن ہے مگر واقع نہیں ہے۔
بالاتفاق ہاں حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لیے شب معراج میں دیدار الہی واقع
وثابت ہے۔

رویت حق سبحانہ تعالیٰ در دنیا نیز ممکن است و لیکن
واقع نیست بہ اتفاق الا حضرت سید المرسلین
را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شب معراج کہ آن واقع
است۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۲۲۷)

اعلاءِ شانِ رسالت

شیخ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری دور الحاد میں جب کہ شانِ رسالت کی بے حرمتی کی جا رہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب و خصال، اختیارات و تصرفات اور ان کی عظمتوں کو ایک دل سوز منہ اور حق شناس علم سے اپنی کتابوں میں پوری قوت تحریر کے ساتھ بیان کیا۔ جس نے کم گشتگان راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا اور اہل اسلام کو دینِ حق پر استقامت بخشتی۔

رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و محبت شیخ کی سطر سطر میں نمایاں ہے اور آج بھی ان کے رثات قلم اس دورِ بے ادبی کے لیے شمع ہدایت ہیں۔

بیانِ شفاعت میں شیخ کی یہ سطور قابلِ ملاحظہ ہیں۔ جو ان کے جذباتِ تعظیم و عقیدت سے لبریز ہیں۔

فرماتے ہیں :-

اور سب سے پہلے جو دروازہ شفاعت والا فرمیں گے وہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ کل ظاہر ہو گا کہ ان کو بارگاہِ خداوندی میں کس قدر عزت و وجاہت حاصل ہے۔ دن ان کا دن ہے اور مرتبہ ان کا مرتبہ۔

واول کسے کہ فتح باب شفاعت کند محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بود، فردا ظاہر شود کہ اور اور درگاہ خداوندی چہ قدر جاہ و عزت بودہ است روز روز اوست، وجاہ جاہ او۔

پھر فرماتے ہیں :-

حاصل یہ ہے کہ دن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دن ہے اور جاہ ان کی جاہ ہے اور مقام ان کا مقام اللہ بات ان کی بات وہ نمان ہیں اور تمام اہل عشر طفیلی قرآن مجید میں خطاب ہوتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ تر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تر اے محب من، اے محبوب من و مطلوب من اے بندہ خاص من! چندان نعمت و ہم درحمت کنم کہ راضی

بالجملہ روز روز محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجائے جائے اوست و مقام مقام او، و سخن سخن او، نمان اوست دیگران طفیلی اند و در قرآن مجید خطاب پروردگار و لسوف یعطیک ربک فترضیٰ تر اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تر اے محب من، اے محبوب من و مطلوب من اے بندہ خاص من! چندان نعمت و ہم درحمت کنم کہ راضی

دوں گا اور اتنی رحمت سے نوازوں گا کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ کسی آئندہ و تمنا سے تمہارا دل شکستہ نہ ہو
 طحطا سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا عرض کرے گی میں
 اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرے ایک ایک امتی کی مغفرت نہ فرماوے۔

شوی از من تا ہیج آرزو دل تو نہ شکند اے
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمہ کس رضائے من
 طلبند و من رضائے تو، خواہد گفت من راضی
 نہ شوم تا یک یک از امت من نیامرزی۔

(تکمیل الایمان ص ۲۲، ۲۱)

اسی ویباچہ اخبار الاخیار میں عظمت مصطفیٰ علیہ التیمۃ والثناء اور مقام سید المرسل صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہوئے اُن کے حسن محبت اور صلابت اعتقاد کا عالم قابل دید ہے۔ فرماتے ہیں :-

جس طرح خالق موجودات کا شکر ادا کرنا دائرہ امکان اور قدرت انسان سے باہر ہے۔ اسی طرح بید کائنات علیہ الصلوٰۃ والتیمات کی مدح و ثناء و شرح و بیان افزوں ہے۔

ہم چناں کہ شکر و سپاس خالق موجودات
 از حیطہ امکان و احاطہ انسان دیرون است مدح
 و ثنائے سید کائنات از محال شرح و
 بیان افزوں ہے۔

غیر الہی امام رسل منظر اتم
 بہترین خلق پیشوائے رسولاں، ذات خدا کے منظر اکل وہ تو خدا سے اور سب کا منتہی ان کی ذات۔

جان جملہ عالم و حق جان جان شمار
 حق را بغیر واسطہ ذات او محو
 وہ سارے عالم کی جان اور حق کو جان جان سمجھو ان کے واسطے کے بغیر خدا کے طالب نہ بنو۔
 پھر ان کی بلاغت عقیدت اور اکرام اجلال کے موتی بکجا نظم دیکھیں۔

ابتدا میں باعث تخلیق عالم انتہا میں ذریعہ ہدایت بنی آدم، باطن میں روحوں کے تربیت فرما، ظاہر میں جسموں کے تکمیل کار، باطل مذہبوں اور حکومتوں کے ارکان شکن، دوسرے مذاہب و مل کے احکام منسوخ فرمانے والے، انگشتی وجود کے نگینہ، معرفت و شہود کے نقش، حجرہ

در اقل باعث خلقت عالم است، دور آخر واسطہ ہدایت بنی آدم، در باطن مربی ارواح و در ظاہر مہتمم اشباح کا سر ارکان ادیان و دُفُل، تاسخ احکام مل و محل، فض خاتم وجود، نقش معرفت و شہود، مقصود متکفان مقصورہ افلاک۔ مقصد سالکان

معمورہ خاک، متمم مکارم احساق، مکمل
 کالان آفاق، عاجز منزلیں وجود و عدم
 بمنزخ بحرین حدوث و قدم، جامع نسخہ امکان
 و وجوب، موجب رابطہ طالب و مطلوب
 عزیز مہر صمدیت، ملک مملکت احدیت
 منظر حقیقت فروانیت، منظر صورت رحانیت
 سر مکتوم غیب لاہوت، طلسم معلوم کنج جبروت
 مروح ارواح ملکوتیہ، مزین اشباح ناسوتیہ
 ہدایت خط ولایت، نہایت دائرہ نبوت
 منظر اتم رحمت اعم عقل اول
 ترجمان ازل۔ نور اور۔ سر اسرار، ہادی
 سبل، سید رسل نورانی، سر امبی حبیب اعلیٰ
 صفی اصفی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مخلوق کے وجود اول، ازل کے ترجمان، نوروں کے نور، رازوں کے راز حق راستوں کے ہادی رسول
 کے سردار، نور حق، راز حق۔ محبوب بالا۔ سب سے پاکیزہ انتخاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

سید رسل، شفیع اہم، خواجہ دو کون نور ہدی، حبیب خدا، سید انام
 رسولوں کے سردار، امتوں کے شفاعت فرما۔ دونوں جہاں کے آقا۔ ہدایت کے نور، خدا کے محبوب، مخلوق کے سردار
 مقصود ذات دوست و گراہم طفیل منظور نور دوست و گراہم طفیل
 مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیل نمایاں ان کا نور ہے باقی سب تاریکی
 ہر رتبہ کہ بود در امکان ہر دست ختم ہر نعمت کہ داشت خدا شد ہر تمام
 امکان کا ہر مرتبہ ان پر ختم ہے اور خدا کی ہر نعمت ان پر تمام

(اخبار الاخبار ص ۱۷۱)

حضرت شیخ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتیمات کو منظر ذات خدا، مصدر حلقہ موجودات اور منبع تمام فیوض

وبرکات ملتے ہیں مدارج النبوۃ میں اپنے نظریات بڑی صلابت اور پختگی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

انبیاء مخلوق انداز اسماء ذاتیہ حق، و اولیاء از اسماء صفاتیہ، و بقیہ کائنات از صفات فعلیہ، سید رسل، مخلوق است از ذات حق و ظہور حق در سے بالذات است پس انبیاء و اولیاء علیہم صلوات اللہ و سلامہ منظر اسماء و صفات گشتند و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منظر ذات۔
(مدارج النبوۃ ص ۶۰۹ و ص ۶۱۰ طبعاً)

اور فرماتے ہیں۔

پس حقیقت محمدی مصدر جمیع موجودات و مبدء او واسطہ تمام فیوض و برکات است پس اگر مستحق شو و بکے یکمائے ازاں کمالات مثلہ الیہا سطوف خواہد بود و بروے و تابع خواہد گشت مراد را۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۶۱)

دیباچہ میں فرماتے ہیں۔

هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئی علیہ۔ ایں کلمات اعجاز سات ہمہ مثل بر حمد و ثنائے الہی است۔ تعالیٰ و تقدس کہ در کتاب مجید خطبہ کسبریائی خود بدایں خواندہ، ہم متقن نعت و وصف حضرت رسالت پناہی ست صلی اللہ علیہ وسلم کہ دے سبحانہ اور ابدان تسمیہ و توصیف نمودہ و چندیں اسماء حسنہ جل شانہ است کہ در وحی متلو و غیر متلو

توحیقت محمدی تمام موجودات کا سرچشمہ سب کا منبع و مبداء اور تمام فیوض و برکات کا واسطہ ہے تو اگر کسی کو کوئی نمایاں کمال حاصل ہو تو ان ہی کی طرف راجع اور انہیں کے تابع ہوگا۔

وہ اول اور آخر اور ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا مابین والہ ہے۔ یہ اعجاز نشان کلمات خداے تعالیٰ کی حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت کو بھی متقن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے یہ نام و صفات رکھے۔ اور وحی متلو و غیر متلو (قرآن و حدیث) میں کتنے اسماء حسنہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے

حبیب کو بھی ان سے موسوم فرمایا، اور ان کے جمال و کمال کا زیور بنایا، اگرچہ حضور علیہ السلام تمام صفات و اسماء الہی سے متصف ہیں پھر بھی بعض اسماء و صفات سے خاص طور پر نامزد اور مشہور ہیں جیسے نور حق، علیم، حکیم، مومن، مہمین، ولی، باری، رؤف، رحیم وغیرہ اور یہ چاروں نام اول و آخر ظاہر و باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔

حبیب خود را بدار نامیدہ و علیہ جمال و علی کمال و سے ساختہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام اسماء و صفات الہی متخلق و متصف است، با وجود آن بہ بعضی ازاں بخصوص نامزد و نامور گشتہ است مثل نور حق، علیم، حکیم، مومن، مہمین، ولی، ہادی، رؤف، رحیم، و حسب آں و ایں چہار اسم اول و آخر ظاہر و باطن نیز ازاں قبیل است۔ (مدارج النبوة ج ۱ ص ۱۸۱)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج ویدار الہی سے شرف یاب ہوئے۔ اس پر احادیث، دلائل، فریقین اور علماء کا راجح مسلک تحریر فرمانے کے بعد اپنے وجدان اور عقل و بصیرت کا ایمانی فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔

بندہ ناچیز عبدالحق بن سیف الدین اللہ تعالیٰ اُسے مزید صدق و یقین سے نوازے، کہتا ہے، کہ دلائل اور آثار و احادیث پر نظر کرتے ہوئے علماء کے کلام اس طرح ہیں جیسا کہ ذکر ہوا لیکن اتنا علمان رہ جاتا ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کامل ترین مقام اور بعید الحصول کمال تھا کہ اس مقام و کمال میں کوئی نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں آئندہ ہی کسی انسان یا فرشتہ کی اس مقام تک رسائی پس تعجب غیر امر ہے کہ اس مقام میں سے جائیں خلوت خاص میں بلائیں اور سب سے اعلیٰ و اقصیٰ مطلوب و مقصود دیدار سے مشرف نہ فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر راضی بھی رہیں۔

گفت بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین خصہ اللہ بمنزید الصدق والیقین کہ کلام علماء تقریبہ دلائل و آثار و اخبار مہمچنان ست کہ مذکور شد، اما ایں مقدار علمان می کند کہ معراج اتم مقامات و اقصیٰ کمالات آنحضرت بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسیج یکے از انبیاء در انجا با و سے شکرست نہ بود و هیچ بشرے و ملکہ را گنجائش آں مقام نہ پس عجب است کہ در اں مقام بر بند و در خلوت خاص در آند و با علی مطلب و اقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نگردانند آنحضرت باین معنی راضی باشد اگرچہ بحال بندگی و ادب و سلطوت کبریائی حق ادا ابریں دارد کہ سوال نتواند کرد، از ذوق کلام مست گشتہ انبساط

تماہد طلب ویدار نہ کند چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
 اگر چہ کمال بندگی و ادب اور سطوت کبریائی کی بنا
 کرد۔ اما کمال محبت و محبوبیت کہ با جناب اقدس
 وارو کجائی گزارو کہ حجابے ماند مدارج میباید
 اور طلب ویدار نہ کریں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ لیکن کمال محبت و محبوبیت جو حضور کو رب
 کی جناب اقدس میں حاصل ہے کب اس حال پر چھوڑے گا کہ کوئی حجاب باقی رہ جائے۔
 عظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء سے متعلق شیخ کے کلمات و عبارت کا احصاء انتہائی مشکل ہے ہر کتاب
 میں تعظیم و اجلال اور ادب و محنت کے شواہد و آثار نمایاں ہیں۔ ذوق مطالعہ رہنمائی کر سکتا ہے۔
 بہر حال شیخ نے اس وقت کے بگڑے ماحول میں عظمت رسالت سے اہل عالم کو روشناس کر کے
 ایسی عظیم خدمت انجام دی ہے۔ جو رہتی دنیا تک ان کے نمایاں تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں شمار کی
 جائے گی۔

سرکار غوثیت

شیخ کو تمام اولیاء کرام سے عقیدت و محبت ہے مگر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے انہیں گہری اور
 بے پناہ عقیدت تھی، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات میں انہوں نے زبدۃ الآثار تصنیف فرمائی جو
 بحجۃ الاسرار شریف کی تلمیض ہے۔ پھر فارسی میں خود ہی اس کا ترجمہ بھی فرمایا۔

اخبار الاخیار شریف کے خاتمہ میں بارگاہ غوثیت میں ان کی نظر عقیدت ملاحظہ ہو۔

اگر دیگر ان قطب انداز قطب الاقطاب است
 و اگر ایشاں سلاطین، او سلطان السلاطین
 محی الدین کہ دین اسلام رازندہ گردانید، ملت
 کفر را بمیرانید کہ ایشیخ نیکبخت و میت۔

زہے مرتبہ کہ ایجاودین از حی قیوم است و احیا
 ازوئے غوث الثقلین آن را گویند کہ جن والنس
 ہمہ بوسے پناہ جو میند من بے کس نیز پناہ با وجبتہ

اگر دوسرے اولیاء قطب ہیں تو وہ قطبوں کے
 قطب اور اگر یہ بادشاہ ہیں تو وہ بادشاہوں کے
 بادشاہ محی الدین کہ دین اسلام کو زندہ فرمایا ملت
 کفر موت کے گھاٹ اتاری کہ شیخ مہلتا مارتا ہے۔

خوشامرتبہ کہ ایجاودین خدا ہے حی و قیوم سے ہے
 اور احیائے دین ان سے، غوث الثقلین اسے
 کہتے ہیں جس کی جن والنس سب پناہ لیں۔ بندہ

ام، او بر در گاہ او فتادہ مرا جز عنایت او کس
نیست و بغیر لطف او فریاد رس نے۔
بکیں نے بھی ان ہی کی پناہ لی ہے اور انہیں کی
بارگاہ میں پڑا ہوا ہے۔ میرا ان کی عنایت کے سوا
کوئی نہیں اور نہ ان کے کرم کے بغیر کوئی فریاد رس۔
آگے فرماتے ہیں۔

اوست در جملہ اولیاء ممتاز
وہ ہیں تمام اولیاء میں ممتاز
چوں سنجیدہ در انبیاء ممتاز
جیسے ہمارے پیغمبر تمام انبیاء میں ممتاز
(اخبار الاخبار ص ۳۱۵)

بارگاہِ غوثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار دوسری تصنیفات میں بھی طرح طرح فرمایا ہے۔ اپنے نام کے
ساتھ قادری لکھا کرتے تھے جب کہ دیگر سلاسل میں بھی ان کو بیعت و خلافت حاصل تھی۔
حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب "فتوح الغیب" کی شیخ نے فارسی میں شرح کی ہے مگر شرح
میں اپنا مقدمہ یا نام تحریر نہ فرمایا۔ بلکہ فرماتے ہیں۔

ذکر نام این حقیر چہ حد و مجال کہ دریں مقام توں
کیا جزات و طاقت کہ اس حقیر کا نام اس مقام میں
بروز (شرح فتوح الغیب ص ۴۲۴)
ذکر ہو سکے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بارگاہِ غوثیت میں ان کے کمال احترام و عقیدت کا کیا حال تھا؟
وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد امین آلہ و اصحابہ و عترتہ و سلمو

۲۰ فروری ۱۹۸۱ء

بروز جمعہ المبارک

(ماخوذ و محض)

محمد سعید احمد نقشبندی عفی عنہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

الحمد لله اکمل الحمد علی کل حال و فی کل حین و الصلوٰۃ والسلام الاکملان
علی سید المرسلین و امام المتقین و خاتم النبیین محمد و آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین ہدایۃ
طریق الحق و محی علوم اللہ

بر حال اور ہر وقت میں اکمل و اعلیٰ حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور اتم و اکمل درود و سلام سید المرسلین امام المتقین
خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و آپ کے صحابہ اور تمام پیرو کاروں پر ہمیشہ نازل ہوتا رہے۔ جو راہ حق کے
راہنما و علیم دین کو زندہ کرنے والے تھے۔

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ مسکین عبدالحق بن سیف الدین دہلوی و طناً بخاری اصلاً کی جب صریح شریفین زاد ہما اللہ نشریفاً و تعظیماً
سے واپسی اور ان دیار شریفہ کے مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت کے حصول کے بعد توفیق و تائید الہی نے دستگیری فرمائی۔
اور ناچیز کو اس علم شریف کی خدمت میں مقام استقامت پر بٹھایا۔ تو اس بندہ مسکین نے چاہا کہ کتاب مشکوٰۃ المصابیح (جو آج کل
مشہور و متداول ہے) کی شرح تحریر کرے اور ان فوائد کو جو قوم کی کتابوں سے معلوم ہوئے اور مشائخ وقت سے سنے یا اس
سبب مزاج بندہ کے دل میں القاء ہوئے، ان کے طلبگار اور جاہلین و النون تک پہنچائے۔ کچھ فخلص اور جلیل القدر دوستوں اور
ارباب محبت نے فرمایا اگر یہ شرح فارسی زبان میں تالیف کی جائے تو اس کا نفع اور فائدہ ضرور زیادہ اور عام ہوگا۔ جب ان کی
فرمائش کے مطابق فارسی میں یہ شرح لکھنا شروع کی تو اس کے مطالعہ کے دوران کچھ ابحاث اور باتیں ایسی سامنے آئیں جن
کا فارسی میں تحریر کرنا مناسب نہ تھا مگر نظر انداز کر دینا بھی ٹھیک نہیں تھا تو اس پر ساتھ ہی ایک شرح عربی میں بھی تحریر کرنا
شروع کر دی۔ مگر ڈسے ہی عرصہ میں دونوں شرحیں تکمیل کے قریب پہنچ گئیں۔ لیکن آخر جا کر یہ معاملہ رونما ہوا کہ عربی شرح تو
عربی گھوڑے کی طرح آگے نکل گئی اور مکمل ہو گئی۔ اور فارسی شرح راستہ میں ہی رہ گئی۔ راقم جب عربی شرح کی نظر ثانی میں
مغروم ہوا۔ اور نظر ثانی کا کام بھی مکمل کر لیا۔ اور ایک عرصہ گزر گیا۔ اور فارسی شرح کا کام ذہن سے بالکل نکل گیا تو دوبارہ حکم ہوا
کہ فارسی شرح بھی مکمل کی جائے۔ اور اس کی نظر ثانی کر کے اسے بھی آخری شکل دیدی جائے۔ الما مور مغرور (یعنی حکم کی تعمیل کرنا ہی پڑتی

ہے) کے مطابق جس قدر فارسی شرح لکھی جا چکی تھی اسے بیضہ کی شکل دی۔ اور باقی ماندہ شرح کی تکمیل شروع کر دی۔ وباللہ التوفیق۔ ومنہ الا تمام۔ اسے ہمارے پروردگار ہمارے لیے ہمارا نور کامل فرما۔ ہمیں بخش دے بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور تو ہی غفور رحیم ہے۔ کتاب (مشکوٰۃ) کی شرح شروع کرنے سے قبل بقدر ضرورت مصطلحات حدیث میں یہ مقدمہ

مقدمہ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کی اصطلاح میں حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا یا کوئی بات کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے آگاہ ہونے کے باوجود اس کام یا بات سے منع نہ کیا۔ اس کا انکار نہ کیا بلکہ اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ اور اسے جائز و ثابت رکھا اسے تقریر کہتے ہیں۔ اور یہ بھی حدیث میں داخل ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول و فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں۔ پھر وہ حدیث جس کی سند حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی ہو اسے مرفوع کہتے ہیں۔ جیسے فرمایا یا کیا یا مقرر و جائز رکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا اس طرح کہیں یہ ”روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً آئی ہے“ یا یوں کہیں ”اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً بیان کیا۔

موقوف:۔ اور وہ حدیث جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہو اسے موقوف کہتے ہیں۔ جیسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یا کیا یا اس بات کو مقرر و جائز رکھا۔ یا یوں کہیں یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً آئی ہے۔ یا ابن عباس پر موقوف ہے۔

مقطوع:۔ اور جس حدیث کی سند تابعین تک ہی پہنچے اسے حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ موقوف و مقطوع حدیث کو اشر کہتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں آثار میں اس طرح آیا ہے اور بعض محدثین اثر کا اطلاق مرفوع حدیث پر بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں مائور دعاؤں یا دعائے مائور میں اس طرح آیا ہے۔ اور خبر و حدیث دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ اور کچھ محدثین حدیث کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے خاص کرتے ہیں۔ اور خبر کا لفظ ملوک و سلاطین اور ایام گزشتہ میں استعمال کرتے ہیں۔

حدیث کا مرفوع ہونا کبھی تو صریح ہوتا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور کبھی صریح کے حکم میں جیسے صحابہ یا تابعین ایسا کہنا ایسی بات نقل کریں۔ جیسے اجتہاد و فکر اور قیاس عقل سے نہ کہہ سکتے ہوں۔ سماع و نقل کے سوا اس تک کوئی راستہ نہ ہو۔ جیسے آخرت کے حالات یا گزشتہ اور آنے والے واقعات کی خبریں تو ان کی اس طرح کی روایت بھی صریح مرفوع کی طرح ہے۔ اور اگر یوں کہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اس طرح کیا کرتے تھے۔ یا سنت اس طرح ہے تو یہ بھی صریح رفع کی طرح ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہوتا ہے کہ یہ صحابہ اور خلفائے راشدین کی سنت ہیں۔

وصل:۔ سند ان رجال حدیث کو کہتے ہیں جنہوں نے وہ روایت کی ہو۔ اور لفظ اسناد بھی سند کے معنی میں آتا ہے۔ اور کبھی ذکر سند

اور اظہار سند کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثنیٰ حدیث اس کلام کو کہتے ہیں جس پر سند جا کر ختم ہو۔ تو اگر رواۃ حدیث میں سے کوئی راوی درمیان سے ساقط نہ ہو اور اس کا اسناد متصل اور مسلسل ہو تو اسے حدیث متصل کہتے ہیں۔ اور اس عدم سقوط کا نام اتصال ہے۔ اور اگر سند کے درمیان سے ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں تو اسے حدیث منقطع کہتے ہیں۔ اور اس سقوط کا نام انقطاع ہے۔ پھر اگر یہ سقوط ابتداء سند میں واقع ہو تو اسے معلق کہتے ہیں۔ اور اس اسقاط کو تعلیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ساقط راوی چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ۔ اور کبھی پوری کی پوری سند ہی ساقط ہوتی ہے جیسے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مصنفین کی عادت ہے۔ اور صحیح بخاری کے تراجم میں تعلیقات بہت ہیں۔ مگر وہ سب کی سب صحیح ہیں اور اتصال کی طرح ہیں۔ کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ وہ اپنی اس کتاب میں صحیح کے بغیر نہ لائیں گے۔ پھر حضرت امام موصوفی نے ان تعلیقات میں سے بعض کو دوسرے مقامات میں متصل بیان کر دیا ہے۔ اور اگر یہ سقوط تابعین کے بعد سند کے آخر میں ہو تو اسے حدیث مرسل کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو لفظ ارسال سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے کوئی تابعی یوں کہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ بعض محدثین کے نزدیک مرسل و منقطع کا ایک ہی معنی ہے۔ تاہم اصطلاح اول فقہاء اور محدثین کے نزدیک زیادہ مشہور ہے۔ اور جمہور علماء کے نزدیک مرسل حدیث کا حکم توقف ہے کیونکہ اس بات کا پتہ نہیں کہ راوی ساقط ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ کیونکہ تابعی کی تابعین سے روایت کی تعداد بہت ہے۔ اور تابعین میں ثقہ بھی ہیں اور غیر ثقہ بھی۔ اور امام ابو حنیفہ و امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک مرسل حدیث مطلقاً مقبول ہے۔ یہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ یہ ارسال کمال وثوق و اعتقاد کی بنا پر ہے۔ کیونکہ کلام ثقہ راوی میں ہو رہا ہے۔ اگر اس کے نزدیک حدیث صحیح نہ ہوتی تو وہ ارسال نہ کرتا۔ اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کتا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرسل حدیث کی تائید کسی اور حدیث سے ہوتی ہو تو وہ مقبول ہوگی۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں یہ قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ مقبول ہے دوسرا یہ کہ اس میں توقف کیا جائے گا۔ اور اگر سقوط سند کے درمیان سے ہو اور اوپر لکھے دو راوی مسلسل ساقط ہوں تو اسے مُعْقَدٌ کہتے ہیں۔ بضم میم و سکون عین اور فتح ضاد معجمہ اور اگر ایک راوی یا ایک سے زیادہ راوی ساقط ہوں مگر مسلسل نہ ہوں بلکہ دو یا دو سے زیادہ متفرق جگہوں سے ساقط ہوں تو اس حدیث کو منقطع کہیں گے۔ اور منقطع ایک معنی کے مطابق تمام مذکورہ اقسام کو شامل ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ منقطع حدیث کی ایک قسم وہ ہے جسے مُدَلِّسٌ کہتے ہیں۔ بضم میم و فتح دال مشدودہ اور اس فعل کو تدلیس سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور اس کے فاعل کو مُدَلِّسٌ بکسر لام کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے۔ بلکہ اس سے اوپر کے شیخ سے روایت کرے۔ لیکن ایسا لفظ استعمال کرے جس سے سماع کا دہم پڑتا ہو۔ حالانکہ فی الواقع اس سے سماع واقع نہ ہوا ہو۔ مثلاً یوں کہے عن فلان وقل فلان اور تدلیس، مگر وہ مذموم فعل ہے۔ ہاں اس صورت میں تدلیس مذموم نہیں جب کہ اس بات کا پتہ ہو کہ یہ راوی ثقہ سے تدلیس کرتا ہے۔ اور کوئی غرض فاسد بھی درمیان میں کارفرمانیں

ہوتی۔ جیسے اس وجہ سے اپنے شیخ سے سماع کا پوچھنا کہ شیخ کی عمر چھوٹی ہے۔ یا اسے عزت و شہرت حاصل نہیں۔ یا وہ شیخ مستور الحال ہے۔ کیونکہ یہ سب نقائص طعن اور عیب کا باعث ہیں۔ لغت میں تدلیس کے معنی سامان کا عیب چھپانے، خلط ملط کرنے اور سخت تاریکی کے بھی آتے ہیں۔ بعض اکابر محدثین بھی تدلیس کرتے تھے لیکن ان کی تدلیس حدیث کی صحت پر وثوق اور راوی کے حال کی شہرت کی بنا پر ہوتی تھی، مذکورہ اغراض فاسد کے تحت نہ ہوتی تھی۔

اور اگر راوی حدیث سے اسناد یا متن میں اختلاف واقع ہو جائے۔ مثلاً راوی نے مؤخر کو مقدم کر دیا یا مقدم کو مؤخر یا الفاظ بڑھادیے یا کم کر دیے۔ یا ایک راوی کی جگہ دوسرے راوی کا ذکر کر دیا یا ایک متن کی جگہ دوسرا متن ذکر کر دیا۔ اور اسی طرح کی اور باتیں تو ایسی حدیث کو **مُضْطَرَبٌ** کہتے ہیں۔ اور اگر راوی کسی غرض و مصحت کے تحت حدیث کے درمیان اپنے الفاظ لے آئے تو اس حدیث کو **مُضْطَرَبٌ** کہتے ہیں۔

تنبیہ: اس کلام کا تعلق دراصل اس کلام سے بٹ جاتا ہے جو روایت حدیث اور نقل بالمعنی سے متعلق ہے۔ اور اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر نقل اور روایت بالمعنی کو جائز قرار دیتے ہیں مگر اس شخص کے لیے جو عربی کا پورا عالم، اسالیب کلام کا ماہر اور عبارات و مفہومات اور خطابات کے خواص سے اچھی طرح واقف ہو تاکہ زیادتی یا کمی وغیرہ خطا سے بچ سکتا ہو۔

اور **عَنْ** اس روایت حدیث کا نام ہے جو عن فلان عن فلان کے لفظ سے مروی ہو۔ اور **مُعْتَنَ** وہ حدیث ہوگی جو اس طریق پر روایت کی گئی ہو۔ اور **مُضْطَرَبٌ** تدلیس کے باعث **عَنْ** معتبر نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں التباس مذکور کا اشتباہ ہے۔ اور جو مرفوع ہو اور اس کی سند بھی متصل ہو اسے **مُسْتَدَّ** کہتے ہیں۔ مثلاً اصطلاح یہ ہے۔ بعض علماء متصل کو مطلقاً مستند کہہ دیتے ہیں یا اگرچہ وہ موقوف یا مقطوع ہو۔ اور بعض مطلقاً مرفوع کو مستند کہہ دیتے ہیں اگرچہ مسلسل یا متصل یا منقطع ہو۔ تاہم معتبر علیہ پلا قول ہے۔

وَصُل: حدیث کے اقسام میں سے شاذ، منکر اور معل بھی ہیں۔ شاذ **مُضْطَرَبٌ** فرد کو کہتے ہیں جو جماعت سے الگ ہو جائے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں وہ حدیث شاذ ہوگی جو ثقہ راویوں کی روایت کے مخالف روایت کی گئی ہو۔ پھر اگر وہ شاذ حدیث کا راوی ثقہ نہ ہو تو مردود ہوگی اور اگر ثقہ ہو اور اس میں مزید حفظ، کثرت عدد وغیرہ وجوہ ترجیح کی روشنی میں ترجیح کا راستہ اختیار کیا گیا ہو تو جو حدیث راجح قرار پائے گی اسے محفوظ کہیں گے۔ اور مرجوح کو شاذ کا نام دیا جائے گا۔ ضعیف وہ حدیث ہے جسے وہ راوی ضعیف روایت کرے جس کی روایت کردہ حدیث اس سے کم ضعف والے راوی کی حدیث کے مخالف ہو۔ منکر کے مقابل معروف ہے۔

منکر و معروف دونوں کے راوی ضعیف ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ معروف حدیث کا راوی کم ضعیف ہوتا ہے اور منکر کا زیادہ۔ اور شاذ و محفوظ میں دونوں راوی قوی ہوتے ہیں اتنا فرق ہوتا ہے کہ محفوظ کا راوی شاذ کے راوی سے قوی تر ہوتا ہے۔ شاذ و منکر دونوں حدیثیں مرجوح ہوتی ہیں اور محفوظ و معروف دونوں راجح۔ اور بعض محدثین نے شاذ و منکر میں دوسری حدیث کے

قوی یا ضعیف راوی کی مخالفت کی قید نہیں لگائی اور کہا ہے کہ ہر وہ حدیث شاذ کہلانے گی جو کسی راوی ثقہ اور منفرد نے روایت کی ہو اور کسی طرف سے بھی کوئی اصل اس کے موافق و موید موجود نہ ہو۔ بعض دوسرے محدثین شاذ و منکر میں ثقہ یا مخالفت کسی چیز کا اعتبار نہیں کرتے۔ اسی طرح منکر کو مذکورہ صورت کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ ہر اس حدیث کو جس کے راوی میں فسق، فرط غفلت اور کثرت غلط کا عیب پایا جاتا ہو، منکر کہہ دیتے ہیں۔ یہ محدثین کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں۔ جن میں کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

مُعَلَّلٌ : بصیغہ اسم مفعول تعلیل سے مشتق ہے، یہ اس اسناد کو کہتے ہیں جس میں ایسے اسباب و علل پائے جاتے ہوں جو اس کی صحت میں نقص پیدا کرتے ہوں۔ اور ان اسباب و علل کا پتہ علم حدیث کے مذاق و ماہرین کو چل جاتا ہے۔ اور اگر روایت کرنے والوں نے کوئی روایت کی ہو اور ایک اور راوی بھی اس کے مطابق و موافق حدیث کی روایت کرے تو اس کی اس روایت کو اُس حدیث کی مُتَابِعُ کہیں گے یہی معنی ہے محدثین کرام کے اس قول کا۔

تَابِعَ فُلَانٌ وَلَهُ مُتَابِعَاتٌ - فُلَانُ نے متابعت کی ہے اور فُلَانُ کے بہت سے متابعات ہیں۔

متابعت تقریر و تائید کا موجب ہوتی ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ متابع مرتبہ میں اصل کے برابر ہو۔ ہو سکتا ہے مرتبہ میں اصل سے کمتر ہو۔ اور مرتبہ میں متابعت ہونی چاہیے۔ اور اگر متابع لفظ و معنی میں اصل کے موافق ہو تو اس پر لفظ مثلاً کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور صرف معنی میں موافق ہو تو اس کے لیے عَمُوۃ کا لفظ بولتے ہیں البتہ متابعت میں یہ شرط ہے کہ دونوں احادیث ایک ہی صحابی سے مروی ہوں۔ اور اگر دو الگ الگ صحابیوں سے مروی ہوں تو اسے شَہِدٌ کہیں گے۔ چنانچہ کہتے ہیں وَلَهُ شَوَاهِدٌ وَيَشْهَدُ بِهِ بِحَدِيثِ فُلَانٍ اور متابع و شاہد کی تلاش و جستجو کی غرض سے طُرُقُ و اسانید کی چھان بین کرنے کو اعتبار کہتے ہیں۔

وَحُصْلٌ : حدیث تین قسم ہے۔ صحیح، حسن، ضعیف صحیح اعلیٰ مرتبہ ہے۔ اور ضعیف ادنیٰ مرتبہ۔ اور حسن درمیانہ مرتبہ۔ صحیح وہ حدیث ہے جو عادل، تام الضبط اور متصل السند راویوں سے منقول و مروی ہو۔ اور آخر تک یہ شرائط موجود ہوں۔ رِوَاۃ حدیث میں یہ شرائط اگر علی و جبر الکمال و التمام پائی جاتی ہوں تو اس حدیث کو صحیح لُذَاتِہ کہتے ہیں۔ اور اگر ان شرائط میں کسی قدر نقصان و قصور پایا جاتا ہو مگر کثرت طرق سے اس نقصان و قصور کی تلافی ہو گئی ہو تو اسے صحیح یغیرہ کہیں گے۔ اور اگر اس نقصان و قصور کی کمی پوری نہ ہوئی ہو تو اس حدیث کو حسن لُذَاتِہ کہتے ہیں۔ اور اگر ضعیف حدیث کے ضعف کا نقصان تعدد طرق سے پورا ہو چکا ہو تو اسے حسن یغیرہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں محدثین کے ظاہر کلام سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔ کہ حدیث حسن میں یہ نقصان تمام صفات مذکورہ میں پایا جاسکتا ہے۔ تاہم تحقیقی بات یہ ہے کہ حسن لُذَاتِہ میں یہ نقص غامض صرف صفت ضبط کے اعتبار سے ہوتی ہے باقی تمام صفات اپنی حالت پر موجود ہوتی ہیں۔ اور ضعیف و حسن یغیرہ میں یہ غامض تمام صفات کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

ضبط و عدالت:۔ اب ضبط و عدالت کا معنی بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان مذکورہ اقسام کی تعریف کا پتہ چل جائے۔ جانتا چاہیے کہ عدالت سے کسی شخص میں ایسے ملکہ کا پایا جانا مراد ہے جو اسے تقویٰ و مروت پر استحکام و مضبوطی سے قائم رہنے پر راغب کرتا ہو۔ اور تقویٰ سے اعمالِ سیئہ، شرک، فسق، بدعت سے بچنا مراد ہے۔ گناہِ صغیرہ سے اجتناب میں اختلاف ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ صغائر سے اجتناب مراد نہیں کہ یہ امر عموماً طاقتِ انسانی سے باہر ہے، الا یہ کہ صغیرہ پر اصرار و دوام اختیار کرے کہ یہ بھی کبیرہ گناہوں کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور مروت سے بعض ایسے گھٹیا کاموں اور نقائص سے بچنا مراد ہے جو انسانیت اور مردانگی کے تقاضا کے مطابق نہ ہوں۔ جیسے دین میں بعض مباح امور جیسے بازار میں کھانا پینا، اور شارع عام میں بول پشاپ وغیرہ۔ معلوم ہونا چاہیے کہ عدلِ روایت، عدلِ شہادت سے عام ہے۔ کیونکہ عدلِ روایت غلام کو بھی شامل ہے جبکہ عدلِ شہادت صرف آزاد کو شامل ہے۔ یعنی روایت غلام عادل کی بھی معتبر ہوگی مگر شہادت غلام عادل کی معتبر نہیں ہے اور ضبط سے وہ حفظ اور قوتِ یادداشت مراد ہے جس کے باعث سنی ہوئی مرویات خلل اور بعض الفاظ کے چھوٹ جانے سے محفوظ رہتا ہو یہاں تک کہ ان مرویات کے ذہن میں ماضی کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط صدر اور ضبط کتاب۔ ضبط صدر زیادہ اشتداد اور حفظ قلب سے ہوتی ہے۔ اور ضبط کتاب یہ ہے کہ ادا کرنے اور دوسرے کو پہنچانے تک محفوظ اور یاد رکھے۔

وُضُل:۔ عدالت سے متعلق وجوہ طعن کی علماء نے پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ قسم اول راوی کا کاذب اور جھوٹا ہونا۔ قسم دوم اس کا کذب کے ساتھ متهم ہونا۔ قسم سوم فسقِ راوی۔ قسم چہارم راوی کی جمالت، قسم پنجم راوی کا بدعتی ہونا۔ کذبِ راوی سے مراد یہ ہے کہ اس کا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کرنے میں جھوٹ ثابت ہو چکا ہو۔ اور اس حدیث کو جس کا راوی کاذب قرار پا چکا ہو، موضوع کہتے ہیں۔ اور جس شخص سے تمام عمر میں ایک دفعہ بھی روایت حدیث میں جھوٹ ہو کر ثابت ہو گیا ہو اس کی روایت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ جھوٹ سے توبہ بھی کر لے۔ بخلاف جھوٹی گواہی دینے والے گواہ کے۔ کیونکہ نائب ہونے کے بعد وہ مقبول الشہادۃ ہو جائے گا۔ اور محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث سے یہی مراد ہے۔ نہ یہ کہ کسی خاص حدیث میں اس کا کذب وہ وضع ثابت ہو۔ اور وضع و افتراء کا حکم ظن غالب سے ہو گا قطعیت و یقین کے لیے کوئی راہ نہیں۔ کیونکہ جھوٹا انسان بھی کبھی سچ کہہ دیتا ہے۔ اور راوی کے متهم بالکذب ہونے سے یہ مراد ہے کہ راوی گفتگو میں دوسرے کوئی میں مشہور ہو چکا ہو۔ اگرچہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت میں اس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ اور جو روایت شریعت پاک کے معلوم و ضروری قواعد کے مخالف ہو وہ بھی موضوع حدیث کے حکم میں ہے۔ حدیث کی اس قسم کو متروک کہتے ہیں۔ چنانچہ محدثین کہتے ہیں حدیث متروک، یا متروک الحدیث۔ ایسا شخص اگر توبہ کرے اور توبہ میں مضبوط ہو جائے اور صدق و راستی کی علامات اس کے حال کی پیشانی سے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں تو اس کی روایت کردہ حدیث بھی سنی جاسکے گی۔

اور وہ شخص جس کے حدیث کے سوا دوسرے کلام میں کبھی کبھی نادر طور پر جھوٹ کا ثبوت ملتا ہو تو اگرچہ اتنی مقدار میں بھی کذب کا مرکب ہونا معصیت اور گناہ ہے تاہم اس کی روایت کردہ حدیث کا نام موضوع یا متروک نہ ہوگا۔

اور فسق سے عملی فسق مراد ہے۔ کیونکہ فسق اعتقادی بدعت میں داخل ہے۔ بدعت کا زیادہ تر استعمال اعتقادی خرابی میں ہوتا ہے اور کذب بھی اگرچہ فسق میں داخل ہے تاہم اس کے شدید قسم کا نقص ہونے کے باعث اور ایک الگ شے قرار دیتے ہوئے اسے فسق سے جدا چیز شمار کیا گیا ہے۔ راوی کے نام کا معلوم نہ ہونا بھی حدیث میں طعن کا موجب ہے۔ کہ جب راوی کا نام معلوم نہ ہوگا اس کا حال بھی معلوم نہ ہوگا اور یہ معلوم نہ ہونے کے گاہ کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ۔ اس کی مثال یوں ہے أَخْبَرَنِي رَجُلٌ أَوْ أَخْبَرَنِي سَيِّئٌ اور اس جمہول الاسم راوی کو مبہم کہتے ہیں۔ اور مبہم راوی کی حدیث مقبول نہیں ہے الا یہ کہ وہ صحابی ہو کہ صحابہ سب کے سب عادل و ثقہ ہیں۔ اور اگر راوی مبہم کا نام روایت میں بصورت تعدیل آیا ہو جیسے أَخْبَرَنِي عَدْلٌ أَوْ أَخْبَرَنِي ثِقَّةٌ تو اس میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ اس کی روایت مقبول نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ روایت کرنے والے نے اس جمہول الاسم راوی کو اپنے خیال کے مطابق ثقہ گمان کر لیا ہو۔ مگر وہ نفس الامر میں ثقہ نہ ہو۔ لہذا اس کا نام لینا چاہیئے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ثقہ ہے۔ اور اگر علم حدیث کا کوئی ماہر و حافظ امام جمہول الاسم راوی کو ثقہ کے لفظ سے بیان کرے تو وہ مقبول ہے۔

بدعت: بدعت سے ایسی نئی نکالی ہوئی چیز کا اعتقاد کر لینا مراد ہے جو کسی شیعہ اور تاویل کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ معروف و معلوم طور پر وارد ہوا ہے اس کے خلاف ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ معروف و معلوم چیز کے انکار اور اس سے عناد کی بنا پر اس نئی چیز کا معتقد نہ بنا ہوا ہو۔ کیونکہ انکار و عناد کفر ہے۔ اور مبتدع کی حدیث مردود ہے۔ اور اگر وہ مبتدع صدق لہجہ و حفاظت زبان سے متصف ہو تو بعض کے نزدیک اس کی حدیث مقبول ہے۔ اور بعض کے نزدیک اگر وہ مبتدع کسی ایسے متواتر امر شرع کا منکر ہو جس کا دین اسلام میں سے ہونا بدعت معلوم یا اس کا ضروریات دین میں سے ہونا معلوم و معروف ہو تو اس کی حدیث مردود ہے۔ اور جو اس حالت تک نہ پہنچا ہو اگرچہ مخالفوں نے اس کی تکفیر بھی کی ہو اس کی حدیث مقبول ہوگی جب کہ اس راوی میں ضبط و دق، تقویٰ اور احتیاط پائی جاتی ہو۔ لیکن اس بارے میں مختار و پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ اگر وہ مبتدع لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتا۔ اور اس کی تند و سب و تزیین میں کوتاہاں رہتا ہو تو اس کی حدیث کو قبول نہ کیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو مقبول ہوگی الا یہ کہ ایسی چیز روایت کرے جو اس کی بدعت کو تقویت دینے والی ہو۔ کہ اس صورت میں اس کی روایت مردود ہوگی۔ الغرض اہل بدعت و ہوا اور بدعتیہ لوگوں سے حدیث اخذ کرنے میں محدثین کرام کا آپس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جامعہ اکمل میں ہے کہ آئمہ حدیث کی ایک جماعت نے خوارج اور ان لوگوں سے جو قدریہ، شیعہ، روافض اور دوسرے اہل بدعت و ہوا سے حدیث لی ہے۔ اس کے برعکس محدثین کی ایک دوسری جماعت نے ان لوگوں سے اخذ حدیث میں احتیاط اور دودھ

کو اختیار کیا ہے۔ محدثین کے ان دونوں گرد ہوں کی اپنی اپنی نیت ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان فرقوں سے اخذ حدیث، ان کے صدق و صواب کو پوری طرح جانچنے کے بعد کیا جائے گا۔ اور یہ احتیاط عدم اخذ میں ہے کیونکہ یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ ان گمراہ فرقوں نے اپنے مذہب کو رواج دینے کے لیے بہت سی احادیث اپنے پاس سے گھڑی ہیں اور بدعت سے تو بہ اور رجوع کے بعد انہوں نے خود اس کا اعتراف و اقرار بھی کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَضَلَّ: علماء فقہ و جرح نے ضبط سے متعلق و جرح طعن کی بعض پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ اول غفلت کی زیادتی۔ دوم غلطی کا کثرت سے واقع ہونا۔ سوم ثقات کی مخالفت۔ چہارم دہم میں مبتلا ہونا پنجم حافظے کا خراب ہونا۔ غفلت کا زیادہ ہونا اور غلطی کا کثرت سے وقوع دونوں قریباً ایک ہی چیز ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ غفلت کا تعلق حدیث کے سننے اور اسے ذہن میں محفوظ کرنے سے ہوتا ہے اور غلطی کا تعلق دوسرے کو سنانے اور حدیث کو دوسرے تک پہنچانے سے ہوتا ہے۔ اور ثقت راویوں کی مخالفت کا تعلق اسناد یا متن حدیث سے ہوتا ہے۔ اور اس کی متعدد صورتیں ہیں۔ اور یہ حدیث کو شاذ کر دینے کا موجب ہے۔ اور یہ مخالفت ثقات ضبط کے وجوہ طعن میں سے اس لحاظ سے ہے کہ ثقت راویوں کی مخالفت کا باعث عدم ضبط ہوتا ہے۔ اور اس وصف ضبط کے نہ مہرے کے باعث یہ راوی حدیث میں تغیر و تبدیل سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

اور دہم اس وجہ سے موجب طعن ہے کہ اس کی بنا پر راوی روایت حدیث کرتے وقت دہم میں مبتلا اور خطا میں واقع ہو جاتا ہے۔ پھر اگر اس کے دہم و خطا پر دلالت کرنے والے قرائن کے ذریعے اطلاع ہو جائے اور اس روایت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب و علل کا پتہ چل جائے تو ایسی حدیث کو **مُعَلَّلٌ** کہتے ہیں اور یہ شناخت و اطلاع حدیث کے مشکل ترین اور اذوق ترین علوم میں سے ہے۔ اس استعداد پر وہی شخص قائم و راسخ ہو سکتا ہے جسے مراتب رواد اور اساتید و متون کی معرفت تامہ اور اس سلسلے میں تیز فہم اور وسیع حفظ کی قوت عطا کی گئی ہو۔ جیسا کہ اس فن کے متقدمین حضرات سے بے کرام دار قطنی تک کہ علماء کرام کا فیصلہ ہے کہ اس باب میں دار قطنی جیسا کامل ان کے بعد پیدا نہیں ہوا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ **مُعَلَّلٌ** (نقص بیان کرنے والا) کی عبارت حجت اور دلیل قائم کرنے سے قاصر ہوتی ہے اور وہ علت و نقص کی تیق و تعیین نہیں کر سکتا۔ جس طرح بعض اوقات صرف درہم و دینار کو کھوٹا کھرا ظاہر کرنے کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ حافظہ کی خرابی سے مراد یہ ہے کہ اس کی درستی فہم خطا سے اور حفظ و یادداشت سمجھ و نہایت سے بڑھ کر نہ ہو۔ یعنی یا تو خطا و نہایت غالب ہو یا صحت فہم و قوت یادداشت کے برابر ہو۔

یہ دونوں صورتیں سوء حفظ میں داخل ہیں۔ قابل اعتبار یہ ہے کہ صحت فہم و قوت یادداشت کا غلبہ ہو۔ اور خرابی حافظہ کا مرض اگر راوی کی پوری عمر کے حالات کے ساتھ لازم ہو چکا ہو اور کسی حالت میں بھی وہ اس سے محفوظ و مصون نہ رہتا ہو تو اس کی حدیث معتبر نہ ہوگی۔ اور بعض محدثین کے نزدیک اسے بھی شاذ ہی کہیں گے۔ اور اگر خرابی حافظہ کا مرض عارضی اور وقتی ہو۔ مثلاً زیادہ

بوڑھا ہو جانے کے باعث یا بینائی چلے جانے کی وجہ سے یا کتابوں کے تلف ہو جانے کی بنا پر ہو تو اسے مختلط کہتے ہیں۔ اور اگر اس نے کوئی روایت اس خلل و اختلاط کے عارض ہونے سے قبل بیان کی ہو اور اسے ان روایات سے جدا و الگ کر دیا ہو جو اس عارضہ کے لاحق ہونے کے بعد روایت کی ہیں۔ تو جدا کردہ روایت کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور اگر الگ اور جدا نہ کیا ہو تو اس میں تہنیت کیا جائے گا۔ اور اگر اشتباہ ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ اور اگر اس قسم حدیث کے لیے متابعات اور شواہد مل جائیں اور وہ مقام اشتباہ سے نکل جائے تو وہ روایت درجہ دوم توقف سے نکل کر مرتبہ قبول و رجحان کو پہنچ جائے گی۔ اور یہی حکم ہے مستور، منکسر اور مرسل احادیث کا۔

و فصل :- اگر حدیث صحیح کا راوی ایک ہی ہو۔ تو اسے غریب کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور اگر دو راوی ہوں تو اسے عزیز کہتے ہیں۔ اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو اسے مشہور و مستفیض کہتے ہیں۔ اور اگر راویوں کی کثرت اس حد کو پہنچ جائے کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو جائے تو اسے متواتر کہتے ہیں۔ اور غریب حدیث کو فرد بھی کہتے ہیں۔ اور راوی کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کے ایک درجے میں بھی یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو وہ غریب کہلائے گی۔ لیکن اس صورت میں اسے فرد نہ کہتے ہیں۔ اور اگر سند کے تمام درجوں میں ایک ہی راوی چلا آئے ہو تو ایسی روایت کا نام فرد مطلق ہے۔ اور دو راویوں کے روایت کرنے سے مراد یہ ہے کہ سند کے تمام درجوں میں دو راوی ہوں۔ اگر کسی ایک درجے میں بھی صرف ایک راوی آگیا تو وہ عزیز نہ ہوگی بلکہ غریب کہلائے گی جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور اس قیاس پر مشہور حدیث میں دو سے زیادہ راویوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ علماء نقد و جرح کے اس قول کا کہ اس فن میں اقل اکثر پر غالب ہے یہی معنی ہے۔ (یہ بات ذہن نشین کر لو)۔ اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ غرابت صحت کے منافی نہیں۔ اور یہ کہ غریب حدیث بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کے تمام رجال سند ثقہ ہوں۔ اور کبھی غریب بمعنی شاذ بھی آتی ہے۔ وہ شاذ جو حدیث میں اقسام طعن میں سے ہے۔ صاحب مصابیح بعض احادیث کے بارے میں بطور طعن جب یہ فرماتے ہیں کہ ہذا حدیث غریب تو اس سے ان کی مراد یہی شاذ ہوتی ہے۔ اور بعض نے شاذ سے صرف وہ حدیث مراد لی ہے جس کا راوی مفرد ہو۔ بغیر اس بات کا لحاظ کیے کہ اس میں ثقات کی مخالفت واقع ہوئی ہو۔ اس بنا پر یہ حضرات کہتے ہیں کہ صحیح شاذ بھی ہوتی ہے اور غیر شاذ بمعنی فرد ثقہ بھی۔ اور ہماں طعن کے طور پر کسی حدیث کو شاذ کہتے ہیں وہاں مخالفت ثقات مراد ہوتی ہے۔

و فصل :- ضعیف وہ حدیث ہے جس میں صحیح یا حسن کی شرائط معتبرہ میں سے ایک یا ایک سے زیادہ مطلقاً شرائط مفقود ہوں اور راوی میں عدالت یا ضبط نہ ہو۔ یا اس کا اسناد انقطاع کے عیب سے داغدار ہو۔ اور شذوذ، اجنبیت، عدلت و نقص سے پاک نہ ہو۔ اس اعتبار سے افراد اذکر کیا ضعیف کی متعدد اور کثیر اقسام بن جاتی ہیں۔ اسی طرح صحیح یا حسن لذاتہ اور بغیرہ کی اقسام بھی اصل مخصوص میں مشترک ہونے کے باوجود ان صفات کے مراتب و درجات سے تفاوت کے لحاظ سے بہت بن جاتی ہیں۔

اور علماء نقد و جرح نے صحت کے مراتب پر اسے ضبط کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اور ان کی تعیین فرمادی ہے۔ اور احادیث کی سندوں سے ان کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ اور کہا ہے کہ عدالت و ضبط کا نام سندوں کے تمام رجال (رواة حدیث) کو شامل ہے۔ لیکن ان صفات عدالت و ضبط میں بعض راویوں کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ تاہم صحیح ترین سند کا اطلاق کس مخصوص سند پر کیا جائے تو اس میں علی الاطلاق اختلاف ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ صحیح ترین سند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے جو وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے نانا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے کریں۔ اور بعض مالک از نافع از ابن عمر کو صحیح ترین سند کہتے ہیں۔ اور بعض زہری از سالم اور وہ اپنے باپ ابن عمر سے روایت کو صحیح ترین سند قرار دیتے ہیں لیکن اس سلسلے میں درست بات یہ ہے کہ کسی مخصوص سند پر علی الاطلاق صحیح ترین ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ ہاں اس مقام پر ایک اعلیٰ درجہ ہے جس میں بہت سی سندیں داخل ہیں۔ اور اگر کسی فید کے ساتھ مقید کر کے صحیح ترین کا لفظ بولا جائے۔ مثلاً فلان شمر کی صحیح ترین سند، یا فلان باب میں صحیح ترین سند یا اس مسئلہ میں صحیح ترین تو البتہ یہ اطلاق درست ہے۔ واللہ اعلم۔

تنبیہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کے بارے میں یوں فرمادیا کرتے ہیں حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ وَ حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ اور حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ مَجِیْعٌ ان کی اس عادت کے بارے میں یہ بات ہے کہ حسن و صحت کے اجتماع میں تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ ایک حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔ ہاں غریب اور حسن کے اجتماع میں اشکال ضرور ہے۔ کیونکہ امام ترمذی نے حسن میں تعدد طرق کا اعتبار کیا ہے۔ اور یہ بات غرابت کے مفہوم کے منافی ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ امام ترمذی کے نزدیک تعدد طرق کا اعتبار مطلق حسن میں نہیں ہے۔ بلکہ حسن کی ایک خاص قسم میں ہے۔ اور جہاں وہ حسن اور غریب کو جمع کرتے ہیں وہاں اس سے ایک دوسری قسم مراد ہوتی ہے۔ بعض علماء اس اشکال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حسن و غریب کو یکجا کر کے امام ترمذی علیہ رحمۃ اختلاف روایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ بعض روایات کے مطابق یہ حدیث غریب اور بعض دوسری کے اعتبار سے حسن ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں واو بمعنی او ہے جو شک و تردد کے معنی دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حدیث یا تو غریب ہے یا حسن۔ اور اس اشکال کا یہ جواب دینا کہ یہاں حسن سے مراد اصطلاحی حسن نہیں بلکہ حسن سے ماہیل الیہ الطبع مراد ہے (یعنی جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اگرچہ وہ سند کے اعتبار سے غریب ہی کیوں نہ ہو) تو یہ جواب درستی سے بعید ہے۔

وَصُل: احکام میں صحیح لذاتہ کے قابل محبت ہونے پر سب علماء کا اجماع ہے۔ عام علماء کے نزدیک حسن لذاتہ کی بھی یہ حیثیت ہے اور یہ قابل محبت ہونے میں صحیح کے ساتھ ملحق ہے۔ اگرچہ مرتبہ میں اس سے کم ہے۔ اور جب ضعیف حدیث تعدد طرق کے ذریعے درجہ حسن تک پہنچ جائے تو اس سے بھی استدلال کرنا درست ہوتا ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ ضعیف حدیث

صرف فضائل اعمال میں محبت ہے تو اس سے مفرد یعنی ایک سند ظالی ضعیف مراد ہے۔ نہ کہ وہ جو کئی اسناد سے مروی ہو اس لیے کہ وہ تو تعدد طرق کی وجہ سے درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ اور ضعیف کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ آئمہ فن نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔ بعض آئمہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا ضعف اگر بعض راویوں کے سوء حفظ یا اختلاط یا تدلیس کی بنا پر ہو۔ اور راوی میں صدق و دیانت کا وصف بھی ہو تو تعدد طرق سے اس کے ضعف کی تدانی ہو جائے گا اور اگر ضعف کا موجب راوی کا مہتمم بالکذب ہونا یا اس کا شذوذ اور غش خطا ہو تو تعدد طرق کے ساتھ بھی اس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور حدیث درجہ ضعف میں ہی رہے گی۔ اور فضائل میں مقبول و معمول بہ ہوگی۔ ممکن ہے کہ بعض علماء کے اس قول کا ذکر ایک ضعف کے دوسرے ضعف کے ساتھ مل جانے سے قوت نہیں آسکتی نفع ضعیف حدیث کی اس قسم سے ہو۔ ورنہ کسی اور معنی کے مطابق یہ قول ظاہر الفساد ہے۔ اور اس بات میں ابھی مزید غور و تدبیر کی ضرورت ہے۔

و فصل :- جب کہ صحیح حدیث کے درجات میں فرق و تفاوت ہوتا ہے۔ اور بعض بعض سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں۔ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات محدثین کے ہاں طے شدہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کی صحیح حدیث میں تہنیف شدہ کتب میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ علماء نے کہا ہے صحیح الکتاب بعد کتاب الشدیح البخاری۔ یعنی کتاب الشدیح کے بعد صحیح ترین کتاب صحیح بخاری ہے۔ اور بعض مغربی علماء و مراکش و اندلس وغیرہ کے علماء کے نزدیک صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر صحت میں فوقیت حاصل ہے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ ترجیح احادیث کے حسن سیاق و حدیث کی ترتیب و وضع میں عمدگی وغیرہ کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی کوئی کتاب بھی احادیث کی وضع و ترتیب، اشارات کی ہار یکیوں کی رعایت ہندوں کے ذکر کرنے میں بہترین نکات پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے صحیح مسلم کی ہم پلہ اور برابر نہیں۔ تاہم ترجیح کی یہ وجوہات خارج از بحث ہیں۔ کیونکہ یہاں گفتگو حدیث کی صحت، قوت اور ان امور کے بارے میں ہے جو اس سے متعلق

صحیح بخاری کے برابر نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے رجال حدیث میں صحت حدیث کے لیے جن صفات کا ملہ کا لحاظ و اعتبار کیا گیا ہے۔ وہ کسی اور محدث نے ملحوظ نہیں رکھیں۔ بعض علماء ان دونوں کتابوں کو ایک دوسرے کی برابر ترجیح دینے میں توقف کرتے ہیں تاہم جمہور کے نزدیک مشہور یہی ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔ جیسا کہ اس بات کو انہوں نے اپنے مقام پر وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور جس حدیث کی تخریج و روایت میں امام بخاری و امام مسلم دونوں اکٹھے ہو جائیں یا جس کے بارے میں یوں آئے أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ تو وہ حدیث متفق علیہ کہلائے گی۔ علماء حدیث نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صحیح احادیث کی تعداد دو ہزار تین سو چھیالیس ہے۔ مختصر یہ کہ جمہور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک احادیث صحیحہ میں اعلیٰ ترین مرتبہ متفق علیہ حدیث کا ہے۔ پھر اس کا جس کے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہوں۔ پھر اس کا مرتبہ

جس کے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہوں۔ پھر وہ حدیث مجدد امام بخاری و امام مسلم کی شرائط کے مطابق ہو۔ پھر وہ جو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔ اس کے بعد وہ جو امام مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔ پھر اس کا درجہ جو ان دو آئمہ کی شرط کے بجائے دوسرے آئمہ حدیث کی شرط کے موافق ہو جنہوں نے صحت احادیث کا التزام کر کے ان کی تصحیح کی ہے اس ترتیب کے مطابق تمام سات قسمیں بنتی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی شرط سے مراد یہ ہے کہ رجال حدیث ان صفات سے مشغف ہوں جن کا اعتبار ان دونوں اماموں نے کیا ہے۔ جیسے ضبط، عدالت، شذوذ کا نہ ہونا نکابت (انجسیت راوی) اور علت قاصرہ سے پاک ہونا وغیرہ۔ بخاری و مسلم کی شرط کی اس سے زیادہ تفصیل مقدمہ شرح سفر السعادت میں کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

وَصَلِّ:۔ احادیث صحیحہ کا ذخیرہ صرف صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہی منحصر نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان دونوں حضرات نے تمام صحاح کا استیعاب (اکٹھی کر دینا) کیا ہے۔ بلکہ ان دونوں اماموں نے بعض ایسی صحیح احادیث بھی چھوڑ دی ہیں۔ جو ان کی شرائط کے مطابق تھیں۔ چہ جائیکہ مطلقاً تمام صحیح احادیث کو اماموں نے اپنی صحیحین میں درج کیا ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا ہے میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث درج کی ہیں اور ان میں سے کبھی بہت سی چھوڑ دی ہیں۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے میں نے اپنی کتاب میں صرف احادیث صحیحہ ہی درج کی ہیں۔ اور میں یہ نہیں کہتا کہ جن احادیث کو میں نے درج نہیں کیا وہ ضعیف ہیں تاہم بعض احادیث صحاح کو چھوڑ دینے اور بعض کے نقل کرنے میں ان دونوں اماموں کے ہاں تخصیص و ترجیح کی وجہ ضرور ہوگی۔ خواہ وہ صحت کی حیثیت سے متعلق ہو یا دوسرے مقاصد کے پیش نظر۔

اور حاکم ابو عبد اللہ میثاقی نے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام مستدرک رکھا۔ یعنی وہ صحیح احادیث جنہیں امام بخاری و مسلم نے چھوڑ دیا مستدرک میں انہیں درج کر کے ان کی اس فرد گذاشت کی تلافی کی۔ اس کتاب میں انہوں نے بعض احادیث مندرجہ بالا کے مطابق روایت کیں اور بعض ان میں سے ایکس کی شرط کے مطابق۔ اور بعض دوسرے آئمہ حدیث کی شرط کے مطابق۔ اور حاکم علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ انہوں نے یعنی بخاری و مسلم نے یہ فیصلہ نہیں دیا کہ جن احادیث میں ہم نے ان دو کتابوں (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں تخریج و روایت نہیں وہ غیر صحیح ہیں۔ حاکم علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے زمانے میں بدعتی لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی ہے جنہوں نے آئمہ دین پر طعن و اعتراض کی زبانیں کھولی دی ہیں۔ کہ تو ارہے نزدیک بھی احادیث صحیحہ کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ (تو ان آئمہ حدیث نے بہت سی صحیح احادیث کیوں چھوڑ دیں) تاہم آئمہ دین پر طعن و اعتراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اور امام بخاری سے منقول ہے وہ فرماتے تھے مجھے ایک لاکھ صحیح حدیث یاد ہے۔ اور غیر صحیح سے دو لاکھ یاد ہیں ظاہر یہی ہے کہ صحیح سے مراد وہ احادیث ہیں جو امام بخاری علیہ الرحمۃ کی اپنی شرط کے مطابق صحیح ہوں۔ اور صحیح بخاری میں مکرر احادیث سمیت کل سات ہزار و ستر چھتر احادیث ہیں۔ اور مکرر احادیث کو شمار نہ کرنے کی صورت

میں صحیح بخاری میں کل چار ہزار حدیث ہے۔

بہت سے دوسرے ائمہ حدیث نے بھی صحیح احادیث اکٹھا کرنے کی خاطر کتب تصنیف فرمائی ہیں جیسے صحیح ابن خزیمہ کہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کو امام الائمہ کہا گیا ہے یہ صاحب ابن حبان کے شیخ و استاد ہیں۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ میں نے روئے زمین پر ابن خزیمہ کے سوا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو فن حدیث کو ان سے بہتر جانتا ہو۔ یا جسے مختلف الفاظ کے ساتھ پوری طرح احادیث صحیحہ یاد ہوں۔ گو یا تمام سنن و احادیث کا ذخیرہ ان کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اسی طرح ایک کتاب صحیح ابن حبان ہے۔ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ امام الائمہ ابن خزیمہ علیہ الرحمۃ کے شاگرد ہیں۔ ثقہ، ثبت (فک الذہن) فاضل اور نہایت تیز فہم و فراست کے مالک تھے۔ حاکم نے ان کی شان میں فرمایا ہے کہ ابن حبان علیہ الرحمۃ علم فقہ، علم حدیث اور وعظ میں علم سے بھرے ہوئے برتنوں کی طرح تھے۔ اور نہایت ہی عقلمند شخصیت تھے۔ اور ایک کتاب صحیح حاکم ابو عبد اللہ شافعی پوری الحافظ اشقر ہے جس کا نام مستدرک ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے حاکم سے اس کتاب میں قدرے فروگزاشت بھی سرزد ہوئی ہے۔ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان سندوں اور متنوں کے بیان کرنے میں حاکم سے اکمل و اقویٰ اور بہتر عمدہ تر ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کتاب مختارہ حافظ ضیاء مقدسی ہے انہوں نے بھی اس میں وہ احادیث صحیحہ اکٹھی کی ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں۔ علماء نے اس کتاب کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ مستدرک حاکم سے بھی یہ احسن ہے۔ یوں ہی صحیح ابو عوانہ، ابی السکین اور ابن جبار کی مُنتَقٰی ہے۔ ان تمام مذکورہ کتب میں صحیح احادیث ہی جمع کی گئی ہیں۔ تاہم علماء نقد و جرح کی ایک جماعت نے ان کتب پر ازراہ تعصب یا از روئے انصاف تنقید کی ہے۔

د فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے) واللہ اعلم۔

و فصل: اسلامی حلقوں میں حدیث کی جو چھ کتابیں مشہور ہیں اور جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ سے عبارت ہیں۔ بعض کے نزدیک ابن ماجہ کے بجائے موطا ہے۔ کتاب جامع الاصول کے مؤلف نے موطا کو ہی اختیار کیا ہے۔ ان چھ کتابوں میں صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اغلب و اکثر احادیث کے لحاظ سے ان کتب کو صحاح ستہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صاحب مصابیح نے جو بخاری و مسلم کے غیر مردیات کو حسن کہا ہے۔ تو اس کی وجہ بھی قریب قریب یہی ہے۔ دراصل یہ صاحب مصابیح کی جدید اصطلاح ہے۔ اور علماء نے کہا ہے کہ ابن ماجہ کی جگہ دارمی کی کتاب چھٹی کتاب شمار کیے جانے کے زیادہ لائق ہے۔ کیونکہ اس کے رجال ضعیف میں کتر ہیں۔ اور منکر و شاذ احادیث اس میں بہت کم پائی جاتی ہیں۔

یہ تمام مذکورہ کتابیں علم حدیث کی مشہور کتابیں ہیں۔ اور امام سیوطی نے جمع الجوامع میں یہاں سے زائد کتب حدیث سے

سورجی

احادیث جمع کی ہیں جن میں صحیح، حسن، ضعیف ہر قسم کی احادیث ہیں۔ اور امام سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ جمع الجوامع میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی گئی جو موضوع ہو۔ یا جو باتفاق محدثین متروک اور مردود ہو۔ واللہ اعلم۔

نیف شکوۃ المصالح نے دیا ہے کہ کتاب میں ائمہ حدیث کی ایک جماعت ذکر کیا ہے۔ ہم نے بھی مبحث کی ترتیب کے مطابق ان ائمہ کے حالات بیان کر دیے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا ذکر جو اجل، اعظم، اور اکرم امام ہیں اس کتاب میں نہیں کیا۔ اسماء الرجال کی کتاب میں آپ کا ذکر اتم و اکمل طریقہ پر ہونے کر دیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ نام محمد۔ اور شجرہ نسب اس طرح ہے۔ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن برد بن بفتح باموحدہ، و سکون راء و کسر دال ہملہ و سکون زاء و بفتح باموحدہ۔ آپ کو بخاری اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ بخارا شریف میں پیدا ہوئے۔ لفظ بخاری آپ اور آپ کی کتاب کے لیے علم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ آپ کی تخلصی (بضم جیم، و سکون عین ہملہ آخر میں فامسکور) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کا جد اعلیٰ مغیرہ مجوسی تھا بیان جعفری کے ہاتھ پر جو اس وقت والی بخارا تھا، مسلمان ہوا۔ امام بخاری کو بھی اس نسبت سے جعفری کہہ دیتے ہیں۔ جس طرح شافعی کی نسبت سے شافعی کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث و علمائے حدیث کے مقتدا و پیشوا ہوئے ہیں۔ محدثین کے ہاں آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا مہر الاحادیث النبویہ اور ناشر المہارین الحمد کے القاب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ آپ کے وقت کے علماء نے مختلف الفاظ میں آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم صاحب الصحیح جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یوں کہا کرتے تھے۔ یحییٰ اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں چوم لوں۔ اسے عمدہ گفتگو دے۔ اسے استاذ الاساتذہ۔ اسے محدثین کے رئیس و سرور۔ امام ترمذی نے کہا۔ ”میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس امت کی زینب بنایا ہے۔“ ابن مدنی نے کہا امام بخاری نے خود بھی اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا ابن خزیمہ نے کہا نیلے آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر حدیث جانتے والا اور اس کا حافظ موجود نہیں ہے۔ بعض علماء نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ زمین پر چلنے والی مخلوق میں سے امام بخاری علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ اہل یوں بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنے زمانہ میں احادیث کے حفظ و یادداشت کتاب و سنت کے معانی سمجھنے میں، ذہن کی تیزی، طبیعت کے نکھار، وافر علم فقہ، کمال زہد، خالصت موع و تقویٰ، حدیث کے طرق اور ان کے نقائص و علل پر مطلع ہونے میں، نظر کی باریکی، قوت اجتہاد اور فردیہ کو حاصل سے نکالنے میں اپنی نظیر نہیں

رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ ابرار و اختیار اور احادیث کے راویوں میں سے تھے۔ انہیں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و ہم نشینی نصیب رہی۔ اور انہوں نے امام مالک کے اصحاب اور ان کے طبقہ سے روایت کی ہے۔ اور وہ یعنی والد مکرم مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اور بار بار گاہ الہی میں عرض کیا کرتے تھے خداوند قدوس امیری تمام دعائیں دنیا میں ہی قبول نہ کرے بلکہ کچھ آخرت کے لیے بھی رہنے دے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی مستجاب الدعوات تھیں۔ منقول ہے کہ امام بخاری بچپن میں نابینا ہو گئے۔ اطباء نے آپ کو لا علاج قرار دے دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے درگاہ الہی میں منوجہ ہو کر دعا کی خراب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اسے بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بار بار دعا کرنے اور تیری گمبہ و زاری کی برکت سے تیرے بچے کو بینائی عطا فرمادی۔ امام بخاری جب صبح کو اٹھے تو آنکھوں کی بینائی اس طرح صحیح اور درست تھی گویا کبھی بینائی ضائع نہیں ہوئی تھی۔ منقول ہے کہ آپ دس برس کے تھے کہ حدیث حفظ کرنے کا اہم ہوا۔ گیارہ برس کے تھے کہ اپنے شیخ کے خلط (سند حدیث میں عیب و نقص کا نام ہے) کی اصلاح کی۔ سولہ برس کی عمر میں ابن مبارک اور وکیع کی کتابوں کو حفظ کر لیا اور اصحاب اسے کی کتابوں سے واقف ہو گئے۔ انہی ایام میں والدہ، والد اور آپ کا بھائی آپ کو حج بیت اللہ کے لیے لے گئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے صحابہ تابعین کے فضائل و مناقب میں کتاب تصنیف کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے قریب بیٹھ کر تاریخ کیر تالیف کی۔ آپ چاندنی زقوں میں بھی کتابیں لکھتے تھے۔ آپ نے سماع اور قرأت حدیث کے لیے اسلامی شہروں کے متعدد سفر اختیار کیے۔ آپ سے منقول ہے کہ فرمایا میں نے استفادہ حدیث کے لیے دو مرتبہ شام اور مصر کا سفر کیا۔ چار مرتبہ مصر سے آیا۔ چھ سال حجاز مقدس میں اقامت گزری رہا۔ اور اس کا شمار نہیں کر سکتا کہ بغداد و کوفہ میں کتنی بار آیا ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک بڑا اسی شخص اس سے میں نے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس تعداد میں اصحاب حدیث علماء کے علاوہ اور کوئی شامل نہیں۔ آپ کے مشائخ کے پانچ طبقات ہیں۔ تبع تابعین، تبع تابعین، آپ کے ہم عصر۔ آپ کے ساتھی۔ اور آپ کے وہ تلامذہ جن کی مطابقت کردہ احادیث میں آپ نے فوائد ملاحظہ فرمائے ان سب حضرات سے آپ نے روایت کی ہے۔ حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ سے یہ بات منقول ہے کہ کوئی محدث اس وقت تک کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک اپنے سے اوپر، اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ آدمی سے روایت نہ کرے۔ اور بے شمار لوگوں نے امام بخاری علیہ الرحمۃ سے روایت کی ہے۔ جیسے امام مسلم نے اپنی غیر صحیح میں اور امام ترمذی، امام ابن خزمیہ اور فربری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور کم و بیش ایک لاکھ افراد نے آپ سے روایت کی ہے رحمۃ اللہ علیہ و علیہم و علی سائر عباد اللہ الصالحین۔

منقول ہے کہ امام صاحب کو اپنے والد کے ترکہ سے جو مال وراثت ملا تھا اس کی بنا پر آپ بہت بڑے مالدار تھے۔

اور آپ جو انفراد، سخی، صاحب مروت، نہایت پارسائے تمام امور میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ غریب و فقراء کو صدقات و خیرات سے نوازتے رہتے تھے۔ علم حدیث کے طلبہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اور نہایت قلیل القدام تھے۔ یہاں تک کہ دن میں صرف دو یا تین باوام آپ کی خوراک تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ نے چالیس سال روٹی کے ساتھ سالن استعمال نہیں کیا۔ جب بیمار ہو گئے تو اطباء نے کہا کہ یہ مرض خشک روٹی کھانے کی وجہ سے لاحق ہوا ہے۔ تو صحت کی خاطر کثرت کے ساتھ مخصوص شربت پینا پڑا۔ مروی ہے کہ ایک دفعہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ستر مرتبہ بھرنے آپ کو کاٹا مگر آپ نے نماز نہ توڑی اور بدستور نماز میں مصروف رہے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ صحیح کے علاوہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی اور بھی تالیفات ہیں۔ جیسے ادب مفرد، رفع الیدین فی الصلوۃ قرأۃ خلف الامام، بر الوالدین، تاریخ کبیر، تاریخ اوسط، تاریخ صغیر، خلق افعال عباد، کتاب الضعفاء جامع کبیر، مسند کبیر، تفسیر کبیر، کتاب الاثریہ، کتاب الہبۃ، اسامی صحابہ، کتاب رجال، کتاب علل، کتاب گنئی۔ کتاب مبسوط اور کتاب فوائد۔

صحیح بخاری کی وجہ تصنیف

معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ اور تابعین کبار رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں احادیث و آثار جو جامع کتب کی شکل میں مدون و مرتب نہ ہوئی تھیں اور تصنیف و تالیف کی رسم معرض وجود میں نہ آئی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور زمانہ رسالت سے قرب کی بنا پر ان حضرات کا دائرہ حفظ بڑا وسیع، اور ان کے اذہان و عقول بڑے صاف و روان تھے۔ نیز جو امور جمع اور تالیف اور تصنیف کتب کا سبب بنتے ہیں، جیسے مذہبی تنازعات، اختلافات، فتاویٰ اور واقعات بھی کم تھے۔ روایات صحابہ بھی آیا ہے کہ صحابہ کرام کو احادیث ضبط تحریر میں لانے کی ممانعت تھی، تاکہ ان میں بعض قرآن مجید سے غلط طعن نہ ہو جائیں۔ اور اس طرح سلمیٰ ذہن کے لوگ اشتباہ و التباس میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ضبط تحریر میں نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں سے اکثر حضرات فن تحریر سے آشنا نہ تھے۔ احادیث و اخبار کی تدوین اور سنن و آثار کی تصنیف کا سلسلہ دراصل تابعین کے آخری دور میں شروع ہوا۔ چنانچہ امام زہری، ربیع بن حبیب اور سعید بن ابی عمرو وغیرہ نے اس مبارک کام کا آغاز کیا۔ اور ہر باب کی علیحدہ تصنیف کی۔ تاکہ طبقہ ناشرین بڑے بڑے لوگ پیدا ہو گئے۔ اور انہوں نے ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق حدیث کی تدوین و تالیف کی۔ امام مالک علیہ الرحمۃ نے جو اہل مدینہ کے پیشوا و مقتدوں میں موطا تصنیف کی۔ اور اہل حجاز کی جو احادیث ان کے ہاں صحت و قوت کے معیار پر درست تھیں وہ اس میں جمع کر دیں۔ نیز صحابہ کرام کے اقوال اور تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگوں کے فتویٰ ہمارے

اپنی اس کتاب میں درج کیے۔ اور تصنیف و تالیف کا یہی کام مکہ معظمہ میں ابو محمد عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج (دوسرے جیم اہل مضموم) علیہ الرحمۃ نے شروع کر دیا۔ شام میں ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی نے، کوفہ میں سفیان ثوری نے اور بصرہ میں حماد بن سلمہ ان سب حضرات نے کتابیں تصنیف فرمائیں ان کے بعد علماء مجتہدین میں سے ہر ایک نے تالیفات کیں۔ اور کبرائے محدثین میں سے امام احمد بن حنبل اسحاق بن داہود یہ جیسے حضرات نے مسانید تالیف کیں۔ اور بعض تصانیف ابواب فقہ کی ترتیب کے مطابق مرتب فرمائیں۔ تاہم ان تمام مولفات میں سے کسی کتاب میں بھی ان کی تدوین و تالیف کرنے والوں نے صحیح حدیث کو ضعیف حدیث سے جدا اور الگ نہ کیا تھا۔ سب سے پہلا شخص جس نے فاصل صحیح احادیث کا ذخیرہ کسی کتاب میں بصورت تصنیف جمع کیا وہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات ہے۔ اور ان مذکورہ کتب سے واقفیت امام موصوف کے لیے صحیح احادیث یکجا کر کے کا ذخیرہ بن گئی۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ آپ نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور تشریف لائے ہیں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اندر وہ آپ کو ہوا پہنچانے کے لیے بھول رہا ہوں۔ اور آپ کے چہرہ انور پر سے مکھیوں کو دودھ ہٹا رہا ہوں۔ میں نے اپنا یہ خواب تعبیر کی خاطر ایک معبر کے سامنے بیان کیا۔ اس نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ تو وہ شخص بنے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے بھوٹ کو دور کرے گا۔ یہ واقعہ اور تعبیر بھی الجامع الصغیر کی تالیف کے سلسلے میں مزید تاکید کا سبب بنا۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے چھ لاکھ احادیث سے چھانٹ کر صحیح کی تالیف کی۔ اور کہا ہے احادیث کا بوزخیرہ میں بنے چھوڑ دیا ہے کہ کتاب میں درج نہیں کیا، وہ اس سے زیادہ ہے۔ جو میں نے صحیح بخاری کی شکل میں جمع کیا ہے۔ آپ نے اس کتاب کی تالیف مسجد خانہ کعبہ میں بیٹھ کر کی۔ اور ہر حدیث لکھنے سے پہلے بارگاہ الہی میں استخارہ کرتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے اور ایک روایت ہے کہ پہلے آب زمزم شریف سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر حدیث پاک لکھتے تھے۔ اور بھی حدیث کی صحت آپ کے نزدیک یقین سے ثابت تھی صرف اس کتاب نے اپنی صحیح میں صحت فرمایا۔ اور ابن عدی نے اپنے شیعہ و اساتذہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے کتاب کے تراجم حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر اور آپ کے قبر شریف کے درمیان بیٹھ کر پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ اور ہر ترجمہ کی تحریر سے قبل آپ دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ دونوں روایتوں میں یوں تطبیق دی گئی ہے کہ مسودہ کتاب تو مسجد خانہ کعبہ میں تیار کیا لیکن اس کی نظر ثانی اور اسے بیاض کی شکل مدینہ مطہرہ میں جا کر دی۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی کتابوں کو تین مرتبہ تصنیف کیا تین مرتبہ ان میں سے گزروے اور تین مرتبہ ان کی کاٹ چھانٹ کی۔ اس کے بعد جا کر اُسے آخری شکل دیتے تھے۔ بخاری شریف کے نسخوں کے کثرت اختلاف کی وجہ بھی یہی ہے۔ بخاری شریف کے مختلف نسخے دراصل مختلف روایات ہیں

جو آپ نے درج کی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام صاحب ہر حدیث عالم واقف یا الہام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کرتے ہوں۔ اور حضور علیہ السلام سے اجازت و رخصت لے کر درج کرتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

امام ابو زید مروزی فرماتے ہیں کہ میں رکن اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان سویا ہوا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔ اسے ابو زید نو میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کی کتاب کونسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب۔

اور بعض عظیم القدر علماء کرام سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور جس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قدم مبارک رکھتے ہیں بالکل اسی جگہ امام موصوف بھی اپنا قدم رکھتے ہیں۔ اور جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ علم حدیث میں تمام تصنیف شدہ کتابوں میں سے امام بخاری کی کتاب کو فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب صحیح البخاری ہے۔

شیخ شہاب الدین ابن حجر نے صحیح بخاری کی شرح میں فرمایا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام احادیث کی تعداد قطعیات، شواہد، تابعات اور مکرر احادیث ملا کر نو ہزار آٹھ سو بیاسی ہے۔ اور مکرر احادیث کو چھوڑ کر مرفوع احادیث دو ہزار چھ سو بیس ہیں۔^{۹۸۸۲} اہمیتی لیکن اس جگہ علماء اصول حدیث اور شارحین بخاری کے درمیان اختلاف بھی پایا جاتا ہے طائفاً علم۔ صحیح بخاری کی احادیث میں سند کا اعتبار سے اعلیٰ و اقرب وہ احادیث ہیں جن میں امام بخاری اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اور مکررات کو ملا کر وہ کل بائیس احادیث ہیں۔ مکررات کو چھوڑ کر کل سولہ ہیں۔

اور بہت سے مشائخ اور ثقہ علماء کرام مرادوں کے حصول، کمالات میں کفایت، حاجات کے پورا ہونے، مصائب کے دور کرنے، تکالیف سے نجات پانے، بیماروں کی صحت و شفا اور شدائد و پریشانیوں کے وقت بخاری شریف کے پڑھنے کا عمل کرتے آئے ہیں۔ اور اس عمل کے ذریعے اپنی مرادیں پاتے اور مقاصد میں کامیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور اس عمل کو انہوں نے تریاق مجرب کی طرح قرار دیا ہے۔ اور علماء حدیث کے ہاں یہ عمل و وظیفہ نہایت ہی شہرت یافتہ ہے۔ چنانچہ میر جلال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاذ سید امیل الدین رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی اور لوگوں کی مشکلات اور مسائل و پریشانیوں کی خاطر کم و بیش ایک سو بیس مرتبہ صحیح بخاری پڑھنے کا عمل کیا ہے جس مقصد اور جس نیت کے تحت ایسا کیا اس میں کامیابی اور کامرانی نصیب ہوئی۔ اور علماء امت کے درمیان یہ حقیقت اس حد تک شہرت یافتہ ہے کہ بے دھڑک یہ کہا جاتا رہا ہے کہ صحیح بخاری کی تلاوت کسی مشکل کے لیے نہیں کی گئی مگر اس سے نجات مل گئی۔ اور وہ مشکل حل ہو گئی۔

نیز جس کشتی اور گھر میں کتاب مدح بخاری ہوگی خدا تعالیٰ اسے ڈوبنے اور جلنے وغیرہ سے محفوظ رکھے گا۔ اور محمد علماء کے نزدیک یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات تھے۔ اور آپ نے مدح بخاری پڑھنے والے کے حق میں دمانے خیر فرمائی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

مذکر نگار رقم طراز ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علوم، بلاد اسلامی کی رحلت و سیاحت اور مشائخ سے اکتساب فیض سے فارغ ہو کر اپنے وطن مالوند بخاری شریف میں جو آپ کی جائے پیدائش بھی ہے، واپس تشریف لائے تو اہل بخاری نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم اور آپ کا بڑا ادب و احترام کیا بخاری شریف سے تین میل باہر جا کر آپ کا استقبال کیا۔ اور اس تین میل کے پورے راستے میں آپ کے اعزاز و اکرام میں بچے اور خچے نصب کیے۔ اور آپ پر درہم و دینار اور زر و جواہر بچھا دیے۔ ایک مدت تک بخاری میں آپ کا قیام رہا اس دوران آپ کا زیادہ وقت تعلیم حدیث اور افادہ علوم میں گزرتا تھا۔ اس اثنا میں بعض لوگوں نے آپ سے حدود و عداوت کی بنا پر حاکم بخاری سے کہا کہ وہ امام بخاری کو حکم دے کہ وہ مدح بخاری اور تالیف کثیر اس کے دربار میں لائیں اور پڑھ کر سنائیں۔ امام صاحب نے حاکم بخاری کے قاصد کو جواب دیا میں علم کو خوار نہیں کر سکتا۔ لہذا وہاں کتابیں لانے کو تیار نہیں ہوں۔ حاکم بخاری اگر علم کی طلب و چاہت رکھتا ہے تو وہ میرے پاس میری مسجد میں یا میرے گھر آئے اور اکتساب علم کرے۔ ایک روایت یہ ہے کہ والی بخاری نے امام صاحب سے استدعا کی تھی کہ ایک خصوصی مجلس کا اہتمام کیا کریں جس میں صرف میری اطلاع کو تعلیم دیں اور ان کی معاونت کریں۔ اس مجلس میں کوئی شریک نہ ہو۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کریں ایسا کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ کہ حدیث سنانے میں یہ امتیاز برتوں اور کچھ لوگوں کو خاص کروں پس یہ بات امام صاحب اور حاکم وقت کے درمیان کشیدگی کا باعث بن گئی۔ اور نوبت یہاں تک آپہنچی کہ حاکم بخاری نے شہر بخاری سے امام صاحب کو بدر کر کے حکم صادر کر دیا۔ امام صاحب شہر سے باہر تشریف لے گئے۔ مگر چونکہ آخر عمر میں آپ کو ناسی اذیت دی گئی اس لیے آپ نے حاکم بخاری سے اتفاق کرنے والے سے بارہویں کے حق میں بددعا کی۔ اور اس طرح بارگاہ الہی میں عرض کی:- اَللّٰهُمَّ اَبْرِہْمًا قَصْدُ دِقِّیْہِ قِ اَقْبِسِہُمْ وَاَذْکُرْہُمْ وَاَعْلِیْہُمْ۔

اے میرے اللہ جس چیز کا ارادہ ان لوگوں نے میرے متعلق کیا ہے وہ چیز تو مجھے دکھانے کے بجائے ان کو، ان کی اطلاع کو اور ان کے

اہل و عیال کو دکھا۔

آپ کی یہ بددعا ان لوگوں کے حق میں قبول ہوئی اور ایک ماہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ والی بخارا کے لیے دار الخلافت سے حکم جاری ہوا کہ اُسے عمدہ سے برطرف کیا جاتا ہے۔ پھر اسے گدھی پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا۔ ساتھ ہی ایک منادی یہ ندا کر رہا تھا کہ بدکار شخص کی یہی سزا ہے۔ پھر اُسے جیل میں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ جیل میں ہی مرا۔ اور اس کے درباریوں کے جس گروہ نے اس سے اتفاق رائے کیا تھا ان میں سے ہر ایک ایسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہوا کہ لوگوں کے لیے درس عبرت بن گیا۔

شعر۔ اللہ قوم اذا حلوا بمنزلة حل الرضا و سیر الجود اذا ساروا

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ جہاں نزل فرماتے ہیں خدا کی رضا بھی وہاں اتر پڑتی ہے۔ اور جب چلتے ہیں تو جود و سخا بھی ان کے ساتھ چلتا ہے۔

منقول ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا شریف سے نکل کھڑے ہوئے اور اہل سمرقند کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے سمرقند میں قیام اختیار کرنے کی پیش کش کی۔ آپ اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ جب خرتنگ نامی قبصر میں پہنچے جو سمرقند کے قریب ہے تو آپ کو اطلاع ملی کہ اہل سمرقند کا آپ کے سمرقند میں قیام پذیر ہونے پر اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے۔ اس انتظار میں آپ اسی قصبہ میں رک گئے کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آخر کار ایک رات یہ دیکھ کر کہ لوگوں کا اس بارے میں اتفاق نہیں ہو رہا۔ بلکہ ان میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ اور یہ صورت حال ان کے دین میں بھی اختلاف و انتشار کا باعث بن جائے گی۔ اس صدمے نے آپ کے دل پر بڑا اثر کیا۔ اسی رات تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھادیے۔ اور بارگاہ الہی میں دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ ضَلَّاتْ عَلٰی الْاَوَّلِیْنَ بِمَا دَخَلَتْ فَاَقْبَضْنِیْ خَدَّیْکَ۔

”اے میرے اللہ زمین فراخ ہونے کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے، اس لیے اب تو مجھے اپنی طرف اٹھا لے۔“

یہ دعا کیے ابھی ایک ماہ نہ گزرا تھا کہ آپ بیمار پڑ گئے۔ چند روز بیمار رہ کر اسی قصبہ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی ولادت ۱۳ شوال المعظم ۱۹۴ھ بمبرور جمعۃ المبارک بعد نماز عصر شہر بخارا میں ہوئی۔ اور وفات یکم شوال المکرم ۲۸۳ھ بمبرور جمعۃ کی شب کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

خطیب ابو بکر بغدادی اپنی سند سے عبد الوہاب حداد اسی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ کھڑے ہیں اور کسی کی انتظار میں رہے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا آپ نے میرے سلام کا جواب ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور یہاں کیوں کھڑے ہیں اور کس کی انتظار فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا اُنْظُرْ مُعْتَدًا بن اسمعیل میں محمد بن اسماعیل بخاری کی انتظار میں ہوں۔ اس خواب کے چند دن بعد امام بخاری کی وفات کی اطلاع ملی تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جس رات میں نے خواب دیکھا تھا اسی رات امام صاحب کی وفات ہوئی تھی۔

منقول ہے۔ کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کیا گیا تو آپ کی قبر انور سے نہایت اعلیٰ قسم کی کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ اور مدت دراز تک یہ خوشبو آتی رہی۔ لوگ زیارت کے لیے آتے تھے۔ اور قبر مبارک کی خاک بطور تبرک لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ قبر انور میں کافی گڑھا پڑ گیا۔ تو قبر مبارک کے تعویذ پر لکڑی کا پنجرہ بنا کر رکھ دیا گیا۔ تاکہ تعویذ پر سے لوگ مٹی نہ اٹھا سکیں۔ اب لوگ پنجرے سے باہر سے قبر کی مٹی اٹھاتے تھے اس مٹی سے بھی وہی خوشبو آتی تھی۔ یہ خوشبو عرصہ دراز تک زائرین کے دماغ مسطر کرتی رہی۔

نظم۔ ہر جا کہ تو بگذری و برداری پے گل روید و لالہ روید اندر تہ وے
تو جہاں سے گزرتا ہے اور جہاں قدم رکھتا ہے۔ اس کی تہ سے پھول اور گل لالہ اُگتا ہے۔
کمال ہمنشین در من اثر کرد و گرنہ من جہاں خاکم کہ ہستم
ہمنشین کا کمال مجھ میں اثر کر گیا۔ ورنہ میں تو وہی خاک ہوں جو کہ تھا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کوثر شامی نسباً۔ نیشاپوری وطناً اور مکنائے امت کے چوٹی کے علماء اور حفاظ امت میں سے ہوئے ہیں۔ فن حدیث میں مقتدا و پیشوا، اس فن کے مسلم لوگوں میں سے اور اس علم شریف کے ظاہر کرنے والے اہل تقویٰ میں سے ایک عظیم شخصیت۔ اور اہل اسلام کے نزدیک امام، عمدہ اور استاذ ہوئے ہیں۔ آپ نے طلب حدیث میں اپنے وطن مالون سے رحلت اختیار کی۔ اور تحصیل علم کی لگن میں اقطار و اکناف اور اقصاء و اطراف عالم میں پہنچے اور علم حدیث کی تحصیل کی۔ چنانچہ خراسان میں یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ وغیرہما سے، رے میں محمد بن مہران جمال (نیم سے) اور ابو غسان مسمیٰ وغیرہما سے۔ عراق میں احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلمہ قسیری وغیرہما سے۔ حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب وغیرہما سے اور مصر میں عمر بن اسود اور حرملہ بن یحییٰ وغیرہما سے اسی طرح اپنے وقت کے کبار علماء و حفاظ حدیث سے جو آپ سے فائق تھے، حدیث کی روایت کی ہے۔ چند بار بغداد بھی تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس علم کا پرچار کیا۔ اور آپ سے آپ کے ہم عصر مشائخ، علماء و حفاظ کے ایک گروہ نے جو درجے میں آپ کے برابر ہوئے ہیں، رطایت کی ہے۔ جیسے ابو حاتم رازی، موسیٰ بن ہارون، احمد بن سلمہ، ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ وغیرہم بہت سے لوگوں نے جن کا شمار مشکل ہے، روایت کی ہے۔ آپ نے خالص صحیح احادیث میں کتاب تصنیف کی ہے۔ جسے علماء نے قبولیت کے شرف سے نوازا ہے۔ جس طرح امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا ہے: ”میں نے ہر صحیح حدیث کو اپنی کتاب میں درج

نہیں کیا بلکہ اس صحیح حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اجماع ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس مسند صحیح کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی تین لاکھ احادیث سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

اور ابو عمرو بن محمد بن حمدان حیرانی نے فرمایا میں نے ابو العباس بن عقدہ سے محمد بن اسماعیل بخاری اور مسلم بن الحجاج نیشاپوری کے بارے میں دریافت کیا کہ ان میں سے زیادہ عالم کون ہے۔ فرمایا وہ بھی عالم ہیں اور یہ بھی۔ میں نے دوبارہ یہی بات دریافت کی تو انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا اسے ابو عمرو اہل شام کے بارے میں کبھی کبھی امام بخاری غلط طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ان میں سے کسی کو ایک جگہ تواتر سے بیان کرتے ہیں، اور دوسری جگہ اسی شخص کو اس کے نام سے اس طرح یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ دو شخص ہیں۔ لیکن امام مسلم سے یہ غلطی بہت کم واقع ہوتی ہے۔ خطیب بغدادی نے فرمایا ہے کہ امام مسلم نے امام بخاری کی پیروی کی ہے۔ اور ان کے علم میں غور و فکر کی ہے۔ پھر ان کے برابر بالکل راست طریقہ پر چلے ہیں۔ اور امام بخاری جب آخر عمر میں نیشاپور تشریف لے گئے تو امام مسلم پوری پابندی سے ان کے پاس رہے اور ان کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور ان کے پاس کثرت سے آمد و رفت جاری رکھی۔ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اگر وہاں امام بخاری نہ ہوتے تو امام مسلم آمد و رفت نہ رکھتے۔ مختصر یہ کہ امام مسلم امام بخاری کے آثار سے استفادہ کرنے والے اور ان کے آثار سے روشنی حاصل کرنے والے ہیں۔ اور ابو احمد جو شیخ مالک ابو عبد اللہ بن نے کہا ہے کہ امام مسلم اپنی کتاب میں متفرق مقامات پر صحیح بخاری کی احادیث لائے ہیں۔ اور بڑی دہری سے کام لیا ہے کہ یہ احادیث ان کی طرف منسوب نہیں کیں اور اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کی۔ واللہ اعلم۔

اور مسلم کی اعلیٰ ترین سندوں میں سے وہ سند ہے جس میں امام مسلم اور حضور علیہ السلام کے درمیان صرف چار واسطے ہیں۔ صحیح مسلم میں اسی سے کچھ اور احادیث اس نوعیت کی ہیں۔ اور اس کتاب صحیح مسلم کے علاوہ اور بھی امام مسلم علیہ الرحمۃ کی تصنیفات ہیں۔ جیسے مسند کبیر، جامع کبیر، کتاب علل، کتاب اوہام محدثین، کتاب تمییز، کتاب من لیس لہ الا ساو واحد، کتاب طبقات تابعین اور کتاب مخضرین اور شیخ محی الدین نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم کے مقدمہ میں فرمایا ہے۔ جو شخص صحیح مسلم کا تحقیق و دقت نظر سے مطالعہ کریگا۔ اور اسانید و ترتیب احادیث میں ان کے اسلوب کی عملی۔ حسن عبارت، بغیر تحقیقات و حواہر تدقیقات، ہمہ پہلو تقویٰ و احتیاط، روایت حدیث میں ان کے غور و تدبر، طرق حدیث میں ان کی تلخیص و جامعیت، متفرق امور کے ضبط و ذخیرہ اس میں ان کے انوکھے داچھوتے پن پر مطلع ہوگا وہ جانے گا کہ آپ علماء سلف میں سے ایسے مقتدا و پیشوا ہیں کہ بعد کا کوئی عالم و محدث ان کے مقام رفیع کو نہیں پاسکا۔ ان کے زمانہ میں ان کا ہم پایہ یا ان کے مرتبہ کے قریب بہت کم ہی کوئی شخص پایا گیا ہوگا۔ وذلک فضل اللہ یوتید من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا افضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم والا ہے۔) اور جمہور علماء کے نزدیک آپ کی صحیح صحت و متانت میں صحیح البخاری

کے بعد دوسرے درجے کی کتاب ہے۔ اور علاقہ مغرب کے بعض علماء کے نزدیک صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت و ترجیح حاصل ہے۔ لیکن ترجیح عبدی وضع و ترتیب اور حسن عبارت اور اسلوب بیان میں ہے۔ تاہم علماء اسلام میں سے کسی نے بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے اصح قرار نہیں دیا۔ اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ صفات جن پر محنت کا دار و مدار ہے جیسے سند، عدالت، ضبط، حفظ، رجال کا ثقہ ہونا، شد و ذو علت سے پاک ہونا یہ سب صحیح بخاری میں بدرجہ اتم ہیں اور بخاری کی شرائط بھی انوی اور اشد ہیں۔

ولادت:۔ آپ دو سو چار اور ایک قول کے مطابق دو سو چھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور اتوار کی رات چوبیس رجب المرجب دو سو اکسٹھ ہجری میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ اور نیشاپور کے باہر دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عیسٰ بن الحارث الاصبحی الحمیری۔ آپ دار البعۃ یعنی مدینہ منورہ کے مقتدا و پیشوا تھے۔ آپ ثقہ، مامون، متقی، فقیہ، محدث اور محنت و دلیل تھے تبع تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ نافع مولیٰ ابن عمر اور محمد بن المنکدر، زہری اور تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت سے حدیث روایت کی ہے۔ یحییٰ بن سعید انصاری اور امام زہری نے باوجودیکہ آپ کے شیوخ اور تابعین میں سے ہوئے ہیں، ان سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ابن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، شعبہ، لیث بن سعید، ابن مبارک، امام شافعی، ابن وہب اور دوسرے بے شمار لوگوں اور علماء نے آپ سے حدیث سنی۔ اور علم حفظ احادیث اور تقویٰ و ورع میں آپ کی جلالت شان اور افضلیت و برتری کے قائل و معترف تھے۔ امام شافعی نے آپ کی شان میں فرمایا۔ **كَوْلَا مَا لَكَ قَابُثٌ عِيْنَةٌ لَذَهَبَ عَلْمُ أَهْلِ الْحِجَازِ** اگر مالک اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو اہل حجاز میں علم ختم ہو جاتا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ بھی فرمایا۔ **إِذَا ذُكِرَ الْعُلَمَاءُ فَمَالِكٌ أَلْبَنُ** جب علماء کا ذکر کیا جائے تو امام مالک کی حیثیت ان میں ستارے اور کوکب کی ہے۔ اور آپ کی کتاب موطا کی شان میں فرمایا ماتحت ادیو المساء اعم من موطا مالک آسمان کے نیچے موطا مالک سے صحیح ترکوئی کتاب نہیں موطا کی تصنیف کے وقت صحیح بخاری و مسلم کی تالیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ذہب بن خالد نے علماء و حدیث میں عظیم شخصیت ہوئے ہیں۔ فرمایا ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان امام مالک علیہ الرحمۃ سے بڑھ کر حدیث و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امین کوئی شخص نہیں گزرا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ کوئی کم ہی ایسا شخص ہوا ہے جس سے میں نے حدیث لکھی ہے اور وہ میرے پاس نہ لیا ہوا اور مجھ سے فتویٰ نہ لیا ہو۔ آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں انتہاء و ذبح کی کوشش کرتے تھے جب طلب علم کے

لیے کوئی شخص آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا آپ لوٹندی کو حکم دیتے جا پوچھ کہ فتویٰ چاہتا ہے یا حدیث پوچھتا چاہتا ہے۔ اگر فتویٰ کا ضرورت مند ہوتا تو آپ باہر تشریف لاتے اور فتویٰ کا جواب ارشاد فرماتے۔ اور اگر وہ حدیث پوچھنے کے لیے آیا ہوتا تو اسے بٹھاتے۔ اور خود تازہ غسل فرماتے۔ پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے خوشبو لگاتے۔ اپنے آپ کو پاک و صاف کرتے۔ تکیہ رکھتے اور اس پر ہیبت و وقار سے تشریف فرما ہوتے۔ پھر اس شخص کو اندر بلاتے اور حدیث بیان فرماتے۔

منقول ہے کہ ہارون رشید اپنے دور خلافت و سلطنت میں روحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ امام مالک علیہ الرحمۃ اسے دیکھنے کے لیے اس کے پاس گئے۔ جب ملاقات ہو گئی اور اس کی آؤ بھگت اور سلام و کلام کی مجلس برخواست ہو گئی۔ اور امام مالک اٹھ کر آنے لگے تو ہارون رشید نے عرض کیا اگر مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا (یعنی امام مالک) میری بانی فرما کر روزانہ ہمارے پاس تشریف لایا کریں اور ہمارے (لڑکوں) امین و مامون کو حدیث کی تعلیم دیا کریں تو یہ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہوگا۔ یہ سن کر امام صاحب نے خلیفہ کی طرف نفرت و حقارت سے دیکھا۔ اور فرمایا ۱۱ امیر المؤمنین لا تضع فی عزة شیء من فضلہ اللہ۔ العلم یوق و لا یأقی امیر المؤمنین ایسی بات نہ کیجئے اور اس چیز کی عزت کم نہ کیجئے جسے اللہ تعالیٰ نے رفعت و بلندی عطا کی ہے۔ علم کے پاس دنیا آتی ہے علم کسی کے پاس نہیں آتا ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے عزت عطا کرے یہ علم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو تمہارے اصل و قبیلہ میں سے پھوٹا ہے اس کی عزت و حرمت تم لوگوں پر لازم و واجب ہے یہ سن کر ہارون کا دماغ درست ہوا۔ اور انصاف کا راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ صدقت ایہا الشیخ کان هذا حقاً متی فاسترحا اسے شیخ آپ نے درست فرمایا۔ مجھ سے یہ ایک نامناسب اور فضول بات ہو گئی۔ اس پر پیرہہ ڈالیئے اور درگزر فرمائیے۔ اسی کے بعد وہ اپنے لڑکوں امین و مامون کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر بھیجتا۔ اور امام صاحب ان کو اس وقت شرف باستانی عطا کرتے جب دوسرے طالب علم بھی آجاتے۔ ان سب کو اکٹھے بٹھا کر تعلیم دیتے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید نے امام صاحب کی خدمت میں اشرفیاں بھیجیں۔ امام صاحب نے خادموں سے فرمایا یہ مال محفوظ رکھ لو اسے خرچ نہ کرنا۔ اس کے بعد ہارون نے امام صاحب سے کہا اگر آپ ہم سے اتفاق کریں۔ اور ہماری مجلس میں لیا کریں تو ہم آپ کی کتاب کو مستور کر دیں گے اور اسے رواج دیں گے۔ اور تمام لوگوں کو آپ کے اور آپ کی کتاب کے مذہب کے مطابق کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا پناہ یہ خدا! ہم نے یہ کتاب اپنے اور اپنی دانش کے مطابق جمع کی ہے۔ ہو سکتا ہے اس میں بہت سے اغلاط ہوں۔ اور دوسرا شخص مجھ سے زیادہ صاحب علم ہو۔ اس لیے دوسروں کو اپنے مذہب کی طرف کھینچنے کا کیا معنی۔ اور جو رقم امیر المؤمنین نے ارسال کی تھی۔ بالکل جمل کی تول امانت کے طور پر پڑھی ہوئی ہے۔ پھر وہ رقم ہارون کو واپس کر دی۔ ہارون نے معذرت کی اور رقم واپس نہ لی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ میں نے ایک دفعہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے دروازے پر چند

خراسانی گھوڑے اور مصری ٹچر میں بندھی ہوئی دیکھیں کہ ان سے بہتر و عمدہ کہیں نہ دیکھی تھیں۔ میں نے برہیل تعجب کہا کیا ہی اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور ٹچر ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا اسے ابو عبد اللہ میں نے یہ سب بطور ہدیہ تجھے دے دیے۔ انہیں قبول کر میں نے کہا ان میں سے ایک سواری آپ اپنی ضرورت کے لیے اپنے پاس رکھ لیں۔ فرمایا مجھے خدا تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس زمین پر سوار ہو کر چلوں جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کا حدرہ ادب و احترام کرتے تھے۔ ساری عمریں صرف ایک مرتبہ حج کے لیے مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ ستائیس برس بعد نبوی میں روئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ مدینہ طیبہ میں ہی ۹۵ یا ۹۶ یا ۹۷ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور مکہ ہجری میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ و اللہ اعلم بالصواب

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد بنہ بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف القرشی المطلبی۔ آپ کو مطلبی اس نسبت سے کہا جاتا ہے کہ آپ کا جد اعلیٰ جیا کہ معلوم ہوا ہاشم بن عبد مناف (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد محترم) کا بھائی مطلب بن عبد مناف ہے۔ اور آپ کی نسبت آپ کے جد اعلیٰ شافع کی طرف کر کے آپ کو شافعی کہتے ہیں۔ اور اس لفظ سے آپ کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں عبد بنہ بن ہاشم کی والدہ ہاشم بن عبد مناف (جو حضور علیہ السلام کا جد اعلیٰ ہے) کی بیٹی ہے۔ اور شافع کی والدہ خلدہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف حضرت فاطمہ بنت اسد کی بیٹی ہے جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہے۔ اور کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن الحسن بن علی بن ابی طالب ہے۔ لہذا ان اطراف سے بیت نبوت کے ساتھ امام شافعی کی نسبت ثابت ہے۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ شافع بن سائب نے جوانی کی عمر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی ہے۔ اور ان کا باپ بدر کے دن اہل مکہ کی جانب سے بنی ہاشم کا جھنڈا اٹھاتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ بعد میں مدینہ دے کر مسلمان ہو گیا۔

ولادت :- آپ حمزہ میں پیدا ہوئے اور ایک روایت کے مطابق مسلمان میں اور ایک کے مطابق منیٰ میں۔ پھر آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہیں نشو و نما پائی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور دس سال کی عمر میں موطا مالک یاد کی۔ علم فقہ مفتی مکہ حضرت مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں اس وقت کے علماء نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور امام مالک کی شاگردی اختیار کی اور ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء عمر میں شعر و شاعری کے بڑے دلدادہ تھے۔ لیکن آخر الامر اللہ تعالیٰ نے انہیں

وہ مقام عطا فرمایا جو بڑے ہی صاحب نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ اور فرماتے ہیں ایک دن میں اکیلا دربار کعبہ کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے سے آواز آئی کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ یا محمد علیک بالفقر ودم الشحی اسے محمد بن اور میں فقرہ حاصل کرو اور شعر و شاعری کا شغل ترک کرو۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے بلوغت سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ مجھے فرما رہے ہیں۔ اے بچے میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ فرمایا تو کس قوم میں سے ہے۔ میں نے عرض کی آپ کی قوم سے۔ فرمایا میرے قریب آؤ اور منہ کھول۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے اپنے لحابہ دین مبارک کی کچھ مقدار لی اور میرے منہ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا اٰمِن بِاَمْرِكَ اللّٰهُ فَيُكَرِّمَكَ اللّٰهُ تعالیٰ مجھے برکت عطا کرے۔ حضور کی اس مہربانی کے بعد حدیث اور کلام عرب میں خطا اور غلطی واقع نہیں ہوئی۔ امام شافعی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسنوں نے میرا کلام سنا تو کچھ دیر میری طرف دیکھتے رہے۔ امام مالک صاحب فراست بزرگ تھے۔ میرا نام دریافت کیا میں نے کہا محمد فرمایا اسے محمد خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو اور گناہوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں عظیم شان عطا فرمائے گا۔ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے تمام علوم حاصل کرنے تکسان کی خدمت میں رہا۔ جب میں نے آپ سے واپسی سفر کی اجازت طلب کی تو رخصت کرتے وقت فرمایا اے جوان اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں ایک نور ڈالا ہوا ہے۔ قلبیت معصیت سے یہ نور بجھانہ دینا۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ نے امام مالک، سفیان بن عیینہ، اور عبد العزیز وغیرہ بے شمار لوگوں سے روایت کی ہے۔ اور آپ سے امام احمد بن حنبل، ابو ثور اور مزنی وغیرہ بہت سے لوگوں نے حدیث روایت کی ہے۔ مذکور ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت سے آنے کے بعد آپ بغداد گئے اور دو سال وہاں رہے۔ اس دوران بغداد کے علماء آپ کی خدمت میں آتے اور حدیث و فقرہ کا علم حاصل کرتے۔ آپ نے اپنی اولیں کتاب وہی تصنیف کی۔ مذکور ہے کہ اصول میں چودہ جلدیں تالیف کیں۔ اور فروع میں آپ کی تالیفات کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناسخ حدیث کو فسوخ سے حدیث سے غامی کو عام سے اور اس کے محل کو مفصل سے اس وقت تک نہ پہچانا جب تک امام شافعی کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت ہمیں حاصل نہ ہوئی۔ حسن بن محمد بن عفرانی سے منقول ہے مجھے جب بھی امام شافعی کی خدمت میں آنے کا اتفاق ہوا امام احمد بن حنبل کو ان کے پاس ہی بیٹھا ہوا دیکھا اور ان سے استفادہ کرتے ہی دیکھا۔ امام احمد بن حنبل نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے۔ اللہم اغفر لی ولوالدی وللمسلمین اجمعین اے اللہ میری، میرے والدین اور محمد بن اور محمد بن شافعی کی مغفرت فرما۔ اور فرماتے تھے امام شافعی دن کے آفتاب کی طرح اور لوگوں کے لیے شفا اور مافیت ہیں۔ اور فرماتے تھے تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ میں امام شافعی کے لیے دعا اور استغفار کر رہا ہوں۔ یہ بھی یحییٰ بن معین نے جو

علمائے حدیث کے رئیس و سردار ہونے میں ایک دفعہ امام احمد بن حنبل سے فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم علم و زہد میں کامل ہونے کے باوجود امام شافعی علیہ الرحمۃ کی سواری کے داہنی جانب ان کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے ہو۔ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا اگر آپ بھی علم و فقہ کے دلدادہ ہوتے تو ان کی سواری کے ساتھ بائیں جانب پیدل چلتے (اور اسے فخر محسوس کرتے)۔ شعر

برکہ دانش نباشدش روزی ننگ داروز دانش آموزی

جس کی قسمت میں دانش و عقلمندی نہ ہو۔ اسے دانش کی بات سیکھنے سے شرم و عار محسوس ہوتی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی نے امام شافعی علیہ الرحمۃ کی مدح و ثنا میں فرمایا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتاب اوسط ماریۃ لے گئے اور ایک ہی دن رات میں وہ کتاب پوری حفظ کر لی۔ علماء و وقت نے ان کی مدح و ثنا میں بہت کچھ فرمایا ہے۔

حفظ اور ضبط حدیث، فقہ، علم، وضاحت و معرفت، پختگی اور سوخ علم، حسن صورت و سیرت، رائے کی عمدگی، فراست و شجاعت، حسن اخلاق، کرم و جود اور سخاوت و مروت میں آپ درجہ کمال پہنچائے تھے۔ امام شافعی کے بھانجے ابو محمد علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک رات میں اپنی لونڈی کو کئی بار چراغ جلانے کا حکم دیتے اور اس کی روشنی میں جو کچھ چاہتے لکھتے اور مطالعہ فرماتے۔ اس کے بعد فرماتے چراغ اٹھا لے۔ پھر تفکر و تدبر میں مصروف ہو جاتے۔ کچھ دیر بعد پھر آواز دیتے کہ چراغ لے آ۔ لوگوں نے ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا چراغ اٹھا دینے سے ان کا مقصد کیا ہوتا تھا۔ فرمایا اندھیرے میں ذکر و فکر زیادہ جلد اور صفائی عطا کرتا ہے۔

آپ کے کلمات علم و حکمت :- استعینوا علی الکلام بالصمت و علی الاستباط بال فکر کلام کے لیے خاموشی سے مدد لے، اور استنباط کے لیے فکر سے۔

فرمایا من وعظ اخا ہ سراً فقد نفعہ و نأانہ و من وعظ علانیہ فقد فضہ و شاکنہ جو شخص اپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرتا ہے وہ دراصل اس کی غیر خواہی کرتا اور اسے زینت و حسن عطا کرتا ہے۔ اور جو شخص علانیہ نصیحت کرتا ہے وہ اسے عیب لگاتا اور شرمندہ کرتا ہے۔

اور فرمایا۔ نینۃ العلماء التقوی و حیثۃ حسن الخلق و جمالہم کرم النفس۔ علماء کی زینت تقویٰ ہے۔

ان کا زیور حسن اخلاق اور ان کا کمال و جمال کرم نفس ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمۃ سے یہ بھی منقول ہے اگر علماء کرام خدا تعالیٰ کے ملی اور دوست نہیں ہیں تو پھر آخرت میں خدا کا دوست کوئی نہ ہوگا۔ ما اتعنا فہ و لیتنا ما لاقط۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کسی جاہل کو اپنا دوست نہیں بنایا دیکھتے

ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے پوچھا، سنا ہے کہ آپ صرف صبح کے وقت ہی کھانا کھاتے ہیں، اس میں کیا حکمت و مصلحت ہے فرمایا۔ صبح کے وقت ٹھنڈا پانی اور تازہ ہوا میسر آتی ہے۔ اور اس وقت کھیاں کم ہوتی ہیں۔ نیز اس وقت کھانا کھا لینے سے دوستوں کے دسترخوانوں کے طمع اور لالچ کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ ہارون نے یہ سن کر کہا ہذا بیت التقصید آپ کا گھر میانہ روی کے راستہ پر چلنے والا گھر ہے۔ امام شافعی نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ فقراء کے لیے فقر و قناعت اور اس پر صبر و شکر کرنا زینت ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ علماء کا فقر اختیار ہی ہوتا ہے اور جمال کا اضطراب ہی۔ آپ کی وفات کے وقت مزنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ نے کس حال میں صبح کی ہے۔ اور اب آپ کا کیا حال ہے فرمایا دنیا سے کوچ کرنے کے ارادے، دینی بھائیوں سے جدائی اختیار کرنے، موت کا پیالہ پینے کے قریب پہنچ جانے، اپنی بد اعمالیوں کی سزا سے ڈرنے اور خدا تعالیٰ کے حضور پہنچ جانے کی حالت میں صبح کی ہے اور اس وقت بھی انہی خیالات میں کھویا ہوا ہوں۔ اس کے بعد آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور معافی کی امید اور مغفرت الہی کے بارے میں چند اشعار پڑھے۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ آپ ایک سو پچاس ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور دو سو چالیس ہجری اور آخر ماہ رجب المرجب جمعہ کے روز فوت ہوئے۔ اور اسی دن نماز عصر کے بعد قراۃ مصوٰف میں دفن کیے گئے۔ آپ کی قبر اللہ قراۃ میں ہے۔ لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبد اللہ بن جہان بن اسد بن ربیعہ بن زرارہ بن سعد بن عدنان ہیں۔ آپ حدیث، فقہ، زہد و ورع اور عبادت میں مقدار و پیشوا ہوئے۔ ہیں۔ آپ کے فیضان علم سے ہی صحیح و سقیم اور مجروح اور ثقہ احادیث کی لوگوں کو پہچان نصیب ہوئی۔ بغداد میں نشو و نما پائی۔ اور اسی علاقہ میں رہ کر طلب علم اور تحصیل حدیث کی۔ اس علاقہ کے مشائخ سے تحصیل علم حدیث سے جب فارغ ہو گئے تو سدر عالی اور علم حدیث حاصل کرتے ہوئے اپنے وطن سے رحلت اختیار کی اور کوفہ، بصرہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، یمن، شام اور جزیرے وغیرہ چھپے۔ اور ان بلاد و کورہ کے علماء و مشائخ سے احادیث لکھیں اور سنیں۔ آپ نے یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہ بے شمار لوگوں سے حدیث روایت کی ہے۔ پھر آپ سے بڑے بڑے مشائخ و علماء جیسے محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج قشیری، ابو ذر عبد اللہ اور داؤد سجستانی وغیرہ نے روایت کی۔ اسحاق بن راہویہ نے آپ کی شان میں فرمایا احمد بن حنبل زین پر خدا اور بندوں کے درمیان محبت و دلیل ہے۔ امام شافعی نے آپ کی شان میں فرمایا میں بغداد سے ایسے وقت نکلا

اور ایسے وقت اسے چھوڑا کہ وہاں امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کوئی زیادہ متقی زیادہ پرہیزگار اور زیادہ عالم نہ تھا۔
 امام احمد بن سعید دارمی فرماتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر کسی جوان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا حافظ نہیں
 دیکھا۔ آپ کی کتاب مسند لوگوں میں مشہور و معروف ہے۔ مسند میں آپ نے تیس ہزار حدیث جمع کی ہیں۔ آپ کے زمانہ
 میں آپ کی کتاب (مسند) تمام کتب سے اعلیٰ و ارفع اور جامع تھی۔ لائق اعتماد اور ثقہ علماء نے آپ سے یہ بات نقل کی
 ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنی کتاب مسند سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھی ہے۔ ابو داؤد سجستانی
 رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ بیٹھنا اور مجلس کرنا درحقیقت آخرت کی چیز کے ساتھ بیٹھنے کے
 مترادف ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کی ہر چیز بھول جاتی تھی۔ علماء نے بیان کیا ہے۔ کہ امام احمد بن حنبل نے فقر کی زندگی
 اختیار کر رکھی تھی۔ چنانچہ پورے ستر برس فقر و فاقہ میں گزار دیے اور کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی۔ محمد بن موسیٰ کہتے ہیں مصر
 سے حسن بن عبدالعزیز کے لیے مال وراثت اور سرخ سونے کے ایک لاکھ دینار لاد کر بغداد پہنچائے گئے۔ ان میں سے تین
 تھیلیاں ہیں میں سے ہر ایک میں ایک ہزار دینار تھے امام احمد بن حنبل کے لیے روانہ کیں۔ اور پیغام ارسال کیا اسے ابو عبد اللہ
 مال وراثت حلال طریقہ سے میری ملکیت میں آیا ہے۔ آپ اسے قبول کریں اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات میں صرف
 کریں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا مجھے اس دولت کی کچھ ضرورت نہیں اور آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ شعر
 گر چہ کرد آلود فقرم شرم باد از ہمت گر بآب چشمہ خورشید دامن ترکم
 ترجمہ۔ اگرچہ فقر نے مجھے آلودہ کر دیا ہے۔ تاہم مجھے اپنی ہمت سے شرم محسوس کرنی چاہیے اگر چشمہ آفتاب کے
 مانی سے اپنے دامن کو ترک کروں۔

صبر، توکل، استغفار اور باب درع و تقویٰ اور احتیاط میں آپ سے عجیب و غریب حکایات منقول ہیں جو اس باب
 میں آپ کے بلند اور اعلیٰ ترین مرتبہ پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ۔ رباعی

دست دہل ماہر چہ تھی تر خوشتر و آزادی مانہ ہر چہ خوشتر خوشتر

عیش خوش مغلانہ یک چشم زدن اند عشرت صد ہزار قیصر خوشتر

ترجمہ۔ ہمارے ہاتھ اور دل کا ہر چیز سے خالی ہونا بہت بہتر ہے۔ نفس کو جو چیز اچھی لگتی ہو اس سے ہمارا آزاد و
 فارغ رہنا بہت بہتر ہے۔ ایک لمحہ بھر کے لیے مفلسی کی خوش زندگی۔ قیصر (بادشاہ) کی لاکھ برس کی عیش و عشرت کی زندگی سے
 بہتر ہے۔

ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ میری مشائخ حدیث کے دو سو بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے

ان میں احمد بن حنبل جیسا باکمال شخص کوئی نہ پایا۔ ابو زرہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ میری آنکھوں نے احمد بن حنبل جیسا کوئی صاحب کمال نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا علم حدیث میں۔ فرمایا علم، زہد، فقہ اور تمام نیکیوں میں۔ علی بن المدنی فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب میں عادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر حافظ نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بہت سے علماء حدیث ابو عاصم ضحاہ بن مخلد کی خدمت میں حاضر تھے۔

ابو عاصم نے فرمایا تم لوگ اس لیے جمع ہوئے ہو کہ تمہارے علم میں اضافہ ہو حالانکہ تم میں کوئی شخص فقیہ نہیں ہے۔ یہ بات کی اور مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان لوگوں کی مذمت کی۔ علماء نے فرمایا ان میں ایک شخص فقیہ ہے فرمایا کون؟ انہوں نے کہا وہ فقیہ ابھی ابھی تشریف لانے والا ہے۔ اتنے میں جب میرے باپ احمد بن حنبل نمودار ہوئے۔ تو علماء نے فرمایا جس شخص کو آپ چاہتے تھے وہ تشریف لے آیا ہے۔ ابو عاصم نے پیچھے دیکھا امام احمد پر نگاہ پڑی تو فرمایا چلیے اور بلند جگہ پر تشریف رکھیے۔ امام احمد نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھوں۔ ابو عاصم نے یہ سن کر فرمایا امام احمد کی یہ بات بھی ان کی فقہ میں سے ہے۔ پھر فرمایا ان کے لیے مجلس کشادہ کرو۔ علماء کھلے کھلے بیٹھ گئے۔ اور ابو عاصم نے امام احمد کو اپنے سامنے بٹھالیا۔ اور ایک مسئلہ دریافت فرمایا جس کا انہوں نے فوراً جواب دیا ایک مسئلہ پوچھا امام احمد نے اس کا بھی جواب اربشاد فرمایا۔ اسی طرح ابو عاصم نے کئی مسائل دریافت کیے جن کے امام احمد نے جواب دیے۔ ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا احمد بن حنبل ان لوگوں میں سے ہیں جو زمین پر چلنے کے بجائے دریا پر چل سکتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے علوم مقام ہر رفعت مکان اور قوت مذہب و اجتہاد کی قوی ترین اور روشن ترین دلیل یہ ہے کہ شیخ الشیوخ، قدوة الاولیاء، قطب الاقطاب، فرد اجاب، غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ و آئمہ آپ کے مذہب کے حامل اور آپ کے اقوال و ارشادات کے پیروکار ہیں۔ کتاب بوجہ الاسرار تشریفات میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں ہے کہ کان یفتی علی مذہب الشافعی و احمد بن حنبل کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے اسی طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مسند اجتہاد پر فائز و متمکن تھے۔ اسی لیے مذکورہ دو مذاہب میں سے کسی ایک کی موافقت کرتے تھے۔ لیکن مشہور و تحقیقی بات یہ ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر تھے۔ اور آپ کا ذکر حنبلی علماء میں ثابت و واقع ہے واللہ اعلم۔

ولادت :- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں سن ایک سو چونتیس ہجری میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی سن ۲۴۱ ہجری میں جمعہ المبارک کے دن چاشت کے وقت فوت ہوئے۔ اور نماز عصر کے بعد آپ کو دفن کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ

رحمتہ واسعہ کاملہ۔

ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر سجستانی ہیں۔ اور ان علماء میں سے ایک ہیں جنہوں نے علم کے لیے اپنے وطن عزیز کو چھوڑا۔ اور تلاش علم میں اطراف و اکناف عالم کا چکر لگایا۔ احادیث جمع کیں اور اس علم میں تصانیف فرمائیں۔ عراق، خراسان، شام، مصر اور جزیرہ کے علماء سے ملے۔ اور ان سے احادیث حاصل کیں۔ آپ نے مسلم بن ابراہیم، سلیمان بن حرب، یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ جیسے مشائخ کبار اور علماء ذی اقتدار سے احادیث کی روایت کی اور ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، ابو عبد الرحمن، احمد بن محمد بن غلال وغیرہم نے احادیث روایت کیں۔ آپ بصرہ میں سکونت پذیر رہے۔ کئی مرتبہ بغداد آئے۔ اپنی مشہور کتاب ”سنن ابوداؤد“ بغداد میں ہی تصنیف کی۔ یہاں کے لوگوں نے آپ سے اس کتاب کی آپ سے روایت کی۔ امام احمد بن حنبل کے سامنے یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے اسے پسند فرمایا اور نظر استحسان سے دیکھا۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث مشائخ سے ضبط تحریر اور احاطہ کتابت میں لائیں۔ پھر ان پانچ لاکھ سے اپنی کتاب ”سنن“ کو منتخب کیا۔ اور اس کتاب میں چار ہزار چھ سو صحیح۔ اور جو صحیح کے قریب احادیث تھیں درج کیں۔ آدمی کے لیے ان احادیث میں سے جو میں نے اس کتاب میں درج کی ہیں صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔ حدیث اول۔ انما الاعمال بالنیات اعمال کی قبولیت کا انحصار نیت پر ہے۔ حدیث دوم۔ حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یغنیہ انسان کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ لا یعنی باتیں ترک کر دے۔ حدیث سوم۔ لا یكون المؤمن مونا حق یرضی لایخیه ما یرضی لنفسه کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ حدیث چہارم۔ ان الحلال بین و ان الحرام بین بینہما مشیعتا الحدیث بیشک حلال بھی ظاہر و واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان بہت سی شے وال چیزیں ہیں۔

ابوبکر غلال رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرمایا ہے۔ ابوداؤد اپنے وقت میں امام و پیشوا تھے۔ اور زہد، ورع، بصارت سے موصوف اور فن حدیث میں مہارت تامہ کے مالک اور مشہور و معروف علماء میں سے تھے۔ ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کتاب ابوداؤد عمدہ کتاب ہے علم دین میں اس طرح کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ یعنی بخاری اور مسلم کے بعد اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی جس کے چھوڑ دینے پر سب علماء کا اتفاق و اجماع ہو۔ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے

اگر کسی شخص کے پاس قرآن مجید اور سنن ابوداؤد کے سوا کوئی دینی کتاب نہ ہو تو اسے کسی کتاب کی ضرورت نہ پڑے گی۔ آپ کے سوا کسی محدث نے احکام میں کامل جزو تصنیف نہیں کیا۔ جب آپ نے کتاب تالیف کی اور لوگوں کے سامنے پڑھی تو قرآن کی طرح اس کی اہمیت محسوس کی گئی کہ لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی۔ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں امام ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لیے پیدا کیے گئے اور آخرت میں بہشت کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ ابو حاتم بن حبان نے آپ کی شان میں فرمایا فقہ، علم، حفظ حدیث، عبادت، ورع و تقویٰ اور جنگی علم میں آپ زمانہ کے پیشواؤں اور آئمہ میں سے ہیں۔ دو سو دس ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور دو سو پچھتر ہجری میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

آپ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ابن الضحاک اسلمی ہیں۔ آپ بلند پایہ علماء، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے حفاظ اور متفق علیہ ثقہ محدثین میں سے ہوئے ہیں علم فقہ و حدیث میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کی کتاب ”جامع ترمذی“ آپ کی عظمت شان، وسعت حفظ، کثرت مطالعہ و اس فن میں آپ کے غایت درجہ تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کتاب کی طرح عکس حدیث کے بیان، مجمع، حسن اور ضعیف کی نشاندہی کرنے میں سلف و خلف کے مذاہب بیان کرنے اور مجتہدین کے اختلافات ظاہر کرنے میں کوئی بھی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ علماء نے آپ کی کتاب ”جامع“ کی شان میں کہا ہے۔ ہر کات للمجتہد و متن للمقلد یہ کتاب مجتہد کے لیے کافی و دانی اور مقلد کے لیے نیاز کرنے والی ہے۔ آپ نے دور اول کے مشائخ قتیبہ بن سعید، محمود بن غیلان، محمد بن بشار، احمد بن منیع، محمد بن المثنیٰ، سفیان بن وکیع اور محمد بن اسماعیل وغیرہم رحمہم اللہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور آپ سے محمد بن احمد مجبوی اور شیم بن کلیب وغیرہم بے شمار لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے۔ علماء نے فرمایا ہے کہ آپ کی سندوں میں بھی تین راویوں والی احادیث موجود ہیں۔ آپ کی کتاب سنن ترمذی میں ایک حدیث ایسی موجود ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ یا قی علی الناس زمان انما یزمنہم علی دینہ کا جس میں علی الجہد لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ دین پر صبر کرنے والا اور اس پر قائم رہنے والا ایسا ہوگا جیسے ہاتھ میں آگ کا انگارہ رکھنے والا۔ مسلم اور ابوداؤد کی اسناد میں کوئی ایسی سند نہیں جس میں صرف تین واسطے ہوں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”جامع“ تصنیف کرنے کے بعد علماء حجاز، عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کی جسے انہوں نے پسند فرمایا اور اچھی کتاب قرار دیا۔ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی تصنیف ہے۔ اور شمائل نبوی کے موضوع پر بہ ایک بہترین کتاب ہے۔ اور بہت سی غیرات و برکات کی حامل ہے۔ حل مشکلات کے لیے اس کا ہر ضامن و اکابر کے تجربہ میں آچکا ہے۔ آپ دو سو نو ہجری میں

پیدا اور دوسوا ناسی میں فوت ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔ واللہ اعلم۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو عبد الرحمن بن احمد بن شعیب بن بحر بن منان النسائی۔ آپ محدثین کے طبقہ حفاظ میں بلند مرتبہ حافظ حدیث، عالم، شہرت یافتہ، افضل، عمدہ اور پیشوا و مقتدا ہوئے ہیں۔ آپ کی جرح و تعدیل علماء میں معتبر قرار دی گئی ہے۔ پہلے آپ نے سنن نسائی کبیر تصنیف کی جمع طرق حدیث اور بیان خرج میں یہ بلند پایہ کتاب ہے اس موضوع پر اس طرح کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ پھر اسی سنن نسائی کبیر کا اختصار کیا اور اس کا نام مجتبیٰ رکھا۔ اختصار کی وجہ یہ بنی کہ وقت کے امراء میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں۔ فرمایا نہیں۔ اس پر امیر موصوف نے آپ کو حکم دیا کہ خالص صحیح احادیث پر مشتمل ایک کتاب الگ تالیف کریں۔ تو آپ مجتبیٰ کا انتخاب کیا۔ اور ہر ایسی حدیث کو جس کی سند میں قیل و قال کی گئی ہے اور نقص و عیب بیان کیا گیا، اس کتاب سے خارج کر دی۔ جب محدثین کرام یوں فرماتے ہیں رواہ النسائی۔ تو اس سے ان کی مراد یہ مختصر کتاب مجتبیٰ ہی ہوتی ہے نہ کہ وہ بڑی کتاب۔ اسی طرح بعض دفعہ جب علماء فرماتے ہیں کتب خمسہ، یا اصول خمسہ تو اس سے بخاری، مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور مجتبیٰ نسائی مراد ہوتی ہے۔

حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی حافظ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ اہل اسلام میں چار افراد کو حافظ حدیث کہتے تھے۔ ان میں پہلا نام ابو عبد الرحمن نسائی کا لیتے تھے۔ حاکم سے ہی یہ بات بھی منقول ہے کہ انہوں نے ابو الحسن علی بن عمرو رقیعی سے کئی بار سنا کہ فرماتے تھے کہ علم حدیث اور راویوں پر جرح و تعدیل کے فن میں اپنے وقت کے تمام لوگوں پر آپ کو فوقیت حاصل ہے۔ آپ نہایت محتاط اور متقی و پرہیزگار تھے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آپ اپنی سنن میں جب حارث بن مسکین سے روایت کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں۔ قوی علیہ واما لا سمعہ ان کے سامنے یہ حدیث پڑھی گئی جب کہ میں ہی رہا تھا۔ ان سے حدیث روایت کرتے وقت یوں نہیں کہتے حدثنا یا عننا جیسا کہ اپنے دوسرے مشائخ سے روایت کرتے وقت کہتے ہیں۔ علماء نے ان سے اس طریقہ روایت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حارث اور نسائی کے درمیان کچھ ناراضگی اور ناچاقی ہو گئی تھی۔ اس بنا پر آپ ان کی مجلس حدیث میں حارث رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نہ بیٹھتے تھے۔ بلکہ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ جاتے کہ حارث آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے لیکن نسائی ان کی آواز سنتے تھے۔ اور اس طرح ان سے حدیث سنتے تھے۔ اور یہ حارث بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ نیک شخص اور قاضی مصر تھے۔ امام نسائی نے قیس بن سعید، اسحاق بن راہوی، علی بن خشرم، محمود بن غیلان اور ابوداؤد جیسے عظیم الشان مشائخ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور ان سے ابو جعفر طحاوی، ابوبکر بن السی،

ابو القاسم طبرانی وغیرہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالشراح رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے ابو عبد الرحمن۔ احمد بن شعیب نسائی صاحب تصانیف اور اپنے وقت کے مقتدا زمانہ تھے۔ مصر میں رہتے تھے۔ اور اس علاقہ میں آپ کی تصانیف مشہور و معروف ہیں۔ بیشتر لوگوں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ دمشق تشریف لائے وہاں کے لوگوں نے ایک دفعہ مسجد میں آپ سے سوال کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے اور ان کی فضیلت میں کیا کچھ وارد ہے۔ آپ نے سائل کے جواب میں فرمایا اما بومنی معاویۃ ان ینخرج ما ساء براس حق ینفعل کیا معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں کہ قیامت کے دن صرف نجات ہی حاصل کر لیں۔ فضیلت کی بات تو بہت دور ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ نے یہ جواب دیا۔ میرے علم میں آپ کی فضیلت میں کچھ وارد نہیں ہے۔ سنو اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ (جمہور سلف و خلف اہل سنت کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت سے فضائل و مناقب کے حامل ہیں۔ آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیت کا عظیم شرف حاصل ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ کا یہ بیان جمہور اہل سنت کے خلاف ہے۔ اسے ہرگز اختیار نہ کیا جائے مترجم)۔ آپ کا جواب سن کر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پر پل پڑے۔ آپ کی بے حرمتی شروع کر دی۔ اور مار مار کر مسجد سے نکال دیا۔ اس کے بعد آپ کو رملہ لے جایا گیا۔ وہاں آپ بیمار ہو گئے۔ اور وفات پائی۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ کو مکہ معظمہ لے جایا گیا وہاں بیمار ہوئے اور مکہ معظمہ میں ہی وفات پائی۔ اور صفاد مودہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کتاب خصائص حضرت علی اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں تالیف کی لوگوں نے کہا آپ نے فضائل صحابہ میں کوئی کتاب کیوں تصنیف نہیں کی فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جب دمشق آیا تو لوگوں کو دیکھا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف ہیں۔ میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا کرے اس لیے یہ کتاب تالیف کی۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ آپ کثرت جماع کے عادی تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں ان میں پورا عدل و انصاف کرتے تھے۔ بیویوں کے علاوہ آپ کی لونڈیاں بھی تھیں۔ آپ دو سو پندرہ بچے پیدا ہوئے۔ اور تین سو تین بیویاں وفات پائی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ الریعی (یعنی اس قبیلہ کے آزاد کردہ غلام) القروی۔ آپ علم مجتہد تھے۔ آثار و حفاظ حدیث

پیدا ہوئے۔ اور دو سو پچیس میں وفات پائی۔

اسحاق بن احمد بن خلف بخاری فرماتے ہیں۔ ہم لوگ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ بن عبد الرحمن دارمی کی وفات کی خبر ملی۔ امام بخاری نے یہ خبر سنتے ہی سر مبارک نیچے جھکا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا۔ اس وقت آنسو آپ کے رخساروں پہ بہ رہے تھے رحمۃ اللہ علیہما۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

یعنی ابو الحسن بن علی بن عمر الدارقطنی۔ آپ اپنے زمانہ میں حافظ حدیث، فاضل، محدث، عالم باعمل اور بیکانہ وقت تھے۔ نیز علم حدیث، حدیث کی علل پہچاننے، اسماء رجال اور راویوں کی شناخت میں بے مثل تھے۔ اور صدق و دیانت۔ ثبات و عدالت اور صحت اعتقاد سے موصوف تھے علماء فرماتے ہیں اس باب میں ان کے بعد ان جیسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور یہ فن آپ پر ختم ہو گیا آپ تفسیر و فقہ اور ادب و شعر میں درجہ کمال پر فائز تھے۔ آپ نے علم فقہ ابو سعید مصری سے اور علم حدیث ان سے اور دوسرے بہت سے لوگوں سے حاصل کیا۔ اور آپ سے حافظ ابو نعیم، ابو بکر برقانی، جوہری، قاضی ابو طیب طبری اور حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری نے احادیث روایت کیں۔ حاکم نیشاپوری سے پوچھا گیا کہ آپ نے دارقطنی جیسا شخص دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا دارقطنی نے خود اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا مجھ اس جیسا شخص کہاں نظر آئے۔ آپ سن تین سو پانچ یا چھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں ہی تین سو پچاس ہجری بائیس ذی قعدہ کے روز وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے ائمہ حدیث و فقہ اور پیشواؤں میں سے ہوئے ہیں۔ آپ نے تحقیق علیم میں بڑا وقت صرف کیا۔ مباحثہ و مناظرہ میں نہایت ہی منصف مزاج تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، کما جاتا ہے آپ کی تصانیف کی تعداد ہزار جزو تک پہنچتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے مناخرین میں سات افراد ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اسلامی کتابیں تصنیف کیں اور مسلمانوں کو ان کی تالیفات سے بہت فائدہ پہنچا۔ ایک دارقطنی۔ دوسرے حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری۔ تیسرے ابو محمد عبد الغنی بن سعید اردی مصری۔ چوتھے ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی۔ پانچویں ابو عمرو بن عبد العزیز نمری حافظ اہل مغرب۔ چھٹے ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی، ساتویں

خطیب ابوبکر احمد بن علی بغدادی صاحب تاریخ بغداد۔ آپ نے علم فقہ شیخ سہل مصلوکی سے حاصل کیا۔ آپ کے زمانہ میں علاقہ خراسان میں کسی کو یہ جرأت نہ تھی کہ علم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا اسناد اور بے اجازت و تجربہ تعلیم دے۔ آپ نے حدیث کی روایت حاکم ابوعبد اللہ شافعی مصنف تاریخ نیشاپور اور ابوطاہر محمد بن محمد زبیدی اور ابن فورک اور ابوعبد اللہ سلمی سے کی۔ امام بیہقی کی مشہور تصانیف میں سے کتاب مبسوط، کتاب السنن، کتاب دلائل النبوة، کتاب معرفتہ علیہ السلام، الحدیث، کتاب بعث و نشور، کتاب آداب، کتاب فضائل صحابہ، کتاب فضائل اوقات، کتاب شعب الایمان اور کتاب خلافت ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ خرم جرد میں ہوئی جو مضافات بیہقی سے ہے۔ ساہ شعبان تین سو پچاسی ہجری میں ہوئی۔ اور چار سو اٹھارہ میں نیشاپور میں فوت ہوئے۔ وہاں سے آپ کا جنازہ اٹھا کر اپنے وطن لایا گیا۔ اور سال مذکور کی دس جمادی اولیٰ کو مدفون ہوئے۔

امام رزین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

ابوالحسین رزین بن محمد بن العبدی صاحب کتاب تجرید فی الجمع بین الصحاح۔ آپ پانچویں ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ عیدری عبدالدار بن قصی قریشی کی ایک مشہور شاخ کی طرف منسوب ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

لقب محی الدین، کنیت ابونزہ کریا۔ اور نام محی بن شرف جزانی۔ سماء مملہ مکسورہ و زاحزام کی طرف نسبت ہے۔ حزام ان کے اجداد میں سے ہوئے ہیں۔ آپ کی ولادت ملک شام کے قصبہ نوری میں جو دمشق کے مضافات سے ہے، چھ سو اکتیس ہجری کے پہلے عشرہ محرم الحرام میں ہوئی۔ اس قصبے کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو نوادی بھی کہتے ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے تجوید سے قرآن پاک پڑھا پھر حیرچہ و انچاس میں دمشق آئے۔ اور شافعی مذہب کی کتاب تنبیہ ساڑھے چار ماہ میں یاد کی اور شافعی مذہب کے بقایا مسائل اس سال کے باقی حصہ میں پڑھے۔ اور یہاں دو سال اس طرح گزارے کہ زمین پر پہلو نہ رکھا۔ اور دن رات میں دین کے مختلف علوم و فنون کا وہاں کے علماء و مشائخ سے بارہ دفعہ درس لیتے۔ آپ نے بہت سے مشائخ سے علم فقہ حاصل کیا۔ زیادہ تر استفادہ کمال الدین اسحاق مغربی سے کیا۔

آپ مذہب شافعی کے محرر، اُسے آسان کر کے بیان کرنے والے، اور اُسے چھانٹنے اور ترتیب دینے والے ہیں۔ رافعی والان رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب کا دار و مدار آپ کی تصحیح و تحقیق پر ہے۔ آپ انتہاء درجہ کے باعمل، زاہد،

صابر اور باکل سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ حمام میں نہ جاتے تھے۔ دمشق کے پھل نہیں کھاتے تھے۔ حالانکہ وہاں کے لوگوں کی زیادہ تر خوراک پھل ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن لوگوں کی ضمانت و تحویل و حفاظت میں پھلوں کے باغات تھے وہ لوگ ان میں بیجا اور شے کے مرتکب ہوتے تھے۔ جو آپ کے شہر سے آپ کے والدین کے پاس سے آتا تھا اس پر گزر کرتے۔ دن و رات میں صرف ایک بار عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماتے۔ اور صرف سحری کے وقت ایک دفعہ پانی پیتے۔ اور برف کا پانی نہ پیتے جیسا کہ شامیوں کی عادت ہے۔ آپ نے تجرید و انفراد کی زندگی اختیار کی۔ نکاح کرنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ زیادہ وقت عبادت الہی میں بیدار رہ کر گزارتے۔ دینی کتب کی تصنیف و تالیف پر، مصروف رہتے۔ حکام و امراء وغیرہم کو امر معروف اور نہی منکر کی تاکید کرتے۔ آپ کے نزدیک اس کام میں مداخلت کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ دو دفعہ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ سن چھ سو پینسٹھ میں دارالحدیث اشرفیہ کے نگران و متولی مقرر ہوئے لیکن تازہ زندگی اس خدمت کا کوئی وظیفہ وصول نہ کیا۔ وفات کے وقت آپ کی دارمیں مبارک میں صرف چند بال سفید تھے۔ بحث و گفتگو کے دوران آپ پر سکون و وقار چھایا ہوتا تھا۔ ہمیشہ شافعیہ کے قصب سے دور رہے۔ کسی معاملے میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کے اقوال اپنی کتابوں میں نقل کیے آپ تصوف و سلوک سے متصف تھے۔ مشائخ صوفیہ کے ساتھ آپ کا اعتقاد درست تھا۔ دمشق میں عرصہ دراز سکونت رکھنے کے بعد واپس اپنے شہر تشریف لے گئے اور قدس خلیل کی زیارت کے لیے گئے۔ زیارت سے لوٹے تو والدین کے پاس اپنے گھر آئے ہی بیمار ہو گئے۔ اور سن چھ سو چھتر میں چودہ رجب المرجب ۳۷۷ کے روز وفات پائی۔ اور اپنے شہر میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ و علی عباد اللہ الصالحین۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

کنیت ابو الطرح۔ نام عبدالرحمن بن علی البغدادی العنلی الصدیقی۔ ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں۔ جوزی ایک موضع کی طرف نسبت ہے جس کا نام فرجۃ الجوزی تھا۔ آپ کے والد درویشگری کا کام کرتے تھے۔ آپ عالم، فاضل، فقیہ، محدث، فصیح و بلیغ اور تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ اور اخبار اور مواظین صاحب تصانیف ہوئے ہیں۔ اور ان ائمہ میں اپنے دور میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ وعظ و تذکیر اور قصص و حکایات کے بیان کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ اور فی البدیہہ ممبر یہی لوگوں کے سوالات کا جواب دے دیتے تھے۔ آپ کی حکایات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن اہل سنت و شیعہ حضرت ابو بکر علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں جھگڑا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں بہت جھگڑا ہوا آخر کار ابن جوزی کے فیصلے پر راہنی ہوئے۔ ابن جوزی علیہ الرحمۃ اس وقت ممبر یہ وعظ فرما رہے تھے۔ لوگوں نے اگر آپ سے

سوال کیا من افضل الصحابة۔ آپ نے فریقین اور حق بات اور دونوں پہلوؤں کی رعایت کرتے ہوئے جواب دیا افضل صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی ینتہ فی بیئہ۔ (مضمون کے صحابہ کرام میں افضل وہ ہے جس کی بیٹی اس کے گھس میں ہے) اتنا جواب دیا اور باہر نکل گئے۔ تاکہ فریقین اس کا مطلب سمجھ سکیں۔ یہ حکایت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں قریباً ہے۔ کہ خلفاء بنی عباس میں سے خلیفہ الناصر لدین اللہ نے جس کا جھکاؤ اپنے آباؤ اجداد کے خلاف امامیہ مذہب کی طرف ہو چکا تھا، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا من افضل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو علامہ ابن جوزی نے اس کے جواب میں یہ مذکورہ بات کہی تھی۔ علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس میں انہوں نے افراط و تریاق سے کام لیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے علم میں تھا اس کے خلاف محض توہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو موضوع قرار دیدیا۔ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا اور کہا احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پانچ سو دس ہجری میں پیدا ہوئے اور خلیفہ الناصر لدین اللہ کے عہد خلافت میں ۷۹۷ھ میں پانچ سو ستانوے میں فوت ہوئے علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ کی ایک مشہور تصنیف ”تبلیس ابلیس“ ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ان راستوں کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے شیطان اگر لوگوں کو گمراہ کرتا۔ اور بدعت و خلاف سنت کاموں میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کتاب میں گروہ صوفیہ پر خصوصیت کے ساتھ سخت تنقید کی ہے۔ اور اس گروہ کی غلبہ حال و سکر کی حکایات سامنے رکھ کر انہیں بڑی شدت سے رد و انکار کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اس بلند گروہ کے بزرگوں کو جہل و جنون اور حماقت سے منسوب کیا ہے۔ باوجودیکہ اپنی اس کتاب کو انہیں بزرگوں کے عمدہ کلمات اور عجیب سے حکایات سے مزین و آراستہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کی یہ تنقید بھی تبلیس ابلیس کا ہی کرشمہ ہے۔ علامہ موصوف کو اس نے اس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور و تکبر میں ڈال دیا ہے۔ علامہ موصوف نے اگرچہ قسم کھا کر کہا ہے کہ اس تنقید سے ان کی غرض و غایت صرف ظہار علم اور اتباع سنت کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ لوگ راہ راست کی پیروی اختیار کریں اللہ کے نیک بندوں پر طعن و تشنیع مقصود نہیں۔ تاہم علامہ کا حد اعتدال سے تجاوز کر جانا اور صوفیائے کرام کو رد و انکار کا نشانہ بنانا اس کے خلاف دلالت کرتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ علامہ موصوف اس گروہ بند کا متکبر اور فی الحقیقت ان سے اختلاف رکھتا ہے۔ سیدی احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ نے قریباً ہے کہ خیر خواہان ملت نے اس کتاب کے مطالعہ سے منع کیا ہے۔ کیونکہ یہ مشائخ کرام کے متعلق بدگمانی اور سوء ظن کا موجب ہے۔ بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معصوم نہ ہونے اور غلبہ حال اور نوشتہ تقدیر کی بنا پر ولی سے لغزشیں اور غیر مناسب باتیں صادر ہو جاتی ہیں۔ تاہم آئمہ کرام اور مشائخ عظام کی ان لغزشوں اور غیر مناسب باتوں کی پردہ پوشی ضروری ہے۔ نصیحت و تذکیر

کے طرز پر مصلحت کے تحت اچانک اگر متنبہ (خبردار) کرنا پڑے تو کسی فاعل کو معین کیے بغیر صرف قیام پر گرفت کرے کہ ائمہ کی لغزشوں کا چھپانا لازم اور انصاف پر چلنا ضروری ہے۔ اور وہ دیانت مندرجہ میں خواہش نفس کی ملاوٹ ہو غلط اور اعتراض کی چیز ہے۔ یہ طریقہ محفوظ تر ہے۔ اسم تسلیم سلامتی کی راہ اختیار کر دے۔ محفوظ ناموں رہو گے۔ ابن جوزی نے جو کچھ کہا ہے۔ اور صوفیہ کرام کی شان میں حد سے تجاوز کر کے جو ناز با الفاظ کہے ان کا رد و انکار اور ان پر جو اعتراضات کیے ہیں صوفیائے کرام کی طرف سے علماء نے ان سب باتوں کے نہایت شافی جوابات دیے ہیں جن سے شریعت و طریقت اور علماء و صوفیہ کے درمیان اختلاف رفع ہو جاتا اور درست پہلو سامنے آ جاتا ہے۔ ان جوابات کی تقریر و تحریر ایک کو امام اجل عقیف الدین عبداللہ شریاف نے اپنی تالیفات میں کی ہے۔ دوسرے اس سلسلے میں سید احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دقیق عمدہ حقائق واضح کرنے والی کتاب مسمی بقواعد الطریقہ فی الجمع بین الشریعۃ و الحقیقۃ تصنیف فرمائی جس میں آپ انصاف کے راستہ پر چلے ہیں۔ اور بلا جھجک طریقے سے حق بیان فرمایا ہے۔ سیدی الشیخ القطب الامام عبدالوہاب المتقی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم حروف و شیخ عبدالحق کو اس کتاب کی تعلیم اور اس کی روایت کی اجازت دی۔ میں نے اس کے بعض مسائل کا اپنے رسائل میں فارسی ترجمہ کیا ہے۔ خصوصاً رسالہ مرجع البحرین فی الجمع بین الطریقتین کا۔ و بالشد التوفیق۔

مختصر یہ کہ ابن جوزی عالم و فاضل شخص تھے لیکن اپنے علم، فضل اور جوانی پر نظر کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو گئے۔ علامہ موصوف سخت گیر، سخت مزاج اور نہایت خشک طبیعت تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے۔ طریقہ صوفیہ سے بعید اور ان سے عقیدت و محبت سے دور تھے۔ سب سے سخت حریمات یہ ہے کہ زمانہ کرامت نشان شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں علامہ موصوف بغداد میں ہی تھے۔ لیکن ان کی برکات و عقیدت سے محروم رہے۔ اور حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے اجتناب و انکار کے راستے پر گامزن رہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک اللہ تعالیٰ ہمیں اس روش سے پناہ میں رکھے تفرغ و انکار یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ حضور غوث پاک کے زمانہ میں علامہ موصوف نے اپنے دور کے بغداد و غیرہ شہروں میں موجود زابدوں اور عابدوں کے حالات میں ایک کتاب تالیف کی مگر حضرت شیخ جیلانی علیہ الرحمۃ کے ذکر جمیل سے اپنی کتاب کو آراستہ اور مزین نہ کیا۔ یہ علامہ کے ظاہری علم و فضل پر مغرور اور اس کے جاہل ہونے کی بین دلیل ہے۔

شیخ عالم، عارف کامل خواجہ محمد پارسا قدس اللہ روحہ و افاض علی المستغنیین فیوہ و فتوہ صنف اپنی ایک کتاب "فصول سنہ" میں ابن جوزی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وہ شیخ حافظ ابو الفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی البکری البغدادی ہیں ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں امام، حافظ، فصیح، متبحر اور کئی علوم میں کتابوں کے مصنف و مولف ہیں۔ دوسو پچاس کتابیں

تصنیف کی۔ خاص و عام میں مقبول و پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ پانچ سو آٹھ ہجری میں بغداد میں پیدا ہوئے اور پانچ سو ستائیس میں رمضان کے مہینے میں فوت ہوئے۔ قطب الاولیا تاج المفاخر شیخ عبدالقادر اور دوسرے اہل معارف مشائخ کے انکار، ان پر رد اور ان پر تنقید کرنے کے باعث پانچ سال لوگوں سے روپوش رہے۔ اور واسطہ کے قید خانہ سے باہر لائے گئے۔ علامہ ابن جوزی کا ذلت و خواری، ابلیس کے مکرو فریب میں مبتلا ہونا اور غرور و عجب میں پڑنا ان کے سیدنا حضور غوث پاک اور دوسرے اولیاء کرام کے انکار کے باعث ہوا۔ حالانکہ دوسری جانب اولیاء کرام کے محاسن کلمات اور ان کے مقامات و حالات کے ذکر سے اپنے کلام اور اپنی تالیفات و تصنیفات کو مزین و آراستہ بھی کرتے ہیں۔ ابن جوزی اگر مشائخ اور علماء باطن کے انکار اور ان پر طعن و اعتراض سے بچے رہتے تو اس خرابی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہتے۔ اور محاسن اخلاق اور عمدہ اوصاف کے ساتھ موصوف ہوتے۔ ان کا لڑکا محی الدین یوسف بغداد کا محتسب اور گروہ حنابلہ کے مدرسہ مستنصریہ کی تعلیم و تدریس کا متولی و نگران تھا۔ یہاں تک بلفظ حضرت محمد پارہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔

کاتب حروف کتاب ہے اعلم اللہ شانہ مصانہ عاکشانہ والہ اس کے حالات کی اصلاح کرے۔ اور ہر عیب کی بات سے اسے محفوظ رکھے) کہ میں نے حرم شریف مکہ معظمہ (وہا والہ اللہ تشریفاً و تعظیماً) میں ایک رسالہ دیکھا جس میں ابن جوزی اور ان کے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے انکار کرنے کا ذکر تھا۔ مولف رسالہ لکھتا ہے کہ کچھ مشائخ و علماء ابن جوزی کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سے گئے اور درخواست کی کہ ابن جوزی کو معاف کر دیا جائے۔ اور درگزر کی جائے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور ابن جوزی علیہ الرحمۃ سے درگزر فرمایا اور انہیں معافی دے دی۔ اور ان کے جرم کو نظر انداز کر دیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں، مذکورہ رسالہ میں یہ واقعہ پڑھنے کے بعد میں سیدی الشیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کتاب کا یہ واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت شیخ جیلانی رضی اللہ عنہ کے ابن جوزی علیہ الرحمۃ کو معاف کر دینے کا حال سنایا۔ ساری بات سن کر شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ علی ذلک پڑھا اور کہا۔ ابن جوزی بہت بڑے محدث اور عالم و فاضل مرد تھے الحمد للہ کہ اس انکار اولیاء کے بھنور و فتنہ سے نجات پا گئے۔ (پھر فرمایا) اسے فلان عبدالحق، حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نہایت بزرگ شخصیت ہیں۔ ان کا انکار نہ ہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ انکار اولیاء سے محفوظ رکھے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک کو وہ شان عظیم عطا فرمائی ہے۔ جو کسی اور بزرگ کو عطا نہیں ہوئی۔ نسأل اللہ العافیۃ والعاقبۃ بالخبیر۔ ہم اللہ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔ اور سب کا انجام بخیر ہو۔ اب وہ وقت آگیا کہ میں کتاب (مشکوۃ) کی شرح شروع کروں وباللہ التوفیق۔ چنانچہ کہتا ہوں۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ ہر جام کی طرف سے ہر محمود پر ہر نعمت کے برابر ہر صفت کمال پر ہر معنی اور ہر وجہ پر ہر وقت اور ہر

جگہ ازل سے اب تک ہمیشہ اور مسلسل حمد و تعریف کے تمام افراد خدا تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اسی کی طرف لوٹتے اور رجوع کرتے ہیں۔ اور اس اللہ سبحانہ کے ساتھ مخصوص ہیں جو تمام نعمتوں سے سرفراز و فرمانے والا، تمام عالم کا پروردگار، ساری کائنات کا خالق، تمام کمالات سے متصف اور ہر خیر و نیکی سے بہرہ ور کرنے والا ہے۔ اور بندوں کے افعال کا خالق، انہیں توفیق دینے والا اور سب کو بخشنے والا ہے۔ اور حمد و ستائش کرنے والوں کے وجود سے قطع نظر اس ذات سبحانہ کی حمد و ستائش اس کی ذات کاملہ صفات پر اس کے کلام قدیم میں اور آیات و نشانات بکھیرنے کی صورت میں اور اظہار کمالات، اور احسان و مہربانیوں اور عظیم نعمتوں کی تکمیل کی صورت میں بھی اسی کے لیے باقی و ثابت ہے۔ اس کے باوجود جب اس نے بندوں کو بھی اپنی ذات مجید کی حمد و ثنا کرنے اور بے شمار نعمتوں پر شکر گزار ہونے کا حکم دیا ہے اس لیے اس حکم کی بجا آوری اور اس کی بزرگ ذات کی حمد و ثنائیں زبان کو حرکت میں لانا ضروری ہے۔ اس لیے مصنف علیہ الرحمۃ نے کہا نَحْمَدُكَ وَنُسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ تمام افراد انسانی بلکہ تمام روحانی و جسمانی مخلوقات کے ساتھ مل کر زبان قال و حال سے ہم اس کریم اور انعام و فضل فرمانے والی ذات کی حمد کرتے ہیں۔ اور جب کہ اس شان و مرتبہ کا حصول اور اس کا اتمام اور اس کی تکمیل ایک عظیم اور مشکل کام ہے۔ اس لیے اس کی بزرگ و برتر ذات سے مدد و نصرت بھی طلب کرتے اور اپنی قوت و طاقت سے پناہ لیتے ہیں۔ اور اس کے ادا نئے حق کے لیے تقریر و تحریر میں اس کی درگاہ مہمدیت کے لائق و مناسب جس قسم کا صدق و اخلاص درکار ہے۔ اس میں نقصان و کوتاہی برتنے پہ ہم اس سے معافی کے خواستگار ہیں۔ نظم

گر ز اول و آخر تمام جمع آیند کہ راہ شکر خدا عز اسمہ پونید

باتفاق در جستجوی آں بزنند باجماع رو گفت و گوی آن جونید

بعد ہزار زبان گر کنند ممکن نیست کہ حمد و شکر کہیں نعمت خدا گویند

ترجمہ۔ اگر اولین و آخرین سب اکٹھے ہو جائیں اور خدا تعالیٰ عز اسمہ کے شکر کا راستہ طے کرنے لگیں۔ اور سب مل کر

اس کی تلاش و جستجو میں چل پڑیں۔ اور سب اکٹھے ہو کر اس کی گفتگو کا راستہ اختیار کریں مگر زبانوں سے بھی اگر ایسا کرنا

چاہیں تو ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معمولی سی نعمت پر اس کی حمد و ثنا اور اس کا شکر ادا کر سکیں۔

وَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ اور ہم خدا کے پاس پناہ لیتے ہیں اپنے نفوس امارہ کی برائیوں سے۔ وَمِنْ

سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا اور اپنے اعمال کی بدیوں سے۔ اعمال کی بدیوں کی چند مثالیں یہ ہیں۔ اس ذات مقدس کی حمد و ثنائیں

مخلوق کی نمائش کا خیال اور ہر ایک اعمال کے صدمہ و سر میں اپنے نفس کی قوت و طاقت کا عمل دخل سمجھنا۔ منعم حقیقی کے مسلسل

احسانات و انعامات سے ہر گھڑی مستفید ہونے کے باوجود زبان کو اس کی محدود ستائش میں مشغول و مصروف نہ رکھنا۔ نیت کی درستی اور اخلاص میں کمی اور کوتاہی کے ہوتے ہوئے علم حدیث میں کتب تصنیف کرنا۔ یا اس نعمت عظمیٰ اور بہت بڑے عطیہ کی توفیق ملنے پر اس کے شکر میں کوتاہی کرنا۔ یا زبان سے باطل و لاعینی باتیں کرتے رہنا خدا تعالیٰ کے ذکر سے غافل رہنا۔ اور عبادت و طاعات بجالانے میں سستی کرنا۔ اور حرام و مکروہ چیزوں کا ارتکاب کرتے رہنا۔ مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ۔ جس کی رہنمائی کرنے والا خدا ہوا سے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ بیان واقع اور ہدایت دینے اور گمراہ کرنے میں خدا تعالیٰ کے اکیلا ہونے کے اثبات میں یہ کلام اپنے الفاظ کے لحاظ سے خبر ہے انشاء نہیں تاہم خدا تعالیٰ سے ہدایت کی طلب اور سوال اور گمراہی سے حفاظت و بچاؤ کی درخواست کرنے کے اعتبار سے معنی انشاء ہے۔ یعنی تو ہی ہدایت دینے والا اور گمراہ کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں۔ تو ہمیں ہدایت عطا فرما اور گمراہی میں پڑنے سے محفوظ رکھ کہ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ہدایت کے دو معنی ہیں۔ ایک راہ نمودن یعنی راستہ دکھانا اور اس کے نشانات و علامات بیان کرنا اس معنی کے مطابق ہدایت کی نسبت قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ ہدایت کا سبب و ذریعہ ہیں۔ جس طرح ضلالت کی نسبت شیطان اور بتوں کی طرف کرنا درست ہے۔ ہدایت کا دوسرا معنی ہے مقصود تک لے جانا اور مقصود تک پہنچا دینا۔ یہ صرف حق سبحانہ و تعالیٰ کا کام ہے کسی اور سے نہیں ہو سکتا۔

اور جب کہ حدیث میں آچکا ہے کہ جس خطبے میں اللہ و رسول پر ایمان کی گواہی کا ذکر نہ ہو، کٹے ہوئے ہاتھ کی طرح ہے یعنی مقطوع البرکتہ (برکت سے خالی)۔ اور یہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے مصنف علیہ الرحمۃ میاں دونوں شہادتوں کا ذکر لائے ہیں۔ چنانچہ کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ اور میں گواہی دیتا ہوں اور جزم و یقین سے اظہار کرتا ہوں کہ اس ایک ذات کے سوا جو تمام صفات کمال سے متصف اور نقص و زوال کے ہر نشان سے منزہ ہے، کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ در انحالیکہ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، شَهِادَةُ الْتَّجَاةِ وَبَيِّنَاتُهَا اَيْسَى گواہی دیتا ہوں جو آتش و دوزخ اور دوزی و نابالغی کی سزا اور عذاب سے نجات کا سبب اور دستاویز ثابت ہو۔ وَلَوْ فِى الدَّرَجَاتِ كَيْفِيَّةٍ اور جو بہشت اور قرب و درجہ خدا تعالیٰ کے پائے بلند کرنے کی خاص و کفیل ہو۔ اور یہ وہ شہادت ہے جو صدق و اخلاص، زبان کی دل کے مطابقت اور ظاہر و باطن کی موافقت سے آراستہ اور موت کے دن تک جس میں استقامت کا ضمیمہ بھی لگا ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الدِّينَ قَالُوا مَا بَيْنَا اِلَهُ تَعَالَى سَخَطًا مَوْ رَيْشِكُمْ لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس اقرار پر مستقیم رہے، محدود استعانت اور استغفار میں صیغہ جمع لانا اور شہادت میں واحد

صیغہ استعمال کرنا اس بنا پر ہے کہ وہاں کثرت، نعمتوں کی دید اور اپنی نصیحتات ملنا ہوں اور خدا تعالیٰ کی صفات کا کشف و
 ملاحظہ پیش نظر ہوتا ہے۔ اور یہاں مقام شہادت میں وحدت ذات کا مشاہدہ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کا نگاہ سے
 ہٹا دینا ملحوظ ہوتا ہے۔ تو اول مقام فرق ہے۔ اور دوسرا مرتبہ جمع ہے۔ اس کی تو جہیمہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہادت اس
 مطابق واقع خبر دینے کا نام ہے جو جزم و یقین سے ہو۔ اور مصنف کے لیے مناسب نہیں کہ ایسی خبر کی ذمہ داری اپنی ذات
 کے سوا کسی اور کی طرف سے بھی اٹھائے بخلاف حمد الہی کے تاکہ کلمہ ایمان کے مطابق و موافق ہو جائے۔ وَ أَشْهَدُ
 أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ اور میں جزم و یقین سے گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور مخلوق کی طرف
 اس کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ الَّذِي بَعَثَهُ دُطُوقُ الْإِيمَانِ قَدْ عَفَتْ أَنَارُهَا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
 صفت اور شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے حال میں مبعوث فرمایا جب کہ ایمان کے راستے ناپید اور اس کے
 نشانات مٹ چکے تھے وَجَبَتْ أَنَارُهَا اور اس کی روشنیاں بھیج چکی تھیں وَوَهَبَتْ أَمْرًا كَانُهَا اور ان کے ستون
 سست و کمزور اور بے بنیاد ہو چکے تھے۔ رکن بھنم راہر چیز کے مضبوط ستون اور سمارے کو کہتے ہیں جیسا کہ قراح میں
 ہے وَجَبَلَ مَكَانُهَا اور ان کی جگہیں لاپتہ اور پوشیدہ ہو چکی تھیں ہو سکتا ہے طرق ایمان سے ایمان و ورسل صلوات اللہ
 سلامہ علیہم اجمعین اور ان کے پیروکار اور متبعین یعنی علماء دین اور راہ یقین پر چلنے والے لوگ مراد ہوں۔ اور ان کے راستوں
 کے مٹ جانے، ان کی روشنیوں کے بھیج جانے اور ان کے ستونوں کے کمزور پڑ جانے سے مراد ان اعمال کا ترک کر دینا ہو جو انہوں
 نے شریعت کے طور پر لوگوں کو بتائے اور جن باتوں کا انہوں نے حکم دیا اور جن اعمال، اخلاق، آداب اور علوم و معارف
 کی انہوں نے وضاحت کی ہے اور جنہیں انہوں نے روشن و ظاہر کیا ہے۔ نیز علم دین پڑھنے، عمدہ اخلاق و آداب کے ساتھ
 موصوف ہونے کو چھوڑ دینا مراد ہو۔ اور ان کے مکان کے لاپتہ ہو جانے سے ان کے مرتبہ اور شان اور ان کے حقوق پہچاننے
 سے بے خبر رہنا مراد ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ طرق ایمان سے علوم و اعمال، آداب و ریاضتیں، اچھی صفات کی تحصیل اور
 اخلاق حمیدہ کی تکمیل مراد ہو۔ کہ انہی چیزوں کے ذریعے انسان ایمان کامل کا مرتبہ پاسکتا ہے جو حق کے راستے پر چلنے والوں
 کا مقصود و مطلوب ہے۔ اور نشانات کے مٹ جانے، روشنیوں کے بھیج جانے، ستونوں کے کمزور پڑ جانے اور مکان کے لاپتہ
 ہو جانے سے اس راستے پر نہ چلنا اور اس کی تحصیل و تکمیل کے اہتمام سے لاپرواہی برتنامہ مراد ہو۔ فَشَيْدَ مَسْلَوَاتِ الْوَدَّ
 سَلَامُهُ عَلَيْكُمْ مَعَالِمَهَا مَا عَفَا تَمَّ حُضُورُ صَلَوَاتِ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ نے ایمان کے راستوں کے نشانات کی ان
 جگہوں کو اور نچا اور بلند کر دیا جو پست ہو چکی اور مٹ چکی تھیں۔ اور راہ کو دیکھنے والوں اور اس پر چلنے والوں کے لیے پوشیدہ
 ہو چکی تھیں۔ اگرچہ باطنی آنکھوں کے اندھوں کو انتہائی واضح اور ظاہر ہونے کے باوجود وہ جگہیں اور راہیں بالکل ہی نظر نہ

آسکیں۔ وَشَفَى مِنَ الْعِلْدَانِ تَأْيِيدَ كَلِمَةِ التَّوْحِيدِ مَنْ كَانَ عَلَى شَفَا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو موت اور ہلاکت کو جھانک رہے تھے، یا راہ راست سے ہٹ چکے تھے اور صراط مستقیم پر نہیں چل رہے تھے یا آتش نذر خ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے، شفا اور تندرستی عطا فرمادی۔ اور کلمہ توحید کو قوت و طاقت عطا کر کے انہیں جمالت و شکر کی بیماری سےجات عطا فرمادی۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَمَنْ لَكُمْ أَكْثَرُ نَسْخُونَ میں علیل بعین مہملہ ہے بمعنی بیمار۔ اور اس سے بیماروں کی جنس مراد ہے کوئی مخصوص فرد مراد نہیں۔ مِنْ بِيَانِهِ یا تبعیضیہ ہے۔ جسے عبارت میں مقدم کر دیا گیا ہے۔

جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمارے اصل سماع اور ہمارے سامنے کتاب مشکوٰۃ کے تمام نسخوں میں علیل بعین بے نقطہ ہے۔ بمعنی بیمار یعنی وہ گزشتہ معنی جنس بیمار مراد ہے۔ اور جائز ہے کہ غلیل بعین معجمہ سے پڑھا جائے۔ جو غل بمعنی کینہ یا غلل بروزن خلل بمعنی کینہ سے مشتق ہو۔ یا بمعنی سوزش و تشنگی اور اس سے وہ لوگ مراد ہوں جو جماعت اہل ایمان سے کینہ رکھتے ہیں۔ اور تشنہ کاموں کی طرح جمالت و ضلالت کے جنگل میں حیران اور سرگشتہ پھر رہے ہیں واللہ اعلم بالصواب انتہی۔ اور میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ غلیل مصدر بھی تشنگی و سختی اور بمعنی سوزش سینہ آیا ہے ایک شاعر نے کہا ہے۔

يشقى غليل صدور، همران تصبر عوا

تمہارا ہلاک ہو جانا ان کے سینوں کی سوزش کو شفا بخشتا ہے۔

اور سوزش کے معنی میں ہو۔ اور شفی سے متعلق ہو تو یہ بھی صحیح تو ہمیشہ ہے۔ اور اس کا معنی ظاہر ہے کمالا بخفی وَأَوْضَعَ مَسِيلَ الْهَدَايَةِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَسْلُكَهَا اور روشن کر دیا ہدایت اور ایمان کا راستہ ہر ایسے شخص کے لیے جو اس پر چلنا چاہے۔ وَأَظْهَرَ كُنُوزَ السَّعَادَةِ لِمَنْ قَصَدَ أَنْ يَتْلُوهَا اور ظاہر و نمایاں کر دیے سعادت و نیک بختی کے خزانے ہر ایسے شخص کے لیے جو ان خزانوں کے مالک بننے کا قصد و ارادہ رکھتا ہو۔ اس موقعہ و محل اور مقتضا کی مناسبت سے گنجائے سعادت سے ایک تورا سلام، ایمان، احسان، طاعات، عبادت اور عنایات الہیہ کی توجہات جیسے ائمہ مراد میں دوسرے ان امور و اوصاف کے قانع و مواہب یعنی علوم، معارف، انوار اور اسرار مراد ہیں۔ جو شخص ان خزانوں اور ذخائر کو جمع کرتا ہے۔ نعیم جنت، رضائے حق تعالیٰ اور اس بلند و بزرگ ذات اقدس کے دیدار کی سعادت ابدی اسے نصیب ہوگی۔ (ایک حدیث میں جو وارد ہے) کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ كُنُوزُ الْجَنَّةِ یعنی لا حول

ولا قوۃ الا باللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، تو اس میں اسی طرح اشارہ ہے۔ اللہ عزوجل اے اللہ ہمیں یہ گنجمائے سعادت عطا فرما۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت

اسیر لذت تن ماندہ و گر نہ ترا چہ گنجماست کہ در ملک جان میا نیست

ترجمہ۔ افسوس کہ تو جسمانی لذتوں میں گرفتار ہو کر رہ گیا ہے۔ ورنہ وہ کون سے خزانے ہیں جو روحانی ملک میں تیرے لیے مہیا اور حاصل نہیں ہیں۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ راہ ہدایت کا بیان و ایضاح اندر گنج سعادت کا اظہار و انشاء جو بیان شریعت اور تعلیم دین سے عبارت ہے، اس پر چلنے والوں اور ان خزانوں کا مالک بننے والوں اور نہ چلنے کا ارادہ کرنے والوں اور ان خزانوں کو اپنی ملکیت میں نہ لانے کا قصد کرنے والوں سب کے لیے برابر ہے تو پھر مصنف نے قصد و ارادہ کی تخصیص کیوں کی ہے۔

جواب۔ جب کہ اس وضاحت و اظہار سے نفع اٹھانے والے ہر ایک میں جو اس کا قصد و ارادہ کرتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ اور نفع بھی صرف انہی حضرات کو پہنچتا ہے۔ تو گویا یہ ایضاح اور اظہار صرف انہی لوگوں کے لیے ہے۔ اور بس جیسا کہ آیت ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے کہا ہے۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ التَّمَسُّكَ بِهَدْيِهِ لَا يَسْتَتِبُ "امابعد" ایک کلمہ ہے جو ایک اسلوب و طرز سے دوسرے اسلوب و طرز کی طرف منتقل ہونے کے وقت انسان استعمال کرتا ہے۔ اور کتابہ امابعد سارباب تاریخ و اخبار کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے یہ کلمہ کس نے استعمال کیا۔ مشہور یہ ہے کہ سب سے پہلے اسے حضرت داؤدؑ پیغمبر علیہ السلام نے استعمال فرمایا۔ اس قول کے علاوہ اور اقوال بھی اس کلمہ کی شرح میں مذکور ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں اصل کلام اس طرح ہو گا حمد و صلوٰۃ اور شہادہ مذکورہ کے بعد بیشک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، طریقہ اور عادت مبادی کو مضبوطی سے نفاذ منے کا عمل تمام اور درست اور ٹھیک نہیں ہو سکتا اَلَا بِاَلَوْثِقَاءِ لِمَا صَدَقَ مِنْ حَشْوَتِهِ مگر اس چیز کی پیروی کرنے سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے صادر اور ظاہر ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ دراصل اس ردزن اور طاق کو کہتے ہیں جو چراغ رکھنے کے لیے دیواریں بنایا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو اس طاق سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں چراغ ہوتا ہے اور نور کا فیضان آپ کے دل روشن سے جو چراغ کی مانند ہے، لوگوں کو پہنچتا ہے یا قلب شریف آئینہ کی طرح ہے جیسے درخشندہ ستارہ اور آپ کے دل اطہر میں پاکیزہ اور روشن لطیفہ چراغ کی

مانند ہے تاکہ یہ تشبیہ مطابق آیہ کریمہ مَثَلُ نُورٍ لَا يَمِشُ كُنُوزٌ فِيهَا مِثْبَاتُ الْمُبِينِ فِي دُجَا جَةِ الْآيَةِ اس کے نور کا حال طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔ چراغ شیشے میں ہوا لائیں (ہو جائے) وَلَا اَعْصَمُ بِجِلْدِ اللَّهِ لَا يَتَقَرُّ الْاَبْدَانِ كَشْفِهِ اعْتَصَامِ پَنجے کے ساتھ مضبوط پکڑنا، جبل رسی۔ بیان واضح اور صاف گفتگو کرنا۔ کشف نمایاں کرنا ننگا کرنا۔ یعنی مضبوط پَنجے کے ساتھ اللہ کی رسی کو پکڑنا جو اس کی جناب کے قرب تک وصول اور پہنچنے کا سبب و وسیلہ ہے، مکمل نہیں ہو سکتا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے، نمایاں اور ظاہر کرنے سے۔ جلد اللہ (اللہ کی رسی) سے یا تو خدا تعالیٰ کا وہ عہد و پیمان مراد ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے۔ یعنی ایمان، توحید، ربوبیت کا اقرار اور اس کی فرمانبرداری اور عبادت کی پابندی کرنا۔ اور جسے الست کے روزہ بندے قبول کر چکے ہیں (مگر بعد میں) ارواح کے ابدان کے ساتھ متعلق ہونے اور قبائح اور ارتکاب معاصی کے سبب ارواح پر کدورتوں کے میل کچیل چڑھ جانے سے بندوں نے اُسے فراموش کر دیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر اس عہد کی یاد دہانی کرتے رہے ہیں خصوصاً حضور سید رسل علیہ وعلی آلہ من الصلوٰۃ افضلہا واکملہا نے واضح اور صاف بیان سے اور پوری طرح کھول کر اسے لوگوں کے سامنے رکھا۔ اور مکمل طور پر اس کی یاد دہانی کرائی ہے۔ اور واضح آیات و غالب معجزات کے ذریعے اس کی تاکید و تلقین کی۔ اور فرمایا ہے لوگو! اللہ کے عہد کو پورا کرو تاکہ مطابق آیہ کریمہ اَدْفُوا بَعْدِي اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ (تم میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اللہ تعالیٰ بھی دائمی نعمتوں، رضاء و قرب، اپنی ذات کریم کے دیدار سے تمہیں مشرف کر کے اپنا وعدہ اور عہد پورا کرے۔ نظم

چونکہ در عہد خدا کردی وفا از کرم عہد نگہدارِ خدا
یک زبان ادفوا بجمہدی گوشدار تاکہ اوف عہد کم آید زیار
آں جماعت را کہ وافی بودہ اند بدہمہ اصناف شان افزودہ اند

ترجمہ۔ جب تو نے خدا تعالیٰ کا عہد پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تیرے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرے گا۔ ادفوا بجمہدی کی آواز اپنے کانوں میں تازہ رکھ۔ تاکہ تو اپنے دوست حقیقی کی طرف سے اوف بجمہد کم کی خوشخبری سنے۔ کالمین کی وہ جماعت جو وفاداری میں پوری اتری وہ اس وفائے عہد کی صفت میں سب سے سبقت لے گئی۔

اور ہو سکتا ہے کہ جبل اللہ سے مراد قرآن مجید ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ القرآن جبل اللہ الممدود من السماء الی ارجو قرآن مجید اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے۔ فضائل قرآن میں یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث ان شاء اللہ آئیں گی۔ اور جس طرح مضبوطی سے رسی کو پکڑنا پانی حاصل کرتے وقت کنویں میں گرنے سے سلامتی اور حفاظت کا سبب ہے۔

ذریعہ ہے، قرآن حکیم کو تمام لینا جہنم کے گڑھوں میں گرنے سے نجات کا سبب و ذریعہ ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کے معانی کی حقیقت اور اس کے مقاصد کا فہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان و انکشاف کے بغیر نہیں آسکتا جو احادیث کی شکل میں موجود و معلوم ہے۔

وَكَانَ كِتَابُ الْمَصَابِيحِ الَّذِي صَنَعَهُ الْإِمَامُ - اور کتاب المصابیح جیسے اپنے زمانہ کے پیشوا و مقتداؤں نے تصنیف فرمایا تھا۔ تصنیف کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض سے الگ کرنا۔ صنف بکسر صا دیا فتح صا دے مشتق ہے۔ بمعنی ایک حصہ اور ٹکڑا۔ اس کی جمع اصناف آتی ہے۔ مَحْشُورُ السُّنَّةِ جو سنت کو زندہ کرنے والے تھے۔ سنت لغت میں روش اور طریقہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مراد ہوتی ہے چاہے وہ آپ کا قول یا فعل یا تقریر ہو۔ جیسا کہ مقدمہ میں گزرا۔ اور جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر اس کے مزبور کی کوئی دلیل نہ ہو وہ بھی سنت میں داخل ہے۔ بعض علماء نے اس عمل کو سنت قرار دیا ہے جو آپ نے ہمیشہ کیا ہو مگر کبھی کبھی ترک بھی کیا ہو۔ قَامِعُ الْبِدْعَةِ جو بدعت پر غالب آنے والے اور اسے ذلیل و خوار کرنے والے تھے۔ دین میں نئی بات جاری کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔ شرع شریف میں بدعت کے مفہوم کی حقیقت اور اس کے اقسام و انواع کی تفصیل باب اعتصام بکتاب و سنت میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔ آج جو مجتہد یہ امام صاحب کی کنیت ہے۔ اَلْحُسَيْنُ آپ کا نام مبارک ہے۔ بَنُ مَسْعُودٍ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی ہے۔ الفراء فتح فا اور تشدید را کے ساتھ پوسین دوز (چمڑے کی سلائی کرنے والے) مصنف مشکوٰۃ المصابیح کے والد کی صفت ہے جو یہ کام کرتے تھے۔ اَلْبَغَوِيُّ بغثور کی طرف منسوب ہے۔ جو ہرات اور مرد کے درمیان ایک گاؤں تھا۔ قاموس میں ہے کہ بغثور بفتح ہرات اور سرخس کے درمیان ایک شہر کا نام ہے۔ اور یہ خلافت قیاس نسبت ہے۔ مَحْشُورُ السُّنَّةِ ابو محمد الحسین بن الفراء اس کی طرف منسوب ہے۔ غالب اکثر کثیر الاستعمال یہ ہے کہ اسم مرکب مزجی میں جز و دوم کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔ لیکن کبھی جز و اول کی طرف بھی نسبت کر دیتے ہیں۔ جس طرح معدیکرب میں معدی اور بعدیکرب میں بعدی۔ ایک روایت کے مطابق اس گاؤں کو بَغْ بھی کہتے تھے۔ اس قول کے مطابق مذکورہ تاویل کی ضرورت نہیں رہتی۔ نسبت کرنے وقت واد زیادہ کر دیتے ہیں جیسے دہلی میں دہلوی اور غزنہ کو غزنوی۔ علم صرف میں اسے بھی قاعدہ قرار دیا گیا ہے دَفَعَ اللَّهُ دَرَجَتَهُ اللہ تعالیٰ امام موصوف کے درجات بلند فرمائے۔

امام محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ اپنے زمانہ میں اہل اسلام کے پیشوا و مقتدا و مفتی، ارباب تفسیر کے امام، احادیث سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کے

جاننے والوں کے رہنما تھے۔ تفسیر معالم التنزیل اور کتاب شرح السنۃ کے مولف و مصنف ہیں۔ مذہب شافعی میں ایک فتاویٰ مشہور بقنادی بغوی بھی آپ کی تالیف ہے۔ آپ نے ایک دوسری تالیف میں اپنے شیخ و استاد قاضی حسین علیہ الرحمۃ کے فتاویٰ بھی جمع فرمائے ہیں۔ آپ اپنے دور کے عظیم بزرگ مقتدا و پیشوا، فقیہ، محدث اور مفسر تھے۔ علم قرأت میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ بے تکلف و سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ابتداء میں صرف خشک روٹی پر اکتفا کرتے تھے مگر جب احباب و تلامذہ نے مجبور کیا اور عرض کیا کہ محض خشک روٹی بدن کی کمزور کر دے گی تو آپ نے تیل اور ایک روایت کے مطابق متقا بھی ساتھ تناول فرمانا شروع کر دیا۔ آپ علم و عمل کے جامع اور طریقہ سلف صالحین کے مطابق چلنے کے قوی بنیافتے تھے۔ آپ کا لقب محی السنۃ کی وجہ بیان کرتے ہوئے علماء نے فرمایا ہے۔ کہ جب آپ نے کتاب شرح السنۃ تالیف کی تو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ حضور فرماتے ہیں اَحْيَيْتَ سُنَّتِي تَوْنِي مِيْرِي سُنَّتْ كُوْزَنْدَه كِيَا اللّٰهُ تَجْعَلْ زَنْدَگِي عَطَا فرمائے۔ آپ نے فقہ شافعی، قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ سے جو علماء شافعیہ میں مشہور شخصیت تھے، حاصل کی۔ حدیث اور اس کی روایت اپنے دور کے مشائخ و محدثین عظام سے کی۔ اور علماء و مشائخ کی ایک جماعت نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ ان مشائخ میں سے ایک حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی میں رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے ماہ شوال المکرم ۷۱۶ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر اسی برس سے تجاوز کر چکی تھی۔ آپ کی قبر انور آپ کے استاذ گرامی جناب قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے نزدیک ان کی اقامت گاہ میں ہے۔ دَحْمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَاسِعَةً۔

آجَمَعُ كِتَابُ صُنْعَ فِيْ بَابِہِ اس باب (علم حدیث) میں جو کتب حدیث تصنیف کی گئی ہیں ان میں سب سے یہ جامع ترین کتاب تھی یعنی اعمال و اعتقادات اور ایمان و اسلام کے احکام میں یہ کتاب المعایج جامع ترین کتاب ہے۔ یہ کتاب اس سے مراد یہ ہو کہ اس باب میں جو جامع ترین کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں سے ایک کتاب یہ ہے۔ ورنہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو اس سے بھی جامع تر ہیں۔ یا کتاب کی مدح میں مبالغہ کے طور پر یہ بات کہی گئی ہو کیونکہ طالبان علم کی ترغیب کے لیے کسی کتاب کے بارے میں اس طرح کے مبالغے کا اتفاق ہو جاتا ہے اور اس قسم کا مبالغہ جائز ہے۔ یا اس کتاب میں صدق کا احتمال غالب ہے۔ کیونکہ دینی مقاصد و مطالب یکجا ہونے کے اعتبار سے اس طرح کی مختصر کتاب بہت ہی قلیل و نایاب ہے۔ اگرچہ احادیث و روایات کی تعداد کے لحاظ سے کوئی اور کتاب اس سے بڑھ کر ہو۔ واللہ اعلم۔ وَ اَصْبَحَتْ شَوَاهِدُ الْاَحَادِيْثِ وَاَوَابِدُهَا اور اس کتاب نے ان احادیث کی زیادہ نگہداشت کی جو لوگوں کے اذہان سے پوشیدہ اور غیر مانوس تھیں۔ شواہد شادۃ کی جمع ہے شروء سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ادب کا بھاگ جانا (لا پتہ ہو جانا) اَوَابِدُ اَبَدًا

کی جمع ہے بمعنی وحشی جانور۔ صراح میں ہے اَبْدُ گائے بیل کا بھاگ جانا لوگوں کے ساتھ مل کر نہ رہنا۔ او ابد و منان یعنی بھاگ جانے والے جانور۔ میر جمال الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے شوارہ سے وہ احادیث مراد ہیں جن کی تخریج کتب اصول میں تو کی گئی ہے مگر طالبان حدیث سے یہ بات پوشیدہ ہو کر وہ کہاں کہاں سے لائی گئی ہیں۔ تو گویا وہ احادیث ان سے بھاگ چکی ہیں۔ اور او ابد سے وہ احادیث مراد ہیں جن کے مرادی اور مقصودی معانی طالبان حدیث سے پوشیدہ ہیں۔ تو گویا وہ احادیث طالب علم سے وحشت و نفرت اختیار کر چکی ہیں۔ اور محی السنۃ نے مصابیح میں ان کے مناسب دلائق باب میں لاکرائیں پوشیدگی و وحشت کی وصف سے نکالا اور ضبط تحریر میں لاکرائیں مانوس کر دیا ہے و کُنَّا سَلَكَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ طَرِيقَ الْاِخْتِصَارِ وَحَذَفَ الْاَسَانِيدَ تَكَثُّرَ فِيهِ بَعْضُ النَّقَادِ اور جب کہ حضرت شیخ نے اس میں اختصار کا راستہ اختیار کیا اور سندیں حذف کر دیں تو بعض ناقدین اور کھری کھوٹی کو بھاگنے والوں اور صحیح حدیث کو غیر صحیح سے الگ کرنے والوں نے اس پر اعتراض کر دیے۔ اس لیے کہ ان کی نگاہ میں صحیح و سقیم میں امتیاز سندوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ تو جس حدیث کی سند مذکور نہ ہوگی وہاں صحیح و سقیم میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ لغت میں سند کا معنی ہے۔ کسی کو واپس بلانا، کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ تکیہ اور سہارا دینا، اور بات کو اٹھا کر بات کرنے والے تک لے جانا اور محدثین کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے متن حدیث کے طریق کو اس طرح نقل کرنا کہ اس کی روایت کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ خلاصہ یہ کہ ان رجال و اشخاص کا ذکر کرتا جنہوں نے وہ حدیث کی روایت ہے۔ اور متن حدیث اس سے عبارت ہے جس کا اسناد پورا ہونے کے بعد ذکر ہوتا ہے۔ اور کتاب الصابیح میں حذف اسناد سے صحابی اور حدیث بیان کرنے والے اور اپنی کتاب میں درج کرنے والے محدث کا ذکر نہ کرنا مراد ہو گا۔ کیونکہ مصنف نے مشکوٰۃ میں مصابیح پر زیادہ سے زیادہ یہ کام کیا ہے کہ صحابی کا ذکر اور ہر حدیث کے تخریج اپنی کتاب میں لانے والے محدث کا ذکر کر دیا ہے اس کے برعکس صاحب مصابیح نے ان دونوں چیزوں کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے اسناد سے اصطلاحی معنی مراد ہو۔ یعنی طریق متن کی حکایت اور سند کے پورے رجال کا ذکر۔ لیکن مولف علیہ الرحمۃ نے پورے اسناد کے ساتھ کتاب میں درج کرنے والے محدث کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جیسا کہ وہ آگے فرمائی گئی کہ میں نے جب ان محدثین کی طرف حدیث کی نسبت کر دی تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دی۔ اس اعتبار سے صحابی کا ذکر محض تبرک و تاکید کے طور پر ہو گا (محبوب سمجھ لے) اور اس فن والوں کے نزدیک اخراج و تخریج، اسناد کے ساتھ حدیث کتاب میں لانے سے عبارت ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں اخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ اس حدیث کا اخراج شیخان (بخاری و مسلم) نے کیا ہے۔ یا اخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ یا اس کی تخریج شیخین نے کی ہے۔ ان الفاظ سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ان حضرات ائمہ نے یہ حدیث سند کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ تو مولف فرماتے ہیں صاحب

مصایح کے سندیں حذف کر دینے کی وجہ سے کچھ ناقدین نے آپ پر اعتراض کیا۔ اور قیل و قال کی وان کان نقلة
 واثمة من الثقات کا لٹکاواگرچہ شیخ محی السنۃ کا حدیث نقل کرنا جب کہ وہ خود ثقہ اور لائق اعتماد لوگوں میں سے ہے،
 حدیث کے باسند بیان کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی شیخ محی السنۃ کا احادیث بے سند بیان کرنا باسند بیان کرنے کے
 حکم میں ہے۔ لفظ ثقات ثقہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی لغت میں اعتماد کرنے اور درست جاننے کے ہیں۔ اس لغوی
 معنی کے مطابق حدیث میں معتمد و معتبر شخص پر اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ لیکن لیس مافیہ اعلام کا لٹکاواگرچہ صاحب
 مصایح کا باسند بیان کرنا ان کے ثقہ ہونے کی بنا پر باسند کی طرح ہی تھا تاہم جس راستے میں نشانات و علامات موجود
 ہوں اس راستے کی طرح نہیں جو بے نشان اور بے علامت ہو۔ اعلام بفتح ہمزہ جمع عکود و فتوح کے ساتھ بمعنی ایسی
 علامت اور اثر جو دوسری چیز پر دلالت کرے۔ اعتقال بھی اسی وزن پر بمعنی غین کی جمع ہے۔ غفل اس زمین کو کہتے
 ہیں جس میں آبادی کا کوئی نشان نہ پایا جاتا ہو۔ اور اعلام در اغفال بہ لفظ مصدر بھی درست ہے۔ فاستخرت اللہ
 فاستوفقتہ تومیں نے اس عمل پر اللہ تعالیٰ سے خیر و نیکی طلب کی اور اس سے توفیق کی درخواست کی۔ فاعلمت ما افعلہ
 تومیں نے خیر و توفیق مانگنے کے بعد صاحب مصایح کی احادیث کو جنہیں انہوں نے بے نشان اور بے علامت چھوڑ دیا تھا،
 نشان والا کر دیا۔ یعنی انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے
 والے کا ذکر چھوڑ دیا تھا، میں نے ہر حدیث میں اس کا راوی ذکر کرنے کی پابندی کی نیز صاحب مصایح نے ہر حدیث کی
 جو تخریج نہیں کی تھی (اس حدیث کو اپنی کتاب میں باسند بیان کرنے والے محدث کا ذکر نہیں کیا تھا) میں نے ہر اس کی
 تخریج کر دی۔ اگرچہ صاحب مصایح کی صحیح اور حسن احادیث میں وضع کردہ اصطلاح سے اجمالاً پتہ چل جاتا ہے کہ قسم اول
 میں دونوں شیخین یا ان میں سے ایک کی روایت کردہ حدیث مراد ہے۔ اور قسم دوم میں ان کے غیر کی احادیث ہیں۔ لیکن میں
 نے خصوصیت کے ساتھ ہر حدیث میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔ گہا رواۃ الاثر المتفقون والثقات الراہون جیسا کہ عمدہ
 شکل میں کام کرنے والے اور قابل اعتماد ائمہ نے جو علم حدیث میں پختہ اور مضبوط ہیں، اپنی تصنیفات میں اسے روایت
 کیا تھا۔ جیسے ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، وابو الحسین مسلم الحجاج القشیری وابو عبد اللہ مالک بن انس الاصمعی وابو عبد اللہ محمد
 بن ادریس الشافعی وابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی، وابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی وابو داؤد سلیمان الاشعث السجستانی و
 ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی۔ وابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی وابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی و
 ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی وابو بکر احمد بن الحسین البیہقی وابو الحسن زین بن معاویۃ العبدری۔ حدیث کے ائمہ سے یہ
 تیرہ حضرات ہیں جنہوں نے اپنے اپنے اسناد کے ساتھ احادیث اپنی کتابوں میں لائی ہیں۔ اور صاحب مشکوٰۃ نے احادیث

بھی شریک ہوں۔ لَعَلَّوْا دَجَّتَافِ الرَّوَايَةِ روایت میں ان کے بلند پایہ اور رفیع الشان ہونے کی بنا پر۔ کہ کسی حدیث کو ان دونوں کے روایت کر دینے سے حدیث کی صحت کا اصل ثابت ہو جانے سے دوسروں کی روایت کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگرچہ دوسروں کا بھی روایت کرنا تا ئید و تاکید کے لیے ضرور مفید ہے۔ پھر مرتب شیخین کے ذکر میں اختصار بھی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ جس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہو اسے اصطلاح محدثین میں متفق علیہ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط ہے کہ دونوں نے ایک ہی صحابی سے روایت کی ہو۔ اور اگر دونوں کے راوی دو الگ الگ صحابی ہوں تو اسے اصطلاح محدثین میں متفق علیہ نہ کہیں گے۔ شیخ ابن حجر نے شرح نخبہ الطکم میں اس کی تصریح کی ہے وَثَانِيَهُمَا مَا أُوْرِدَ غَيْرُهُمَا مِنَ الْأَثْمَةِ الْمَذْكُورِ بَيْنَ ان تین فصلوں میں سے دوسری فصل ان احادیث پر مشتمل ہے جنہیں شیخین کے بجائے دوسرے ائمہ مذکور نے روایت کیا ہے۔ وَثَالِثُهَا مَا اشْتَمَلَ عَلَى مَقُولِ تَبَابِ تیسری فصل ان چیزوں پر مشتمل ہے جو مقصد باب اور جس غرض کے لیے باب باندھا گیا ہے اس کے موافق ہیں۔ مِنْ مُمْلَحَاتٍ مُنَابِئَةٍ یعنی ایسے لمحات اور مناسب امور جو باب پر چسپاں ہوتے ہیں اور مقصد باب کے مناسب و موافق ہیں مَعَ مُخَاطَبَةٍ عَلَى الشَّرْطِ یہ اس شرط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی ہر حدیث میں راوی اور اس کے روایت کرنے والے محدث و امام کا ذکر۔ وَإِنْ كَانَ مَا تُوْرِدُ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ وہ چیز جو فصل سوم میں مذکور اور معنی باب پر مشتمل ہے اگرچہ جماعت سلف اور گروہ خلف سے ہی منقول ہوئی ہو۔ یعنی متقدمین اور متاخرین علماء سے ماثور و منقول ہو۔ مطلب یہ کہ جو کچھ میں نے فصل سوم میں ذکر کیا ہے اس میں یہ پابندی نہیں کی کہ وہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع ہی ہو، بلکہ صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے حضرات کے وہ اقوال، افعال اور تقریرات جو باب کے مناسب ہوں، بھی تیسری فصل میں درج کر دی ہیں۔ اور مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے کہ اصطلاح میں انہیں بھی حدیث کہہ دیتے ہیں۔ یہ تیسری زائد فصل مصنف لائے ہیں مضامین میں نہ تھی۔ مضامین میں صرف اول اور ثانی قسم ہی تھی۔ اسے بھی فصل کے عنوان سے بیان نہ کیا تھا۔ بلکہ اول کو جسے شیخین یا دونوں میں سے ایک نے روایت کیا تھا اپنے قول میں من الصحاح کے عنوان سے معنون کیا۔ اور دوسری قسم کو جسے غیر شیخین نے روایت کیا من الحسان کے عنوان سے ذکر کیا۔ قسم ثانی کو حسان کے نام سے موسوم کرنا صاحب مضامین کی جدید اصطلاح ہے۔ ورنہ قسم ثانی میں صحیح اور ضعیف احادیث بھی ہیں، یا تغلیب کے طور پر سب کو حسان کہہ دیا کیونکہ قسم ثانی میں زیادہ تر حسن احادیث ہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنے قول میں الفصل الاول الفصل الثانی کے عنوان سے معنون کیا۔ اور مصنف نے مذکورہ

کتابوں سے احادیث یکجا کر کے اپنے پاس سے ایک تیسری فصل بنادی۔ وہ چلے شیخین سے مروی ہو جا ہے غیر شیخین سے۔

اور اس کے ساتھ سلف کے اقوال و آثار بھی ملا دیے اور یہاں بھی راوی کا ذکر وہ صحابی ہو یا غیر صحابی اور مذکورہ ائمہ میں سے اپنی کتاب میں لانے والے کا ذکر بھی التزام و پابندی سے کیا ہے۔ **ثُمَّ رَأَيْتُ أَنَّ فَقَدْتُ حَدِيثًا فِي بَابٍ** پھر ان مذکورہ مقدمات کے جان لینے کے بعد یہ بھی علم میں ہونا چاہیے کہ اس کتاب کے ابواب میں سے کسی باب میں اگر تجھے کوئی ایسی حدیث نہ ملے جسے صاحب مصابیح نے اس باب میں درج کیا تھا **فَذَلِكَ عَنْ تَكْوِينِ اسْقِطَةٍ** تو اس حدیث کا اس باب میں مذکور نہ ہونا اور نہ ملنا اس وجہ سے ہے کہ صاحب مصابیح نے اسے مکرر بیان کیا تھا۔ میں نے اسے باقسط کر دیا بیان نہ کیا۔ **وَأَنَّ وَجَدْتُ أَخْرَجَ بَعْضَهُ مَتْرُوكًا عَلَى اخْتِصَارٍ** اور اگر تو بعض دوسری احادیث میں سے کسی کو مختصراً پائے **أَوْ مَقْصُومًا إِلَيْهِ تَمَامًا** یا کسی جگہ اس متروک حدیث کو مکمل اور باقی حصے کے ساتھ موجود پائے۔ **فَعَنْ حَارِجِي اهْتِمَامٍ أَوْ كَلَامٍ الْحَقِّ** تو کسی خاص وجہ، اہتمام اور اعتنائی بنا پر میں نے اس کے کچھ الفاظ کو چھوڑا ہو گا۔ یا اہتمام اور ضرورت کے تحت میں نے پوری اور مکمل حدیث بیان کی ہوگی، یعنی یہاں ایسی صورت حال ہوگی جو یہاں اس کے بعض الفاظ نقل نہ کرنے یا پوری حدیث بیان کرنے کی متقاضی ہوگی۔ اس کے بعض الفاظ ترک کر دینے کا سبب تو یہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً اس حدیث کا کچھ حصہ ہی باب کے مناسب ہے۔ دوسرا حصہ اس باب کے مناسب نہیں۔ یا ایک حصہ اس باب کے مناسب ہے اور دوسرا کسی دوسرے باب سے مناسبت رکھتا ہے۔ جو حدیث اس نوعیت کی ہے میں نے اسے مختصر شکل میں بیان کیا کہ باب کے مناسب حصہ کو تو ذکر کر دیا باقی ذکر نہ کیا۔ اور اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی غرض سے کہیں اختصار کیا ہے تو میں نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔ اور اس مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے میں نے بھی اسے اختصار کی صورت میں رہنے دیا ہے اور جس حدیث میں، میں نے یہ صفات تریائیں اس کے تتمہ اور باقی ماندہ حصہ کو بھی اس سے ملا کر بیان کر دیا۔ اگرچہ شیخ نے اس کے بیان میں اختصار کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ ترک یا الحاق کا باعث و داعی اس بیان شدہ معنی کے علاوہ کوئی اور معنی بھی ہو (مخوب سمجھو) **وَأَنَّ عَشْرَتَ عَلَى اخْتِلَافٍ فِي الْفَصَلَيْنِ** اور اگر فصل اول اور فصل ثانی میں تجھے اختلاف کی اطلاع اور علم ہو (تیسری فصل کے اختلاف کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے)۔ **مِنْ ذِكْرِ غَيْرِ الشَّيْخَيْنِ فِي الْأَوَّلِ** اور وہ اختلاف یہ ہے کہ غیر شیخین کا ذکر تو فصل اول میں پائے **وَذِكْرُ هَذَا فِي الشَّارِحَةِ** اور شیخین امام بخاری و امام مسلم کا ذکر تجھے فصل ثانی میں ملے۔ یعنی صاحب مصابیح نے تو یہ بات طے کر رکھی ہے کہ جو احادیث قسم اول میں وارد کی ہیں وہ بخاری و مسلم کی ہیں۔ اور جو قسم دوم میں وارد کی ہیں وہ اس کے خیال میں غیر بخاری و مسلم کی احادیث ہیں۔ لیکن میں نے فصل اول کی بعض احادیث غیر بخاری و مسلم کی طرف نسبت کر دی ہیں۔ اور ان دو اماموں کی جگہ دوسرے ائمہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ باب سنن و صلوٰۃ کی فصل اول اور باب فضائل القرآن کی فصل اول۔ اور کتاب الآداب

کے باب اسلام کی نفس اول میں اور اس کے علاوہ بعض اور مقامات میں۔ اور اسی طرح فصل ثانی کی بعض احادیث کی نسبت بخاری و مسلم کی طرف کی اور فصل ثانی میں ان کا ذکر کیا ہے جیسے باب ما یقرأ بعد التکبیر وغیرہ میں۔ اور میرے ایسا کرنے سے لازم آتا ہے کہ صاحب مصابیح سے احادیث کی تتبع و تلاش میں قصور اور کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ فَاعْلَمُوا أَنِّي بَعْدَ تَتَبُعِي كِتَابِي الْبَحْثُ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ لِلْحَيْدِي وَجَامِعِ الْأَكْصَا تَوْبَهُ بَاتِ جَانِ لِي كَمَا أَنَّ صَاحِبَ مَصَابِيحٍ كِي مُخَالَفَتِ كَرْنِي فِي مِيرَاغِدِرَاوَرَا سِ نَسَبَتِ كِي لِي مِيرَاوَرَا لِي يَهِي هِي كِي فِي سِنَانِ دُو كِتَابُولِي يَعْنِي "الْمَجْمَعُ بَيْنَ الصَّحِيحَيْنِ" (جس میں صحیح بخاری اور مسلم دونوں کتابوں کی احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے)۔ اور علامہ ابن اثیر جزیری کی جامع الاصول جس میں چھ کتابوں کو یکجا کر دیا ہے، کی چھان بین اور تلاش و تتبع کے بعد اَعْتَبَدْتُ عَلَى صَحِيحِي الشَّيْخَيْنِ وَمَتْنِيهَا صَحِيحُ بَخَارِي وَمُسْلِمٍ اور احادیث کے ان متون پر اعتماد و بھروسہ کیا ہے جو ان دو کتابوں میں ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ ان کے متن سے ان کی اصل کتاب مراد ہو نہ کہ کتاب جمع بین الصَّحِيحَيْنِ اور جامع الاصول جو شرح کی مانند ہیں یعنی شیخین کی احادیث کے پائے جانے کی جگہ اور مقام ان کی صحیحین اور دوندہ کورہ کتابیں ہیں تو اگر کسی حدیث کو میں نے ان میں پایا ہے۔ تو ان کی طرف نسبت کر دی ہے۔ اگرچہ شیخ نے ان کے غیر کی طرف نسبت کی ہو۔ اور اگر کوئی حدیث ان میں نہیں پائی تو نسبت نہیں کی اگرچہ شیخ علیہ الرحمۃ نے نسبت کی ہو۔ اور اس بارے میں صرف الجمع بین الصَّحِيحَيْنِ اور جامع الاصول پر اکتفا نہیں کیا۔ اگر الجمع بین الصَّحِيحَيْنِ اور جامع الاصول پر اکتفا کرتا تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ شاید صحیحین اور ان کے متن میں بھی یہ حدیث ہوگی (یعنی صرف ان دو میں پائے جانے سے صحیحین اور ان کے متن میں پائے جانے کا وثوق نہ ہوتا) اور اگر میں صحیحین اور ان کے متن پر اکتفا کرتا تو کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ شاید یہ حدیث الجمع بین الصَّحِيحَيْنِ اور جامع الاصول میں بھی ہو۔ لہذا میں نے ان چاروں کی پوری چھان بین کی تاکہ اس نسبت کی صحت جو میں نے کی ہے اور اس نسبت کی عدم صحت کا جو صاحب مصابیح نے کی ہے، وثوق و اعتماد اور ظن غالب ہو جائے۔ لیکن یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ صحیحین اور ان کے متون اور الجمع بین الصَّحِيحَيْنِ اور جامع الاصول کا تتبع اور ان کی چھان بین جو صحیحین کی احادیث پر مشتمل ہیں، مفید نہیں ہے۔ مگر فصل ثانی میں جہاں شیخین کا ذکر ہے۔ تاہم فصل اول میں جہاں غیر شیخین کا ذکر آیا ہے۔ وہاں غیر شیخین کی کتب اور سنن کا تتبع اور ان کی چھان بین ہونی چاہیے۔ تاکہ اس بات کا پتہ چلے کہ صاحب مصابیح نے فصل اول میں جو کچھ ذکر کیا ہے اور حدیث کی جو شیخین کی طرف نسبت کی ہے وہ شیخین کی نہیں بلکہ غیر شیخین کی حدیث ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں مراد کے ظاہر اور واضح ہونے کے باعث مصنف نے اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ (یہ مقام غور ہے) وباللہ التوفیق۔

وَأَنَّ تَأَيُّتَ اخْتِلَافًا فِي نَفْسِ الْحَدِيثِ - اور اگر لفظ حدیث میں میرے اور صاحب مصابیح کے درمیان تجھے

اختلاف نظر آئے کہ صاحب مصابیح نے اُسے اور الفاظ سے ذکر کیا ہو اور میں نے دوسرے الفاظ سے فَذَلِكَ مِنْ شُعْبِ طُرُقِ الْحَدِيثِ تو یہ اختلاف احادیث کی اسانید کے متفرق اور زیادہ اور مختلف ہونے کے باعث ہے۔ جو حدیث تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ ایک طریق اور اسناد سے حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ دوسرے طریق اور دوسرے اسناد میں دوسرے الفاظ سے۔ فَذَلِكَ مَا أَظْلَمْتُ عَلَى تِلْكَ الدَّوَايِعِ الَّتِي سَلَكَهَا الشَّيْخُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس طریق کا پتہ نہ چل سکا ہو جس کے مطابق شیخ نے روایت کی ہے اور صاحب مصابیح کے الفاظ اس طریق کے مطابق ہوں۔ وَقِيلَ لِمَا تَجِدُ أَقُولُ قَلِيلٌ جُكُورٌ میں تو مجھے یوں کتا ہوا بھی پائے گا کہ مَا وَجَدْتُ هَذِهِ الدَّوَايِعَ فِي كُتُبِ الْأُصُولِ مجھے صاحب مصابیح کی یہ روایت کتب اصول میں نہیں ملی۔ یعنی ائمہ حدیث کی ان کتابوں میں جو روایت کا اصل و مدار اور اس باب میں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ آؤ وَجَدْتُ خِلَافَهَا فِي كُتُبِ الْيُوسُفِ لَمْ يَكُنْ لِي فِي هَذِهِ كُتُبِ الْأُصُولِ میں شیخ کی ذکر کردہ روایت کے خلاف پایا ہے۔ قَاذًا وَقَفْتُ عَلَيْهِ جب تو میری اس بات سے واقف ہو فَاسْبِ الْقُصُورَ إِلَى لِقَائِكَ الدَّوَايِعِ تو میری دانش اور دریافت کی کمی کے باعث اس قصور و کوتاہی کی نسبت میری طرف کرنا لَا إِلَهَ إِلَّا جُنَابُ الشَّيْخِ جناب شیخ کی طرف نہ کرتا۔ اس اعلان بیان میں ادب و احترام پایا جاتا ہے۔ یعنی شیخ تو وہ ہستی ہیں کہ ان کا نام تو زبان مبارک پر لایا ہو۔ جاسکتا ہوں ان کی درگاہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ یوں ہی جب ایسے مقامات میں لفظ حضرت یا مجلس یا خدام، نواب یا ملازمین کی طرف نسبت کی جاتی ہے تو اس سے ادب و احترام مقصود ہوتا ہے۔ رَفَعَ اللَّهُ قَدْرَهُ فِي الدَّارِ الْآخِرَةِ۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی دونوں جہان میں بلند فرمائے۔ حَاشَا لِلَّذِينَ ذَالِكُ الْقَصْرِ وَكَوْنُهَا فِي اس نسبت سے شیخ کی ذات پاک و منزہ ہے۔ اور ان کی یہ پاکیزگی و نزاہت خدا کی جانب سے ہے لَفْظُ مَا شَاءَ اللّٰهُ کی تحقیق اور بیان شرح میں ذکر کیا گیا ہے۔ دَرَجَاتُ اللَّهِ جَنَّ إِذَا وَقَفْتَ عَلَى ذَٰلِكَ إِنَّ اللّٰهَ أَعْلَمُ بِأَعْيَانِ شَخْصٍ بِرَحْمَةٍ مَّهْرَبَانٍ فرمائے جو اس روایت پر مطلع ہو جائے جسے شیخ نے مصابیح میں ذکر کیا ہے۔ اور میں کتب اصول میں اسے نہیں پاسکا سَبَقْنَا عَلَيْهِ تو ہمیں بھی اس کے بارے میں بیدار اور آگاہ کرو۔ وَأَمَّا شَذَا طَرِيقِ الصَّوَابِ اور ہمیں بھی راہ راست دکھا دے۔ تنبیہ و ارشاد اگر حقیقت پر معمول ہوں تو اس صورت میں مؤلف کی زندگی کے ساتھ مخصوص ہوں گے۔ اور اگر حقیقی معنی پر معمول نہ ہو تو بھرتہ و اضافہ مناسب تغیر و تبدل، کتاب پر حواشی کی تعلیق اور مناسب حواشی کی طرف اشارات اور ان پر تنبیہ کی صورت میں کتاب کی صحت اور درستی مراد ہوگی۔ وَكَذَٰلِكَ جُهِدُ فِي التَّقْيِيرِ وَالتَّفْقِيشِ۔ اور میں نے کتب اصول سے مختلف احادیث و روایات کی کھود کرید، تلاش و جستجو اور چھان بین بَقْدَرِ الْأَوْسَعِ وَالطَّاقَةِ اپنی وسعت و طاقت کے مطابق کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ تنقیر و تفقیش دونوں کا ایک ہی معنی ہے

جس طرح لفظ وسخ اور طاقہ ہم معنی ہیں۔ اور یہ ارباب تصنیف کی عادت ہے کہ خطبوں میں مترادف الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ وَنَقَلْتُ ذَٰلِكَ الْإِخْتِلَافَ كَمَا وَجَدْتُ۔ اور میں نے اختلاف روایات کو جس طرح پایا بالکل اسی طرح نقل کر دیا۔ یعنی بغیر کمی بیشی کرنے اور بغیر کسی تغیر و تبدل کے۔ وَمَا أَشَارَ إِلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ غَرِيبٍ أَوْ ضَعِيفٍ أَوْ غَيْرِهَا يَتَنَبَّهُونَ غَالِبًا اور شیخ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث غریب، ضعیف اور غیر غریب و ضعیف جیسے شاذ منکر اور محلل وغیرہ کی طرف اشارہ کیا تھا میں نے اس میں سے اکثر کی وجہ بیان کر دی۔ اور فقہوی احادیث ایسی ہیں جن کی وجہ نہ معلوم ہونے یا کسی اور بنا پر غرابت یا ضعف وغیرہ کا سبب بیان نہیں کیا۔ واللہ اعلم وَمَا لِعَرِيشِ الْيَهُودِ فِي الْأُمُورِ۔ اور کتب اصول کی جن احادیث کے بارے میں شیخ نے اشارہ نہ کیا اور غریب و ضعیف وغیرہ نہ کہا فَقَدْ قَضَيْتُهُ فِي تَرْكِهِ تو اس میں میں نے بھی شیخ کی اتباع اور پیروی کی اور حدیث کی صحت، حسن، ضعف اور غرابت وغیرہ کی جانب اشارہ اور اس کا تعرض نہ کیا۔ إِلَّا فِي مَوَاضِعَ لِيُغَوِّضَ۔ مگر کتاب کے چند مقامات میں شیخ کی پیروی نہیں کی اور کسی غرض کے تحت حدیث کے حال کی جانب اشارہ کر دیا باوجودیکہ شیخ نے ایسا کوئی اشارہ نہ کیا تھا۔ وہ غرض یہ ہے کہ بعض ناقدین اور معترضین نے مصابیح کی کچھ احادیث کی نسبت وضع اور بطلان کی طرف کی تھی۔ تو مولف (صاحب مشکوٰۃ) علیہ الرحمۃ نے ترمذی وغیرہ کا سوال نقل کر کے بتا دیا کہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہے وغیرہ تاکہ ان ناقدین و معترضین کا وہم باطل ہو جائے۔ دوسری غرض یہ ہے کہ غمی السنۃ علیہ الرحمۃ نے دریا چہ مصابیح میں کہا تھا کہ میں نے منکر احادیث لانے سے گریز کیا ہے حالانکہ مصابیح میں منکر احادیث موجود ہیں۔ تو مصنف علیہ الرحمۃ اظہار حق کی خاطر وہ بھی بیان کر دیتے ہیں جیسا کہ علامہ طیبی نے فرمایا ہے وَمَا بِنَا تَجِدُ مَوَاضِعَ مُعْتَلَّةً اور بہت کم یا بسا اوقات تو میری کتاب مشکوٰۃ میں خالی جگہ بھی پائے گا کہ وہاں ائمہ مذکورین میں سے کسی راوی کا ذکر نہیں کیا گیا۔ وَذَٰلِكَ حَيْثُ كَرَّ أَطْلَعَهُ عَلَى رَاوِيَةٍ يَرَادِي كَاذِرًا اور جگہ خالی چھوڑ دینا اس بنا پر ہے کہ میں اس راوی سے آگاہ نہ ہو سکا۔ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ۔ تو میں نے اس کا نام لکھنے کے لیے کتاب میں سفید جگہ چھوڑ دی۔ فَإِنَّ عَثَرَتْ عَلَيْهِ فَالْحَقُّ بِهِ اسے مخاطب اور کتاب کا مطالعہ کرنے والے اگر تجھے اس کا علم ہو جائے تو اس کے ساتھ ملحق کر دینا اور اس سفید جگہ میں راوی کا نام لکھ دینا۔ أَحَسَّنَ اللَّهُ جَزَاءَكَ اللہ تعالیٰ تجھے اس عمل کی نیک جزا عطا کرے۔ اور کچھ علماء جیسے شیخ شمس الدین محمد جزیری وغیرہ نے خالی جگہوں کی وضاحت کی ہے۔ مگر سفید جگہ میں لکھنے کے بجائے کتاب کے کنارے پر راوی کا نام لکھ دیا اور سفید جگہ کو اس لیے اسی طرح رہنے دیا تاکہ اس امر کا پتہ چل جائے کہ یہ وضاحت مصنف کی طرف سے نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں اس سفید جگہ میں ہی لکھ دیا۔ اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ یہ جگہ اصل میں سفید

تجید رُدی گئی تھی۔ اور یہ عارضی اور بعد کی تحریر ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کے نسخوں کو دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے۔ وَتَمِیْتُ
اَلْکِتَابَ اور میں نے اس کتاب کا نام بِمَشْکُوٰۃِ الْمَصَابِیْحِ مشکوٰۃ بمعنی طاق جس میں چراغ رکھتے
ہیں مصابیح جمع مصباح بمعنی چراغ کتاب کا یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر حدیث کو چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے جو روشنی
عطا کرتا ہے۔ حدیث بھی ایمان و یقین کے راستے پر چلنے والے کو روشنی بخشتی ہے۔ اور نور علم اور معرفت دین سے اس
کے دل کو منور کرتی ہے۔ دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مصابیح جو محی السنۃ کی کتاب ہے، اس کتاب مشکوٰۃ کے اندر ہے۔
اور یہ کتاب مصابیح کو اس طرح شامل ہے جیسے طاق چراغ پر مشتمل ہوتا ہے۔ وَاسْأَلُ اللّٰهَ التَّوْفِیْقَ اور میں مذکورہ اور
جامع طریقہ پر اس کتاب کی تصنیف بلکہ تمام امور و حالات میں اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگتا ہوں یعنی میں توفیق کسی کی دستگیری
کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاح علماء میں خدا تعالیٰ کا بندے میں قدرت، قوت اور طاقت پیدا کرنے کا نام توفیق ہے،

وَالْاَعَانَةُ وَالْهُدَايَةُ وَالْقِيَامَةُ اور اس تالیف اور باقی امور خیر میں بھی خدا تعالیٰ سے اعانت، ہدایت اور اس کتاب
وغیرہ میں اس حفاظت کا خواستگار ہوں۔ وَتَقْسِیْمًا لِّقِسْمِیْ کا اور جمع مقام میں آسانی پیدا کرنے کا طلبگار
ہوں۔ وَاَنْ يَّنْفَعَنِيْ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَوْتِ اور خدا تعالیٰ سے یہ سوال بھی کرتا ہوں کہ مجھے زندگی میں اس تالیف کے
ذریعے مطالعہ کی توفیق، تعلیم اور اس کتاب کی احادیث لوگوں تک پہنچا کر دنیا میں اور مرنے کے بعد مجھے اجر و ثواب،
رضا و خوشنودی، جو عظیم چیز ہے، عطا کر کے نفع عطا فرمائے وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور تمام مسلمان مردوں اور
مسلمان عورتوں کو بھی نفع عطا فرمائے جِسْمِیْ اَللّٰهُ فَرَحًا لِّوَلَدِیْ میرے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اور وہ بہترین وکیل
ہے۔ وکیل اُسے کہتے ہیں جس کے حوالے اپنا کام کر دیتے ہیں۔ شعر

کار خود را بخدا یاد گزار
کتب غنی بہ نوازیں بہتر کار

ترجمہ:- اپنا کام خدا تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ کہ اس سے بہتر میرے نزدیک تیرے لیے کوئی کام نہیں۔

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ اور گناہوں سے دور رہنے اور خوش کرنے اور نیک کام کرنے کی
ہمت و طاقت نہیں ہے مگر اللہ عز و ہند حکیم کی مدد و نصرت سے۔ اور عز و ہند حکیم کا معنی کتاب میں اسمانے حسن کی شرح کے
مقام پر بیان ہو گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ اور جب ہم خطبہ کتاب کی شرح سے فارغ ہو گئے تو وقت آگیا ہے
کہ احادیث مبارکہ کی شرح میں اپنے آپ کو مصروف و مشغول کریں۔ وَاِنَّ اللّٰهَ التَّوْفِیْقَ وَمِنْهُ التَّیْسِیْرُ اللّٰهُ ہی توفیق عطا
کرنے والا اور آسانی مہیا کرنے والا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کتب و ابواب کا ذکر شروع کرنے سے پہلے کتاب کی ابتداء حدیث

انما الاعمال بالنیات سے اس علم شریف کی طلب و تحصیل میں نیت کو شائبہ اعراض یا معاوضہ لینے کے خیال سے خالی اور پاک رکھنے پر تنبیہ کرنے اور اس کی تمغیب دینے کے لیے کی ہے اور گویا اس علم کی طلب کے راستے میں انا خدا اور رسول خدا کی طرف ہجرت کرنے کے حکم میں ہے۔ تو جس طرح ہجرت کے وقت غلو میں نیت کی ضرورت ہے یہاں بھی غلو میں نیت کی ضرورت ہے۔ ارباب تصنیف و تالیف کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنی تالیفات کی ابتداء اس حدیث سے کرتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری جو اس گروہ کے رئیس و سردار ہیں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ خطابی نے فرمایا ہمارے شائع کرام امور دین میں سے ہر امر سے پہلے حدیث انما الاعمال بالنیات کا لانا مستحسن اور اچھا جانتے تھے۔ ائمہ حدیث اس حدیث کے فضل و شرف، موقع کی عظمت کے مطابق اس کی عظمت شان اور اس کے کثرت فوائد پر اتفاق رکھتے ہیں۔ یہ حدیث اصول دین میں سے ایک عظیم اصل ہے۔ بعض علماء نے تو اسے نصف علم قرار دیا ہے۔ اور وہ یوں کہ اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ قلبی اعمال اور بدنی اعمال نیت اعمال قلب کی اصل و بنیاد ہے۔ اور اگر یہ اعتبار کیا جائے کہ تمام اعمال، عبادات و عادات کی صحت اور ان کا ثواب حسن و غلو میں نیت پر موقوف ہے۔ اور اس طرح اس حدیث کو سارا علم اور پورا دین قرار دے دیں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث کا دین کے ابواب میں سے ستر بابوں میں عمل دخل ہے۔ ممکن ہے امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اس جملے سے مقصد کثرت و مبالغہ ہو۔ حصہ و تخصیص مقصود نہ ہو۔ اس لیے کہ ستر کا عدد مبالغہ و کثرت میں مشہور ہو چکا ہے۔ ورنہ اس حدیث کا دین کے ستر ابواب سے بھی زیادہ میں عمل دخل ہے۔ کہ عبادات، معاملات اور عادات کے اقسام حد و شمار سے باہر ہیں۔ اور نیت کا ہر جگہ دخل ہے۔ اور تمام علماء اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ بعض نے اسے متواتر کہا ہے۔ تحقیق حال مقدمہ میں کر دی گئی ہے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مِمَّا نَوَى. فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَدَمْرًا فَإِنَّ يَتْرُوقُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اعمال نیتوں پر موقوف ہیں اور بیشک شخص کے لیے وہ ہے جو اس نے نیت کی تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اسی کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی۔ اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہوگی کہ اُسے حاصل کرے یا عورت کی طرف کہ اس سے نکاح کرے۔ تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔

شرح :- امیر المؤمنین عزی الخٹاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ و تقدس کی بارگاہ میں اعمال اور ان کی قبولیت کا اعتبار نہیں مگر ان کی نیتوں کے ساتھ اکثر اور اکثر روایات میں یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اور بعض روایات میں بغیر لفظ انما صرف الاعمال بالنیات کے الفاظ ہیں اور بعض میں بالنیات جمع کے بجائے بالنیۃ کے الفاظ ہیں اور بعض میں صرف الفعل بالنیۃ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ لیکن تمام عبارات سے مقصود مدعی ایک ہی ہے کہ قلب و قالب (ظاہر و باطن) کا کوئی عمل، کسی حکم کا بجا لانا، امر منہر کو چھوڑنا۔ قول فعل اور عبادات و طاعات نیت کے بغیر مقبول و معتبر نہیں ہیں اور نیت کے بغیر ان پر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوتا۔ اس باب میں تحقیق کی غایت و انتہا یہ ہے کہ اعمال دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو مقصود لذاتہ ہیں جیسے نماز۔ اس قسم میں جب ثواب نہ ہوگا تو وہ عمل صحیح اور جائز بھی نہ ہوگا۔ دوسری قسم وہ ہے جو دوسرے عمل کے لیے واسطہ اور ذریعہ ہے۔ جیسے وضو۔ اس قسم میں ثواب اس وقت ملے گا جب نیت ہوگی لیکن نیت کے بغیر بھی عمل جائز ہوگا۔ اور غیر نیت کے وضو سے نماز درست ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے۔ تاہم دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ نیت کے وضو سے نماز درست اور جائز نہیں ہے۔ اور نیت سے یہاں تقرب الی اللہ کا قصد و ارادہ مراد ہے یعنی جو کام بھی کرے خدا کے لیے اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے کرے معلوم ہونا چاہیے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان سے کہنے کی ضرورت و حاجت نہیں۔ اگر دل غافل ہو اور صورت زبان سے نیت کے الفاظ دہرائے جائیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے برعکس اگر دل میں نیت موجود ہو مگر زبان پر نہ آ سکے یا زبان سے اس کے خلاف ادا ہو جائے تو اس میں کچھ نقصان اور حرج نہیں ہے اور علماء کرام میں اس بات پر اتفاق کے باوجود کہ بلند آواز سے نیت کے الفاظ کہنا منع نہیں اس میں اختلاف ہے کہ نیت کہ الفاظ میں ادا کرنا صحت نماز کے لیے شرط ہے یا نہیں۔ مذہب صحیح یہ ہے کہ شرط نہیں ہے۔ اور اسے شرط قرار دینا خطا ہے۔ تاہم فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے زبان سے کہہ لینا بھی بہتر و مستحب ہے تاکہ زبان کی دل سے نیت اور ظاہر کی باطن سے مطابقت ہو جائے، اور نیت کے الفاظ ذکر کرنے سے ان کا معنی سمجھنا اور دل میں ان کا استحضار بھی آسان ہو جاتا ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ کسی روایت میں نہیں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبان سے نیت کرتے تھے۔ صرف اسی قدر آیا ہے کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو صرف اللہ اکبر کہتے۔ اگر اس مقام پر زبان سے بھی آپ نے کچھ پڑھا ہوتا تو محدثین ضرور اسے روایت کرتے، لہذا طریقہ سنت اور اس کی اتباع یہی ہے کہ دل کی نیت پر اکتفا کیا جائے۔ اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع ضروری ہے اسی طرح کسی کام کے نہ کرنے میں بھی اتباع ضروری ہے۔ پس جو شخص وہ کام ہمیشہ ادا پابندی سے کرے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا تو ایسا شخص بدعتی ہے جیسا کہ محدثین کرام علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

وَ اَتَمَّ لَا مُرُغًی مَّا تَوَدَّی اور بندے کو اس کے عمل اور ثواب سے حصہ نہیں ملتا مگر وہی جو اس نے نیت کی ہوتی ہے۔ اور بعض روایات میں یوں ہے اَتَمَّ لَکَی اُمْرِغًی لَفْظِ کُلِّ کے اضافے کے ساتھ آیا ہے۔ یہ جملہ کلام سابق کی تاکید اور پشنگی کے لیے آیا ہے۔ مَّاں اور مدعی دونوں کا ایک ہے۔ کہ نیت کے بغیر عمل صحیح اور قابل اعتبار نہیں ہوتا۔ پھر ہر عمل کی مخصوص نیت ہوتی ہے۔ بندے کا حصہ اس میں سے یہی ہے کہ اس عمل کی نیت کی۔ مثال کے طور پر اگر ایک عمل بہت سی نیتوں کا متقاضی ہو، چنانچہ اگر اپنے قریبی عزیز کو صرف اس کے فقیر ہونے کی نیت سے صدقہ دے اس کے قریبی ہونے کو ملحوظ نہ رکھے تو صرف صدقہ کا ثواب ملے گا۔ صلہ رحمی کا ثواب نہ ملے گا۔ اور اگر صرف اس کی رشتہ داری کا لحاظ کر کے اُسے کچھ دے اس کے فقیر محتاج ہونے کا لحاظ نہ کرے تو صرف صلہ رحمی کا ثواب پائے گا۔ صدقے کا ثواب نہ ملے گا۔ اگر دونوں کی نیت کرے تو دونوں کا ثواب پائے گا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی صرف ایک عمل میں متعدد نیتیں کر لینے کی بنا پر متعدد درجے ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مسجد میں بیٹھنا ایک عمل ہے لیکن اس ایک عمل میں بہت سی نیتیں ہو سکتی ہیں۔ اور ہر نیت پر الگ ثواب ملے گا۔ ایک یہ کہ روایات میں وارد ہے کہ مسجد اتر کا گھر ہے۔ اور جو شخص مسجد میں آتا ہے۔ وہ گویا رب تعالیٰ کی زیارت اور ملاقات اور اس کی ذات کو پانے کے لیے آتا ہے۔ اور رب تعالیٰ چونکہ رحیم و کریم ہے۔ لہذا اس کے ذمہ کرم پر ہے کہ اپنے زائرین کی ضیافت و مہمان نوازی کرے تو بندہ اس نیت کے ذریعے یہ فضیلت اور یہ اعزاز حاصل کرتا ہے۔ دوسری نیت نماز باجماعت کی انتظار ہے۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نماز کی انتظار کرنے والا گویا نمازیں ہوتا ہے۔ تو جس نماز کی انتظار کر رہا ہے گویا اسے ادا کر رہا ہے۔ اور اس کا ثواب حاصل کر رہا ہے۔ اور آیت کریمہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا اے ایمان والو صبر اختیار کرو، دوسروں کو صبر کی تلقین کیا کرو، اور رابطت اختیار کرو۔ اس میں رابطت سے بعض مفسرین نے انتظار نماز مراد لی ہے۔ ایک حدیث میں ہے نماز کے بعد دوسری نماز کی انتظار میں رہنا خطاؤں کے مٹنے، گناہوں کی معافی اور بلندی درجات کا موجب ہے، اور تکرار کے ساتھ فرمایا فَاذْكُرُوا الرِّبَا ط فَاذْكُرُوا الرِّبَا ط یہی ہے مومن کی انتظار گاہ یہی ہے مومن کی انتظار گاہ۔ تیسری نیت یہ کہ مسجد میں چل کر بیٹھتا ہوں تاکہ کان، آنکھ اور دوسرے اعضاء ان گناہوں اور ممنوعات میں ملوث ہونے سے محفوظ رہیں جو بازاروں اور گلی کو چوں میں پائے جاتے ہیں۔ چوتھی نیت اعتکاف ہے، علماء نے فرمایا ہے جو شخص مسجد میں آئے چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرے تاکہ ان حضرات علماء کے قول کے مطابق ہو سکتے ہیں ایک گھڑی بھر کا اعتکاف بھی ہوتا ہے، اعتکاف کے ثواب سے بہرہ ور۔ اور اس فضیلت سے مشرف ہو۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حصول بڑا آسان ہے لوگ اسے حاصل کرنے سے غافل و بے خبر ہیں۔ پانچویں نیت حضور سید انام صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور مسجد میں

میں لِدُنْيَا کا لفظ ہے۔ یعنی جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو یعنی اسے حاصل کرنے کے لیے تاکہ اس ہجرت کے ذریعے اسے پاکے۔ اَوْ اَمْرًاۃً تَتَزَوَّجُهَا یَاہودی کے لیے ہجرت کرے کہ اس سے نکاح کرے یعنی خدا در رسول کی رضا و خوشنودی اور ان کے حکم کی بجا آوری کے لیے نہ ہو۔ فَهَبْ حَتَّىٰ اِلٰہِ مَا جَعَلَ لَکُمْ نو اس کی ہجرت اس چیز کی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔ یعنی دنیا کا حصول اور عورت سے نکاح۔ دنیا اور عورت کا ذکر مراعت کیا۔ پہلے جملے میں خدا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا تکرار استلزام اور مٹھاس حاصل کرنے کے لیے۔ نیز اجمالاً ذکر فرمایا تاکہ بطریق کلیت اور عموم ان تمام اشیاء اور امور کو شامل ہو جن کے ایسا انسان اپنا وطن ترک کرنا اور ان کی طرف ہجرت اختیار کرتا ہے۔ اور اس صورت کو بھی شامل ہو جس میں انسان قصدر ضائے الہی اور اس کے حکم کی بجا آوری اور اس کے ساتھ کسی عورت سے نکاح یا حصول دنیا کا ارادہ بھی ملا لیتا ہے۔ کہ اس صورت میں قول مختار کے مطابق بھی حصول ثواب سے خالی نہ رہے گا اور باندا زہ نیت ثواب پائے گا۔ مگر بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ نیت میں شرکت کی صورت میں ثواب کا باطل مستحق نہ ہو گا ظاہر احادیث بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔ ہاں جبکہ رضائے الہی کی نیت غالب ہو۔ واللہ اعلم۔

خصوصیت کے ساتھ عورت کا ذکر اس سے ڈرانے کے لیے کیا۔ کہ وہ دنیا میں سے ہے۔ کیونکہ دنیا سے مراد خدا تعالیٰ کے ماسوا اور برائی چیز ہے جو اس کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل کر دے۔ یا اس بنا پر عورت کی تخصیص فرمائی کہ اس سے زیادہ ڈرنا چاہیئے کیونکہ لوگوں کے لیے اس کا ابتلا و فتنہ زیادہ اور سخت تر ہے اور عورت خدا کے ذکر سے زیادہ غافل کرتی اور دین کے راستے پر چلنے میں زیادہ رکاوٹ ہے۔ محدثین کرام۔۔۔۔۔ اس حدیث کے تحت ایک مرد کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس نے ایک عورت کے پیچھے جس کا نام ام قیس تھا اور مغیثہ تھی، ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگیا اس کا یہ ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیان کیا گیا۔ اس پر آپ نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اس کے بعد لوگ اس شخص کو مہاجر ام قیس کے لفظ سے پکارتے تھے۔

صحیح بخاری کے بعض شارحین نے عورت کے ذکر کی تخصیص کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ عرب کے لوگ عجمیوں کے نکاح میں عربی عورتیں نہیں دیتے تھے۔ اور نسب میں اپنی کفر کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب اسلام آیا اور عربوں کی عصبیت میں کچھ کمی ہوئی اور مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نکاح وغیرہ معاملات میں مساوات کی طرح پڑی تو بہت سے لوگوں نے عورتوں سے نکاح کے طمع میں مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اختیار کی جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ یہود و نصاریٰ کے زیادہ قریب اور زیادہ قابل اعتبار ہے۔ تاہم مہاجر ام قیس کے قصہ کی صحت میں بھی کلام ہے جیسا کہ فقہ الباری میں شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

جاننا چاہیے کہ لغت میں ہجرت کا معنی ترک اور قطع ہے۔ اور شرع شریف کے عرف میں رضائے الہی عزوجل کی خاطر ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف چلے جانے کو ہجرت کہتے ہیں۔ اور اسلام میں ہجرت دو طرح واقع ہوئی ہے۔ ایک خوف کی جگہ سے امن و سکون کی جگہ منتقل ہونا۔ جیسے صحابہ کرام نے ابتدائے اسلام میں ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی تاکہ مشرکین مکہ کے شر و فساد سے امن پائیں۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے اور اسلام کے مستحکم ہونے سے پہلے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت کی دوسری قسم دار کفر سے دار اسلام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ یہ ہجرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں جمع جانے اور قرار پزیر ہونے کے بعد معرض وجود میں آئی۔ مسلمانوں کا مکہ معظمہ وغیرہ سے مدینہ منورہ کی طرف اس وقت ہجرت کرنا اس دوسری قسم کی ہجرت میں سے ہے۔ اس وقت ہجرت غالب و اکثر مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہوتی تھی۔ اور فتح مکہ تک اس ہجرت کو بڑی خصوصیت و اہمیت حاصل تھی فتح مکہ کے بعد یہ خصوصیت و اہمیت ختم ہو گئی۔ اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ (فتح کے بعد کوئی ہجرت نہیں) تو اس سے مکہ سے (بعد فتح) ہجرت مراد ہے۔ کیونکہ فتح کے بعد مکہ بھی دارالاسلام بن گیا۔ اور ہجرت بمعنی دار کفر سے علی العموم جسے بھی اس کی قدرت نصیب ہو، قیامت تک باقی رہے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لَا تَنْقُطُ الْهَجْرَةُ حَتَّى تَنْقُطَ التَّوْبَةُ (ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہو) اور ہجرت کا حکم منسوخ نہ ہوگا جب تک توبہ کے دروازے بند نہ ہوں اور یہ روز قیامت تک بند نہ ہوں گے) تو اس ہجرت سے اپنے وطن مالوف سے غیر وطن کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ خواہ مکہ سے ہو یا غیر مکہ سے۔ اور خواہ مدینہ منورہ کی جانب ہو یا غیر مدینہ کی طرف۔ اور خواہ طلب رضائے الہی کے لیے ہو یا دنیا کی خاطر۔ تاکہ دنیا اور عورت کی خاطر ترک وطن کے مفہوم کو بھی شامل ہو جائے۔

اور ہجرت کا ایک خاص معنی بھی ہے۔ جسے حقیقی ہجرت کہنا چاہیے۔ اور وہ طبعی اور بشری تقاضوں سے باہر جانے اور ممنوعات و مکروہات شرعیہ کا ترک کر دینا ہے۔ اس ہجرت کا ذکر بھی حدیث شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ یعنی کامل اور حقیقی مہاجر وہ شخص ہے جس نے اس چیز کو چھوڑ دیا جو جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا اور منع کیا ہے۔ اسی بنا پر جہاد نفس کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ متفق علیہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور متفق علیہ جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا، اس حدیث کو کہتے ہیں جسے امام بخاری و مسلم نے ایک بھی صحابی سے روایت کیا ہو۔ اور حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کو اکثر مشہور ائمہ بلکہ تمام ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور تمام ائمہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اگرچہ دو دراصل میں دو تین افراد سے لے کر دس افراد تک نے اسے روایت کیا، تاہم بعد کے دور

میں اسے یہاں تک شہرت حاصل ہو گئی کہ حد تو اتنا تک بلکہ اس سے بھی بڑھ کر شہرت پھیر رہی ہو گئی۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس حدیث کو دوسو پچاس مشہور راویوں نے روایت کیا ہے۔ بلکہ تین سو راویوں سے بڑھ کر سات سو راویوں تک کا قول بھی بعض نے نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ:- اخبار میں وارد ہوا ہے کہ نية المؤمن خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں ضعیف و صحت سے موصوف نہیں تاہم موضوع کے نام سے بھی موسوم نہیں ہے۔ اور اس کی توجہ و تفسیر میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔

قول اول:- یہ کہ صرف نیت بغیر عمل کے بھی عبادت ہے۔ اور اس پر بھی اجر و ثواب ملتا ہے خلافت اصفیاء و جوارح کے عمل کے کہ اس پر اجر و ثواب کا ملنا نیت پر موقوف ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے نیک کام کے صرف ارادے اور نیت پر بھی کامل نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص یہ نیت کرے کہ سوٹے کہ سحری کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرے گا۔ تو اس کے لیے تہجد ادا کرنے کا اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔ اگرچہ غلبہ نیند کی وجہ سے صبح تک سویا رہے اور نماز تہجد نہ پڑھ سکے۔ اس بارے میں بہت سی حکایات و روایات منقول ہیں۔

دوسرا قول:- نیت کی جگہ دل ہے۔ ہاں معرفت الہیہ کا مکان بھی دل ہی ہے۔ اور جو چیز معرفت کی جگہ سے پیدا ہو۔ اور اس معدن سے نمودار ہو وہ ضرور اس سے افضل و اعلیٰ ہوگی جو کسی اور جگہ سے سامنے آئے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ربنا العزت نے عرش سے فرش تک کوئی جگہ ایسی پیدا نہیں کی جو بندہ مومن کے دل سے اسے زیادہ پیار کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ چیز عطا نہیں فرمائی۔ اس لیے عمدہ ترین چیز اعلیٰ ترین جگہ میں رکھ دی۔ اگر دل سے بڑھ کر کوئی اور جگہ اعلیٰ ہوتی تو رب العزت اپنی معرفت اس جگہ رکھتا۔ اور فرمایا بندے کا سب سے گھٹیا قصد و ارادہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے اشرف و عزیز ترین جگہ کو غیر ذہن حق میں مصروف و مشغول کرے۔ اور وہ آدمی نہایت بے ادب ہے جو خدا تعالیٰ کی رکھی ہوئی چیز کو اس کی جگہ سے نکال کر اس کی جگہ کسی دوسری چیز کو رکھے۔

تیسرا قول:- یہ ہے کہ نیت بہر حال عمل سے بہتر ہے کہ نیت پائدار اور باقی رہنے والی چیز ہے۔ اور عمل ناپائدار اور فانی چیز ہے۔ اہل بہشت اور اہل دوزخ کا بہشت و دوزخ میں دائم و ہمیشہ بننا نیت کی بنا پر ہوگا جو دائمی چیز ہے اگر اندازہ عمل کے مطابق ہوتا تو اتنے وقت تک ہی ہوتا جتنا عرصہ عمل میں صرف ہوا تھا۔

چوتھا قول:- یہ ہے کہ عمل میں ربا کا دخل ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں فساد اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

بخلاف نیت خیر کے کہ وہ باطن اور دل سے تعلق رکھتی ہے اس میں ریا کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ آثار و روایات میں آیا ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال آسمان پر لے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کے متعلق فرماتا ہے *القی الصحیفۃ القی* *الصحیفۃ فلاں عمل نامہ اور فلاں عمل نامہ نیچے پھینک دے۔* فرشتہ عرض کرتا ہے یا رب خدایا تیرے بندے نے تو اچھی اور نیک بات کی ہے اور نیک عمل کیا ہے۔ ہم نے اس کی نیکی کو خود سنا اور دیکھا ہے اور نیکیوں کے عمل نامہ میں درج کیا ہے۔ ہم اسے کیسے نیچے پھینک دیں۔ رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے *لَمْ یُرِدْ وَجْہِیْ* اس نے یہ کام میری رضا کے لیے نہیں کیا تھا۔ اور کچھ دوسرے ملائکہ کو آواز دی جاتی ہے *اُکْتُبْ لِفُلَانٍ کَذَا وَکَذَا* کہ فلاں بندے کے اعمال نامہ میں یہ یہ نیکی لکھ دے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس بندے نے یہ نیک کام نہیں کیا اس لیے میں کیسے لکھوں اس پر رب العزت کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اس بندے نے قصد خیر اور ارادہ نیک کیا تھا۔

پانچواں قول :- یہ ہے کہ نیک کام بے حدود ہیں اندازہ میں اور مومن کی نیت ان تمام سے متعلق ہوتی ہے۔ اور بندہ بھی چاہتا ہے کہ سب سے نیت متعلق ہو۔ مگر ایک عمل سب اعمال سے متعلق نہیں ہو سکتا اس وجہ سے نیت کے ثواب کی کوئی حد اور انتہاء نہیں ہے۔ اور خیرات و طاعات بندے کی نیت میں محدود نہیں ہوتے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے نیت الکافر *شَرَّ مَنْ عَمِلَ* یعنی کافر کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہوگی۔ کہ تمام معاصی میں اس کی نیت کار فرما ہوگی اور اس کے اعمال بہر حال محدود ہوں گے۔ نیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر بعض مشائخ صوفیہ نے فرمایا ہے۔

- | | | |
|---|------------------------------|----------------------------|
| ۱ | بچوں نباشد پاک اعمال از ریا | ہست بے حاصل بچوں نقش بویا |
| ۲ | ہر کہ را اندر عمل اخلاص نیست | در جہاں از بندگان خاص نیست |
| ۳ | ہر کہ را کار از برائے حق بود | کار او بیوستہ بار و نق بود |
| ۴ | پاک گردانی عمل را از ریا | شیخ ایمان ترا باشد ضیاء |

ترجمہ اشعار :- ۱۔ جب اعمال ریا و نمائش سے پاک نہ ہوں تو وہ ٹاٹ پر بنی ہوئی معص ایک بے جان تصویر کی طرح ہیں۔

(۲) جس شخص کے عمل میں اخلاص نہیں ہے وہ جہاں میں اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص میں سے نہیں ہے۔

(۳) جس شخص کا کام رضائے حق تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا کام ہمیشہ بار و نق رہتا ہے۔

(۴) اپنے عمل کو ریا اور نمائش سے پاک کر، تاکہ تیری شمع ایمانی کو ضیاء اور روشنی حاصل ہو۔

وبالشد التوفیق

کتاب الایمان

شرع شریف کے عرف میں ایمان وہ سب کچھ تسلیم کر لینے اور اس پر اعتقاد و یقین کر لینے سے عبارت ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ سے لائے اور اس کے بندوں کو پہنچایا، اور جس کا خدا تعالیٰ کی طرف سے لایا یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہو، یہ تسلیم و اعتقاد خواہ اجمالی طور پر ہو جیسے کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے لائے وہ سب حق اور سچ ہے۔ یا تسلیم و اعتقاد تفصیلاً ہو۔ جیسے ہر حکم جو آپ نے کیا اور ہر چیز جو آپ لائے، سب کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ مومن ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ تاہم ایمان تفصیلی کا درجہ اتم اور اکمل ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نبی کی صرف صداقت کا علم ہو جانا اور حق کا پہچان لینا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ مرتبہ تصدیق تک جس سے مراد یہاں اذعان تسلیم ہے اور فارسی میں گرویدن کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، نہ پہنچے۔ اور باطن اس کے اقرار سے آرام پذیر نہ ہو جائے۔ تاکہ اہل تکبر و عناد کا حال، جو دیدہ دانستہ کفر و انکار کی راہ پر چلتے اور معرفت حق اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا ہونے سے واقف اور آگاہ ہونے کے باوجود کفر اختیار کرتے ہیں، ایمان کی تعریف سے خارج ہو جائے۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا:-

وَجَعَلُوا آيَهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ

ان کے دلوں کو یقین ہوتے ہوئے انہوں نے جان بوجھ کر انکار کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:-

يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ

یہ منکر حضور علیہ السلام کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح

اپنی اولاد کو۔

اور حقیقت ایمان ہی تصدیق قلبی ہے۔ زبان سے اقرار احکام اسلامی کے اجراء کی صرف شرط ہے۔ اگر اقرار باللسان میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ جیسے گناہیں یا کلمہ کفر کہنے پر مجبور کرنا۔ یا وہ شخص جو ابھی دل سے صرف ایمان ہی لایا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہاں ایمان کی تشریح کے مقام میں تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ایک چیز اور بھی ہے۔ جسے شائع علیہ السلام نے کفر کا نشان اور علامت قرار دیا ہے جیسے بت کو سجدہ کرنا اور زنا و باندھنا وغیرہ۔ کہ ان امور کا مرتکب بھی حکم شرع کے مطابق کافر ہو گا۔ اگرچہ بالقرآن تصدیق و اقرار کا مدعی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا عمل صالح تو وہ حقیقت ایمان سے خارج ہے بلکہ

کمال ایمان کی شرط ہے۔ ایمان ہو اور عمل نہ ہو تو وہ ناقص ایمان ہوگا۔ تاہم ایمان کا نام اس پر بھی اطلاق ہوگا۔ ایسا شخص اگر معصیت و گناہ کو ہلکا اور حلال نہ جانتا ہو۔ چاہے گناہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو تو اسے مومن فاسق کہیں گے۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ وہ فاسق کو مومن کہتے تھے۔ اس پر اسلامی احکام جاری کرتے تھے۔ اور اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرتے تھے۔ بعض صحابہ کرام تابعین عظام اور دوسرے حضرات سے جو منقول ہے کہ الایمان تصدیق بالقلب و اقرار باللسان و عمل بالامار کان یعنی ایمان تصدیق قلبی زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کے مجموعے کا نام ہے۔ تو اس سے ایمان کامل مراد ہے دلائل مذکورہ اور تحقیقین کی تصریح کے مطابق اسی پر محمول ہے وہ کلام جو اس بارے میں محدثین سے منقول ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض کی عبارتوں کے ظاہر معنی اس کے خلاف دہم ڈالتے ہیں بعض اکابر متکلمین نے بھی سلف کے مذکورہ قول کو ظاہری معنی پر حمل کر دیا اور اس قول کی نسبت سلف اور محدثین کی طرف کر دی جیسے صاحب مواقف وغیرہ۔ مگر تحقیقی بات وہی ہے جو بیان کر دی گئی ہے۔ فقہ بر یہ مقام غور ہے۔ و یا اللہ التوفیق۔

اور خوارج گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر کہتے ہیں۔ اور معتزلہ ایسے شخص کو نہ کافر کہتے ہیں نہ مومن بلکہ ایمان و کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرتے ہیں۔ اور یہاں بدعت ہے جو عقائد میں پیدا ہوئی۔ یہ لوگ بعض آیات و احادیث کے ظاہر معنی سے استدلال کرتے ہیں اور ان آیات و احادیث کی جو مذہب اہل سنت و جماعت کی دلیل ہے انہیں رد کرتے ہیں۔ تاہم حقیقت یہی ہے کہ آیات و احادیث کا مراد معنی وہی ہے جو اوائل سلف صالحین نے سمجھا کہ وہ صلوات دین کے زبان داں اور قرائین و مواقع استعمال کے عالم ہونے کی بنا پر شریعت عظیمہ کے مراد شمس اس ہیں۔ اگرچہ ظاہری معنی اس کے خلاف ہو محسوس ہوتا ہو۔ اور یہ چیز نصوص کے سمجھنے اور مراد کی تعین کے بارے میں بہت بڑا اور جامع ضابطہ ہے۔ بدعتی شخص کی کجی اور اس کی لغزش اسی جگہ وجود میں آتی ہے۔ اور حفاظت تو توفیق اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ جس طرح اپنی کتاب کی ابتدا میں حدیث اہل الاحوال بالنیات لائے جو تمام طاعات و عبادات کی بنیاد ہے اسی طرح کتاب الایمان کے ابتداء میں وہ حدیث لائے۔ جو یہی ہے اصول و فروع پر مشتمل ہے۔ اور اسے حدیث جبریل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کرنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے اس حدیث کو ام الاحادیث اور اُم الجوامع بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ حدیث ان تمام احادیث کے مضامین کی جامع ہے۔ جو دوسری تمام احادیث سے معلوم ہوتے ہیں جس طرح فاتحہ الكتاب یعنی سورہ فاتحہ کو ام القرآن اور ام الكتاب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سورۃ قرآن عظیم کے تمام معانی اور مقاصد پر مشتمل ہے۔ اور آیۃ حدیث اس

حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ امام بخاری۔ امام مسلم اور دوسرے ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے یہ حدیث امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:-

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص ہم پر ہمارا ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال سخت سیاہ تھے۔ اس پر سر کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح آکر بیٹھ گیا کہ اس نے اپنے دونوں زانوں آپ کے زانوؤں سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی زانوں پر رکھ دیے اور عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سلام کے بارے میں خبر دیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس حقیقت کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ کہ تو پابندی کے ساتھ مسنون طریقہ سے نماز ادا کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھے، اور طاعت و استطاعت ہونے کی صورت میں بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ اس شخص نے (یہ سن کر) کہا آپ نے سچ فرمایا ہے۔ ہمیں اس کی بات سے جب ہوا کہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ دیکھو اس

۱۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ شَبِيهُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَسَدٍ رُكِبَتْهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ قَالَ أَنَا تَشْهَدَانِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ مِمَّا مَضَى وَتَعُجِّرُ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنُ
بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَ شَرٌّ قَالَ
صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ
الْإِحْسَانِ قَالَ إِنْ تَعْبُدَ اللَّهَ
كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ
تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ
فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ
قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا
بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ
فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا
قَالَ أَنْ تَشِدَّ الْأَمَمَةُ
رَبَّتَهَا وَ أَنْ تَرَى
الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ
رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ
فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ
أَنْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مِيلًا ثُمَّ
قَالَ لِي يَا عَمُّ اتَّذَرْنِي
مِنَ السَّائِلِ قُلْتُ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
فَإِنَّهُ جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ
يَعْلَمُكُمْ دِينَكُمْ دَوَاةُ
مُسْلِمٍ وَ رَوَاةُ أَبَوْ هُرَيْرَةَ
مَعَ اخْتِلَافٍ وَفِيهِ وَرَآذَا

نے کہا آپ مجھے ایمان کے متعلق بھی بتائیں (کہ وہ کیا ہے)
آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں اور
رسولوں پر اور روز قیامت پر ایمان لے اور اس کی اچھی برائی
تقدیر پر ایمان لے۔ اس نے کہا آپ نے درست فرمایا
ہے۔ پھر اس نے عرض کیا مجھے احسان کے بارے میں بتائیں
کہ وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا احسان (کا اعلیٰ مرتبہ) یہ ہے کہ تو
خدا تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے گویا اُسے دیکھ رہا ہے (اور
احسان کا کم درجہ) یہ ہے کہ اگر تو اُسے نہیں دیکھ رہا تو
(کم از کم تیرا یہ یقین ہو کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے (پھر)
سوال کیا قیامت کے بارے میں مجھے بتائیں کہ کب واقع ہوگی،
آپ نے فرمایا قیامت کے متعلق جس سے سوال کیا گیا ہے وہ
سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔
تو اس پر اس نے کہا مجھے اس کی علامات ہی بتائیے۔ آپ نے فرمایا
قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنا مالک و مربی
بھونگی اور وہ بچہ کہ تو دیکھے کہ وہ ہند پاؤں، برہنہ جسم، بکریاں چرنا
والے اور تنگ دست لوگوں کی مالی حالت بد ہو جائے گی کہ وہ
مکانہ کی تعمیر و آرائش میں غرور تکبر کے طور پر ایک دوسرے
سے آگے بڑھیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ
عنه فرماتے ہیں پھر وہ شخص چلا گیا۔ اور میں اس کے جانے کے
بعد کافی دیر خاموش رہا۔ پھر حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود ہی مجھے فرمایا اے عمر جانتا ہے کہ یہ سائل کون تھا میں
نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بیشک
وہ جبریل تھا تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آیا تھا۔ اے

رَأَيْتَ لُحْفَةً الْعُرَاةَ الْقُصَمَ
أَبُكُم مَّلُوكَ الْأَرْضِ
فِي خَمِيرٍ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا
اللَّهُ ثُمَّ قَرَأَ رَأَى اللَّهُ
عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ
وَيُنْزِلُ الْغَيْثَ الْآبِيَةَ

متفق علیہ -

مسلم نے روایت کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے
اس سے کچھ مختلف الفاظ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔ اس
میں اس طرح ہے ”اور تو دیکھے گانگے پاؤں گنگے جسم ہرے اور
گنگے لوگوں کو زمین کے بادشاہ (قیامت کا علم) ان پانچ علوم میں
سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے
ان اللہ عندہ علم الساعة وینزل الغيث المزمی سورۃ

لقمان کی آخری آیت پڑھی یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

شرح فصل اول: حدیث عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب سے کہ آپ

نے فرمایا (بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس اثنا میں کہ ہم لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں حاضر تھے ذات یوم ایک روز طلحہ حلیفہ جد کہ ایک نہایت حسین اور بزرگ شخصیت کا مرد ہمارے
سامنے اچانک نمودار اور ظاہر ہوا جیسے سورج یا چاند نمودار ہوتا ہے۔ (شدید بیاض الثیاب) جس کے کپڑے نہایت
سفید (شدید سواد الثعب) اور بال نہایت سیاہ تھے۔ شعر بکونین اور فتح عین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ رکا
یوری علیہ اثر السفر) اس پر سفر کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جیسے گرد و غبار، بالوں کی آلودگی، تمکاوٹ، پھر سکی
رنگت میں تبدیلی، اور سستی و کمزوری وغیرہ گویا وہ مرد ہمارے ہی شہر میں سے کسی جگہ سے آیا تھا۔ (وہ لا یعرفہ منا احد)
اور حالت یہ تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی اسے نہیں پہچانتا تھا۔ یعنی حقیقت میں وہ ہمارے شہر کا باشندہ نہیں تھا اگر ہمارے
شہر کا ہوتا تو ہم اسے پہچان لیتے۔ (رحتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک
آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف (ادبا) جھک کر اور آپ کی طرف متوجہ ہو کر آپ کی خدمت میں اس طرح بیٹھ گیا جس طرح
شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے۔ (فما سدا کبتیہ الی سکتیہ) تو اس شخص نے اپنے دونوں زانوؤں
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں زانوؤں کے ساتھ ملا دیے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت زیادہ قریب
ہو گیا تاکہ دونوں طرف سے سوال و جواب سننے میں آسانی ہو۔ اور کمال محبت و دوستی اور موانست کی بنا پر جو دونوں میں
تھی (ووضع کفیه علی نغذیہ) اور اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دونوں ران مبارک پر حضور کی نیکیں
و تسلی کے لیے رکھ دیے تاکہ گفتگو اور فہم و افہام کے دوران آپ کا ذہن مبارک حاضر و متوجہ رہے یا اس آنے والے
شخص نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں زانوؤں پر اس طرح ادب و احترام کے ساتھ رکھے جس طرح شاگردوں کی رسم و

عادت ہوتی ہے۔ یہ دوسرا معنی جبرئیل کے خدمت میں حاضر ہونے، آپ کے قریب ہونے اور متعلم و شاگرد کی طرح حضور کی خدمت میں بیٹھنے کے اعتبار سے بظاہر زیادہ مناسب ہے۔ تاہم پہلا درجہ راجح اور افضل ہے، کیونکہ فسائی میں صراطِ آپکا ہے کہ حتی وضع ید یدہ علی رکبتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اپنے دونوں ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھٹنوں پر رکھ دیے۔ اور حضرت جبرئیل بظاہر اگرچہ سائل اور متعلم کی صورت میں حاضر ہوئے تھے۔ مگر حقیقتہً خدا تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف معلم اور علم القاء کرنے آئے تھے۔ اور حاضرین کو تعلیم اور دینی احکام سناتے آئے تھے۔ جیسا کہ حدیث کے آخری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ اور جبرئیل علیہ السلام کی طرف تعلیم دینے کی نسبت قرآن مجید میں بھی آپکی ہے، جیسا کہ (سورۃ النجم میں) فرمایا۔ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى ذُو مِرَّةٍ اسے بڑی قوتوں والے بڑے زور والے نے علم سکھایا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ رُوَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ اور اس آئے والے مرد نے کہا اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کی حقیقت بتائیے کہ وہ کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں فرمایا۔ لا اسلام ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ اور اس بات کی بھی شہادت دے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام کی تبلیغ کے لیے اس کی طرف سے لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

لغت میں اسلام انقیاد اور طاعت گزاری، فرمانبرداری اور خوشی و رغبت سے جھک جانے اور کسی قسم کی سرکشی اور اعراض کے بغیر کسی کا حکم تسلیم کر لینے کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع شریعت کے عرف میں اسلام فرمانبرداری، احکام مہلتی کی اطاعت اور دین اسلام کے پانچ ارکان جو آگے بیان ہوئے گئے، کے بجالانے سے عبارت ہے۔ تو اسلام ظاہری اعمال اور ایمان باطنی اعتقاد کا نام ہے۔ اور دین مجموعہ اسلام و ایمان سے عبارت ہے۔ اور عقاید میں جو مذکور ہے۔ کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے اس کا معنی یہ ہے کہ ہر مومن مسلم ہوتا ہے۔ اور ہر مسلم مومن۔ ایمان کے مولد میں سے کسی ایک نام کی مسلمان سے نفی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم حقیقتاً اسلام ایمان کا ثمر اور ایمان کی فرع ہے۔ علمائے کرام نے اس مسئلے میں بہت گفتگو فرمائی ہے۔ مگر تحقیق یہی ہے جو اس مقام پر بیان کر دی گئی ہے۔ تو اسلام کا پہلا رکن خدا تعالیٰ و تقدس کی وحدانیت اور رسالت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت و گواہی دینا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کلمہ شہادت کا زبان سے ادا کرنا اسلام کی شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص اگر اس کی شہادت نہ دے۔ یا کلمہ اہمدا میں گواہی دیتا ہوں، کی جگہ کلمہ اعلیٰ میں جانتا ہوں، زبان سے ادا کرے۔ وہ مسلمان نہ ہوگا۔ لیکن اس بات کا دین میں سے ہونا واضح طور پر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص صرف کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھے۔ وہ

مسلمان کہلائے گا۔ مگر جب کہ احادیث میں لفظ اَشْهَدُ (میں گواہی دیتا ہوں) واقع ہو چکا ہے۔ تو اس لفظ کا ادا کرنا ہی زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔

اسلام کے ارکان میں سے دوسرا رکن نماز ہے۔ جیسا کہ فرمایا دُتِّیْمَ الصَّلَاةِ اور تو نماز قائم کرے۔ اور اقامتِ صلوٰۃ سے اُسے صحیح و درست اور تعدیل ارکان اس لی پوری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور سنتوں اور مستحبات کی ترغیب کرتے ہوئے ادا کرنا مراد ہے۔ اور اقامت کا لفظ تقویم سے مشتق ہے۔ جس کا معنی درست اور سیدھا کرنے کا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ اَقَامَ الْعُدَّہُ اس نے ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کر دیا۔ یا اقامت سے نماز کو ہمیشہ اور پابندی سے ادا کرنا اور اس کے لیے جدوجہد کرنا مراد ہے۔ اس صورت میں اقامت مقیم ہونے کے معنی میں ہوگا۔ یا اقامت کا لفظ قیامِ موقوف سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی بازار کے چل پڑنے اور گرم ہو جانے کے ہیں۔

اسلام کے ارکان میں سے تیسرا رکن مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا (دَتَوَقَّی الزَّكُوٰۃَ) اور زکوٰۃ دے۔ لغت میں زکوٰۃ کا معنی بڑھنا اور پاک کرنا ہے۔ اور زکوٰۃ کا ادا کرنا۔ بڑھنے۔ مال کے زیادہ ہونے۔ اس میں برکت پیدا ہونے کا سبب اور مال کے پاک ہونے۔ اور صاحبِ مال کے بخل و کج خوئی کی بدھصلت سے پاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور لفظ زکوٰۃ تنزیہ شہود رگوں کی صفائی پیش کرنا، سے مشتق ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہوگا۔ کہ زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے ایمان کی صحت اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ دعویٰ محبت میں سچا ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

چوتھا رکن رمضان شریف کے روزے رکھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (رَدَقَمَّوْا رَمَضَانَ) اور تو ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ لفظ موم لغت میں روزے اور حفاظت کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ اور شرع میں نفس کو کھانے پینے اور جماع سے روک رکھنے سے عبارت ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جن میں سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہے۔ زبان کو روزے کی حالت میں کھانے پینے اور جماع کی طرح غیبت سے روکنا بھی ضروری ہے۔ ان حضرات کے نزدیک غیبت روزے کے گورڈ دینے والی چیز ہے۔ کامل روزہ یہ ہے۔ کہ تمام اعضاء اور حواس کو غیر شرع باتوں سے روک کر رکھا جائے۔ رمضان مَرْمَضٌ سے مشتق ہے جس کا معنی گرم کرنا اور جلانا ہے۔ چونکہ روزہ میں نفس کو جلایا اور پگھلایا جاتا ہے۔ اس مناسبت اور حلق سے روزوں کے عینے کا نام ماہِ رمضان رکھا گیا۔ لیکن یہ تو جیبہ اس صورت میں درست ہوگی۔ جب کہ لفظ رمضان شرعی وضعوں میں سے ہو اور کچھ لوگ کہتے ہیں۔ کہ عربوں نے جب مہینوں کے نام مقرر کیے۔ اس وقت گرم ہوا اور گرمی کا موسم تھا۔ اس لیے گرمی والے عینے کا نام رمضان رکھ دیا، واللہ اعلم۔

(وتعجبوا لیت) اسلام کے ارکان میں سے چاروں رکن یہ ہے۔ کہ تو خانہ کعبہ کا ارادہ کرے اور حج کے احکام و منا

ادا کرے۔ (ان استطعت الیہ سبیلاً) اگر تجھے اس تک پہنچنے اور راستہ پانے کی طاقت و استطاعت ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک استطاعت دو چیزوں سے عبارت ہے۔ سفر خرچ اور سواری۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اُس شخص پر بھی حج فرض ہے جو پیدل چل کر پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اور راستے کا پڑا امن ہونا بھی استطاعت میں داخل ہے۔ مگر اس باب میں اعتبار غالب حالت کا ہے۔ اس بنا پر راستے میں دریا کا واقع ہونا۔ امن کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ غالب یہی ہے۔ کہ موسم حج میں سلامتی کے ساتھ ہی اس سے گزر جائے گا۔ صحابہ کرام نے جہاد کے لیے کشتی میں سفر کیا ہے۔ لہذا حج کے لیے بھی کشتی میں سفر کرنا جائز ہوگا۔ اور فرضیت حج کو ذمہ سے ساقط نہ کرے گا۔ ایک محدث میں وارد ہے۔ کہ افضل شہید وہ ہے جو کشتی میں ڈوب کر مرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ ڈوب کر مرنے والوں کی جان اللہ تعالیٰ براہ راست خود قبض فرماتا ہے۔ فرشتوں کے ذریعے قبض نہیں فرماتا۔ قال جب حضور علیہ السلام نے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی۔ تو اس شخص نے کہا مَدَقَّتْ یعنی آپ نے حقیقت اسلام ٹھیک ٹھیک بیان فرمادی ہے۔ کیونکہ اسلام کی حقیقت یہی ہے جو آپ نے بیان فرمائی۔ (فعجبنا لہ یسألہ ویصدقہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اس شخص کے حال سے تعجب ہوا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔ کیونکہ پوچھنا اور دریافت کرنا بظاہر محال اور نادانی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن حضور کی بیان کردہ عبارت کی تصدیق کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے اس کا علم ہے۔ تاہم فی الحقیقت یہ کوئی تعجب کی چیز نہیں تھی۔ کیونکہ وہ مرد حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ جو صحابہ کرام کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ تاکہ جبریل علیہ السلام پوچھتے جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جواب ارشاد فرماتے جائیں اور صحابہ کرام سنتے جائیں۔ اور دوبارہ دین کی باتیں یاد کر لیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پاک کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔

(قال فاخبرنی عن الایمان) پھر اس شخص نے کہا۔ جس طرح آپ نے اسلام کا معنی و حقیقت بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح مجھے ایمان کی حقیقت بھی بتائیں۔ کہ کیا ہے (قال) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان تؤمن باللہ) ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ تو خدا سے تعالیٰ کی ذات۔ اس کی ثبوتی اور سلبی صفات اور اس کی تنزیہ و تقدیس پر ایمان لائے اور اسے تمام عیوب و نقائص اور عُدُو و فتنائے نشانہ سے پاک جانے (وملئکۃ) اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لائے۔ کہ وہ نوری جسم کی ایک مخلوق ہے۔ جو مختلف شکلیں تبدیل کرنے کی قدرت رکھتی ہے اور وہ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے اور اس کے اذن و اجازت سے جہاں میں تصرف کرنے کی طاقت رکھتے

لے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جہاں میں تصرف کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تصرف کی یہ طاقت اللہ تعالیٰ نے اپنے

ہیں۔ اور نہ وہ مادہ ہونے کی صفت سے موصوف نہیں ہیں فرشتوں کی باقی صفات کتاب و سنت میں آپ کی ہیں۔
 (دکھیں) اور یہ کہ تو خدا نے تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے۔ کہ وہ کلام قدیم ہے جو حرف و آواز سے خالی ہے۔ ان
 کتابوں کو خدا نے تعالیٰ نے تختیوں یا فرشتوں کی زبانوں میں حروف و آواز ایجاد کر کے اپنے پیغمبروں پر نازل فرمایا۔ یا
 فرشتے کے واسطے کے بغیر ہی پہنچے سے وہ آواز سنی جاتی ہے۔ اور تمام آسمانی کتابیں خداوند تعالیٰ کا سچا اور
 ثابت کلام ہے۔ اور قرآن مجید فصاحت اور جامعیت کی حیثیت سے سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا
 ہے۔ کہ آسمانی کتابیں تعداد میں ایک سو چار ہیں۔ ان میں سے پچاس حضرت ثیث پر تیس حضرت ادیس پر۔ دس حضرت
 آدم پر اور دس حضرت ابراہیم علیہم السلام پر نازل ہوئیں۔ باقی چار مشہور کتابیں ہیں۔ یعنی تورات۔ زبور۔ انجیل اور قرآن مجید۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

(دوسرے) اور یہ کہ تو مخلوق کی بلایت، ان کے معاشی، دنیوی اور اخروی مسائل و احکام کی تکمیل کے لیے اللہ
 کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزات اور صداقت کے نشانات سے مزید
 کر کے بھیجا۔ اصل نبوت میں فرق کیے بغیر ان سب پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ ان کا ادب و احترام بھی واجب
 اور ضروری ہے۔ نیز نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد انہیں ہر قسم کے گناہوں اور ہر قسم کے نقص و عیب کے داغ سے
 پاک جانا ضروری ہے۔ یہی علماء کا پسندیدہ اور مختار مذہب ہے۔

بعض مفسرین اور اہل قصص و اخبار نے جو بعض انبیاء کے بارے میں جیسے حضرت یوسف اور حضرت داؤد علیہم السلام
 کے متعلق ان کی شان نبوت کے خلاف باتیں نقل کی ہیں، صحیح اور درست نہیں ہیں۔ اور اگر ہیں تو خطا اور زیان پر مبنی
 ہیں۔ اور صحیح یہ ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی پیغمبر نہیں تھے۔ اور قرآن مجید میں جو حضرت آدم علیہ السلام
 کی طرف عصیان و نافرمانی کی نسبت کی اور ان پر عتاب فرمایا۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے خدا نے تعالیٰ کے مقرب
 ہونے اور ان کی بلند شان پر مبنی ہے۔ اور مالک کو حق پہنچتا ہے۔ کہ اولیٰ و افضل چیز کے ترک کرنے پر اگرچہ وہ
 معصیت کی حد تک نہ پہنچے۔ اپنے بندے کو جو کچھ چاہے کہے۔ اور عتاب کرے۔ دوسرے کسی کو بھی کچھ کہنے کی

اور ان کو بھی عطا کر رکھی ہے۔ جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں اس کی تصریح کی ہے۔ جمہور اہل سنت کا یہی
 مسلک ہے۔ مزید تفصیل کے لیے مکتوبات امام ربانی حجۃ اللہ الیہ تالیف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کتاب الامن والعلی
 تصنیف اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہم کا مطالعہ فرمائیں ۱۲۔

مجال نہیں سے۔ یہ نہایت ادب کا مقام ہے۔ جس کا لحاظ ضروری ہے۔ اور وہ ادب یہ ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ کی جانب سے بعض انبیاء علیہم السلام پر جو اس کی درگاہ کے مقرب ہیں۔ عتاب نازل ہو یا ان کی طرف خطا کی نسبت کی گئی ہو۔ یا خود ان انبیاء کی طرف سے جو کہ اس کے خاص بندے ہیں۔ تواضع، عاجزی اور انکساری کی بات صادر ہو۔ جس سے ان میں نقص و عیب کا وہم پڑتا ہو۔ تو ہم بندوں کو اس میں دخل دینے یا اسے زبان پر لانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ حضور سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت اور اس کی صفات کے علاوہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے۔ اور تمام بشری فضائل و کمالات سے موصوف ہیں۔ اور ہر خوبی اور کمال آپ کی ذات میں راسخ اور کامل طور پر موجود ہے۔ (وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔ جو محدود زمانوں کا آخری دن ہے۔ اور یوم آخر بعد الموت سے بے کرب قیامت کے قائم ہونے یا بہشت میں پہنچ جانے تک کے زمانہ دراز سے عبارت ہے۔ روز قیامت پر ایمان لانے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جو کچھ شارع علیہ السلام نے اس کے بارے میں خبر دی ہے۔ اور صحیح طور پر ہم تک پہنچ چکی ہے جیسے آخرت کے حالات عذاب قبر اور وہاں کی نعمتیں۔ قیامت کی علامات صور کا پھونکا جانا۔ بعثت مجزا۔ حساب و میزان۔ پھرراط اور جنت و دوزخ سب حق ہیں۔ (و تو من بالقدیر خیر و شر) اور اس بات پر ایمان لائے۔ کہ خدا نے تعالیٰ ہر اچھی بری چیز کو ازل سے جانتا ہے۔ اور اسے ایک اندازے پر پیدا فرمایا اور جو کچھ کائنات میں واقع ہو چکا ہے یا ہوگا۔ سب اس کے قضاء و قدر اور ارادہ کے مطابق ہے۔ جیسا کہ فرمایا انا کلا شیء خلقناہ بقدر (بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا فرمایا ہے) اور اس نے تقدیر پیدا کرنے کے باوجود بندوں کو امر و نہی کا پابند بنایا ہے۔ اور بندوں کو فضل و کسب کا اختیار دیا ہے۔ اور ثواب و عتاب اس پر مرتب فرمائے۔ مگر حقیقتاً ثواب اس کا فضل اور عتاب و سزا اس کا عدل و انصاف ہے۔ اسباب کا پیدا کرنا اور اسباب کے ذریعے جو چیزیں وجود میں آتی ہیں ان کا ترتیب دینا سب اس کی تقدیر سے ہے۔ یہ مسئلہ اور جو کچھ باب ایمان میں ذکر ہوا۔ علم کلام میں واضح اور مدلل طریقہ پر بیان ہو چکا ہے۔ ایمان بالقدر کے باب میں اس مقام کی تحقیق و تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کی جائے گی۔ طالب صادق کو چاہیے کہ تقدیر کے اصل اور بنیادی مسائل کی بے قیل و قال اور بغیر بحث و مناظرہ کے تحصیل کرے اور شک و شبہ میں نہ پڑے۔ تقدیر سے متعلق جو کچھ ضروری مسائل ہیں۔ وہ ہم نے رسالہ تکمیل الایمان فی تقویٰ - الایقان میں بیان کر دیے ہیں و یا اللہ التوفیق۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث کی بعض روایات میں ایمان سے متعلق سوال و جواب کا ذکر اسلام کے بارے میں سوال و جواب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ چونکہ ایمان اسلام کا اصل اور اس سے مقدم ہے۔ اس لیے جیسا کہ بیان ہوا۔ اس

کے پہلے آنے کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اسلام کا ذکر ایمان سے پہلے آنے کی وجہ اپنی اس اعلیٰ کی طرف ترقی کرنے کی بنا پر ہے۔ جس طرح ایمان کی تحقیق کے بعد احسان کا ذکر فرمایا۔ جو ایمان و اسلام کا آخری درجہ اور مرتبہ تکمیل ہے۔ اور اعلیٰ مراتب و مقامات سے ہے۔ جیسا کہ فرمایا (قال صدقت قال فما خبری عن الاسلام) اس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔ اب مجھے احسان کی حقیقت سے بھی آگاہ فرمائیے۔ چونکہ بہت سی آیات و احادیث میں احسان کا ذکر آیا ہے۔ اور اسے درجہ عالی پر رکھا اور مرتبہ کمال قرار دیا۔ اس لیے اسلام اور ایمان کا معنی دریافت کرنے کے بعد اس نے احسان کی حقیقت کے بارے میں بھی سوال کر دیا۔ تاکہ دین کا کام مکمل اور پورے طور پر معلوم ہو جائے۔ احسان کا معنی نیکی کرنا ہے۔ اور یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ لوگوں سے نیکی کرنا یعنی انہیں انعام و اکرام سے نوازنا۔ اور نیک عمل کرنا پورے کمال اور پوری درستی اور اچھائی کے ساتھ اور جیسا کہ چاہیے اسے بجالانا۔ نیک عمل اس اچھائی اور عمدگی سے کرنا۔ گویا اپنی ذات کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ اور اس کے خلاف کسی عمل کا بجالانا اپنی ذات پر ظلم اور اپنے نفس کے ساتھ برائی کرنے کے مترادف ہے۔ احسان کا خلاصہ دراصل عبادت میں اخلاص اور حضور و خشوع ہے اور یہ اخلاص و خشوع درحقیقت شرط کمال بلکہ اسلام و ایمان کی صحت کا نشان ہے۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حقیقت احسان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا (اِنَّ قَعْبَةَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ تَشَاوَا) احسان خدا کے لئے تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنے کا نام ہے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص کا یہ حال ہوتا ہے وہ نہایت ہیبت و تعظیم اور احترام و خشوع حضور اور حیا و شوق و ذوق اور محبت و جذب کے مقام پر فائز ہوگا۔ اور یہ مقام مشاہدہ اور دریائے شوق و حضور میں ڈوب جانے کا مقام ہے۔ اس سے پہلا درجہ مراقبہ کا درجہ ہے۔ یعنی یہ اعتقاد ہونا۔ کہ خدا کے تعالیٰ کی نگاہ مجھ پر پڑ رہی ہے۔ اور اس کا علم بندے کے حال کو شامل ہے۔ جیسا کہ فرمایا (فان لحد تنکي توا فانه يراهم پس اگر تیری یہ حالت نہ ہو کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ تو پھر اُس ذات پاک کی اس طرح عبادت کہہ کہ تو اس کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ اور وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس صورت میں بھی حرکات و سکنات میں خوف و خشیت اور احتیاط اور انحال و حالات اور ادب و احترام اور اطمینان میں ضبط و رعایت اور دائیں بائیں توجہ نہ ہٹنے کی سعادت ضرور نصیب ہوگی۔ جس طرح کسی بادشاہ کی حضوری میں جب کوئی شخص موجود ہو۔ اور اسے پتہ ہو کہ بادشاہ میرے حالات کا مشاہدہ ان کی نگرانی اور ان کا معائنہ فرما رہا ہے۔ تو اس صورت میں وہ بے قید اور غافل ہونے کی جرأت نہ کرے گا۔ اور ترک ادب اس کے لیے مشکل ہوگا۔ اور وہ شخص جو اس حالت میں بادشاہ کو دیکھ بھی رہا ہو۔ اور اس کے جمال کا مشاہدہ بھی کر رہا ہو۔ اس کا حال کچھ اور ہی ہوگا۔ اور اس کی حضوری اور لذت کی کیفیت کچھ دوسری ہی ہوگی۔ جس

سے آگے کوئی درجہ تصویر میں نہیں آ سکتا۔ اور سید العابدین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک دَجِیْلَتُ قُرْآنٍ عَنِیْ فِی الصَّلَاةِ (اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔ مقام اول سے تعلق رکھتا ہے۔ اور تمام عبادت گزاروں کے مقامات سے بالاتر اور کامل تر ہے۔ پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ مقامات ہیں۔ مختصر یہ کہ طاعت و عبادت کے تین مرتبے ہیں۔ پہلا یہ کہ صرف اسی قدر عبادت بجالائے جو اس کے ذمے ہو۔ تاکہ اس پر قضا واجب نہ ہو دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ احکام و ارکان اور شرائط و آداب کو اس طرح بجالائے کہ حصولِ رضا اور عظیم ثواب مرتب ہونے کا موجب بنے۔ اور اس کا باطن بھی ذوق عبادت و بندگی سے سیریز ہو۔ اور سب سے بلند تر مرتبہ یہ ہے کہ مشاہدۂ معبود اور اس کی ذات اقدس کے حضور میں ڈوب جائے۔ اور نماز میں جو سب عبادتوں سے افضل اور تمام مقامات قرب سے اکمل مقام ہے۔ اس ذات اقدس تعالیٰ شانہ کے سامنے بکھڑے ہو جانے کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ جس سے باطن نورانیت سے روشن و منور ہو جاتا ہے۔ وہ ایسی کیفیت ہے جو صرف ذوق سے معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ مقام نصیب فرمائے۔

اس حدیث سے آخرت میں خداوند تعالیٰ کا دیدار اخذ ہو سکتا ہے۔ چونکہ دنیا میں جسمانی حجابات کی نہیں جم جانے کی بنا پر انسان اس کے دیدار سے محروم و محجوب ہے۔ جب یہ پردہ اٹھ جائے گا اور کاندھ توکا (گویا کہ تیرے دیکھ رہا ہے) سے ترقی کر کے انک توکا رہے (دیکھ رہا ہے) جیسا کہ آخرت میں واقع ہو گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔

سترون ربکم یوم القیعت الحدیث (مستقریب تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھو گے)۔ اسی بنا پر حدیث روایت میں پہلی اور آخری نماز کی پابندی کرنے کی بطور خاص تاکید آئی ہے۔ کیونکہ بہشت میں یہ اوقات خدا تعالیٰ کو دیکھنے کے اوقات ہوں گے۔ یعنی تاکہ پابندی نماز کی برکت سے مشاہدہ ذات کا ملکہ پیدا ہو۔ اور آنکھ سے دیکھنے کی استعداد نصیب ہو۔ کہ بندے میں عالم آخرت میں قوت بصیرت پیدا کر دی جائے گی۔ (قال صدقہ) اس نے کہا آپ نے فرمایا۔ احسان کا یہی معنی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے۔ فقہ۔ علم عقاید۔ اور علم تصوف و سلوک پر۔ اس حدیث میں یہ تینوں مقام بیان فرما دیے۔ اسلام فقہ کی طرف اشارہ ہے جس میں اعمال و احکام شرعیہ کا بیان ہوتا ہے۔ ایمان اعتقادی مسائل اور اصول کلام کی طرف اور احسان اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی طرف سچی توجہ سے عبارت ہے۔ تصوف کے تمام معانی جن کی طرف مشائخ طریقت سے اشارات فرمائے ہیں۔ اسی معنی کی طرف لوٹتے ہیں لہذا تصوف اور علم عقائد و کلام ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا اور نہ وجود میں آ سکتا ہے۔ اور تصوف فقہ کے بغیر بھی معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔

کیونکہ احکامات الہیہ کی فقہ کے بغیر شناخت نہیں ہو سکتی۔ اور فقہ تصوف کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ سچی توجہ کے بغیر عمل مکمل نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں ایمان کے بغیر صحیح اور درست نہیں ہو سکتے۔ جیسے روح اور جسم کہ ایک دوسرے بغیر وجود میں نہیں آ سکتے اور نہ ان میں کمال پیدا ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق
ومن تفقہ ولم تصوف فقد تنسق
ومن جمع بینہما فقد تحقق۔

جو شخص صوفی بنا لیکن علم فقہ حاصل نہ کیا تو وہ بے دینی کا شکار ہو گیا۔ اور جس نے فقہ حاصل کی مگر تصوف و فقر اختیار نہ کیا تو وہ فسق میں مبتلا ہو گیا۔ اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ تحقیق کے مقام پر فائز ہو گیا۔

کمال جامعیت یہی ہے باقی سب کچھ اور گمراہی ہے۔ توفیق خیر اللہ کریم و برہتر ہی عطا فرمانے والا ہے۔ جب دین کے احکام اور قرب و یقین کے مقامات سب کا بیان ہو چکا تو اس کے بعد قیامت کے قائم ہونے۔ اس کے علامات و نشانات کا بیان فرمایا۔ تاکہ عبادت کی پابندی کرنے اور کمال حاصل کرنے پر تنبیہ اور اس کا باعث و ذریعہ بنے۔ چنانچہ فرمایا (قال فاعبرنی عن الساعۃ) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان اور احسان کا بیان فرما چکے تو اس شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے وقت قیامت کی بھی خبر دیجئے کہ کب قائم ہوگی۔ قیامت کو ساعت (ایک گھڑی) اس کے لمبا ہونے کے باوجود اس بنا پر کہتے ہیں۔ کہ اس کا قیام یکا یک ایک گھڑی میں ہو جائے گا۔ یا اس بنا پر کہ اس کے لمبا اور دیر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک گھڑی کی طرح ہے۔ ساعت لغت میں غیر معین اور غیر محدود زمانہ کے ایک ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اور اہل حساب و نجوم کی اصطلاح میں رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک گھنٹے کو ساعت کہا جاتا ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما المسئول عنہا با علم من السائل) قیامت قائم ہونے کے وقت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یعنی میں اس بارے میں تجھ سے زیادہ عالم نہیں ہوں۔ یعنی میں اور تو اس کے نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں۔ بلکہ ہر پوچھنے والے اور جس سے پوچھا جائے، کا یہی حال ہے۔ کیونکہ اسے خدا نے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اس نے ملائکہ اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔ (قال فاعبرنی عن امارۃ الخا) اس نے کہا۔ اگر آپ کو اس کے معین وقت کا علم نہیں تو مجھے قیامت کی بارگاہ حق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات فرمانے سے پہلے آپ کو عین قیامت کے وقت کا علم بھی دے دیا یا رسول اللہ علامہ احمد الصادی المالکی نے اپنی تفسیر قرآن میں متعدد جگہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔

علامات و نشانات سے آگاہ فرمائیں کہ قال ان تلتوا الامت بعتھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک و مرنے کو جہنم دے گی۔ اس عبارت کی تاویل اور بیان مراد میں شارحین کے بہت سے اقوال ہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈیوں کی کثرت ہو جائے گی۔ اور لونڈیوں سے پیدا ہونے والوں کی حیثیت اپنے باپوں کی نسبت سے اپنی ماں کے لیے مولا اور سردار اور مالک کی طرح ہوگی۔ یا اس اعتبار سے کہ آدمی کا مال و متاع موت کے بعد اولاد کے قبضہ و ملک میں چلا جاتا ہے۔ یا والد کی زندگی ہی میں اس کی واضح تہریج یا اشارۃ یا عرف و عادت کی بنا پر اولاد کے تصرف و استعمال میں آ جاتا ہے۔ اس امر کا قیامت کی علامت ہونا اس بنا پر ہوگا کہ خوشحال، ناز و نعمت، زندگی اور معیشت کے اسباب و آلات میں دائرۃ اعتدال و میانہ روی سے تجاوز کر جائیں گے جس کی بنا پر لوگوں کے حالات و انتظام زندگی میں خلل و فساد پیدا ہو جائے گا۔ یا اس بنا پر یہ بات فرمائی کہ بڑی کثرت سے جہاد کے مواقع پیدا ہوں گے اور بہت سے لوگ گرفتار اور قیدی بنیں گے۔ اور ممکن ہے کہ اس دوران کچھ اولاد اپنی ماؤں کو قید کر لیں اور گرفتار کر کے اپنے پاس لے آئیں اور ان کے مالک بنیں۔ پھر اگر یہ بات معلوم نہ ہو سکے کہ یہ ان کی مائیں ہیں۔ تو وہ عورتیں ہمیشہ ان کی ملکیت میں رہیں گی۔ اور اگر ان عورتوں کے غلام بننے کے بعد معلوم ہو جائے کہ یہ فی الحقیقت گرفتار کرنے والوں کی مائیں ہیں۔ تو وہ آزاد ہو جائیں گی۔ یا آپ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ جہاد کا کثرت سے واقع ہونا بلا د کفر پر مسلمانوں کے غلبے اور تسلط اور اسلام کی مضبوطی اور اس کے کمال کا باعث ہوگا۔ اور چونکہ ہر کمال کے لیے زوال ہے۔ اس بخیر صادق اور لوگوں کو ڈرانے والے تغیر نے اسلامی حکومت و اقتدار کے ختم اور منقطع ہونے کی خبر دے دی جو قیامت کے قائم ہونے کی علامت ہے۔ یا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اولاد میں اپنی ماؤں کی بے ادبی اور ان کی نافرمانی اس حد تک بڑھ جائے گی کہ وہ اپنی ماؤں کو اپنی لونڈیوں کی طرح سمجھنے لگیں گے۔ اور ان کے ساتھ مالکوں اور آقاؤں جیسا سلوک کریں گے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جہاد کی کثرت اور بلا د کفر پر قبضہ و تسلط تو اسلام کے دوران میں تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ علامات قیامت آخر زمانہ میں پیدا ہوں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور اسلامی تک کے زمانے کی نسبت، اسلام کا ابتدائی زمانہ بھی آخری زمانہ ہی ہے۔ لہذا اگر اسلام کے ابتدائی دور میں بھی قیامت کی کچھ علامات ظاہر ہو جائیں۔ تو کوئی دور اور بعید نہیں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں جہاد اور غلبہ بہت زیادہ ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

بعض علمائے کرام اس عبارت کی تشریح میں یوں فرماتے ہیں کہ آخر زمانہ میں احکام کی رعایت اور حلال و حرام میں

خلط ملط کے بارے میں لوگوں کے حالات میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جانے کی بنا پر لوگ اپنی ماؤں تک کی خرید و فروخت شروع کر دیں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ چیزوں کے کثرت کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں ادل بدل ہونے اور خریداروں کے ہاتھوں میں گھومنے کی وجہ سے مائیں بکاتی اپنی اولاد کے ہاتھوں میں آپہنچیں اور ننلا کامنڈ رہتا (لوٹری اپنسالک و مربی کو جہنم دے گی) کا مضمون سچا ہو جائے۔

بعض علماء اس جملے کی توجیہ میں یوں فرماتے ہیں۔ کہ یہ جملہ اس بات سے کنایہ ہے۔ کہ ایسا وقت آئے گا۔ کہ عورتیں بادشاہوں اور امراء کو جہنم دیں گی۔ اور ان کی مائیں ان کی رعایا میں شامل ہوں گی اور وہ امراء اور بادشاہ ان کے سر پرست و مربی اور حاکم ہوں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی بھی آخر زمانہ میں پوری ہو چکی ہے۔ خصوصاً خلفائے بنی عباس کے دور حکومت میں اردو سرسے روڈ سا اور اکابر کے زمانہ میں۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ رَبَّہَا بتائے تانیث کیوں فرمایا گیا رَبَّہَا کا لفظ کیوں نہیں لایا گیا۔ حالانکہ گزشتہ بیان میں اس جملے کی جزا و یلات اور توجیہات بیان ہوئی ہیں وہ مذکورہ مؤنث دونوں کو شامل ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس کا موصوف یا لفظ نفس یا نسہ ہے۔ جو مؤنث ہے۔ اور اس کا معنی ذکر و اُنات دونوں کو شامل ہے۔ اور اس بنا پر بھی لفظ رب استعمال نہ فرمایا کہ یہ لفظ عموماً ذات پروردگار کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی شان کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے گریز کیا گیا۔ اگر چہ اضاغت کے ساتھ رب کا اطلاق غیر حق کے لیے بھی آیا ہے۔ یا ربہا سے مراد بیٹی ہے۔ اور جب کہ اس کے لیے یہی لفظ درست تھا اس بنا پر ربہا کا لفظ لایا گیا۔

اور ایک روایت میں ربہا کے بجائے یَحْلُکَا کا لفظ آیا ہے۔ اور بدل مربی و سردار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور اگر بدل بمعنی خاوند ہو تو بھی بعض مذکورہ توجیہات کے مطابق درست ہے جیسے کوئی شخص کفار کی گرفتار کردہ لونڈی اپنے تھوٹ و ملک میں لائے اور اسے جو واقع میں اس کی ماں ہو بتا دانتہ طور پر اپنے نکاح میں لائے۔ اور اس سے محبت کرے۔ یا ابتدائے اسلام میں لوگ لونڈی کے ساتھ وطی اور محبت کرنے سے نفرت اور انکار کرتے تھے۔ اور آزاد عورتوں سے نکاح اور وطی کرنے کی رغبت رکھتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ردان توفی الحفا تو العرا لا العالۃ لعلاء الشہ علامات قیامت میں سے دوسری علامت یہ ہے کہ اسے مخاطب تو دیکھنے کانگے پاؤں۔ ننگے جسم۔ ننگ دست۔ بکریاں چرانے والوں کو یعنی فقیر بے نوا لوگوں کو اس حالت و کیفیت میں پائے گا۔ کہ ریتطا لون فی البیان (مکانات کے تعمیر کرنے میں ایک دوسرے پر فخر و تکبر کریں گے۔ یعنی محتاج اور جنگلات میں رہنے والے لوگ جو ہمیشہ فکر و فاقہ اندازت کی حالت میں بیابانوں و صحراؤں میں گزرتے ہیں۔ اور بھیڑ بکریاں جو اہل عرب

کے نزدیک گھٹیا درجے کا مال ہے۔ چراتے ہیں۔ ایسے لوگ معزز و معتبر حیثیت اختیار کر لیں گے اور شہروں میں حکومت پذیر ہو جائیں گے اور اونچے اونچے محلات تعمیر کریں گے۔ اور ایک دوسرے پر فخر و تکبر کریں گے۔ یہ بھی قیامت کی علامت و نشان ہوگا۔ جو آخر زمانے میں ظاہر و نمودار ہوگا کہ یہ حالت جہان کی بے انتظامی اور خلل کا موجب بنے گی۔ کیونکہ اس طرح رزبل اور گھٹیا اور جاہل لوگوں کی عزت و عظمت ہوگی۔ اور بلند مرتبہ لوگوں کا براہ اور علماء کی اہانت و حقارت کا سبب بنے گی۔

منقول ہے کہ ذوالقرنین نے اپنے دور حکومت میں تمام لوگوں کو ان کے ایسے پیشوں و صنعتوں میں لگا دیا جو ان کے آباد و جداد کے مناسب حال تھا اور کسی کو بھی اس میں رد و بدل کی اجازت نہ دی۔ یہی اس کے دور حکومت میں لوگوں کے امن و امان کی سلامتی۔ اور ان کے نظم و ضبط سے رہنے کا باعث بنی۔

ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ دنیا کے بد بخت اور بے عقل لوگ سب سے زیادہ دولت مند اور خوشحال نہ ہوں گے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ نیک پست اور ذلیل سمجھے جائیں گے۔ اور برے لوگ بلند اور غالب ہو جائیں گے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ قیامت کی چھوٹی اور بڑی بہت سی علامات ہیں جیسا کہ باب علامات قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ لیکن یہاں شاید تقاضہ مقام کی بنا پر صرف دو علامتیں بیان کرنے پر کفایت فرمائی۔ واللہ اعلم۔ (قال) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (رضی اللہ عنہ) اس شخص نے یہ سوالات کیے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جوابات سنے اس کے بعد چلا گیا۔ (قلبت علیہ) اس پر میں کافی دیر ٹھہرا رہا۔ یعنی میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کیا کہ یہ مرد کون تھا۔ تو ریختی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں علیاً سے ساست طویلہ را د ہے۔ یعنی وقت کی درازی اور کمی ایک نسبی امر ہے۔ اس قسم کے عجیب و غریب قصہ میں اقتضائے حال اور مقتضائے طبیعت کہ یہ تھا کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کرنے میں جلدی کی جاتی۔ ایسے موقعہ پر بخوشی دیر صبر کرنا کثیر و طویل محسوس ہوتا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب پشت پھیر کر وہ مرد چلا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے واپس لاؤ۔ لوگ واپس لانے کے لیے اس کے نقاب میں گٹھے مگر وہ نہ ملا (ثم قال لی) پھر مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے عمر (اندھائی من السند) تجھے علم ہے کہ سوالات کرنے والا آدمی کون تھا (قلت) میں نے عمر بن کی (اللہ ورسولہ اعلم) اللہ اور اس کا رسول اسے بہتر جانتا ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات پوچھتے تو براہ میں اللہ ورسولہ اعلم کہا کرتے تھے۔ اور اس طرح ادب و دانش کا ثبوت دیتے (قال ہذا جبریل)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سوالات کرنے والا یہ شخص جبرئیل فرشتہ تھا جبرئیل سریانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی عبد اللہ ہے (انا کہریکم دینکم) تمہارے پاس آیا تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھائے۔ اس مقام پر قواعد و احکام اسلامی اور تعلیم کی نسبت جو حضرت جبرئیل کی طرف کی گئی اس بنا پر تھی کہ حضرت جبرئیل سوالات کرنے اور اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جواب ارشاد فرمانے کا باعث بنے۔ اور صحابہ کرام کو یہ جوابات سنوائے۔ اور امر واقع بھی یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام چونکہ حامل وحی اور مبلغ علم ہیں۔ اس لیے تعلیم کی نسبت آپ کی طرف کرنا فی الحقیقت ٹھیک اور درست ہے۔ غایت درجہ صرف یہ بات ہے کہ یہ احکام پہلے سے معلوم تھے۔ سوالات کرنے سے مقصود یاد دہانی اور ان احکام کے علم کی تجدید تھی۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین اسلام، ایمان اور احسان کے مجموعے سے عبارت ہے۔ اور شریعت اس مجموعے کا نام ہے۔ اور کبھی کبھی خاص اسلام پر بھی دین کا اطلاق کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ان الدین عند اللہ اسلام اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اور کبھی شریعت کا لفظ احکام فرعیہ فقہیہ کے ساتھ خاص ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح شریعت، طریقت اور حقیقت کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ کہ یہ تینوں دین کے اجزاء اور شعبے ہیں۔ درحقیقت شریعت ہی حقیقت ہے۔ تاکہ اہل اسلام جن حقائق پر ایمان لائے ہیں فی الحقیقت ان تک پہنچیں اور جو کچھ انہوں نے سنا ہے اسے سامنے پالیں شریعت دین سے الگ اور مفاد کوئی چیز نہیں۔ اور دین ایک ہی ہے وہ نہیں ہیں۔ ہر شخص اس تحقیق کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے وہ خطا پر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (رداء مسلم) اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا اگرچہ امام بخاری نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کی لہذا اصطلاح کے مطابق یہ حدیث متفق علیہ نہ ہوگی۔ اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔ لیکن اس کا حدیث عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ الفاظ میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (رداء ابو ہریرہ مع اختلاف) اس حدیث کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی حدیث کے الفاظ سے کچھ مختلف اور مغایر الفاظ سے روایت کیا (وفیہ) اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو انہوں نے روایت کی اس طرح آیا ہے (وإذا ما بیت الحنّاء العراۃ الصم البکم ملوک الادف) قرب قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ جب تو دیکھے کہ پارہ ہنہ ننگے جسم والے کانوں سے بہرے زبان سے گنگے یعنی نادان اور بے عقل لوگ صاحب ملک و جاہ اور حاکم بن جائیں گے۔ رقی خن لا یصلحون اللہ) علم قیامت اور اس کے قائم ہونے کا خاص وقت ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جنہیں خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا یہ (شعرقہ) پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پانچ چیزوں کے بیان اور بیان کی تعیین کے لیے جنہیں

لہ یعنی اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بغیر۔

سوا خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ان اللہ عندہ علم الغیث (اور اللہ ہی جانتا ہے بارش کا علم کہ کب برسے گی الی آخر الایۃ۔ اور وہ یہ ہے۔ ویعلم ما فی الارحام اور صرف وہی جانتا ہے کہ حاملہ عورت کے شکم میں بچہ ہے یا بچی۔ وعاتدی نفس بای اہم قوت اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا۔ نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الہی محض عقل کے ذریعے ان مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اور یہ ان امور غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے بتا دے تو یہ امر دیگر ہے۔

۲۔ وَعَنْ ابْنِ عَمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْأَسْلَامِ عَلَى خَمْسٍ تَعَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَقَامَ الصَّلَاةُ وَارْتَأَى الزَّكَاةَ وَالْبَحْرَ وَمَنَعَهُ رَمَضَانَ۔ متفق علیہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ متفق علیہ۔

شرح:۔ تذکرہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ کی ولادت باسعادت نہول وحی سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ پھوٹی عمر میں ہی اپنے والد ماجد کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ اپنے والد سے بھی پہلے اسلام لائے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ صغیر سنی کی بنا پر جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ غزوہ احد میں شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ اہل درع اور حبشہ و تقویٰ میں سے ہوئے ہیں۔ فتویٰ دینے میں نہایت احتیاط پورے خود و غرض اور غلطی سے بچنے میں بڑی کوشش کرتے تھے۔ اتباع سنت میں بڑے قوی اور مستقیم الحال تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم میں ہر شخص دنیا کی جانب میلان رکھتا تھا دنیا اس کی طرف مائل ہوتی تھی سوائے ابن عمر کے رضی اللہ عنہ۔

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی

سکھ جن آیات و احادیث میں مخلوق سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔ ان کا مطلب یہی ہے جو حضرت شیخ نے یہاں بیان

فرمایا ہے۔

الاسلام علی خمس، مسلمان کی مکان کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ) اول یہ کہ خدا تعالیٰ و تقدس کی خدائی کی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی گواہی دینا۔ (واقام الصلوٰۃ) دوم درست اور ٹھیک طریقہ سے نماز ادا کرنا۔ (وايتاء الزکوٰۃ) سوم مال کی زکوٰۃ ادا کرنا (والعجب) چہارم حج کرنا۔ (وصوم رمضان) پنجم ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا اس حدیث میں اسلام کو ایسے مکان سے تشبیہ دی گئی ہے جسے ان پانچ بنیادوں اور ستونوں پر تعمیر کیا گیا ہو۔ متفق علیہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۲۔ وَعَنْ ابْنِ مَرْيُومَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمَانُ بَعْضُهُ

وَسَبْعُونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَأَدْنَاهَا إِمَامَةٌ إِلَّا ذِي عَنِ

الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

متفق علیہ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان ستر اور چند شاخوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سب سے افضل مشبہ کلمہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور سب سے نچلا شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا ہے۔ اور نرم دیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔

شرح: تذکرہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے نام میں اختلاف ہے۔ زیادہ مشہور عبد الرحمن ہے۔ عبد اللہ بھی کہا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس یا عبد عمرو تھا۔ جھوٹی سی بی کی پرورش کر کے بنا پر ابو ہریرہ کنیت کو آپ کے نام سے زیادہ شہرت حاصل ہو گئی۔ اور کنیت کا استعمال نام پر غالب آ گیا۔ آپ بلا دوس سے ہیں۔ فتح خیبر کے سال جو ہجرت کا ساتواں سال ہے اسلام لائے۔ اور حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ نے علم میں پوری استقامت و کھائی اور قناعت و کم غوری کا طریقہ اختیار فرمایا۔ صحابہ کرام میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ عورت، حافظہ، متانت، مستقل مزاجی، ذکاوت اور ضبط علم کی صفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ روزہ دار، شب بیدار اور ذکر و تسبیح و تہلیل کرنے والے تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی ستر اور چند شاخیں ہیں۔ (بعض) باکے کسرہ کے ساتھ بفتح یا بھی آتا ہے۔ تین سے دس تک کثرت کا نام ہے۔ جسے فارسی زبان میں چند یا اندک (مختصر) کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ ایمان کے حصے یعنی اخلاق، اعمال، واجبات، مستحبات و آداب حد و شمار سے باہر ہیں۔ ان شعبوں کے متعین عدد کا علم شارع علیہ السلام کو ہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں جو تعبیر آگئی ہے وہ اصول احکام اور قواعد ایمانی سے متعلق ہو جو اس عدد کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بعض روایات میں ساتھ اور چند کا ذکر بھی آیا ہے۔ ممکن ہے اس اختلاف کی

وجہ یہ ہو کہ دونوں عددوں کی طرف رجوع درست ہو۔ کبھی ایک عدد کا اعتبار کرتے ہوئے اس کا ذکر کر دیا اور کبھی دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے اس کا ذکر فرما دیا۔ اس اختلاف عدد کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اولاً ساٹھ اور چند عدد کی وحی ہوتی ہو بعد میں جب کچھ احکام اور بڑھ گئے ہوں تو ستر اور چند کے عدد کی وحی ہوتی ہو۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس عدد سے مقصود حصہ و تعین نہیں ہے۔ بلکہ تعدد و تکثر کا بیان مراد ہے۔ تاہم یہ تو جہ یہ ستر کے عدد میں درست آتی ہے۔ کیونکہ ستر کا عدد بول کر اظہار کثرت میں مبالغہ مراد لیا جاتا ہے۔ اور یہ متعارف و مشہور ہے۔ اور بعض علماء کرام اس میں عدد کی وضاحت و تشریح کے درپے ہوئے ہیں مگر یہ تشریح و وضاحت تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ ایمان کی انواع کے بہت سے افراد ان کے احاطہ بیان سے باہر رہ گئے ہیں۔ ایمان اپنے شعبوں کے حصہ و شمار سے تجاوز کرنے کے باوجود اجمالی طور پر ایک اصل کی طرف رخ کرتا ہے۔ اور وہ ہے کمال علمی و عملی کی تحصیل کے ذریعے دنیا و آخرت میں تکمیل نفس اور تحصیل سعادت۔ اور یہ تکمیل و سعادت اعتقاد میں صحت اور عمل میں استقامت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:-

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَفْتَوْا...
بیشک جی لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت دکھائی۔

ایک حدیث میں وارد ہوا۔ قُلْ أَمَنْتُ بِإِيْدِهِ ثُمَّ اسْتَغْتَفِرْ لِكُلِّ شَيْءٍ الْإِيمَانُ لَا يَأْتِي بِالْإِيمَانِ إِلَّا بِطَوْلٍ...
والسلام نے اس حدیث میں اپنے قول مبارک سے ایمان کی ابتداء اور انتہا بیان فرمادی۔ چنانچہ فرمایا اِنْ تَطَهَّرْتُمْ مِنْ شَيْءٍ...
الہ الا اللہ! پس ایمان کے شعبوں میں سب سے افضل اور سب سے پہلا شعبہ کلمہ طیب کہنا اور اس پر ایمان لانا ہے۔
روادناھا اما طۃ الا ذی عن الطریق اور سب سے ادنیٰ اور پچھلا درجہ و شعبہ راستے سے ان چیزوں کا دور کرنا ہے جو لوگوں کو تکلیف و ایذاء دیتی ہوں۔ جیسے کانٹے، پتھر اور پلیدی وغیرہ۔ حدیث مبارک کا ظاہر مفہوم تو یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں راستے میں پڑی ہوں تو انہیں اٹھانا چاہیئے۔ اور اگر سرے سے راستے میں گرائی ہو جائے تو یہ بھی دور کرنے کے حکم میں ہی داخل ہے۔ بلکہ حدیث سے مراد ہی یہ ہے کہ کسی کو بھی ناسحق تکلیف و اذیت پہنچانی جائے۔ درحقیقت آپ کا یہ ارشاد ترک و جود اور ترک دعویٰ ہستی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دعویٰ ہستی ہی تمام شرور و قباوح کا مبداء و منشا ہے۔ شعر

بردار خار و شگ ز راہ این چہر مزبور
یعنی وجود خود از ہر بردار از میان

ترجمہ۔ کانٹے اور پتھر راستے سے ہٹا، اس میں کیا ر مزو اشارہ ہے؟ یہ ر مزو اشارہ ہے کہ سب کے درمیان سے اپنے وجود و ہستی کو ہٹا دے۔

(والجاء شجرة من الايمان) ممنوع اور ناشائستہ کاموں کے ارتکاب سے شرم و حیا کرنا ایمان کے شعبوں میں شعبہ

عظمی اور دین کے کاموں میں نہایت عمدہ کام ہے۔ اسی لیے اس شعبہ کو جدا بیان فرمایا اور خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا۔ حیالفت میں اس تغیر و انکساری (شکستگی) کا نام ہے جو انسان کو عیب دلے کام کے ارتکاب کے خوف سے لاحق ہوتی ہے۔ اور عرف شرع میں اس سیرت و عادت کا نام ریاضیہ ہے جو ممنوع اور نافرمودہ کاموں سے پرہیز کا باعث و ذریعہ بنتی اور ادائیگی حق میں کوتاہی کرنے سے مانع اور رکاوٹ بنتی ہے۔ اور حیا اگرچہ انسان کی ثمرست اور اس کا جلی و صفت ہے لیکن شرعی حیا کو وجود میں لانے میں بندے کے اختیار اور ریاضت کا دخل ہے جس طرح اس سے اس کے باقی تمام اخلاق اور تہذیب و تربیت میں بندے کی ریاضت اور اس کے اختیار و ارادہ کا دخل ہے۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے۔ الحیاء حالة تتولد من رذیة الاکلاء و رذیة التقریر حیا ایک ایسی حالت کا نام ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھنے اور پھر اس کے شکر میں کوتاہی کے احساس سے بندے پر طاری ہوتی ہے۔ بندہ جب اپنے اوپر حق تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں نازل ہوتی دیکھتا ہے۔ اور پھر اپنی طرف سے ان کے شکر کی ادائیگی میں کوتاہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو اس سے جو شرم محسوس ہوتی ہے اس کا نام حیا ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۴۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ

الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ وَآخِرُ

مَنْ هَجَرَمَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ هَذَا لَفْظُ الْبَخَائِي

وَلَمْ يُسَلِّمْ قَالَ إِنْ سَجَلَا سَأَلَ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ

مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے اور ہمارے جہرہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے کہ حضرت عبداللہ نے فرمایا حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے سوال کیا مسلمانوں میں بہتر مسلمان کون ہے۔ فرمایا وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سالم اور محفوظ رہیں۔

شرح :- تذکرہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل سہمی۔ قریش کے ایک بطن سہم بن عمر کی طرف منسوب ہے۔ آپ عبادت گزار، جید عالم، روزہ دار اور قائم اللیل تھے۔ اپنے باپ سے بارہ سال چھوٹے تھے۔ اور احادیث نبویہ علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام کے کاتب تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور ان میں صرف یہ فرق تھا کہ وہ احادیث لکھتے بھی تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ اہل بیت سے محبت رکھتے تھے۔ اگرچہ باپ کی خوشنودی کی خاطر جس کی حضور علیہ السلام نے ان کو وصیت کی تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اپنے والد کی خدمت و صحبت

میں رہتے تھے۔ پہلے ان کا نام ان کے دادا عاص کے نام پر تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر ان کا نام عبداللہ رکھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویمنہ) کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان امن و سلامتی میں رہیں۔ کہ زبان سے کسی کو گالی نہ دے اور کسی کی فیتنہ نہ کرے۔ اور کوئی نازیبا بات نہ کرے۔ اور ہاتھ سے نہ کسی کو مارے نہ تکلیف دے۔ اور نہ غضب و غصہ کا اظہار کرے۔ ہاتھ اور زبان کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ ایذاء اور تکلیف پہنچانے کی اکثر انواع انہیں دواعضاء سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسان کے نفس اور باطن میں جو کچھ ہے زبان اس کی ترجمان اور معبر ہے۔ اور زیادہ تر کام ہاتھ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور زبان کا ذکر پہلے اس لیے فرمایا کہ زبان سے ایذاء پہنچانا زیادہ اور سخت تر ہوتا ہے۔ اور زبان سے ہی گزرے ہوئے اور موجود اور آنے والے لوگوں کو بُرا بھلا کہا جاتا ہے۔ ہاتھ سے تو صرف سامنے موجود اور حاضر لوگوں کو ہی اذیت دی جاسکتی ہے۔ اور لکھنا زبان سے کہنے کی طرح ہے۔ بلکہ اس میں زبان اور ہاتھ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تخصیص غالب صورت حال کے تحت ہے ورنہ کافر جو ذمی اور مطیع اسلام ہوں وہ بھی اس حکم میں داخل ہیں۔ اور ابن حبان کی روایت میں من سلم الناس کے الفاظ واقع ہوئے ہیں۔ ابن حبان کی روایت کے الفاظ زیادہ عام ہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ بہر صورت وہ اذیت مراد ہے جو ناحق دی جائے۔ ورنہ حکم شرع کے مطابق جو زیور جو زور کو ب اور جو گالی وغیرہ ہو جائز و روا ہے۔ بلکہ بعض اوقات واجب اور ضروری ہو جاتی ہے۔ شعر

وہے حکم شرع آب خوردن خطاست وگر خون بفتویٰ بہر بزی رواست

ترجمہ۔ حکم شرع کے بغیر پانی پینا بھی گناہ ہے۔ اور فتویٰ شریعت کے مطابق اگر کسی کا خون بھی بہا دے تو جائز و روا ہے۔ حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو ایذا دینا مسلمانوں کی صفت اور شان کے خلاف ہے۔ اور مسلمان کو چاہیئے کہ اس کی یہی شان ہو۔ اور جس کی یہ شان و صفت نہ ہو وہ گویا مسلمانوں میں سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ جو شخص صرف یہ صفت رکھتا ہو وہ مومن کامل ہے۔ اگرچہ باقی احکام و ارکان دین میں سستی اور کوتاہی کرتا ہو جیسا کہ ملحد اور بے دین لوگ مطلب نکالتے ہیں۔ شعر

مباش در پے آزار و برہہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر از این گناہے نیست

کسی کے درپے آزار نہ ہو اس کے سوا جو چاہے کہ۔ کہ ہماری شریعت میں اس کے سوا کوئی گناہ نہیں۔

حدیث کی حقیقی مراد یہ ہے کہ جو شخص حقوق پروردگار کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خلق کے حقوق بھی بجا لاتا ہے وہی مومن کامل ہے (والمہاجر من ہجر ما حق اللہ عنہ) اور مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو ترک کر دے جس سے خدا تعالیٰ نے اسے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ دار کفر سے دار السلام کی طرف آنے اور دینی فتنہ کے مقام سے بھاگ جانے کا نام ہجرت ہے۔ اسے ظاہری ہجرت کہتے ہیں اور باطنی ہجرت یہ ہے کہ انسان بشری اور طبعی تقاضوں سے کنارہ کشی اختیار کرے اور نفس و شیطان اسے جس طرف بلائیں اس طرف نہ جائے۔ بلکہ اس سے دور بھاگے بشریت میں درحقیقت ہجرت اسی غرض کے لیے ہے۔ جو آدمی یہ غرض حاصل کرنے میں مصروف ہو وہ مہاجر ہی ہے۔ اگر چہ اپنے وطن میں ہی کیوں نہ ہو۔ مگر یہ کہ ظاہری صورت میں بھی ہجرت لازم اور ضروری ہو جائے تو پھر وہ بھی کرنا ہوگی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہوا کہ مسلمانوں کے لیے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا ضروری تھا۔ اس حدیث سے مقصود مہاجرین کو ممنوعات کے ترک کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ تاکہ صرف نام اور صورت پر اکتفا نہ کریں۔ اور غرور و دھوکے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ یا اس میں ان کے دلوں کے لیے تسلی ہے جن کو دنیا میں صورتاً ہجرت نصیب نہ ہوئی کہ وہ بھی منہیا کو ترک کر کے ہجرت کا ثواب حاصل کر لیں (ہذا لفظ البخاری) یہ حدیث جو مذکور ہوئی بخاری کے الفاظ میں۔ کہ انہوں نے اس لفظ سے یہ حدیث روایت کی۔ حدیث کے یہ الفاظ مسلم کی روایت کے الفاظ سے قدرے مغایرت اور مخالفت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا (ولمسلم ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا (ای المسلمین تغیر) مسلمانوں میں سب سے بہتر مسلمان کون ہے۔) قَالَ ہُوَ خَيْرُ خَلْقٍ صَالٍ اللہ علیہ وسلم نے سائل کے جواب میں فرمایا (من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی آذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ اور مسلم میں یہ جملہ یعنی (والمہاجر من ہجر ما حق اللہ عنہ) مہاجر وہ ہے جو اس بات کو چھوڑ دے جس سے اللہ نے اس کو روکا ہو نہیں ہے۔ لیکن مولف کتاب کی ظاہر عبارت سے وہم ہوتا ہے کہ یہ جملہ بھی ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۵۔ وَعَنْ أَكْبَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَقًّا أَوْ كَوْنًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ

کر محبوب اور عزیز نہ ہوں۔

(متفق علیہ)

اس مقام پر انسان کی اپنی ذات کا ذکر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ حضور سے ایک منقول دعائیں جس میں خداوند تعالیٰ کی محبت کی آپ نے درخواست کی ہے۔ اپنی ذات کا بھی ذکر فرمایا۔ اور یوں دعا کی اللہم اجعل حبک الی من نفسی مالی و دلی داسے میرے اللہ تو اپنی ذات کی محبت۔ میری اپنی ذات۔ میرے مال اور میری اولاد سے بھی بڑھ کر میرے دل میں ڈال دے) کیونکہ اولاد۔ اور باپ کی محبت میں انسان کے اختیار کا دخل ہے۔ اپنی ذات کی محبت میں انسان کا اختیار نہیں۔ امت کو ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر محبت کا پابند بنانے میں آپ نے شدت اور حرج محسوس کیا۔ اس لیے اس کی تکلیف نہ دی بخلاف خداوند تعالیٰ جل و علیٰ کے ساتھ اپنی محبت کے۔ اسی لیے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔ ومن الماء البند للعطشان جس طرح پیاسے کی ٹھنڈے پانی سے محبت ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ اسے اللہ تو اپنی محبت میرے دل میں ڈال دے) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ انسانی اختیار کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ یا تعلیم و تربیت میں آہستگی اور ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھتا کہ جب کوئی بندہ حضور کے ساتھ اپنے والد اور اولاد سے محبوب تر ہونے کا مرتبہ حاصل کرے۔ تو اس کے بعد اپنی ذات سے بھی حضور کی محبت بڑھ کر اپنے دل میں پیدا کرنے کا مرتبہ حاصل کرے۔ اور اس بات کا بھی اسے مکلف کر دیا جائے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا حال ہے معرفت میں ہی دوست رکھتا ہے۔ یا ہمارے غیر کو بھی اس دوستی میں شریک کرتا ہے۔ عرض کی۔ یہ محبت مشترک ہے۔ مجھے آپ سے بھی دوستی ہے۔ اپنی ذات، اپنی اولاد اور مال و سامان سے بھی دوستی ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارک پر اپنا دست مبارک مارا اور تعریف سے کام لیا۔ پھر پوچھا۔ اب کیا حال ہے۔ اور تم اپنے آپ کو کس کیفیت میں پاتے ہو۔ عرض کی اب اہل و مال کی محبت دل سے نکل گئی۔ لیکن اپنی ذات سے محبت اب بھی باقی ہے۔ دوسری بار پھر آپ نے اپنا دست مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ پاک پر مارا۔ اور پوچھا۔ اب کیسے ہو۔ عرض کی۔ اب سوائے آپ کی محبت کے باقی ہر قسم کی محبت ختم ہو گئی۔ رباعی

عمر ہمہ صرف در وقایت مادا جان دل و دین من قدایت بادا

محبوب من از جان و دل و عمر توئی ہر چیز من خستہ برایت بادا

ترجمہ۔ میری ساری عمر تیری وفاداری میں صرف ہو جائے۔ میری جان میرا دل میرا دین سب تجھ پر قدا ہو جائیں۔

۱۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

تعریف کی قوت حاصل تھی۔

جان، دل اور عرسب سے بڑھ کر تو ہی میرا محبوب ہے۔ مجھ غصہ کی ہر چیز تیرے لیے ہی ہو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ محبت کا منشا اور دوستی کا ذریعہ یا حسن ہوتا ہے یا احسان۔ اور مخلوقات میں سے یہ دونوں صفات یہ تمام و کمال حضور سید کائنات علیہ السلام کی ذات میں منحصر ہیں، کیونکہ آپ تمام مخلوق میں سے اجل (خوبصورت ترین) اور اکمل (کامل ترین) ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور درحقیقت سب حسن و کمال ذات حق کامل الصفات جل جلالہ میں منحصر اور بند ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک اللہ تعالیٰ کے جمال و کمال کا آئینہ ہے۔ اس لیے محبوب تر ہونے کی نسبت خواہ اللہ کی طرف کی جائے۔ اور خواہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دونوں طرح صحیح ہے۔ اور حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ رباعی

ہم حسن و جمال بے نہایت داری ہم جو دو کرم بعد غایت داری

ہم حسن ترا مسلم و ہم احسان محبوب توئی کہ ہر دو آیت داری

ترجمہ۔ تو بے انتہاء حسن و جمال کا مالک ہے۔ اور غایت درجہ دو کرم سے بھی بڑھ کر ہے حسن بھی تجھے ہی مسلم ہے اور احسان بھی۔ تو ہی محبوب ہے کہ دونوں نشانیاں تجھ ہی میں پائی جاتی ہیں۔

۴۔ وَحَسْبُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ

بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ مَنْ كَانَ

اللَّهُ فَرَسًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْكَ سَمَاهَا

وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ

وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَخُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَتَاهُ

اللَّهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي

النَّارِ - (متفق علیہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں میں شخص میں ہوں

گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی خلادت پائے گا۔ وہ شخص کہ

مجھے اللہ اور اس کا رسول باقی سب سے بڑھ کر محبوب ہوں۔

اور وہ شخص جو کسی بندے سے محبت کرے اور اس کی یہ محبت

صرف اللہ ہی کے لیے ہو۔ اور وہ شخص کہ کفر میں لوٹ جائے

کو نہ چاہے اس کے بعد کہ اللہ نے اسے اس سے نجات عطا فرمائی۔

اس طرح بڑا جانے جیسے کوئی اسے آگ میں ڈال دے۔

شرح: سد و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ارشد من من فیہ (تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس بندے میں وہ تین موجود ہوں گی) وجہ بہن حلاوة

الایمان وہ پائے گا ان تین خصلتوں کے سبب ایمان کا مٹھاس اور اس کا ذائقہ۔ (من کان اللہ ورسولہ احب الیہ

مساواہ) پہلی خصلت یہ کہ خدا اور خدا کا رسول اس کے نزدیک باقی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوں (ومن احب عبداً

بلا یمہ الا للہ) دو شرارہ شخص جو کسی بندے سے محبت رکھے۔ اور اس کی یہ محبت صرف خدا تعالیٰ اور اس کی خوشنودی کے لیے ہو۔ ومن یکرہ ان یعود فی الکفر) تیسرا وہ شخص جو کفر میں لوٹ جانے کو برا جانے (بعد ان انقذہ اللہ منہ) اس کے بعد کے اللہ نے اسے اس سے نجات دی اور کفر سے باہر نکالا۔ (کما یکرہ ان یلقی فی النار) جس طرح کہ وہ برا جانتا ہے کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے۔ متفق علیہ۔

وَعَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ دَخَلَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ مَدِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا۔
حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چکھ لیا مزہ ایمان کا اس بندے نے جو اللہ کے رب ہونے پر۔ اور اسلام کے دین ہونے پر۔
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی اور خوش ہو گیا۔ (رواہ مسلم)

شرح :- تذکرہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں آپ کی کنیت ابو الفضل تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔ بعض نے کہا ہے دو سال بڑے تھے۔ آپ عام الفیل سے پہلے پیدا ہوئے۔ دور جاہلیت میں رئیس تھے۔ مسجد خانہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کو پانی پلانا اس کے آپ محمد بن واہب جرج تھے۔ آپ قدیم الاسلام تھے یعنی ابتداء سے ہی ایمان لا چکے تھے۔ لیکن اہل مکہ سے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا۔ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کے ہمراہ مجبوراً آئے تھے۔ آپ کی عمر اٹھاسی سال ہوئی۔ اور وفات سے قبل اسی غلام آزاد کیے۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔

وَدَعَى الْعَبَّاسُ بْنُ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چکھ لیا مزہ (من دخی باللہ نبیاً) اس نے جو خدا تعالیٰ پر راضی ہوا اور اسے اپنا پروردگار مان لیا اور اس کی قضاء و تقدر پر راضی اور خوش رہا اور اس کی بندگی و عبادت میں مصروف رہا (و بالاسلام ینام) اور اسلام پر راضی ہوا اور اسے اپنا دین قرار دیا۔ اور جو کچھ دین میں ہے اس پر عمل پیرا ہوا (و محمد رسولاً) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر راضی ہوا اور آپ کو اپنا پیغمبر تسلیم کیا اور آپ کی اتباع کا راستہ اختیار کیا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔ یہاں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ غفلت و خواہش نفس کے امراض سے محفوظ دل معافی کی لذتوں سے بھی اسی طرح لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جس طرح نفوس انسانی عمدہ اور لذت کھانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور ان امراض سے طلب کی سلامتی اور عافیت ان تین مذکورہ اشیاء سے حاصل ہوتی ہے۔ جس شخص کو یہ تین باتیں نصیب نہ ہوں وہ عبادت ایمانی اور

اس کے ذوق و لذت سے محروم رہتا ہے۔ بلکہ اس کا معاملہ الٹ ہو جاتا ہے۔ اور اسے ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے۔ جس طرح بیمار آدمی کو بیٹھی شے کڑوی محسوس ہوتی ہے۔

۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ فِي أَحَدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا تَحْمِيصًا وَلَا يَمُوتُ وَلَا يُؤْمِنُ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ - رواه مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے نہیں سنے گا میرے بارے میں کوئی شخص اس امت سے کوئی یہودی اور عیسائی پھر مر جائے اور جو کچھ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ نہیں ہوگا مگر اہل دوزخ سے۔

تشریح: (۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (والذی نفس محمد بیدہ) خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بقا ہے (لا یسمع فی احد من ہذا الامۃ) کہ نہیں سنے گا مجھے کوئی بھی اس امت سے اور نہ پہنچے گی اسے میری رسالت و نبوت کی خبر۔ امت اس جماعت کو کہتے ہیں جس کی جانب کوئی رسول مبعوث کیا گیا ہو۔ اسی طرح ایک گروہ کی جنس کو بھی امت کہتے ہیں۔ یہودی و نصرانی وہ شخص چاہے یہودی ہو۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہو یا نصرانی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم سے (تحمیصا و لم یؤمن بالذی اُرسِلْتُ بہ) پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ ایمان نہ لائے اس دین و شریعت پر جسے میں نے لے کر آیا ہوں (الا کان من اہل النار) مگر ایسا شخص اہل دوزخ میں سے ہوگا۔ یعنی جس شخص نے میری نبوت و رسالت کی خبر سنی اور میرا معجزہ بھی اس پر ثابت و ظاہر ہو گیا پھر اس نے میرا دین قبول نہ کیا تو وہ کافر ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہے گا چاہے اہل کتاب میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اسے مسلم نہ روایت کیا۔

۹۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَّهُمْ أَجْرَانِ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَآمَنَ بِمُحَمَّدٍ وَ الْعَبْدُ الْمَسْلُوكُ إِذَا أَذَى حَقَّ اللَّهُ وَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کو دو ہوا اجر و ثواب ملے گا۔ ایک وہ آدمی جو اہل کتاب میں سے ہو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ دوسرا غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کیا۔ تیسرا وہ شخص جس

حَقِّ مَوَالِيهِ وَرَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطْلَاهَا
فَادَّبَهَا فَاحْسَنَ تَأْدِيبُهَا وَ عَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ
تَعْلِيمَهَا ثُمَّ اعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ
أَجْرَانِ - (متفق علیہ)

کی ملک میں لونڈی ہو جس سے محبت و محامضت کرے۔ پھر اس
کی بہت اچھی تربیت کی اور اسلامی احکام اور آداب معاشرت
کی نہایت اچھی طرح تعلیم دی۔ پھر اسے آزاد کر کے اس سے
نکاح کر لیا۔ تو ایسے شخص کو دو ہر اجر و ثواب ملے گا۔

شرح :- تذکرہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔ آپ عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ عبداللہ بن قیس نام ہے۔
اپنے اجداد کی طرف نسبت سے اشعری کہلاتے ہیں۔ پہلے یمن سے مکہ آئے۔ اور مسلمان ہوئے اور ملک حبشہ کی طرف
ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد فتح خیبر کے وقت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں رہنا شروع
کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انعام و اکرام اور مدح و ثنا سے نوازے گئے۔ آپ کے مناقب و فضائل
بے شمار ہیں رضی اللہ عنہ۔

(و عن ابی موسیٰ الاشعری) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ
لہم اجران) دو گروں میں سے تین شخص ایسے ہیں جنہیں دو ہر اجر و ثواب ملے گا۔ (رجل من اهل الكتاب) ان تین میں سے
ایک وہ ہے جو اہل کتاب یعنی یہودی یا عیسائی ہو (امن بنیہ وامن ب محمد) اپنے نبی حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام
پر ایمان لایا پھر ان پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ (و العبد المملوک)
اذا اذی من اللہ وحقاً ان تین میں سے دوسرا وہ شخص ہے جو بندہ غلام و مملوک ہو۔ جب کہ خدا تعالیٰ کا حق یعنی اس
کے تمام واجبات ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق یعنی ان کی ہر طرح خدمت بجالائے (و رجل کانت عنده امۃ یطأھا)
تیسرا وہ شخص ہے جس کی ملک میں لونڈی ہو، اس کا مالک ہونے کی بنا پر اس کے ساتھ صحبت و محامضت کرے جیسا
کہ عادتہ ایسا ہوتا ہے۔ (فادبھا فاحسن تادیبھا) پھر اس نے اس لونڈی کو ادب و احترام کی باتیں سکھائیں۔ یعنی
اس کے آداب و اخلاق و معاشرتی مسائل میں نہایت اچھے طور پر تربیت کی (و علّمھا فاحسن تعلیمھا) اور اسے احکام و
مسائل دینیہ کا علم سکھایا۔ اس کی تعلیم میں پوری توجہ سے کام لیا۔ اچھی طرح تعلیم و تربیت کا مطلب یہ ہے کہ جیسی
اس کی تعلیم و تربیت کرنی چاہیئے ایسی ہی کی اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑی۔ پھر یہ سب کچھ نہایت درجہ علم و
نرمی اور شفقت سے کیا۔ اس سے کوئی سختی اور بد مزاجی نہ کی (ثم اعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا) پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح
کر لیا (فلہ اجران) تو ایسے شخص کے لیے بھی دو ہر اجر و ثواب ہے۔ اس آخری مرد کے لیے دو ہرے ثواب کے ثبوت کی
تائید و مبالغہ کے لیے (فلہ اجران) کے الفاظ مکرر ارشاد فرمائے۔ اہل کتاب کے آدمی اور غلام کے لیے تو دو ہرے اجر کا

منا ظاہر ہے کہ انہوں نے عمل بھی دو کیے۔ لیکن وہ شخص جس کی ملک میں پونڈی تھی تو اس کے لیے یہ اجر و ثواب اس جیسے ہے کہ اس نے اسے آزادی کی نعمت سے ہمکنار کیا پھر اسے اپنے رشتہ زوجیت سے متسلک کیا۔ باقی رہا اسے ادب و تعلیم دینا تو یہ سب کے لیے عام ہے۔ اس مقام پر اس کی کوئی خصوصیت نہیں تاہم اس میں بھی اسے آزاد کرنا اور اس سے نکاح کرنے کے استحقاق و اہلیت کی طرف اشارہ ہے۔ متفق علیہ۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ اجر و ثواب کا زیادہ ہونا عمل کے تعدد اور زیادہ ہونے کی بنا پر ایک قاعدے کی بات ہے۔ اس میں کوئی تعجب و اختیاط نہیں ہے۔ جس قدر عمل زیادہ ہوگا اور جو بھی زیادہ عمل کرے گا اس کے لیے فضیلت اور ثواب میں زیادتی ثابت ہوگی لہذا ان تین افراد کو اس بارے میں مخصوص و ممتاز کرنے کی کوئی خصوصیت نہیں ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے لیے ان کے تمام اعمال نماز، روزہ وغیرہ میں دو ہر ثواب ہے۔ مثلاً اگر دو سروں کو ایک عمل کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی تو ان کو بیس نیکیاں ملیں گی۔ اور ہر ثواب دو سروں کو ان کے عمل پر ملتا ہے ان کو اس سے دو گنا ملے گا۔ وذلک بفضل اللہ یوتیہ من یشاء و یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے یہ فضل عطا کرتا ہے واللہ اعلم۔

۱۰۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ

أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَ

يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا

ذَلِكَ عَصِمُوا مِنِّْي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ

إِلَّا بِعَقْدِ الْإِسْلَامِ وَرَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ إِلَّا أَنَّ مَسَلًا لَمْ يَذْكُرْ إِلَّا

يَعْقِدُ الْإِسْلَامَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں

یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم

کریں اور زکوٰۃ دیں۔ جب لوگ ایسا کریں تو محفوظ رہیں انہوں

نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال کو اسلام کے حق کے لیے اور

ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ متفق علیہ۔ مگر مسلم نے الا بحق

الاسلام کا فقرہ ذکر نہیں کیا۔

شرح: سعد بن ابی عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس

اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ و جہاد کروں (حقاً یشهدوا)

ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله ہر ایک کو گواہی دیں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول

ہیں۔ یہاں شہادت سے مراد ایمان ہے۔ اس کلمہ کا اقرار ہے۔ یا وہ جو اس اقرار کے حکم میں ہے۔ جیسے ان سے جزیہ قبول کر لینا۔

ان سے صلح کر لینا اور انہیں سامن دینا۔ یا یہ ارشاد ان احکام جزئیہ وغیرہ کی مشروعیت اور نزول سے پہلے کا ہے۔ روایتیہما
 الصلوٰۃ دیوۃ الزکوٰۃ اور یہاں تک کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ قتال و جہاد کا وجوب شہادت دینے کے ساتھ ہی ختم
 ہو جاتا ہے۔ عبادات کا ذکر تو ارکان اسلام کی ادائیگی کے ذریعے شہادت کو تمام و مکمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ بعض علماء
 فرماتے ہیں کہ تاویل فاسد کے ذریعے واجبات و فرائض کے ترک اور اس ترک پر اصرار کی صورت میں بھی قتال و جہاد
 ثابت ہوتا ہے جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے ساتھ کیا۔ بلکہ علماء نے یہاں تک کہا
 ہے اگر کوئی قوم ایسی سنت کی تارک ہو جائے جو اسلام کے شعائر و نشانات میں سے ہو جیسے اذان اور ختنہ وغیرہ
 اور اس ترک پر اصرار کرے اور دوام اختیار کرے اور ترک سے باز نہ آئے تو اس صورت میں بھی امام کو حق پہنچتا
 ہے کہ ان کے ساتھ جہاد و قتال کرے۔ اور احکام اسلامی میں یہاں نماز و زکوٰۃ کی اس لیے تخصیص فرمائی کہ یہ اصل عبادات
 ہیں۔ یا اس میں بدنی اور مالی عبادتوں کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن مجید میں یہ دو عبادتیں اکٹھی بیان کی گئی ہیں۔ یہ بھی ہو
 سکتا ہے کہ جس وقت حضور علیہ السلام نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اس وقت صرف یہی نماز و زکوٰۃ کی عبادت ہی فرض
 تھی۔ رفاذ افعلوا ذلک (جب لوگ یہ شہادت دے دیں اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنا شروع کر دیں) عصموا منی مماء
 و اموالہم (تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیں گے) (الاجتہاد) مگر اسلام کے حق اور حکم شریعت کی خاطر۔ جیسے اگر
 کوئی شخص دوسرے کو قتل کر دے یا زنا کا مرتکب ہو تو قصاص و حد کے طور پر اسے قتل کیا جائے گا۔ یا کسی کا جو مال اس
 پر واجب و لازم ہو تو وہ ضرور اس سے لیا جائے گا۔ (رحمہم الی اللہ) اور آخرت میں ان کا حساب خدا عزوجل کے
 ذمہ ہے۔ یہی اس کے ظاہری اسلام کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے۔ اور اس کے خون و مال کی حفاظت کریں گے۔
 اگر وہ چھپ کر کفر و مصیبت کرتا ہو تو خدا تعالیٰ اس کے پوشیدہ حال سے واقف ہے۔ وہ خود آخرت میں اس کے مطابق
 حال اس کا فیصلہ کرے گا۔ متفق علیہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کی روایت ہے۔ را کا ان مسلما لعید کو الاجتہاد
 مگر امام مسلم نے الاجتہاد اسلام کا لفظ ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ محدثوں اور زہدین لوگوں کی تو یہ قبول ہو
 جاتی ہے۔ اگر وہ آئیں اور لوگوں کے سامنے تو یہ کریں تو ہم اہل اسلام ان کی تو یہ قبول کریں گے۔ اور ان کا خون نہ بہائیں گے۔
 اور ان کے دل کا حال خدا کے سپرد کریں گے۔ علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں۔ علامہ طیبی نے
 ان سب کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے صحیح تر قول یہی ہے کہ ان کی تو یہ مقبول ہے۔ تاہم ظاہر تر قول یہ ہے کہ اگر کسی نے
 الحاد اختیار کیا اور نازنہ یا باتیں کیں پھر جلدی ان سے باز آگیا اور رعبت کے ساتھ تو یہ کر لی تو اس کی تو یہ قبول کر لی جائے گی۔
 اور اگر اپنے الحاد پر اڑا ہوا ہو اور سرکشی کرتا ہو اور ایسا محسوس ہو کہ یہ محض خوف جان اور وقت ٹالنے کے لیے تو یہ کر رہا

ہے۔ تو ایسی توبہ قبول نہ کی جائے گی توبہ قبول نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس سے بھادو قتال کریں گے۔ پھر اگر واقعہ میں اس کی توبہ صحیح و خالص ہو تو آخرت میں اسے اس کا فائدہ پہنچے گا۔

۱۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَلَسَ صَلَوَاتَكَ أَسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَيْبِ حَتْنَا فَذَاكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ فَلَا تُخْفَرُ وَاللَّهُ فِي ذِمَّتِهِ - (رواۃ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری طرح کی نماز پڑھی، اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا۔ اور ہمارا ذبیح کردہ جانور کھایا تو یہ وہ مسلمان ہے جس کا اللہ پر ذمہ ہے اور اس کے رسول پر ذمہ ہے۔ تو تم لوگ اللہ کے ذمہ میں خیانت نہ کرو۔

شرح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی۔ یعنی وہ نماز جو دین اسلام میں محمود و مشہور ہے۔ (و استقبل قبلتنا) اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کیا جو خانہ کعبہ ہے۔ (واکل ذبیحتنا) اور ہمارا ذبیح کیا ہوا کھایا۔ (فذالك المسلم الذي له ذمته الله) تو یہ وہ مسلمان ہے جس کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دینا اور جس کا خاص بننا اللہ کے ذمہ ہے۔ ذمہ دوام یکسر یعنی عہد و امان، اور ضمانت ہرمت اور حق اور یہ سب معانی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ اور اہل ذمہ اور ذمی کا لفظ جو استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا معنی بھی یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کے عہد ان کے پاس اور ان کی ضمانت میں آجاتے ہیں۔ (فلا تخفروا الله في ذمته) تو اس خدا نے سبحانہ کے عہد و ذمہ میں اس کے ساتھ غدر اور اس کی عہد شکنی نہ کرو۔ تخفروا بضم تاء و سکون خاء و کسر فا اخفاء سے مشتق ہے۔ معنی غدر اور عہد شکنی کرنا۔ یہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا۔ دوسرے ارکان اسلام جیسے خدا و رسول پر ایمان کی شہادت دینا وغیرہ کا ذکر نہ فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں اسلام کے بالکل صحیح اور درست نشان ہیں۔ اور ان سے مسلم اور غیر مسلم میں واضح طور پر تمیز ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص مسلمانوں جیسی نماز پڑھتا ہو تو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے پاس سے لائے ہیں اسے قبول کرتا ہے۔ اور قبلے کی طرف منہ کرنے کا ذکر الگ بیان کیا حالانکہ وہ نماز کی شرط ہے۔ اور جب نماز کا ذکر کر دیا تو اس کے ضمن میں قبلے کا ذکر بھی ہو گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرنا ایک مشہور امر اور ہماری نماز کے ساتھ خاص ہے۔ بخلاف نماز میں قیام و قرأت کے کہ اہل کتاب کی عبادت میں بھی قیام و قرأت پایا جاتا ہے۔ اور ہمارے ذبیحے کا کھانا بھی اہل اسلام کے ساتھ خاص

ہے۔ یہودی ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ رواہ البخاری۔

۱۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَقْبَىٰ أَعْرَابِيٍّ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

دَلَّنِي عَلَىٰ عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتَهُ دَخَلْتُ

الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ

الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِي

نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَىٰ هَذَا شَيْئًا

وَلَا أَقْصُ مِنْهُ فَلَكَمَا . وَلِي قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

سَرَّ لَا أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ

الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا -

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا مجھے ایسا عمل بتائیے جسا اختیار کرنے سے میں جنت میں جاؤں۔ فرمایا وہ عمل یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور نماز قائم کرے اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ اور رمضان شریف کے روزے رکھے۔ (یہ سن کر اس اعرابی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میں نہ اس سے کچھ زیادہ کروں گا۔ اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا۔ جب وہ اعرابی پشت پھیر کر چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس بات سے مسرت محسوس کرے کہ اہل جنت میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔

شرح :- روعنابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال اقی اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے آپ نے فرمایا ایک بادیہ نشین (دیہاتی) آدمی حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ (فقال) پس اس اعرابی نے حضور علیہ السلام

سے عرض کیا (دلی علی عمل) میری رہنمائی فرمائیے اور مجھے ایسے عمل سے آگاہ کیجئے۔ (اذا عملتہ دخلت الجنة) کہ جب میں وہ

عمل کروں تو بہشت میں داخل ہو جاؤں (قال) حضور علیہ السلام نے اس اعرابی کے جواب میں فرمایا (تعبد الله ولا تشرك به

شیئاً) یہ کہ تو اللہ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ یہاں شہادتین (اللہ و رسول پر ایمان کی شہادت) کا

اس کی شہرت کی وجہ سے ذکر نہ فرمایا یہاں پر شہادت کا نہیں عمل کا سوال کیا گیا تھا۔ شرک کرنے سے مراد یا تو بتوں کی پرستش

ہے۔ یا ریا و نمائش کہ اس میں انسان مخلوق کو خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے۔ اسی لیے احادیث میں ریا کو شرک اصغر کہا

گیا ہے ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں شرک سے ریا ہی مراد ہے۔ کہ اس کے بعد آپ نے اپنے قول مبارک میں عبادت کا ذکر

فرمایا۔ (وتقیم الصلوة المكتوبة) اور یہ کہ نماز قائم کرے جو فرض کی گئی اور بندوں کے ذمہ لکھ دی گئی اور اس کی ادائیگی کا حکم دیا

گیا ہے۔ (وتؤدی الزکوۃ المفروضہ) اور فرض شدہ زکوٰۃ ادا کرے۔ فرض زکوٰۃ یہی ہے جو ادا کی جاتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے

مراد صدقہ ہے۔ (وقصوم رمضان) اور یہ کہ رمضان شریف کے روزے رکھے۔ یہاں فرائض کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ فرائض ہی آتش دوزخ سے نجات۔ اور بہشت میں آنے کا اصل ذریعہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کے وقت صرف یہی احکام فرض ہوئے تھے۔ اور چونکہ اعرابی حقیقت بہشت میں داخل ہونے کا طالب تھا اس لیے صرف اسی قدر جواب پر کفایت کی گئی (قال) اس نے کہا (والذی نفسی بیدہ) مجھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری ذات کی بقا ہے۔ (کاذید علی ہذا شیئاً ولا انقص منہ) کہ جو عبادات آپ نے فرمائی ہیں ان میں نہ تو نوافل کا اضافہ کروں گا۔ اور نہ ہی ان فرائض میں سے کوئی چیز کم کروں گا۔ اور جس کا یہ حال ہو وہ بلاشبہ نجات یافتہ شخص ہے۔ اگرچہ سنتوں کے ترک سے قدرے برائی کا مرتکب ہو گا اور ترک نوافل سے مراتب و درجات کی نیکیوں سے محروم رہے گا۔ یا زیادہ کرنے سے حد شرع سے زیادہ کرنا۔ اور نقصان سے حد شرع سے کم کرنا مراد ہو۔ جیسے نماز کی مقررہ رکعتوں سے کسی رکعت کا زیادہ کرنا یا شرعاً مقررہ مقدار سے کم کرنا یا یہ مراد ہے کہ میں اس سے زائد کوئی سوال نہ کروں گا۔ اور ان کے قبول کرنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ یا یہ سوال کرنے والا ایک قوم کی طرف سے بھیجا گیا تھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنی قوم تک یہ احکام پہنچانے میں زیادتی کی نہ کروں گا۔ یا یہ کلام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخذ ہوا ہتمام میں شدت و مبالغہ سے کنایہ ہے۔ کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں (فلان)۔ جب اس اعرابی نے منہ پھیرا، پیٹھ دکھائی اور چلا گیا (قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (من سأل عن ينظر الى رجل من اهل الجنة) جسے جنتی انسان دیکھنے سے مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہو۔ یعنی جو شخص چاہتا ہو کہ جنتی آدمی کو دیکھے۔ (فليست نظره لنا) تو چاہیے کہ وہ اس مرد پر نگاہ ڈالے اور اسے دیکھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اس شخص کا صدق و یقین اور احکام دین کے ساتھ اس کی عقیدت کا مشاہدہ فرمایا تو اسے جنت کی بشارت دی۔ متفق علیہ۔

۱۳۔ وَكَانَ سَفِيَّانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيُّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قُلْتُ لِي الْوَسْلَامُ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي رَوَايَةٍ غَيْرِكَ قَالَ قَدْ أَمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقَمْتُ۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اسلام کے متعلق ایسا جامع ارشاد فرمائیے کہ آپ کے بعد اس کے بارے میں پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا۔ اور ایک روایت میں بیگ کا لفظ آیا ہے۔

شرح:۔ تذکرہ حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ۔ آپ طائف کے رہنے والے ہیں، صحابی ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کی طرف سے طائف کے حاکم تھے۔ (رو عن سفیان بن

عبداللہ الثقفی رضی اللہ عنہ قال قلت حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ قل لی فی الاسلام قولاً یا رسول اللہ میرے لیے اسلام و ایمان کے بارے میں ایسی بات ارشاد فرما کہ (لا اسئل عنہ احدا بعدک) آپ کے بعد پھر مجھے کسی اور سے دریافت کرنے کی حاجت نہ رہے۔ یعنی آپ کے سوا یا آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد۔ (رو فی ردایۃ غیریك) اور ایک روایت میں بعدک کے بجائے غیرک آیا ہے۔ اور یہ روایت پہلے معنی کو واضح کرتی ہے۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں فرمایا۔ (قل امنت باللہ ثم استقم) کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر مستقیم رہ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے اسماء صفات اور افعال کے ساتھ اس کی وحدانیت کی گواہی دے۔ اور اس نے جو جو خبریں دی ہیں ان کی تصدیق کر۔ اور اس کے اوامر و نواہی کو قبول کر۔ یہ قول ان تمام باتوں کو شامل ہے جن پر ایمان لانا چاہیئے۔ اس کے بعد اس بات کی پابندی کر کہ تو اس پر قائم رہے۔ اور اس پر استقامت اختیار کر۔ استقامت کا معنی ہے انسان کا راہ راست پر قائم رہنا اور سیدھا کھڑا ہونا۔ یہاں اس سے تمام اوامر و نواہی کو کسی قسم کی کجی اور سستی کے بغیر دوام و ثبات اور اعتدال سے بجالانا مراد ہے۔ قاموس میں کہا استقام الامر اعتدل کام پر مستقیم رہا یعنی اعتدال کا راستہ اختیار کیا۔ اور شرح حکم میں فرمایا کہ بلا افراط و تفریط درستی اور بچنگی کے ساتھ حق کی اتباع میں جھے رہنے کا نام استقامت ہے۔ اور قواعد الطریق میں فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو کتاب و سنت کے آداب و اخلاق کا عادی بنائے اور فضائل و خوبیوں کے طعنت و اسخف کی تحصیل کر کے اسے ریاضت اور عمدہ اوصاف کا عادی بنائے۔ (رواہ مسلم) اے مسلم نے روایت کیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ اہل نجد میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے سر کے بال پرانگندہ تھے ہم اس کی گھنگناہٹ سنتے تھے مگر یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا۔ اور حاضر ہوتے ہی اس نے اسلام کے بارے میں حضور سے پوچھنا شروع کر دیا۔ اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا دن رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔ اس نے کہا ان کے علاوہ بھی کوئی نماز محمد پر فرض ہے آپ نے فرمایا

۱۴۔ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَأْتِرُ الثَّأْنِ نَسَمٌ دَرَوْنِي مَوْتَهُ وَلَا نَفَقَةَ مَا يَقُولُ حَقٌّ دَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ صَلَّوْا بَيْنِي الْيَوْمَ وَاللَّيْلَةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ

فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهِ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَمْ تَرَ الرَّجُلَ إِنْ صَدَقَ - دمتفق علیہ

نہیں الایہ کہ تو نفل نماز ادا کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماہ رمضان کے روزے (بھی فرض ہیں) اس شخص نے کہا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی روزہ فرض ہیں فرمایا نہیں الایہ کہ تو اپنی خوشی سے نفل روزہ رکھے۔ اور اس شخص کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو اس نے کہا اس کے علاوہ بھی مجھ پر کچھ فرض ہے۔ فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل صدقہ و خیرات کرے۔ راوی کہتا ہے پھر وہ آدمی پشت پھیر کر چلا گیا۔ اور اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے اللہ کی قسم میں اس سے نہ کچھ زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص کامیاب ہو گیا اگر اپنے قول و اقرا میں سچا ہے۔

شرح :- تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برادر زادہ ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل کتاب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوں گے۔

(۱) عن طلحة بن عبد الله رضي الله عنه قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم حضرت طلحة بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل نجد میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نجد بفتح نون و سکون حیم بلاد عرب کے اس علاقہ کا نام ہے جو تھامہ سے سرزمین عراق تک پھیلا ہوا ہے۔ نجد غور کے مقابل استعمال ہوتا ہے۔ نجد دراصل بلند زمین کو کہتے ہیں۔ جس طرح غنیم بفتح غین پست اور نشیبی زمین کو کہا جاتا ہے۔ (ثالثا) اس کے سر کے بال پراگندہ تھے۔ (نسب) دوی صوتہ) ہم اس کی گھنگناہٹ کی آواز سنتے تھے۔ دوی بفتح و ضمہ دال و او مکسور اور یا تے مشدد کے ساتھ پست آواز کو کہتے ہیں۔ جو مجھ میں نہ آئے جیسے شہد کی مکھی وغیرہ کی آواز ہوتی ہے۔ (ولا نفقه ما يقول) اور جو کچھ وہ مرد کہہ رہا تھا ہم اُسے نہیں سمجھ رہے تھے۔ نسمع و نفقه بفتح نون دو نون فعل مضارع کے صیغے ہیں۔ اور یسمع و یفقه بیاتے تختانی بصیغہ مجہول بھی ایک روایت میں ہے۔ صیغہ معلوم کی صورت میں دوی منصوب ہوگا۔ اور دوسری روایت کے مطابق مرفوع رحتی دنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں تک کہ وہ مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آگیا۔ (فاذا هو يسأل عن الاسلام) اور آتے ہی اس نے اسلام کے احکام و فرائض کے بارے

ہیں پوچھنا شروع کر دیا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس نے حقیقت اسلام کے متعلق سوال کیا ہو۔ اور تو حید و رسالت کی شہاد
 دگو اہی کا ذکر اس جگہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ یہ مشہور چیز ہے۔ اور اس کا علم ہوتا ہی ہے۔ (فقہ رسول اللہ) تو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خمس صلواتی الیوم واللیلۃ) دن رات میں پانچ غازیں ہیں۔ (فقہ) پس اس مرد نے
 کہا (مد علی غیرہن) کیا مجھ پر دن رات میں پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی پڑھنا لازم ہے۔ (فقہ) لا ان
 قطعہ) آپ نے فرمایا ان پانچ نمازوں کے سوا تجھ پر کوئی اور نماز نہیں مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے کوئی نماز پڑھے جو فرض نہیں
 ہے۔ (فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وصیام رمضان) احکام اسلام میں سے دوسرا حکم
 رمضان شریف کے روزے ہیں۔ (فقہ مد علی غیرہ) اس شخص نے کہا کیا مجھ پر رمضان کے روزوں کے علاوہ اور
 بھی کوئی روزہ لازم ہیں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (لا ان تقوۃ) تجھ پر رمضان کے روزوں
 کے سوا کوئی لازم نہیں۔ مگر یہ کہ تو اپنی خوشی سے نفل روزے رکھے۔ (قال) حضرت طلحہ بن عبید اللہ جو حدیث کے راوی
 ہیں، فرماتے ہیں۔ (رو ذکر رسول اللہ) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے لیے (الزکوٰۃ) زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔
 (فقہ مد علی غیرہ) تو اس نے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی کچھ فرض ہے۔ (فقہ لا ان تقوۃ)
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تجھ پر زکوٰۃ کے سوا کچھ لازم نہیں الا یہ کہ تو اپنی چاہت سے صدقہ نفل ادا کرے۔
 (قال) حضرت طلحہ فرماتے ہیں (فادبر الرجل) پس وہ مرد پشت کر کے چل پڑا۔ (دھویقول) اور وہ یہ کہہ رہا تھا (واللہ
 لا اذید علی هذا فلا اقم) خدا کی قسم میں ان فرائض پر اور کوئی چیز زائد نہ کر دوں گا۔ اور نہ ان سے کوئی شے کم کروں گا۔
 اس کلام کی توجہ گزشتہ حدیث میں گزر چکی ہے۔ (فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا (افلم الرجل ان صدق) نجات اور فلاح پا گیا یہ مرد اگر سچ کہتا ہے اور اس پل پیرا ہوتا ہے۔ یا اس کے کلام
 میں ہمدردی و اہتمام محسوس ہوتا ہے اگر اس میں یہ آدمی راست گو ہے۔ اس معنی کے مطابق فوز و فلاح اس کی صدقیت پر
 مبنی ہے۔ اور ان صدق بفتح ہمزہ بھی مروی ہے۔ (متفق علیہ) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ جب کہ اس شخص کا سوال فرائض
 اسلام سے متعلق تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی اس کے مطابق دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض
 نہ ہوا ہو۔ یا وہ شخص حج کا اہل نہیں تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وتر نماز بھی فرض نہ ہوئی تھی وتر نماز کے ذکر نہ
 کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وتر فرض قطعی نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ فرض نماز روزہ و زکوٰۃ پر مزید فرض نماز روزہ اور زکوٰۃ کی
 آپ نے نفی فرمائی۔ یہاں آپ کے نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور کوئی چیز اسلام میں فرض نہیں۔ پس شافعیہ کا اس
 حدیث سے ذبح وغیرہ میں بسم اللہ کے فرض نہ ہونے پر دلیل بنانا جیسا کہ علامہ طیبی نے ذکر کیا ہے کچھ معنی نہیں رکھتا۔

۱۵۔ وَكَرَّ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ
وَقَدْ عَبَّالْقَيْسَ لَمَّا أَتَوَا النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ أَوْ مِنْ
الْوَفْدِ قَالَ رِبْعَةُ قَالَ مَرَجَبًا بِالْقَوْمِ
أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرِ خَزَايَا وَلَا نَدَا مِ
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ
أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ
وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْكُفَّارِ
مُضَرِّقُنَا بِأَمْرِ فَصَّلِ نَخْبِرُ بِهِ مَنْ
رَأَوْنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَسَأَلُوهُ
عَنِ الْأَشْرَبَةِ فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ
وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَمَرَهُمْ
بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ وَحْدَهُ قَالَ
أَتَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللَّهِ وَحْدَهُ
قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ
شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ
الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَ
صِيَامُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُعْطُوا مِنَ
الْفَتَمِ الْخُمْسِ وَنَهَاهُمْ عَنْ
أَرْبَعٍ عَنِ الْحَنَتِ وَالِدُبَاءِ وَ
النَّقِيرِ وَالْمَرْقَةِ وَقَالَ حَفْظُوهِنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں
بیشک عبدالقیس کا وفد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں آیا تو آپ نے پوچھا کون قوم یا کونسا وفد ہو۔ یہ بادی کا
شک ہے، انہوں نے کہا ہم قبیلہ ربیعہ کے لوگ ہیں۔ آپ نے
اس قوم یا وفد کو مرحبا کہا۔ اور فرمایا آپ لوگوں کا بیان انا
آپ کے لیے کسی قسم کی ذلت و اہانت اور شرم و ندامت کا
سبب نہ بنے گا۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم لوگ مرنے شرم حرام میں ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں۔
اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ آباد ہے۔ تو
آپ ہمیں جامع اور دو ٹوک بات کا حکم دیجیے جس کی خبر ہم اپنے
بیچھے رہنے والوں کو جا کر دیں۔ اور اس کے ذریعے ہم جنت میں
داخل ہوں۔ اور انہوں نے آپ سے پینے کی چیزوں کے بارے
میں پوچھا۔ تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار چیزوں
سے منع کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کا حکم دیا۔
آپ نے فرمایا جتنے ہو اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لانے کا کہا مطلب ہے
انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا
ایمان یہ ہے کہ اس امر کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق
نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور
زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ اور یہ کہ تم لوگ غنیمت
میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ اور چار چیزوں سے آپ نے انہیں
منع فرمایا۔ سبز رنگ کے کوزے۔ کدو کی بنی ہوئی مراچی درخت
کی جڑ کے بنے ہوئے پیالے اور لنگ کے استعمال سے منع
فرمایا۔ اور فرمایا ان کو یاد رکھو اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو بھی

وَأَخْبِرُوا بِهِتَّ مِنْ ذَمِّ آدَمَ كُمْ
متفق علیہ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ - جاکر بتاؤ۔ اور یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

شرح:- تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں ان کے بیان کی حاجت و ضرورت نہیں آپ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ یا پندرہ سال تھی۔ جیسا کہ اس میں اختلاف ہے۔ آپ نے جبریل علیہ السلام کو دو بار دیکھا۔ آپ شکل و شباهت میں اجمل الناس، گفتگو میں انصح الناس اور علم حدیث میں اعلم الناس تھے۔ آپ کا لقب ترجمان القرآن اور سلطان المفسرین ہے۔ اور آپ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شاگرد و رشید ہیں۔ آپ نہایت دانا حلیم الطبع متحل اور صابر مزاج تھے۔ آپ کا قد دراز تھا اور لوگوں میں اس طرح دکھائی دیتے تھے جیسے گھوڑے پر سوار ہیں۔ اور آپ کے والد ماجد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے بھی دراز قد تھے۔ اور عبد المطلب حضرت عباس سے بھی زیادہ دراز قد تھے۔ آپ کا رنگ گورا تھا۔ متناسب الاعضاء نہایت خوبصورت اور صبح النہجہ اور بہت بڑے عالم تھے۔ ۶۸ حج میں طائف میں انتقال فرمایا۔ اکہتر سال عمر پائی۔ رضی اللہ عنہ۔

(دع عن ابن عباس رضی اللہ عنہما) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) آپ نے کہا (ان وفد عبد القیس) کہ بیشک عبد القیس کا وفد جو بنی ربیعہ کے ایک قبیلے کا نام ہے۔ ربیعہ دراصل ان کے جد اعلیٰ کا نام ہوا ہے۔ اس کے نام پر سارے قبیلے کو ربیعہ کہتے ہیں قبائل عرب کے اکثر نام ایسے ہی ہیں کہ ان کے بالوں کے نام پر ہوتے ہیں۔ (لما اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا (من القوم) یہ کونسی قوم کے لوگ ہیں یا (اد من الوفد) یا یہ لوگ کس جماعت کی طرف سے قاصدین کر آئے ہیں۔ یہ راوی کا شک ہے کہ حضور نے قوم کا لفظ استعمال فرمایا یا وفد کا (قالوا بیعة) انہوں نے کہا ہم قوم ربیعہ کے لوگ ہیں (قال) اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مرجبا بالقوم او بالوفد) اس قوم یا اس وفد کو مرجبا مرعبا فراخ جگہ کو کہتے ہیں۔ یہ کلمہ آنسو اے شخص کے اکرام و اعزاز اور اس سے اظہار انیسیت کے لیے کہا جاتا ہے۔ یعنی تو فراخ و کشادہ جگہ میں آیا ہے۔ اور کبھی مرجبا کے ساتھ اہلا و سہلا کا کلمہ بھی ملا دیتے ہیں۔ یعنی تو اپنے اہل و عیال اور نرم و ملائم جگہ میں وارد ہوا ہے۔ (غیر نذا یا ولا ندای) تم لوگ ایسے حال میں تشریف لائے ہو کہ تمہیں کسی قسم کی رسوائی اور ندامت لاحق نہ ہوگی اور کسی قسم کی مصیبت و شدت اور شیمانی نہ دیکھو گے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس قوم کو بشارت اور دعائے خیر ہے۔ (قالوا) وفد کے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ انا لا نستطیع

ان نائیک) یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم لوگ اس بات کی استطاعت و طاقت نہیں رکھتے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ (الافی الشہا الحرام) مگر عزت و حرمت کے مہینوں میں۔ اور وہ ذوالقعدہ، ذی الحجۃ، محرم اور رجب ہے۔ کہ عرب لوگ ان مہینوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کرتے تھے۔ اور ان مہینوں کی قظیم اور بیت اللہ شریف کی زیارت کو آنے والوں کو امن عطا کرنے کے لیے ان مہینوں میں جنگ کرنا حرام جانتے تھے۔ لہذا ان اوقات میں وہ لوگ راستوں میں دشمنوں سے امن میں ہوتے تھے۔ (و بیننا و بینک هذا الحی من کفار مضر) اور ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا یہ قبیلہ حائل ہے۔ مضر بضم میم و فتح ضاد مجمر قبیلہ ربیعہ کے مقابل ایک قبیلہ کا نام ہے۔ یہ لوگ مضر بن نزاہ کی اولاد ہیں۔ اور ربیعہ اور مضر کے درمیان ہمیشہ دشمنی اور جنگ رہتی تھی۔ (فمننا بامر فہم) جب کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بار بار نہیں آ سکتے اور شریعت کے احکام و مسائل دریافت نہیں کر سکتے آپ ہمیں واضح اور محکم بات ارشاد فرمادیں جس میں کوئی اجمال و اشکال نہ ہو اور حق و باطل میں بالکل صاف صاف امتیاز کر دے۔ (من دراونانہ) تاکہ ہم لوگ پیچھے اپنی قوم کے لوگوں کو بتا سکیں۔ یعنی اپنی قوم کے ان لوگوں کو جنہیں ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ (و ندخل بہ الجنة) اور جس پر عمل کر کے ہم اور ہماری قوم کے لوگ جنت میں جائیں۔ بخبروند غل جزم اور رفع دونوں کے ساتھ مروی ہیں۔ (مسئلۃ عن الاشہبۃ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عبدالقیس کے وفد نے چند مخصوص قسم کے پینے کے برتنوں کے استعمال کے متعلق بھی پوچھا۔ جیسا کہ عنقریب ان برتنوں کا ذکر آ رہا ہے۔ (فاما مہر بارہم و نہام عن ادیم) تو آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا۔ اور چار باتوں سے منع کیا (اموم بالایمان باللہ وحدہ) انہیں اکیلے خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ (قال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اتدعون ما الا یمان باللہ وحدہ) جانتے ہو اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے۔ (قالوا اللہ و رسولہ اعلیٰ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ صحابہ کرام کا انداز ادب تھا کہ جب آپ ان سے کوئی بات پوچھتے تو وہ اس کے جواب میں یہ کلمہ عرض کرتے۔ اگرچہ وہ بات ان کے علم میں ہوتی تھی۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خدا نے وحدہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے (شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا۔ (واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و صیام رمضان) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔ جن چار باتوں کا آپ نے حکم دیا وہ یہی ہیں اور سچ کا ذکر نہ کرنے کی وجہ اس سے قبل مکرر بیان ہو چکی ہے۔ اور خدا تعالیٰ پر ایمان کی تفسیر ان چار چیزوں سے اس لیے کی کہ یہاں ایمان سے اسلام اور اس کا اقرار مراد ہے۔ (وان تعطوا الخس من المغنم) اور یہ کہ تم لوگ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرو۔ آپ نے یہاں جہاد کا ذکر جہاد کی اہمیت ظاہر کرنے کی غرض سے کیا کہ یہ لوگ مجاہد تھے اور کفار مضر کے ساتھ

جنگ و جہاد میں معروف رہتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے بن چار باتوں کا آپ نے حکم دیا ان میں سے پہلی نماز اور آخری خمس ادا کرنا ہے۔ اور کلمہ شہادت کا ذکر تبرک کے طور پر کر دیا۔ کیونکہ وہ لوگ مومن تھے اور اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ اس تو ہمیشہ کے مطابق خمس کا ادا کرنا بھی الشرح حدیث پر ایمان لانے میں داخل ہے۔ (ونہا م عن ادب) یہ ان کے پینے کے برتنوں کے سوال کا جواب ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان کا سوال مخصوص برتنوں میں پینے کے متعلق تھا۔ تو آپ نے انہیں چار قسم کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا: عن العنتی بفتح حائے مہملہ و سکون نون و فتح تاسین کو زہ کو کہتے ہیں۔ (والدہاء) اور دباؤ کے استعمال سے منع فرمایا: دباؤ بضم دال و تشدید باء مودہ مودہ کدو کو کہتے ہیں۔ یا تو خود کدو مراد ہے جسے وہ لوگ برتن کے طور پر استعمال کرتے تھے یا کدو کی شکل کی صراحی مراد ہے۔ جو وہ بنایا کرتے تھے۔ (والمنقیر) اور نقیر کے استعمال سے منع فرمایا نقیر نقیر سے بنا ہے۔ نقیر کا معنی اگر نا ہے۔ بیاں درخت کی جڑ مراد ہے جسے اکر کر پینے کا برتن بناتے تھے۔ اور پھر اس میں شراب پیتے تھے۔ (والمزفت) اور مزفت کے استعمال سے منع فرمایا۔ مزفت بضم میم و فتح زام شدہ وہ چیز جو زفت سے طلا کی گئی ہو زفت بکسر زائے معجم و سکون فالیک سیال چیز ہے جسے کشتی وغیرہ چیزوں کی درزوں پر ملتے ہیں تاکہ پانی اندر نہ آئے زفت کو قار و قیر (گٹ) بھی کہتے ہیں۔ (و قال احفظوہن و اخبوا بہن من دراء کما) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا یہ کلمات یا ان اشیاء کو یاد رکھو۔ اور اپنے پیچھے رہنے والے لوگوں کو بھی جا کر آگاہ کرو۔

(متفق علیہ لفظ اللہ) معلوم ہونا چاہیے کہ یہی سے یا تو شراب نوشوں اور ان کے برتنوں کے ساتھ مشابہت سے بطور تاکید و مبالغہ روکنا مراد ہے یا ان برتنوں میں شیرہ انگور اور شیرہ کھجور ڈالنے سے روکنا مراد ہے۔ کہ ان برتنوں میں جوش اور مستی کی قوت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے احادیث میں آیا ہے کہ کھجور کا شیرہ مشکوں میں ڈالنا چاہیے کہ ان میں جوش اور نشہ کرنے کا اثر دیر سے آتا ہے۔ اور کم مقدار میں آتا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود جمہور علماء اس بات پر ہیں کہ یہ حرمت و نہی ابتدائے اسلام میں تھی تاکہ تاکید و مبالغہ سے شراب کی حرمت ذہن نشین کرادی جائے اور سکرو مستی لانے والی چیز کے آثار و مواد کا پوری طرح قلع قمع کر دیا جائے۔ اسلام کے ابتدائی دور کے بعد ان برتنوں کے استعمال کی یہ حرمت منسوخ ہو گئی۔

۱۴۔ وَعَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

حَوْلَهُ عَصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ بَايَعُونِي

عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی تو آپ نے فرمایا اے لوگو! مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ تم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ

وَلَا تَرْفُؤُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا
تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ
أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا
فِي مَعْرُوفٍ قَنَ وَفِي مَنكَرٍ فَاجِرًا
عَلَى اللَّهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا
فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ
وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا ثُمَّ
سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ إِنْ
شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبِأَيِّ حَا
عَلَى ذَلِكَ (متفق عليه)

کر دے اور نہ چوری کر دے نہ زنا کر دے اور نہ اپنی اولاد کو قتل
کر دے۔ اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان بہتان
گھڑ دے اور کسی تیک کام میں نافرمانی نہ کرنا تو جو شخص پورا اترے
گناہ اس کا اجر و ثواب اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اور جو ان میں سے
کسی چیز کا مرتکب ہو گا۔ پھر دنیا میں ہی اسے اس کی سزا مل گئی تو وہ
اس کے لیے کفارہ و ذریعہ معافی بن جائے گا۔ اور جو شخص ان
میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا پھر اللہ نے اس کی پندہ پوشی کی تو
اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے چاہے تو اسے معاف کرے اور
چاہے اسے سزا دے۔ تو ہم سب نے اس پر آپ کی بیعت
کی۔

شرح :- تذکرہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ۔ عبادہ بعضہ عین و تحقیق باء موجودہ نقیضے انصار میں سے ہیں۔
آپ بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ اور غزوہ بدر میں موجود تھے۔ دراز قد جمیم اور صاحب جمال شخصیت تھے۔ اور جامعین قرآن
میں سے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کا قاضی اور معلم بنا کر بھیجا۔ آپ کا مفصل ذکر کتاب کے آخر میں
اسمائے اہل بدر میں آئے گا۔

رِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (و حوله) اصحابہ من صلح جب کہ آپ کے ارد گرد صحابہ کرام اور آپ کے دوستوں کی
ایک جماعت موجود تھی۔ (اصحابہ) بکسر عین دس سے چالیس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔ (بایعونی علی ان لا تشربوا الخمر)
میری بیعت کرو، مجھ سے عہد کرو اور عقد باندھو۔ مباہیت بیع سے مشتق ہے۔ جو شخص کسی سے عہد کرتا ہے وہ گویا
اپنے آپ کو اس کے ہاتھ میں فروخت کرتا ہے۔ جس طرح بیع میں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں۔ اور خرید و فروخت کا معاہدہ
کرتے ہیں۔ بیعت میں بھی گویا یہی چیز ملحوظ ہوتی ہے۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا میری بیعت
کر دو۔ کہ کسی چیز کو خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کر دے۔ (ولا تشربوا الخمر) اور زنا و بدمکاری کا ارتکاب نہیں کر دے۔ (ولا تقتلوا اولادکم) اور اپنی اولاد کو قتل نہ کر دے
جیسا کہ دور جاہلیت کے لوگوں کی عادت تھی کہ تنگدستی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ (ولا تأتوا بہتاناً بفتونہ)

اور نہیں لاؤ گئے اور نہ لوگوں کے جھوٹ جسے تم گھڑ لو۔ (بین ایدی کو وار حکم) اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے۔ یعنی اپنی
ذوات کو جھوٹ سے ملوث نہ کرو گئے۔ کہ دست و پا سے ذات مراد ہے۔ کیونکہ بہتان و افتراء وہ ہے جسے انسان اپنے پاس سے گھڑتا
ہے حالانکہ انسان اپنی ذات سے گھڑتا ہے۔ لوگ اس سے پاک و مبرا ہوتے ہیں۔ یا فاسد گمانوں کے تحت لوگ جو اپنے دل و ضمیر
سے جھوٹ بہتان و افتراء تہمتا شتے ہیں تم ایسا کرنے سے باز رہنا۔ چونکہ دل انسان کے سینے میں ہوتا ہے۔ لہذا وہ بندے
کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہی ہوتا ہے۔ یا افتراء کی نسبت ہاتھ پاؤں کی طرف اس لیے کی کہ اکثر کام ہاتھ
پاؤں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ فی الواقع تمام اعضاء کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور ان تین توجیہوں کا مقصد راصل ایک
ہی ہے۔ یعنی اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان کسی چیز کو گھڑنے کا مطلب ہے اعلانیہ اور کھلم کھلا لوگوں پر افتراء بازی
اور بہتان تراشی کرنا اور بے حیائی و بے مروتی کی داد دینا۔ (ولا تعصونی فی معروف) اور جس کام کا وہ خود شرع سے معلوم
ہو چکا ہے اس میں میری نافرمانی نہ کرنا۔ یعنی مشروع و جائز امر میں میری نافرمانی کا مرتکب نہ ہونا۔ معروف کے مقابل منکر
ہے۔ منکر ایسا فعل ہے جس کا وہ خود شرع میں نہ ہو۔ یعنی غیر شرعی اور ناجائز کام۔ (رفعن ذمکم فاجروا علی اللہ) تو جو
شخص اس بیعت کے تقاضوں کو پورا کرے گا تو اس کی مزدوری اور اس کا اجر اللہ پر لازم ہے کہ اپنے فضل و کرم سے اس
پر ثواب عطا کرتا ہے۔ (من اصاب من ذلك شیئاً) اور جو شخص شرک کے علاوہ دوسری مذکورہ برائیوں کا مرتکب ہوا۔
(رفعوبہ فی الدنیا) پھر اسے دنیا میں ہی اس کی سزا بھی مل گئی۔ کہ اس جرم و گناہ پر حد شرعی اس پر لگادی جائے۔ یا اسے سزا
دے دی گئی۔ (فہو کفارة لہ) تو وہ حد یا سزا اس گناہ کا کفارہ بن جائے گی اور آخرت میں اس پر سزا نہ ہوگی (ومن اصاب من
ذلك شیئاً) اور جس نے ان مذکورہ گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کیا۔ (ثم استرہ اللہ علیہ) پھر اللہ نے اس کے گناہ کو پوشیدہ
رکھا یعنی اس کا گناہ ظاہر نہ ہوا۔ اور اس پر حد شرعی نافذ نہ ہوئی (فہو الی اللہ) تو وہ یعنی اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔
(ان شاء عفا عنہ) اگر خدا تعالیٰ چاہے گا تو وہ گزر کر دے گا۔ اور سزا نہ دے گا (ان شاء عاقبہ) اور اگر اس کی مشیت ہوگی
تو اسے سزا دے گا۔

اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ اور معتزلہ کے نزدیک نافرمان کو سزا دینا اللہ کے ذمے لازم و ضروری ہے۔
اسے معافی نہیں مل سکتی اور نہ اس کی بخشش ہو سکتی ہے۔ یہ حدیث معتزلہ کے خلاف اہل سنت و جماعت کی دلیل و حجت
ہے (فبايعنا علی ذالک) تو ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور آپ سے عہد کیا کہ ہم ان باتوں کے پابند
نہیں گئے۔ متفق علیہ۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
أَصْحِي أَوْ خَطِيرٍ إِلَى الْمُصَلِّي فَمَرَّ عَلَى النِّسَاءِ
فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَإِنَّ
أُرْتِيكُمْ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقُلْنَ
وَبِحَرِّكَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ تُكْثِرُونَ اللَّعْنَ
وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتٍ
عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِبِ الرِّجُلِ
الْحَاظِمِ مِنْ أَحَدًا كُنَّ قُلْنَ وَمَا
نُقْصَانُ دِينِنَا وَعَقْلِنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ
نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى - قَالَ
فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا قَالَ أَلَيْسَ
إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلَى
قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِينِهَا -

(متفق علیہ)

شرح: ستذکرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ شجرہ بیعت رضوان میں سے ہیں۔
انصار میں سے ایک چھوٹے قبیلہ بنی خدرہ سے تعلق رکھتے ہیں (خدرہ بضم خاء مجہول) سب سے پہلا غزوہ جین میں آپ
شریک ہوئے غزوہ خندق ہے۔ بارہ غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت و رفاقت نصیب ہوئی۔
آپ کا نام مبارک سعید بن مالک بن سنان ہے۔ آپ کے والد ماجد بھی صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

(وعن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (وقال خدری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (فی منیٰ عید بقر کے روز) اصْحٰی بفتح ہمزہ و سکون

ضاد جمع اضواء دراصل اس دینے یا بکرے کو کہتے ہیں جس کی قربانی کی جاتی ہے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق عید بقر

کے دنوں پر بھی کر دیتے ہیں (او فطر) یہ راوی کا شک ہے۔ کہ یہ عید بقر کا دن تھا یا عید فطر کا۔ (الی المصلیٰ) باہر عید گاہ

کی طرف تشریف لے گئے۔ (فرد علی النساء) تو آپ کا گزر عورتوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ اور عہد رسالت
 مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عورتیں بھی حضور کی اجازت اور امر کے مطابق عید گاہ میں آتی تھیں۔ اور اگر ایک کو نے
 میں بیٹھ جاتی تھیں۔ تاکہ مسلمانوں کی دعا سے محروم نہ رہیں۔ (فقال) تو آپ نے ان سے فرمایا۔ (یا معشر النساء)
 اسے عورتوں کے گروہ (قصد قن) راہ خدا میں صدقہ و خیرات دیا کرو (فافی امریتکن اکثر اهل النار) کیونکہ مجھے
 دکھایا گیا ہے۔ یعنی مجھے بتلایا گیا ہے وحی یا کشف یا مشاہدہ کے ذریعے کہ مردوں کی نسبت دوزخ میں زیادہ تعداد میں
 تم جاؤ گی۔ یعنی دوزخ میں عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد کم۔ (فقلن وبعیارسول اللہ) عورتوں نے عرض کیا یا
 رسول اللہ ایسا کیوں ہو گا کہ عورتیں زیادہ تعداد میں دوزخ کے اندر جائیں گی (قالت کثرن اللعن) آپ نے فرمایا
 اس لیے کہ تم لعنت کا استعمال زیادہ کرتی ہو۔ عورتوں کی عادت ہے کہ ہر حرف حکایت اور ذرا ذرا سی بات پر لعنت و نفرت
 پھینکا رکے الفاظ زبان پر لاتی ہیں۔ اور لعنت کا معنی ہے خدا تعالیٰ کا اپنی مدد گاہ رحمت سے راندنا اور دُور ڈال دینا۔
 لعنت کا یہ مفہوم کفار کے ساتھ خاص ہے کسی شخص اور معین آدمی پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔
 کیونکہ ممکن ہے آخر وقت میں مسلمان ہو کر مرے۔ الایہ کہ یقین سے اس کا کفر پر مرنے کا معلوم ہو چکا ہو۔ اور یہ علم یقینی شارع
 علیہ السلام کے سوا کو نہیں ہو سکتا جس طرح ایمان پر مرنے سوائے شارع کے کسی کو معلوم نہیں، ہاں کسی وصفت و عنوان کے
 ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے لعنت اللہ علی الکافرین۔ اور لعن اللہ الیہود و النصارى اور خاص رحمت اور مقام قرب
 سے کسی کو دور کر دینے کے معنی میں بھی لعنت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ لعنت کا یہ معنی کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ
 تغلیظ و تشدید کے ارادے سے غیر کافر پر بھی اس کا اطلاق درست ہے۔ مختصر یہ کہ لعنت کرنا ایک بُری عادت ہے۔ اور
 اگر وہ شخص لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت لعنت کرنے والے پر لوٹ کر پڑتی ہے۔ (وَتَكْفُرُ الْعَشِيد) اور اپنے شوہروں
 کی ناشکری کرتی ہو۔ عورت کا یہ مزاج ہے کہ شوہر سے اگر سونا زونعت بھی دیکھ چکی ہو اور صرف ایک بار اس کے حق
 میں کمی واقع ہو جائے تو کہہ دیتی ہے کہ تیرے پاس اگر میں نے سکھ اور چین کا منہ بھی نہیں دیکھا۔ جیسا کہ ایک دوسری
 حدیث میں آچکا ہے۔ عشیر۔ بفتح عین و کسر شین معجم یعنی قریب، صدیق۔ اور خاندنہ آتا ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں
 یہ لفظ شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ (ما دایت من ناقصات عقل و دین) میں
 نے نہیں دیکھا ناقص عقل و دین میں سے کسی کو۔ (اذہب للبل الرجل العاظم) حازم بجائے مملہ ذرا سے معجم (من حدیث)
 تم سے بڑھ کر لے جانے اور لوٹ لینے والی دانا اور سنجیدہ آدمی کی عقل کو جو اپنے کاروبار میں ہشیار و چالاک
 ہوتا ہے۔ (قلن و ما نقصان عقلنا و دیننا) عورتوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے عقلوں اور ہمارے دین کا نقصان

کیا ہے۔ اور یہ نقصان و کمی کس طرح معلوم کی جاسکتی ہے۔ (قال الیس شہادۃ المرأة مثل نصف شہادۃ الرجل) فرمایا کیا شرع شریف میں ایسا نہیں ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر ہے۔ کیونکہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ (قلن بلی) انہوں نے عرض کی ہاں یہ تو ہے کہ عورت کی گواہی مرد کی نصف گواہی کی مثل ہے۔ (قال فذلک من نقصان عقلها) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی گواہی کا مرد کی نصف گواہی کے برابر ہونا عورت کے نقص عقل کی بنا پر ہے۔ کہ عورت ثقل ہونے میں نیز حفظ و تحمل اور ادائے شہادت میں وہ درجہ اور مقام نہیں رکھتی جو مرد رکھتا ہے۔ (قال الیس اذا حاضت لم تصل ولم تعم) فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ حیض کے ایام میں عورت نہ نماز ادا کر سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے۔ (قلن بلی قال فذلک من نقصان دینہا) فرمایا یہ بات عورت کے نقصان دین کے باعث ہے۔ اگرچہ یہ امر خدا تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے۔ عورت کا اس میں کوئی اختیار نہیں۔ لیکن عورتوں کو اس حالت پر پیدا کرنا اور انہیں عبادات سے منع کرنا مردوں کو منع نہ کرنا ہی عورتوں کے درجے کو مردوں کے درجے سے کم کرنا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عبادت کا زیادہ ہونا دین کے زیادہ ہونے کا سبب ہے۔ اور عبادت میں کمی دین میں کمی اور نقصان کا سبب ہے۔ اگرچہ وہ نقصان کسی عذر کے باعث ہی کیوں نہ ہو۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ حائضہ کو حیض کے عذر کے باعث اس کی فوت شدہ نمازوں کا ثواب ملے گا۔ جس طرح مریض و مسافر کو عذر مرض و سفر کی وجہ سے نوافل عبادات ادا نہ کرنے کی صورت میں بھی ان کا ثواب ملتا ہے۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ یعنی حائضہ کو فوت شدہ نمازوں کا ثواب نہیں ملتا۔ کیونکہ مریض و مسافر تو ہر وقت انی عبادات کی ادائیگی کی نیت رکھتے ہیں۔ اور اس نیت کے اہل بھی ہیں بخلاف حائضہ عورت کے کہ وہ نیت کی اہلیت ہی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ متفق علیہ۔

۱۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَّبَنِي

ابْنُ آدَمَ وَلَوْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي

وَكَلَمَنِي لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبِي

إِيَّامِي فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا مَدَّعَنِي

وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدم کے بیٹے نے

مجھے جھٹلایا ہے حالانکہ اسے یہ حق نہ پہنچتا تھا۔ اور آدم کے

بیٹے نے مجھے گالی دی ہے۔ حالانکہ اسے یہ لائق نہ تھا۔ اس کا

مجھے جھٹلانا تو اس کا یہ قول ہے۔ کہ اللہ مجھے دوبارہ زندگی

نہ دے سکے گا جس طرح اس نے مجھے پہلے زندگی عطا کی۔ حالانکہ

إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ أَيَايَ فَقَوْلُهُ لِي
وَلَدٌ وَسُبْحَانِي أَنْتَ اتَّخَذَ صَاحِبَةً
أَوْ وَلَدًا وَأَنَا لَا أَحَدَ الصَّمَدُ الَّذِي
لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُوًا
أَحَدٌ فَقِي سَوَايَةَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَمَّا شَتْمُهُ
أَيَايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ وَسُبْحَانِي أَنْ اتَّخَذَ
صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا (رواه البخاری)

پہلی بار پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے آسان نہیں ہے۔ (یعنی
پہلے پیدا کرنا اور موت کے بعد دوبارہ زندگی عطا کرنا دونوں
میرے لیے یکساں آسان ہے)۔ اور مجھے اس کا گالی دینا اس کا
یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے۔ حالانکہ میں بیہوی اور اولاد سے
پاک و منزہ ہوں۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ کذبنا ابن آدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن
آدم نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی ہے۔ (ولم یکن له ذلک) حالانکہ اس کے لیے روا نہیں اور نہ اُسے یہ حق
پہنچتا ہے کہ میرے پروردگار عالم ہوتے ہوئے میری طرف جھوٹی اور خلاف حقیقت بات کی نسبت کرے۔ کہ اس کی یہ
بات دلیل و برہان کے خلاف اور مرتبہ عبودیت کے منافی ہے۔ (وشتنی ولم یکن له ذلک) اور اس نے مجھے گالی
دی حالانکہ اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ مجھے گالی دے۔ (فاما تکذیبہ ایای) لیکن ابن آدم کا میری طرف جھوٹ منسوب
کرنا (فقوله لن یحید فی کما بدانی) تو اس کا یہ قول ہے کہ اس نے جس طرح مجھے پہلے پیدا کیا دوبارہ مجھے ہرگز نہ اٹھا
گا اور نہ موت کے بعد مجھے زندہ کرے گا۔ اس قول میں تکذیب سے مراد ان اخبار الہیہ کی تکذیب ہے جو بعث
بعد الموت سے متعلق ہیں۔ یا بندے کو خاک سے پیدا کر کے اس جہاں میں لانا اس حقیقت کو متضمن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
دوبارہ بھی انسان کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اور انسان کا اس پر اعتقاد نہ رکھنا اس کی تکذیب ہے۔ جیسا کہ
فرمایا (ولیس اقول الخلق باھن علی من اعادته) حالانکہ یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے پہلی بار پیدا کرنا تو آسان
ہو مگر دوبارہ پیدا کرنا مشکل اور دشوار ہو جائے۔ بلکہ دستور کے مطابق دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کہ سب
لوگ جانتے ہیں کہ ٹوٹی ہوئی چیز کے اجزاء کو جوڑ دینا نئے سرے سے پیدا کرنے اور عدم محض سے وجود میں لانے سے
آسان تر ہوتا ہے۔ یہ بیان لوگوں کے اذہان اور دستور کے مطابق ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے لیے جو قادر مطلق ہے،
سب یکساں ہے وہاں آسان یا مشکل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور یہ انسان کا قول ہے جو پہلی پیدائش کا تو قائل ہے۔
اگر یہ انسان صحیح نظر و فکر سے کام لے تو ممکن ہے کہ بعث بعد الموت کا بھی قائل ہو جائے۔ (واما شتہ ایای فقوله اتخذ

اللہ ولدًا اور آدمی کا مجھے گالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہے۔ جس طرح نھاری حضرت عیسیٰ اور یہودی حضرت عزیر علیہم السلام کو اور مشرکین فرشتوں کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے ہیں۔ یہ قول اس بنا پر خدا کے حق میں گالی ہے۔ کہ اس میں ماہیت اور ربانیت بننے میں اولاد کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مماثلت لازم آتی ہے۔ جس طرح کہ عادت و دستور ہے بھرا اس قول سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کے خلاف اس کی ذات میں بے شمار عیوب و نقائص لازم آتے ہیں جیسا کہ فرمایا (وانا الاحد الصمد الذی لہ ائله و ذکر اولد) حالانکہ میں ذات و صفات میں بے مثل و بے مثال ہوں۔ کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ بلکہ سب میرے محتاج ہیں۔ میں اولاد جننے سے یا کسی کی اولاد ہونے سے پاک و منزہ ہوں۔ (ولہ یکن لی کفو احد) اور کوئی بھی میری مثل و مانند نہیں۔ اور یہ زوجہ کی نفی ہے جو زوج شوہر کی مانند و مثل بہوتی ہے۔ اور زوجین کی باہمی مماثلت کی بنا پر ان سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یا یہ قول بچے کی نفی کو بھی شامل ہے۔ کہ وہ بھی باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (وفی روایۃ ابن عباس و اما شتمہ ایای فقولہ فی ولد و سبحانی ان اتخذنا ظلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں یوں آیا ہے۔ لیکن ابن آدم کا مجھے گالی دینا تو اس کا یہ قول ہے کہ میری اولاد ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ میری بیوی یا اولاد ہو اور بعض روایات میں او کے بجائے کلمہ واؤ آیا ہے۔

۱۹۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یُؤْذِیْنِیْ اَبْنُ اَدَمَ یَسْبُ الدَّہْرَ وَاَنَا الدَّہْرُ یَبْدُوْنِی الْاَمْرَ اَقْلِبُ الْاَلْبَلَّ وَالنَّهَارَ دَمَغَمَ عَلَیْہِ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم کا بیٹا مجھے تکلیف دیتا ہے۔ زمانے کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں رات اور دن کا اڈل بدل میں ہی کرتا ہوں۔

شرح:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (یؤذینی ابن آدم) مجھے رنج و اذیت دیتا ہے۔ اور ایسا کام کرتا ہے جو مجھے ناپسند ہے۔ اور جس سے میں راضی نہیں ہوں اور وہ یہ ہے کہ (یسب الدھر) وہ زمانے کو گال دیتا ہے۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے۔ کہ رنج و محنت اور بلا و مصیبت کے وقت زمانے کی شکایت کرتے اور اسے بُرا کہتے ہیں (وانا الدھر) حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی اس کا قائل، مدبر اور متصرف میں ہی ہوں۔ جب کہ زمانہ کو گالی دینا زمانے کی فاعلیت اور اس کے تصرف کے اعتقاد کا مشعر ہے۔ تو گویا دھر فاعل متصرف کا نام ہوا۔ تو فرمایا میں ہی دھر ہوں۔ یعنی تم لوگ جو زمانے کو فاعل و متصرف اعتقاد کرتے ہو وہ فاعل و متصرف میری ذات ہے۔ یا مضاف

مخروف ہے یعنی انا مقلب الدھر زمانے کو اول بدل کر فاعل الایمان ہوں) علامہ کرمانی نے کہا انا الدھر سے مراد انا المدبر ہے۔ یعنی زمانہ میں تبدیلیاں میں لانے والا ہوں۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ شانہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ہے۔ لیکن علامہ خطابی نے اس کا انکار کیا۔ تاہم قاموس سے اس کی صحت مفہوم ہوتی ہے۔ اور قطع نظر اس سے کہ دھر اللہ تعالیٰ کا نام ہو اس میں معنوی بلاغت و جودت نہیں مگر اس صورت میں کہ دھر بمعنی فاعل و متصرف ہو۔ اور ایک روایت میں انا الدھر یہ نصب بھی آیا ہے اور زمانہ کو گالی میں ایذا اور رنج پہنچانے کا پہلو بایں طور ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا اس کی طرف نسبت تصرف کا اظہار کرتا ہے۔ یا اس بنا پر ہے کہ اس کی مذمت اور اسے گالی دینا دراصل جناب الہی کی طرف لوٹتا ہے۔ کہ جب فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے تو زمانے کو گالی دینا حقیقت میں خدا تعالیٰ کو گالی دینا ہوگا۔ جس طرح کہ علماء نے فرمایا ہے ربی الدھر زمانہ میں رونما ہونے والے ہر کام کی باگ ڈور دراصل میرے دست قدرت میں ہے۔ ایک روایت میں (ربیدی) شد کے ساتھ بھی وارد ہوا ہے۔ راقب اللیل والنہار میں ہی رات دن کو گھاتا اور پھیرتا ہوں۔ بیت

چرخ را دور شب را روزی دہم شب بہم روز آوری دہم

ترجمہ۔ آسمان کو دن رات کے گھومنے کے چکر میں میں ڈالتا ہوں۔ رات سے جاتا ہوں دن چڑھا لانا ہوں۔ اور روزی میں عطا کرتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رنج و تکلیف کی باتیں سن کر ان پر سب سے زیادہ صبر و برداشت کرنے والا خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں (جس سے وہ پاک و منزہ ہے) پھر وہ انہیں صحت و تندرستی دیتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے۔

۲۰۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَى آذَى يَسْنَعُهُ مِنَ اللَّهِ يَدْعُونَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يَكْفِيهِمْ وَيُوزِقُهُمْ (متفق علیہ)

شرح۔ (روعن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصبر علی اذی یسنعه من اللہ) کوئی بھی تکلیف و اذیت کی بات سن کر اس پر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر صبر کرنے والا نہیں۔ (یدعون له الولد) لوگ اس کے لیے اولاد ثابت کرتے ہیں۔ (جو اس کی جناب کے ہرگز لائق نہیں) (ثم یوفیہم) پھر وہ انہیں آفات و بلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور انواع و اقسام کی

نعمتوں کی شکل میں انہیں رزق دیتا ہے۔ نفس کا ناگوار بات کو برداشت کرنا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کے مقابل جزع (بے صبری) ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے صبر کا معنی ہوتا ہے۔ گناہ گاروں کو معاف کر دینا یا ان سے انتقام لینے میں تاخیر کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ صبور اللہ تعالیٰ و تقدس کے اسمائے حسنی میں سے ہے۔ حلیم و صبور معنی میں قریب قریب ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ صبور میں مجرم و گناہ گار انتقام سے بالکل بے خوف نہیں ہوتا۔ اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ کسی بھی وقت انتقام لے لے۔ حلیم میں یہ خوف و خطرہ بھی نہیں ہوتا۔

۲۱۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ كُنْتُ مَرَدَفَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَاهُ لَيْسَ

بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مَوْخَرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ

يَا مُعَاذُ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى

عِبَادِهِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ

قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سَأَلُهُ أَحَدٌ قَالَ فَإِنَّ

حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْْبُدُوهُ وَلَا

يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى

اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ

شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا

أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا بُشْرَ لَهُمْ

فَيَتَّعِلُوا - (متفق علیہ)

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے پیچھے درازہ گوش پر سوار تھا۔ میرے اور آپ کے درمیان کجاوے کی صرف پچھلی مکڑی حائل تھی۔ پس آپ نے فرمایا اے معاذ تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندہ یا پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بستر جانتا ہے۔ فرمایا بیشک اللہ کا اس کے بندوں پر یہ حق ہے کہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو شخص اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا ہو وہ اسے عذاب میں نہ ڈالے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں آپ نے فرمایا ان کو اس کی بشارت نہ دو تاکہ لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

شرح :- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکابر و عظماء صحابہ میں سے ہیں۔ آپ کے مناقب و فضائل حد و شمار سے باہر ہیں۔ کتاب کے آخر میں قدرے آپ کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں گے۔

(و عن معاذ) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (و قال) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا (كنت مرادف النبي صلی اللہ علیہ وسلم) کہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (علی حمار) درازہ گوش پر سوار تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تواضع اور بے تکلفی کے طور پر کبھی کبھی اس درازہ گوش پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اسی درازہ گوش پر سوار تھا (لیس مبینی و بینہ الا مَوْخَرَةُ الرَّحْلِ) ہمارے

سوار ہونے کی کیفیت و حالت یہ تھی کہ میرے اور آپ کے درمیان پالان کی صرف پچھلی لکڑی ہی تھی۔ جس کے ساتھ سوار تکیہ لگاتا ہے۔ مؤخرۃ بعنہ میم، و سکون ہمزہ، و فاعلے مجہ مکسورہ ادد ہمزہ مفتوحہ اور تشدید خائے مفتوحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا اس بیان سے مقصد حضور علیہ السلام کے بالکل نزدیک ہونا اور آپ کے کلام مبارک کا فہم اور ضبط کرنا ہے (رققان) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (یا معاذ ہل تدہی ما حق اللہ علی عبادہ) اے معاذ تو جانتا ہے اللہ کا حق جو اس نے ان کی عبودیت اور حکم شریعت کے تحت ان پر لازم و واجب قرار دیا ہے کیا ہے (وما حق العباد علی اللہ) اور بندوں کا حق خدا تعالیٰ کے ذمے کیا ہے جو اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ (قلت اللہ ورسولہ اعلم) میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے (قال فان اللہ حق اللہ علی العباد) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر (ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئ) یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں۔ یعنی بت پرستی نہ کریں۔ یا ریاضے بھیں اور عبادت میں اخلاص کو ملحوظ رکھیں۔ (و حق العباد علی اللہ ان لا یعذب) اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ عذاب میں مبتلا نہ کرے۔ (من لا یشرک بہ) اس بندے کو جو اس کے ساتھ شریک نہ کرے۔ اگر شرک سے کفر مراد ہو تو معنی یہ ہو گا کہ کفار کی طرح اسے عذاب مخلد میں نہ ڈالے۔ اور اگر شرک سے ریاضہ مراد ہو تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ اُسے عذاب سے بالکل محفوظ رکھے۔ (قلت میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ افلا ابشر بہ الناس) یا رسول اللہ لوگوں کو میں اس کی بشارت نہ دے دوں۔ بشارۃ بکسر و فتح و ضمہ تینوں طرح وارد ہوا ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کو خوش کن خبر دینا۔ بشرہ سے مشتق ہے۔ خوش کن خبر سننے کا نہ یادہ تراثر انسان کے بشرے اور چہرے سے نمایاں ہوتا ہے۔ (قال لا تبشروہ فیتکلموا) فرمایا لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے تاکہ بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور صرف اتنی بات پر اعتماد کر کے احکام الہی پر عمل کرنا نہ چھوڑ دیں (فیتکلموا) تائے فوقانی مشددہ اور کاف مکسورہ کے ساتھ اِتِّکال بمعنی اعتماد فیتکلموا بفتح یا ثے تحتانی و سکون نون و ضمہ کاف بھی ایک روایت ہے۔ اس صورت میں نکول سے مشتق ہو گا۔ جس کا معنی ہے کسی کام کے کرنے سے رک جانا۔ کوئی شخص اگر یہ سوال کرے جب حضور علیہ السلام نے اس حدیث کے مضمون کی بشارت دینے سے حضرت معاذ کو منع کر دیا تھا تو حضرت معاذ نے اس کی خبر کیوں دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ ممانعت اور نہی اسی زمانہ کے لوگوں کے ساتھ خاص ہے کہ وہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ ابھی تکالیف شرعیہ کے عادی نہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد جب احکام اور تکالیف شرعیہ پایہ ثبوت کو پہنچ گئیں۔ اور امر و نہی کا معاملہ استقامت پذیر ہو

گیا تو آپ نے اس کی خبر دے دی یا وجہ تبلیغ اور علم کے چھپانے پھر عید کے بعد آپ نے یہ روایت کی۔ یا بشارت دینے سے روکنا ایک خاص جماعت کی نسبت تھا جن سے بھروسہ کر لینے کا اندیشہ تھا۔ جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوگا۔ اور ان لوگوں کے لیے اس حدیث کی روایت کر دی جو اس نوعیت کے نہ تھے۔

۲۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو جب کہ وہ حضور کی سواری پر

آپ کے پیچھے سوار تھے، فرمایا اے معاذ، حضرت معاذ نے عرض کیا

یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ اور ہر آن آپ کی اطاعت و موافقت

کے لیے تیار ہوں۔ فرمایا اے معاذ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

میں حاضر ہوں اور ہر وقت آپ کی طاعت و موافقت کے لیے تیار

ہوں۔ فرمایا اے معاذ عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر خدمت ہوں۔

اور ہر لمحہ آپ کی طاعت و موافقت کے لیے تیار ہوں۔ میں دفعہ

آپ نے بلایا اور انہوں نے دفعہ حضرت معاذ نے یہ جواب عرض کیا۔

فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کی گواہی دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اسے آتش و دوزخ پر حرام کر

دیتا ہے۔ حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی

غیر ضرورت تاکہ انہیں خوشی ہو فرمایا ایسا کرنے سے وہ کلمہ شہادت پر

ہی اعتماد کریں گے۔ پھر حضرت معاذ نے اپنی موت کے وقت علم

چھپانے کے گناہ سے بچنے کے لیے لوگوں کو اسی کا اطلاع اور خبر دی۔

وَسَلَّمَ وَمُعَاذٌ رُفِيقُهُ عَلَى الرَّحْلِ

يَا مُعَاذٌ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذٌ قَالَ

لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ

يَا مُعَاذٌ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ

اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثَلَاثًا قَالَ

مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ

اللَّهِ هَذَا مِنْ قَلْبِهِ إِلَّا حَوَّمَهُ

اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا

قَالَ إِذَا يَتَكَلَّمُوا فَأَخْبَرُ بِهَا

مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ ثَلَاثًا

(متفق علیہ)

شرح:

(عَنْ أَنَسٍ)

رضی اللہ عنہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

معاذ ریفقہ علی الرحل

بیشک بنی صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس حال میں کہ حضرت معاذ آپ کے پیچھے سوار تھے ان کو فرمایا۔ (یا معاذ اسے قال) معاذ نے عرض کیا (لبیک یا رسول

اللہ وسعدیک) یا رسول اللہ میں آپ کی خدمت و فرمانبرداری میں کھڑا اور حاضر ہوں۔ اور آپ کی معاونت و موافقت کے لیے

تیار ہوں۔ (قال) حضور نے دوبار فرمایا (یا معاذ قال) اے معاذ انہوں نے عرض کیا (لبیک یا رسول اللہ وسعدیک) (قال)

حضور نے تیسری دفعہ پھر فرمایا (یا معاذ قال) اے معاذ انہوں نے عرض کیا (لبیک یا رسول اللہ وسعدیک ثلاثاً) حضور

نے تین بار حضرت معاذ کو بلایا۔ حضرت معاذ نے تینوں بار یہ جواب عرض کیا۔ اس تکبار سے صدر اصل تاکید و مبالغہ موقوف ہے کہ معاذ حضور کی گفتگو اور کلام کو پوری توجہ اور دھیان سے سن لیک کا معنی قبول کرنا اور فرمانبرداری اختیار کرنا ہے۔ اور سعید کا معنی معاونت و موافقت کرنا ہے۔ یعنی میں آپ کی خدمت و طاعت اور ہر بات میں موافقت کے لیے تیار کھڑا ہوں۔ آپ جو کچھ فرمانا چاہتے ہیں فرمائیں۔ (رقال) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما من احد يشهد ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله) نہیں ہے کوئی شخص جو گواہی دے اور ایمان لائے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے پیچھے رسول ہیں (صدقاً من قلہ) یہ گواہی صدق دل سے ہوا خلاص سے ہو شائبہ کذب و نفاق سے پاک ہو۔ (الاحمد لله على الناد) تو البتہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گواہی دینے والے کو آتش دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔ جو اس نے کافروں منکروں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ یا آتش دوزخ میں ہمیشہ رہنا اس کے لیے حرام کر دیتا ہے۔ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ صرف کلمہ شہادت پر اس بشارت کے ملنے کا حکم فرائض اور ادا مردنواہی کے نزول سے پہلے تھا۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ادا اٹھے حق اور فرض الہی کی بجا آوری کے ساتھ اس کلمہ شہادت کا پڑھنا مراد ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ندامت و توبہ کی نیت سے کلمہ شہادت کا پڑھنا اور پھر اس پر مرنا مراد ہے (رقال) حضرت معاذ نے کہا (يا رسول الله افلا احبب اليك الناس) یا رسول اللہ یہ خوشخبری لوگوں کو نہ دوں (لا نثبتها) کہ وہ یہ بشارت سنیں اور اپنے دل خوش کریں۔ (رقال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا (اذ ايتهم علواً) جب تو لوگوں کو یہ بشارت دے گا تو وہ اسی پر اعتماد کر بیٹھیں گے اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ (فاخذ بها معاذ عند موته) تو حضرت معاذ نے اس قصے یا ان کلمات کی خبر لوگوں کو اپنی موت کے وقت دی (تاشا) علم کے چھپانے کے گنہ اور تبلیغ کا تارک بننے کی بے لائی سے بچنے کے لیے یہ خبر دی۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت دینے کی ممانعت علم چھپانے کی ممانعت سے پہلے تھی۔

۲۳۔ وَكَانَ ابْنُ ذَرِّقَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ

أَبْيَضُ وَهُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدْ

اسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا

دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ ذَنْبِي وَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت) آپ سفید

کپڑا پہنے ہوئے تھے (میں واپس چلا گیا) کچھ دیر بعد پھر حاضر خدمت

ہوا اس وقت آپ نیند سے بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے

فرمایا جو بندہ بھی کلمہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے پھر اسی پر اس کی موت واقع

ہوتی ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا اگر میرا اس نے

إِنْ سَرَقَ قَالَ قَرَأْتُ فِيهِ وَإِنْ سَرَقَ
قُلْتُ وَإِنْ سَرَقَ قَالَ
قَرَأْتُ فِيهِ وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ
سَرَقَ قَالَ سَرَقَ عَلَى رَأْسِ غَمْرٍ أَفْ
أَبِي ذَرٍّ وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ
بِهَذَا قَالَ وَإِنْ سَرَقَ غَمْرٌ أَفْ
ذَرٍّ - (متفق عليه)

نہ ناکیا ہو اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ اس نے نہ ناکیا اور چوری کی ہو۔
میں نے عرض کیا اگرچہ اس نے نہ ناکیا اور چوری کی ہو فرمایا اگرچہ
اس نے نہ ناکیا اور چوری کی ہو۔ میں نے عرض کیا اگرچہ اس
نے نہ ناکیا اور چوری کی ہو۔ فرمایا اگرچہ اس نے نہ ناکیا اور چوری
کی ہو۔ چاہے ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہی کیوں نہ ہو۔
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے دان
رغم الغم ابی ذر کے الفاظ ساتھ بیان کرتے۔

شرح :- حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ زہد اور صادقین صحابہ کرام میں سے ہیں۔ آپ کا مذہب یہ تھا کہ مال میں سے اگر
خدا کا حق ادا بھی کر دیا جائے تب بھی اس کا ذخیرہ نہیں بنانا چاہیے۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ اور ان شاء
اللہ العزیز کتاب کے آخر میں بیان ہوں گے۔

(عن ابی ذر) رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) انہوں نے کہا (اتیت النبی صلی
اللہ علیہ وسلم) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایسی حالت میں حاضر ہوا کہ (وعلیہ ثوب ابيض) کہ آپ پر سفید رنگ
کا کپڑا تھا (وهو نائم) اور آپ سوئے ہوئے تھے (ثم اتیتہ وقد استیقا) کچھ دیر کے بعد میں پھر آیا اس وقت آپ
بیدار ہو چکے تھے۔ آپ نے ان حالات کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابو ذر حضور کے حالات شریفہ خوب
واقف و آگاہ ہیں۔ تاکہ لوگ یہ بات جان لیں کہ ابو ذر یہ روایت پورے علم اور مکمل بصیرت سے کر رہے ہیں۔ یا اس بنا پر
کہ دوسرے معاملات سے قطع نظر محبوب کے حالات کا تذکرہ بذات خود لذت و شہو سے ہوتا ہے اور غالباً یہ وہی اسی نیند
کی حالت میں ہوتی تھی۔ اس بنا پر حضور کی اس حالت کا ذکر کرنا بھی بہتر تھا۔ واللہ اعلم۔ (فقال) پس حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا (ما من عبد قال) نہیں ہے کوئی بندہ جو کہتا ہے (لا اله الا الله ثم مات علی ذل) پھر اسی عقیدے پر مرا۔
اور اس کلمہ کے منافی کوئی بات اس سے صادر نہ ہوئی۔ (لا دخل الجنة) مگر وہ بندہ بہشت میں داخل ہو گا۔ حضرت ابو ذر
فرماتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا (وان سرق) کیا بہشت میں داخل ہو گا اگرچہ اس بندے نے نہ ناکیا
ہو اور چوری کی ہو۔ (قال) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا (وان سرق) اگرچہ اس نے نہ ناکیا ہو اور چوری
کی ہو۔ اور جب کہ یہ بات حضرت ابو ذر کو بعید اور عجیب محسوس ہوئی اس لیے تحقیق و یقین کی خاطر دوبارہ اس کا اعادہ کیا۔
اور یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تکرار و اعادہ حق جل و علا کی رحمت پر کامل سرور اور شکر گزاری کے لیے ہو۔ (قلت) میں نے عرض کیا (وان

ذنی وان سرق) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (قال) آپ نے فرمایا (وان ذنی وان سرق) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (قلت) میں نے پھر کہا (وان ذنی وان سرق) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو (قال) آپ نے فرمایا (وان ذنی وان سرق) اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ (علی رغم انہ ابی ذر) ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہونے کے باوجود یہ شخص بہشت میں داخل ہوگا۔ رغم کا معنی ہے ناک خاک میں ملنا غم بفتح راء سے مشتق ہے بمعنی خاک۔ یہاں رغم انہ سے ناگواری کے باوجود خواہ ہونا اور فرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہے۔ جب کہ یہ مسئلہ حضرت ابو ذر کو بعید و غریب محسوس ہو رہا تھا گویا ان کی طبیعت کا پسندیدہ و محبوب امر اس کے الٹ تھا۔ تو ان کے پسندیدہ اور محبوب خیال کے خلاف حقیقت کا سامنے آنا ان کی خواری اور ان کی شکست کا سبب اور انہیں جبر و اکراہ کے ساتھ اس کا قائل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور لوگ جو کہتے ہیں کہ ظالم نے اس کے علی الرغم یہ کام یا یہ بات کی ہے اس کا بھی معنی ہوتا ہے۔ (وکان ابو ذر اذا حدث بهذا) حضرت ابو ذر جب بھی یہ حدیث بیان کرتے (قال) یہ کلمہ سابقہ بیان کرتے (وان رغم انہ ابی ذر) اگرچہ ابو ذر کی ناک خاک آلودہ ہی ہو۔ جو الفاظ آپ نے اپنے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے، ان کی یاد اس کی تائید و تحقیق اور اس سے لذت گیر ہونے کے لیے انہیں دہرایا کرتے تھے۔ بیت

کرد و شنام من آل محبوب جانے یک نشے عمر بگذشت و ہنوزم لذت اک در دل است

ترجمہ۔ میرے محبوب نے ایک رات مجھے گالی دی۔ عمر گزر گئی مگر اس گالی کی لذت اب تک دل میں موجود ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس طرح کی دوسری احادیث اس امر کی دلیل ہیں کہ مومن اگرچہ فاسق اور مرتکب گناہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ کے عفو و مغفرت اس کے فضل و کرم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا بقدر گناہ آتش دوزخ میں سزا پانے کے بعد جنت میں جانے گا۔ اور وہ حدیث جس میں اس پر آتش دوزخ کا حرام ہونا آیا ہے۔ اس کی تاویل و توجیہ حدیث معاذ میں گزر چکی ہے۔ اور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ فاسق مومن ہے۔ اور مومن کا نال آخر کار بہشت ہے۔ اس بارے میں لاتعداد صحیح احادیث کہلکی ہیں۔ اور صحابہ و تابعین تمام سلف کا اس پر اجماع ہے۔ اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کے ظہور سے پہلے سب اہل اسلام کا مذہب و مسلک یہی تھا۔ ان بدعتی لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ فاسق مومن نہیں ہے۔ اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ اور عمل ایمان کی حقیقت و ماہیت میں داخل ہے۔ یہ بدعتی اس بارے میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ کوئی شخص صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے بہشت میں داخل ہو جائے گا۔ تو یہ بات ان کے صرف کلمہ شہادت پر اعتماد کر لینے، ان کے غرور، ان کے از نکاب معاصی اور فسق و فجور پر دلیر ہونے کا باعث بنے گی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ لوگوں کو ملت اسلامی کی رسی اور قید شریعت سے آزاد

ہو جانے کا سبب بنے گا۔ لیکن جو کچھ وہ کہتے ہیں حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جھٹک اور ڈانٹ کی باتیں جو نافرمان لوگوں کے متعلق وارد ہوئی ہیں، بہت زیادہ ہیں اور گناہوں سے ڈرانے اور جھڑکنے کے لیے کافی ہیں۔ ورنہ قیامت کے روز اگر چاہیں گے تو ایک معصیت پر بھی حد شمار سے بڑھ کر عذاب ہوگا۔ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ گناہ گار مسلمانوں کے کم از کم عذاب کی مدت دنیا کی عمر کے برابر ہوگی جو سات ہزار سال ہے۔ بعض روایات میں ستر ہزار برس بھی آئے ہیں۔ اور اس کلمہ طیبہ کا صدق و اخلاص سے صادر ہونا اور اس کلمہ طیبہ کے منافی امر یعنی شک و تردید کے لاحق ہونے کے بغیر اس کلمہ پر قیام و دوام آسان کام نہیں۔ خصوصاً ان فاسق و فجار سے جن کے دل ناز و باکلمات اور ثبہات سے لبریز ہوتے ہیں۔ اور شرع کو ہلکا جاننے اور حرام کو حلال قرار دینے کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ تاہم اس فسق و فجور کے باوجود اگر تصدیق قلبی نصیب رہے اور غلبہ شہوت و نفس کے تحت معصیت صادر ہو جائے مگر خوف اللہ و جزع فزع اللہ تو یہ کاچختہ عزم و ارادہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہو تو بتقاضائے وعدہ کرم اس بات کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بخش دے۔ اور سزا دینے اور عذاب و عتاب کرنے کے بعد آخر کار بہشت میں داخل فرمائے۔ یحکمر اللہ ما یشاء ویفعل ما یرید ہوالعزیز الحکیم (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہے فیصلہ کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

۲۲۔ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَمَوْلَاهُ وَأَبْنُ أُمِّهِ وَكَلَّمَتْهُ الْمَلَائِكَةُ إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ دَارُ رَحْمَتِي أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ۔ متفق علیہ۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور یہیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور یہ کہ بیشک حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول اور اللہ کی لڑائی کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ اور اس کی روح میں۔ اور یہ کہ جنت انور و مرغ حق ہیں تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ چاہے جس عمل پر بھی تھا۔

شرح: سزا و عبادۃ بن الصامت، حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من شہدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدًا عبدہ و رسولہ و ان عیسیٰ عبد اللہ و رسولہ و ان امیہ و کلمتہ الملائکۃ الی مریم و روح منہ و الجنۃ دار رحمتی ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل۔ متفق علیہ۔

کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ ہر نیکہائیات میں نصاریٰ کا رہے۔

جو انہیں اللہ یا اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اور ان کی رسالت کی شہادت میں یہود کا رد ہے جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں۔
 (وابن احمہ) اور اس امر کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی بندہ مریم کے فرزند ہیں۔ عزیزی میں مرد کو عبد اللہ
 اور عورت کو ابنت اللہ کہتے ہیں۔ اور مرد و عورتیں سب کے سب اللہ کے غلام اور اس ذات پروردگار کے بندے ہیں۔ ظاہر یہ
 ہے کہ ان الفاظ میں نصاریٰ کا رد اور اس کی تاکید ہے علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس میں یہود کو بھی ہو سکتا ہے۔
 ان الفاظ سے اصل مراد یہ ہے کہ اس ذات پاک کی جناب اس بہتان و گالی سے بری اور منزہ ہے جس کی یہود اس کی طرف
 نسبت کرتے ہیں۔ (و کلمۃ القاہا الی ما یہ) اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا۔ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ اللہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت اسباب عادیہ اندھاپ کی وساطت کے بغیر صرف کلمہ کن
 سے ہوئی۔ یا اس بنا پر کہ آپ نے گوارہ میں صغریٰ میں کہا کہ اے اللہ آپ اسم المتکلم کے مظہر کامل ہیں۔ (و روح مند)
 حضرت عیسیٰ جناب حق تعالیٰ کی طرف سے صادر ہونے والی روح ہیں۔ آپ کو روح اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے
 مرد سے زندہ کیے۔ مردہ دلوں کو معنوی اور روحانی زندگی عطا کی۔ یا روح اللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ ایسی صاحب
 روح شخصیت ہیں جسے بے وساطت اصل و مادہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے وجود عطا کیا۔ (والجنة والنار
 حق) اور اس بات کی گواہی دی کہ بہشت اور دوزخ برحق ہیں۔ (ادخلہ اللہ الجنة) تو اللہ تعالیٰ ایسے انسان
 کو ابتداء یا بعد عذاب جنت میں داخل کرے گا۔ (علی ما کان علیہ من العمل) وہ نیک یا بد جس عمل پر بھی ہو۔
 یہ حدیث مذہب اہل سنت و جماعت کی صریح دلیل ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے
 ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہہ کما اپنا دہنہاں
 ہاتھ پھیلائیے کہ میں آپ کی بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ یہ
 سن کر آپ نے اپنا دہنہاں دست مبارک پھیلا دیا۔ تو میں نے
 اپنا ہاتھ بند کر لیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو تجھے کیا ہوا۔ میں نے عرض
 کیا میں نے ارادہ کیا ہے کہ شرط مقرر کر لوں فرمایا کیا شرط مقرر کرنا
 چاہتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ اللہ مجھے بخش دے۔ اس پر حضور
 علیہ السلام نے فرمایا اے عمرو تجھے معلوم نہیں کہ اسلام پہلے سب
 گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اور ہجرت سب پہلے گناہوں کو مٹا

۲۵ سَوَعْنُ عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَتَيْتُ
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ
 أَبْسُطْ يَمِينَكَ فَلَا بَايِعَكَ قَبَسَطَ
 يَمِينَهُ فَقَبَضْتُ يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا
 عَمْرُو قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ
 تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفِرَ لِي قَالَ
 أَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْرُو أَنَّ الْإِسْلَامَ
 يَقْدِمُ مَا كَانَ تَجِبَلُهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ
 تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ

یٰھٰدِیْمْ مَا كَانَ قَبْلَہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔
 وَالْحَدِیْثَانِ الْمَرْوِیَّاتِ عَنْ
 اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ لِلّٰہِ تَعَالٰی
 اَنَا اَعْتَقْتُ الشُّوْکَاہُ عَنِ الشِّرْکِ وَ
 الْاٰخِرُ الْکَبِیْرُ یَا مَدَاہِیْ سَنَدُ کُرْہُہُمَا
 فِیْ بَابِیْ الرِّیَآءِ وَالْکِبْرِ اِنْ شَاءَ
 اللّٰہُ تَعَالٰی ۛ

دیتی ہے اور صحیح بھی تمام پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسے مسلم
 نے روایت کیا۔ اور دوسری حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی
 ہیں۔ ان میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں
 کے شریک سے بہت ہی بے نیاز ہوں۔ دوسری حدیث یہ کہ
 کبریائی اور بڑائی میری چادر ہے ہم یہ دونوں احادیث باب
 ریاء و کبر میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کریں گے۔

شرح :- حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ اور عقیل نے قریش اور اہل فہم و دانش میں سے ہیں۔
 آپ کے مفصل حالات کتاب جامع المناقب میں آئیں گے۔

رو عن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) قال (حضرت عمرو بن العاص کہتے ہیں۔) انیت النبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلت ابسط یمینک فلا یأبیک (میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔
 اپنا داہنا ہاتھ کشادہ کیجئے تاکہ میں اسلام پر آپ کا بیعت ہو جاؤں۔ لا یأبیک بکسر لام اور نصب عین اور فتح کلام اور
 رفع عین دونوں طرح مروی ہے۔) رنسط یمینک (اس پر آپ نے اپنا دست راست کشادہ فرمایا) فقبضت
 یمین (تو میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کیسج لیا) فقال (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) مالک یا عمن اسے عرو تجھے
 کیا ہوا اور تو نے یہ کیا کیا ہے اور اپنا ہاتھ پیچھے کیوں کیسج لیا ہے قلت اردت ان اشتروط (میں نے عرض کیا
 چاہتا ہوں کہ شرط طے کر لوں۔) قال تشروط ماذا (کیا شرط طے کرنا چاہتا ہے۔) قلت ان یغفر لے (میں نے عرض کیا
 میں نے عرض کی میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے اور میرے تمام پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں۔) قال (حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اما علمت یا عمرو ان الاسلام یمہدم ما کان قبلہ (اسے عرو تجھے
 معلوم نہیں یعنی تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام قبول کرنا پہلے ہر قسم کے گناہ کو چاہے وہ منظم میں سے ہو غیر منظم
 میں سے، سب مٹا دیتا ہے۔) منظم اور غیر منظم یعنی حقوق العباد اور حقوق اللہ۔ (وان العبدۃ تہدم ما
 کان قبلہا) اور تجھے معلوم نہیں کہ بیشک ہجرت یعنی ایمان بچانے کی خاطر دار حرب و کفر سے دار اسلام میں پناہ لینا پہلے
 تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے (ان کی معافی ہو جاتی ہے)۔ (وان الحج یمہدم ما کان قبلہ) اور تجھے علم نہیں کہ بیت اللہ
 شریف کا حج پہلے تمام گناہوں کے نام و نشان کو مٹا دیتا ہے۔ ہجرت و حج تو ان گناہوں کی مغفرت سے مخصوص ہے۔

لوگوں پر مظالم اور ان کی حقوق تلفی کے علاوہ ہیں۔ حج میں ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اس کے مظالم بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ (رواہ مسلم) اسے مسلم نے روایت کیا۔ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ موت کے وقت نہایت قلق و اضطراب اور شدید بے تابی محسوس کر رہے تھے۔ آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا اسے والد محترم اس قدر قلق و اضطراب کی کیا وجہ ہے۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھنی چاہیے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد، نصیب ہو چکی ہے۔ اور آپ نے حضور کی خدمت اقدس میں رہ کر کار ہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہمیں اپنی عمر میں تین قسم کے حالات پیش آئے۔ ایک یہ کہ اسلام لانے سے پہلے ہم لوگ اپنا سب سے بڑا دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے تھے۔ اسی لیے ہم نے ان کے خلاف لڑائیاں لڑیں۔ اور ان کی عداوت و دشمنی میں کمر بستہ رہے۔ پھر دوسری حالت یہ تھی کہ اسلام لانے اور قبول کرنے کے بعد ہمارے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ تھا۔ اور ہمیں آپ کی خدمت میں رہنا نصیب ہوا اور آپ کی طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر تیسری حالت یہ رونما ہوئی کہ حضور کے وصال مبارک کے بعد ہم نے امارت اور حکومت کا دور دیکھا۔ اور کئی طرح کے عجیب و غریب حالات و واقعات پیش آئے۔ ان میں کئی طرح کی افراط و تفریط واقع ہوئی۔ اور بہت سی باتیں صادر ہوئیں۔ دیکھیں ان کا انجام کیا سامنے آتا ہے۔ واللہ اعلم۔

والحدیثان المودیان عن ابی ہریرۃ (اور دو حدیثیں جو حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہیں۔ اور مصابیح میں کتاب ایمان کے اندر موجود ہیں، ان میں سے پہلی حدیث وہ ہے جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں) قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشوکاء عن الشرک۔ میں تمام شریکوں کے شرک کا کامل درجہ بے نیاز ہوں۔ اور دوسری حدیث جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں انکبریاء یدائی بڑائی و کبریائی میرا لباس ہے۔ یہ دونوں مکمل احادیث ہم ریاء و کبر کے باب میں ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

الفصل الثانی دوسری فصل

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایسا نیک عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کرے۔ اور مجھے دوزخ سے دور کر دے فرمایا بیشک تو نے

۲۶۔ عَنْ مُعَاذٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِئْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ

سَأَلْتُ عَنْ أَمْرِ عَظِيمٍ وَرَأَيْتُهُ
يَسِيرٌ عَلَى مَنْ تَشْرَكَ اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ تَعَبُّدُ اللَّهِ وَلَا تُشْرِكُ
بِهِ شَيْئًا وَتَقِيَةُ الصَّلَاةِ
وَتَوْفِي الزَّكَاةِ وَتَصَوْمِ
رَمَضَانَ وَتَحِيَّ الْبَيْتِ ثُمَّ
قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ
الْخَيْرِ الصَّوْمِ جَنَّةٌ وَ

الصَّدَقَةِ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا
يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلَاةُ الرَّجُلِ
فِي جَوْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ تَلَا تَجَافَى
جَنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتَّى بَلَّغَ
يَعْمَلُونَ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ
بِرَأْسِ الْأَمْرِ وَعَمُودِهِ وَذِرْوَةِ
سَنَامِهِ قُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ
الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ ثُمَّ
قَالَ لَا أَخْبِرُكَ بِمِلَالِكَ ذِيكَ كُلِّ قُلْتُ
بَلَى يَا نَبِيَّ اللَّهِ فَآخِذْ بِلِسَانِهِ فَقَالَ كَفَّ
فَعَلَيْكَ هَذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَرَانَا

لَمْ أَخْذُ وَنَ بِمَا تَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ تَكَلَّمْتَ أَمَّا
يَا مَعَاذَ وَهَلْ يَكُفُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ
أَوْ عَلَى مَنَازِلِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ

ایک نہایت مشکل چیز کے بارے میں سوال کیا ہے۔ تاہم
بلاشبہ وہ اس شخص کے لیے آسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ
آسان کرے (وہ عمل یہ ہے) کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔
اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔ اور پابندی سے نماز
ادا کرے۔ زکوٰۃ دے۔ رمضان شریف کے روزے رکھے
اور بیت اللہ شریف کا حج کرے۔ پھر حضور نے فرمایا میں تجھے
غیر اور نیکی کے دروازوں کی رہنمائی نہ کروں۔ سوزہ و محال ہے۔
مذہب گناہ کو اس طرح بھجا (مثلاً دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بھجا
دیتا ہے۔ اور آدمی کارات کے درمیان ٹھکے میں نماز پڑھنا۔ پھر
آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تَتَجَافَى جُنُوبَهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
الْمَضَاجِعُ یہاں تک پھر آپ نے فرمایا میں تجھے سب سے بڑا
کام اس کا ستون اور اس کی کمران کی چوٹی نہ بتاؤں۔ میں نے عرض
کیا ہاں فرمایا سب سے بڑا کام اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز
ہے۔ اور اس کی کمران کی چوٹی جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا میں
تجھے ان سب باتوں کے اصل مدار اور اس کی بنیاد کی خبر دوں
میں نے عرض کی! اللہ کے نبی ضرور بتائیں۔ تو آپ نے اپنی زبان
کو کھٹا اور فرمایا اے اپنے پاس رک کر کہ میں نے عرض
کی اے اللہ کے نبی ہم لوگ زبان سے جو باتیں کرتے ہیں اس پر
بھی ہماری گرفت ہوگی۔ فرمایا اے معاذ تیری ماں تجھ پر روئے۔

کوئی چیز لوگوں کو ان کے مومنوں یا ختموں
کے بل دور رخ میں نہ گرائے گی مگر ان کی زبانوں
کی باتیں۔

شرح: (س من معاذ) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رقلت کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خبرنی بعمل یدخلنی الجنة ویباعدنی من النار یا رسول اللہ! مجھ ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کرے اور آتش دوزخ سے دور کر دے۔ قال: آپ نے فرمایا (لقد سالت عن امر عظیم) بیشک تو نے بڑے مشکل اور عظیم کام کا سوال کیا ہے۔ (وانہ لیسیر علی من یسرہ اللہ تعالیٰ علیہ) اور بیشک وہ آسان ہے اُس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ وہ کام آسان کر دے۔ اس کے بعد اس کا ذکر فرمایا (تعبدا للہ ولا تشوک بہ) خدا تعالیٰ کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ (وتقیم الصلوۃ) اور پابندی سے نماز ادا کر۔ (وتؤتی الزکوۃ) زکوٰۃ ادا کر۔ (وتصوم رمضان) اور رمضان کے روزے رکھ۔ (وتحج البیت) اور خانہ کعبہ کھج کر۔ (ثم قال الا ادلت علی ابواب الخیر) پھر فرمایا کیا میں تجھے نہ بتاؤں کہ خیر اور نیکی کے دروازے کون سے ہیں۔ جن سے نیکی بندے کے اندر داخل ہوتی ہے (الصوم جنة) روزہ ڈھال کا حکم رکھتا ہے کہ روزہ دار کو معصیت کا تیر لگنے سے بچاتا ہے کیونکہ روزہ شہوات کو روکتا اور شیطان راستے کو بند کرتا ہے۔ (والصدقة تطفی الخطیئة) اور فقیر کو راہ خلا میں مال دینا مسرور کرتا اور مٹا دیتا ہے آتش گناہ کو۔ (کما یطفی الماء النار) جس طرح پانی آگ کو سرد کر دیتا ہے۔ اگرچہ مطلقاً ہر نیکی گناہوں کو مٹاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (ان الحسنات ینذہبن السیئات) بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی (مٹا دیتی) ہیں، لیکن صدقہ میں گناہ مٹانے کی قوت زیادہ ہے کہ اس میں دوسرے کا نفع ملحوظ ہوتا ہے۔ اور یہ چیز دعویٰ ایمان کی صداقت اور خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت و وابستگی کی قوی دلیل ہے۔ (وصلوة الرجل فی جوف اللیل) اور مرد کا رات کے درمیان حصہ میں نماز (نفل) پڑھنا بھی خیر و نیکی کے دروازوں میں سے ہے کہ اس دروازہ سے بھی بندے میں فیوض و انوار آتے ہیں۔ اور یہ بھی گناہوں کی آگ کو بجھانے کا سبب و ذریعہ ہے۔ بیت

گر روزہ نیا ہمیش ز غوغائی عرب شب محرم عاشقان ست شبداش طلب

ترجمہ: اگر دن میں لوگوں کے شور و غوغا کے باعث تو اُسے نہیں پاسکتا کہ رات میں اسے تلاش کر کہ رات عاشقوں کی محرم (رازا) ہے۔

(ثو ثلہ پیرات کی نماز اور صدقہ کی فضیلت کی تائید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

تتبعانی جنوبہ و عن المضاہج جزاء بما کانوا یعملون تک آپ نے یہ آیت پڑھی۔ آیہ مذکورہ کا حاصل معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ شب بیدار اور اپنے پہلوؤں کو اپنی خوابگاہوں سے الگ رکھنے والوں کی صفت و ثنا فرماتا ہے۔ اور پھر نبوی کریم جل و علا انہیں جن نعمتوں سے نوازے گا اور اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو آخرت میں جو کچھ عطا فرما

گا۔ اس سے کوئی آگاہ نہیں وہ ایسی نعمتیں اور عطائیں ہوں گی جو ان کے قرار و آرام اور ان کی لذت اور انگھریں کی ٹھنڈک
نہیں گی۔ ان کے اعمال صالحہ اور ان کی شب بیداری اور صدقہ و خیرات کی جہنما کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی انواع
واقسام کی نعمتوں اور اپنے دیدار سے نوازے گا۔ بیت

شرف مرد بجمود دست و کرامت بسجود ہر کہ این ہر دو ندارد عدش بہ زرد جود

ترجمہ۔ مرد کی بزرگی اور اس کا شرف سخاوت سے اور اس کی عزت سجدہ و عبادت سے ہے جس میں یہ دو خوبیاں
نہ ہوں اس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔

(ثم قال) اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امور دین اور فضاہلت میں سے افضل امر اور خلاصہ
دین کا انتخاب کرتے ہوئے فرمایا (الا ادلك بداس الامر) میں تجھے نہ بتاؤں کہ اصل اور دینی کاموں میں سے
افضل و اعلیٰ کونسا کام و عمل ہے۔ جس کے بغیر دین کچھ نہیں جس طرح روح کے بغیر جسم کی کوئی حیثیت نہیں (بد و عمودہ)
اور بتاؤں کہ دین کا ستون کیا چیز ہے جس کے ساتھ وہ قائم ہوتا۔ اور قوت و کمال کے درجے کو پہنچتا ہے۔ جس
طرح مکان ستون کے سہارے قائم ہوتا ہے۔ (وذروہ سنامہ) اور بتاؤں دین کی کوہان کی چوٹی اور بلندی کیا چیز
ہے۔ جس سے دین بلند اور اونچا دکھائی دیتا ہے۔ ذروہ بکسرہ و منہ ذال بلند مکان کو کہتے ہیں۔ اور پہاڑ کی بلند
چوٹی کو بھی ذروہ کہتے ہیں۔ سنام بفتح سین اور ط کی کوہان۔ (قلت) میں نے عرض کی ہاں جب کہ سائل کا توجہ
سے سننے کا شوق و ذوق بڑھا اور اس مقام میں پہنچ کر اس امر عظیم کی صفات عظیمہ سن کر اسے پانے اور معلوم کرنے کی
رغب بڑھ گئی (یعنی) تو عرض کیا ہاں (یارسول اللہ) مجھے اس کی راہ نمائی فرمائیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (راس الامو
الاسلام) تمام ارکان کا سردار اسلام ہے۔ اسلام سے مراد اللہ و رسول پر ایمان کی شہادت ہے۔ جو سارے دین کی
اصل و بنیاد ہے۔ (وعموہ الصلا) اور دین کا ستون نماز ہے۔ کہ مسلمان کے دین کو اس سے قوت و خشکی حاصل
ہوتی ہے۔ (وذروہ سنامہ) اور دین کی کوہان کی بلندی کفار سے جہاد کرنا ہے۔ کہ اس سے دین کو بلندی و رفعت
حاصل ہوتی ہے۔ اور جب کہ جنگ و جہاد غالباً سواری کی حالت میں ہوتا ہے تو جہاد میں صورۃ بھی بلندی پائی
جاتی ہے (ثم قال الا اخبرك بملاك ذلك کلام) پھر آپ نے فرمایا میں تجھے وہ چیز بتاؤں جو ان تمام چیزوں کی
جکا ذکر ہوا، مدار و موقوف علیہ ہے۔ یا ذالک سے اسلام کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس کے اجزاء اور ارکان کے اعتبار سے یہ
اس کی ناکید ہے۔ ملاک وہ چیز جس سے کوئی چیز قیام پذیر اور منظم ہو۔ یہ لفظ کسرہ و میم اور فتح دونوں کے ساتھ آیا ہے۔
علامہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت کسرہ اور فتح دونوں طرح اسے استعمال کرتے ہیں۔ یہاں حدیث میں بکسر

میم ہے۔ (قلت بلی) میں نے عرض کی ہاں مجھے اس کی ضرورت خبر دیں۔ (یا نبی اللہ) اسے اللہ کے نبی برحق (فاخذ بلسانہ) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑ لی۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا۔ (وقال) اور فرمایا (کف علیک هذا) اس کی حفاظت کر اور اسے روک کر رکھ۔ (فقلت) میں نے استفہام اور تعجب کے طور پر عرض کیا (یا نبی اللہ) وانا لما اخذون بلسانکم بہ) اسے اللہ کے نبی ہم لوگ زبان سے جو کچھ کہتے اور بولتے ہیں کیا اس پر بھی ہماری گرفت ہوگی۔ (قال تکلثک امک یا معاذ) اے معاذ تیری ماں تجھے روٹے شکل بضم ثاء بمعنی موت، ہلاکت اور دوست و اولاد کا گم ہونا۔ دراصل یہ کسی کے مرنے اور ہلاکت کی دعا ہے۔ یعنی تو مر جاتا کہ جس بھنور و منحصرے میں تو پڑا ہوا ہے اس سے چھوٹ جاؤ۔ علماء فرماتے ہیں یہ ایک لفظ ہے جو عادت کے طور پر زبان سے جاری ہوتا ہے اس کا معنی مراد نہیں ہوتا۔ بلکہ مخاطب پر تعجب و انکار مقصود ہوتا ہے۔ (وہل یکب الناس فی النار) کوئی چیز لوگوں کو آتش دوزخ میں ڈالے گی (علی وجوہہم) ان کے چہروں کے بل (وعلی مناخیم) یا ان کے نتھنوں کے بل۔ راوی کو شک ہے کہ حضور علیہ السلام نے علی وجوہہم کا لفظ فرمایا یا علی مناخیم کا۔ مناخیر منخر کی جمع ہے۔ بفتح میم و سکون نون و فتح خائے معجمرا یکسرہ فا۔ اصل میں ناک کے سوراخ کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے ناک مراد ہے۔ کہ جو چیز چہرے پر گرتی ہے پہلے ناک پر گرتی ہے کیونکہ چہرے کے بلند ترین اجزاء میں سے ہے۔ یعنی لوگوں کو کوئی چیز دوزخ میں نہ ڈالے گی (والاحصاء السنہ) مگر ان کی باتیں جو بلا تمیز و احتیاط نیک و بد زبان سے نکالتے ہیں۔ اور نیک و بری بات میں فرق نہیں کرتے۔ اور مفید و لایعنی گفتگو میں تمیز نہیں کرتے۔ احصاء حصیدہ کی جمع ہے۔ وہ شے جو کھیت سے درانتی کے ساتھ کاٹی جائے۔ کھیت سے شے کاٹتے وقت خشک و تر اور کاد و بے کار میں امتیاز نہیں کیا جاتا۔ بے فائدہ باتوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دی۔ یہ اکثر و اغلب دستور کے مطابق فرمایا۔ کہ آدمی زادہ کو دنیا و آخرت میں جو رنج و مصیبت پہنچتی ہے۔ اکثر زبان کے راستے پہنچتی ہے۔ نظم

ہر چہ بر آدمی رسد زباناں ہمہ از آفت زبان برسد
ہر چہ آمد بزبانست گفتی آنچه آمد بد حانت خوردی
دیگرے را چہ گناہ است کہ تو خویش را خویش بدوزخ بردی

(ترجمہ) انسان جو نقصان اٹھاتا ہے عموماً زبان سے ہی اٹھاتا ہے۔

جو کچھ تیری زبان پر آئے اسے کہہ ڈالے اور جو کچھ تیرے منہ میں آئے اسے بڑپ کر جائے۔

تو پھر دوسرے کا کیا گناہ تو خود ہی اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال رہا ہے۔

۲۷- وَعَنْ أَبِي أَمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے کسی سے

يُذِرُ ابْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ مَنَعَ يُلِي

محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے کسی کو کچھ عطا

فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ، رواه ابو داود

کیا اور اللہ کے لیے روکا۔ تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ اسے

ورواه الترمذی عن معاذ بن انس مع

ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے معاذ بن انس سے

تقديم وتأخير وفيه نقداً مستكمل

یہ حدیث روایت کی اس میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ اور اس میں

إِيمَانُهُ -

یہ الفاظ میں فقداً مکمل ایمان۔ اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

شرح :- تذکرہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ۔ آپ کا نام مُدَّثِي ہے بضم صاد وفتح دال مصلین و تشدید

یا و قبیلہ بابلہ سے ہیں۔ صحابی ہیں۔ آپ کے نسب اور اباؤ اجداد میں حدیث کا اختلاف ہے۔ تاہم آپ کی کنیت پر

سب کا اتفاق ہے۔ پہلے مصر میں سکونت اختیار کی پھر مصر میں منتقل ہو گئے۔ وہیں وفات پائی۔ آپ کثیر الرفاۃ

ہیں۔ آپ کی اکثر احادیث شامیوں کے پاس ہیں۔ ششم عشر یا شہم عشر میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اکثر محدثین کے

قول کے مطابق آپ آخری صحابی ہیں جنہوں نے شام میں انتقال فرمایا۔

(عن أبي أمامة) رضي الله عنه حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قال رسول

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ

کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اسی کے لیے کسی سے دشمنی رکھتا ہے۔ (واضحاً للہ و مدح للہ) اور خدا کے لیے دیتا

ہے اور خدا ہی کے لیے روکتا ہے۔ یعنی اس کے تمام کام خدا ہی کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہوتے ہیں۔ بیت

وطن برائے تو گیم سفر برائے تو جویم

نخش برائے تو یا شتم سخن برائے تو گویم

ترجمہ :- میں تیرے لیے کسی جگہ کو وطن بناتا ہوں اور تیرے ہی لیے سفر اختیار کرتا ہوں۔ تیرے لیے خاموش

رہتا ہوں اور تیرے ہی لیے لب کشائی کرتا ہوں۔

(فقد استكمل الايمان) فهو يشك اس نے ایمان کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ کہ اس کا کمال خالص ایمان لانے

میں ہے۔ جو صدیقین کا ملین کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان عطا فرمائے۔ (رواہ ابوداؤد) اس حدیث کو

ابوداؤد نے روایت کیا۔ (ورواه الترمذی) معاذ بن انس اور امام ترمذی نے اسے معاذ بن انس سے

روایت کیا بعض فقروں کی بعض پر تقدیم و تاخیر کا ساتھ اور صحابہ کے الفاظ کا یہی ہیں۔ اور ترمذی میں فقداً مکمل الايمان کی

بجائے نقد اشکل ایمانہ کے الفاظ آئے ہیں۔

۲۸۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ

الْحُبُّ فِي اللَّهِ وَالْبُغْضُ فِي اللَّهِ۔

رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے دشمنی کرنا ہے۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

شرح :- اس حدیث کا معنی بعینہ وہی ہے جو حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ہے اور اس عمل کا

تمام اعمال سے افضل و بہتر ہونا اس لحاظ سے ہے کہ تمام خیرات اور نیکیوں کا مبنی اور باعث خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ اور جب اس کی محبت اس حد تک غالب آجائے کہ کسی شے سے محبت نہ رکھے مگر خدا کے لیے اور دشمنی نہ رکھے مگر خدا کی خوشنودی کے لیے۔ تو اس کے غلبہ محبت کی یہ کیفیت تمام اہل علم کی بجا آوری اور تمام منہیات سے رک جانے کا باعث بنے گی۔

اس قسم کی احادیث جو امع الکلم (وہ کلمات جن کے معانی میں غایت درجہ جامعیت پائی جاتی ہو)۔ میں سے ہیں مگر اسلام، ایمان اور احسان کے تمام مراتب و درجات کی جامع اور شریعت کے تمام احکام، طریقت کے جملہ آداب اور حقیقت کے جملہ اسرار پر مشتمل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو شخص کسی باورچی سے اس بنا پر دوستی رکھے کہ یہ اچھا کھانا پکاتا اور فقراء و مسکین کو کھلاتا ہے تو اس کی یہ دوستی خدا کے لیے ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی آدمی اپنے استاد سے اس لیے محبت کرے کہ اس سے علم حاصل کرتا ہے۔ اور پھر اس علم کو دنیا جمع کرنے کا ذریعہ بنائے گا۔ تو یہ دوستی خدا کے لیے نہیں ہے۔

۲۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ

مَنْ سَلِحَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَائِهِ وَ

يَدِيهِ وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمَنَهُ النَّاسُ عَلَى

دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ فِي النَّسَائِيِّ

وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ بِرَوَايَةٍ

فَصَالَةً وَالْحَاجُّ هَجْرَ نَفْسِهِ فِي طَاعَةِ

اللَّهِ وَالْمُحَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوبَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ

سے مسلمان محفوظ ہوں۔ اور مومن وہ ہے جس سے لوگوں کو

اپنے خونوں اور مالوں کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اسے ترمذی اور نسائی

نے روایت کیا۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت

فضالہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ زیادہ روایت کیے اور محابہ وہ ہے

جو اللہ تعالیٰ کا، طاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس کے ساتھ

جہاد کرے۔ اور محاجر وہ ہے جو خطاوں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔

شرح :- (وعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ یدک) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں۔ ان الفاظ کی شرح فصل اول میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔ المؤمن من آمنہ الناس علی دماءہ و اموالہ (اور مومن کامل وہ شخص ہے جسے لوگ اپنے خونوں اور مالوں پر ایمان اور محافظ جانیں یعنی جس سے لوگ اپنی جان و مال میں کوئی خطرہ محسوس نہ کرتے ہوں۔ اور جس کے بارے میں یہ خیال رکھتے ہوں کہ بلا اجازت شرع کسی کے مال میں یہ شخص تصرف نہ کرے گا اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان اور مسلم و مومن متغائر اور الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اسلام و ایمان سے ایک ہی معنی مراد ہے۔ فقرہ ثانی پہلے فقرہ کی تاکید و تقریر ہے۔ اس حدیث میں اسلام پر لوگوں کی سلامتی کو مرتب فرمایا اور ایمان سے لفظی مناسبت و مطابقت کے لحاظ سے لوگوں کے امن و عافیت کو متعلق فرمایا۔ پھر جملہ ثانی (المؤمن من آمنہ الخ) میں صرف ہاتھ کے گناہوں کے بیان پر کفایت کی نہ بیان کے گناہوں کا تکرار نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ بیان کے گناہ ظاہر اور عام ہیں اس لیے اس کے تکرار کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن ہاتھ کے گناہ بیان و تاکید کے محتاج ہیں۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ تو مجید بھی درست ہے کہ جب کہ ایمان تصدیق اور عمل قلب سے عبارت ہے اس بنا پر ایمان اسلام سے قوی اور کامل تر ہے۔ کہ اسلام (اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے) محض ظاہری طاعت و فرمانبرداری سے عبارت ہے۔ اس لیے لوگوں کے امن و عافیت کو جو سلامتی کے مفہوم سے قوی تر ہے ایمان کے ساتھ مختص کیا کہ سلامتی کا مفہوم ذہنی نقصان پہنچانے کے وہم و احتمال کے باوجود کسی کو ضرر و نقصان نہ پہنچانا ہے۔ اور امن کے مفہوم میں اس وہم و احتمال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ انہی دماء (خون) و اموال سے متعلق امن و خوف ہاتھ کے ساتھ مختص نہیں ہوتا نہ زبان کا بھی اس میں دخل ہے کہ زبان کے ذریعے ایک دوسرے کے درمیان پھوٹ ڈالنے دوسروں کی غیبت و چغلی کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ اس حدیث میں خون و مال کے ساتھ عزت کا ذکر نہ کرنا اس بنا پر ہے کہ خون کی حفاظت عزت کی حفاظت کو شامل اور اسی کے حکم میں داخل ہے۔ خوب سمجھ لے۔ و بالشر التوفیق۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ درج ذیل فقرات زیادہ بیان کیے فضالہ بفتح فاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آئندہ کردہ غلام ہیں (والمجاهد من جاهد نفسه فی طاعة اللہ) کامل اور حقیقی مجاہد وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔ کہ نفس طاعت الہی سے انکار اور سرکشی

کرتا ہے۔ اور فرمانبرداری کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ تو مجاہد وہ ہے جو اس سے جنگ کرتا شریعت کا پابند بناتا اور خالق و مالک کی فرمانبرداری کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔ بیعت

سمل آن شیرے کہ صفنا بشکند شیر آن باشد کہ خود را بشکند
ترجمہ۔ بڑا شیر وہ نہیں جو صفوں کو بچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو اپنے آپ کو بچھاڑ دے۔

روالمعجم من هجر الخطايا والذنوب) اسی طرح حقیقی کامل درجے کا مہاجر وہ ہے جو مغیرہ کبیرہ اور دانستہ و نادانستہ ہر قسم کے گناہ چھوڑ دے۔ اس کی تحقیق و تشریح بھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ ثَلَاثًا خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَتَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ يَرْوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو مگر ایسی یہ فرد فرمایا کہ جس میں امانت و دیانت نہ ہو اس کا کوئی ایمان نہیں۔ اور عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

شرح:۔ (وعن انس) رضی اللہ عنہ (قال فلما خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا وقت کم ہی تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو (إلا قال) مگر یہ کلمات ضرور بیان فرمائے اور ان پر عمل کی وصیت فرمائی (لا إيمان لمن لا أمانته له) جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں (ولا دين لمن لا عهد له) اور جو عہد و پیمان کا پابند نہیں اس کا دین نہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ظاہر یہی ہے کہ امانت سے اس کا مشہور و متعارف معنی مراد ہے یعنی ان کے اموال اور ان کی مجالس کی حفاظت اور اس میں ترک خیانت سے عبارت ہے اور عہد سے ان کے آپس کے عہد و پیمان مراد ہیں جو وہ آپس میں کرتے ہیں۔ تو ایمان اور دین کی نفی تغلیظ اور تاکید کے لیے ہے۔ اور دین و ایمان کامل مراد ہے۔ اور اگر امانت سے تکالیف شرعیہ مراد ہوں جن کا ذکر آیت کریمہ ان عرفتنا الا مانتا (بیشک ہم نے ایک امانت پیش کی) اور عہد سے روز الست کا عہد مراد ہو جو پروردگار عالم نے بندوں سے حقوق ربوبیت کی حفاظت کے لیے یا تھا تو پھر حدیث کے الفاظ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ فروع و اصول کے لحاظ سے عمل دین و ایمان کو شامل ہے۔ اس صورت میں کلام میں تکرار و تاکید تحقیق و پختگی کے لیے ہوگی۔ واللہ اعلم

الفصل الثالث

تیسری فصل

۳۱۔ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ حَرَّمَ

اللَّهُ عَلَيْهِ النَّارَ - رواه مسلم -

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے
تھے۔ جس نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آتش دوزخ
اس پر حرام کر دی۔

شرح :- (عن عبادہ بن الصامت) رضی اللہ عنہ۔ روایت ہے حضرت عبادہ (بضم عین و تخفیف با)
بن الصامت جو کبرائے انصار اور ان کے نقباء میں سے ہیں کہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ من شہد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول
الله حرم الله عليه النار) جو شخص صدق و یقین سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان لایا اور اس کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ اس پر
آتش دوزخ حرام کر دیتا ہے۔ اس کی شرح گزشتہ حدیث معاذ میں گزر چکی ہے۔

۳۲۔ وَعَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ - رواه مسلم -

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ
یقین رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں
وہ جنت میں داخل ہوگا۔

شرح :- (وعن عثمان) رضی اللہ عنہ۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وهو يعلم انه
لا اله الا الله) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا تعالیٰ کی
وحدانیت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر یقین و ایمان کی حالت میں مرا (دخل الجنة) وہ جنت میں داخل ہوگا۔
اگر چہ گناہوں کی پاداشیں اسے کچھ وقت کے لیے دوزخ میں جانا اور عذاب برداشت کرنا پڑے۔ اور اس بات
کی بھی امید ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں
اور وہ دوزخ کے عذاب سے بالکل ہی محفوظ رہے۔

۳۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثِنْتَانِ مُوجِبَتَانِ - قَالَ رَجُلٌ
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ قَالَ
مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا
دَخَلَ النَّارَ - وَمَنْ مَاتَ لَا
يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ
الْجَنَّةَ - رواه مسلم -

۳۷۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا
تُعَوِّدًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَهُمُ
رَفِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي تَقْرِيقِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ
أَظْهَرِنَا قَابِطًا عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ
يَقْتَطِعَ دُونَنَا وَفَزَعَنَا فَقُمْنَا
فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْعَثُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَتَيْتُ حَاطِطًا لِلْأَنْصَارِ بَنِي النَّجَّارِ
فَدَعَرْتُ بِهِ هَلْ أَحَدٌ لَهُ بَابٌ
فَكَرَّ أَحَدٌ فَأَمَّا إِذَا رُبِعٌ يَدْخُلُ
فِي جَوْفِ حَاطِطٍ مِنْ بَيْتِ خَارِجِيَّةٍ
وَالرَّبِيعُ الْجَدُّ قَالَ فَاخْتَفَرْتُ
فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

علیہ وسلم نے فرمایا دو کام ایسے ہیں جن کی جزا اور بدلہ ثابت ہو کر
رہتا ہے۔ ایک شخص نے عمر بنی کی یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کوئی
میں جن کی جتنا بندے کو ضرور ملتی ہے۔ فرمایا جو شخص اس حال
میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا اور کفر میں مبتلا
تھا وہ البتہ دوزخ میں جائے گا اور ہمیشہ اس میں رہے گا اور
جو شخص اس حال میں مرا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک
نہ کرتا تھا تو وہ مرتے ہی یا انجام کار جنت میں داخل ہوگا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ
صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اوگرد بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابو بکر اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
درمیان سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور آپ نے دایں تشریف
لانے میں دیر کر دی اور ہمیں خطر محسوس ہوا کہ آپ کہیں بالکل
تھکا نہ ہو جائیں (اور آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے) اور ہم لوگ گھبرا گئے
(اور آپ کی تلاش کے لیے) اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے گھبراہٹ
محسوس کرنے والا شخص میں تھا۔ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش
کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ انصاری قبیلہ بنی نجار کے باغ کے
پاس پہنچا میں نے اس باغ کے ارد گرد چکر لگایا مگر مجھے اندر جانے کا
دروازہ نہ ملا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ باغ سے باہر کنویں کی ایک
تالی باغ کے اندر جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے اپنے
جسم کو سیکڑا اور باغ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہو گیا اور آپ نے فرمایا ابو ہریرہ ہو۔ میں نے
عمر بنی کی یا رسول اللہ میں ابو ہریرہ ہوں۔ فرمایا تمہارا کیا حال

نَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
مَا شَأْنُكَ قُلْتُ كُنْتُ بَيْنَ أَظْهَرِنَا
نَقُمْتُ فَأَبْطَأْتُ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ
تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ
أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا
الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ
الشَّعَلَبُ وَهُوَ لَاءُ النَّاسِ وَرَأَيْتُ
فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي
تَعْلِيهِ فَقَالَ أَذْهَبُ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ
فَمَنْ لِقِيَاكَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ
يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ نَبِيًّا بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ
لَقِيْتُ عُمَرُ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ
يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ هَاتَانِ نَعْلَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا
قَلْبُهُ بَشَرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَضَوَّبَ عُمَرُ
بَيْنَ ثَدْيِي فَخَرَدْتُ لِاسْتَيْ فَقَالَ
ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَدَجَعْتُ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِي عُمَرُ
وَإِذَا هُوَ عَلَى إِثْرِي فَقَالَ رَسُولُ

ہے (ادھر کیسے آئے ہو) میں نے عرض کی آپ ہمارے درمیان
تشریف فرما تھے پھر چانک آپ اٹھ کر آگئے اور واپس پہنچے میں
آپ نے دیر کر دی جس سے ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ آپ کہیں
بالکل تنہا اور اکیلیے رہ جائیں اور دشمن آپ کو گزند پہنچائے
اس خیال سے ہم لوگ گھبرا گئے۔ اور سب سے یہ گھبراہٹ
جسے لاحق ہوئی وہ میں تھا۔ تو میں اس باغ میں آیا۔ اور جس طرح
لوٹری اپنا جسم سکیڑ لیتی ہے اس طرح میں اپنا جسم سکیڑ کر اندر
داخل ہوا اور باقی لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اس پر آپ نے
اپنا جو تا مبارک مجھے دیتے ہوئے فرمایا اسے ابو ہریرہ میری یہ
نعلین شریف لے کر جاؤ اور اس باغ کے باہر پیچھے آنے والا اور
یقین قلبی کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والا جو شخص بھی
مجھے ملے اسے جنت کی بشارت دے۔ تو سب سے پہلے جو شخص
مجھے ملا وہ حضرت عمرؓ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے
دیکھ کر فرمایا یہ کس کے نعلین مبارک ہیں میں نے کہا یہ حضور علیہ
الصلوة والسلام کے نعلین شریف ہیں آپ نے یہ دے کر مجھے
بھیجا ہے۔ کہ یقین قلبی کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت
دینے والے میں شخص سے بھی میں ملوں۔ اسے جنت کی بشارت
دوں (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے سینے پر پیچڑ
مارا جس سے میں اپنی سیرین کے بل گر پڑا اور فرمایا اسے ابو ہریرہ
واپس لوٹ چل تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
اقدس میں واپس لوٹ آیا۔ اور میں نے روتے ہوئے حضور کے
پاس آکر پناہ لی۔ اور حضرت عمر بھی مجھ پر چڑھے ہوئے (میرے ساتھ
ساتھ میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللہ مَآئِدَ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ قُلْتُ لَقِیْتُ
عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِهٖ
فَضَرَبَ بَیْنَ شَدَیْ صَوْبَةً خَدَرْتُ
رِیْسَتِیْ فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عُمَرُ مَا
حَمَلَكَ عَلٰی مَا فَعَلْتَ قَالَ یَا رَسُولَ
اللّٰهِ بِأَبِیْ أَنْتَ وَ أُمِّیْ أَبَعَثْتَ
أَبَا هُرَیْرَةَ بِنَعْلَتِكَ مَنْ لَقِیْ
كُشِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ
مُسْتَقِیْمًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرَهُ
بِالْحَقِّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ
فَإِنِّیْ أَخْشِیْ أَنْ یَتَّكِلَ النَّاسُ
عَلَیْهَا فَخَلِیْهِمْ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَلِیْهِمْ۔

رواہ مسلم۔

فرمایا ابو ہریرہ کیا ہوا میں نے عرض کی کہ میں عمر سے ملا اور انہیں
وہ بشارت دی جس کے دینے کے لیے آپ نے مجھے بھیجا انہوں
نے (نوحہ کرنا کہ) میرے سینے پر تھپڑ مارا ہے جس سے میں اپنی
سیڑی کے بل گسٹھا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ واپس لوٹ چل۔ (اس
پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عمر تجھے اس فعل پر
کس چیز نے آمادہ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ میرے
ملا باپ آپ پر نذا اور قربان ہوں۔ کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنا
جو تا مبارک دے کر یہ بشارت دینے کے لیے بھیجا ہے کہ جو شخص
بھی یقین قلبی کے ساتھ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اسے
جنت کی بشارت دے۔ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت عمر نے عرض کی
آپ ایسا نہ کریں کہ بیشک مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر
لیں گے (عمل کرنا چھوڑ دیں گے) لوگوں کو رہنے دیں کہ عمل
میں مصروف رہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھیک
(ہے) اسی حال میں لوگوں کو رہنے دے۔

شرح: سرور عن ابی ہریرۃ (رضی اللہ عنہ) قال کذا قعدا حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ (و معنا ابو بکر و عمر)
حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمارے ساتھ تھے (فی نفی) ایک جماعت و گروہ کی صورت میں نفر کا لفظ آدمیوں کی تین
سے دس تک کی جماعت پر بولا جاتا ہے اور مطلق قوم و جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ (فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم) تو آپ اٹھ کر باہر نکل گئے۔ (من بین اظہارنا) ہمارے درمیان سے۔ (أظہر بفتح ہمزہ و سکون ظاء و ضم ہاء ظہر کی جمع
ہے بمعنی پشت چونکہ جو شخص چند افراد کے درمیان بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ دراصل ان کی پشتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ کہ ہر فرد کی
پشت اس سے ایک طرف کو ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں لفظ ظہر میں مدد و قوت حاصل کرنے کا معنی بھی ہے۔ جو شخص کسی
قوم و جماعت کے درمیان ہوتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ مضبوط اور قوی ہوتا ہے۔ عرب یہ لفظ ویسے ہی کلام میں

استعمال کر دیتے ہیں اس کا معنی مراد نہیں ہوتا بظاہر اس لفظ کا معنی یہ بنتا ہے کہ حضور مہادی پشتوں کے درمیان سے اٹھ کر چلے گئے۔ یعنی ہمارے درمیان سے۔ زبان عرب میں یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ (فابطا علینا) تو آپ نے ہمارے پاس واپس آنے میں دیر کر دی۔ اور کافی وقت گزر گیا کہ آپ واپس تشریف نہ لائے۔ (دخشنا ان یقطع دوتنا) اور ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ کیسے دشمن وغیرہ آپ کو تنہا دیکھ کر پکڑ لے۔ اور تکلیف پہنچا مراح میں ہے اقتطاع کسی چیز سے ٹکڑا جدا کرنا۔ (دفعنا) خشیت اور فزع دونوں کا غالباً ایک ہی معنی ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ خشیت دل کے ڈر اور خوف کو کہتے ہیں۔ اور فزع وہ ڈر ہے جس کا اثر ظاہر جسم پر بھی محسوس ہو۔ جیسے اٹھ کھڑا ہونا اور فکر و تلاش کرنا۔ (فقمنا) تو ہم ساری کی ساری جماعت اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کی ڈھونڈ پڑنا شروع کر دی۔ بیت

نشست آن دبیر جانی بجانم ہم چو جاں دتن اگر یکدم جدا افتاد جان از تن بر دل آید

ترجمہ۔ وہ دبیر جانی میری جان میں جان کی طرح ہر وقت موجود ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے جدا ٹوٹ جائے تو جسم سے جان نکل جائے گی۔

(فکنت اول من فزع) سب سے پہلے شخص جسے یہ ڈر لاحق ہوا، اور اٹھ کھڑا ہوا میں تھا۔ اس عبارت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فایت محبت والتجاء مفہوم ہوتی ہے۔ فی الحقیقت ایسا کیوں نہ ہو جب کہ غریب و بے بس ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے حضور کی جناب اور آپ کے لطف و کرم کے سوا اور کوئی پشت و پناہ اور ملجاء و مادی نہ تھی۔ بیت

جزاستان توام در جہاں پناہ نیست سر را بجز این در حوالہ گاہے نیست

ترجمہ۔ تیرے آستانے کے سوا جہاں میں میری کوئی جائے پناہ نہیں۔ تیرے در کے سوا کوئی جگہ نہیں جس کے حوالے اپنا سر کروں۔

(فخرجت ابنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ (حتی اتیت حائط الانصار) یہاں تک کہ میں انصار کے ایک باغ میں پہنچا (بنی النجاں جو بنی بخار کی ملکیت تھا۔ بنی بخار انصار کا ایک قبیلہ ہے۔ حائط۔ در اہل اس دیوار کو کہتے ہیں جو باغ کے ارد گرد ہوتی ہے۔ پھر اس کا اطلاق باغ پر بھی کر دیتے ہیں۔ گو یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قیاس اور کسی قرینہ و علامت سے معلوم ہو گیا کہ آپ اس باغ میں تشریف فرما ہیں۔ بلکہ حضور کے جمال کی خوشبو نے نسیم آپ کے مشام محبت کو پہنچی جس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ آپ اس باغ میں تشریف رکھتے ہیں۔ بیت

رفت بہ ہوشے سر زلف تو غلقتے پنجن درندہ کے بوٹے نسیم سحری بود غرض

ترجمہ۔ لوگ تیری زلف کی خوشبو کے خیال میں چین کی طرف گئے۔ درندہ بوٹے نسیم سحری سے کسی کو کوئی غرض و مطلب نہیں۔

(خدا ت بہ ہل اجلہ بایا) اور باغ کے گرد چکر لگایا کہ شاید کسی جانب دروازہ ملے تو اندر جاؤں۔ (فلم اجلہ) تو مجھے کوئی دروازہ نہ ملا۔ شاید اس کا دروازہ بند تھا۔ یا وہ قلع و اعتراب جو اس وقت حضرت ابو ہریرہؓ کو لاحق تھا اس کی وجہ سے دروازہ دکھائی نہ دیا۔ یا ذرا بیعید داخل فی جوف حائطہ ارد گرد چکر کاٹتے کے دوران مجھے ایک چھوٹی سی نہر دکھائی دی جو دیوار کے درمیان سے باغ میں داخل ہو رہی تھی۔ من بنی خارجۃ) ایک بیرونی کنویں سے۔ بعض نے کہا ہے کہ خارجۃ ایک آدمی کا نام ہے جس کا یہ کنواں تھا۔ پہلے معنی کے مطابق لفظ بشر اور خارجۃ تنویں کے ساتھ اور دوسرے معنی کے مطابق بشر مجرور اور خارجۃ بفتح پڑھا جائے گا۔ (والربیع الجدل الربیع چھوٹی نہر کو کہتے ہیں۔ یہ برادی نے تفسیر کی ہے۔) (قال) حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (فاحتفرت) میں نے اپنے ہاتھ پاؤں سیٹھے تاکہ اس چھوٹی سی نہر میں گھس کر اندر جا سکوں صراح میں ہے احتفاظ فادرا بمعجم کے ساتھ اپنے آپ کو اکٹھا کر لینا، سر و پاؤں سمیٹ کر بیٹھنا (فدخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گیا (نقال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر بطور تعجب واستغمام فرمایا (ابوہریرۃ) تو ابو ہریرہؓ ہے۔ باغ کا دروازہ بند ہونے کے باوجود حضرت ابو ہریرہؓ کے باغ کے اندر داخل ہو جانے پر حضور کو تعجب ہوا۔ یا اس بنا پر آپ کو تعجب لاحق ہوا کہ آپ اُس وقت نزول وحی کے سبب حالت استغراق میں تھے۔ اور اپنی ذات اور عالم دنیا سے غائب تھے اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ کو نہ پہچانا نہ فقلت (نعویہ رسول اللہ) میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ میں ابو ہریرہ ہوں (قال ما شانک) فرمایا تیرا کیا حال ہے اور کیا کر رہا ہے۔ اور یہاں کس طرح آ پہنچا ہے۔ (قلت کنت بیت اظہرنا فابطات علینا فخشینا ان تقطع دوننا ففرعنا فکنت اول من فزع فانیت) ہذا الحائط حضرت ابو ہریرہؓ نے پورا قصہ بیان کیا اور صورت حال واضح کی اور کہا یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر آگئے اور ہمارے واپس پہنچنے میں آپ نے دیر کر دی ہمیں ڈر لاحق ہوا کہ آپ کو کوئی دشمن تکلیف نہ پہنچائے۔ اور ہم لوگ آپ کے پاس نہ ہوں۔ اس لیے ہم سب لوگ آپ کی تلاش کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے اول مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا۔ تو میں باغ میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ (فاحتفرت) میں سکر کر چھوٹی نہر میں سے اس طرح باغ کے اندر داخل ہوا ہوں جس طرح لومڑی سکر کر اپنے سوراخ میں داخل

ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پورا قصہ بیان کرنے میں، جدائی کے صدمہ کی شکایت کرنے اور کسی تکلیف دہ چیز سے ڈرنے میں دراصل کمال محبت و دوستی کا اظہار ہے نیز غلوت میں آگئے اور گستاخی کرنے کی معذرت پر شتمل ہے۔ (وہؤلاء الناس وراثی) اور یہ لوگ بھی میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ (فقال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا اباہریرۃ واعطانی نعلیہ) اے ابو ہریرہ اور اپنی نعلین مبارک بھی آپ نے مجھے عطا فرمائی تاکہ اس بات کا نشان ہو کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آ رہا ہوں۔ نعلین شریف دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت نشان کے طور پر دینے کے لیے کوئی چیز موجود نہ ہوگی۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ مناسبت یہ بیان کی ہے۔ کہ نعلین شریف دینے میں جو چلنے میں سہولت اور آسانی کا ذریعہ ہے، اس طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت آسانی فراہم کرنے اور سہولت دینے کے لیے ہے۔ اور آپ کا کام آسانی فراہم کرنا ہے۔ نیز اس میں کلمہ طیبہ کی شہادت کے بعد ثابت قدمی اور استقامت کی بشارت ہے۔ جیسے فرمایا (امنت باللہ ثم استقم) (میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر قائم رہا) (فقال اذهب بنعلی ہاتین) اور فرمایا میرے یہ نعلین شریف لے جاؤ (فمن لقیك من وراء هذا المعاطط) جو شخص بھی تجھے اس باغ کے پیچھے (یشہدان لا الہ الا اللہ) کلمہ طیبہ کی گواہی دینے والا ہے (مستیقنا بھا قلبہ) صدق دل سے اس کلمہ کی گواہی دینے والا (نبشورہ بالجنة) تو اسے بہشت کی بشارت دے۔ یعنی اسے اس بات کی اطلاع دیدے کہ جو بھی اس صفت کا آدمی ہو، بہشتی ہے۔ (فکان اول من لقیتم عمر) پھر سب سے اول جو شخص مجھے ملا وہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ (فقال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ما ہاتان النعلان یا اباہریرۃ) اے ابو ہریرہ یہ نعلین مبارک کس کے ہیں۔ (قلت ہاتان نعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ہمارے یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف ہیں۔ یہ دے کر آپ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ (من لقیتم یشہدان لا الہ الا اللہ مستیقنا بھا قلبہ) ایسے جس شخص سے بھی میری ملاقات ہو جو صدق دل سے اس کلمہ طیبہ کی شہادت دے گا وہی دریا ہو۔ (بشورہ بالجنة) میں اسے جنت کی بشارت دوں۔ (فضوب عمر بن شدی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان تھپڑ مارا (فخرت لاسی) تو میں اپنی سرین کے بل زمین پر گر گیا۔ (فقال ارجع یا اباہریرۃ) اور فرمایا اے ابو ہریرہ واپس لوٹ جا۔ (فرجعت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس لوٹ آیا۔) (فاجہشت بالکاء) اور میں نے روتے ہوئے حضور کے پاس پناہ لی۔ جہش و اجماش رونے کے ارادے سے کسی آدمی کا کسی کے پاس پناہ لینا۔ جس طرح بچہ اپنی ماں کے پاس جاتا

ہے۔ صراح میں ہے جنت کسی کے سامنے رونا اور رونے کا ارادہ کرنا۔ اجمشت و جمشت مزید و مجرد دونوں طرح مروی ہے (در کتب عم) اور حضرت عمر بھی میرے اوپر چڑھے ہوئے آگئے (و اذا هو علی اثری) میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ بھی مجھے اپنے پیچھے کھڑے نظر آئے۔ اثر بکسر ہمزہ سکون ثا مثلثہ اور ہمزہ و ثاء مثلثہ دونوں کے فتح کے ساتھ دونوں روایتیں ہیں اور دونوں لغات فیصح میں (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مالک یا باہویۃ) اسے ابو ہریرہ تجھے کیا ہوا ہے۔ اور تو کیا کر رہا ہے۔ اور کیوں رو رہا ہے (قلت) میں نے عرض کی (لقتی عمر) حضرت عمر میرے سامنے آئے (فاخبرته بالذی بعثتہم میں نے ان کو اس بشارت سے آگاہ کیا جس کے لیے آپ نے مجھے بھیجا۔ یعنی ہر اس شخص کو بشارت دینے کے لیے جو کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو۔ (فغوب بین ثدی ضوبۃ فخرت کاستی) تو انہوں نے میرے دونوں پستانوں کے درمیان زور سے تھپڑا مارا ہے جس سے میں اپنی سرین کے بل گر پڑا ہوں۔ (فقال ارجع) اور کما واپس لوٹ چل۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یا عمر ما حملک علی ما فعلت) اسے عمر تجھے کس چیز نے اس فعل پر آمادہ کیا کہ تو نے ابو ہریرہ کو مارا بھی اور واپس بھی لوٹا دیا۔ (قال) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ بائی انت واقعی) میرے ماں باپ آپ پر قدار ابعثت اباہویۃ بنعلیک) کیا آپ نے اپنے نعلین شریف سے کر ابو ہریرہ کو بھیجا ہے اور ان کو یہ حکم دیا ہے۔ (من لقی یشہد ان لا الہ الا اللہ مستیقنا بہا قلبہ بشورہ بالجنۃ) کہ جو شخص بھی صدق دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا ہے۔ اُسے جنت کی بشارت دے۔ (قال نعم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے اسے بھیجا ہے۔ کہ اس کی بشارت دیں۔ (قال فلا تفعل) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی لوگوں کو اس کی بشارت نہ دیں۔ (فانی اخشی ان یتکل الناس علیہا) کہ بیشک مجھے اس کا ڈر ہے کہ لوگ اس پر یعنی اس بشارت پر یا صرف یہ کلمہ کہہ لینے پر تمکیہ کر لیں گے اور عمل کرتا چھوڑ دیں گے (فخلفہم یلمون) لوگوں کو چھوڑ دیں کہ عمل میں مصروف رہیں۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخلاصا) اگر تجھے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینے میں مصلحت نظر آتی ہے تو ٹھیک ہے انہیں یہ بشارت نہ دے۔

سوال :- یہ کہاں جائز ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے کام سے روک دیں جس کے کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ کو واپس لوٹا دیں۔ اور انہیں اس بات کا پابند کر دیں کہ وہ بشارت نہ دیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ بشارت دینے کا حکم ضروری نہیں۔ بلکہ یہ بشارت صرف اہل ایمان کے دل خوش کرنے کے لیے ہے۔ اور اگر وہ یہ بشارت سن لیں گے تو صرف اسی پر اعتماد کر لیں گے۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے جیسا کہ خود حضور نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا اذ ابتکلوا لیکن محبت و اخلاص کے احساس کے تحت اہل اسلام پر قایت رحمت و شفقت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بشارت دینے پر آمادہ ہو گئے تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر وہ مصلحت آپ کے ذہن شریف میں تازہ ہو گئی اس لیے حضرت عمر کے ساتھ موافقت کرتے ہوئے فرمایا ہاں رہنے دے تاکہ لوگ عمل میں مشغول رہیں۔ ورنہ اگر بشارت کا یہ حکم و جو بی اور ضروری ہوتا تو آپ نے یہ بشارت دینے کے وقت تخلیہ کیوں اختیار فرمایا اور بشارت دینے سے کیوں روک لیا۔ خوب سمجھ لے۔ وباللہ التوفیق۔

۳۵۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔ رواه احمد۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی چابیاں لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔

شرح :- (وعن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاتيح الجنة شهادة ان لا اله الا الله) جنت کی چابیاں اس کلمہ طیبہ کی شہادت اور گواہی دینا ہے۔ مفاتیح کا لفظ جمع لانا اہل ایمان کے افراد کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ہر مومن فرد کی شہادت اس کے لیے جنت کی چابی ہے تو جس قدر اہل ایمان کے افراد ہیں اسی قدر چابیاں ہیں۔ یا اس لیے کہ جتنی متعدد ہیں۔ اس لیے اس کی چابیاں بھی متعدد ہوں گی۔ یا مبالغے کے طور پر کلمہ جمع فرمادیا گیا اس کلمہ شہادت کا ہر جہت و جہلی ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۳۶۔ وَعَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رِجَالًا قَاتَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَوَفَّيَ حَزَنُوا عَلَيْهِ حَتَّى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوسِسُ قَالَ عُثْمَانُ وَكُنْتُ مِنْهُمْ فَبَيَّنَّا أَنَا جَالِسٌ مَرْعَى عَلَى عَمْرٍ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَشْعُرْ بِهِمْ
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر صحابہ کرام میں سے بعض حضرات نے سخت غم و صدمہ محسوس کیا یہاں تک کہ بعض کو دوسرے لاحق ہوتا شروع ہو گیا۔ حضرت عثمان کھتے ہیں میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو دوسرے کا شکار ہوئے۔ اس اثناء میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر کا میرے پاس سے گزر

فَاشْتَكَى عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ عَلَى
جَمِيعًا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا هَذَا
أَنْتَ لَا تَرُدُّ عَلَى أَخِيكَ عُمَرَ سَلَامًا
قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلَى
وَاللَّهِ لَقَدْ فَعَلْتُ قَالَ قُلْتُ وَاللَّهِ
مَا شَعَرْتُ أَنْتَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ
قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ قَدْ
شَغَلَكَ عَنْ ذَلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ
أَجَلٌ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ كَوْنِي اللَّهُ
تَعَالَى نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةٍ هَذَا
الْأَمْرُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَدْ سَأَلْتَهُ
عَنْ ذَلِكَ فَقَعْنَتْ إِلَيْهِ وَقُلْتُ
لَهُ يَا أَبِیْ أَنْتَ مَا قِیْ أَنْتَ أَحَقُّ
بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا نَجَاةٌ هَذَا الْأَمْرُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قِيلَ مِنِّي الْكَلِمَةُ الَّتِي عَرَضْتُ
عَلَى عَمِّي كَرَدَهَا بَوَالِغِ تَوْبَةٍ

رَوَاهُ أَحْمَدُ

ہوا انہوں نے مجھے سلام کہا (لیکن ذہن پر صدمے کے اثر کے باعث)
مجھے اس کا پتہ نہ چلا (اور میں نے انہیں سلام کا جواب نہ دیا)
میں کا شکوہ آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ پھر یہ
دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے
اگر مجھے السلام علیکم کہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے
پوچھا تو نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ میں نے
کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اللہ کی قسم تو نے ایسا ضرور کیا ہے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے
کہا اللہ کی قسم مجھے آپ کے میرے پاس آنے اور سلام کہنے کا
شعور نہ ہوسکا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عثمان سچ
کہتا ہے۔ بیشک تجھے ایک چیز نے سلام کا جواب دینے سے
معروف و مشغول رکھا میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کونسی چیز ہے۔ میں نے کہا قبل اس
کے کہ ہم لوگ اس چیز سے نجات کے بارے میں حضور سے
پوچھتے آپ وصال فرما گئے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے کہا میں نے حضور
سے اس چیز سے نجات پانے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔
لے لی سن کر میں حضرت ابو بکر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے
ان سے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ اس چیز کے متعلق
دریافت کرنے کے زیادہ لائق ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا میں
نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اس چیز (عذاب آخرت) سے نجات پانے
کا کیا طریقہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری طرف
سے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا اور اس نے اسے
رکھ دیا تھا تو وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔

تشریح :- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کتاب کے آخر میں مناقب خلفاء میں مذکور ہوئے گئے۔

(وعن عثمان رضى الله عنه قال) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں (ان رجالات من

اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی حزنوا علیہ) بیشک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر آپ کے صحابہ میں

سے کچھ لوگ غم و صدمہ میں ڈوب گئے۔ (حتی کا بعضہم یسئروا) یہاں تک کہ قریب تھا کچھ لوگ و سوسہ میں مبتلا ہو جائیں۔ و سوسہ

حدیث نفس کو کہتے ہیں۔ تامل میں ہے و سوسہ نفس و شیطان کی اس بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی نفع اور برتری نہ ہو۔ یوسوس

بکسرہ و اثنتانی ہے فتح و افز کے ساتھ پڑھنا خطا ہے۔ اور و سوسہ میں پڑ گیا اور دوسرے کو و سوسہ میں ڈالا، کے معنی میں بھی آتا

ہے۔ (قال عثمان و کنت منهم) حضرت عثمان کہتے ہیں اور میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو و سوسہ میں مبتلا ہونے کے

قریب تھے۔ (فبینا انا جالساً مع علی عمار) اس دوران کہ میں بیٹھا ہوا تھا، حضرت عمر میرے پاس سے گزرے۔

(وسئلوا) اور مجھے سلام کہا۔ (فلما اشعربہ) تاہم مجھے حضرت عمر ان کے گزرنے اور سلام کہنے کا پتہ نہ چلا۔ (فاشتمکی عمارا

ابی بکر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا گلہ کیا۔ (ثما قبلنا حتی سلما علی جمیعاً)

پھر یہ دونوں حضرات تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کہا۔ (فقال ابو بکر ما جلت علی ان لا ترد علی خلیفک عمر

سلامہ) حضرت ابوبکر نے فرمایا تو نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ (قلت ما فعلت) میں نے کہا کہ

میں نے تو ایسا نہیں کیا کہ سلام کا جواب نہ دیا ہو۔ یعنی مجھے علم نہیں کہ میں نے کیا کیا ہو۔ (فقال عمر بلی واللہ لقد فعلت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم تو نے ایسا ضرور کیا ہے۔ (قال قلت) حضرت عثمان کہتے ہیں میں نے حضرت عمر

سے کہا (واللہ ما شعرت انک فزت ولا سلمت) اللہ کی قسم مجھے بالکل پتہ نہ چلا کہ آپ گزرے ہیں اور آپ نے سلام کیا ہے۔

(قال ابو بکر صدق عثمان) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست اور حضرت عثمان کی بات چل و چوک کرتے ہوئے فرمایا

عثمان سچ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک میری طرف کیا اور مجھ سے

ہم کلام ہوتے ہوئے فرمایا (قد شغلت عن ذلک امر) اے عثمان! مجھے ایک عظیم بات نے حضرت عمر کے گزرنے اور

ان کے سلام کہنے کا علم نہ ہونے یا (فقلت اجل) میں نے کہا یہی بات ہے جو آپ نے بیان کی ہے کہ مجھے ایک عظیم بات

نے اس سے باز رکھا۔ (قال) حضرت ابوبکر نے فرمایا (ما هو) وہ عظیم بات کیا ہے (قلت) میں نے کہا (توفی

اللہ ننبیہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی۔ (قبل من نسالہ عن نبیة

هذا الامر) اس سے پہلے کہ ہم آپ سے اس عظیم بات سے نجات حاصل کرنے کا پوچھتے۔ (قال ابو بکر قد سئلته

عن ذلک) حضرت ابوبکر نے فرمایا بیشک میں نے حضور سے اس کے بارے میں پوچھا تھا (فقلت الیہ) تو میں کہرا

ہو گیا اور ان کے قریب چلا گیا۔ (قلت لعابی انت واق) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ (انت احق بہا) آپ حضور کے ساتھ کمال قرب، علم حاصل کرنے کی حرص و چاہت اور خصوصیت سے حضور کے محرم اسرار ہونے کی بنا پر اس نجات، اس امر عظیم اور اس کے دریافت کرنے کے زیادہ لائق ہیں (قال) حضرت ابو بکر نے کہا (قلت) میں نے کہا یا رسول اللہ ما نجاہ هذا الام، یا رسول اللہ اسل مر (عذاب آخرت) سے نجات کی کیا صورت ہے۔ (فقال) تو حضور نے فرمایا (من قبل منی) الکلمۃ التي عرضت علی امی (جس شخص نے وہ کلمہ قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا ابو طالب پر پیش کیا) (فردھا) اور اس نے وہ کلمہ قبول نہ کیا۔ (فہی لہ نجاہ) تو وہ کلمہ اس کے لیے نجات ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نجاہ هذا الام کے الفاظ کی شرح میں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہو سکتا کہ اس امر سے مراد دین مراد ہو۔ یعنی دین میں آتش دوزخ سے نجات اور خلاصی دینے والی چیز ہے۔ یا امر سے مراد وہ اعمال بدہوں جن میں لوگوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ جیسے فریب شیطان، حب دنیا، خواہشات و شہوات نفسانی میں پھنسا رہنا اور معاصی کا ارتکاب ان سب سے نجات کی کیا صورت ہے۔ فرمایا اس کلمہ طیبہ کی دل سے تصدیق آتش دوزخ سے نجات کا سبب ہے۔ اور ہمیشہ اس کا درد ذکر صفائی قلب اور طہارت باطن کا موجب ہے۔ اور دل کی صفائی اور باطن کی طہارت غرور و فریب شیطان کے دفع کرنے، زہاد اور حصول تقویٰ کا ذریعہ ہے انتہی۔

پوشیدہ نہ رہے کہ علامہ طیبی کی بیان کردہ ان دو وجہوں میں سے وجہ اول اس وجہ سے مخدوش ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود روایت کی ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ پر یقین رکھتے ہوئے مرتا ہے وہ بہشت میں داخل ہو گا۔ اس لیے وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چیز نہ پوچھ سکا جو دین میں آتش دوزخ سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ پھر اس وجہ سے بھی اس تو جہیہ کی کیا گنجائش ہے جو دین کی اولین باتوں میں سے ہو اور حضرت عثمان کو معلوم نہ ہو۔ (الایکہ) حسب عذات کی بہشت اور شدت حیرت کی بنا پر وقتی طور پر آپ کو اس کا ذہول ہو گیا ہو۔

اس کے باوجود درست تو جہیہ ہے کہ دوسرے شیطان سے نجات مراد ہے۔ جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا۔ حضرت عمر نے ان کو سلام کہا مگر انہوں نے آپ کے سلام کا جواب نہ دیا اس کی شکایت حضرت عمر نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کی۔ جس پر حضرت ابو بکر نے حضرت عثمان سے دریافت فرمایا تم نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا حضرت عثمان نے کہا خدا کی قسم میں نے ان کا سلام نہ سنا۔ اس وقت میں اپنے جی سے کوئی بات کر رہا

تھا فرمایا تم اپنے جی میں کیا بات کر رہے تھے۔ عرض کیا شیطان کے خلاف کہ وہ میرے نفس میں پایسے ایسے دوسو سو ڈالنا ہے۔ کہ روئے زمین پر جو کچھ ہے سب مجھے دے دیا جائے تب بھی میں انہیں زبان پر لانا پسند نہیں کرتا۔ جب شیطان نے میرے نفس میں ایسا ہی دوسو سو ڈالنا تو میں نے اپنے جی میں کہا کاش میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا کہ ان دوسو سوں سے کس طرح نجات مل سکتی ہے۔ جو شیطان ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی اور پوچھا تھا کہ ہم لوگ شیطان، رسول میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ان دوسو سوں سے وہ کلمہ نجات عطا کرتا ہے۔ جو میں تجھے چچا کی موت کے وقت اس کے سامنے پیش کیا مگر اس نے قبول نہ کیا۔ اسے ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں روایت کیا۔ اور امام بو صیری نے زوائد العشرة میں فرمایا اس کی سند صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی کی جمع الجوامع میں ہے۔ اور ہمارے حدیث کے شیخ المشائخ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سوس کی شرح میں فرمایا یہاں دوسو سے مراد جن میں لوگ مبتلا ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ یہ ہے کہ شاید آپ کی وفات کے بعد دین ختم ہو جائے گا۔ اس کے انوار بھر جائیں گے اور اس کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ خوب غور سے سمجھو۔

۳۷۔ وعن اليقظاد اذ انتهى سماعه رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يبقى على ظهر الارض بيت من بيوتكم ولا دبر الا ادخله الله كلمة الاسلام يعز عزيز وذل ذليل امّا يترحمهم الله فيجعلهم من اهلها او يذنبهم فيدينون لها قلت فيكون الدين كله لله - رواه احمد

اور حضرت مقدار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روئے زمین پر کوئی بھترہ یا کھانساں نہ رہے گا مگر اس میں اللہ تعالیٰ کا اسلام کو داخل کر کے رہے گا۔ عزت والے کی عزت کے ساتھ اور ذلت والے کی ذلت و خواری کے ساتھ۔ یا تو انہیں اللہ تعالیٰ عزت عطا کرے گا۔ تو انہیں اس کلمہ اسلام کا مل چھو دے گا۔ یا انہیں ذلیل کرے گا اور انہیں مجبوراً اس کلمہ کی اطاعت قبول کرنا پڑے گی۔ حضرت مقدار کہتے ہیں تو پھر دین سب کا سب اللہ ہی کے لیے ہو جائے گا۔

شرح :- تذکرہ حضرت مقدار رضی اللہ عنہ۔ حضرت مقدار بن الاسود فضلاء و نجباء صحابہ میں سے ہیں۔ حمید الاسلام ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ آپ کو ابن الاسود اس لیے کہتے ہیں کہ اسود نامی شخص کے عیث یا پروردہ تھے۔ درحقیقت آپ مقدار بن عمرو بن ثعلبہ کنندی ہیں آپ کا قدرے

تفصیل سے ذکر کتاب کے آخر اس لئے اہل بدر میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

روعن المقداد انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا (لا یبقی علی ظہر الارض) نہ باقی رہے گا روئے زمین پر (بیت مدہ ولادبر) اینٹ کا بنا ہوا مکان اور نہ خیمے کا مکان نہ درخت میم و دال ہملہ۔ اینٹ، مٹی کا روڑہ۔ ویر بفتح واو موحده اول۔ یعنی خیمہ۔ بیت مدر سے شہر اور بستیاں مراد ہیں اور بیت ویر سے جنگلات و صحراء مراد ہیں جو خیموں میں رہنے والوں کی جگہ ہے جیسا کہ باریہ نشینان عرب کی عادت ہے۔ تو حضور فرماتے ہیں کوئی جگہ نہ رہے گی کیا شہر کیا گاؤں اور کیا بادیر اور صحراء الا اذ حنہ اللہ کلمۃ الاسلام، مگر یہ کہ داخل کرے گا اللہ تعالیٰ اس میں کلمۃ اسلام مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں اسم اللہ جل و علا صراحتہ مذکور ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے (بعز عنین و ذل ذلیل) اللہ تعالیٰ اس کلمہ کو ہر گھر میں داخل کرے گا جو عزت والا بننا چاہتا ہے اسے اس کلمہ کے سبب عزت دے کر اوپر ذلت و خواری میں رہنا چاہتا ہے اسے خوار رکھ کر جیسا کہ فرمایا (ما یعزہو اللہ) یا تو ان اہل خانہ کو اللہ تعالیٰ عزیز و غالب کرے گا۔ (فیجعلہم من اہلہا) پس انہیں اس کلمہ کا اہل اور اسی پر ایمان کی توفیق عطا کرے گا۔ (را دین لہم) یا انہیں خوار و ذلیل کرے گا۔ (فیذینون لہا) تو وہ ذمی بن کر اور جزیہ قبول کرے اس کلمہ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ جب یہ کلمہ ہر گھر میں داخل ہو جائے گا تو اقلیت، حضرت مقداد فرماتے ہیں میں نے کہا۔ (فیكون الدین کلمۃ للہ) پھر سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے گا اور باقی تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ لوگ خوش ہوں یا ناخوش۔

۳۸۔ وَعَنْ وَهْبِ بْنِ مُنْبِهٍ قِيلَ لَهُ أَلَيْسَ لَدَالَةِ إِلَّا اللَّهُ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحًا إِلَّا وَلَهُ أَسْمَانٌ فَمَا بَطَلَتْ بِمِفْتَاحٍ لَهُ أَسْمَانٌ فِيمَ نَكَتَ وَلَا تَفْتَحُ لَكَ۔ رواه البخاری فی ترجمۃ الباب۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ سے کہا گیا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں انہوں نے کہا ہاں۔ لیکن ہر چابی کے دندان ہوتے ہیں اگر تو ایسی چابی لائے گا جس کے دندان ہوں گے تو دروازہ کھلے گا ورنہ نہ کھلے گا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا۔

مشریح:۔ تذکرہ وہب بن منبہ۔ منبہ بضم میم و فتح ذین و تشدید باء مکسورہ۔ آپ صنعة ثمن سے ہیں۔ تابعی ثقہ ہیں یمن کے قاضی تھے۔ ۱۲۰ھ ہجری میں انتقال فرمایا۔

(روعن وہب بن منبہ) رضی اللہ عنہ۔ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قيل لہ)

آپ سے کہا گیا جب کہ آپ لوگوں کو عمل کی ترغیب اور گناہ پھوڑ دینے کی تاکید کر رہے تھے۔ (الیس لا الہ الا اللہ مفتاح الجنۃ) کہا کلمہ لا الہ الا اللہ بہشت کی چابی نہیں ہے جس کے ساتھ جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ لہذا صرف یہی کلمہ کافی ہے۔ اعمال بجا لانا کوئی شرط نہیں۔ (قال بلی) وہب بن منبہ نے کہا یہ کلمہ ضرور جنت کی چابی ہے (ولکن لیس مفتاح الاولہ اسنان) لیکن کوئی چابی نہیں ہوتی مگر اس کے دندانے ہوتے ہیں۔ (خان جنت بمفتاح لسان فتح لك) اگر تو ایسی چابی لائے گا جس کے دندانے ہوں تو تیرے لیے دروازہ کھلے گا۔ (والا لو یفتح لك) ورنہ تیرے لیے دروازہ نہ کھلے گا۔ اسنان (دندانوں) سے نیک اعمال کی طرف اشارہ کیا۔ تاکہ سابقین و مقربین کے ساتھ جنت میں داخلے کے سلسلے میں کریم ذات کے وعدہ کا یقین اور مقرب بندوں کے مراتب و درجہ پانے کی سعادت نصیب ہو۔ مقصود اعمال کی بجا آوری کی تاکید و ترغیب ہے۔ (رداۃ البغاری فی ترجمۃ الباب) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ترجمہ باب میں بیان کی ہے اور ان کی تعلیقات میں سے ہے۔ تعلیق کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۳۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

إِلَّا سَبْعِينَ شَيْئًا ضَعُفَ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتَّى تَقَى اللَّهَ - متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آتا ہے۔ تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کا اجر دس سے سات سو تک لکھا جاتا ہے۔ اور انسان جو برائی کرتا ہے۔ تو وہ ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔ بیان تک کہ خدا سے جا ملتا ہے۔

شرح: (روعن ابی ہریرۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا احسن احدكم اسلامه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اچھے طریقے سے اسلام لے آتا ہے۔ یعنی صدق و اخلاص سے ایمان قبول کر لیتا ہے۔ (فكل حسنة يعملها تكتب له بعشر امثالها) تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے وہ دس سے (الی سبعین شئاً ضعف) سات سو تک لکھی جاتی ہے۔ ضعف بکسر فاد بمعنی مثل (وكل سيئة يعملها تكتب بمثلها) اور جو وہ بُرا عمل کرتا ہے۔ اس کی ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک نیکی کی جزا اسے دس سے سات سو تک اس کے صدق و اخلاص وغیرہ کے مطابق ملتی ہے۔ (حتى تقى الله) بیان تک کہ خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ یعنی تا دم مرگ خدا سے ملاقات موت سے کنایہ ہے۔

۴۰۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا إِذَا يَمَانٌ قَالَ إِذَا مَاتَ نَفْسُكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتُكَ سَيِّئَتُكَ فَإِنَّتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا إِذَا تَمَّ قَالَ إِذَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ فَدَعَهُ - رواه احمد

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیری نیکی تجھے اچھی لگے اور تیری برائی تجھے بری محسوس ہو تو تو مومن ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ گناہ کیسا ہے۔ فرمایا جب کوئی چیز تیرے دل جی میں کھٹکتی ہو تو اسے چھوڑ دے۔

شرح :- حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ ان دنوں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الایمان) کہ بیشک ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ایمان کی صحت و درستی کی کیا علامت ہے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اذا سمعتك حسنتك) جب تجھے تیرا نیک عمل جو تجھ سے صادر ہوا خوشی و مسرت سے بہکا کرے۔ یہ مسرت و خوشی شکر کی توفیق ملنے، امانت حق تعالیٰ اور اس کی درگاہ کے قریب ہونے کے خیال سے ہو۔ (وساءتك سيئتك) اور تیرا برا فعل و عمل جو تجھ سے وجود میں آیا تجھے غم میں ڈالے تجھے غم و صدمہ میں ڈال دے کہ یہ عمل بد تو مجھے عذاب الہی میں مبتلا کرنے کا باعث ہے۔ اور میں تو خدا تعالیٰ سے دور ہونے اور حجاب نفس میں گرفتار ہونے کو برا جانتا ہوں۔ مجھ سے یہ عمل بد کیوں ہو گیا جب تو اپنے اندر ہی اندر اس بات سے کورھے اور افسوس کرے (فانت مومن) تو تو درست ایمان والا مومن ہے۔ کہ میرا یہ گڑھنا اور افسوس کرنا اس امر کی علامت ہے کہ تجھے تصدیق ایمانی اور خدا اور اس کے احکام پر یقین کی دولت حاصل ہے۔ اور اس بات کا نشان ہے کہ روزِ آخرت اور جزائے اعمال پر تیرا ایمان ہے۔ اور جن چیزوں پر یقین رکھنا ضروری ہے ان میں ایک چیز جزائے اعمال پر یقین رکھنا بھی ہے۔

شیخ امام عارف حضرت عبدالوہاب المتقی المالکی قدس اللہ روحہ واصل الینا فتوحہ نے رسالہ جل المتین فی تقویۃ الیقین میں فرمایا ہے چار چیزیں ایسی ہیں کہ اس راستے پر چلنے والے کے لیے ان پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ پہلی چیز توحید ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ اس کا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ تمام صفات کمال سے موصوف ہے۔ اور جو کچھ جہان میں رونما ہوتا ہے یعنی نفع و نقصان خیر و شر اور منع و عطا سب اس کے حکم اور تقدیر کے تحت ہے۔ اس عقیدہ توحید سے یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ بندے کا التفات اور اس کی توجہ مخلوقات کے ضرر و نفع اور ان کے ہونے نہ ہونے سے کٹ جاتی ہے۔ دوسری چیز توکل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کے رزق عطا کرنے میں اس کی ضمانت و ذمہ داری پر پورا

پورا یقین رکھے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تلاش رزق میں جائزہ ذرائع اختیار کرتا ہے۔ اور رزق کے اسباب و ذرائع میانہ ہونے کی صورت میں اضطراب دے چینی اور پریشانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔ تیسری چیز جزائے اعمال یعنی ثواب و عذاب پر یقین رکھنا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بندہ خدا تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی کوشش کرتا اور معصیت و نافرمانی سے دور رہتا ہے۔ چوتھی چیز یہ کہ تیرا اس پر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ بندے کے تمام حالات اور اس کے تمام اعمال و افعال سے پوری طرح ہر وقت واقف و آگاہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظاہر و باطن کی اصلاح کی سعی کرتا اور اس میں پوری جدوجہد بروئے کار لاتا ہے۔ حضرت شیخ عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حکم میں فرماتے ہیں۔ دل مردہ ہو جانے کی علامت اور اس کا نشان یہ ہے کہ بندہ نیکیوں کے فوت ہو جانے سے ہمدردی اور غم محسوس نہیں کرتا۔ اور گناہوں اور بغضتوں کے صدور سے نادم و پشیمان نہیں ہوتا۔ (قال) اس شخص نے کہا (یا رسول اللہ) فما الاثم گناہ کیا ہے اور کس نشانی سے پتہ چلے کہ یہ کام گناہ ہے۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اذا حاك في نفسك شيئا) جب کوئی چیز تیری ذات میں کھٹکا پیدا کرے۔ تجھ پر اثر کرے۔ تجھ متروک کر دے۔ اور اس پر تیرا دل اطمینان و قرار نہ پکڑے اور کشادگی و سکون محسوس نہ کرے (فدعه) تو اس کام کو چھوڑ دے کہ یہ اس امر کا نشان ہے کہ اس میں گناہ ہے استغفرت قلبك (اپنے دل سے فتویٰ پوچھ) کا یہی مطلب ہے۔ لیکن یہاں دل سے قدسی دل مراد ہے۔ جو زیور تقویٰ سے آراستہ، ایمان کے نور سے منور اور یقین کی صفائی سے مصفا ہو چکا ہے۔ ایسا دل اگر کسی کام کے کرنے میں متروک ہو اور غلبان و کھٹکا محسوس کرتا ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کام میں گناہ کی آمیزش ہے۔ عام اہل اسلام کا دل مراد نہیں جو معصیت و کدورت کی تاریکی سے برباد ہوتا ہے جو ملکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھتا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ دل کا فتویٰ وہاں معتبر ہے جہاں شرعی دلائل مفقود یا متعارض ہوں۔ قرآن مجید کی نص، حدیث یا اجماع نہ ہو اور وہاں علماء کے اقوال متعارض اور متخالف ہوں۔ ایسے مقام میں شرح صدر و فتویٰ قلب سے ایک قول کو دوسرے قول پر ترجیح دینا درست ہے۔ اسے خوب سمجھ لے و بالشد التوفیق۔

۴۱۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْسَةَ قَالَ

أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا

الْأَمْرِ قَالَ خُذْ وَعَبْدُ قُلْتُ مَا إِلَّا سَلَامٌ

اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے

ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور

عرض کی یا رسول اللہ اس کام میں آپ کے ساتھ اور کون ہے۔ فرمایا

آزاد اور غلام میں نے دریافت کیا اسلام کیا ہے فرمایا پاکیزہ گفتگو

قَالَ طَيْبُ الْكَلَامِ وَرَأْيُكُمْ الطَّعَامُ فَقُلْتُ
مَا لِإِيْمَانٍ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّامِعَةُ
قَالَ قُلْتُ أَيْ الْإِسْلَامُ أَفْضَلُ
قَالَ مِمَّنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ
لِسَانِهِ وَبَيْدِهِ قَالَ قُلْتُ أَيْ الْإِيْمَانِ
أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ قَالَ قُلْتُ أَيْ
الْقُلُوبَةِ أَفْضَلُ قَالَ طَوْلُ الْقُنُوتِ
قَالَ قُلْتُ أَيْ الْهَجْرَةِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْ تَهْجُرَ
مَآكِرَهُ رَبِّكَ قَالَ فَقُلْتُ نَأَى الْجِهَادِ أَفْضَلُ
قَالَ مَنْ عَقَرَ جَوَادُهُ وَهَرَبَتْ دُمُهُ قَالَ
قُلْتُ أَيْ السَّاعَاتِ أَفْضَلُ قَالَ جَوْثُ اللَّيْلِ
الْآخِرِ - رواه احمد -

اور کھانا کھلانا۔ میں نے دریافت کیا ایمان کیلئے فرمایا صبر کرنا اور
سخاوت کرنا۔ راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا
کونسا ہے۔ فرمایا وہ مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے
رہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسا ایمان افضل
ہے فرمایا اچھا اخلاق راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا افضل نماز
کونسی ہے۔ فرمایا لمبا قیام۔ راوی فرماتے ہیں میں نے کہا افضل ہجرت
کونسی ہے فرمایا یہ کہ تو ان کاموں کو چھوڑ دے جو تیرے رب کو
ناپسند ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے دریافت کیا کونسا جہاد افضل
ہے فرمایا جس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ اور جس کا
غول بہا دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسی گھڑیاں افضل ہیں۔
فرمایا نصف رات کے بعد کا حصہ۔

شرح :- حضرت عمرو بن عبسہؓ تینوں فتحوں کے ساتھ جلیل القدر صحابی ہیں۔ تیسرے یا چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ کے
عنور کی خدمت شریف میں آنے۔ اسلام قبول کرنے اور پھر آپ سے رخصت ہونے کا قصہ عجیب و غریب بہرے سے خالی نہیں۔
یہ قصہ کسی دوسرے مقام میں مذکور ہوا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

روعن عمرو بن عبسہ (رضی اللہ عنہ) قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب کہ آپ ابھی مکہ میں ہی
تھے۔ اور ابتدائے اسلام کا زمانہ تھا (فقلت) میں نے کہا (یا رسول اللہ من معات علی هذا الامر) یا رسول اللہ
آپ کے ساتھ اس دین اسلام میں اتفاق کرنے والا کون ہے۔ (قال حدو عبد) حضور علیہ السلام نے فرمایا اس میں میرے
ساتھ اتفاق کرنے والا آزاد اور غلام ہے۔ اس سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت بلال ہیں رضی اللہ عنہما۔ بعض شارحین
نے کہا ہے عبد سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں۔ لیکن یہاں قول زیادہ صحیح ہے۔ کہ مسلم کی روایت میں معہ ابوبکر و بلال صراحت
سے آچکا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حدو عبد سے سب لوگ مراد ہیں تو یہ تو جہیز زمانہ استقبال میں خبر کے طور پر درست
ہو سکتی ہے۔ جب اسلام پھیل گیا اور اس کا معاملہ قرار پڑا ہو گیا۔ گویا انہوں نے یہ سوال کیا اس میں آپ کی موافقت کون کرے

گا۔ تو حضور نے جواب دیا سب آزاد اور غلام لوگ (قلّت) میں نے پوچھا اسلام کی علامات اور اس کے خصائص کیا ہیں۔
 (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (طیب الکلام واطعام الطعام) گفتگو میں خوبی اور نرمی اختیار کرنا۔ اور لوگوں کو کھانا کھلاتا۔ غالباً عمدہ اخلاق اور اعلیٰ صفات بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن ان سب میں سے ان دونوں مفتوں یعنی تواضع و سخاوت کے بیان پر کفایت اس لیے کی کہ ان دو خوبیوں کا اثر لوگوں تک پہنچتا ہے یا اس بنا پر صرف ان صفات کا ذکر فرمایا کہ یہ سائل کے حال سے زیادہ تعلق اور مطابقت رکھتی تھیں۔ اسی لیے احادیث میں اس سوال کے جواب میں مختلف صفات ذکر کی گئی ہیں اور ہر سائل کے مناسب حال — ان صفات کا ذکر کر دیا گیا۔ یہی تشریح و تحقیق حضور کے اس کلام میں بھی ہوگی (قلّت ما الایمان) میں نے دریافت کیا ایمان کیا ہے اور اس کے خصائص کیا ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا (الصبر والسماحۃ) علماء فرماتے ہیں ایمان کے تمام خصائص و محاسن کا خلاصہ صبر اور سخاوت ہے۔ لفظ صبر میں ممنوعات کے چھوڑ دینے کی جانب اشارہ ہے اور سماحت میں اچھے کام کرنے کی تلقین ہے جیسا کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول الصبر عن معصیۃ اللہ والسماحۃ علی اداء فرائض اللہ۔ (اللہ کی نافرمانی سے رک جانا اور اس کے فرائض کی ادائیگی پر کمر بستہ رہنا) میں خود اس کی تفسیر کر دی ہے۔ (قال) حضرت عمرو بن عبسہ فرماتے ہیں (قلّت) میں نے عرض کیا (ای الاسلام افضل) کونسا اسلام یعنی اسلام کے کون سے اخلاق اور اس کی کون سی صفات زیادہ افضل اور اعلیٰ ہیں۔ (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من سلوا المسلمون من لسانہ ویدہ) وہ جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمانوں کو کوئی تکلیف و اذیت نہ پہنچے (قال) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں (قلّت) میں نے دریافت کیا (ای الایمان افضل) کونسا ایمان یعنی ایمان کی خصلتوں اور شعبوں میں سے کونسی خصلت اور کونسا شعبہ افضل و اعلیٰ ہے۔ (قال خلق حسن) ایمان کے شعبوں میں افضل تر شعبہ اچھا خلق ہے۔ جو تمام اعمال حسنہ کی اصل و جڑ۔ نفس کے بے مشکل تر اور مخلوق الہی کو نفع پہنچانے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (قال قلّت) راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا (ای الصلوۃ افضل) کونسی نماز یعنی نماز کے ارکان و افعال میں سب سے افضل رکن و فعل کونسا ہے۔ (قال طول القنوت) فرمایا قیام۔ لفظ قنوت کے متعدد معانی ہیں۔ جیسے طاعت و خشوع، نماز، دعا، قیام اللیل سکوت و خاموشی۔ یہاں قیام مراد ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ طول قیام افضل ہے یا لمبا سجدہ بعض اس پر ہیں کہ طول قیام افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں درازی سجدہ افضل ہے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ رات کی نماز میں طول قیام افضل ہے اور دن کی نماز میں درازی سجدہ افضل ہے۔ ہم نے ان سب علماء کے دلائل شرح سفر السعاده میں ذکر کر دیے ہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں رکن فضیلت میں برابر ہیں۔ قیام کی فضیلت قرآن مجید کی قرأت سے ہے۔ اور سجدہ کی فضیلت تہلیل و خشوع کی شکل و نہایت کی بنا

پیر۔ اس بارے میں اخاف کا مسلک یہ ہے کہ طویل قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت بیشتر اور خدمت زیادہ تر ہے۔ (قال قلت ای الهجرة افضل) راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کونسی ہجرت افضل ہے۔ (قال ان تہجر ما کرہ دیک) فرمایا یہ کہ تو وہ کام ترک کر دے جو تیرے پروردگار کو ناپسند ہو سوا و جس سے وہ خوش اور راضی نہ ہو اس معنی کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ (قال فقلت) حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں جب میں نے ان تمام احکام دار کان اسلام کے بارے میں دریافت کر لیا اور جواب سن لیا تو آخر میں جہاد کا سوال کیا جو ارکان دین میں اعلیٰ و ارفق رکن ہے۔ تو میں نے عرض کیا (فای الجہاد افضل) افضل جہاد کون سا ہے (قال من عقر جوادہ و هریق دمه) جس کے عمدہ گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں۔ اور اس کا خون بہا دیا گیا۔ یعنی سواری اور سوار دونوں اللہ کے راستے کام آگئے۔ اور اس نے پوری مردانگی اور کوشش سے جہاد میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ شہادت کے اس مرتبہ بلند پر فائز ہو گیا۔ اور خالص ثواب آخرت کے لیے ایسا کیا غنیمت اور مال دنیا سے پاک چلا گیا۔ اور دین کے بدلے دنیا حاصل نہ کی۔

جب کہ اس صحابی نے افضل نماز کا سوال کیا تو نماز کے افضل اوقات کا بھی سوال کیا۔ غالباً آپ کا مقصود رات کی نماز اور اس کا قیام تھا (قال قلت ای الاوقات افضل) کہتے ہیں میں نے پوچھا اوقات میں سے کون سا وقت یا رات کی گھڑیوں میں سے کونسی گھڑی شب بیداری کے لیے افضل ہے۔ (قال جوف الليل الاخذ) فرمایا رات کے دوسرے نصف کا درمیانی حصہ۔ کہ وہ رات کا چوتھا یا پانچواں گھنٹہ ہے اور اگر چھٹے گھنٹے کو بھی داخل کر لیا جائے تو یہ رات کے آخری چھٹے حصے کو بھی شامل ہو جائے گا۔

۴۲۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَ يُصَلِّيَ الْخَمْسَ وَيَصُومَ رَمَضَانَ غُفِرَ لَهُ قُلْتُ أَفَلَا أُبَشِّرُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ دَعُهُمْ يَكْمُلُوا۔

رواہ احمد۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا تھا۔ اور پانچ نمازیں پڑھتا۔ رمضان شریف کے روزے رکھتا تھا۔ اسے بخش دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں فرمایا انہیں رہنے دے کہ عمل کریں۔

شرح :- (وعن معاذ بن جبل) رضی اللہ عنہ۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا
(من لقی اللہ) جس نے اللہ سے ملاقات کی اور اس کی جناب میں پیش ہوا۔ (لا یشرک بہ شیئاً) اس حال میں کہ وہ اس
کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرا تا۔ (ویصلی الخمس) اور پنجگانہ نماز ادا کرتا ہے۔ (ویصوم رمضان) اور رمضان
شریف کے روزے رکھتا ہے۔ (عقل لہ) اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ صرف نماز و روزہ کا ذکر ان کی افضلیت
شہرت اور عمومیت کی بنا پر کیا۔ یا زکوٰۃ و حج اس وقت ابھی فرض ہی نہ ہوئے تھے۔ یا اس بنا پر صرف ان دو کا ذکر
فرمایا کہ ان دو کو فضل و کرم الہی کی جناب میں وہ شرف و عزت حاصل ہے کہ اگرچہ کتنے ہی گناہ کیے ہوں اور دوسرے
فرائض ترک ہی ہو گئے ہوں، ان دو کی برکت سے بخشش ہو جائے گی۔ یہ ان کی خصوصیت ہے۔ اور ابھی اللہ کی
مشیت اپنی جگہ باقی ہے۔ (قلت) میں نے کہا (فلا ابشروہم) یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے
دوں۔ (قال دعہم یعملوا) فرمایا لوگوں کو چھوڑ دے کہ عمل کرتے رہیں۔ اس عبارت کی شرح گزشتہ صفحات
میں گزر چکی ہے۔

۴۳. وَعَنْهُ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَفْضَلِ الْإِيمَانِ
قَالَ أَنْ تُحِبَّ لِلَّهِ وَتُبْغِضَ لِلَّهِ وَتَعْمَلَ
لِسَانَكَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ قَالَ وَمَاذَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ
مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهَا
مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ.

رواہ احمد۔

اور انہی سے روایت ہے کہ بیشک انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے افضل ایمان کا سوال کیا۔ فرمایا افضل ایمان یہ ہے
کہ تو اللہ کے لیے محبت کرے اور اللہ کے لیے کسی سے دشمنی کرے
اور اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں مصروف رکھے۔ حضرت معاذ
نے عرض کیا اس کے علاوہ آپ اور کیا فرمانا چاہتے ہیں فرمایا کہ
دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا
ہے۔ اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے
لیے ناپسند کرتا ہے۔

شرح :- (وعنه انه سأل النبي صلی اللہ علیہ وسلم عن افضل الايمان) اور حضرت معاذ سے ہی
روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایمان کا اعلیٰ ترین فرد اور اس کی بہترین خصلت
کیا ہے۔ (قال ان تحب للہ) فرمایا ایمان کی افضل و اعلیٰ صفت یہ ہے کہ جس سے دوستی کرے۔ (وتبغض
للہ) اور جس سے دشمنی کرے صرف خدا کے لیے کرے (وتعمل لسانك في ذكر الله) اپنی زبان کو اللہ کی یاد
میں مصروف رکھ دے (قال) حضرت معاذ نے کہا (وماذا) اس کے بعد کیا کروں یا اس کے بعد آپ کیا فرماتے ہیں یا اعلیٰ

درجہ کے ایمان کی اور کونسی صفت و خصلت ہے۔ (قال ان تعبد للناس ما تعبد لنفسك) فرمایا یہ کہ تو لوگوں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (و تکرہ لہو ما تکرہ لنفسك) اور ان کے لیے بھی وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ یعنی سب کا خیر خواہ ہو۔ کسی کے لیے بد خواہ نہ ہو۔

کبیرہ گناہوں اور نفاق کی علامتوں کا باب

گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس کے ارتکاب پر شرع میں حدود سزا متعین ہو۔ یا جس پر شرع میں وسیعہ (ڈانٹ) واقع ہو۔ یا جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ہوئی ہو۔ اور دین کی بے عزتی کا موجب ہو۔ اور جو گناہ اس نوعیت کا نہ ہو وہ صغیرہ ہے۔ گناہ کبیرہ کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔ بعض سخت تر اور شفیع تر ہیں اور بعض میں نسبتاً کم شناخت و قیاس ہے۔ احادیث میں کبیرہ گناہوں کی کچھ تعداد مذکور ہوئی ہے۔ جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ لیکن یہ گناہ صرف اس تعداد میں منحصر نہیں ہیں۔ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسے جیسے وحی کا نزول ہوتا رہا حاضرین اور سائلین کے مناسب حال ان میں سے کچھ کچھ کا بیان فرماتے رہے۔ باقی گناہوں کا بیان کسی دوسرے وقت پر اٹھایا گیا۔

حضرت مولانا جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد عصریہ میں بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جن کبار کی تعداد و تفصیل بیان کی ہے۔ وہ یہ ہیں۔ ۱۔ قتل ناحق۔ ۲۔ زنا۔ ۳۔ لواطت۔ ۴۔ چوری۔ ۵۔ شراب اور برابری نشہ اور چیز پینا جو شراب کے حکم میں ہو۔ ۶۔ خنزیر کا گوشت کھانا۔ ۷۔ کسی کا مال غصب کرنا۔ ۸۔ کسی پر زنا کی تہمت لگانا۔ ۹۔ جھوٹی گواہی دینا۔ ۱۰۔ سودہ کھانا۔ ۱۱۔ بلا عذر شرعی رمضان شریف کا روزہ توڑنا۔ ۱۲۔ جھوٹی قسم کھانا۔ ۱۳۔ قطع رحمی کرنا۔ ۱۴۔ مسلمان ماں باپ کو ناحق تکلیف دینا۔ ۱۵۔ جہاد میں کفار کے مقابلے سے بھاگ جانا۔ ۱۶۔ یتیموں کا مال کھانا۔ ۱۷۔ ذبح و پیمانہ میں خیانت کرنا۔ ۱۸۔ وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھ لینا۔ ۱۹۔ نماز کا وقت ضائع کر کے اسے پڑھنا۔ ۲۰۔ زکوٰۃ نہ دینا۔ ۲۱۔ مسلمانوں سے ناحق جنگ و جدال کرنا۔ ۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرنا۔ ۲۳۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالیاں دینا۔ ۲۴۔ بے عذر سچی گواہی چھپانا۔ ۲۵۔ رشوت لینا۔ ۲۶۔ خاندان بیہوشی کے درمیان نفرت و عداوت ڈالنا۔ ۲۷۔ سلطان وقت کے پاس جا کر لوگوں کی چغلی کرنا۔ ۲۸۔ قدرت و طاقت ہوتے ہوئے امر معروف اور نہی منکر ترک کرنا۔ ۲۹۔ قرآن مجید سیکھنے کے بعد بھلا دینا۔ ۳۰۔ حیوانات و جانوروں کو آگ میں جلانا۔ ۳۱۔ عورت کا بلا عذر اپنے آپ کو مرد کے قابو میں نہ دینا۔ ۳۲۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ ۳۳۔

اس کے عذاب سے بے خوف ہو جانا۔ ۳۴۔ اہل علم اور عالمان قرآن کی امانت دے دی کرنا۔ ۳۵۔ اپنی عورت سے ظہار کرنا۔ یعنی ماں بہن کے ساتھ تشبیہ دینا۔ مولانا جلال الدین مدانی نے اسی قدر بیان کیے اند ایک دوسری تفسیر کے مطابق ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک عمدہ کتاب تصنیف کی جس کا نام زندا جہ ہے۔ نسال اللہ العافیۃ۔ ہم اللہ سے عافیت و سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

الفصل الاول

فصل اول

۴۴۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَدْعُو لِلَّهِ نِدَاءً وَهُوَ خَلْقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ نَحْشِيَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَنْزِيَّ حَلِيلَةَ جَارٍ لَكَ نَزَلَ اللَّهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیسا ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ وہ تیرا خالق ہے۔ اس نے کہا پھر اس کے بعد کونسا بڑا گناہ ہے۔ فرمایا یہ کہ تو اس ڈر سے اپنی اولاد قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائیں۔ (اور ان کا کھانا میں کہاں سے مہیا کروں گا) اس نے کہا پھر بڑا گناہ کونسا ہے فرمایا یہ کہ تو اپنے بیوی کی بیہوشی کے ساتھ بدکاری کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان احکام کی تصدیق کیسے یہ آیت نازل فرمائی وَالَّذِينَ الْخُلُوعِ لِرَبِّهِمْ وَالَّذِينَ كَانُوا يُحِبُّونَ مَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے۔ اور جس ذات (انسان) کا قتل کرنا حرام ہے اسے قتل نہیں کرتے الا یہ کہ اس کا قتل کرنا شرعاً حق ہو۔ اور زنا و بدکاری کا ارتکاب نہیں کرتے۔ الا یہ

متفق علیہ

تشریح :- (عن عبد الله بن مسعود)

آپ کے فضائل و مناقب صد و شمار سے زیادہ ہیں۔ کتاب کے آخر میں کتاب جامع المناقب میں قدر سے مذکور ہوں گے۔ رضی اللہ عنہ۔ (قال قال رجل) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے عرض کیا (یا رسول اللہ ای الذنب اکبر عند اللہ) اے اللہ کے رسول اللہ کے نزدیک سب سے بڑا اور بدتر گناہ کیا ہے۔ (قال ان تدعو الله ندا وهو خلقك) فرمایا سب سے بڑا گناہ جس سے سخت تر اور کوئی گناہ نہیں، یہ ہے کہ تو پروردگار

عالم کے لیے اس کی مانند اور اس کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھے علم ہے کہ تجھے اس نے پیدا کیا اور اگر تجھے اس کا علم نہیں ہے تو علم ہونا چاہیئے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ پیدا کرنے کی صفت اس ذات کبریاء کے سوا کسی اور میں نہیں ہو سکتی۔ **فند**۔ بکسر نون۔ اسے کہتے ہیں جو کسی کی ذات و صفات میں اس کی طرح ہو مگر افعال و احکام میں اس کے خلاف ہو۔ اور خدا ایسے مخالف کو کہتے ہیں جو ذات و صفات میں اس کی طرح نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا نہ کوئی ند ہے نہ ضد۔

مشرکین اور بت پرست اگرچہ اپنے بتوں کو خدا کا مانند اور اس کا مخالف نہیں جانتے، اور نہ کہتے ہیں مگر چونکہ ان کی عبادت اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اس بنا پر گویا وہ انہیں اس کا مانند و شریک اور اس کا مثل قرار دیتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بت ہمیں خدا کے عذاب سے چھڑالیں گے۔ مختصر یہ کہ شرک تین قسم ہے۔ وجود میں شرک، خالقیت میں شرک۔ اور عبادت میں شرک۔

(قال تھای) اس مرد نے کہا کفر کے بعد کونسا گناہ بڑا ہے۔ (قال ان تقتل دلدک خشية ان يطعم معک۔) فرمایا کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اپنے فرزند کو اس بنا پر قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائے گا، یعنی اپنی محتاجی کے ڈر سے۔ دور جاہلیت میں لوگ یہ کام کرتے تھے اور تنگدستی اور شرم و عار کے خوف سے اپنی چھوٹی اور معصوم اولاد کو قتل کر دیتے تھے۔ اگرچہ قتل نفس مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، لیکن اپنی اولاد کا تنگدستی کے خوف کے تحت مجبور عقیدہ توکل اور خالقیت پروردگار کے اعتقاد کے منافی ہے۔ قتل کرنا سخت کبیرہ اور بدترین درجے کا گناہ ہے۔ اسی بنا پر خصوصیت سے قتل اولاد کا ذکر فرمایا۔ یا سائل کے حال کے مطابق ایسا فرمایا (قال تھای) کہا قتل نفس کے بعد سب سے بڑا گناہ کونسا ہے۔ (قال ان تنزی حلیلة جارک) فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے بدکاری کرے۔ ہمسایہ کی بیوی کی قید بھی اس وجہ سے لگائی جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔ رکہ اگرچہ نہ مطلقاً گناہ کبیرہ ہے۔ مگر ہمسایہ کی بیوی سے ایسا کرنا سخت تر کبیرہ ہے یا سائل کے حال کے مطابق ایسا فرمایا (خانہ اللہ تصدیقہا) تو اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ احکام کی تصدیق و تائید کے لیے درج ذیل آیت نازل فرمائی جس میں وہ اپنے خاص بندوں کی مدح و ثنا فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ (والذین لا یدعون مع اللہ اللہا اخر۔) اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو شریک نہیں کرتے۔ (ولا یقتلون النفس التي حرم اللہ الا بالحق) اور وہ لوگ جو کسی ذات کو قتل نہیں کرتے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر حق شرع کے تحت جیسے حدود قصاص کے طور پر قتل کیا جاتا ہے۔ (ولا یزنون) اور بدکاری نہیں کرتے۔ الایہ۔ آخر آیت تک جس میں ان جرائم پر شناعت و قباحت اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذکر

فرمایا۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے مقصود مطلق قتل و زنائے مذکورہ قیود زیادہ تشبیہ اور اظہار قباحت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ یا خاص سائل کے حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

۴۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرُ

الْإِشْرَاقُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ

النَّفْسِ وَالْيَمِينَ الْقَمُوسُ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وَفِي رَوَايَةٍ أَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّورِ بَدَلِ

الْيَمِينِ الْقَمُوسِ - متفق عليه

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے

ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ ۱۔

اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ ۲۔ والدین کی نافرمانی کرنا۔ ۳۔

قتل ناحق۔ اور جھوٹی قسم کھانا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ اور

حضرت انس کی روایت میں یمن غموس کے بجائے جھوٹی

گواہی دینے کا لفظ آیا ہے۔

الْيَمِينِ الْقَمُوسِ - متفق عليه

شرح :- (روعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكبائر

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں۔

(۱۔ شراک باللہ) وجود یا عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے شرک سے ہر قسم کا کفر مراد ہے۔ صرف شرک

کا ذکر اس لیے کیا کہ کفار مکہ مشرک تھے۔ اور بت پرستی کرتے تھے۔ اور بعض مقامات میں جہاں مسلمانوں کو شرک کرنے

سے منع کیا گیا ہے وہاں شرک سے مراد مراد ہے۔ یا مرتد ہونے سے روکنا مراد ہے۔ (۲۔ عقوق الوالدین) اور حق

شرع کے بغیر مسلمان ماں باپ کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا۔ حدیث کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مطلقاً

والدین کو ستانا اور ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن دوسری احادیث کے قرینہ کے مطابق والدین سے مسلمان

والدین مراد ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ تاہم کافر والدین کو بھی کفر سے نکالنے کی غرض کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت

دکھ دینا اور رنجیدہ کرنا درست نہیں۔ بلکہ ان سے رفیق و نرمی سے پیش آنا لازم ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ

عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ میرے والد میرے پاس آئی ہیں وہ

مشرک ہیں ایمان لانے سے انکار کرتی ہیں۔ کیا میں اس سے صلہ رحمی کر دوں۔ فرمایا ہاں اس سے صلہ رحمی کے ساتھ پیش

آؤ۔ جیسا کہ باب البر والصلۃ میں آئے گا۔ (۳۔ قتل النفس) اور قتل ناحق۔ (۴۔ الیمین الغموس) اور جھوٹی قسم کھانا

بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ یمن غموس دراصل یہ ہے کہ کوئی شخص گزرے ہوئے کام کی جھوٹی قسم کھائے۔ مثلاً یوں

کہ میں نے یہ کام کیا یا یہ بات کی۔ واقع میں وہ کام نہ کیا ہو یا وہ بات نہ کی ہو۔ یمن غموس بفتح یمین مجہول اس قسم کو کہتے ہیں۔

غمس کا معنی غوطہ دینا ہے۔ یہ بڑا فعل قاعل کو گناہ اور آتش دوزخ میں غوطہ دینے کا سبب ہے۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں
 یمن غموس یہ ہے کہ کوئی شخص جھوٹی قسم کے ذریعے مسلمان کا مال ہڑپ کرے۔ گزرے ہوئے کام کی قید اس لیے لگائی گئی
 ہے کہ اگر اس نے کسی آئندہ فعل کے لیے قسم کھائی کہ میں ایسا کروں گا۔ پھر نہ کیا تو اس کا کفارہ ہے کفارہ دے اور قسم
 توڑنے کے گناہ سے نجات حاصل کرے۔ (رواہ البغاری فی روایۃ انس وشہادۃ الذی بدل الیمین

الغموس) اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں الیمین الغموس کے بجائے وشہادۃ الزور کا لفظ آیا ہے۔
 یعنی جھوٹی شہادت دینا۔ حدیث مذکور بروایت عبداللہ بن عمرو صرف امام بخاری کی روایت ہے۔ اور حدیث
 مذکور بروایت انس رضی اللہ عنہ جس میں الیمین الغموس کے بجائے وشہادۃ الزور کا لفظ آیا ہے متفق علیہ ہے۔

۴۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوا
 السَّبْعَ الْمُؤَبَّاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
 وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالشِّعْرُ،
 وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ
 وَأَكْلُ الزَّبَا وَكُلِّ مَا إِلَى بَيْتِهِمُ وَالتَّوْبَى
 يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَائِلَاتِ
 اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
 کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک و
 برباد کرنے والی برائیوں سے بچو۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ
 سات ملک برائیاں کونسی ہیں۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا
 جادو کرنا۔ کسی کو ناحق قتل کرنا۔ بیابان کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔
 کفار سے لڑائی کے دن ان کے مقلبے سے بھاگ جانا۔ اور
 بے خیر پاک دامن عورتوں پر زنا کی تمت لگانا۔

شرح: (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع المؤبقات)
 حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الگ رہو اور سات ملک خصلتوں کو
 ترک کرو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ (وما هن) یا رسول اللہ وہ کیا چیزیں ہیں اور کون سی وہ سات
 ملک خصلتیں ہیں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الشرك بالله) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔
 (والشعر) جادو کرنا جادو کے سکھانے اور سیکھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اپنے اوپر سے
 جادو کا اثر دور کرنے کے لیے اس کا سیکھنا جائز ہے۔ علامہ خیالی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ شرح عقائد میں فرمایا
 کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے متفقہ فیصلے کے مطابق جادو کرنا کفر ہے۔ صحابہ کرام سے بعد کے علماء نے کہا ہے کہ
 جادو گر کو قتل کر دینا چاہیے۔ بعض نے کہا اگر جادو کفر کی باتوں سے متعلق ہو تو اس کے کرنے والے کو قتل کر دینا چاہیے۔
 اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے۔ کمات (غیب کی خبریں پوچھنا) نجوم، کاہن و نجومی سے حالات دریافت کرنا۔ رمل،

شعبہ۔ ان کی تعلیم دینا اور اس پر اجرت لینا سب حرام ہے۔

(وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق) اور اس ذات کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہو۔

(واكل الربا) اور سود کھانا۔ (واكل مال اليتيم) اور یتیم کا مال کھانا۔ (والتوفى يوم الدحف) اور کافروں کے ساتھ جنگ کے دن انہیں پشت دکھانا اور ان سے منہ پھیرنا۔ زحف اچھلنا، اور سرسبز پر چلنا جیسے بچہ چلتا ہے۔ اور اس لشکر کو بھی زحف کہتے ہیں جسے دشمن کی طرف روانہ کیا گیا ہو۔ جو ہجوم اور مشقت کے باعث چلنے سے ایسے دکھائی دیتا ہے جیسے سرسبز پر چل رہا ہو۔ اور ایک مسلمان کا دوسرا کافروں کے مقابلے سے بھاگنا اور پشت دکھانا گناہ کبیرہ ہے۔

اس سے زیادہ تعداد کافروں سے بھاگنا حرام و گناہ نہیں ہے۔ ابتداء میں ایک مسلمان کا دس کفار کے مقابلے سے بھاگنا بھی حرام تھا۔ اس کے بعد اس میں تخفیف کر دی گئی اور صرف دو کافروں کے مقابلے میں جم کر لڑنے کی پابندی باقی رکھی۔ (وقذف المحصنات الغافلات) اور کبیرہ گناہوں میں سے بے پاکدامن بدکاری کے کاروبار سے بے خبر عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا۔ حد قذف اسی کوڑے ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے وہاں دیکھ لی جائے۔۔۔

۴۷۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

اور انہیں سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا زنا کرنے والا جب بیفعل کر رہا ہو تاہیں اس وقت مومن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي

وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ

كَسَبَتْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ

حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهَبُ

نَهْبَةً يَرْتَقُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارُهُمْ

حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغْلُ أَحَدُكُمْ

حِينَ يَغْلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِنَّا لَنُجْزِيَا كَمُتَّفِقٍ

عَلَيْهِ حَرْفِي رَوَايَةُ بِنِ عَبَّاسٍ وَلَا يَقْتُلُ

حِينَ يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرِمَةُ

قُلْتُ لِبْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يَنْزِعُ الْأَيْمَانُ مِنْهُ

قَالَ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ أَخْرَجَهَا قَالَ فَإِن

تَابَ عَادَ إِلَيْهِ هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

نہیں ہوتا۔ اور چوری کرنے والا جب چوری کا فعل کر رہا ہوتا

ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا۔ اور شرابی جب شراب پی رہا ہوتا

ہے اس وقت مومن نہیں ہوتا اور لوگوں کا مال لوٹنے والا جب یہ

عمل کر رہا ہو تاہیں اور لوگ نگاہیں بلند کر کے اسے دیکھ رہے ہوتے

ہیں اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور تمہیں سے خیانت کرنے

والا خیانت کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ تو میں تمہیں ان افعال

کے مرتکب ہونے سے ڈالتا ہوں۔ متفق علیہ۔ اور ابن عباس

کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں اور قاتل قتل کے فعل کے

ارتکاب کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ عکرمہ کہتے ہیں میں نے ابن

عباس سے دریافت کیا اس سے ایسا ہی کس طرح نکال لیا

جاتا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا اس طرح اور دونوں ہاتھوں

لَا يَكُونُ مُؤْمِنًا تَامًا وَلَا يَكُونُ لَهُ
نُورٌ اِذَا يَمَاتُ ، هَذَا لَفْظُ الْبَخَارِيِّ -

کی انگلیں لیکد مری میں ڈال دیں اور پھر انہیں نکالیں اگر وہ توہ کر لیتا ہے تو ایمان
اس کی طرف لوٹتا ہے اسی طرح اور انگلیاں لیکد مری میں ڈال دیں اور ابعد اللہ نے

شرح :- (و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی
یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یزنی الذانی حین یزنی وهو مومن) زانی زنا نہیں کر رہا ہوتا
جب کہ وہ زنا کر رہا ہوتا ہے۔ مگر وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا یعنی زانی زنا کے وقت مومن و مسلمان نہیں ہوتا۔ مراد یہ ہے
کہ مومن کامل نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ زنا کے ارتکاب اور اس فعل قبیح سے بطور مبالغہ اور ڈانٹ و جھڑک کے لیے استعمال
کیے گئے ہیں۔ (ولا یسوق الساق حین یسرق وهو مومن) اور چور چوری نہیں کرتا جب کہ وہ چوری کرتا ہے
در انحالیکہ وہ مومن ہو۔ (ولا یشرب الخمر حین یشربہا وهو مومن) اور شراب نہیں پیتا شراب پینے والا جب کہ وہ
شراب پیتا ہے اور اس وقت وہ مومن ہو۔ (ولا ینتہب نہیة یرفع الناس الیہ ابصارہم حین ینتہبہا وهو
مومن) اور لوٹ مار کرنے والا جب بھی یہ فعل کرتا ہے اور لوگ انگلیں اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہیں۔ اس
حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔ یعنی وہ علانیہ غارت گری کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور لوگ اسکے اس فعل پر روتے اور اظہارِ افسوس
کرتے ہیں۔ اور اسے روکنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ایسا شخص اس حالت میں مومن نہیں ہوتا۔ کسی کے مال محفوظ و
معصوم کو اس طرح لوٹ لینا یا نکل حرام ہے۔ نہبتہ بفتح نون لوٹنا اور نہبتہ بضم نون لوٹنا ہوا مال حدیث میں دونوں معنیوں
کا احتمال ہے۔ (ولا یفل احدکم حین یفل وهو مومن) اور تم میں سے کوئی شخص غنیمت میں خیانت
نہیں کرتا جب کہ خیانت کرتا ہے۔ اور وہ مومن ہو۔ غلول غنیمت میں خیانت کرنا۔ اور تقسیم سے پہلے اس میں سے
کچھ چھال لینا۔ اور مطلق خیانت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور گزشتہ حدیث میں گزرا کہ۔ لا ایمان لمن لا امانة
لہ۔ کہ جس شخص میں امانت داری کی صفت نہیں اس میں ایمان نہیں۔ (فایاکہ ایاکھ) تو ان گناہوں سے
اپنے آپ کو دور رکھو دور رکھو۔ متفق علیہ۔ (رد فی دواۃ ابن عباس) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت
میں یہ عبارت بھی آئی ہے۔ (ولا یقتل حین یقتل وهو مومن) اور کوئی شخص قتل نہیں کرتا جب کہ قتل کرتا ہے۔
اور وہ مومن ہو۔ (قال عکرمہ قلت لا بن عباس) حضرت عکرمہ جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خادم
آپ کے آزاد کردہ غلام اور آپ کے کاتب اور راوی ہیں کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا
(کیف ینزع الایمان منه) اس شخص سے ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے۔ (قال عکرمہ) حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ فرمایا اس طرح نکال لیا جاتا ہے۔ (وشبک بعن اصابعہ ثم اخرجہا) آپ نے اپنی انگلیوں کی تشبیک

کی ان کو ایک دوسری میں ڈالا اور پھر نکالا۔ ایمان یا ہر نکالنے کی صورت بیان کرنے کے لیے۔ کہ ان افعال کا مرتکب ہونے سے پہلے آدمی کی ذات کے ساتھ کچھ ایسا طرح ملا ہوا تھا۔ اور ان افعال کے ارتکاب کے وقت اس سے جدا اور الگ ہو گیا (ان تاب عاد الیہ) پھر اگر اس نے توبہ کر لی اور اس گناہ اور معصیت سے باز آ گیا تو ایمان اس کے اندر واپس آ جاتا ہے۔ (و شَبَّكَ بَيْنَ اصْصَابِعِ) اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالا ایمان کے واپس آنے کی صورت دکھانے کے لیے۔ اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ایمان معصیت سے توبہ کے بعد لوٹ کر بندے میں واپس آتا ہے۔ الایہ کہ توبہ سے لغوی معنی مراد ہو لغوی معنی رجوع کرنا اور پھر تباہ ہے۔

جیسا کہ فصل ثانی کے آخر میں سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئے گا کہ بندہ جب اس عمل بد سے الگ ہوتا ہے تو ایمان پھر اس میں لوٹ آتا ہے۔ (قال ابو عبد اللہ) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث اور مذہب اہل سنت و جماعت میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ (ابو عبد اللہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی کنیت ہے۔) (لا یكون هذا مؤمنا تاما) کہ یہ گناہگار انسان اس عمل بد کے ارتکاب کے وقت مومن کامل نہیں ہوتا۔ (ولا یكون له نور الايمان) اور اس میں ارتکاب گناہ کے وقت ایمان کی روشنی نہیں ہوتی۔ دراصل اس سے بھی کمال ایمان مراد ہے۔ (لهذا اللفظ البخاری) یہ عبارت عین امام بخاری کی عبارت ہے۔ ان کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بھی عمل حقیقت ایمان میں داخل نہیں۔ بلکہ عمل کمال ایمان کا موجب ہے۔ اور بعض لوگوں کا یہ گمان غلط ثابت ہو گیا کہ محدثین کے نزدیک عمل جزو ایمان ہے۔ اور محدثین کرام کا یہ کہنا کہ الایمان تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالادکان (ایمان دل کی تصدیق زبان کے اقرار اور اعضا کے عمل کا نام ہے)۔ درست ہے۔ مگر محدثین اور تمام اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس سے ایمان کامل مراد ہے۔ ہم نے یہ تحقیق بعض دوسرے مقامات میں زیادہ شرح اور زیادہ مدلل طریقہ سے بیان کر دی ہے۔

۲۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ

الْمُتَنَافِقِ ثَلَاثٌ وَ زَادَ مُسْلِمٌ وَإِنْ

صَلَّى وَصَامَ وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ ثُمَّ

اتَّفَقَا إِذَا حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا وَعَدَ

أَخْلَفَ وَإِذَا أُتْمِنَ خَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ اور امام

مسلم نے یہ الفاظ زیادہ کیے، اگرچہ وہ منافق نماز پڑھے،

اور روزہ رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ حدیث

کے باقی الفاظ پر دونوں کا اتفاق ہے۔ جب بات کرے

تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے۔ اور

متفق علیہ

جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث حضور اللہ ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی ثلاثی اس کی تین خصلتیں اور عادتیں ہیں۔ اور مسلم نے یہ عبارت زیادہ کی ہے۔ (وان صلی وصام وزعم انہ مسلم) اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے (ثم اتفقا) اس عبارت کی کمی بیشی کے اختلاف کے بعد ان تین چیزوں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے میں امام بخاری و امام مسلم دونوں کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں کو منافق ہونے کا نشان قرار دیا ہے۔ (اذا حدث کذب) جب بات کرے جھوٹ بولے (واذا وعد اخلف) جب وعدہ کرے تو جو وعدہ کیا اسے پورا نہ کرے۔ (البتہ کسی مجبوری کے تحت وعدہ خلافی ہو جائے تو امر دیگر ہے)۔ محدثین کرام نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ وعدہ کرتے وقت اس کے پورا کرنے کی نیت نہ ہو۔ معلوم ہوتا چاہیے کہ وفائے وعدہ عمدہ اخلاق میں سے ہے اس کی تفصیل باپ وعدہ میں آئے گی۔ (واذا اؤتمن خات) اور جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے یا اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے کوئی بات کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین خصلتوں کو نفاق کا نشان اور اس کی علامت قرار دیا چاہے یہ باتیں کسی میں بیک وقت اکٹھی موجود ہوں یا ایک ایک کر کے موجود ہوں۔ بہر حال جس میں بھی یہ تین خصلتیں موجود ہوں وہ حقیقتہً منافق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ صفات منافقین کے لائق ہیں۔ مسلمانوں کے مناسب حال تو یہ ہے کہ وہ اپنی بری عادات سے پاک و مبرا ہوں۔ کہ ان میں باطن کی ظاہر سے مخالفت پائی جاتی ہے۔ جس طرح منافق کا دل اور زبان ایک نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان برائیوں کو اپنی عادت نہ بنائیں۔ اور نہ ان پر اثرے رہیں۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ ان کے خوگر ہو کر وہ حقیقتہً نفاق میں مبتلا ہو جائیں۔ مختصر یہ کہ علامات نفاق کا موجود ہونا وجود نفاق کو مستلزم نہیں۔ دراصل اس میں لہلہ ایمان کو ان صفات مذکورہ سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید ہے اور انہیں ان میں مبتلا ہونے سے ڈرایا اور خوف دلایا گیا ہے۔ اور ان لوگوں سے اظہارِ ناراضگی کیا گیا ہے جن میں یہ صفات مذکورہ پائی جاتی ہوں۔

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام و بیان سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو منافقین کے نشان و علامت سے آگاہ فرمایا جو حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس میں موجود تھے۔ اور منافقین کی یہ صفات بیان کیں تاکہ صحابہ کرام ان کی صحبت و مجلس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ معین طور پر منافقین کے نام بیان نہ فرمائے تاکہ

انہیں شرمندگی لاحق نہ ہو۔ اور کسی قسم کا شر و فتنہ بھی برپا نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں ان صفات و عادات والا کوئی شخص نہ تھا۔ تاہم پہلی تو جہیہ زیادہ ظاہر ہے۔

۴۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ

مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا حَقًّا وَمَنْ

كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِّنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ

خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَىٰ إِذَا

أَتَيْنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ،

وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَدَ.

متفق علیہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار بری (مادیتیں) ہیں جن میں ہوں وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک خصلت و عادت ہو اس میں نفاق کی خصلت موجود ہے۔ بیان تک کہ اسے ترک کر دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ اور عہد کرے تو اس میں غداری کرے۔ اور جب کسی سے جھگڑ پڑے تو غنڈہ گردی پر اتر آئے۔

شرح :- (رو عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں اور عادتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ چار پائی جاتی ہوں (کان منافقا حقا) وہ خالص اور پورا منافق ہے۔ اس میں ایمان کا نشان نہیں۔ (ومن کانت فیہ خصلۃ منہن) اور جس شخص میں ان چار میں سے ایک موجود ہو (کانت فیہ خصلۃ من النفاق) تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہے۔ اسی طرح دو اور تین خصلتیں (بحقید عھا) یہاں تک کہ وہ خصلت چھوڑ دے۔ اور وہ چار یہ ہیں (اذا اتعن خان) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (واذا حدث کذب) اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ (واذا عاهد عذر) اور جب کوئی عہد کرے تو اسے توڑ دے۔ عہد توڑ دینا وعدہ خلافی کے معنی کے قریب اور اس کا ایک فرد خاص ہے۔ (واذا خاصم فجدر) اور جب کسی سے جھگڑ پڑے تو جھوٹ پر اتر آئے، سرکشی پر اتر آئے۔ اور تباہی و بربادی اور دنگانہ برپا کرے۔

۵۰۔ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ رَفِیَ اللَّهُ عَنْهُمَا

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَأَن شَاةَ الْعَاسِرَةِ بَيْنَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کا حال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد ہو۔ ایک بار

الْغَنَمَيْنِ تَعْبِيرًا إِلَى هَذِهِ مَرَّةً وَرَأَى هَذِهِ مَرَّةً. رواه مسلم۔
وہ ایک ریوڑ کی طرف جائے اور دوسری بار دوسرے ریوڑ کی طرف بھاگے۔

شرح :- اردن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المنافق كالشاة العائرة بين الغنمين حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کا حال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد ہو۔ (تعبیر الیٰ ہذہ مرقۃ الیٰ ہذہ مرقۃ) کہ کبھی ایک گلے کی طرف جائے اور کبھی دوسرے کی طرف۔ اسی طرح منافق کبھی ایک گروہ کی طرف جاتا ہے اور کبھی دوسرے کی طرف دور رخ سے کام لیتا ہے۔ لغت میں عائرہ اس مادہ شتر کو کہتے ہیں جو زشت کی تلاش میں ادھر ادھر پھرے تاکہ مجامعت کی غرض سے زشت اس پر کودے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۵۱۔ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيُّ لِمُصَاحِبِهِ إِذْ هَبَّ بِمَا إِلَى هَذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهُ مُصَاحِبُهُ لَا تَقُلْ نَبِيُّ إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ لَكَانَ لَهُ أَرْبَعُ أَعْيُنٍ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ تِسْعِ آيَاتٍ بَيَّنَّاتٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوا فِي بَرِيٍّ إِلَى سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَكَ وَلَا تَسْعُدُوا وَلَا تَأْكُلُوا الرِّبَا وَلَا تَقْذِفُوا مُحْصَنَةً وَلَا تَكُونُوا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی سے کہا ہمارے ساتھ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چل اس کے ساتھی نے اسے کہا نبی نہ کہ بیشک اگر اس نے تیری یہ بات سن لی تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (وہ بہت خوش ہو گا) چنانچہ وہ دونوں یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور آپ سے نو روشن نشانیوں کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا مگر حق اور جائز طریقہ سے۔ اور کسی بے گناہ کو بادشاہ کے پاس لے کر نہ جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے۔ اور جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، اور پاکدامن عورت پر تمہارا ہاتھ نہ لگاؤ۔ اور جنگ و جہاد کے دن بھاگنے کے لیے پشت نہ پھیرو۔ اور اسے قوم یہود خاص طور پر

وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً اَلْيَهُودُ اَنْ لَا
تَعْتَدُوا فِي السَّبْتِ قَالِ فَقَبِلَا
مِيْدِيْهِ وَرَجَلَيْهِ فَقَالَ نَشْهَدُ اَنَّكَ
نَبِيٌّ. قَالَ غَمًا يَمْنَعُكَو اَنْ تَتَّبِعُوْنِي
قَالَ دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَعَا رَبُّهُ اَنْ
لَا يَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِيٌّ وَاِنَّا نَخَافُ
اِنْ اَتَيْنَاكَ اَنْ يَقْتُلَنَا اَلْيَهُودُ.
(رواه الترمذی ابو داؤد والنسائی)

تمہارے لیے یہ ہے کہ ہفتہ کے روز حد سے نہ بڑھو۔
راوتن کہتے ہیں اس پر دونوں یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے دونوں ہاتھ اور پاؤں مبارک چومے۔ اور کہا ہم
گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر
تمہیں میری تصدیق سے کس نے روک رکھا ہے۔ کہنے لگے
داؤد علیہ السلام نے۔ انہوں نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی
ادلاد میں جی مبعوث ہوتا رہے۔ اور بیشک ہیں اس کا ذکر
ہے کہ اگر ہم نے آپ کی پیروی اختیار کر لی تو یہود ہمیں قتل
کر دیں گے۔

شرح: (عن صفوان بن عسال) عتال بن عین و تشدید دونوں سین حملہ۔ آپ صحابی ہیں کوفہ میں
سکونت تھی۔ ان کی روایت کردہ احادیث بھی اہل کوفہ میں شہرت پذیر ہوئیں بارہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ رفاقت اور ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے حدیث
روایت کی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

(قال قال یہودی لصاحبه) حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ایک ساتھی
سے کہا (اذهب بنا الی هذا النبی) ہمیں اس شخص کے پاس لے چل جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور لوگ اسے
پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ (فقال له صاحبه) اس کے ساتھی نے اسے کہا (لا تقل نبی) اسے نبی نہ کہہ۔ (انه لو سمعك)
بیشک اگر وہ تیری یہ بات سن لے۔ (لکان له امبع اعین) تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ یہ دراصل اتنا
درجہ کی مسرت اور خوشحالی سے کنا یہ ہے (اس کی طرف اشارہ ہے) کہ سرور و خوشی سے نگاہ میں اضافہ ہوتا ہے جس
طرح غم و الم کے وقت جہاں تاریک نظر آتا ہے۔ اور جب خوشی و مسرت کا وقت ہو تو روشن نمایاں نظر آتا ہے۔
اس کلمہ کی شرح میں شارحین نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

اس کلمہ کی شرح اس طرح کرنا بھی ممکن اور درست ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ یہ نبی اگر یہ کلمہ سن لے گا تو اپنے کار
نبوت و رسالت اور اپنے پیروکاروں کے ظہور و غلبہ کا امیدوار اور اس کی انتظار شروع کر دے گا۔ کہ جو شخص کسی معاملے
کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ وہ اس کی نگرانی اور زیادہ سعی اور کوشش شروع کر دیتا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ

تیری انتظار میں میری آنکھیں چارہ ہو چکی ہیں۔

رفاتیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ دونوں یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔
 (فسالہ عن تسع آیات بینات) اور آپ سے نور و روشن نشانیوں کے متعلق سوال کیا۔ ظاہر و تباہ یہ ہے
 کہ ان نور و روشن آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ بیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ
 تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (بیشک ہم نے حضرت موسیٰ کو نور و روشن و عین نشانیاں عطا کیں۔ یعنی یدہ بیضا اور عصا وغیرہ جن کا
 تفاسیر میں ذکر موجود ہے لیکن اس حدیث میں ان کے جواب میں جو کچھ مذکور ہے۔ وہ ایسے احکام ہیں جو تمام ادیان
 اور ملتوں میں موجود تھے۔ چنانچہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ جواب دے کر اس امر
 کا اشارہ فرمایا کہ معجزات سے کس لیے سوال کرتے ہو۔ احکام سے متعلق سوالات کرو جو اہم اور ضروری ہیں۔ اس قسم کے
 اندازہ جواب کو اسلوب حکیم کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ علم بلاغت میں تفصیل سے یہ بیان موجود ہے۔ اور بعض محدثین کرام
 فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے معجزات سے متعلق ان کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا اس کے بعد انہیں
 ڈرانے اور ان کی ہدایت کے لیے ضروری احکام بھی بیان فرمائے۔ مگر ان معجزات کی شہرت کی بنا پر راوی نے ان کا ذکر نہ
 فرمایا۔ بعض شارحین یہ فرماتے ہیں۔ آیات بینات سے یہی احکام ہی مراد ہیں۔ کہ شرع شریف کے احکام اس شخص
 کی سعادت و نیک بختی کی علامت اور نشان ہیں جو ان پر عمل پیرا ہو۔ اور شقاوت و بد بختی کی علامت یہ ہے کہ
 انسان ان پر عمل نہ کرے۔ اور یہ احکام تمام انبیاء کی شریعتوں میں ظاہر و واضح اور مشہور تھے۔

رفعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) (لا تشرکوا باللہ شیئا) اللہ
 کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ (ولا تسرقوا) اور چوری نہ کرو۔ (ولا تزنوا) اور زنا و بد کاری نہ کرو۔ (ولا تقتلوا
 النفس التي حرم الله الا بالحق) اور کسی ذات کو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ قتل نہ کرو مگر حق اور حکم
 شریعت کے مطابق۔ (ولا تمشوا بیدی) اور کسی پاک اور بے گناہ انسان پر بھوٹ اور بہتان باندھ کر نہ لے جاؤ۔ (والی
 سلطان) سلطنت اور قوت و زور والے حاکم کے پاس (لیقتلہ) تاکہ وہ اس بے گناہ کو قتل کرے، اسے تکلیف و
 اذیت دے اور اس پر ظلم کرے۔ جس طرح لوگ بادشاہوں کے پاس لے جاتے اور قتل کرواتے ہیں (ولا تسجروا) اور
 جادو نہ کرو۔ (ولا تأکلوا الربوا) اور سود نہ کھاؤ۔ (ولا تقذروا محصنہ) اور کسی پاکدامن و پارسا عورت کو زنا کی
 تہمت نہ لگاؤ۔ (ولا تولوا للفرار یوم الزحف) اور کنارے جنگ کے دن بھاگنے کے لیے پشت نہ دکھاؤ اور
 منہ نہ پھیرو۔ یہاں تک یہ نو حکم جو ملتوں اور شریعتوں کو شامل ہیں ان کا بیان پورا ہوا۔ ان کے بیان کے بعد ایک اور

حکم بیان فرمایا جو یہود کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ فرمایا (وعلیکم خاصۃ الیہود) اور اسے یہود تم پر خصوصیت سے یہ حکم بھی لازم و ضروری ہے۔ (ان لا تقعدوا فی السبت) کہ ہفتہ کے روز شکار کرنے میں حد سے نہ بڑھو، اور نہ فرمانی نہ اختیار کرو۔ جس سے تمہیں روکا گیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں سوالات کرنے والے یہ یہودی اپنے دلوں میں دس سوالات لے کر آئے تھے۔ تو تو انہوں نے ظاہر کر دیے دسواں سوال جو ان سے متعلق اور ان کے ساتھ خاص تھا دل میں چھپائے رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نو سوالات کا جواب ارشاد فرمایا اور دسواں حکم جو انہوں نے دلوں میں چھپا رکھا تھا، الگ کر کے بیان فرمادیا۔ اس بنا پر انہوں نے حضور کے ہاتھوں اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا (قال) حضرت صفوان فرماتے ہیں۔ (فقبلایہ ورجلیہ) تو ان دونوں یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ (وقال نشہد انک نبی) اور کہا ہم دونوں آپ کے پیغمبر ہونے کی گواہی دیتے ہیں یعنی ہم نے جان لیا اور شناخت کر لیا کہ آپ پیغمبر ہیں جیسا کہ یہودی اس حقیقت کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ مگر یہ ایمانی شہادت نہیں ہے جو اذعان و قبول پر مشتمل ہوتی ہے۔ بلکہ علم و معرفت کا اظہار ہے جو انہیں حاصل تھا اور ایمان محض پہچان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے تصدیق ضروری ہے جیسا کہ اپنے مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔ اسی لیے (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما یمنعکون تتبعونی) تو کون سی چیز تمہیں مجھ پر ایمان لانے، میری نبوت و رسالت کو قبول کرنے اور میری پیروی سے تمہیں روک رہی ہے؟ (قال) ان داؤد علیہ السلام (ان لا یزال من ذریئہ نبی) اپنے رب تعالیٰ کے حضور۔ (سودعا کی تھی کہ قیامت تک ان کی اولاد میں نبی پیدا ہوتا رہے)۔ ان کی دعا لازماً قبول و مستجاب ہو چکی ہے۔ اس لیے یہود و مرتن ان کی اولاد میں پیدا ہونے والے نبی کی پیروی کر سکتے ہیں۔ اور علیہ وھوکت و دبذ یہ بھی یہود کو ہی حاصل رہے گا۔ (وانانغاث ان تقتلنا الیہود) اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم آپ کے پیروکار بن جائیں اور دین یہودیت ترک کر دیں تو یہود ہمیں قتل کر دیں گے۔ مگر یہ گفتگو اور یہ جواب یہود کا محض انفرادی ہے۔ کہ کذب و افتراء ان کی عادت مستمرہ ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ہرگز کبھی ایسی دعا نہیں کی نہ اس طرح کی کسی چاہت کا اظہار فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایسی چاہت کیسے کر سکتے ہیں جب کہ آپ نے تورات و زبور میں پڑھا ہوا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قائم نہیں ہیں۔ اور آپ کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ بعض علماء کرام یوں فرماتے ہیں کہ یہودی حضور علیہ السلام کو صرف عربوں کا نبی تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو نبی الامیین کہتے ہیں مگر اس بات میں بھی غلطی پر ہیں کہ پیغمبر پہ جھوٹ یا تمہنا روا نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعویٰ فرمایا ہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف ہی

بن کر تشریف لایا ہوں۔ اس لیے مومن ہونے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعوتی کی تصدیق بھی لازم و ضروری ہے۔

۵۲. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ

أَصْلِ الْإِيمَانِ الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ لَا تَكْفِرُهُ بِذَنْبٍ وَلَا

تُخْرِجُهُمِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ - وَالْجِهَادُ

مَا مِنْ مَّذُبِّعَتَيْنِ اللَّهُ إِلَيْنِ أَنْ يُقَاتِلَ

آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ الدِّجَالُ لَا يُبْطِلُهُ،

جَوْرُ جَارِيٍّ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ - وَالْإِيمَانُ

بِلَا قَدَارٍ -

رواہ ابو داؤد۔

ایمان لاتا۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ایمان کی اصل اور بنیاد

ہیں۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والے کو کافر کہنے

سے رک جانا کہ تو اسے کسی گناہ کی بنا پر کافر نہ کہہ۔ اور کسی

عمل بد کے باعث اسے اسلام سے خارج نہ کر۔ اور جب

سے اللہ نے مجھے نبی مبعوث فرمایا ہے اس سے لے کر اس امت

کے آخری دستے کے دجال کے ساتھ قتال تک جہاد جاری

اور موجود رہے گا کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اسے

باطل اور منسوخ نہ کر سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیروں پر

شرح: سرد عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث من اصل الإيمان (حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین خصلتیں ایمان کے اصولوں، اس کے

قواعد اور اس کی بنیادی باتوں میں سے ہیں۔ کہ اگر وہ نہ ملے تو ایمان کی عمارت گر جائے اور جڑ سے اکھڑ جائے رکف

عن قال م ان تین میں سے پہلی یہ کہ اس شخص سے رک جانا ہے جو کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو۔

(لا تکفر بہ ذنب) تو اسے کسی گناہ کی بنا پر کافر نہ کہہ۔ لا تکفرہ بذنب کا جملہ الکف عن من قال کا بیان اور اس کی

تفسیر ہے۔ یعنی اس کلمہ پڑھنے والے کو کسی گناہ کے سبب جو صادر ہو چاہے کبیرہ ہی کیوں نہ ہو کافر نہ جان اور کافر نہ کہہ۔

حضور کے اس ارشاد میں خوارج کا رد ہے۔ جو کہتے ہیں کہ مومن معصیت کے ارتکاب سے چاہے صغیرہ ہی ہو، کافر ہو جاتا ہے۔

روا تخریجہ من الاسلام بعمل) اور ہر عمل بد کی بنا پر جو وہ کرے اسے اسلام سے باہر نہ نکال دے اور اس کے مسلمانی

سے ہی خارج ہو جانے کا فیصلہ صادر نہ کر دے۔ انہیں فرقہ معتزلہ کے قول کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ بندہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب

سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کفر میں بھی داخل نہیں ہوتا، یہ لوگ کفر و ایمان کے درمیان ایک واسطہ قرار دے کر ثابت

کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ مرتکب گناہ کبیرہ نہ مومن ہو تا ہے نہ کافر اور فاسق کو مومن و کافر کے علاوہ ایک تیسری قسم شمار کرتے

ہیں۔ (والجہاد ما ضمد بغنی اللہ) دین کے اصولوں میں سے دوسرا اصول یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور جہاد کا حکم دیا ہے اس وقت سے کفار کے ساتھ جہاد و قتال جاری ہو چکا ہے۔ (الی ان یقاتل آخر ہذا الامۃ الدجال) اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا تا آنکہ اس امت کا آخری دستہ آخر زمانہ میں دجال کے ساتھ جہاد و قتال کرے گا۔ پھر دجال کے نکلنے کے بعد یا جوج ماجوج نکلیں گے۔ ان کے ساتھ جہاد کی گنجائش کم ہوگی تاہم وہ جہاد کے بغیر ہی فنا اور ختم ہو جائیں گے۔ ان کے فنا و ہلاک ہونے کے بعد روئے زمین پر کوئی کافر موجود نہ رہے گا۔ تو نتیجتاً جہاد کا حکم بھی ختم ہو جائے گا۔ (لا یجطلہ جود جائد ولا عدل عادل) (فرضیت جہاد کو کوئی ظالم یا عادل بادشاہ باطل نہیں کر سکتا۔ یعنی ترک جہاد جائز نہیں ہے۔ اگرچہ ظالم و فاسق بادشاہ کے زیر سایہ ہی جہاد کرنا پڑے۔ جہاد کرنے میں اس کی موافقت ضروری ہوگی۔ اور اس کے ساتھ جہاد کے لیچلنا ہوگا۔

سوال :- ظالم کا ظلم تو اس امر کا متقاضی ہے کہ اسکے ساتھ مل کر جہاد کرنا روانہ ہو بلکہ باطل اور ناجائز ہو۔ اسی طرح بادشاہ عادل کے عدل سے جہاد کا باطل ہونا تصور میں نہیں آ سکتا۔ لہذا اس کی نفی کا کیا فائدہ۔

جواب :- اس نفی سے دراصل دونوں حالتوں کی مساوات بیان کرنا مقصود ہے۔ یعنی جس طرح کسی کا عدل و انصاف اسے باطل نہیں کر سکتا، کسی کا ظلم و ستم بھی اسے باطل نہیں کر سکتا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جبکہ عدل امن و امان کا موجب اور کفار سے نہ ڈرنے کا باعث ہے نیز جب کہ ظلم میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو تو امتوال غنیمت کی بھی کوئی ضرورت و حاجت نہیں رہتی۔ ایسے حالات میں تو جہاد کا حکم ملوثی ہو جانا چاہیے اور اس کی ضرورت کا سوال ختم ہو جانا چاہیے۔ تو فرمایا کہ ایسے حالات میں بھی جہاد کی فرضیت اپنی جگہ برقرار ہے کسی عادل کا عدل بھی حکم جہاد کو بے اثر نہیں کر سکتا۔ خوب سمجھ لے۔

والایمان بالافتداس۔ (دین کی تیسری اصل دنیا و تقدیرات اللہ پر ایمان لانا اور اس امر کا اعتقاد رکھنا ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے سب خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہوتا ہے۔

۵۳۔ وَعَدُ آبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ زمانہ کے فعل میں مصروف ہوتا ہے اس وقت اس سے ایمان نکل جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر ساتیان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر جب بندہ اس فعل سے نکل کر

رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَآیَ الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ فَكَانَ غَوْقَ رَأْسِہِ كَالظُّلَّةِ فَاِذَا خَرَجَ مِنْ ذَلِکَ الْعَمَلِ رَاجَعَ اِلَیْہِ

الْإِيمَانُ - رواه الترمذی وابو داؤد

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اذا زنی العبد خرج منه الایمان (جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس وقت ایمان اس کے اندر سے باہر نکل آتا ہے۔ رفکان فوق راسہ كالظلة) (تو وہ اس کے سر پر ساٹبان کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے۔ ظلتہ بظاء معجم ہر وہ چیز جو تیرے سر پر سائے کی طرح قائم اور موجود ہو جیسے بادل یا نیمبر یا چھت وغیرہ۔ دراصل یہ ایمان کی صورت مثالی ہے۔ اور ہر شے کی اس جہاں میں ایک مثال ہے۔ چنانچہ اجسام میں دودھ علم کی مثال ہے۔ اور بکری دہنہ موت کی مانند ہیں۔ اور ساٹبان ایمان کی مثال ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں اس کی تحقیق کی ہے اور اس بارے میں جس قدر احادیث آئی ہیں سب ان رسائل میں جمع کی ہیں۔ وہ سب احادیث (ہم نے) شرح (عربی) میں نقل کی ہیں۔ ایمان کو ساٹبان سے مثال دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گناہ کی وجہ سے اگرچہ بندہ کمال ایمان اور اس کی نورانیت سے خالی ہو جاتا ہے۔ تاہم اب بھی اس کی پناہ اور اس کی حمایت کے سایہ تلے ہوتا ہے۔ اور بالکل اس طرح اس سے الگ نہیں ہو جاتا کہ پھر واپس ہی نہ آئے۔ جیسا کہ فرمایا (فاذا اخرج من ذلك العمل) پس جب یہ بندہ اس عمل بد سے باہر نکل آتا اور اس گناؤں نے عمل (زنا) سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اور اس فعل قبیح کو عمل سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہر عمل بد کی یہی نوعیت ہے۔ زنا ہو یا کوئی اور عمل۔ (رجع الیہ الایمان) (تو بندہ کی طرف ایمان لوٹ کر آ جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۵۲۔ عَنْ مَعَاذٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ.

قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا وَإِنْ

قَتَلْتَ وَحَرَقْتَ وَلَا تَعْقَنْ دِيْنَكَ

وَإِنْ أَمَرَكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ

وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَوةً مَكْتُوبَةً

مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلَوةً مَكْتُوبَةً

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ فرمایا

اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے قتل کر دیا

جائے یا جلا دیا جائے۔ اور اپنے والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا

اگرچہ وہ تجھے تیرے اہل اور مال سے نکل جانے کا حکم بھی دیں۔

اور جان بوجھ کر فرض نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جو شخص تصداغاً نماز

فرض ترک کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم

مَتَّعِدًا فَقَدْ بَرَّئْتَ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَ
لَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ
فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ
بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ - وَإِيَّاكَ
وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ بَارِئٌ هَلَكِ
النَّاسُ وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتُ وَأَنْتَ
فِيهِمْ فَاثْبُتْ - وَأَنْفِقْ عَلَى عِيَالِكَ
مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا
وَأَخْفِمْ فِي اللَّهِ - رواه احمد -

ہو جاتی ہے۔ اور ہرگز شراب نہ پینا کہ بلاشبہ یہ ہر بے حیائی کی
سردار ہے اور معصیت و نافرمانی کے قریب نہ جانا کہ بیشک
معصیت سے انسان اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اور
شہاد کے دن مقابلہ کفار سے مت بھاگنا اگرچہ سب لوگ ہلاک
ہو جائیں۔ اور جب لوگ موت میں رطاعون وغیرہ وبائی امراض کے
ذریعے مبتلا ہوں اور تو ان میں موجود ہو تو وہیں جم کر رہنا۔ اور
اپنے اہل و عیال پر اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرنا اور تعلیم و
تربیت کی غرض سے ان پر سے اپنی ملاشی زمین پر نہ رکھ دینا۔
اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہنا۔

شرح: الفصل الثالث - عن معاذ (رضی اللہ عنہ) - رَقَالَ اَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تِسْرِي فُصْل - حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نصیحت فرمائی۔
(بعض کلمات) دس باتوں کی۔ رَقَالَ لَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ
بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطِ اللَّهِ شَيْئًا (فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر۔ اور
نہ زبان سے کفر نکال۔ اور ان قتلت و حرقت) اگرچہ تو قتل کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ چھوٹے حضرت معاذ نہایت
اہم مرتبہ شخصیت تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بڑی تاکید سے وصیت فرمائی۔ اور بلائے سے کام لیا۔
لیکن دوسروں کے لیے رخصت و گنجائش کی اجازت باقی رکھی۔ (وَلَا تَعْقِنِ وَالِدَيْكَ) اور اپنے والدین کو رنج و
اذیت نہ دے۔ اور کسی بھی جائز و مباح کام میں ان کے فرمان کی خلاف ورزی نہ کر۔ (وَأَنْ تَخْرُجَ مِنْ
أَهْلِكَ وَمَالِكَ) اگرچہ وہ تجھے تیری بیوی، اولاد اور مال چھوڑ کر نکل جائے گا حکم دیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں
یہ دراصل اس بارے میں تاکید و مبالغہ کے طور پر فرمایا۔ ورنہ اہل و عیال اور مال و متاع چھوڑ کر چلے جانا لازم و
واجب نہیں ہے کہ اس میں حرج اور تکلیف ہے۔ (وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَوةً مَكْتُوبَةً مُتَعَدِّدًا) اور قصداً نماز فرض ترک
نہ کر۔ (فَإِنْ مِنْ تَرْكٍ صَلَوةً مَكْتُوبَةً مُتَعَدِّدًا) کیونکہ جو شخص قصداً فرض نماز ترک کرتا ہے۔ رفقد برئت منه
ذمۃ اللہ) تو بیشک اس سے اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کی ذمہ داری دور ہو گئی۔ یعنی اس و امان عطا کرنے کا
وہ عہد و پیمان جو اللہ نے ایمان والوں سے کر رکھا ہے۔ وہ دور ہو جاتا اور اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔
حدیث پاک کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ تارک نماز کو قتل کر دینا واجب ہے۔ امام شافعی اور بعض

دوسرے آئمہ کا یہی مذہب ہے۔ حنفی اور مالکی مذہب کے مطابق تارک نماز کو زود کو بکریا جائے گا۔ اسے تعزیر لگائی جائے گی۔ اور قید خانے میں ڈالا جائے گا۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام تارک نماز کے علاوہ کسی گناہگار کو کفر سے انداز قرار نہیں دیتے تھے۔ (ولا تشربن خمراً) اور ہرگز شراب نہ پینا۔ (فانہ رأس کل فاحشۃ) کہ بیشک یہی ہر گناہ اور بدکاری کا سر ہے۔ کیونکہ ایمان و طاعت کا دار و مدار عقل پر ہے جب عقل زائل ہو گئی تو ایمان و طاعت سب کچھ جاتا رہا۔ (فوز بالش من ذالک)۔ (وانیاء المعصیۃ) اور اپنے آپ کو گناہ سے دور رکھ اور اس سے پرہیز کر (فان بالمعصیۃ حل سقط اللہ) کہ معصیت و گناہ کے باعث بندے پر اللہ تعالیٰ کا غصہ اور اس کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔ (وایاء الفار من الزحف) اور کفار سے جنگ و جہاد کے وقت بھاگنے سے بچ۔ (وان ھلک الناس) اگرچہ لوگ ہلاک ہو جائیں۔ یہ بھی مبالغے اور تاکید کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ اور قاعدہ وہی ہے جس کا گزشتہ ذکر ہوا کہ ایک مسلمان کو دو کفار کے مقابلے سے بھاگنے کی اجازت نہیں۔ (واذا احباب الناس موت وانت فیہم) اور جب کسی وبا اور طاعون وغیرہ کے باعث لوگ مر رہے ہوں۔ اور تو ان میں موجود ہو تو (قائمت) تو اپنی جگہ پر موجود رہو وہاں سے موت کے ڈر سے کسی اور طرف نہ جا۔ حکم شرعی یہی ہے کہ جب کسی شہر میں وبا یا مرض پھیل ہوئی ہو تو ایسے وقت میں وہاں سے کسی اور جگہ نہ جانا چاہیے۔ مگر ایسے وقت کسی اور شہر سے اس شہر میں بھی منتقل نہ ہونا چاہیے۔ اور طاعون سے بھاگنا معصیت اور گناہ ہے۔ اور بالکل ایسا ہی جرم ہے جیسے کفار کے مقابلے سے بھاگنا جرم ہے۔ اور اگر اس کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر یہاں سے نہ بھاگا تو ضرور مر جاؤں گا۔ اور اگر اس شہر سے بھاگ جاؤں تو ضرور بچ جاؤں گا اور سلامت رہوں گا تو ایسا عقیدہ رکھنے سے کافر ہو جائیگا۔ (فوز بالش من ذالک)۔ (وانفق علی عیالتک من حلوک) اور اپنے اہل و عیال پر اپنی گنجائش کے مطابق ضروری نان و نفقہ سے بڑھ کر خرچ کیا کر۔ (ولا ترفع عنہم حسابک ادباً) اور اپنی لامٹی رکھ نہ دے بلکہ تعلیم و تربیت کے لیے انہیں مارا کر۔ (واخفہم فی اللہ) اور انہیں حق تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ڈرایا کر۔

۵۵۔ **وَعَنْ حَذِیْقَةَ قَالَ إِنَّمَا الْتِفَاقُ**

كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ - فَلَمَّا الْيَوْمَ نَائِمًا هُوَ الْكَفَرُ

أَوِ الْإِيمَانُ۔ رواہ البخاری۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ نفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ مگر اب

ہمارے زمانہ میں صرف کفر یا ایمان ہے۔

شرح:۔ (و عن حذیقۃ) رضی اللہ عنہ۔ یعنی حذیفہ بن الیمان عظیم اور اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی رازدان ہیں۔ آپ منافقین کے حالات سے بہت زیادہ واقف تھے۔ رقال انما النفاق کان علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرماتے ہیں نفاق صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا۔ روماما الیوم، مگر آج ہمارے زمانہ میں رفا نما ہوا کفر والا ایمان، صرف کفر یا ایمان ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ تین قسموں میں تقسیم تھے۔ مؤمن۔ کافر۔ منافق۔ آپ کے زمانہ اقدس میں شریعت کا حکم یہ تھا کہ منافقین کو مسلمانوں کے حکم کے تحت رکھا جاتا تھا۔ اور ان کے حال پر پردہ پوشی کی جاتی تھی۔ اور حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت جو اس وقت ملحوظ تھیں، ان کے حالات کو نہیں چھپا جاتا تھا۔ مگر اب یہ حکم باقی نہیں رہا۔ اگر فرضاً ظاہر ہو جائے کہ فلاں کے سینہ میں نفاق ہے۔ اور اس نے اپنے دل میں کفر پھپھایا ہوا ہے۔ تو اسے بھی ہم قتل کر دیں گے اور اس پر کفر کے احکام جاری کریں گے۔

وسوسہ کا بیان

وسوسہ مدہم آواز، عورتوں کے زیور پانزیب وغیرہ کی آواز اور بُرے خیال کو کہتے ہیں مگر یہاں انکار فاسدہ اور ردی خیالات مراد ہیں۔ جو گناہ اور معصیت کا سبب بنتے ہیں۔ اور جو خیالات ایمان کا سبب بنیں انہیں الہام کہا جاتا ہے اور فقلوسواس بفتح واو کسر کا بھی یہی معنی ہے۔ وسواس یعنی شیطان بھی آتا ہے آریہ کریمہ من شوالوسواس میں وسواس کا معنی بعض مفسرین نے شیطان کیا ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

۵۴۔ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي مَا دَسَّوَسَتْ بِهِ صُدُورُهُمَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ. متفق عليه.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے درگزر فرماتے ہیں وہ وسوسے جو اس کے سینوں میں آتے ہیں جب تک امت اس پر عمل نہ کرے یا نہ کہے۔

شرح:۔ (عن ابی ہریرۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تجاوز عن امتی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمادیا ہے میری امت کے (ما دسوست بہ صدورہما) (ما لوتعمل) (ما لوتکلم) یا جب تک کہ انہیں زبان پر نہ لائے۔

یعنی وہ عمل جو نہ کرنا چاہیئے، نفس و شیطان اس کی دوسرے انداز کرتے ہیں۔ اور دل میں اس کے کرنے کا خیال ڈالتے ہیں یا وہ بات جو زبان پر نہ لانی چاہیئے اسے زبان پر لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تاہم جب تک بندہ دوسرے کے مطابق عمل بد نہیں کرتا۔ یا بری بات زبان پر نہیں لاتا کراہ کا تبین اسے نہیں لکھتے اور ان پر اللہ کے ہاں مواخذہ ہوگا۔ یہ رعایت و درگزر اس امت مرحومہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ گزشتہ امتوں کی محض بُرے خیال پر بھی گرفت ہوتی اور انہیں سزا ملتی تھی۔

اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ معصیت و گناہ کا پختہ ارادہ و عزم کر لینے پر بھی بندے کی گرفت نہ ہوگی۔ بعض علماء کا یہی مسلک و مذہب ہے۔ لیکن درست اور صحیح مذہب یہ ہے کہ معصیت و گناہ کے پختہ عزم و ارادہ پر بھی بندے کی گرفت ہوگی۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ بندے کے اختیار کے بغیر یکایک جو بُر خیال اس کے نفس میں آتا ہے۔ اسے ہاتھیں کتے ہیں۔ یہ تمام امتوں کے لیے معاف تھا۔ کہ ایسا خیال بندے کے اختیار سے باہر ہے۔ اور جو بُر خیال دل میں آئے اور جاگزین ہو جائے اور سینے میں گھومنا شروع کر دے اُسے خاطر کتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف ہے۔ قابل گرفت نہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ فضل اور اس کی یہ رحمت اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ جس طرح سہوہ نسیان اس امت سے اٹھایا گیا ہے۔ یعنی اس پر گرفت و مواخذہ نہیں ہے۔ اور اگر اس خیال بد کے سینہ میں گھومنے اور گشت کرنے کے بعد دل میں اس کی محبت و چاہت پیدا ہو۔ اور اس کے حصول کی خواہش اور اس تک پہنچنے کا ارادہ پیدا ہو جائے تو ایسے خیال کو ہتھم کتے ہیں۔ یہ بھی اس امت کے لیے معاف کر دیا گیا ہے اور جب تک بندہ اس پر عمل پیرا نہ ہو، عمل نامہ میں نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اگر اس کا قصد و ارادہ کہ لیا پھر اپنے نفس کو اس سے روک لیا تو اس پر اس کے لیے، نیکی لکھی جاتی ہے۔ یہاں ایک اور قسم بھی ہے جسے عزم کہتے ہیں اور یہ معصیت پر نفس کی قرار داد اور اس معصیت کے اذیت کا۔ کہ جرم اور پختہ ارادہ کا نام ہے۔ یہاں تک کہ اب بندے کی طرف سے اس کے گزرنے میں کوئی ہچکچاہٹ اور کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی ماسوائے اس کے کہ اس کے خارجی اسباب میا نہ ہوئے۔ اگر خارجی اسباب میا ہو جاتے تو بندہ ضرور اسے گزر دیتا۔ اس قسم کے عزم و ارادہ پر مواخذہ ہوگا۔ کہ یہ قلب کے اعمال میں سے ہے۔ جس طرح عقائد و اخلاق ذمیمہ پر بندے کا مواخذہ ہوگا اور قلب کے اعمال پر بھی بندے کی گرفت ہوتی ہے۔ جس طرح ظاہری اعضا کے اعمال بد پر گرفت و مواخذہ ہوتا ہے۔ تاہم یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ عزم و ارادہ عین معصیت نہیں ہے۔ جس کا بندے نے عزم کر رکھا ہے۔ مثلاً نہ ناکا عزم بلاشبہ معصیت و گناہ ہے۔ اور قابل گرفت

ہے۔ مگر یہ عزم دار ارادہ عین زنا نہیں اور اس پر مواخذہ عین زنا کے مواخذگی طرح نہیں ہے۔ بلکہ یہ عزم فی نفسہ معصیت و گناہ ہے مگر زنا سے کم درجہ کا گناہ ہے۔

۵۔ وَعَنْهُ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَى أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمُ بِهِ. قَالَ أَوَلَا أَدْرَأُكُمْ وَجَدْتُمْ مَوَهُ قَالُوا نَعَمْ. قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ۔

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے کچھ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ ہم لوگ اپنے دلوں میں ایسے بُرے بُرے خیالات محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی شخص انہیں زبان پر لانے کو گناہ عظیم تصور کرتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا واقعی تم لوگ ان خیالات کو اتنا بُرا تصور کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو یہ خالص ایمان کی نشانی ہے۔

(ادامہ مسلسل)

شرح: سر وعنه قال اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے فرماتے ہیں کہ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثَرِ صَلِّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک جماعت راہی المبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی (فَسَأَلُوهُ) اور آپ سے دریافت کیا۔ اِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَى أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمُ بِهِ کہ بیشک ہم لوگ اپنے دلوں میں ایسے ایسے دوسرے اور خواہر محسوس کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر آدمی انہیں زبان پر لانا نہایت سخت، بڑا گراں بہت مکروہ اور ناپسند جانتا ہے۔ (قَالَ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (أَوَلَا أَدْرَأُكُمْ وَجَدْتُمْ مَوَهُ) کیا واقعی دلوں میں آنے والے ان بُرے خیالات کو تم لوگ زبان پر لانا بڑا اور گراں خیال کرتے ہو۔ (قَالُوا نَعَمْ) انہوں نے عرض کیا ہاں۔ (قَالَ ذَلِكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ) حضور علیہ السلام نے فرمایا تمہارا نہیں گراں اور ناپسند جانا تمہارے خالص الایمان ہونے کی دلیل و نشانی ہے کیونکہ یہ گراں و ناپسندیدگی ان خیالات کے باطل و قبیح ہونے کے اعتقاد اور خدا تعالیٰ کے خوف اس کی خشیت اور اس کے حکم کی دلوں میں عظمت کی بنا پر ہے۔ اور یہ سب کچھ ایمان کے آثار و نتائج ہیں کہ معصیت و گناہ کو اس حد تک قبیح اور بُرا جانتا کہ اسے زبان پر لانے کو تیار نہ ہونے کے صدق ایمان کا اثر ہے۔

۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الشَّيْطَانُ أَحَدُكُمْ

اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا

فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى يَقُولَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَكَيْفَ تَسْتَعِذْ

ہے اور کہتا ہے فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے، فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے۔ (بندہ جواب میں کہتا ہے خدا نے پیدا کی ہے یہاں تک کہ شیطان یہ سوال کرتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو جب ابلیس اس سوال پر پہنچے تو بندے کو چاہیئے کہ خدا کے پاس پناہ لے۔ اور اس دوسرے کو دل سے نکال دے۔ اور اس سے رک جائے۔

(متفق علیہ)

شرح:- (وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا قِيَامُ الشَّيْطَانِ احْكُم) اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے۔ یہ شیطان خود ابلیس ہوتا ہے۔ یا اس کے لشکر اور گروہ کے شیاطین میں سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اگر جنات و انسانوں میں سے ہر قسم کے شیاطین مراد لیے جائیں تو بھی درست ہے جیسا کہ آنے والی حدیث میں مذکور ہے۔ مگر فی الحقیقت دوسو سو اور گمراہی میں ڈالنا ابلیس کے سپرد ہے۔ اور اس دوسو سو انداز ہی کا ذمہ دار اور مرجع ابلیس کو ہی بنایا گیا ہے۔ (فَيَقُولُ) تو شیطان یوں کہتا اور اس طرح دوسو سو ڈالتا ہے کہ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا۔ کہ یہ چیز کس نے پیدا کی ہے اور یہ چیز کس نے پیدا کی ہے، انسان ضروری طور پر شیطان کے جواب میں کہتا ہے۔ میرے پس پردہ گارنے پیدا کی ہے (حق یقول یہاں تک کہ شیطان یہ کہتا ہے۔ (مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ) تیرے پس پردہ گار کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فَإِذَا بَلَغَهُ) جب شیطان اس بات پر پہنچے (فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ) تو چاہیئے کہ تم میں سے وہ بندہ شیطان کے شر سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ لے۔ (وَكَيْفَ تَسْتَعِذْ) اور چاہیئے کہ اس دوسو سو سے باز آ جائے اور شیطان کے ساتھ اس گفتگو کو ترک کر دے۔ ابلیس سے بحث و جھگڑا اور اس سے ہمنشین سے بچنے کے لیے اپنی حالت بدل لیتا بھی اثر رکھتا ہے۔ جس طرح کہ علماء نے غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے حالت کی تبدیلی کو موثر قرار دیا ہے۔ کیونکہ شیطان کے ساتھ مناظرہ اور جھگڑا دوسو سوں کا دروازہ کھلنے اور اس کے شر کے مزید ابھرنے اور پھیلنے کا موجب و ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ ممکن ہے وہ لعین اپنے شبہات اور مغالطوں میں غالب آ جائے۔ اور انسان ان کی تردید سے بے بس ہو جائے۔ لہذا اس لعین کے شر سے نجات پانے کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ بندہ حق جل و علا کی عزت والی جناب میں پناہ لے۔ اور اس طرح اس کے شر سے دور اور اسم المفضل سے اسم المادی کی جانب بھاگے۔

شیطان سے پناہ حاصل کرنے کے اقسام میں سے اعلیٰ ترین قسم بندہ کی ریاضت متعلقہ دنیاوی کی میل کچیل سے نفس کا تزکیہ اور اسے پاک اور اختیار کے نقوش سے لوحِ قلب کو صاف کرنا ہے۔ صرف زبان سے اعوذ باللہ پڑھنا کافی نہیں۔ تاہم اس سے بھی کچھ نہ کچھ مدد مل جاتی ہے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ بات تسلیم کر لینے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے یہ سوال کرنا کہ خدا تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے بالکل فاسد اور لغو اور تناقض کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ہر وہ شے جو مخلوقیت سے موصوف ہے خلق اللہ الخلق میں داخل ہے۔ اس کے بعد پھر خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، نامعقول اور متناقض بات ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۵۹۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ أَمَنْتُ بِاللَّهِ وَمَا سَلِهَ۔
اور انہیں الیہ ہر پرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ یہ سوال کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ یہ بات کہنے کی نوبت آپہنچے گی کہ مخلوق تو اللہ نے پیدا کی ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو جو شخص یہ دوسوہ اپنے اندر محسوس کرے اسے چاہیے کہ یوں کہے میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ متفق علیہ۔

شرح:۔ (روعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال الناس یسألون اعدائہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ آپس میں جھگڑے اور محبت باندی یا نفس و شیطان کے ساتھ بطور دوسوہ و خیال سوال اور گفتگو کرتے رہیں گے۔ (حق یقال ہذا) یہاں تک کہ نوبت اس قول پر آپہنچے گی کہ (خلق اللہ الخلق) مخلوق کو تو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ (فمن خلق باللہ) اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فمن وجد من ذلك شيئاً)۔ تو جو شخص یہ بات اور اس دوسوہ سے کچھ اپنے اندر محسوس کرے (فل یقل امننت باللہ ورسولہ) تو چاہیئے کہ اس دوسوہ کو دور کرنے کے لیے یوں کہے میں اللہ پر ایمان لایا جو اس سے پاک و منزہ ہے۔ اور میں اس کے رسولوں پر ایمان لایا جنہوں نے ان نقائص سے خدا تعالیٰ کے منزہ اور پاک ہونے کی تعلیم دی ہے۔ اور آمنت باللہ ورسولہ کا کلمہ اللہ کے پاس پناہ لینے اور ان دوسوہوں سے رک جانے کے قائم مقام ہے جس کا گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ اور یہ بھی ابلیس سے جھگڑے اور اس کے دوسوہ کو ختم کرنے میں موثر ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چونکہ یہ کفر یہ کلمہ ہے۔ اس لیے کلمہ ایمان سے اس کا تدارک ضروری تھا لہذا

قارئین سے یہ امر پلوشیدہ نہ رہے کہ یہ کلمہ اس وقت کفر بنتا ہے۔ جب کہ نیت و حقیقت اور اعتقاد کے طور پر بندے سے صادر ہو، اور اگر اس کا صدور ایک دوسرے کے ساتھ بطور بحث و مناظرہ ہو یا نفس و شیطان کے ساتھ بطور دوسرے دل میں آئے تو کفر نہیں ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ بات تفسیر منفصلہ کے طور پر کی جائے۔ اور یوں کہا جائے کہ اگر بندے سے یہ قول بطور اعتقاد صادر ہو تو آمنت باللہ در سلسلہ کلمہ تجدید ایمان کے لیے ہوگا۔ اور اگر کلمہ بطور دوسرے اور خطرہ دل میں گزرے تو کلمہ آمنت باللہ در سلسلہ دوسرے اور خلجان قلب دور کرنے کے ہوگا۔ آخری شق نسبت ظاہر و واضح ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۴۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ دُكِلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجَنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَ إِيَّايَ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ۔ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔ رواه مسلم

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں مگر اس پر اس کا ایک ساتھی نبیاضین سے اور ایک ساتھی فرشتوں میں سے مسلط کیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا اور آپ کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا حال بھی ایسا ہی ہے لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے۔ تو وہ مجھے نیکی کا حکم ہی دیتا ہے۔

شرح :- (و عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما منكم من احد الا وقد دكل به قرينه من الجن) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سے تم میں سے کوئی ایک بھی مگر مسلط کیا گیا ہے اس پر جنات میں سے ایک ساتھی۔ (و قرينه من الملائكة) اور فرشتوں میں سے ایک ساتھی۔ یعنی برآمدی کے دو ساتھی ہیں ایک جن جو اسے برے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں بُرے بُرے دوسرے ڈالتا ہے۔ دوسرا فرشتہ جو نیک کام کا حکم دیتا اور اچھے کاموں کا الہام کرتا ہے۔ بعض روایات میں اس طرح وارد ہے کہ جو آدم زاد بھی پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کی مانند ایک جن بھی پیدا ہوتا ہے جسے ہمزاد کہتے ہیں۔ (قَالُوا وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ) صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (یا رسول اللہ آپ کا اپنے متعلق بھی یہی ارادہ ہے اور اپنے آپ کو بھی آپ اسی عوم میں داخل سمجھتے ہیں۔ اور آپ کا بھی کوئی جن ساتھی ہے۔ (قَالَ دَايَا) آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو بھی اس حکم میں داخل جانتا ہوں۔ اور جنات میں سے میرا بھی ایک ساتھی ہے۔ (وَلَكِنَّ اللَّهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ) لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور مجھے اس پر غالب کر دیا ہے۔ (فَأَسْلَمَ) محدثین نے یہ لفظ

طریقوں سے روایت کیا ہے۔ ایک میم کے رفع کے ساتھ بصیغہ مضارع معلوم یعنی جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے تو میں اپنے اس ساتھی کے شر اور اس کے دوسو سوں کی آفت سے بچا رہتا ہوں۔ اور وہ میرا طبع اور میرے تابع ہو چکا ہے۔ دوسرے فتح میم کے ساتھ یہ لفظ ماضی یعنی میرا یہ ساتھی بھی اسلام لا چکا ہے۔ اس لفظ کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام معنی اطاعت و فرمانبرداری ہو۔ یہ معنی درجہ اول کی طرف راجع ہے اور بعض روایات میں صراحتاً فاستسلم کا لفظ بھی آیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اسلام کا معنی یہ ہو کہ میرا جن ساتھی مسلمان ہو گیا اور ایمان قبول کر چکا ہے۔ اور یہ کوئی بعید نہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نفسیت و نزگی سے ممتاز اور مخصوص فرما دیا ہو۔ صاحب نہایت نے فرمایا ہے۔ کہ حدیث (کان شیطان آدم کا فردا و شیطانی مسلما (آدم کا شیطان کا فرخا اور میرا شیطان مسلمان ہے) اسی معنی کی شاید ہے۔ ر فلا یا مدنی الانجیر) تو وہ مجھے ہر حال میں نیکی اور اچھی چیز کا ہی حکم دیتا ہے۔

۶۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْدَى الدَّمِ۔

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے جیسے خون اس کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

شرح: (روعن انس) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان یجری من الانسان مجدی الدم) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان میں اس طرح چلتا ہے۔ جیسے انسانی بدن میں خون چلتا ہے۔ اس ارشاد سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ شیطان دوسو سے انسان میں چلتا اور گھومتے ہیں۔ نیز اس سے شیطان کے انسان کو حد درجہ گمراہ اور بدراہ کرنے کے تصرف و تسلط کا بیان مقصود ہے۔ اور اگر مدہجہ کے الفاظ ظاہری معنی پر عمل کیے جائیں کہ شیطان بذات خود آدمی کے اندر گھس جاتا ہے۔ تو یہ بھی بعید نہیں کہ شیطان اجسام لطیفہ میں سے ہے اس لیے اجسام کثیفہ میں اس کا گھس جانا اور ان میں چلنا ممکن ہے۔ جس طرح آگ اور ہوا اور خون کے دوڑنے کے ساتھ تشبیہ دینے کا ظاہر معنی بھی یہی ہے۔ واللہ اعلم۔

۶۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ بَنِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرزندِ آدم میں سے کوئی بچہ پیدا

آدم مولود الا یمنه الشیطان حیث
یولد فیستهل صلیحاً من مس
الشیطان غیر مریع و ابنہا۔
(متفق علیہ)
نہیں ہوتا مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ
سے چھوتا ہے۔ تو وہ بچہ چمچ مار کر روتا ہے شیطان کے
ہاتھ سے چھونے کی وجہ سے۔ سوائے حضرت مریم اور اس
کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے۔

شرح :- روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بنی آدم مولود حضرت
البہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے اولاد آدم سے کوئی پیدا ہونے
والا بچہ۔ (الا یمنہ الشیطان حیث یولد) مگر اس کی پیدائش کے وقت شیطان اپنے ہاتھ سے اُسے چھوتا
اور ہلاتا ہے۔ جس سے بچے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اور درود اذیت محسوس کرتا ہے۔ (فیستهل صلیحاً) تو
وہ چیختا اور اواز نکالتا اور روتا ہے۔ (من مس الشیطان) شیطان کے چھوتے کی وجہ سے۔ یعنی پیدائش
کے وقت بچے کا رونا اس وجہ سے ہوتا ہے۔ اور اس سے اس لعین کی غرض و غایت اس بچے کو فطرت اسلام سے
برگشتہ کرنا اس کی دینی استعداد کو برباد کرنا اور اس میں گمراہی و فساد کا اثر ڈالنا ہوتا ہے۔ (غیر مریم و ابنہا)
ما سوائے حضرت مریم اور اس کے بیٹے حضرت عیسیٰ کے کہ یہ دونوں بستیاں مس شیطان اور اس کے برے
اثر سے منزہ اور پاک ہیں۔ کیونکہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ماں نے اپنی بیٹی اور اس کے بیٹے کے لیے اس امر
کی دعا کی تھی کہ یہ دونوں شیطان کے شر سے محفوظ رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ دعا کے
الفاظ یہ ہیں:-

انی اعینک ہابک و ذریعتہا من الشیطان
الرحیم۔
بیشک میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری
پناہ میں دیتی ہوں۔

حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ ماجدہ کا شیطان کے اس مس سے بچنے میں مخصوص ہونا حضرت سید المرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم سے افضل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر زیادہ فضائل و معجزات
اور مناقب و مراتب حاصل ہیں کہ دوسرے کسی بھی پیغمبر کو حاصل نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مغضول (کم درجہ والے)
کو کوئی ایسی صفت و کمال حاصل ہو جو فاضل (اعلیٰ درجہ والے) کو حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ فضل کلی فضل جزئی کے
متنافی نہیں ہے۔ ان سطور کا محرر بندہ ضعیف کہتا ہے کہ اس بارے میں صحیح اور درست بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نبی آدم کے اس عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور اس حدیث میں حضور علیہ السلام اپنے علاوہ دوسرے فرزند نمران آدم

کی خبر دے رہے ہیں۔ اور طہارت میں آپ کا مقام اس سے نہایت ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت شیطان آپ پر کسی قسم کا تعارف کر سکے۔

بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ منکلم جب اس قسم کا کلام کرتا ہے تو عرف و محاورات میں خود اس کی اپنی ذات اس سے خارج ہوتی ہے۔ اور ذوق و حال اس کا قرینہ موزن ہے۔ یہ کچھ بندہ ضعیف نے کہا ہے یہ کلام اس کی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بیت

دامن اجلال اُن نازک نہالِ باغِ دین برتر آندریں کہ بروے دستِ نامحرم رسد

ترجمہ:- باغِ دین کے اس نازک پودے کا دامنِ عزت و شان اس سے بلند و برتر ہے کہ نامحرم کا ہاتھ اسے مس کرے۔

۶۳۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاخُ الْمَوْلُودِ حِينَ يَقَعُ نَزْعَةً

مِنَ الشَّيْطَانِ (متفق علیہ)

انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کاشم مادر سے باہر آتے وقت مولا شیطان کے اذیت پہنچانے
کی وجہ سے ہوتا ہے۔

شرح:- (وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم) انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صياخ المولود حين يقع نزعة من الشيطان) پیدائش کے وقت بچے کا رونا اور آواز نکالنا شیطان کی ٹھوکر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نزعة یعنی نون۔ وسكون زاء وغین معجم یعنی نیزے سے ٹھوکر لگانا۔ ٹکڑی سے مارنا اور فساد پھیلانے اور گمراہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

۶۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْلِيسَ يَفْعُ

عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ

يَفْتِنُونَ النَّاسَ فَإِذَا هُمْ مِنْهُ مَنَزِلَةٌ

أَعْظَمُ مِنْ فِتْنَةِ يَحْيَىٰ أَحَدُهُمْ يَقُولُ

فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ مَا صَنَعْتَ

شَيْئًا قَالَ ثُمَّ يَحْيَىٰ أَحَدُهُمْ يَقُولُ

مَا تَوَكَّلْتُ حَتَّىٰ فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایشک ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا

ہے۔ پھر اپنے دوست بھیجتا ہے۔ جو لوگوں میں فتنہ اندیزی کرتے

ہیں تو ان میں ابلیس کے زیادہ قریب مرتبہ میں وہ ہوتا ہے جو

سب سے بڑھ کر فتنہ پھیلا کر آئے۔ ان میں سے ایک آتا ہے

اور کہتا ہے میں نے یہ کیا یہ کیا۔ ابلیس سن کر کہتا ہے تو نے کچھ نہیں

کیا۔ حضور نے فرمایا پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے فلاں

کو نہیں چھوڑا مگر اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی اور بے اتفاقی

اِمْرَاَتِهٖ قَالَ فَيَدُ نَيْبًا مِنْهُ
وَيَقُولُ نَعْمَ اَنْتَ قَالَ اَلَا عَمَشُ
اَرَاهُ قَالَ فَيَلْتَزِمُهُ
(رواہ مسلم)

ڈال کر رہا ہوں۔ حضور نے فرمایا تو ابلیس اسے اپنے قریب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے ہاں تو نے ٹھیک کیا ہے۔ اعمش کہنے میں میرا گمان ہے کہ حضرت جابر نے کہا پھر ابلیس پیار کے طور پر اسے اپنے ساتھ چٹا لیتا ہے۔

شرح :- (روعن جابر) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عمرہ علی الماء) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ابلیس تکبر و غرور اور شرک و غلبہ کے اظہار کے لیے اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے۔ تخت بچھانے سے مراد اگر یہ ہو کہ وہ اپنا تخت پانی پر رکھ دیتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا اس کے تخت کو پانی پر قائم رکھنا اور ڈوبنے نہ دینا اس کے لیے مکر و استدراج کے طور پر ہو گا۔ اور اگر پانی پر تخت رکھنے سے پانی کے کنارے پر رکھا مراد ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں (ثویبٹ سویاہ یفتنون الناس) پھر ابلیس اپنے دستے اور فوجیں لوگوں میں فتنہ اندازی کے لیے مختلف علاقوں اور شہروں کی طرف روانہ کرتا ہے۔ سَمَرَا یا سَمَرِیَۃ بفتح سین معملہ و کسرہ داو و تشدید یا ء کی جمع ہے۔ بمعنی لشکر اور فوج کا ایک دستہ جو دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے بھیجا جلتے۔ اور یہ پانچ افراد سے لے کر چار سو یا پانچ سو تک کی نفری کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فتنہ۔ بمعنی امتحان و آزمائش۔ اصل لغت میں اس کا معنی ہے سونا چاندی کو بیل کچیل سے صاف کرنے کے لیے پگھلانا سال، اولاد، تکلیف و راحت اور گناہ و عذاب وغیرہ کو اس لیے فتنہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ سب امتحان و آزمائش کی چیزیں ہیں۔ (فادناہو منہ منزلة اعظمہو فتنۃ) تو ان میں ابلیس کے سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے۔ جو فتنہ برپا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہو۔ یعنی ان دستوں میں سے ابلیس کے نزدیک زیادہ قدر و منزلت اور شان و مرتبہ اس کا ہوتا ہے جو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے اور گمراہ کرنے میں سب سے پیش پیش ہو۔ مختصر یہ کہ جو سب سے بڑھ کر فتنہ انگیز ہو ابلیس کے ہاں سب سے مقرب و معتبر شمار ہوتا ہے۔ ربیعۃ احد ہجو فیقول ان شیاطین میں سے ایک ابلیس کے پاس آتا اور کہتا ہے۔ (فعلت کذا و کذا) میں نے یہ کام کیا ہے یہ کام کیا ہے۔ اور یہ یہ فتنہ برپا کیا ہے (فیقول ما صنعت شیئاً)۔ تو ابلیس (سن کر کہتا ہے تو نے کوئی کام نہیں کیا۔ اور تیری کچھ کارکردگی نہیں ہے۔) (قال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یا حضرت جابر نے حضور سے روایت کرتے ہوئے فرمایا (ثویبۃ احد ہو) پھر اس کے فوجیوں میں سے ایک اور آتا ہے۔ اور کہتا ہے (ما ترکہ حق فرقت بینہ و بین امواتہ) میں نے فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی اور نفرت نہیں ڈال دی (قال فیدنیہ منہ) حضور فرماتے ہیں یہ

سن کر ابلیس اپنے اس سپاہی کو اپنے قریب کرتا ہے۔ (دیفول نعتہ انتا اور کتا ہے میرا اچھا دوست، کارکن اور مددگار تو ہے۔ (قال الامش) حضرت امش جو حضرت جابر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں (۱۱۱۱) حضرت جابر کے متعلق میرا یہ گمان ہے کہ انہوں نے یہ لفظ بھی کہا۔ (فیل تزمہ) کہ ابلیس اپنے اس سپاہی سے بغلیک ہو جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ (فیل نید) پر افسانہ کرتے ہوئے یا فیل نید کی جگہ کہا دونوں احتمال ٹھیک ہیں۔

یہاں علماء کرام نے مرد و زن کے جدائی ڈالنے اور ابلیس کے اسے اچھا اور عمدہ کام قرار دینے کے متعلق کہا ہے۔ کہ تفریق سے طلاق بائن کے ذریعے خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا مراد ہے۔ تاکہ عورت مرد پر حرام ہو جائے۔ اب عورت سے جو صحبت اور جماع کرے گا حرام ہوگا اور جو اولاد پیدا ہوگی حرام کی اولاد ہوگی۔ اس طرح زنا اور اولاد نہ ناکہ کی روئے زمین پر کثرت ہو جائے گی۔ اور لوگوں میں فساد اور زنا فرما جائے گی۔ اور یہ چیز نظام عالم میں غرابی اور گمراہی کا باعث بنے گی۔ اور آدم کی اولاد دنیا و آخرت میں ذلت و خواری میں مبتلا ہوگی۔ علماء نے اس کلام کی تشریح و توجیہ میں ایسا ہی فرمایا ہے۔

اس کلام کی یہ توجیہ کرنا بھی ممکن ہے۔ کہ تفریق سے مردوں اور ان کی عورتوں میں عداوت جھگڑا اور جنگ و جدل میں مبتلا کرنا مراد ہو۔ تاکہ اس عداوت و نفرت کی بنا پر لوگ اپنی عورتوں سے صحبت و جماع کرنا ترک کر دیں۔ اور اس طرح نسل آدم کی افزائش کا معاملہ رک جائے اور نتیجہ یہ امر قطع نسل یا افراد انسانی کی قلت کا موجب بن جائے۔ واللہ اعلم۔

۶۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ آتَى مِنْ آتَى يَعْبُدُهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَوْجَرِ قَالُوا وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ۔

(رواہ مسلم)

رہے گا

شرح: سد وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان قد ايس من ان يعبد المصلون جذيرة العرب اور انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک ابلیس اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ نماز ادا کرنے والے اب جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کریں گے۔ سمرزین عرب کا طول

دعویٰ شرح و تفصیل سے اور جو کچھ اس میں اختلاف ہے، اپنی شرح عربی میں ہم نے نقل کر دیا ہے۔ سرزمین عرب کو جزیرہ اس لیے کہتے ہیں کہ اسے چاروں طرف سے خلیج فارس، بحر روم اور نیل و دجلہ و فرات نے گھیر رکھا ہے۔ روکن فی التمرین بینہما، لیکن شیطان باشتدگان جزیرہ عرب میں آپس میں جنگ و عداوت برپا رکھنے کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ اور اس سے ناامید نہ ہوگا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں جو لڑائیاں اور واقعات رونما ہوتے رہے وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ شیطان کی عبادت اور نماز ادا کرنے والوں سے کیا مراد ہے تو علامہ توریشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ شیطان کی عبادت سے کفر و ارتداد اور مصلین سے اہل ایمان مراد ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اتنی بات کہنے کے بعد علامہ توریشتی نے سوال اٹھایا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد کچھ اہل ایمان مرتد ہو گئے اور انہوں نے مسیلمہ کذاب کی پیروی اختیار کی۔ اور کفر و عناد کے راستے پر چلے۔ حالانکہ اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ابلیس اس سے مایوس ہو چکا ہے۔ اس اشکال کا جواب یہ دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اہل عرب کفر و ارتداد اختیار نہیں کریں گے۔ بلکہ اس بات کی خبر دی کہ شیطان مسلمانوں کی شوکت و عزت اور ان کے اجتماع و کثرت کو دیکھ کر ناامید ہو جائے گا۔ مگر اس کی ناامیدی اور مایوسی کے باوجود مسلمانوں میں کفر و ارتداد کا فتنہ پھیل گیا۔ لہذا اس حدیث اور اس واقعہ کے درمیان کوئی منافقت اور ٹکراؤ نہیں ہے۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس امر کی خبر دینا ہے کہ اسلام کی شوکت اور اس کا دبدبہ اس حد تک بڑھ جائے گا کہ شیطان ان میں ارتداد واقع ہونے سے مایوس ہو جائے گا۔ آپ کی اس خبر کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں میں ارتداد قطعاً واقع نہ ہوگا لیکن علامہ موصوف کی یہ تقریر جلد سے خالی نہیں۔ یعنی ان کا یہ جواب کوئی اتنا تسلی بخش نہیں ہے کہ شیطان کے ناامید ہونے سے ظاہر واضح بات یہی ہے کہ کفر و ارتداد واقع نہ ہوگا۔ اور اسی حقیقت کی طرف حضور نے اشارہ فرمایا۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مصلین سے اہل ایمان اور عبادت شیطان سے بتوں کی عبادت مراد ہے۔ مسیلمہ کذاب کے پیروکاروں اور مانعین زکوٰۃ نے اگرچہ ارتداد کا راستہ اختیار کیا تاہم وہ بھی بت پرستی میں مبتلا نہ ہوئے انتہی۔

ممکن ہے کہ حدیث کا معنی اس امر کی خبر دینا ہو کہ یہ دین اب تبدیل نہ ہوگا۔ اور اسلام کی بنیادیں کلیتہً اور ہمیشہ کے لیے منہدم نہ ہوں گی۔ اور لوگ پھر سے دور جاہلیت کی طرح مکمل طور پر ہمیشہ کے لیے کفر و ارتداد کے فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے۔ یہ آخری تو ہمیشہ اس کے خلاف نہیں کہ چند لوگ مرتد ہو جائیں بلکہ بتوں کی پرستش میں مبتلا ہو جائیں۔

واللہ اعلم۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۶۶۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أَحَدُ ثَلَاثٍ نَفْسِي بِالشَّيْءِ لَنْ أَكُونَ حَمَمَةً أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَرَّ أَمْرُهُ بِالْأَنْفِ (رواه ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہا میرے دل میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں کہ انہیں زبان پر لانے کی نسبت جل کر میرا کوئلہ ہو جانا مجھے زیادہ پسند ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی حمد و ثنا جس نے اس شخص کے معاملے کو دوسرے کی طرف لوٹا دیا۔

شرح :- (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جائہ رجل فقال) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا۔ اے نبی! میں اپنے نفس سے بطور دوسرے ایسی باتیں کہتا ہوں کہ (لان اکون حمامة احب الی) بیشک میرا جل کر کوئلہ بن جانا مجھے اس سے اچھا لگتا ہے کہ (من ان تتکلم به) میں ان باتوں کو زبان پر لاؤں۔ حَمَمَةٌ بضم حاء و فتح ویم۔ بمعنی کوئلہ جمع حُمَمٌ یعنی اگر میں جل کر خاکستر سیاہ کوئلہ اور نابود ہو جاؤں تو وہ مجھے بہتر محسوس ہوتا ہے اس کی نسبت جو میرے ضمیر میں دوسرے آتے ہیں انہیں زبان پر لاؤں۔ (وقال) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد لله الذي ردا امره الى الوسوسة حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اس شخص یا شیطان کے کام کو اس نے اس شخص کے نفس میں ڈالا، اسے دوسرے کی طرف لوٹا دیا۔ اور دوسرے کی حد میں ہی اسے روک لیا اور اسے یہ ہمت نہ دی کہ وہ اس کے مطابق عمل پیرا ہو یا اسے زبان پر لائے کہ وہ قابل

۶۷۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَمَنْ يَأْتِيَنَّ آدَمَ وَ لِلْمَلَائِكَةِ لَمَنَّةٌ فَأَمَّا لَمَنَّةُ الشَّيْطَانِ فَيَايَعًا بِالْشَّرِّ وَتَكْنِيبًا بِأَعْوٍ وَأَمَّا لَمَنَّةُ الْمَلَكِ فَيَايَعًا بِالْخَيْرِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ابن آدم کے پاس شیطان بھی آتا ہے اور فرشتہ بھی شیطان کا اس کے پاس آتا تو اس صورت میں ہوتا ہے کہ اسے شر اور خرابی کے ساتھ ڈراتا ہے۔ اور حق کی تکریم میں مبتلا کرتا ہے۔ اور فرشتے کا آنا اس شکل میں ہوتا

وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ - فَمَنْ رَجَعَ ذَلِكَ

فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ

وَمَنْ رَجَعَ الْآخَرَى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ

مِنَ الشَّيْطَانِ - ثُمَّ قَرَأَ الشَّيْطَانُ

يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ دِيَامًا مَرُّكُمْ بِالْفَحْشَاءِ -

رواه الترمذی وقال هذا حديث غریب

شرح: (رو عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطن لمتہ

با بن آدم (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان

ابن آدم پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک آتا ہے (وللملک لمتہ) اور فرشتہ بھی انسان پر نازل کرتا اور اس کے نزدیک

آتا ہے۔ کتبہ بفتح لام وتشدید میم امام سے ہے۔ بمعنی نازل ہوتا، نزدیک آنا اور پہنچنا۔ یعنی انسان کے ساتھ ایک شیطان

ہوتا ہے اور ایک فرشتہ۔ دونوں اس سے کام رکھتے ہیں۔ (فامالمتہ الشیطن فالیعاد بالمشور) شیطان کا کام تو

اسے بُرائی سے ڈرانا ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ بندے کو یوں کہتا ہے کہ اگر تو نے فلاں نیک کام کیا تو تیرا بُرائی اور خرابی

میں مبتلا ہوگا۔ مثلاً اگر تو نے خدا تعالیٰ پر توکل کیا اور اس کی عبادت میں مصروف ہو گیا تو اپنے آپ کو فقر و محتاجی اور ذلت و

تواہری میں ڈال دے گا۔ (وتکذیب بالحق) اور حق کی تکذیب پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ (وامالمتہ الملک فالیعاد

بالخیر و تصدیق بالحق) اور فرشتے کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نیکی کی نوید و بشارت دیتا ہے اور حق کی طرف سے سچ و راستی

کی نسبت اور یقین کی دولت دل میں ڈالتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ نیکی کے لیے وعدہ اور بُرائی کے لیے لفظ وعید استعمل

کیا جاتا ہے۔ لیکن لغوی طور پر دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ پھر یہ تخصیص

اس وقت ہوتی ہے جب کہ خیر و شر کا کلمہ عبارت میں مذکور نہ ہو۔ اور اگر لفظ وعدہ و وعید دونوں عبارت میں مذکور ہوں

تو اس صورت میں لغت و لغوی معنی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ (فمن وجد ذلک) تو جو شخص اپنے میں یہ چیز پائے یعنی

وعدہ خیر جو فرشتے کے نازل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ (فلیعلم انه من اللہ) تو جان لے کہ یہ چیز خدا کی طرف سے ہے۔

یعنی اس کی جناب لطف و رحمت سے صادر ہو رہی ہے۔ (فلیحمد اللہ) اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس بلند

ذات کی حمد و ثنا کرے۔ (ومن وجد الاخری) اور جو شخص شیطان کا نازل محسوس کرے۔ (فلیتعوذ باللہ

من الشیطن) تو چاہیے کہ دوسرے شیطان سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے مضمون کے موافق اور اس کی تائید میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔
 الشیطن یعد کو الفقر شیطان تمہیں فقر و محتاجی سے ڈراتا ہے۔ یعنی یوں کہتا ہے کہ اگر اللہ کے راستے میں مال
 خرچ کرو گے تو محتاج اور تنگ دست ہو جاؤ گے و یا تم کو بالفحشاء اور تمہیں بخل و کجوسی کا حکم دیتا ہے۔ عرب بخل
 کو فحشاء کہتے ہیں۔ یا فحشاء سے مطلق معاصی مراد ہیں۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ
 یہ ہیں واللہ بعدکم مغفرة منه وفضلاً اور خدا تعالیٰ اس کے راستے میں مال خرچ کرنے والوں کو گناہوں کی بخشش کی
 بشارت دیتا ہے۔ اور بخشش سے بڑھ کر فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔ یعنی مال خرچ کرے گا تو اب عطا
 کرتا ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ثواب کے علاوہ اپنے فضل و کرم کی بشارت بھی دیتا ہے۔

مذکورہ حدیث سے اس آیت کی موافقت اس طرح ہے کہ فرشتے کا نزول جناب حق تعالیٰ کی طرف محسوب ہے۔
 لہذا مغفرت و فضل کا وعدہ درحقیقت نزول فرشتہ کا ہم معنی ہے۔ (رداء الترمذی وقال) اس حدیث کو امام ترمذی نے
 روایت کیا اور کہا۔ (هذا حدیث غریب) یہ حدیث غریب ہے۔ حدیث غریب کا معنی مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے۔
 معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں علم خواطر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ علم قوم کے دقیق علوم میں سے ہے۔ اور خواطر و
 غیر خواطر میں تمیز و فرق پیسر نہیں آتا مگر کمال تقویٰ۔ تصفیہ قلب اور اس کے ریتین سے روشن و منور ہونے کے بعد۔
 اہل علم و صوفیہ کے ہاں چار قسم کے خواطر مشہور ہیں۔ ۱۔ حقانی ۲۔ نفسانی ۳۔ ملکائی۔ اور ۴۔ شیطان۔ ان میں
 فرق و امتیاز کرنے کی وجہ قوم کی کتب میں مذکور ہیں۔ لیکن وہ نہایت دقیق ہیں۔ متاخرین مشائخ میں سے بعض
 حضرات نے فرمایا ہے۔ کہ دل میں آنے والا خطرہ اگر مباح شہوتوں سے متعلق ہو تو وہ خاطر نفسانی ہے۔ اگر حرام
 چیزوں سے متعلق ہو تو خاطر شیطانی کہلاتا ہے۔ اور اگر نیکی و طاعات سے تعلق رکھتا ہو تو خاطر ملکائی ہے۔ اور اگر باطن
 اللہ سے قطع تعلق سے وابستہ ہو تو خاطر حقانی ہے۔

حضرت شیخ عارف کامل عبدالوہاب متقی قدس سرہ کا ایک رسالہ مسمیٰ بہ مفاتیح الغیب میں معرفۃ خواطر اکتوب
 ہے جو اس بارے میں نہایت نافع اور مفید ہے۔ مشکوٰۃ کی عربی شرح لغات میں ہم نے اس کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔

۶۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ

الناس یتسآئون حتی یقال هذا خلقی

سوالات کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ یوں کہا جاتا ہے۔ مخلوق

اللہ المخلوق فمن خلق اللہ فإذا قالوا ذلک

کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ جب لوگ یہ بات

تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ أَعَدَّ اللَّهُ الصَّعْدَ . كَوَيْلًا
وَكَوَيْلًا وَكَوَيْلًا لَهُ كَفُّوا أَحَدًا . تَوَكَّلْ
الْتَفِلْ عَنْ نِسَائِهِ ثَلَاثًا وَلَيْسْتَ عِدًّا بِاللَّهِ
مِنْ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - رواه ابو داود - وسنذكر
حديث عمرو بن الاحوص في باب خطبة
يوم النحر -

کیس تو تم (سن کبر) کہو۔ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس
نے کسی کو نہیں جنا۔ نہ اسے کسی نے جنا ہے اور اس کی مثل کوئی
نہیں۔ پھر اپنی بائیں جانب تین دفعہ تھو کے اور شیطان مردود سے
اللہ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ اسے ابو داؤد نے روایت
کیا اور ہم عنقریب عمرو بن الاحوص کی حدیث باب خطبہ یوم النحر
میں بیان کریں گے۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال) حضرت ابو ہریرہ رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا یزال الناس یتساءلون حتی یقال هذا)
لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال کرتے رہتے ہیں تا آنکہ یہ بات کہنے لگتے ہیں۔ (خلق اللہ الخلق فمن
خلق اللہ) مخلوقات کو تو اللہ نے پیدا کیا۔ اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (فاذا قالوا ذلک) جب لوگ یہ بات
کہیں (قولوا) تو اس سوال کے رد و ابطال اور اس وسوسہ اور خطرہ کے رفع کرنے کے لیے انے سننے والو تم یوں کہا
کرو۔ (اللہ احد) اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یگانہ اور وحدہ لا شریک ہے (اللہ الصمد) اللہ سردار
ہے ہر شے اس کی محتاج ہے۔ اور سب حاجات و مقاصد کے لیے اس کی بارگاہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(ولہو ولد) (ولہو ولد) اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ اسے کسی نے جنا ہے۔ (ولیکن لہ کفوا احد) کوئی بھی اس کی مثل
اوستہ نہیں۔ اور یہ صفات مخلوق ہونے کے معانی ہیں اور ذات خالق کے سوا کسی کے لائق نہیں۔ (ثم لیتقل عن نساءہ ثلاثا)
پھر جو شخص لوگوں کے اس طرح کے کلمات سنے وہ ان صفات کا ذکر کرنے کے بعد تین بار اپنی بائیں جانب تھو کے۔ (تقل
اس دم کر نے کو کہتے ہیں جس میں منہ سے پھونکنے کے وقت کچھ لعاب دہن بھی خارج ہو۔ یہ تھوکن شیطان سے اظہار
نفرت و کدوستی اس کے اظہار ناپاکی اور اسے ذلیل و خوار کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ تھوکن شیطان اور اس کے شر کو
دفع کرنے میں خاص اثر رکھتا ہے۔ بائیں جانب کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ شیطان بائیں جانب ہوتا ہے۔ (ولیسندعذ باللہ
من الشیطان الرجیم) اور چاہیے کہ شیطان مردود سے خدا تعالیٰ کے پاس پناہ تلاش کرے۔ (رواہ ابو داؤد اس
حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ وسنذكر حدیث عمرو بن الاحوص فی باب خطبہ یوم النحر) اور ہم عمرو بن الاحوص کی حدیث
جو مصابیح میں اس باب میں مذکور تھی باب خطبہ یوم النحر میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہ اس کی مناسبت اس باب کے
ساتھ ظاہر تر اور زیادہ ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۶۹۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَبَيَّنَ لِلنَّاسِ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا. اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ. فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَلَمْ يُسَلِّمْ. قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّابًا كَذَّابًا. حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے ہمیشہ پوچھتے اور سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ یوں کہیں گے۔ اللہ نے ہر شے پیدا کی ہے اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔ یہ امام بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم کے ہاں یوں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے تیرا امت ہمیشہ اس طرح کہتی رہے گی یہ چیز کیا ہے یہ چیز کیا ہے۔ یہاں تک کہ یوں کہیں گے۔ مخلوقات کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔

شرح :- (من انس) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لَمَّا تَبَيَّنَ لِلنَّاسِ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یوں کہیں گے۔ (اللہ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ) اللہ نے ہر شے پیدا کی ہے۔ (فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ) تو اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا ہے۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) اس حدیث کو ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (وَلَمْ يُسَلِّمْ) اور امام مسلم کے ہاں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے۔ (رَقَالَ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ عَزَّ وَجَلَّ) اللہ عزوجل نے فرمایا (لَا يَزَالُونَ يَقُولُونَ مَا كَذَّابًا كَذَّابًا) تیری امت ہمیشہ یوں کہتی رہے گی یہ چیز کیا ہے یہ چیز کیا ہے۔ (مَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ) اللہ نے ہر شے پیدا کی ہے۔ اور ان کی تحقیق و تفتیش میں مصروف رہیں گے۔ (حَقَّ يَقُولُوا هَذَا) یہاں تک کہ وہ یوں کہیں گے (اللہ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ) اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ اللہ عزوجل کو کس نے پیدا کیا۔

۷۰۔ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ

اور حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ شیطان میرے اور میری

حَالِ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَواتِي وَبَيْنَ قِرَأتِي
يَكْبِسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ الشَّيْطَانُ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ
فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْهُ وَانْقُلْ
عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا فَعَلْتُ ذَلِكَ فَآذَاهُ
اللَّهُ عَنِّي - رواه مسلم -

نماز اور قرأت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مجھے پڑھتے وقت
شک ڈالتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک
شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں۔ جب تو اسے محسوس کرے تو
اللہ کے پاس اس سے پناہ لے۔ اور اپنی بائیں جانب تین بار
تحرک یا کریں گے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے مجھ سے دور
کر دیا۔

شرح :- رو عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ آپ ثقفی ہیں۔ حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے آپ کو طائف کا عامل مقرر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک اور خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی
کے دو سال تک آپ اس عہدے پر فائز رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب قبیلہ ثقیف نے اسلام
سے پھر جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اسے گروہ ثقیف تم لوگ سب
سے آخر اسلام لائے ہو۔ اب تمہیں سب سے پہلے مرتد نہ ہو جانا چاہیے۔ آپ کی فمائش کے باوجود یہ لوگ باز نہ
آئے اور مرتد ہو گئے۔ آپ سے حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے۔ حضرت
عثمان کی والدہ فرماتی ہیں۔ جب حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے حضور پیدا ہوئے
میں اس وقت ان کے پاس موجود تھی۔

یہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ (قلت) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)
اے اللہ کے رسول (ﷺ) ان الشیطان قد حال بینی و بین صَلَواتی وَبَيْنَ قِرَأتی . بیشک شیطان میرے اور میری
نماز اور میری قرأت کے درمیان حائل ہوتا اور رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ (یلبسها) میری قرأت مجھ پر
خلط مل کر تار میرے لیے اس میں شک ڈالتا اور دوسو سو اندازی کرتا ہے۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک
الشَّيْطَانُ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شیطان تیرے اور تیری نماز کے درمیان حائل ہوتا اور قرأت
میں شک ڈالتا ہے۔ (یقال اخنزب) اے خنزب کہتے ہیں۔ خنزب بکسرہ خاء و زاء۔ اور خاء و زاء کے ضمہ
کے ساتھ۔ اور ضمہ خاء و فتح زاء کے ساتھ۔ اور کسرہ خاء و فتح زاء کے ساتھ۔ ان تمام صورتوں میں سکین نوں کے ساتھ۔
یہ دراصل اس شیطان کا لقب ہے جو نماز میں دوسو سو اندازی کرتا ہے۔ خنزب اصل لغت میں گوشت کے بدبودار ٹکڑے
کو کہتے ہیں۔

(فاذا احسستہ) دو سین پہلے مفتوح اور دوسرے ساکن کے ساتھ۔ تو جب تو اس شخص دوسرے کو پائے
(تَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْهُ) تو اس سے اللہ کے پاس پناہ لے۔ (واتفل علی یسارک ثلاثا) اور تین بار اپنی بائیں جانب
تھوک۔ تفل کا معنی حضرت ابو ہریرہ کی گزشتہ حدیث میں بیان ہو گیا ہے۔ (ففعلت ذلک) میں نے ایسا ہی
کیا۔ (فاذہب اللہ عنی) تو اللہ نے اسے مجھ سے دور کر دیا۔

۱۔ وَعَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّ رَجُلًا
سَأَلَهُ فَقَالَ إِنِّي أَهْوَيْ فِي صَلَاتِي فَيَكْثُرُ
ذَلِكَ عَلَيَّ فَقَالَ لَهُ امْضِ فِي صَلَاتِكَ
فَإِنَّهُ لَنْ يَذْهَبَ عَنْكَ حَتَّى تَنْصَرِفَ
وَأَنْتَ تَقُولُ مَا أَتَمَمْتُ صَلَاتِي
رواہ مالک۔
اور حضرت القاسم بن محمد سے روایت ہے بیشک ایک آدمی
نے آپ سے سوال کیا اور کہا مجھے نماز میں وہم ہو جاتا ہے
کثرت سے ایسا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس حالت میں ہی
اپنی نماز ادا کرتا رہ۔ کہ بیشک وہ تجھ سے الگ نہ ہو گا۔
یہاں تک کہ تو اپنی نماز یہ کہتے ہوئے مکمل کرے گا کہ میں نے
اپنی نماز پوری نہیں کی۔

شرح:- (وعن القاسم بن محمد) حضرت قاسم بن محمد سے روایت ہے۔ یعنی قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہم آپ عظماء تابعین، مدینہ منورہ کے سات فقہائے کرام اور اپنے دور کے افضل ترین افراد میں سے ہوئے
ہیں۔ آپ ثقہ بلند مرتبہ، عالم فقیہ امام، صاحب ورع و تقویٰ اور کثیر الحدیث ہوئے ہیں۔ اپنے والد محمد بن ابی بکر
رضی اللہ عنہم کے قتل کے بعد یتیم ہو گئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی۔ آپ حضرت امام زین العابدین
رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ امام محمد باقر کے داماد اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دادا ہیں۔ یا
صحیحی میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ستر یا بہتر ہیں تھی۔ رضی اللہ عنہ۔

(وعن القاسم بن محمد) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (ان رجلا سالہ ایک شخص نے آپ سے
دریافت کرتے ہوئے (فقال) کہا (انی اھوئی صلوٰتی) مجھے نماز میں وہم لاحق ہو جاتا ہے دل میں نماز سے دھیان
ادھر ادھر ہو جاتا ہے اور شیطان دوسرے انداز ہی کرتا کہ تیری نماز مکمل اور درست سے ادا نہیں ہوئی۔ اور تیری کوئی رکعت
رہ گئی ہے۔ وہم کا معنی ہے۔

دل کا بے قصد و ارادہ مقصد
کے سوا کسی اور طرف پھر جانا۔ اور کسی چیز کی صحیح مقدار و اندازہ کا نگاہ سے ہٹ جانا اور جمل ہو جانا (فیکثر ذلک علی)
یہ وہم مجھے کثرت سے ہوتا ہے۔ ایک روایت میں فیکثر کے بجائے فیکبر یا موصد کے ساتھ آیا ہے۔ یہ دوسری
روایت زیادہ صحیح ہے یعنی یہ حالت مجھے سخت ناگوار اور گراں محسوس ہوتی ہے۔ (فقال لہ) حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ

نے اس شخص کو کہا (امین فی صلواتک) اسی حالت میں اپنی نماز ادا کرنا اور اسی حالت میں اپنی نماز مکمل کر لیا کہ شیطان کی بات پر کان نہ دھرے اور نہ اس کے دوسوے کا اعتبار کرے (فانہ لن یذهب ذلک عندک) کہ یہ وہم و سوسہ تجھ سے ہرگز دور نہ ہوگا۔ (حق تصدیق) یہاں تک کہ تو نماز مکمل کر کے لوٹے گا۔ (دانت تقول) اور تو شیطان سے کہہ رہا ہوگا (ما اتممت صلواتی) ہاں اسے ابلیس جس طرح تو کہتا ہے واقعی میری نماز مکمل و صحیح طریقہ سے ادا نہیں ہوئی لیکن میں تیری بات قبول نہ کروں گا اور تیری مخالفت و شکست کے لیے نماز دوبارہ ادا نہ کروں گا۔ دسواں دور کرنے کا یہ ایک عظیم اور موثر قاعدہ ہے کہ انسان اس کے دوسوے پر کار بند نہ ہو۔ اور نہ اس کا اثر قبول کرے۔ (رداہ مالک) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

حکایت :- مشائخ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی حکایت میں مذکور ہے کہ نماز کے دوران ایک بزرگ کے پاس شیطان آیا۔ اور کہا آپ یہ نماز دوبارہ ادا کریں کہ آپ نے اچھی طرح نہیں پڑھی۔ آپ نے اسے جواب دیا میں یہ نماز نہ پڑھاؤں گا۔ میں جیسی ادا کر سکتا تھا کر لی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی کوتاہی کی معذرت کر لوں گا۔ شیطان نے کہا آپ سستی نہ کریں۔ نماز کا معاملہ ہے۔ یہ سستی کا مقام نہیں ہے۔ بزرگ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو گیا میں نماز دوبارہ نہ پڑھوں گا شیطان نے پھر اصرار کرتے ہوئے کہا میں تیرا ناصح اور خیر خواہ ہوں۔ نماز ایک عظیم عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔ اس نماز کے سلسلے میں تجھے خدا تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ اور صند نہ کرنی چاہیے۔ بزرگ نے جواب دیا میں نماز نہیں لوٹاؤں گا۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کی بلندی کے بجائے سستی پر راضی اور خوش ہوں۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ ایسی نماز قبول نہیں کرتا۔ بزرگ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کریم ذات ہے۔ وہ اپنے فضل و کرم سے میرے اس عمل ناقص کو شرف قبولیت بخشے گا۔ میں اس سے زیادہ تردد اور کوشش نہیں کر سکتا۔ تو دفع ہو جائیں اس نماز کا ہرگز عادی نہ کروں گا تو شیطان ذلیل و خوار ہو کر چلا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس بزرگ کے اس شدت و سختی سے رد کرنے سے غرض و غایت یہ تھی کہ شیطان کو ذلیل و نگوں کیا جائے، اس کے دوسوے کو دفع کیا جائے۔ اور اس کے راستے کو بند کیا جائے۔ یہ غرض نہ تھی کہ عمل نادرست اور نا مکمل رہنے دیا جائے۔ اور اس میں سستی اور لاپرواہی کو راسخ کیا جائے۔ اور فریب نفس اور کریم خداوندی کے بہانہ پر اعتماد کر لیا جائے کہ جیسی غلط نماز ادا ہو جائے اسی پر کفایت کر لی جائے۔ اور دل کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے بخش دے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ دسواں کی حقیقت عقل کے خیال میں وہم کے زمرے سے جو عالم انفس کا شیطان ہے۔ نباہی

برپا کرتا ہے۔ اس وہم میں مزید قوت شیطان کے دوسوے کے سبب جو عالم آفاق ہے۔ پیدا ہوتی ہے۔ تاہم یہ ادھام و دساوس مرکز حق میں قرار پذیر نہیں ہو سکتے اور ان ادھام و دساوس کے دفع کرنے میں اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں کہ بندہ ان سے بے نیازی اور توجہ نہ دینے کا راستہ اختیار کرے۔ اور وہ کام کرے جو شیطان و دوسوے کے خلاف اور اس کی نقیض ہو۔

ایک بزرگ کو نماز کی جگہ کے ناپاک ہونے کا دوسوہ لاسحق ہوتا تھا۔ تو وہ دفع و دساوس کی خاطر قصد ادا ہاں نماز ادا کرتے تھے جس جگہ کے پاک ہونے میں ان کو شک و شبہ ہوتا تھا۔

تقدیر پر ایمان کا باب

قاموس میں ہے قدر بحرکت قات و دال بمعنی قضا و حکم۔ نہایت میں ہے قدر وہ امور جن کا اللہ تعالیٰ فی فیصلہ اور حکم فرما دیا ہے۔ قدر بسکون دال بھی آیا ہے۔ ولیلۃ القدر وہ رات جس میں لوگوں کے رزق اور ان کی عمروں کا اندازہ متعین کیا جاتا اور ان کے بارے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ صراح میں ہے قدر بسکون و فتح دال بندے پر اللہ کے حکم کا اندازہ ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ قضا و قدر دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔ کبھی ان کے معنی میں فرق بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قضا حکم انلی کو اور قدر مستقبل میں اس کے وقوع کو کہتے ہیں۔ اس معنی کے مطابق قضا قدر سے پہلے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَرِجْدًا
اُمْرًا لِّلْكِتَابِ۔
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت و قائم رکھتا ہے۔ اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس آیت میں محذورات ثبات قدر سے عبارت ہے۔ اور عندہ ام الکتاب میں قضا کی طرف اشارہ یہاں دو الفاظ کا مذکور استعمال کے عکس اور الٹ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ قدر کا اطلاق تقدیر ازلی پر ہوتا ہے۔ اور قضا بمعنی قدر کے مطابق شے کو پیدا کرنا۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ اٰی خَلَقْنَّ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرما دیے۔ اس معنی کے مطابق حدیث رجعت القلہ بھاہو کا من (جو کچھ ہونے والا ہے قلم اے لکھ کر خشک ہو چکا ہے) میں تشریح۔ اور آیت کل یوم هو فی شان۔ (اللہ تعالیٰ ہر دن کام میں ہے) میں قضا مراد ہوگی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المقصد الاسنی فی شرح الاسماء الحسنی میں فرمایا ہے۔ کہ حکم، قضا و قدر،

کے الفاظ کا معنی ہے اسباب کو سببیت کی طرف متوجہ کرنا۔ حکم مطلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمام مجمل اور مفصل اسباب کا مسبب و خالق ہے۔ اور قضا و قدر حکم کی شاخیں اور اس کے شعبے ہیں۔

پس تدبیر الہی اصل وضع اسباب کو سببیت کی جانب متوجہ کرنے تک حکم کہلاتی ہے۔ پھر اسباب کلیہ کو قائم کرنا اور انہیں پیدا کرنا جیسے آسمان، زمین، کوکب ان کی مناسب حرکات وغیرہ جن میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور جب تک ان کی اجل قضا کا وقت نہ آئے قضا کہلاتا ہے۔ پھر ان اسباب کو ان کے حالات و حرکات مناسبہ محدودہ اور ایک اندازہ و حساب سے سببیت کی طرف متوجہ کرنا اور پھر ہر لمحہ و لمحہ سببیت کا وجود میں آتے رہنا قدر کہلاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس کی تدبیر اول کلی کا امر اس کا حکم ہے۔ کلمہ البصر یعنی اس کا حکم آنکھ جھپکنے کی مقدار میں آگنا فانا ہوتا ہے۔ اور اسباب کلیہ دائمہ کے لیے وضع کلی قضا ہے اور ان اسباب کلیہ کو ایک ایک سبب کی طرف بغیر کسی کمی بیشی کے متوجہ کرنا قدر ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ کارخانہ کائنات میں کوئی چیز بھی خدا تعالیٰ کی قضا و قدر سے باہر نہیں۔ اور اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔

پھر تقدیر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ عالم میں جس قدر خیر و شر کا وقوع ہو رہا ہے بندوں کے اعمال و کردار سے متعلق ہو یا اس کے علاوہ، سب اس کی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انزل میں ہی ساری کائنات کی تقدیر متعین کر لی ہے۔ سب کچھ اسی نے پیدا فرمایا ہے۔ اور کوئی ذرہ اس کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کے باوجود بندوں کو ایک گونہ اختیار دیا گیا ہے۔ تاکہ اس پر ثواب و عتاب مترتب ہو اس مسئلے کی پوری تحقیق تقدیر و اختیار میں موافقت و مطابقت اور اس پر ثواب و عتاب کا مترتب ہونا نہایت مشکل اور سخت ہے۔ کتب کلامیہ میں اس کی تحقیق کر دی گئی ہے۔ اس بارے میں جس قدر گفتگو اس ترجمے (اشعۃ اللمعات) کے مناسب ہے، یہ ہے کہ انسان میں ایک صفت ہے جسے اختیار کہتے ہیں کہ اس کے تحت بندہ داعیہ شوق و نفرت کی بنا پر فعل و ترک کی دو جانبوں میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کی یہ حرکت و ترجیح مرض و عیشہ والے کی حرکت کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اس مریض کو اپنی حرکت میں کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ اس تحقیق و گفتگو سے ظاہر ہوا کہ جبر یہ کلام سب کہ آدمی کی حرکات جماد کی حرکات کی طرح ہیں، بالکل باطل ہے ان کے مذہب کا بطلان مشاہدے سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اور کتاب و سنت کی اطلاع و خبر سے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہر چیز انزل میں مقدم ہو چکی ہے۔ اور سب کچھ خدا تعالیٰ کی مشیت و ارادہ اور اس کے پیدا کرنے سے ہے۔ اور فرقہ قدریہ کا مذہب بھی باطل ہے۔ جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کار و بار میں مستقل ہے۔ مگر حق جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام العارفین ابو

عبداللہ حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ وعلیٰ آباءہ الکرام نے فرمایا ہے۔ لا جبر ولا قدر، لیکن امر بین امرین یعنی نہ جبر درست ہے اور نہ قدر صحیح ہے۔ بلکہ حق ان دونوں کے درمیان ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق اور ایجاد اشیا میں اسباب و شرائط کو اپنی عادت جاریہ کے مطابق پیدا کیا ہے جیسے آگ جلانے اور گرم کرنے کے لیے۔ پانی تر اور سیراب کرنے کے لیے، کھانا سیر کرنے کے لیے اور تلوار کاٹنے کے لیے یہ سب کچھ اس کی خلق و ایجاد سے ہے۔ صرف اتنا ہے کہ اس میں اسباب کا دخل اور تعلق رکھا گیا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اسباب کے بغیر بھی پیدا فرما دے۔ اور اگر چاہے تو اسباب کی موجودگی میں بھی کچھ پیدا نہ ہونے دے۔ انسان اور اس کا قصد و اختیار خدا تعالیٰ کا فعل پیدا کرنے کا محض سبب ہے۔ سب اشیا کا پیدا کرنے والا وہی ہے۔ اسباب و مسببات اور شرائط و مشروطات سب اس کے احاطہ قضا و قدر کے تحت ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی فکر اور مخالفت نہیں رکھتے۔ اور امر و نہی اس کے حکم ربوبیت و عبودیت کے مطابق ہیں۔ اور ثواب و عتاب اپنی ملک میں تصرف ہے۔ یَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ وَلَا يُسَالُ عَنَّا يَفْعَلُ وَهُوَ يُسَالُ لَوْنِ (اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دیتا ہے۔ اس کے افعال پر اس کی باز پرس نہیں ہو سکتی۔ مگر لوگوں کے افعال پر ان کی باز پرس ہوگی) احادیث کی شرح کے ضمن میں اس باب سے متعلق مزید کچھ بیان ہوگا۔

علماء کرام نے فرمایا ہے قضا و قدر کے اسرار و رموز کی اطلاع انبیاء و اولیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئی اور یہ راز دارالجنۃ میں پہنچنے سے پہلے جو ظہور حقیقت کی جگہ ہے، ظاہر و منکشف نہ ہوگا۔ اور یہ مشکل وہاں پہنچنے سے پہلے حل نہ ہوگی۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ سرور انبیاء و خلاصہ اہل اصطفا صلوات اللہ علیہم اجمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ کو تو اولین و آخرین کے علوم عطا کر دیے گئے ہیں۔ اور اشیا کی حقیقتیں جیسی کہ وہ ہیں آپ کو دکھا دی گئی ہیں۔ واللہ اعلم وعلما حکم۔

الفصل الاول

فصل اول

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں لکھ دیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے۔ فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

لہ معنی یہی کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے متعلق حضرت شیخ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ قرآن حکیم اور بہت سی احادیث سے ثابت ہے۔ علم کی نفی کی آیات و احادیث علم ذاتی کی نفی پر محمول ہیں۔ خوب سمجھو ۱۲۔ ترجمہ معنی عند

تشریح: عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کتب اللہ مقادیر الخلاق) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر اور اس کے احکام لکھ دیے۔ یعنی اپنا قلم جاری فرما کر لوح محفوظ میں ثبت فرما دیے۔ یا کچھ فرشتوں کو ان کے لکھنے کا حکم دیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں لکھنے سے ان کی تقدیر، ان کا اندازہ کرنا اور ان کی تعیین و تحدید مراد ہے۔ کہ اس کے خلاف نہ ہو گا۔ یہ ایک تاویل معنی ہے۔ ظاہر معنی یہی ہے کہ لکھنے سے لوح محفوظ میں نقوش و حروف کا ثبت کرنا مراد ہے۔ (قبل ان یخلق السموات والارض) آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے (بخمیسین الف سنة) پچاس ہزار سال پہلے۔ اس سے تقدیر اشیاء اور آسمانوں و زمینوں کی پیدائش کے درمیان مدت کی درازی اور اس درازی میں مبالغہ مراد ہے۔ اس عدد معین کی تعیین و تحدید مقصود نہیں۔ کہ مخلوق کی تقدیروں کا اندازہ اور اس کی تعیین تو ازل میں ہو چکی ہے۔ اس لیے اس ازل تعیین کو زمانے کے کسی عدد معین کے ساتھ خاص کرنا درست نہ ہو گا۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ لیکن یہ گفتگو اس صورت میں ہے جب کہ کتابت سے تقدیر و تعیین مراد لی جائے۔ اور اگر کتابت کو اس کے حقیقی معنی پر عمل کیا جائے تو پھر اس تاویل کی ضرورت نہیں کہ اس صورت میں ممکن ہے کہ تقدیر و اندازہ تو ازل میں ہوا ہو اور اس کی کتابت و تحریر بعد میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے۔ پچاس ہزار سال پہلے ہوئی ہو۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ یہاں مزید کچھ کلام ہے۔ جسے ہم نے عربی تشریح میں بیان کیا ہے۔ (قال دکان وعرشہ علی السماء) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت دُمُ الْوَدُی خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِی سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (اور وہی ہے جس نے چھ دنوں میں آسمان و زمین پیدا کیے اور اس کا عرش پانی پر تھا) کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے عرش پانی پر تھا کہ عرش اور پانی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ تھی۔ یہ مطلب نہیں عرش پانی کی سطح پر رکھا ہوا۔ اور پانی سے متصل اور ملا ہوا تھا۔ اس سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عالم اجسام میں سب سے پہلے جو چیز حادث ہوئی اور وجود میں آئی، پانی تھا۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں پانی ہوا پر تھا۔ انتہی۔ صاحب کشاف نے کہا ہے اس حدیث میں دلیل ہے کہ پانی اور عرش آسمان و زمین سے پہلے پیدا کیے گئے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس سے دریا یا سمندر کا پانی مراد نہیں بلکہ وہ پانی ہے جو عرش کے نیچے تھا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا۔ یہ احتمال بھی درست ہے کہ پانی سے سمندر کا پانی ہی مراد ہو کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے پانی میں کھڑے ہیں انتہی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عرش کے پانی پر ہونے سے قدرت الہی کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۳ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ
حَتَّى الْعَجُزُ وَالْكَيْسُ - دروہا مسلمہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شے ایک انداز سے ہے۔
یہاں تک کہ کمزوری اور قوت و طاقت بھی۔

تشریح:- (رو عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابن عمر رضی

اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جہاں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہے۔

(حتى العجز والکيس) یہاں تک کہ کمزوری اور قوت و طاقت بھی جو انسانی صفات میں سے ہے۔ تقدیر الہی کے مطابق

ہے۔ عجز سے انسان کی وہ کم ہمتی و درجے چاگی مراد ہے۔ جو تدبیر کی کمزوری عقل کی کمی اور ناتجربہ کاری کے باعث ہوتی

ہے۔ اور کيس سے وہ توانائی اور مضبوطی مراد ہے جو انسان میں کام کاج اور اپنے امور انجام دینے کے لیے قوت رائے

اور ارادہ کی پختگی کی صورت پائی جاتی ہے کيس۔ فتح کاف اور سکون یا کے ساتھ حاکم کی ضد یعنی دانائی کو کہتے ہیں۔

۴۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَبَرْتُ أَدَمَ وَمُوسَى
عِنْدَ رَبِّهِمَا فَفَحَجَّرَ أَدَمَ وَمُوسَى قَالَ مُوسَى

أَنْتَ أَدَمُ الَّذِي خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدِهِ وَفَخَرَّ

فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَ

أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ ثُمَّ أَهْبَطْتُ النَّاسَ

بِخَطِيئَتِكَ إِلَى الْأَرْضِ - فَقَالَ أَدَمُ أَنْتَ

مُوسَى الَّذِي أَصْطَفَاكَ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ وَ

أَعْطَاكَ الْأَلْوَابِحَ فِيهَا تَبْيَاكُنُ كُلُّ شَيْءٍ وَ

قَرَيْكَ نَجِيًّا - فَيَكُونُ جَدُّكَ اللَّهُ كَتَبَ التَّوْرَةَ

قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ قَالَ مُوسَى يَا رَبِّ عَيْنَ عَامَا

قَالَ أَدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِيهَا وَعَصَى أَدَمُ

رَبَّهُ فَقَوِي - قَالَ نَعَمْ مَا أَفْتَلَوُ مُسِيئِي

عَلَى أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ أَنْ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم و موسیٰ کا مناظرہ ہوا

جس میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ حضرت موسیٰ نے

کہا آپ وہ آدم ہیں جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا

فرمایا۔ اور تجھ میں اپنی روح پھونکی۔ اور اپنے فرشتوں سے تجھے

سجدہ کروایا اور تجھے جنت میں سکونت عطا کی۔ پھر تو اپنی خطا

سے لوگوں کو زمین پر اتار لایا۔ اس کے جواب میں حضرت آدم

نے فرمایا تو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے

کلام سے برگزیدہ کیا۔ اور تجھے تختیاں عطا کیں جن میں ہر چیز کا

روح بیان ہے۔ اور تجھے مناجات اور اپنی رازداری کے

ساتھ اپنا قرب عطا کیا۔ تو اسے جو ان تو نے کتنی مدت اللہ کو پایا

کہ اس نے میری پیدائش سے پہلے تو رات کو کھاج حضرت موسیٰ

نے جواب دیا چالیس سال پہلے حضرت آدم نے فرمایا تو نے

تورات میں یہ کلمات پائے ہیں وَعَصَى أَدَمُ رَبَّهُ فَقَوِي

اَعْمَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَنِي بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اَدَمُ مُوسَى -

(آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا)۔ حضرت موسیٰ نے
کہا ہاں اس پر حضرت آدم نے فرمایا تو مجھے۔ ایسے عمل کے مرتکب
ہونے پر ملامت کرتا ہے جس کا کرنا میری پیدائش سے چالیس سال پہلے
اللہ نے میرے لیے لکھ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اس طرح آدم مناظرہ میں موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔

درود اہل مسلم

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتج
آدم و موسی عند ربہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے پاس ایک دوسرے سے مناظرہ اور جھگڑا کیا۔ یعنی اس
عالم کے سوا دوسرے عالم میں جو عالم علوی و روحانی اور عالم حقیقت ہے۔ آسمان میں ارواح کی ملاقات کی صورت
میں۔ یادوں کو عالم برزخ میں زندہ کرنے کی شکل میں۔ یا حضرت آدم کو حضرت موسیٰ کے زمانہ میں زندہ کر کے جیسا
کہ علمائے فرمایا ہے (فتح آدم موسی) تو حجت و دلیل میں حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔ اس قصے
کی تفصیل یہ ہے کہ (قال موسی) حضرت موسیٰ نے حضرت آدم علیہما السلام سے کہا انت ادم الذی
خلقک اللہ بیدۃ) تو ہی وہ آدم ہے جسے اللہ نے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا (ونفخ فیہ من
روحہ) اور تجھ میں اپنی روح پھونکی اس طرح تجھے خصوصی بزرگی و شرافت عطا کی۔ (واسجد لک ملائکتہ)
اور اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کروایا۔ (واسکنک فی جنة) اور تجھے اپنے خصوصی بہشت میں جگہ دی (ثم
اهبطت الناس بخطیئتك الی الارض) پھر تو نے اپنی ایک خطا کے ذریعے لوگوں کو نیچے زمین پر ڈال
دیا۔ گویا اگر حضرت آدم سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی تو آپ ہمیشہ جنت میں رہتے اور وہیں آپ کی اولاد بھی ہوتی۔ مگر
حضرت آدم کے نیچے زمین پر آنے کے سبب ان کی اولاد کو بھی زمین پر اتارنا پڑا تو اسے آدم علیہ السلام آپ کی اس
قدیر و منزلت کے ہوتے ہوئے آپ کے لیے یہ کام کرنا مناسب نہ تھا۔ مقصود یہ ہے کہ آپ سے یہ خطا سرزد نہ ہونی
چاہیے تھی۔

(فقال آدم انت موسی الذی اصطفاک اللہ برسالتہ و بکلامہ) حضرت آدم علیہ السلام نے
موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تو وہی موسیٰ ہے جسے اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے بلا واسطہ کلام سے برگزیدہ فرمایا۔
(واعطاک الالواح) اور تجھے الواح (تختیاں) عطا کیں (فیہا تبیان کل شیء) جن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

یعنی دین کے جملہ احکام جو تیری امت کے لیے کافی ہیں۔ الواح سے زمرہ دیا یا قوت کی الواح مراد ہیں جن میں لکھی ہوئی تورات آپ پر نازل ہوئی۔ کہتے ہیں تورات کی ضخامت ستر اونٹوں کا بوجھ تھا۔ اور اس کے ایک جزو کی تلاوت قرأت ایک سال میں مکمل ہوتی تھی۔ (وقربك نجيا) اور تجھے اپنی مناجات اور اپنا راز دار بنا کر اپنا قرب اور عزت و بزرگی عطا کی۔ (فبکرم وجدت اللہ کتب التوراة قبل ان اخلق) تو تو نے کتنا عرصہ پایا کہ اللہ نے میری پیدائش سے پہلے تورات کو لکھا۔ (قال موسیٰ باسمعین معلما) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات آپ کی پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھی گئی۔ خود تورات تو اللہ تعالیٰ کا قدیم کلام ہے۔ لیکن الواح وغیرہ میں لکھنا اتنی مدت پہلے ہوا۔ اور سال سے اس جہاں کا سال مراد ہے یا وہ سال جو خدا کے ہاں ہے۔ یعنی ہزار سال کا ایک سال۔ (قالاد مر فہل وجدت رفیعا) حضرت آدم نے فرمایا تو نے تورات میں اس آیت کا مضمون پایا (وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ) آدم اپنے رب کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تو بھٹک گیا۔ (قال نوح) حضرت موسیٰ نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون تورات میں دیکھا ہے۔ (قال انت لومنی علی ان عملت عملا) حضرت آدم نے کہا تو اس پر مجھے ملامت کرتا ہے کہ میں نے ایک ایسا کام کیا ہے۔ (کتبہ اللہ علی ان اعملہ) جس کا کرنا مجھ پر اور میری تقدیر میں اللہ نے لکھ دیا (قبل ان یخلقنی یا ربعین سنہ) میرے پیدا ہونے سے چالیس برس پہلے۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فَنَجَّیْ) (ادمر موسیٰ) اس دلیل و حجت کے ذریعے حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب آگئے۔

بوشیدہ نہ رہے کہ اسباب و شرائط کا وجود، امر و نہی، مدح و ذم اور عتاب و ملامت وغیرہ امور قضا و قدر کے منافی نہیں ہیں۔ بلکہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں بھی تقدیر کے تحت ہیں۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتقصائے ظاہر اور عالم اسباب اور امر و نہی کے مطابق یہ گفتگو کی۔ اور آدم علیہ السلام نے حقیقت و تقدیر کو سامنے رکھ کر آپ کو یہ جواب دیا۔ لہذا دونوں حضرات کی گفتگو اور سوال و جواب اپنی جگہ درست اور مرتب ہے۔ کہ ان کا یہ مناظرہ کسب و عمل کے تقاضوں اور ان کے مہلک ہونے کی حیثیت کے ختم ہو جانے کے بعد تھا۔ عالم اسباب میں نہ تھا کہ عالم اسباب میں وسائط و اسباب سے قطع نظر کرنا درست اور جائز نہیں ہے۔ اسی بنا پر آدم علیہ السلام نے اپنی ظاہری زندگی میں اس خطا سے معذرت کہتے ہوئے بارگاہ الہی میں عرض کیا تھا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا۔ (اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا) اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس مناظرے اور گفتگو کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں خدا تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کرنے کا احتمال زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو عالم دنیا

میں ہوں۔ اور حضرت آدم علیہ السلام عالم حقیقت میں واللہ اعلم۔

۵۰۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ

الْمُصَدِّقُ - إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ

فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةٌ ثُمَّ

يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ

مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ إِلَيْهِ

مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيَكْتُبُ عَمَلَهُ وَ

أَجَلَهُ وَرِزْقَهُ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ ثُمَّ

يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ

غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ - فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ النَّارِ

فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ

أَهْلُ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ

وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ

الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ

فَيَدْخُلُهَا -

متفق علیہ

اور جنت میں جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بچے ہیں اور سچی خبریں آپ کو

دی گئی ہیں، ہم سے بیان فرمایا۔ بیشک تم میں سے ایک کا مادہ پیدائش

اس کی ماں کے شکم میں جمع رکھا جاتا ہے چالیس دن تک نطفے کی

شکل میں، پھر اس کے بعد چالیس دن تک جسے ہونٹے خون کی صورت

میں رہتا ہے۔ اس کے بعد چالیس روز تک گوشت کے ٹکڑے کی شکل

میں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے

چار باتیں لکھنے کے لیے۔ چنانچہ وہ اس کا عمل لکھتا ہے۔ اس

کی مدت زندگی لکھتا ہے۔ اس کا رزق لکھتا ہے اور یہ بات لکھتا

ہے کہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونک جاتی ہے۔

تو قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں کہ تم میں

سے ایک شخص اہل جنت والے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس

کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔

پھر اس پر نوشتہ تقدیر غالب آتا ہے۔ تو اہل دوزخ والے عمل میں

مصروف ہو جاتا ہے۔ اور دوزخ میں جاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک آدمی

اہل دوزخ کے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ

کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر اس پر نوشتہ

تقدیر غالب آ جاتا ہے تو وہ جہنمیوں والا عمل شروع کر دیتا ہے۔

شرح: (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو

الصَّادِقُ الْمُصَدِّقُ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے امت

کو سچی خبریں دیں۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو سچی باتیں بتائی گئیں، نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی۔ (ان خلق

احدکم (بیشک تم میں سے ایک آدمی کا مادہ پیدائش یعنی آب منی (یجمع فی بطن امه) اس کی ماں کے شکم اور رحم میں جمع رہتا ہے۔ (اربعین یوما نطفۃ) چالیس دن تک نطفہ کی حالت میں (ثوری کون علقہ مثل ذالک) اس کے بعد چالیس دن تک جھے ہوئے نہایت سرخ خون کی شکل میں رہتا ہے۔ (ثوری کون مصغہ مثل ذلک) پھر چالیس روز تک مکڑہ گوشت کی صورت میں رہتا ہے۔ (ثوری بعث اللہ الیہ ملکاً) پھر اس کی جانب اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے۔

حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرشتہ کو مصغہ (مکڑہ گوشت) کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہڈیاں، پوست، ہاتھ، پاؤں پیدا ہو جانے اور انسانی شکل اختیار کر لینے کے بعد فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر کافی گفتگو اور تفصیل ہے۔ اس کا کچھ حصہ عربی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا بیان اس ترجمہ کے مناسب ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس پر قادر ہے کہ ایک ہی لمحہ کے اندر انسان کو پوری شکل و صورت کے ساتھ پیدا کر ڈالے۔ اللہ تعالیٰ کا انسان کو اس ترتیب و آہستگی سے پیدا کرنا معاذ اللہ قدرت و طاقت کی کمی کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس انداز خلق میں کمال قدرت و حکمت پائی جاتی ہے۔ کہ اسباب کے پیدا کرنے اور ان پر مسببات کو مرتب کرنے میں متعدد قدرتی احوال و اقسام کی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ جو کہ اسباب کے بغیر پیدا کرنے میں نہیں ہیں۔ پھر اس طرز تخلیق میں بندوں کو اپنے امور انجام دینے میں آہستگی کی تعلیم و تلقین بھی ہے۔ جیسا کہ آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے میں ملاوٹے سی بات بیان کی ہے۔

محققین علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں انسان کو اس امر کی تنبیہ اور اس بات سے آگاہ کرنا مقصود ہے کہ کمال روحانی و معنوی تک فوری طور پر نہیں پہنچا جاسکتا۔ بلکہ مرتبہ بمرتبہ اعلیٰ درجہ پر پہنچنے سے آہستگی سے اس تک وصول نصیب ہوتا ہے۔ جس طرح ظاہری کمالات کا حصول اودان تک پہنچنا فوری طور پر نہیں بلکہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اور انسان تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مراتب سلوک میں بھی انسان کی رفتار دیر سے اور آہستہ و تدریجاً ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ انسان مرتبہ نہایت کو پہنچ جاتا ہے۔ فبہا ان اللہ القدیر الحکیم (اللہ قدیر و حکیم ہر نقص و عیب سے پاک و منزہ ہے)۔

مختصر یہ کہ انسان کی پوری شکل بن جانے اور بدن کے پورے اعضاء وجود میں آ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی

طرف ایک فرشتہ جو ارحام کے معاملات پر مقرر ہے، بھیجتا ہے۔ (بائیں ہم کلمات) اور اسے چار باتیں لکھنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ تحریر اس نوشتہ تقدیر کے علاوہ ہے جو آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پہلے ہو چکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ اسی طرح جاری ہے کہ وہ تاکید و تقریر کے لیے سابقہ نوشتہ تحریر کے ساتھ فرشتے کو ایک نئی تحریر کا بھی حکم دیتا ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے۔ کہ فرشتہ یہ باتیں انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھتا ہے اور اس تحریر کا آغاز انسان کے ماتھے سے ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ باتیں ایک صحیفہ میں لکھتا ہے۔

(نیکتب عملہ) تو وہ فرشتہ اس کا عمل لکھتا ہے۔ کہ کیا کیا نیک اور برے کام کرے گا۔ (رد اجلہ) اور اس کی عمر لکھتا ہے کہ کتنی ہوگی۔ اور کہاں مرے گا۔ اجل دراصل کسی کام اور چیز کو انجام دینے کی معلوم مدت کو کہتے ہیں۔ اور کبھی اس لفظ سے پوری مدت مراد ہوتی ہے جس میں انسان کی ساری عمر آجاتی ہے۔ اور کبھی اس سے جزو اخیر مراد ہوتی ہے اسی بنا پر کبھی اس سے موت بھی مراد لے لیتے ہیں۔ (ورزقہ) اور اس کا رزق لکھتا ہے۔ کہ کھانے اور پینے کی کیا چیزیں نصیب نہیں گی اور وہ کن کن اشیاء سے منافع اور فوائد حاصل کرے گا۔ (شفق اسعد) اور یہ بات لکھتا ہے کہ یہ بد بخت ہے یا نیک بخت۔ اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ بعض احادیث میں بندے کے پیچھے رہنے والے آثار و نشانات اور وہ کہاں کہاں سوئے گا اور اس کی لاحق ہونے والی پریشانیوں اور مصائب کے لکھنے کا بھی ذکر آیا ہے۔ یعنی کس کس جگہ کا سفر کرے گا۔ اور زمین پر کہاں کہاں پھرے گا اور کہاں سوئے گا اور کہاں مرے گا اور اسے کیا کیا مصائب اور حادثے پیش آئیں گے۔ ممکن ہے یہ زیادہ باتیں اس مذکورہ حدیث کے بعد نثری وحی آنے پہ آپ نے بیان فرمائی ہوں۔ اسی لیے یہ باتیں دوسری احادیث میں مذکور ہوئی ہیں واللہ اعلم۔

(تشریف من فیہ الروح) پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کی تحریر روح پھونکنے اور بدن میں جان ڈالنے سے پہلے ہوتی ہے۔ مگر یہی حق کی روایت میں روح پھونکنے کے بعد لکھنے کا ذکر آیا ہے۔ تاہم بخاری و مسلم کی یہ روایت زیادہ صحیح اور زیادہ مضبوط ہے۔ واللہ اعلم۔

جب کہ عمل لکھنے کے باوجود انکی سعادت و شقاوت لکھنے میں قدرے خفا اور پوشیدگی باقی تھی اس لیے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا (فوالذی لا الہ غیرہ) تو قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ (ان احدکم لیعمل بعمل اہل الجنة) بیشک تم میں سے ایک آدمی اہل بہشت کے عمل کرتا ہے۔ یعنی ایمان لاتا اور عمل صالح اختیار کرتا ہے۔ (رحتی ما یكون بینہ و بینہما الا ذراع) یہاں تک کہ اس بندے اور بہشت میں صرف ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ یہ بہشت کے بالکل قریب ہو جانے سے کنایہ ہے۔ (قیب علیہ الكتاب) پھر نوشتہ

تقدیر۔ اور شکم مادر میں اس کی بد بختی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہوتا ہے اس کی طرف پیش قدمی کرتا ہے۔ (فیعمل بعد اہل النار) تو اس کے نتیجے میں وہ دوزخیوں کے کام کفر و فساد وغیرہ شروع کر دیتا ہے۔ (نفید خلافا) اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ (وان احدکم لیعمل بعمل اہل النار) اور بیشک تم میں سے ایک آدمی اہل دوزخ جیسے اعمال کرتا ہے۔ (حتی ما یكون بینہ و بینہا الا ذل) یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ (فیسبق علیہ الكتاب) تو خدا کی تحریر اس کی جانب پیش قدمی کرتی ہے۔ (فیعمل بعمل اہل الجنة) تو وہ اہل جنت کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ (نفید خلافا) اور جنت میں جا داخل ہوتا ہے۔

حدیث شریف کے ان الفاظ کا یہ مطلب ہے کہ شاذ و نادر ایسا بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے غلبہ لطف و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس بُری تبدیلی سے بچاتا اور زیادہ تر شر کے بجائے خیر و نیکی کی جانب ہی پھیرتا ہے۔ اس کے برعکس بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔ متفق علیہ۔

یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اعتبار خاتمے کا ہے۔ دوسری حدیث میں یہ بات بالصراحت آچکی ہے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے۔ بیت

حکم مستوری و مستی ہمہ خاتمت است کس ندانست کہ آخر پچہ حالت گزر د

ترجمہ۔ انسان کے پوشیدہ و غفلت و مستی کے حالات کا دار و مدار خاتمے پر ہے۔ کسی کو علم نہیں کہ آخر وقت وہ کس حالت سے گزرے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس حدیث میں طاعات و عبادات کی پابندی کرنے، اپنے اوقات کی حفاظت و نگرانی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ شاید عمر کی یہی آخری گھڑی ہو۔ اور خاتمہ بخ نصیب ہو۔ اور یہ بہت اچھی بات ہے۔ ان لوگوں کے برعکس جو تقدیر کا مسئلہ سن کر عمل کرنے سے سست ہو جاتے اور عمل میں کوشش و سعی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جب سعادت و شقاوت اور جنت و دوزخ میں جانا سب نوشتہ قضا و قدر کے تحت ہے اور جو کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے ہو کر رہے گا۔ تو پھر عمل کس لیے ہے۔ اور عمل کی کیا ضرورت ہے۔ بعض صحابہ کرام نے بھی تقدیر کا مطلب سمجھنے سے پہلے ایک موقع پر جب یہی بات کہی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا۔ عمل کرو۔ ہر آدمی جس قسم کے عمل کے لیے پیدا ہوا ہے اس کی توفیق اسے دے دی گئی ہے۔ یعنی تمہارا مسئلہ تقدیر سننے کے بعد عمل سے رک جانا اور سعی و کوشش سے انکار کرنا بے معنی ہے۔ کہ شارع کی طرف سے امر و نہی وارد ہو چکی ہے اور تمہیں شریعت کی باتیں سمجھنے کی قوت بھی دے دی گئی ہے۔ اور تم میں وہ قصد و اختیار

جس سے عمل کیا جاسکتا ہے پیدا کر دیا گیا ہے۔ لہذا یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ انسان میں ضرور ایسی صلاحیت و استعداد رکھی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے بندوں کو احکام کا مکلف کیا گیا ہے۔ اور ان سے کچھ کاموں کے کرنے اور کچھ کے نہ کرنے کا مطالبہ درست ہے۔ ورنہ امر و نہی کا کچھ فائدہ نہ ہو گا اور انبیاء علیہم السلام کے مبعوث کرنے کا کوئی مقصد نہ رہے گا۔ اگرچہ قضا و قدر کی کنہ و حقیقت تک پہنچنا مشکل ہے۔ تاہم بہت سے ایسے اسرار و رموز ہیں جن سے انسان آگاہ نہیں ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی عمل اور کوئی معاملہ اس راز کے کشف و علم پر موقوف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے۔ اپنی ملک میں جس طرح کا تصرف کرے ظلم نہیں کھلا سکتا۔ یعذب من یشاء و یرحم من یشاء (جسے چاہے عذاب دے جسے چاہے رحمت سے نوازے)۔ اس مقام میں متکلمین کے کلام کی انتہاء اس پر ہے۔ لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ هُمْ یُسْأَلُونَ (جو کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس پر اس کی باز پرس روا نہیں اور جو کچھ بندے کرتے ہیں اس پر ان کی باز پرس ہوگی۔) ارباب کشف کے محققین نے فرمایا ہے۔ کہ انسان کو امر و نہی کا مکلف کرنا صفت ربوبیت اور عمدہ عبودیت کے تقاضے کے مطابق ہے۔ اور اس کا فائدہ بندوں کے پوشیدہ علم و ارادہ اور ان کے باطنی حقائق کا ظاہر کرنا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ سعید کون ہے اور بد بخت کون ہے۔ فرمانبردار کون ہے اور نافرمان کون ہے۔ اور اس سارے معاملے میں حقیقتہً خدا تعالیٰ کے اپنے اسماء و صفات اور کمالات کے تقاضوں کا اظہار ہے۔ کیونکہ ایجاد عالم سے یہی چیز مقصود ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف من ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میری معرفت اور پہچان ہو۔ واللہ اعلم بحقائق الامور امور کی حقیقتیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان البتہ دوزخیوں والے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔ اور جنتیوں کے عمل کرتا ہے حالانکہ وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار خاتموں پر ہے۔

۷، وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلَ النَّارِ وَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ يَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَ إِنَّا لَنَافِلُ بِالْخَيْرِ

متفق علیہ

تشریح: سعد بن سہل (آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ بعض نے ابو یحییٰ بیان کی ہے۔ یعنی ابو یحییٰ سہل بن سعد بن مالک سعدی۔ سعد بن کعب انصاری مدنی کی طرف منسوب ہیں آپ اور آپ کے والد دونوں شرف صحابیت سے مشرف ہیں۔ آپ کا پہلا نام خزیم تھا بعض سخت اور پتھر ملی زمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نام بدل کر سہل رکھا بمعنی

نرم زمین۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ ۹۱ھ میں وفات پائی۔ اور بقول بعض ۸۸ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ آخری مکانی میں جنموں نے مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔ ان حضرت سہل سے روایت ہے۔ ر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد لیعمل عمل اهل النار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک انسان دوزخیوں والا عمل کرتا ہے لیکن فیصلہ انہی اور اپنے انجام کے لحاظ سے وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ (ويعمل عمل اهل الجنة وانه من اهل النار) اور ایک آدمی عمل تو اہل بہشت والے کرتا ہے مگر واقع میں وہ جہنمی ہوتا ہے۔ اور اعمال کا اعتبار نہیں مگر خاتمہ پر۔ جس قسم کے عمل پر خاتمہ ہوگا اسی کا اعتبار ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا۔ خواتم بر وزن مساجد اور خواتیم بر وزن معاینہ دو نوں طرح مروی ہے۔

۴۴۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ طُوفِي لِهَذَا عَصْفُورًا مِّنْ عَصَا فِئِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ الشُّرَّ وَلَمْ يُدْرِكْهُ فَقَالَ أَوْ غَيْرُ ذَلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُدًى فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُدًى فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیے بلایا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اس بچے کو خوشی اور شکی نصیب ہو۔ یہ تو بہشت کی چڑھیوں میں سے ایک چڑھی ہے۔ نہ تو اس نے کوئی بُرا کام کیا اور نہ اسے پایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ یا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اے عائشہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے۔ انہیں اس وقت جنت کے لیے کر دیا جب کہ وہ اپنے بالوں کی پشتوں میں تھے اور کچھ لوگ دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ دوزخ کے لیے اس وقت پیدا کر دیے تھے جبکہ وہ اپنے بالوں کی پشتوں میں تھے۔

شرح :- (د عن عائشہ) رضی اللہ عنہا قالت دُعِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا (الی جنازة صبي من الانصار) انصار کے ایک بچے کے جنازے کے لیے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکیں۔ جنازہ جمیم کے کسرے اور فتح دونوں طرح آیا ہے۔ بعض نے دونوں لغات میں فرق کیا ہے کہ جمیم کے کسرہ کے ساتھ میت کو کہتے ہیں۔ اور بفتح جمیم میت کو نہلانے والا تختہ یا اس کا عکس۔ یا کسرہ جمیم کے ساتھ تختہ یا میت دونوں کے لیے آتا ہے۔ (فقلت) تو میں نے کہا یا رسول اللہ طوفی لہذا) اس بچے کو خوشی و شکی نصیب ہو۔ (عصافیر الجنة) یہ تو جنت کی چڑھیوں میں

سے ایک چڑی ہے۔ اسے چڑی کہنا تو اس کے چھوٹا بچہ ہونے کی بنا پر ہے۔ اور بہشتی چڑیوں میں شمار کرنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اعتقاد میں اس کے بہشتی ہونے کے لحاظ سے ہے۔ (لہو یعمل السوء) کہ اس نے نہ تو کوئی برائی کی۔ (ولہو یدکر) اور نہ بُرائی کا زمانہ پایا۔ (رفتال) (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (او غیر ذلک) کلمہ اُو واد کے فتح اور سکون دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ فتح کی صورت میں معنی یہ ہوگا کیا واقع میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے جو تو کہہ رہی ہے کہ وہ جنتی ہے واقع میں وہ ثابت ہے جو تیرے اس بیان و خیال کے خلاف ہے یعنی وہ بہشتی نہیں ہے۔ اور واد کے ساکن ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ واقع میں وہ ہے جو تو کہتی ہے یا وہ نہیں جو تو کہہ رہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اور بمعنی بل ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا واقع میں وہ نہیں ہے جو تو کہہ رہی ہے بلکہ اس کے خلاف اور الٹ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جزم و یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بچہ جنتی ہے۔ اس کے بعد اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا (یا عائشہ ان اللہ خلق للجنة اہل اسے عائشہ بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ جنت کے لیے پیدا کیے اور انہیں اس کا مستحق بنایا خلقہم لہا و ہم فی اصلا ب اباہم) انہیں اس وقت جنت کے لیے پیدا کر دیا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ (وخلق للناس اہلاً) اور کچھ انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے۔ اور انہیں اس کا مستحق ٹھہرایا۔ (خلقہم لہا و ہم فی اصلا ب اباہم) انہیں اس وقت دوزخ کے لیے پیدا کر دیا جب کہ ابھی وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں تھے۔ (رد الا ملل) اسے مسلم نے روایت کیا۔

اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ انسان کا بہشتی یا دوزخی ہونا اچھے یا بُرے عمل کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ بلکہ ایسا محض اللہ تعالیٰ کی تقدیر و قضائے ہوگا۔ اس نے کچھ انسان جنت کے لیے پیدا کیے ہیں نیک عمل کریں یا نہ کریں۔ اور بعض کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے برے کام کریں یا نہ کریں۔ لہذا یہ بچہ اگر دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے تو دوزخ میں ہی جائے گا چاہے اس نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا۔ تو اسے عائشہ تو یقین کے ساتھ کس طرح کہہ سکتی ہے۔ کہ یہ بہشتی ہے۔

مگر جو کچھ کتاب و سنت کی نص سے بالبدایت ثابت ہے اور جس پر اہل دین کا اجماع ہو چکا ہے، یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور کفار کے بچوں کے متعلق تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ دوزخ میں جائیں گے۔ دوسرا یہ کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے اور کوئی فیصلہ صادر نہ کیا جائے۔ تیسرا یہ کہ وہ بھی جنتی ہیں۔ ان تینوں اقوال میں صحیح تر یہ تیسرا قول ہے۔ کیونکہ دین سے بد امتہ یہ بات ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کو بھی بے گناہ عذاب نہ دے گا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی بات پسند نہ کرنا اس بنا پر تھا کہ اس میں ایک غیب کی بات کے متعلق فیصلہ اور اس کے ماں باپ کے جنتی ہونے کے یقین کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔ کہ بچہ مومن ہونے میں اپنے والدین کے تابع ہوتا ہے۔ لیکن اس بارے میں درست اور صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی یہ گفتگو اور بیان مشرکین کے بچوں کے جنتی ہونے کی وحی سے پہلے کا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وحی نازل ہوئی کہ سارے بچے جنت میں جائیں گے۔ اور جن کے ماں باپ مسلمان ہوں گے انہیں بھی اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے جیسا کہ ایک حدیث میں ایسا اچکا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا تَنْتَكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَتَدْعُ الْعَمَلَ قَالَ أَعْمَلُوا فَلَئِنْ مَيَّسَرْتُ لِمَا خُلِقَ لَهُ - أَمَا إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيُسَرُّ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَأَمَا إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيُسَرُّ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ مَا مَنَّا عَطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَيُسَرُّ لِّلْيُسْرَى وَأَمَا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَفْتَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَيُسَرُّ لِّلْيُسْرَى -

امتنع عن عسر

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص تم میں سے نہیں مگر اس کا ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں لکھ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ تو پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر ہی بھروسہ کیوں نہ کریں۔ اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا عمل کرو کہ ہر انسان کے لیے وہ کام آسان کر دیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوا ہے۔ اگر وہ سعادت مند لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے اہل سعادت کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ بد بخت لوگوں میں سے ہے تو اس کے لیے بد بختی والے عمل آسان کر دیے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى یعنی جس شخص نے راہ خدا میں اپنا مال لوگوں میں تقسیم کیا۔ اور تقویٰ اختیار کیا اور کلہ نیک و خیر کی تصدیق کی تو بہت جلد ہم اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جن کے ذریعے جنت میں پہنچنا آسان ہے اور جس نے بخل کیا اور شہوات دنیا میں مصروف ہو کر آخرت سے بے نیاز ہو گیا اور کلہ نیک و حق کو جھٹلایا تو ہم جلد ہی اس کے لیے ایسے کام آسان کر دیں گے جو اسے مشکل و دشواری میں

ڈال دیں گے۔

مشرح :- (د عن علی) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من منکر من احد الا قد کتب مقعدہ من النار) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آدمی مگر اس کے لیے لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے ایک جگہ دوزخ میں۔ (و مقعدہ من الجنة) اور ایک جگہ جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے۔ یعنی یہ بات پہلے سے متعین کر دی گئی ہے کہ کون دوزخ میں ہے اور کون جنت میں۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (یا رسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا) یا رسول اللہ جب کہ ہم میں سے ہر ایک کی جگہ دوزخ اور جنت میں لکھ دی گئی اور متعین کر دی گئی ہے تو پھر ہم لوگ اپنے نوشتہ تقدیر پر بھروسہ کیوں نہ کر لیں۔ (و ندۃ العمل) اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔ کہ بہشت و دوزخ میں جانا تو دار عمل میں آنے سے پہلے ہی متعین ہو چکا ہے۔ عمل اس کا سبب و ذریعہ نہیں بن سکتا تو ہم کس لیے عمل کریں۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اعملوا فکل میسر لما خلق لہ) عمل کرو کہ جو آدمی جس چیز اور کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کی اسے توفیق دے دی گئی ہے اور وہ اس کے لیے مہیا کر دی گئی ہے۔ (واما ان کان من اهل السعادة) تو جو شخص تقدیر الہی میں اہل سعادت میں سے ہے اور سعادت و نیک بختی کے لیے نامزد ہو چکا ہے۔ (فسیسرۃ لعمل السعادة) تو اسے اہل سعادت کے عمل کی توفیق دے دی گئی۔ (واما ان کان من اهل الشقاۃ) اور جو شخص سابقہ تقدیر خداوندی میں بد بخت لوگوں میں سے ہے (فسیسرۃ لعمل الشقاۃ) تو اس کے لیے بد بختی لوگوں والا عمل مہیا کر دیا گیا ہے۔

یعنی نوشتہ تقدیر ترک عمل کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حق ربوبیت کے تحت اور بندوں کی عبودیت کی بنیاد پر امر و نہی کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہذا امر و نہی کے مطابق عمل بجالانا ضروری ہے۔ اور عمل کو سعادت و شقاوت کی علامت بنایا ہے۔ اور یہ بھی قضا و قدر میں داخل ہے۔ اور ہر شخص کے لیے جو عمل مقرر کیا ہے وہ اسے کرے گا۔ اور جس کے لیے یہ مقرر کیا ہے کہ ظالم کام نہ کرے گا تو وہ کام نہ کرے گا۔ اور ثواب و عتاب تو اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے جو وہ اپنی ملک میں کرنے کا مجاز ہے۔ بہر صورت تمہارا یہ کہنا کہ جب قضا و قدر برحق ہے تو ہم عمل کس لیے کریں، درست نہیں۔ (تھو قرء) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کی تائید اور اس کے اثبات کے لیے یہ آیت پڑھی (فا ما من اعطی و اتقی و صدق بالحق) تو جس نے مالی حقوق ادا کیے یا مطلق طاعات بجالائیں اور نافرمودہ باتوں سے پرہیز کیا۔ اور تمام کلمات سے اچھے کلمے کی تصدیق کی یعنی کلمہ توحید کی یا ملت اسلام کی تصدیق کی جو

تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آیت کے اگلے الفاظ یہ ہیں۔ (فمن یسرہ للیسری) تو نزدیک ہے کہ ہم میا کر دیں گے اس کے لیے ایسے اعمال جو اسے آسانی سے بہشت میں پہنچنے کا ذریعہ اور سبب بنیں گے۔ مرد اما من بخل واستغنی و کذب بالحسنیٰ فسنیسرہ للیسری) اور جس نے مال خرچ کرنے میں بخل کیا یا جسے اللہ نے جس حق کے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اسے ادا نہ کیا اور دنیاوی شہوات میں مستغرق ہو کر آخرت کی نعمتوں سے بے نیاز ہو گیا اور تقویٰ و پرہیزگاری کا راستہ اختیار نہ کیا۔ اور کلمہ توحید و ملت اسلام کی تکذیب کی اسے جھٹلایا تو نزدیک ہے کہ ہم اس کے لیے ایسے اعمال میا کریں گے جو اس کی بے دشواری اور تکلیف میں یعنی دوزخ میں پڑنے کا باعث بنیں گے۔

۴۶۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ حَقَّهُ مِنَ الزَّوْنِ أَدْرَكَ ذَلِكَ لَا مَعَالَاةَ فَرَفَى الْعَيْنُ النَّظْرُ وَزَفَى اللِّسَانُ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَتَنَبَّهٌ وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يَصُوتُ ذَلِكَ وَيُكْذِبُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ الْمُسْلِمِ قَالَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَعِيْبُهُ مِنَ الزَّوْنِ مُدْرِكُ ذَلِكَ لَا مَعَالَاةَ الْعَيْنُ زَنَاها الْإِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زَنَاها الْكَلَامُ الْعَالِدُ زَنَاها الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زَنَاها الْخُلُ وَالْقَلْبُ يَهْوِي وَيَتَمَتَّى وَيَمِيدُ ذَلِكَ الْفَرْجُ وَيَهْوِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا حصہ زنا میں سے لکھ دیا ہے جسے وہ لا محالہ حاصل کر کے رہے گا۔ پس آنکھ کا زنا دیکھنا۔ زبان کا زنا گفتگو ہے۔ اور نفس بکڑو کرتا اور جاہل کا اظہار کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی اور جھٹلا دیتی ہے۔ متفق علیہ ہے اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے۔ بیشک حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے آدم کے بیٹے کے لیے زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لا محالہ پا کر رہے گا۔ آنکھوں کا زنا کہ دیکھنا ہے۔ کانوں کا زنا سنا، زبان کا زنا کلام کرنا۔ ہاتھ کا زنا چڑھنا اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے۔ اور دل خواہش اور زنا کرتا ہے شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی اور جھٹلاتی ہے۔

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کتب علی ابن آدم

حظہ من الزنا ادرکہ لا معالۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کے بیٹے پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ لازماً حاصل کر کے رہے گا۔ کیونکہ یہ فعل بد اللہ تعالیٰ نے اس کے زشتہ تقدیر میں سے کر دیا ہوتا ہے۔ کھانہ پینے کا حق میسر ہو تو تخفیف لام بمعنی تبدیل

کرنا اور پھر نہ لامحالہ کا معنی ہو گا ضرور دلابد۔ یعنی اس بات میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا۔ شارحین کے بیان کے مطابق حدیث کا معنی یہ ہو گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں حواس اور قوی پیدا کر کے اس کے لیے زنا کا حصہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان ان حواس و قوی کی بدولت اپنے اندر لذت محسوس کرتا ہے۔ اور اس میں شہوت اور عورتوں کی جانب میلان و کشش پیدا کر دی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ زنا کا مقررہ حصہ ضرور حاصل کر کے رہے گا۔ تاہم خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے باز رکھتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور بعض کو حقیقی زنا (شرمگاہ کو شرمگاہ میں داخل کر دینا) کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ اور بعض کو زنا مجاہدی کے لیے آزاد چھوڑتا ہے اپنی حفاظت و نگرانی اس سے اٹھا لیتا ہے یہاں تک کہ وہ نظر حرام اور کلام حرام کے زنا میں مبتلا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(فزی العين النظر) کو آنکھ کا حرام نظری ہے۔ (وذف اللسان المنطق) زبان کا زنا حرام و ناجائز گفتگو ہے۔ اسی طرح کان، ہاتھ، پاؤں اور دل کا زنا ہے۔ (والنفس تسنی وتشتی) اور انسان کا نفس آرزو کرتا اور چاہت کا اظہار کرتا ہے۔ (والفرج یصدق ذلك ویکذب) پھر مرد و عورت کی شرمگاہ کبھی اس کی تصدیق کر دیتی اور نفس کی شہوت و آرزو کو سچا کر دیتی ہے اور شرمگاہ اس کی اطاعت و پیروی کرتی ہے۔ اور اسے زنا میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اور کبھی مرد و عورت کی شرمگاہ نفس کی آرزو کو جھٹلا دیتی ہے۔ اس کی بات نہیں مانتی۔ اور ارتکاب زنا سے انکار کر دیتی ہے۔ (متفق علیہ) اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اور دونوں کا اس میں اتفاق ہے۔ (وفی رواية مسلم) اور ایک روایت میں جو مسلم کی ہے اور وہ اس میں متفرد ہے یہ الفاظ ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا) کتب علی ابن ادم قصیبہ من الذنوب آدم کے بیٹے پر زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ (مدراء ذالك لا معالة) جسے وہ بہر حال حاصل کر کے رہے گا (العينان زناهما النظر) دونوں آنکھوں کا زنا بد نظری ہے۔ (والاذنان زناهما الاستماع) دونوں کانوں کا زنا حرام و فحش باتوں کا سننا ہے۔ (واللسان ذنابا الکلام) زبان کا زنا حرام و بے حیائی کی گفتگو ہے۔ (والید ذنابا البطش) ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے۔ (مراح) میں ہے بطش حملہ کرنا اور مضبوطی سے کسی چیز کو پکڑنا۔ (والرجل ذنابا الخطی) اور پاؤں کا زنا قدم اٹھانا اور اس فعل بد کی طرف چل کر جانا ہے۔ (والقلب یهودی ویمنی) اور دل اس فعل کی چاہت اور آرزو کرتا ہے۔ (ویصدق ذلك الفرج ویکذب) پھر انسان کی شرمگاہ اس فعل بد کی تصدیق اور تکذیب کرتی ہے۔

۸۔ وَعَنْ عَمَّانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ مَجْلِسَ حَفْظِ عَمْرِانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ رَوَيْتُ عَنْهُ

بہ) یا واقع میں معاملہ یوں ہے کہ جو کچھ وہ زمانہ آئندہ میں کریں گے۔ وہ اپنی قدرت و اختیار سے کریں گے بغیر اس کے کہ قضا و قدر اس کے متعلق نافذ ہو چکی ہو۔ (مسائل اہم بہ نبیہم) ان تمام باتوں میں سے جو ان کے پیغمبران کے پاس لائے۔ (و تثبت الحجۃ علیہم) اور پیغمبر کے معجزے کے ظہور کے ذریعے اس کے سچا ہونے کی دلیل و برہان لوگوں پر ثابت و قائم ہو چکی ہے۔ یعنی پہلے سے قضا و قدر کا کوئی فیصلہ نہیں۔ بلکہ بات صرف اس حد تک ہے کہ خدا تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر و نہی پر مشتمل احکام لے کر آئے اور لوگ محض اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ان پر عمل پیرا ہوئے۔ یا معصیت و نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرقہ قدریہ کا مذہب ہے۔

(فقال لا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاملہ اس طرح نہیں ہے۔ (بل شیء قضی علیہم و مضی فیہم) بلکہ ان کے بارے میں گزشتہ ازل کے اندر ہی ہر چیز کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (و تصدیق ذلک فی کتاب اللہ عز و جد) اور اس کی تصدیق اور اس کے صدق کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے۔ کہ فرمایا۔ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا رَقَمَهَا رَقَمَ بے نفس انسانی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک حالت میں پیدا فرمایا پھر اسے نیکی بدی کا الہام کیا۔

معلوم ہوتا چاہیے کہ تسویہ نفس اس سے عبارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی درست و مناسب حالت اور ایسے اعتدال پر پیدا فرمایا جو اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضا کے مطابق ہے۔ اور وہ یہ کہ اس میں قوی مرکب کیے اور اس میں ایسے آلات رکھ دیے۔ جن کی بدولت اس میں سمجھنے سمجھانے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ اور وہ مکلف ہونے اور افعال نیک و بد صادر کرنے کے قابل ہو گیا۔ اور اس میں حسی شہوتوں کو مرکب کر کے بُرے کاموں کے طبعی تقاضے اس کی فطرت میں رکھ دیے۔ دوسری جانب شرعی نصوص اور عقلی دلیلوں کے ذریعے یقین سے برتری علم کی اسے تلقین کر کے اور اس کے دل میں ڈال کر اسے تقویٰ کا الہام کیا۔ اور تقویٰ اور نیکی کی باتوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حدیث کی تصدیق اللہ سبحانہ کے قول مبارک فَسَوَّاهَا میں ہے۔ کہ یہ لفظ دلالت کرتا ہے کہ انسان میں سب کچھ اس کے پیدا کرنے اور اس کی تقدیر سے ہے۔

۸۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ شَابٌّ وَأَنَا أَخَافُ عَلَى نَفْسِي لَعْنَتَكَ وَلَا أَحَدٌ مَّا أَتَزَوَّجُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جوان آدمی ہوں۔ مجھے اپنے متعلق زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اور

بِالنِّسَاءِ كَاَنَّهُ يَسْتَأْذِنُهُ فِي
الْإِخْتِصَاءِ قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ
مِثْلَ ذَلِكَ فَسَكَتَ عَنِّي ثُمَّ قُلْتُ مِثْلَ
ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا
هُرَيْرَةَ جَعَلَ الْقَلَمُ بَيْنَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصْ
عَلَى ذَلِكَ أَوْ ذَرُ

ردوا لا البخاری

میرے پاس ایسی کوئی چیز نہیں جس کے عوض عورتوں سے نکاح
کر سکوں۔ گویا آپ خصی ہو جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے۔
ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور میری بات سن کر خاموش رہے۔ میں نے
پھر یہ بات دہرائی۔ لیکن آپ خاموش رہے میں نے پھر یہی
بات عرض کی مگر آپ پھر خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری
مرتبہ یہی بات عرض کی تو آپ نے فرمایا جو کچھ تجھے ملنے والا
ہے قلم اسے لکھ کر خشک ہو چکا ہے تو خصی ہو یا نہ ہو (نوشتہ
تقدیر میں کچھ فرق نہ آئے گا)۔

شرح: سرور عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (قال قلت یا رسول اللہ افی رجب شأب)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو ان
آدمی ہوں۔ (وانا اخاف علی نفسی العنت) اور مجھے اپنے نفس کے بارے میں زنا کا اندیشہ ہے۔ عنت
دو فتحوں کے ساتھ یعنی فساد گناہ، ہلاکت، مشقت اور زنا۔ (ولا احب ما اتزوج به النساء) اور میرے پاس
ان مال نہیں کہ اس کے عوض عورتوں سے نکاح کر سکوں۔ (کانه يستاذنه في الاختصاص) ارادی کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ
گویا حضور سے خصی ہونے کی اجازت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ (قال فسكت عني) ابو ہریرہ کہتے ہیں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور میری طرف سے چہرہ انور پھیر لیا۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی
بات دہرائی۔ (فسكت عني) مگر حضور علیہ السلام خاموش رہے۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی
بات عرض کی۔ (فسكت عني) مگر آپ پھر خاموش رہے۔ (ثم قلت مثل ذلك) میں نے پھر یہی بات عرض کی۔
(فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا ابا هُرَيْرَةَ جَعَلَ الْقَلَمُ بَيْنَا أَنْتَ لَاقٍ فَاخْتَصْ)
ہر اس چیز کے متعلق جو تجھے پیش آنے والا ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تقدیر میں ہر چیز طے ہو چکی اور کاتب
تقدیر سب کچھ لکھ کر فارغ ہو چکا ہے۔ (فاختص على ذلك او ذر) مسئلہ تقدیر کا علم ہونے کے بعد اب تو خصی
ہو یا نہ ہو۔

ان الفاظ میں حضرت ابو ہریرہ کو جھڑکا گیا ہے کہ تدبیر کو تقدیر کے مقابلے میں نہ لاؤ اور یہ کہ تقدیر سے مت بھاگو۔
یا مطلب یہ ہے کہ خصی ہونے کا ارادہ ترک کرو اور قضا و قدر پر راضی ہو جاؤ یعنی تقدیر میں جو خیر و شر مقدر ہو

چکا ہے ہو کر رہے گا۔ اور قضا و قدر کا قلم جس جس کلام کے متعلق چل چکا ہے وہ ضرور وہ خود میں آئے گا۔ تو غصی ہو یا نہ ہو۔ ان الفاظ میں غصی ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اجابت طلب کرنے پر انہیں ڈانٹا اور ناگواری کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور بلا وجہ عضو مخصوص کاٹ دینے کے ارادہ پر ان کی ملامت کی گئی ہے۔

معاینہ کے بعض نسخوں میں فاختص کے بجائے فاختصر کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ بات اور سلسلہ کلام کو لمبا نہ کر۔ یعنی جب کہ تیرے علم میں یہ بات آپکی ہے کہ نوشتہ تقدیر میں رد و بدل ناممکن ہے تو بات لمبی نہ کر۔ اور گردن تسلیم جھکا دے اور پراعتراض کرنا چھوڑ دے یا اختصار کلام اور تسلیم کرنے کو چھوڑا اور جو تیرا دل کرتا ہے کہ نسخہ اول کے مطابق غصی ہونے کے ارادے پر جھڑک و ڈانٹ ہے۔ اور نسخہ ثانی کے مطابق دوسری بات (بات لمبی کر) پر جھڑک و ڈانٹ کی گئی ہے۔ خوب سمجھ لے۔

۸۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يَصْرِفُهُ كَيْفَ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ مَعْرِفَةَ الْقُلُوبِ صِرْفٌ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ۔ دعاء مسلم

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں۔ وہ انہیں پھیرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے طور پر دعا کی اللہم معرفۃ القلوب انما اے اللہ دلوں کے پھرنے والے۔ ہمارے دل اپنی طاعت و فرمانبرداری کی طرف پھیر دے۔

شرح :- (و عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قلوب بنی آدم معکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تمام انسانوں کے دل (بین اصبعین من اصابع الرحمن) خدا تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان (کقلب واحد) ایک دل کی طرح ہیں۔ (یصرفہ کیف یشاء) جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بیک وقت سب کچھ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہاں کلام لوگوں کے فہم اور ان کی سمجھ کے مطابق کیا گیا ہے۔ کہ بندوں کے فہم اور ان کی سمجھ کے مطابق ایک چیز میں تصرف کرنا متعدد اشیاء میں تصرف کرنے سے آسان تر ہے۔ ورنہ حضرت پروردگار کے نزدیک سب کچھ برابر اور یکساں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس کے لیے ایک کام مشکل ہو اور دوسرا آسان۔

اور خدا تعالیٰ کے لیے انگلیوں کا اطلاق متشابہات میں سے ہے۔ متشابہات میں دو مذہب ہیں۔ بعض ان کے بیان معنی میں توقف کرتے ہیں۔ اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ اور بعض دوسرے علماء مناسب معنی پر عمل کرتے۔ اور تاویل کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ انگلیوں سے دلوں کے ساتھ جلال و جمال اور لطیف و قہر کی صفت کا تعلق مراد ہے۔ کہ وہ بعض دلوں کو طاعت کی طرف پھیرتا ہے۔ اور کچھ دلوں کو معصیت و نافرمانی کی طرف۔ اور اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ تبدیل کرنا اور پھیرنا نہایت تیزی کے ساتھ اور بڑے موثر طریقہ سے ہوتا ہے اور اسم رحمن کی طرف نسبت و صفت رحمت کی وسعت اور غضب پر اس کے غلبے کی بنا پر ہے۔ باوجودیکہ حلیم ذات کا غضب و غصہ بھی نہایت سخت ہوتا ہے۔ پس اس میں جمال و جلال دونوں قسم کے تصرف کی طرف اشارہ ہو گیا۔ (تھو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے اور خدا تعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں اظہار ادب کے لیے یہ الفاظ کہے۔ (اللهم معنا القلوب) اسے اللہ دلوں کو طاعت و نافرمانی کی طرف پھیرنے والے (صرف قلوبنا علی طاعتک) ہمارے دلوں کو طاعت و نافرمانی کی طرف پھیر دے۔ اور اس پر نہایت رکھ اور استقامت عطا فرما۔ ظاہر یہ ہے کہ جمع کا صیغہ امت کو شامل کرنے بلکہ درحقیقت انہی کے لیے دعا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک تو نہایت اعتدال و استقامت پر فائز ہے۔ آپ کے لیے پھرنے اور اادل بدل کرنے کا کوئی غلہ نہیں۔

۸۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَكَبَّاهُ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَسْمَانِيًّا كَمَا تَنْتَبِجُ الْبَيْهَمَةُ بَيْهَمَةً جَعَاءَ هَلْ تَحْسُونَنِيهَا مِنْ جَدِّ عَاءٍ ثُمَّ يَقُولُ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ۔

(متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطر اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ جس طرح پورے اعضاء والے چار پائے سے پورے اعضاء والا بچہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ کیا ان پیدا ہونے والے چار پائیوں میں کوئی ناقص اعضاء والا چار پایہ پاتے ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ اس فطرت کو پکڑے رکھو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کے پیدا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں فطرت کے مطابق یہ دین بالکل صحیح اور درست دین ہے۔

شرح :- (وعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مولود من

مولود الاولاد علی الفطرۃ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بچہ نہیں مگر وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرت کا معنی لغت میں پھاڑنا اور نٹے طور پر ایجاد کرنا۔ اور پیدا کرنا ہے۔ یہاں فطرت کا معنی ہے۔ بچے کی وہ حالت و سہیت اور اس مقصد کی استعداد و صلاحیت جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں صفت عقل رکھی اور اس کے جوہر ذات کو اس صفت سے مرکب کیا تاکہ وہ اپنے مقصد کو پائے یعنی خالق کو پہچانے، حق قبول کرے، دین اسلام اختیار کرے اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرے۔ تاکہ صحیح نظر و فکر کی بدولت اور عوارض و موانع پیش نہ آنے کی صورت میں اس ہدایت و قبول حق پر مستحکم و مضبوط ہو سکے۔ کہ عوارض و موانع پیش آنے کی صورت میں انسان نظر و فکر صحیح اور دین اسلام پر قائم و ثابت رہنے کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی عوارض و موانع کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا۔

(فابواک یھود انم پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی بنا دیتے ہیں۔ (اوینصرانہ) یا اسے نصرانی بنا دیتے ہیں۔ (اویمحسانہ) یا اسے مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یا وہ بچہ اپنے والدین کی متابعت ان کی موافقت اور ان کی تقلید کرتے ہوئے دین فطرت کو چھوڑ کر غلط عقائد و خیالات اختیار کر لیتا ہے یا اپنی عقل اور فکر و نظر کو استعمال میں نہ لاکر حق و باطل کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور گمراہی و کفر کے فتنے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یا اس کے والدین جبر و قہر کے ساتھ اسے گمراہی کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ اور اس طرح صحیح نظر و فکر کے بہرے بھی وہ ان کے باطل دین کا پیروکار بن جاتا ہے۔ اور دین اسلام قبول نہیں کرتا۔

معلوم ہوتا چاہیے کہ محسوسات و مہموہات سے انس و محبت اور جسمانی لذات و شہوات میں انہماک جو انسان کی صحیح نظر و فکر کا راستہ روک لیتا اور دریافت حق سے محروم کر دیتا ہے یہ بھی اسے والدین کے یہودی یا عیسائی بنادینے کی طرح ہے۔ کیونکہ مذہبِ راہِ رومی بھی بسا اوقات بچے کے لیے ان کی تقلید اور ان کی اتباع و پیروی کا باعث بن جاتی ہے۔ حق سبحا و تعالیٰ کے قول فطرۃ اللہ الی فطرۃ الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فطری صلاحیت جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی) سے یہی مراد ہے۔ جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں بیان ہوگا۔

سوال :- جب کہ والدین کے یہودی یا عیسائی بنالینے سے یہ صفت تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر لا تبدیل لخلق اللہ کیسے درست ہوگا۔

جواب :- دریافت حق کی یہ استعداد و صلاحیت قطعاً زوال پذیر نہیں ہے اس استعداد کی تبدیلی اور اس کا

ازالہ ناممکن ہے اگر فرضاً و تقدیراً کوئی پچاس استعداد کے تقاضا کے خلاف بردان پڑھتا اور اس استعداد کا اثر اس پر نمودار نہیں ہوتا تب بھی وہ استعداد اپنی حالت پر موجود ہے اور اس کے خلاف محبت و دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اگر اس استعداد کے اثر کے ظہور میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ اور آدمی زادہ اس فطری و پیدا نشی استعداد و صلاحیت پر قائم و دائم رہے تو وہ دین اسلام کو ہی قبول کرے گا۔ کہ سلیم عقل اور صحیح نظر و فکر والوں کے لیے اسلام کا حسن یا نکل ظاہر و باہر ہے۔ جس طرح بچے میں جو دودھ پینے کی محبت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے جب تک اسے دودھ سے نہ ہٹائیں وہ اس کے پینے میں مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی چاہت و محبت اس کے دل میں مسلسل موجود رہتی ہے۔ اسی بنا پر بعض فضلاء نے کہا ہے۔ کہ فطرت سلیمہ دین اسلام قبول کرنے کی صلاحیت پر پیدا کی گئی ہے۔ فطرت پر پیدا ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ بچہ حقیقتہً بالفعل صفت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے والدین اسے کافر بناتے ہیں۔ یا وہ ان کی اتباع میں کفر اختیار کر لیتا ہے۔ کیونکہ حقیقتہً اور بالفعل بچے کا اسلام کی صفت پر پیدا ہونا بندے کے کسب و عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا پیدائش کے وقت موجود ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز بندے کی حالت تبدیلی قبول کر لیتی ہے۔ الایہ کہ لا تبدیل لخلق اللہ سے یہ مراد لی جائے کہ اس میں تبدیلی نہ کرنی چاہیئے۔ اور اگرچہ بعض روایات میں علی فطر کا اسلام یا علی ائملہ کے الفاظ بھی آئے ہیں محمد دین اسلام سے عبارت ہے۔ تاہم مراد وہی ہے جو گزشتہ بیان ہوئی کہ اس سے اسلام کی استعداد و صلاحیت پر پیدا کرنا مراد ہے کہ اگر کوئی خارجی رکاوٹ پیش نہ آئے تو بچہ اسلام کی راہ اختیار کرے گا۔ عربی شرح میں اس مقام پر اس سے زیادہ شرح و تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور کچھ دوسری وجوہ بھی بیان کی گئی ہیں۔ یہاں اسی قدر پر قفا کی جاتی ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آئندہ قول میں بچے کے فطرت سلیم اور صلاحیت مستقیم پر پیدا ہونے پھر خارجی رکاوٹ و کجی کے لاحق ہونے کو چار پائے کے بچے کے صحیح سلامت پیدا ہونے پھر کسی خارجی نقصان و خلل لاحق ہونے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا (گما تتجہا لہیمہ۔ عہیمہ۔ جمعا) جس طرح پیدا ہوتا ہے چار پائے کے ہاں پورا کامل اور سلیم الاعضاء بچہ۔ تختج صیغہ مضارع مجہول ہے اور منتج بمعنی جننے سے مشتق ہے۔ نکاتج وہ مالک و نگران جو اوٹنی کے بچہ جنواتا اور اس بارے میں اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جس طرح انسان کی پیدائش کے لیے دایہ۔ شرح عربی میں اس لفظ کی شرح اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔ (وہد تحسون فیہا من جمعا) کیا تم لوگ محسوس کرتے اور دیکھتے ہو ان پیدا ہونے والے چار پاؤں میں ایسا بچہ جو

ناک کٹایا کان کٹایا یا ہاتھ یا لب بریدہ ہو۔ اور اگر کوئی غازی نقص و خلل لاحق نہ ہو تو وہ بچہ اپنی پیدائش کے وقت کی درستی اعضا کی حالت پر ہی قائم و موجود رہتا ہے۔

(تہ یقول) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ (فطرۃ اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدل لخلق اللہ) مضبوطی سے پکڑے رہو اس فطری استعداد و صلاحیت کو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کچلا کرنے میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور ادل بدل نہ کرنا چاہیئے۔ (ذالک الدین القیم) تقاضائے فطرت کے مطابق یہ دین ہی صحیح اور درست دین ہے۔

۸۴۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسٍ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنبُغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ يَغْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ جَعَابُهُ الشُّورُ لَوْ كَشَفَهُ لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا أَتَى إِلَيْهِ بَصَرٌ مِنْ خَلْقِهِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں پانچ کلمات بیان کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا۔ اور سونا اس کی شان کے لائق نہیں۔ وہ تر از رو کو نیچے کرتا اور اوپر کرتا ہے۔ نوگوں کے دن کے اعمال سے پہلے ان کے رات کے اعمال اس کی بارگاہ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اس کی جانب اٹھائے جاتے ہیں۔ حق سبحانہ کا پردہ نور ہے۔ اگر وہ اسے اٹھا دیتا تو اس کی ذات کے انوار اپنی ساری مخلوق کو جلد ڈالتے جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی۔

روایہ مسلم

شرح: (عن ابی موسیٰ الاشعری) رضی اللہ عنہ (قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہوئے اور ہمیں وعظ و نصیحت کی غرض سے خطبہ ارشاد فرمایا اور ہمارے حال کی جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائی اور ہماری اصلاح کا اہتمام فرمایا۔ پانچ کلمات بیان کر کے (فقال) (تو فرمایا) ان اللہ ہتعالیٰ (لا ینام) بیشک اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور تمام کائنات کے حالات سے غافل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شارحین رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ پانچ کلمات میں سے یہ پہلا کلمہ ہے۔ دوسرا کلمہ یہ ہے۔ (لا ینبغی له ان ینام) اور سونا اس کی شان کے لائق و نہیہا نہیں۔ یعنی اس پر نیند کا طاری ہونا محال و ناممکن ہے۔ اس جہت سے یہ کلمہ پہلے کلمہ کے معنی پر ہے۔ کہ نہ سونے سے سونے کا ناممکن ہونا لازم نہیں آتا۔ حالانکہ سو جانا اس کے لیے ناممکن بھی ہے۔

تیسرا کلمہ یہ ہے۔ (یخفف القسط ویرفعه) وہ قسط کو نیچے اوپر کرتا ہے۔ قسط بکسر تاف و سکون سین ہملہ۔ رزق کے معنی میں آتا ہے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ اس آیت کے ہم معنی ہوگا۔ یسط الرزق لمن یشاء دبتدر (اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے) یہ لفظ ترازو کے معنی میں بھی آتا ہے ماسور یہ زیادہ ظاہر اور آنے والی حدیث کے زیادہ مناسب ہے۔ جس میں فرمایا بسدۃ المیزان یخفف ویرفع (ترازو اس کے ہاتھ میں ہے نیچے کرتا اور بلند کرتا ہے اور ترازو کے نیچے اوپر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مناسب وزن و مقدار میں اپنی جناب تقدیر سے لوگوں کے لیے رزق نازل کرتا ہے۔ اور بندوں کے اعمال اپنی درگاہ عزت میں بلند کرتا اور اٹھاتا ہے اور ملائکہ کو جو اعمال پر مقرر ہیں ان کی مقدار سے آگاہ کرتا ہے۔ یا اس میں خدا تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ کل یوم ہو فی شان (وہ ہر دن ایک نئے کام میں ہے) یا یہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں میزان عمل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ کلمہ دوم یعنی لا ینبغی لہ ان ینام کی تاکید و تقریر ہوگا کہ جب کہ ہر لحظہ اور ہر آن اس کا تصرف دائم و جاری ہے تو سو جانا اور غافل ہونا اس کی شان کے لائق نہیں اور نہ اس کے لیے ممکن ہے۔

ان پانچ کلمات میں سے چوتھا کلمہ یہ ہے۔ یرفع الیہ عمل اللیل قبل النہام اٹھائے جلتے اور بلند کیے جاتے ہیں اس کی درگاہ میں بندوں کے وہ اعمال جو وہ رات میں کرتے ہیں۔ ان اعمال سے پہلے جو وہ دن میں کرتے ہیں۔ (و عمل النہام قبل اللیل) اور اٹھائے اور پہنچائے جاتے اس کی درگاہ تک وہ اعمال جو بندے دن کے وقت کرتے ہیں رات کے اعمال سے پہلے یعنی ابھی دن نہیں چڑھا اور اس میں کوئی عمل واقع نہیں ہوتا کہ رات کے اعمال فرشتے اس کی درگاہ میں لے کر پہنچ جاتے ہیں، اور ابھی رات داخل نہیں ہوتی کہ فرشتے بندوں کے دن کے عمل لے کر حق تعالیٰ کی درگاہ میں جا پہنچتے ہیں۔ دراصل اس میں مبالغہ ہے کہ بندوں کے اعمال پر متعین ملائکہ اللہ کا حکم بجالانے میں نہایت جلدی کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جہاں ان کے اعمال پیش کرنا ہوتے ہیں اور آسمانوں میں جس جس جگہ تک انہوں نے پہنچنا اور چڑھنا ہوتا ہے۔ اس تک عروج کرنے میں نہایت سرعت اور تیزی دکھاتے ہیں۔ اور یہ کہ ادنی گھڑی کے اندر وہ بندوں کے اعمال اٹھائے جانے کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ رات اور دن کے درمیان صرف ایک آن اور جزو دلا یتجزی کا فرق و فاصلہ ہوتا ہے۔

یابہ مراد ہے کہ رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے ہی اٹھایے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال کے سے قبل اٹھایے جاتے ہیں۔ اور دن رات کا ہر عمل الگ الگ اس کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

عبارت حدیث کے لحاظ سے یہ معنی زیادہ ظاہر ہے۔ لیکن عمدگی و بلاغت پہلے معنی میں زیادہ ہے۔ اور یہ کلمہ بھی کلمہ لا ینفع لہ ان ینام کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔

پانچواں کلمہ یہ ہے۔ (رجاہہ النور) حق تعالیٰ سبحانہ و تقدس کا پردہ نور ہے۔ یعنی اس کے انوارِ جلال اور اس کی عظمت و کبریائی کی شعائیں۔ جن کے ملاحظہ اور مشاہدہ سے عقلیں اور بصیرتیں مدہوش و منحصر ہو جاتی ہیں۔ یہ پردہ حقیقتہً مخلوق کے اعتبار سے ہے۔ کہ محبوب اور پردہ میں وہ ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ جیسے نابینا اور سورج۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کو پردے اور حجاب میں ہونا نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جو شے پردہ میں ہو پردہ ڈالنے والا اس پر غالب ہوتا ہے بلکہ اسے محتجب کہیں گے کہ وہ عزت اور عظمت و جلال اور وصف کبریائی کی بنا پر لوگوں سے پوشیدہ ہے اور کوئی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہو کہ وہ ذاتِ شہد ظہور اور غایت بروز کی وجہ سے چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح سورج کہ جب خوب تیزی کے ساتھ چمک رہا ہو تو وہ آنکھوں کو خیرہ اور تاریک کر دیتا ہے۔ درحقیقت اس کی صفات جو ذات کے انوار ہیں وہی اس کا پردہ ہیں اور اس کی ذات کو پردہ صفات کے علاوہ نہیں دیکھا جا سکتا۔ اور ذاتِ محمت کا ادراک ناممکن ہے۔ جو کچھ ادراک و مشاہدہ میں آتا ہے صفات کا نور ہے۔ ذات اس سے وراء ہے۔ بیت

ہر چہ اندیشی پذیر واد فناست و آنچه در اندیشہ ناید آن خداست

جو کچھ تیرے وہم و خیال میں آتا ہے سب فانی ہے۔ اور جو تیرے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا وہ خدا ہے۔ اور اگر درمیان سے پردہ صفات ہٹ جائے۔ اور ذاتِ محمت تجلی فرمائے تو ساری کائناتِ احدیت ذات میں فنا اور لاشے ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا۔

(لو کشفہ لاحرقہ سبحات وجہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ) اگر یہ پردہ اٹھا دیتا تو اس کے انوارِ ذات جلا کر رکھ دیتے ہر چیز کو جس کی انتہا تک اس کی نگاہ پہنچتی اس کی مخلوق میں سے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ تمام کائنات کو محیط ہے۔ اور اس کی نہایتوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ بیت

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو چوں پردہ برفت نہ تو مانی و نہ من

میری اور تیری گفتگو پس پردہ ہی ہو سکتی ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو پھر نہ تو رہے گا نہ میں۔

”سُجَّات“۔ دو ضمنوں کے ساتھ مسجعہ بضم سین و سکون باء کی جمع ہے۔ جیسے غُرُفات غُرفہ کی جمع۔ اس سے مراد

اس کا نور ذات ہے۔ قاموس میں ہے سبحات وجہ اللہ انوار اس کے چہرے کے سبحات یعنی اس کے انوار ان انوار ذات کو سبحات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ بھی انہیں دیکھتے اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ اس کی تسبیح کرتے اور اس کی ذات کے جلال کی ہیبت و درہشت اور اس کی عظمت کی بنا پر اسے تنزیہ اور تقدیس کے ساتھ یاد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۸۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ مَلَأَ لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةً سَعَاءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ أَرِيْمَ مَا أَنْفَقَ مَذْخَلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَغْنُ مَكَفِي يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيدَهُ الْيَمِّزَانُ يَغْفُضُ وَيَرْفَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وَفِي نَوَائِي لِمُسْلِمٍ يَمِينُ اللَّهِ مَلَأَ قَالَ ابْنُ كَسِيرٍ مَلَأَ سَعَاءُ لَا يَغِيضُهَا شَيْءُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ کوئی غم چہ اسے کم نہیں کر سکتا اس کی عطائیں رات دن میں سیلاب کی طرح بہ رہی ہیں تم مجھے بتاؤ کتنی مقدار میں خرچ کر چکا ہے۔ جب اسے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ پس بیشک اس کے اس قدر خرچ کرنے کے باوجود کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے دست قدرت و حکمت میں ہے توازن۔ وہ اسے نیچے کرتا ہے اور اوپر کرتا ہے۔ متفق علیہ۔ اور مسلم کی روایت میں ہے اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ ابن میر نے ملای کی جگہ طمان کا لفظ رکھا کیا ہے۔ سیلاب کی مانند عطا کو مسلسل بہا رہا ہے۔ رات اور دن میں خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ مَلَأَ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا دست جو دو کرم بھرا ہوا ہے یہ اس کے اتماء درجہ غنی ہونے، اس کے کمال و وسعت اور اس ذات جل جلالہ و عم نوالہ کے نہایت درجہ ہود و عطا سے کنایہ ہے۔

(لا تغیضہا نفقۃ) اسے کم اور خالی نہیں کر سکتا کوئی غم چہ اور عطا۔ (سعاء اللیل والنہار) اس کا دست عطا رات دن میں سیلاب کی مانند مسلسل عطائیں کو بہا رہا ہے۔ یعنی اس کی عطائیں اتم اور باقی ہیں۔ سج کا معنی ہے بلندی سے پانی بہانا۔ عرب کہتے ہیں مطر سعاء۔ نہایت ہوسلا دھار بارش۔ (اراء یتقوما انفق مذ خلق السماء

والارض) تم مجھے بتاؤ کتنی مقدار خرچ کر چکا ہے جب سے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ (رفانہ لویض ما فی یدہ) بیشک اس اعطاء و انفاق نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے کچھ کم نہیں کیا (دکان عرشہ علی الماء) اور آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کلمہ کی شرح اس فصل کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے (ویدۃ المیزان) اور اس کے دست قدرت و حکمت میں ہے ترانوہ۔ (ریخض و یرفع) وہ اسے نیچے کرتا اور بلند کرتا ہے اس کی شرح بھی گزر چکی ہے۔ متفق علیہ۔ (دقی ۲ وایۃ تسلسل) اور مسلم کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ (بین اللہ ملائی) اللہ کا دست راست عطاؤں سے بالکل پُر ہے۔ جب کہ غالباً دو ہوش دہائیں ہاتھ سے ہوتی ہے۔ اس بنا پر دائیں ہاتھ کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ (قال ابن نمیر) ابن نمیر نے کہا ہے نمیر بضمہ نون یہ ابن نمیر امام مسلم کے شیخ و استاد ہیں۔ انہوں نے حدیث کے لفظ ملائی کو ملان کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ (سواء لا یغیضها شیئ الیل والنہار) عطاؤں کو مسلسل بہا رہا ہے۔ رات اور دن میں جس قدر بھی خرچ کرتا ہے۔ اس سے اس کے خزانوں میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

یعنی حضرت نمیر نے اپنی روایت کردہ حدیث میں لفظ ملائی کی ملان کہا ہے۔ لیکن لغت کے مطابق ملائی ہے نہ کہ ملان۔ کیونکہ یہ موت سماعی ہے۔ ملان مذکر لفظ ہے اور اگر ابن نمیر کی روایت صحیح ہو تو پھر یہ کی تاویل جود و احسان سے کی جائے گی۔ ابن نمیر علیہ الرحمۃ نے نفقہ کی جگہ شی کا لفظ روایت کیا ہے۔ اور بعض الفاظ میں تقدیم و تاخیر بھی کی ہے۔ واللہ اعلم۔

۸۶۔ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ

اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ۔

(متفق علیہ)

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے بارے

میں سوال کیا گیا آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ

بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کیے۔

شرح :- (روعنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا (عن ذراری المشرکین) مشرکین کے بچوں کے بارے میں کہ ان کا کیا حال ہے وہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں۔ ذراری ذریت کی جمع ہے۔ جس کا معنی ہے جنوں اور انسانوں کی نسل چھوٹی عمر کی ہو یا بڑی عمر کی۔ یہاں نابالغ بچے مراد ہیں۔ (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے سائل کے جواب میں فرمایا (اللہ اعلم بما كانوا عاملين) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کیے

فقہ۔ حدیث کا ظاہری معنی تو بتاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اطفال مشرکین کو معلق کر دیا اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ اگر وہ زندہ رہتے اور بلوغت کو پہنچ کر جس قسم کے عمل کرتے اس کے مطابق الشان کا انجام کرے گا۔ پس جس کے بارے میں اللہ کا علم یہ ہے کہ اس نے بالغ ہو کر ایمان لانا تھا اسے بہشت میں داخل کرتا ہے۔ اور جس کے بارے میں اسے معلوم ہے کہ اس نے کفر اختیار کرنا تھا اسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔ لیکن یہ بات مشکل ہے۔

ایک تیسرا اس بنا پر کہ جب بچہ صغیر سنی میں ہی مر گیا تو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس کے بچپن میں ہی مرجانے سے متعلق تھا لہذا اس کا حد بلوغ کو پہنچنا اور ایمان یا کفر پر مرنے کا کوئی معنی نہیں اور ان میں سے کسی ایک صورت کے فرض کرنے کا کیا فائدہ۔

پھر اصول دین اور منہاج شریعت سے معلوم و ثابت ہو چکا ہے کہ عمر دراز ملنے کی صورت میں گناہوں پر گناہگاروں کا مواخذہ جو ہو گا وہ بالفعل ان سے صدور معاصی نہ ہونے کی وجہ سے منتفی ہوتا ہے تو اطفال مشرکین جو ضعیف تر، اور کمزور تر ہیں نہ زیادہ حقدار ہیں کہ ان کا مواخذہ بالکل نہ ہو۔ اور یہ بات بھی بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نا کر وہ گناہوں پر کسی کی گرفت نہیں کرتا۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ جب آپ سے اطفال مشرکین کے بارے میں یہ سوال ہوا تھا اس وقت آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ نہ ہوئے تھے۔ اور آپ کو اس بارے میں ابھی کوئی وحی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے آپ نے توقف فرمایا۔ یا آپ ان کی حقیقت حال سے آگاہ تو تھے مگر کسی مصلحت کے تحت آپ کو اس کے اظہار و انکشاف کی خدا تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ تھی۔ اس لیے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

حدیث پاک کا معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے انجام سے سب سے بڑھ کر واقف ہے اور ان کے حال کا صرف اسے ہی پتہ ہے کہ وہ بہشت میں جائیں گے یا دوزخ میں یا ان کے علاوہ کسی تیسری جگہ میں جہاں ان کے لیے نہ راحت ہوگی نہ عذاب و تکلیف و اللہ اعلم۔

اور اطفال مشرکین کے بارے میں علماء کے مذاہب میں اختلاف ہے۔ بعض نے سکوت و توقف اختیار کیا ہے۔ بعض نے ان کا معاملہ علم الہی سے معلق رکھا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا بعض کا یہ مذہب ہے کہ مشرکین کے بچے بھی ان کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ جس طرح دنیا میں احکام کفر میں اپنے ماں باپ کے تابع تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ بچہ جب تکلیف و اختیار کی عمر تک پہنچنے سے پہلے مر گیا تو والدین کی سرپرستی ان سے زائل ہو گئی۔ اور وہ اپنی اصل فطرت کی جانب رخ کر گیا۔ اور اہل جنت میں سے ہو گیا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ بہشت میں داخل تو ہوں

گئے مگر مستقل حیثیت سے نہیں بلکہ اہل جنت کے تابع بن کر جس طرح بادشاہوں کے خدام و نوکران کے تابع ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ ان کے محلات میں رہتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان کوئی جگہ ہے وہ اس میں رہیں گے۔ جہاں نہ راحت ہوگی نہ عذاب۔

لیکن ان سب مذاہب میں صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اور کسی جانب کا یقین و جزم نہ کیا جائے۔ اور کوئی فیصلہ کن بات نہ کی جائے۔ کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی خبر نقل صحیح و قطعی سے موصول ہونے کی وجہ سے کچھ کمنا درست نہیں۔ اور ایسی کوئی خبر نہ ریعہ نقل صحیح و قطعی موجود نہیں ہے۔ اور کوئی قطعی الدلالت حدیث وارد نہیں ہوئی۔ اس بارے میں علما نے جو کچھ کہا ہے رائے اور قیاس سے کہا ہے یا کمزور اور ضعیف روایات و اخبار سے اخذ کیا ہے۔ اس لیے جیسا کہ علامہ نور پشٹی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اس بارے میں توقف کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۸۶۔ عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهُ اكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اَكْتُبِ الْقَدَرَ فَكُتِبَ مَا هُوَ كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى الْآبِدِ۔

حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ اور کہا لکھ اس نے کہا اب لکھوں، فرمایا اللہ یہ لکھ تو قلم نے لکھ دیا وہ سب کچھ جو ہو چکا اور جو اب تک ہوگا۔

لَعَلَّ الْقُرْآنَ فَقَالَ هَذَا عِشْرُونَ خَرِيبًا

شرح: وعن عباد بن الصامت (رضی اللہ عنہ) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اول ما خلق الله القلم (حضرت عباد بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا۔ (فقال له) تو اسے فرمایا لکھ۔ (فقال ما اكتب) اس نے کہا میں کیا لکھوں (فقال) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اکتب القدر لکھ ہر چیز جسے مقدر کر دیا گیا ہے۔ (فكتب ما كان وما هو كائن الى الابد) تو قلم نے لکھ دیا جو کچھ تھا اور جو کچھ اب تک ہونا تھا۔ اگر سوال کیا جائے کہ مقادیر کی تعیین اور ان کی کتابت و تحریر تو انزل میں ہوئی تھی۔ اور انزل کی نسبت نامناضی کا کوئی وجود نہیں ہو سکتا تو پھر جو کچھ ہو چکا اس کی کتابت کا کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات اپنے زمانے کی طرف

نسبت کرتے ہوئے فرمائی۔ ماکان وما یکون یعنی جو کچھ ہم سے پہلے ہو چکا ہے اور جو کچھ ہمارے بعد ہوگا۔ زمانہ تقدیر کی نسبت و کتابت کے اعتبار سے یہ بات نہیں فرمائی۔

یا ہم کہتے ہیں کہ فصل اول کی حدیث اول میں معلوم ہو چکا ہے کہ قضا و قدر کی تحریر آسمانوں اور زمینوں کی پیدا
سے پچاس ہزار سال پہلے ہو چکی تھی۔ اس وقت عرش الہی پانی پر تھا اور میں وہاں کہہ چکا ہوں ہو سکتا ہے کہ کتابت
حقیقت پر محمول ہو۔ اور انزل میں نہ ہوئی ہو بلکہ کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہو جیسا کہ تعین عدد ظاہر اس پر
دلالت کرتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ قضا و قدر کی تعین اور قلم کی پیدائش بھی کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی ہے۔
جیسا کہ اولیت خلق کا لفظ پر اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور جب کہ قضا و قدر کی تحریر کچھ وقت گزرنے کے بعد ہوئی
اس لیے ماضی کے لفظ سے اس کا بیان کرنا درست ہوگا۔ (رداۃ الترمذی وقال هذا حدیث غریب اسناداً،
اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث اندرونی اسناد غریب ہے۔ اور مقدمہ میں گزر
چکا ہے کہ غرابت، صحت کے منافی نہیں ہوتی مگر جب کہ غریب سے شاذ مراد ہو جیسا کہ اس کا ذکر بھی گزر چکا ہے۔

۸۸۔ وَعَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعَ عُمَرُ
بْنَ الْخَطَّابِ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ وَإِذَا أَخَذَ
رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
الْآيَةَ قَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَالُّ عَنْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ
خَلَقَ آدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرَهُ بِبَيْمَجِنَةٍ
فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ
لِلْجَنَّةِ وَيَعْمَلُونَ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَعْمَلُونَ ثُمَّ
مَسَحَ ظَهْرَهُ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ ذُرِّيَّتَهُ
فَقَالَ خَلَقْتُ هَؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَيَعْمَلُونَ أَهْلَ
النَّارِ يَعْمَلُونَ فَقَالَ رَجُلٌ فَقِيمَ الْعَمَلِ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ

اور حضرت مسلم بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے
میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آیت واذا اخذ
ربك الذر کے متعلق سوال کیا گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ سے آیت کے بارے
میں سوال کیا جا رہا تھا آپ نے فرمایا بیشک اللہ نے آدم کو
پیدا کیا پھر اس کی پشت پر اپنا دامنیاں ہاتھ پھیرا پس اس
سے اس کی کچھ اولاد باہر نکال لی۔ اور فرمایا میں نے ان کو جنت
کے لیے پیدا کیا ہے یہ لوگ اہل جنت والے عمل کریں گے پھر
اللہ تعالیٰ اپنا دامنیاں ہاتھ آدم کی پشت پر پھیرا اور کچھ اولاد
اس سے باہر نکال۔ اور کہا یہ لوگ میں نے دوزخ کے لیے پیدا
کیے ہیں یہ اہل دوزخ کے عمل کریں گے۔ یہ سن کر ایک آدمی نے
کہا یا رسول اللہ پھر عمل کس چیز کا فائدہ دے گا۔ تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت

لِلْجَنَّةِ اسْتَعْمَلَهُ بَعْمَلٍ اَهْلُ الْجَنَّةِ حَتَّى
يَمُوتَ عَلَى عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ
فَيُدْخِلُهُ فِي الْجَنَّةِ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدُ لِلنَّارِ
اسْتَعْمَلَهُ بَعْمَلٍ اَهْلِ النَّارِ حَتَّى يَمُوتَ عَلَى
عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ فَيُدْخِلُهُ
بِهِ النَّارَ۔ رواه مالك والترمذی
و ابوداؤد۔

کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل جنت کے کاموں میں
لگا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی موت۔ اہل جنت کے
اعمال میں سے کسی عمل پر ہوتی ہے۔ تو اسے اس عمل کی وجہ
سے جنت میں داخل فرماتا ہے۔ اور جب کسی بندے کو وہ دوزخ
کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں مصروف
کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ کے اعمال میں سے کسی عمل
پر مرتبہ تو اسے اس عمل کی وجہ سے دوزخ میں ڈالتا ہے۔

شرح :- (وعن مسلم بن يسار) رضي الله عنه (قال سئل عمر بن الخطاب) رضي الله عنه عن
هذه الآية (حضرت مسلم بن يسار رضي الله عنه سے روایت ہے۔ آپ کبار تابعین میں سے ہوئے ہیں۔ آپ
ثقة، فاضل، عابد اور متقی اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کسی کو آپ پر فضیلت نہیں دی جاتی تھی۔
ستلہ ہجری مقدس میں انتقال فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب رضي الله عنه سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی وہ ادا۔ اخذ ربك
من بنى ادم من ظهروهم ذريتهم الآية) جب پکڑا اور باہر نکالا اسے محمد تیرے پرورگار نے اولاد
آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو جس طرح آدم کی پشت سے بلا واسطہ اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح ہر انسان
کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ پھر اس کی پشت سے اس کی اولاد کو باہر نکالا۔ اسی طرح قیامت تک ہونے
والی اولاد ان کے باپوں کی پشتوں سے جس طرح ان کا والد و تناسل وقوع میں آتا تھا باہر نکالا۔ لیکن آیت مذکورہ
میں حضرت آدم کا ذکر اور ان کی پشت سے ان کی اولاد باہر نکالنے کا ذکر نہ فرمایا اس امر کے ظاہر ہونے کی بنا پر کہ
آپ اللہ البشرا و زسب کی اصل ہیں۔ اور اس بنا پر بھی کہ مقصود آدم کی اولاد یہود وغیرہ پر ان کے روز میثاق کا عہد
توڑنے کی بنا پر لازم و محبت قائم کرنا تھا چہرے آیت یوں ہے۔ واشهدهم على انفسهم (اور اللہ نے ان
کو ان پر گواہ بنایا قال پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا الست بربكم (میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) قالوا بلى
شعدنا انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے ہم تیری ربوبیت کی گواہی دیتے ہیں۔ ان تقولوا يوم القيامة ان
كنا هذا غافلين (انہیں خود ان پر اس لیے گواہ بنایا تاکہ وہ روز قیامت یہ نہ کہیں کہ ہم تو اس سے غافل و
بے خبر تھے۔ جب حضرت عمر بن الخطاب رضي الله عنه سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو ر قال

عمر حضرت عمر نے اس کے جواب میں فرمایا۔ (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسأل عنہا) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا گیا۔ (فقال) اس کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا رتھ مسخ ظمرہ بيمينہ) پھر اس نے آدم کی پشت پر اپنا دائیں ہاتھ پھیرا اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیرنے کی نسبت مجازاً ہے۔ ورنہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا۔ جیسے کہتے ہیں فلاں شرفلاں بادشاہ نے تعمیر کیا ہے۔ حالانکہ تعمیر کرنے والے اس کے کارندے ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ بادشاہ کے حکم سے ایسا کرتے ہیں تو گویا بادشاہ خود اسے تعمیر کرتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ کی تخصیص حضرت آدم اور ان کی اولاد کو عزت و بزرگی عطا کرنے کے اظہار کے لیے ہے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں میں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جملہ تشابہات میں سے ہے۔ اس کا حقیقۃً علم اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو ہے۔ (فاستخرج منہ دریدۃ) تو جیسا کہ مذکور ہوا آدم کی پشت سے ان کی کچھ اولاد کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للجنة) ان کے بارے میں فرمایا میں نے اس جماعت کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے۔ (ويعمل اهل الجنة يعملون) یہ لوگ اہل جنت والے عمل کریں گے۔ (ثم مسح بیدہ) فاستخرج منہ دریدۃ پھر اس کی پشت پر اپنا ہاتھ پھیرا اور اس کی اولاد سے ایک اور جماعت کو باہر نکالا۔ (فقال خلقت هؤلاء للنار ويعمل اهل النار يعملون) اور فرمایا میں نے اس جماعت کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ اہل دوزخ والے عمل کریں گے۔ (فقال رجل فقیر المعد) تو صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا پھر عمل کس لیے ہے اور انسان کو عمل کا مکلف کس لیے کیا گیا ہے۔ اور عمل کا فائدہ کس چیز میں پہنچے گا۔ (یا رسول اللہ) اسے اللہ کے رسول (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان اللہ اذا خلق العبد للجنة استعمله بعمله من الخیر) بیشک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اہل جنت کے کاموں کی توفیق عطا کرتا ہے۔ (رحتی یسوت علی عمل من اعمال اهل الجنة میاں تک کہ اس کی موت اہل جنت کے اعمال میں سے کسی عمل پر آتی ہے۔ (فیدخلہ بہ الجنة) تو وہ اس بندے کو اس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کرتا ہے۔ (و اذا خلق العبد للنار استعمله بعمله من اعمال اهل النار) اہل النار (فیدخلہ بالنار) اور جب کسی بندے کو دوزخ کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہل دوزخ کے کاموں میں لگا دیتا ہے میاں تک کہ اس کی موت اہل دوزخ کے اعمال میں سے کسی عمل پر ہوتی ہے۔ تو اللہ اس عمل کی وجہ سے اسے دوزخ میں ڈالتا ہے۔

یعنی جسے بھی بہشت یا دوزخ میں ڈالتا ہے اس کے عمل کی وجہ سے ڈالتا ہے عمل اس کی علامت ہوتی ہے۔ اور عمل کرنے کا خود اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور عمل بھی اس کی قضا و قدر میں سے ہے۔ اس لیے یہ نہ کہہ کہ عمل کسی لیے کریں اور عمل کا کیا فائدہ اور عمل کرنے کا کیا مقصد۔

۸۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ اتَدْرُونَ مَا هَذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا أَنْ تُغَيِّرَنَا فَقَالَ لِلَّذِي بِيَدِهِ الْيُمْنَى هَذَا كِتَابُ مَنْ تَرَبَّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَكَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ هَذَا كِتَابُ مَنْ تَرَبَّ الْعَالَمِينَ فِيهِ أَسْمَاءُ أَهْلِ النَّارِ وَأَسْمَاءُ آبَائِهِمْ وَكَبَائِلِهِمْ ثُمَّ أَجْمَلَ عَلَى آخِرِهِمْ فَلَا يَزَادُ فِيهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْهُمْ أَبَدًا فَقَالَ أَصْحَابُهُ فَنِيمَ الْعَمَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ أَمْرٌ قَدْ فُرِعَ عَنْهُ فَقَالَ سَيِّدُ دُؤَاوَقَارِ بُوَا كَانَ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُحْتَمِلُ لَمْ يَعْمَلْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَإِنْ عَمِلَ أَتَى عَمَلٍ وَإِنْ صَاحِبَ النَّارِ يُحْتَمَلُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنْ عَمِلَ أَتَى عَمَلٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ تو فرمایا جانتے ہو یہ دو کیا کتابیں ہیں۔ میں نے عرض کیا نہ یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتائیں۔ تو آپ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے اس میں اہل جنت کے نام ہیں۔ اور ان کے باپوں اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ تو نہ ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی پھر آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا یہ ایک کتاب ہے رب العالمین کی طرف سے۔ اس میں اہل دوزخ کے نام اور ان کے آباء و اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں۔ پھر اس کے آخر میں ان کی تعداد کا خلاصہ دے دیا گیا ہے کتاب نہ تو ان میں کسی کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ان میں سے کوئی کم ہو سکتا ہے کبھی بھی۔ حضور کے صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل کس لیے ہے۔ اگر اس کام سے فراغت ہو چکی ہے آپ نے فرمایا اپنے عمل کو طریقہ حق کے مطابق کرو۔ اور قضا کا قرب تلاش کرو۔ کہ بیشک جنتی انسان کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہو گا وہ جیسے بھی عمل کرتا تھا۔ اور دوزخی انسان کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہو گا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمْ بِيَدِهِ فَفِيكَ
هَذَا تَعْرِيقُ الْقَرْعِ رَبُّكُمْ مِنَ الْعِبَادِ فَرِيقٌ
فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ

(رواہ الترمذی)

چلے وہ جو عمل بھی کرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا اور ان دونوں کتابوں کو
پھینک دیا پھر فرمایا تمہارا رب بندوں کے کام سے خارج ہو چکا ہے۔
ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ دوزخ میں۔

شرح :- (رو عن عبد اللہ بن عمرو قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عمرو
بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے۔ (رو فی
یہ صیۃ کتابان) اس حال میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ (فقال) تو آپ
نے فرمایا (اتدرون ما ہذان الكتابان) جانتے ہو یہ دو کتابیں کیا ہیں اور ان میں کیا لکھا ہوا ہے۔

اہل تاویل فرماتے ہیں۔ یہ معنی کی صورت کے ساتھ تمثیل و تصویر اور تعبیر ہے۔ اور اس کی تحقیق و تشریح میں
مبالغہ ہے۔ اور اس کے یقین کا اظہار ہے۔ اور متکلم جب اپنے قول کی تحقیق کرنا چاہے۔ اور دوسرے کو بات سمجھانا
چاہے اور دقیق و خفی معنی کو سامع کے مشاہدہ میں لانا چاہے تو وہ کسی صورت میں اسے بیان کرتا اور محسوس چیز کے ساتھ
اس کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ خارج اور عالم حس میں وہ چیز بظاہر موجود نہ ہو۔ اور جب کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پر اس معاملے کی حقیقت کا انکشاف ہو گیا۔ اور آپ اس حقیقت سے اس طرح واقف و مطلع ہو گئے کہ اس
میں کوئی شبہ اور خفا نہ رہا تو جو معنی آپ کے قلب شریف میں موجود تھا اسے ایسی چیز کی تمثیل و تصویر کی صورت
میں بیان فرمایا گو یا کہ وہ آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اگرچہ خارج میں کوئی کتاب اور کوئی تحریر موجود نہیں تھی۔
اہل باطن اور ارباب مکاشفہ فرماتے ہیں کتاب کا وجود بھوتی ہے۔ اور یہ شاہدہ مجاز و تاویل حقیقت پر محمول ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا شے سعادت میں فرمایا ہے۔ خواص کا عوام سے امتیاز و تفریق سے ہوتا ہے۔
ایک یہ کہ جو علم عوام کو کسب اور سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے خواص کو پروردگار عظیم و حکیم کی طرف سے بغیر کسب اور سیکھنے
کے ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسے علم لدنی کہتے ہیں دوسرے یہ کہ عوام جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں خواص کو اس
کا مشاہدہ بیداری میں کر دیا جاتا ہے۔ اس باب میں مشائخ کی حکایات بے شمار ہیں۔ کتاب الروایا میں ان کا بیان
آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور جب کہ خواص اور اولیاء امت کو یہ حالت و مرتبہ حاصل ہے تو حضور سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم کو کیوں حاصل نہ ہو گا، بلکہ حدیث کے ظاہر سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے صحابہ کرام کو بھی وہ کتابیں
دکھائیں۔ لیکن انہیں ان کے مضمون کا پتہ نہ تھا۔ مشائخ فرماتے ہیں جس کا یہ اعتقاد نہیں درحقیقت وہ نبوت پر ایمان

نہیں رکھتا۔ (قلنا لا یارسول اللہ -) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں جانتے کہ ان دو کتابوں میں کیا ہے۔
 (الا ان تخبرنا) مگر یہ کہ آپ ہمیں آگاہ فرمائیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس ہے کہ آپ ہمیں واقف و
 آگاہ فرمائیں (فقال للذی فی یدہ الیمنی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے
 دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا (هذا کتاب من رب العالمین) یہ رب العالمین کی جانب سے ایک کتاب ہے۔ (فینہ
 اسماء اهل الجنة واسماء ابائهم و قبائلهم) اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے
 پوری تعیین و تمیز کے ساتھ نام درج ہیں۔ (ثم ارجع علی اخرهم) پھر آخر میں تفصیلی کیفیت کے بعد ان کا اجمالی خلاصہ
 درج کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہل حساب کی عادت ہے کہ تفصیل درج کرنے کے بعد اس کا اجمالی خلاصہ درج کرتے ہیں کہ اتنا
 ہو گیا۔ (فلا یزاد فیہم) جب کہ ضبط و تعیین میں اس قدر بالغہ اور اس قدر اہتمام کیا گیا ہے۔ تو اب اس میں
 اضافہ نہیں ہو سکتا کہ مزید کسی کے نام کا اس میں اندراج ہو سکے۔ (ولا ینقص منہم) اور نہ کمی ہو سکتی ہے کہ
 ان میں سے کسی کا نام خارج کیا جاسکے۔ (ثم قال للذی فی شمالہ) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
 کتاب کے بارے میں فرمایا جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی (هذا کتاب من رب العالمین فیہ اسماء ابائهم
 و قبائلهم ثم ارجع علی اخرهم فلا یزاد فیہم ولا ینقص منہم ابداً) یہ رب العالمین کی طرف سے
 ایک کتاب ہے اس میں اہل دوزخ کے نام ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبائل کے نام درج ہیں۔ پھر آخر میں ان کی
 تعداد کا خلاصہ درج کیا گیا ہے۔ کہ نہ ان میں کسی نام کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور نہ کمی اس میں کی ہو سکتی ہے۔
 (فقال اصحابہ ففیہم العمل یا رسول اللہ) اس پر حضور علیہ السلام کے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ
 پھر عمل کس لیے ہے۔ (ان کان قد فرغ عنہ) اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہر چیز لکھ کر اس سے فراغت ہو چکی ہے۔
 (فقال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا۔ (رسد دوا) اپنے اعمال طریقہ مستقیم اور حق
 کے مطابق کیے جاؤ۔ (فقد ابرأ) اور خدا تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اس کی طاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو۔
 یہ ترجمہ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ بعض شارحین نے کہا ہے کہ قاسم بوا مدد دوا کی تاکید ہے۔ یعنی اپنے
 نیک اعمال کے ذریعے سدا و استقامت طلب کرو۔ عمل میں میانہ روی اختیار کرو۔ افراط میں نہ پڑو۔ اور تنگی اور
 سختی نہ کرو۔ اجمع الجہاد میں فرمایا سدا تلاش کرو۔ یعنی افراط و تفریط چھوڑ کر صواب و اعتدال کا راستہ
 اختیار کرو۔ ادا اگر ایسا نہ کر سکو تو کم از کم اس کے قریب تو رہو۔ بعض روایات میں قاربوا کے بجائے قاربوا کا لفظ آیا
 ہے۔ یعنی دوسروں کو عمل صالح کے ذریعے اپنے قریب کرو۔ خلاصہ یہ کہ عمل کرو اور قضاء قدر کے ذکر میں نہ پڑو۔

رفان صاحب الجنة یختم له بعد اهل الجنة (کہ بیشک جنتی بندے کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا۔) وان عمل ای عمل (اگرچہ زندگی بھر وہ کوئی سائیک یا بر عمل کرتا رہا ہو۔ آخر کار اس کا خاتمہ نیک عمل پر ہوگا۔) وان صاحب النار یختم له بعد اهل النار وان عمل ای عمل (اور دوزخی کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہوگا۔) چاہے زندگی میں وہ کوئی سا عمل کرتا رہا۔ (تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار) پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک سے اشارہ فرمایا۔ قول کا لفظ اشارہ کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اور احادیث میں یہ لفظ اشارہ کے معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے چنانچہ کہتے ہیں قال بیدار قال براسہ وقال برجلہ یعنی اس نے اپنے ہاتھ یا سر یا پاؤں سے اشارہ کیا وغیرہ۔ (قبضہ) پھر دونوں کتابوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے پس پشت پھینک دیا۔ نیز کا معنی لغت میں کسی چیز کو ہاتھ سے اپنے آگے یا پیچھے پھینکنے کا آتا ہے۔ یہاں اس لفظ کی تفسیر پس پشت پھینک دینے کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ لوگوں کے جملہ امورات ازل کے روز سے ہی فیصل ہو چکے ہیں اور ان سے فراغت ہو چکی ہے۔ (تشریح: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرغ من العباد یعنی تمہارا پروردگار لوگوں کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اور ان سے متعلقہ جملہ احکام پہلے سے مکمل کر دیے ہیں۔) (فریق فی الجنة و فریق فی السعیر) ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں جائے گا۔

۹۰۔ وَعَنْ أَبِي خَزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ رُقًى نَسْتَرِيقُهَا وَدَوَّاءُ نَسْتَدَاحِي بِهِ وَتَقَاةٌ نَسْتَفِيهَا هَذِهِ تَرُدُّنَا مِنْ قَدَرِ اللَّهِ شَيْئًا قَالَ هِيَ مِنْ تَدْرِ اللَّهِ۔ رواه أحمد والترمذي وابن ماجه

حضرت ابو خزامہ رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ بتائیں یہ دم جھاڑ جو ہم کرتے ہیں۔ یا دوا جس سے علاج کرتے ہیں۔ یا جو ہم پناہ ڈھونڈتے ہیں یہ کام اللہ کی تقدیر کو پھیر سکتے ہیں۔

فہا یہ کام بھی تقدیر میں داخل ہیں۔

شرح:- (وَعَنْ أَبِي خَزَامَةَ عَنْ أَبِيهِ) بکسر خا کے معجمہ زاء۔ تابعی ہیں۔ ان سے مروی حدیث دم جھاڑ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک ابو خزامہ صحابی ہیں ان سے مروی حدیث دم جھاڑ کے علاوہ ہے۔ جیسا کہ جامع الاصول میں مذکور ہے۔ یہ ابو خزامہ تابعی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ (قال قلت) وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ایت رقی نستریقہا اے پیغمبر خدا ہمیں خبر دیں دم جھاڑ کے بارے میں جو ہم کرتے ہیں۔ رقی بغم را وفتح قاف۔ رقیہ بضم راءے سکون قاف کی جمع ہے یعنی دم جھاڑ جو پھونک سے کرتے ہیں۔ یا تعویذ جو گلے اور بازو میں

باندھتے ہیں۔ ان کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ قرآن مجید یا منقول و ماثور دعاؤں سے ہو تو درست ہے۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الطب والرقیٰ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہو گا۔ دواؤ فناء دای (اور ہمیں دوا کے بارے میں بتائیں جس سے ہم بیماروں کا علاج کرتے ہیں۔ سو فناء انتقیہا) یا مختلف اوقات ضرورت میں ہم لوگ جو پناہ ڈھونڈتے اور احتیاط پر ہیر کرتے ہیں۔ اور ڈھال و درع وغیرہ کے ذریعے دشمن کے حملہ سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (ہد تردد من قدر اللہ شیعنا) یہ چیزیں خدا تعالیٰ کی قضا و قدر میں سے کسی چیز کو ٹال سکتی ہیں۔ (قال) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ہی من قدر اللہ) یہ چیزیں بھی قضا و قدر الہی میں سے ہیں۔ چناںچہ اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر میں طے ہو چکا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ شفا بخشنے گا اور اسباب سے پناہ حاصل ہوگی۔ تو ایسا ہی میسر آتا اور رو نما ہوتا ہے۔ اور تقدیر کی اسباب و شرائط سے کوئی منافات نہیں۔ اسباب و شرائط سب تقدیر میں داخل ہیں تقدیر ان سب کو شامل و محیط ہے۔ اور کوئی چیز اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔

۹۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَنَازَعُ فِي الْقَدَرِ فَغَضِبَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْهُهُ حَتَّى

كَانَا نَقِي فِي وَجْنَتَيْهِ حَبُّ الرُّمَّانِ فَقَالَ أَهَذَا أَمْرٌ بِهَذَا أُرْسِلَتْ

إِلَيْكُمْ۔ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حِينَ تَنَازَعُوا فِي هَذَا الْأَمْرِ عَزَمْتُ

عَلَيْكُمْ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَنَازَعُوا فِيهِ۔

رواہ الترمذی ، و

رواہ ابن ماجہ

نحوہ عن عمرو بن شعیب

عن ابیہ عن جدہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسے وقت میں تشریف لائے کہ ہم لوگ تقدیر میں جھگڑ رہے تھے۔ تو آپ غصہ میں آگئے، بیان تک کہ آپ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ گویا آپ کے دونوں رخساروں پر انار کے دانے پھوٹ دیے گئے ہیں (اسی غصے کی حالت میں) فرمایا کیا تمہیں ایسا کرنے کو کہا گیا ہے۔ کیا مجھے اس لیے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس تقدیر میں جھگڑا شروع کیا۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔

میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔ کہ اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور اس کی مانند ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کیا۔

شرح :- (وعن ابی ہریرۃ) رضی اللہ عنہ (خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو کندہ سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔
 (ونحن منتکازم فی القدر) اس وقت ہم لوگ آپس میں مسئلہ قضاء و قدر میں بحث و جھگڑا کر رہے تھے کہ
 وہ کیا اور کس طرح ہے (فغضب حتی احمر وجهہ) تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا چہرہ انور
 سرخ ہو گیا۔ حتی کا مناسبت علی و جنتیہ حب الزمان) اس حد تک کہ چہرہ انور سرخ ہو گیا کہ گویا آپ
 دونوں رخساروں پر انار کے دانے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ (فقال ابھذا امرتہ) فرمایا تمہیں یہ تنازع اور جھگڑا
 کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ام ابھذا امرتہ) ابھذا امرتہ یا مجھے ایسے جھگڑوں کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ یعنی
 تمہیں فرمانبرداری اور عبادت کرنے کا حکم ہے اور مجھے طاعت و عبادت کی تبلیغ کے لیے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔
 قضاء و قدر میں بحث کرنا میرے پیغام میں شامل نہیں ہے۔ وہ ایک راز الہی ہے اسے اسی پر چھوڑ دو۔ اور عمل میں مشغول
 ہو جاؤ۔ اساس کی قضا اور فیصلوں پر راضی رہو۔ (انما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا فی هذا
 الامر) بیشک تم سے پہلے لوگ اس وقت ہلاک ہوئے جب انہوں نے اس مسئلہ تقدیر میں جھگڑا شروع کیا
 (عزمت علیکم عزمت علیکم) میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں۔ یا میں تم پر واجب
 و لازم کرتا ہوں کہ (ان لا تنازعوا فیہ) اس بارے میں جھگڑا اور تنازع نہ کرو۔ (وما الا ذمناہم روایت کیا
 اس حدیث کو ان الفاظ سے ترمذی نے۔ (روای ابن ماجہ نخوع عن عمرو بن شعیب عن ابیہ
 عن جدہ) اور روایت کی ابن ماجہ نے اس کی مانند حدیث عمرو بن شعیب سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے
 دادا سے۔

محدثین کرام نحوہ کا لفظ وہاں لاتے ہیں جہاں دونوں حدیثیں معنی متعبد اور لفظاً متغائر ہوں اور جہاں دو
 حدیثیں معنی و لفظاً دونوں طرح متعبد ہوں وہاں لفظاً مثل لاتے ہیں جیسا کہ مقدمہ میں ذکر ہوا۔

۹۲۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ
 خَلَقَ آدَمَ مِنْ قُبْضَةٍ قَبْضُهَا مِنْ جَمِيعِ
 الْأَرْضِ فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى تَسْوِ الْأَرْضِ
 مِنْهُمْ الْأَحْمَرُ وَالْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ
 وَبَيْنَ ذَلِكَ وَالتَّهْلُ الْهَلْ حَزَنٌ وَالْخَبِيثُ
 حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
 ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ بیشک
 اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا جو اس
 نے ساری زمین سے لی تھی۔ تو آدمؑ کی اولاد بھی زمین کے
 مطابق ہے۔ کہ کوئی ان میں سے سرخ رنگ کا کوئی سفید رنگ
 کا کوئی کانے رنگ کا ہے۔ اور کوئی درمیانے رنگ کا۔ پھر ان

وَالطَّبِيبُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
ابوداؤد۔
میں سے کوئی نرم طبیعت اور کوئی سخت طبیعت ہے۔
اور کوئی بد مزاج ہے اور کوئی طیب اور پاکیزہ مزاج ہے۔

مشرح :- (رو عن ابی موسیٰ) رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ان اللہ خلق آدم من قبضہ قبضہا من جمیع الارض) بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک مشت خاک سے پیدا فرمایا۔ صراح میں ہے قبضتہ ہم ہر چیز کی ایک مٹھی۔ اور قاف کے فتح سے بھی آیا ہے۔ یہاں ایک مشت خاک مراد ہے۔ یعنی وہ مشت خاک ساری زمین اور ہر جگہ سے لی یعنی فرشتے کو ساری زمین پر سے ایک مشت خاک اٹھانے کا حکم دیا۔ (فجاء بنوا دمر علی قدس الارض) تو آدم کی اولاد اندازہ زمین کے مطابق عالم وجود میں آئی۔ اور صورت و سیرت میں مختلف اجزائے زمین کے مطابق پیدا ہوئی۔ (منہما الاحمر والابيض والاسود و بین ذلك) کہ ان میں سے کچھ سرخ رنگ کے کچھ سفید رنگ والے کچھ کالا اور کچھ سرخ و سفید اور سیاہ کے درمیان رنگ والے ہیں۔ (والسود والاحمر) اور بعض نرم طبیعت اور بعض سخت مزاج ہیں سبیل مفتوح سین و سکون حاء و کسر حاء ہر چیز جو زمینی کی طرف مائل ہو۔ اور نرم زمین۔ حزن کی ضد۔ حزن زراء کے فتح اور سکون کے ساتھ سخت زمین۔ (والنجیب والطیب) اور بعض پلید اور بعض پاک طبیعت ہیں۔ نجیب وہ زمین جو شور ہو اور اس میں کچھ نہ اگتا ہو طیب وہ زمین جو ذرخیز ہو اور ہر چیز اس میں اگتی ہو۔ یعنی نجیب کی ضد یہ چار باطنی صفات ہیں اور پہلی چار ظاہری صفات ہیں۔

۹۳۔ وَكَتَبَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ فَأَلْقَى
عَلَيْهِمْ نُورًا فَخَمَّنَ أَصَابَهُ مِنْ ذَلِكَ
النُّورِ اهْتَدَى وَمَنْ أَخْطَا عَمَّا خَلَقَ
فَلَدَّ إِلَهُ أَقْوَلُ جَعَلَ الْقَلَمَ عَلَى عِلْمِ اللَّهِ۔
اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں
نے کہا میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے بیشک
اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر اپنے
نور میں سے کچھ روشنی ڈالی۔ پس جسے اس نور میں سے کچھ غیب
ہو گیا وہ ہلاکت پا گیا۔ اور جسے اس نور میں سے کچھ نہ ملا مگر
ہو گیا۔ اس وجہ سے میں کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق
قلم تقریر سب کچھ لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔

رواہ احمد والترمذی

مشرح :- (رو عن عبد اللہ بن عمرو) قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ خلق
خلقه فظلمة (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ بیشک اللہ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ (ما لقی علیہم من نور) پھر ان پر اپنے نور میں سے کچھ ڈالا۔ (رضن اصباحہ من ذلک النور اهتدی) تو جسے اس نور میں سے کچھ حصہ مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور اسے راہ راست نصیب ہو گیا۔ اور وہ ایمان و طاعت کے مقام کو پہنچ گیا۔ (ومن اخلاصہ ضل) اور جسے اس نور میں سے حصہ نہ ملا گمراہ ہو گیا اور ایمان و طاعت کے مقام سے محروم رہا۔ (فلذا لک اقول جفت القلم علی لہ اللہ) اسی وجہ سے میں کہتا ہوں۔ کہ قلم خشک ہو چکا ہے۔ اور اللہ کی تقدیر اس کے مطابق چل رہی ہے جو وہ مخلوق کے حالات ہدایت و گمراہی کو نازل میں جانتا تھا۔

نارین فرماتے ہیں یہاں خلق سے جنات اور انسان مراد ہیں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف انسان مراد ہوں۔ اور ظلمت سے نفس کی خواہشات اور طبیعت بشری کی شہوات مراد ہیں جن کے ساتھ انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ جو انسان کی گمراہی اور اس کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنتی ہیں۔ اور نور حق سے وہ نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں کے اندر اور سارے جہاں میں عقلی و نقلی روشن نشانیوں اور واضح دلیلوں کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس نور کے پانے سے ان مذکورہ دلائل و براہین سے عبرت پکڑنے، ان سے نفع حاصل کرنے اور وجود باری تعالیٰ اور اس کی صفات اور حقیقت دین اسلام پر استدلال کرنا مراد ہے۔ تو جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسے ہدایت دے۔ اور ان انوار و دلائل سے ہدایت حاصل کرے اور نفع اٹھائے، اس نے راہ راست پالیا۔ اور جس کے لیے نہ چاہا کہ ہدایت پائے۔ اور اس روشنی سے محروم کر دے تو وہ گمراہ ہو گیا جیسا کہ فرمایا:۔

اَوْ مَنْ كَانَ مُشِيًّا فَاجَبَيْتَا وَ جَعَلْنَا لَهُ نُورًا۔
کیا اور وہ شخص جو مردہ تھا تو ہم نے اسے زندگی بخشی اور اسے روشنی عطا کر دی۔

دوسرے مقام پر فرمایا:۔

اَفَمَنْ مِّنْ نَّشَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ لِلْاٰمِنِمْ فَهَوَّ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہِ
کیا پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو اپنے رب کی طرف سے عطا کردہ روشنی سے مستفید ہے۔

تو معلوم ہو گیا کہ ہدایت و گمراہی حق تعالیٰ کی مشیت اور اس ذات جل و علا کی تقدیر سے ہے۔

سوال:۔ اگر کہا جائے کہ مخلوق کو تاریکی کے اندر کس وقت پیدا کیا۔ اگر اس سے وہ وقت مراد ہے جب اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا تو اس وقت سب ہدایت پر تھے۔ اور سب نے اس وقت خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔ اس وقت گمراہی کا اثر کوئی ظاہر نہ تھا۔ اور اگر ماؤں کے شکموں سے پیدا ہونے

کا وقت مراد ہے تو اس وقت بھی سب کے سب نور فطرت سے روشن و منور ہوتے ہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ الست کے دن بعض نے ربوبیت حق کا اقرار رضا و رغبت سے کیا تھا اور بعض نے یہ اقرار غلبہ ہیبت جلال حق کے تحت مجبوراً کیا تھا۔ تو جن خوش نصیب حضرات نے یہ اقرار رغبت و شوق سے کیا۔ ان پر نور ہدایت ڈالا۔ اور انہوں نے اس نور کو پایا۔ مگر جنہوں نے شوق و رغبت سے نہیں بلکہ جبر و اکراہ کے تحت اقرار کیا وہ اس سے محروم رہ گئے۔ اور فطرت سے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے، راہ حق پالینے کی استعداد و قوت مراد ہے۔ جب انسان صحیح غور و فکر سے کام لے۔ اور اس میں نفس و طبیعت کی ظلمت و تاریکی کے موجود ہونے سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ کہ انسان روحانیت کی حیثیت سے رشد و ہدایت کے لیے تیار رہتا ہے اور نفسانیت کی حیثیت سے سرکشی و گمراہی کے لیے آمادہ رہتا ہے۔ اور مد یو غنت کو پہنچنے پر خدا تعالیٰ کی توفیق سے نظر و فکر صحیح کے نصیب ہونے، نور کے القاء ہونے اور اس ذات پاک کی طرف سے روحانیت کی جانب ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔ بصورت دیگر وہ نفس امارہ کے تابع اور تاریکی و گمراہی کے مجبور میں پھنس جاتا ہے۔ اور پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انسان کے فطرت پر پیدا ہونے سے بھی پہلے قضا و قدر کے فیصلے ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث تقدیر انزل اور علم و ارادہ الہی کے سب سے پہلے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور حدیث فطرت کے ساتھ اس کا کوئی تعارض و تناقض نہیں خوب سمجھ لے۔ وباللہ التوفیق۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگتے تھے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی حبک اے دلوں کو پھیرنے والے میرا دل اپنے دین پر مضبوط کر دے۔ میں نے عرض کی اے اللہ کے جی ہم آپ پر ایمان لائے اور اس دین پر ایمان لائے جو آپ نے کر آئے میں کیا آپ کو ہمارے متعلق ڈر ہے۔ فرمایا ہاں بیشک تمام دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان میں جس طرح

۹۲۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ بَسِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَمَّا بِكَ وَبِمَلَائِكَتِكَ فَهَلْ تَعَاثُ عَلَيْنَا قَالَ نَعْمَانِ الْقُلُوبَ بَيْنَ أَصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ۔ رواة

چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔

الترمذی وابن ماجہ۔

شرح :- روایت انس رضی اللہ عنہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یكثر ان يقول (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ یا

مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک راے دلوں کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھرنے والے میرا دل اپنے دین پر ثابت اور مضبوط رکھ۔ (بظاہر حضور علیہ السلام نے دل کی اضافت اپنی ذات شریف کی طرف کی مگر حقیقت میں یہ دعا امت کے لیے ہے۔ کہ آپ تو باموں العاقبتہ اور محفوظ القلب ہیں۔ اسی طرح تمام وعائل میں اشارہ و کنایہ کے طریقہ پر امت کو تعلیم و تلقین مقصود ہے۔ اسی لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کی (فقلت یا نبی اللہ امننا بک و بسا جنت بہ) یا رسول اللہ ہم آپ پر اور حمد میں آپ سے کراٹے ہیں ایمان لائے۔ (فہل نخاف علینا) کیا آپ کو ہمارے دین و ایمان کے چین جانے کا ڈر اور خطرہ ہے اور اس میں فتور و غفل اور نقصان واقع ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے آپ یہ دعا کرتے ہیں (قال نعم) آپ نے فرمایا ہاں مجھے تمہارے بارے میں اس کا اندیشہ ہے۔ (ان القلوب بین اصبغین من اصباح اللہ) کیونکہ تمام دل اللہ کے تصرف اور اس کی قدرت کے تحت ہیں (یقلیہا صیف یشاء) انہیں پھیرنا جس طرح چاہتا ہے۔

۹۵۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْقَلْبِ كَوَيْشَةٍ بَارِضٍ مُلَاةٍ يُقَلِّبُهَا الرِّيحُ ظَهَرَ الْبَطْنِ۔ رواه احمد۔ پیکر کی طرح ہے جسے ہوائیں الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں۔

شرح: (ابن موسیٰ) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مثال القلب) الٹ پلٹ ہونے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھرنے میں دل کا حال اور اس کی مثال (کویشہ - بارض فلاة) جنگل کی زمین میں پڑے ہوئے ایک پرہ کی طرح ہے (یقلیہا الریح ظہر البطن) کما سے مختلف ہوائیں الٹ پلٹ کرتی رہتی ہیں اور اس کے اوپر کے حصے کو نیچے اور نیچے والے کو اوپر کرتی رہتی ہیں۔ بالکل اسی طرح دلوں کو بھی خواطر و حوادث جو قضا و قدر الہی کے تحت عارض ہوتے ہیں پھیرتے رہتے ہیں۔

۹۶۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُؤْمِنَ بِأَرْبَعٍ يَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِأَنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَبَعَثَنِي بِالْحَقِّ وَبِأَنَّ مَوْتَ وَالْبَعْثَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَبِأَنَّ الْقَدْرَ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے (گو اہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں مجھے اس نے حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ اور موت پر ایمان لائے۔ اور موت

(رداۃ الترمذی دین ماحجہ) کے بعد اٹھنے پر ایمان لانے اور تقدیر پر ایمان لانے۔
 شرح :- (رو عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یومن عید حتی یومن بآربع
 کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لائے۔ ۱۔ یشہدان لا الہ الا اللہ والی اللہ رسول اللہ پہلی
 چیز دل سے ایمان لانا اور زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
 ۲۔ بعثنا الحق اس نے مجھے تمام لوگوں کی طرف حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ (و یومن بالموت) دوسری بات یہ ہے
 کہ موت پر ایمان لائے۔ یعنی دنیا کے فنا ہو جانے اور اس کے تمام اجزاء کے ساتھ ہلاک ہو جانے پر ایمان لائے۔
 یا یہ مراد ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ موت کا درد و پروردگار تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔ طبیعت اور فساد مزاج کے باعث
 نہیں ہوتا جیسا کہ دہریہ کا عقیدہ ہے۔ ۳۔ یموت پر ایمان رکھنے کا جو تقاضا ہے اس کے مطابق عمل کرنا مراد ہے۔
 (و البعث بعد الموت) تیسری چیز اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے مرنے کے بعد دوبارہ انہیں اٹھائے گا
 اور زندہ کرے گا۔ (و یومن بالقدر) چوتھی چیز تقدیر الہی پر ایمان لانا کہ ازل میں ہی تمام کائنات جو امر ہوں یا اعراض
 ذوات ہوں یا صفات ابد تک سب کی تقدیر و تعیین ہو چکی ہے۔

۹۷۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنفَانِ مِنْ أُمَّتِي
 كَيْسَ لَهَا فِي الْإِسْلَامِ نَصِيبُ الْمَرْجَةِ وَ
 الْقَدَرِ تَعْلَاهُ الترمذی وقال هذا حدیث غریب
 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے دو قسم
 کے لوگ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک
 مرجئہ اور دوسرے قدریہ۔

شرح :- (عن ابن عباس) رضی اللہ عنہما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی کیس لہما فی الاسلام نصیب المرجئہ والقدر کہ فرمایا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں دو قسم کے لوگ وہ ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ایک مرجئہ دوسرے
 قدریہ۔

مرجئہ ہمزہ کے ساتھ ارجاء یعنی تاخیر سے مشتق ہے۔ ہمزہ کے بغیر بھی ایک لغت ہے۔ اور یہ وہ گروہ
 ہے جو عمل کو ضروری قرار نہیں دیتا صرف زبان سے ایمان لانے کو کافی جانتا ہے۔ انہیں مرجئہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے
 کہ یہ لوگ عمل کو موخر گردانتے اور اسے ساقط دے دیتے وقت تصور کرتے ہیں۔ اور اکثر علماء اس پر ہیں کہ مرجئہ فرقہ جبریہ کا

نام ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بندہ کوئی فعل نہیں کر سکتا۔ اور اسے عمل میں کوئی دخل و اختیار نہیں اور اس کی طرف فعل کی نسبت کرنا ایسے ہے جیسے جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کرنا۔ جیسے کہتے ہیں چکی چل پڑی اور نہر جاری ہو گئی۔ اس فرقہ کو مجرہ بھی کہتے ہیں۔ قدر یہ قدر کی طرف منسوب ہے۔ کیونکہ یہ لوگ تقدیر کے منکر ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے کام کا خود کار ساز ہے۔ پہلے سے کوئی تضاد قدر متعین نہیں ہے۔ قدر تیز دال کے فتح کے ساتھ۔ جبریتیں حرف باکو بھی قدر یہ سے ہموار کرنے کے لیے مفتوح پڑھتے ہیں۔ مگر اصل جبر کی طرف نسبت کی بنا پر سکون باد ہے۔ صاحب کشف مذہب اعتزال و قدر میں تعصب کی بنا پر اہل سنت کو مرجیہ اور جبر یہ کہتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اہل سنت عمل کو حقیقت ایمان سے خارج مانتے ہیں۔ اور بندے کو اپنے افعال کا خالق نہیں جانتے مگر صاحب کشف کا یہ بیان غلط ہے۔ کیونکہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایمان تصدیق و اقرار دونوں سے عبارت ہے۔ عمل کو کمال ایمان کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اور محض قول بلا عمل کے قائل نہیں ہیں۔ ان اہل سنت کا مذہب جبر و قدر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ولکن اعریین امرین۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس طرح کی احادیث مرجیہ اور قدر یہ کی تکفیر میں مرتب ہیں لیکن درست بات یہ ہے کہ جو اہل بدعت و مہو کسی تاویل کی بنیاد پر کسی عقیدے کو اختیار کرتے ہیں انہیں کافر قرار دینے میں جلدی نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے خیال میں کفر اختیار نہیں کرتے اور نہ کفر پر راضی ہیں۔ بلکہ تاویل کے ذریعے کفر سے دور بھاگتے اور کتاب و سنت کے ساتھ تمسک کرتے ہیں اور حق کے پانے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہ لوگ خطائیں پڑھ گئے۔ اور حق کو نہ پاسکے۔ اور لزوم کفر و التزام کفر میں فرق ہے۔ اس بارے میں علماء امت کا مختار و مستند یہ قول ہی ہے۔ اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ اور ہمیں اہل قبلہ کی تکفیر سے منع کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں وارد ہے اور ان کے کفر پر دلالت کرتا ہے نہ جرد و ڈانٹ اور انہیں گمراہ قرار دینے میں مبالغے کے طور پر وارد ہے۔ پھر ان احادیث کی صحت میں بھی بعض علماء حدیث نے چون و چرا کی ہے۔ واللہ اعلم۔

۹۸۔ وعن ابن عمر قال سمعت رسول الله

مَنْ لِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَكَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ فِي أُمِّي

خَسَفٌ وَمَسْمُومٌ ذَلِكَ فِي الْمَكْذِبِينَ بِالْقَدَرِ

رواہ ابو داؤد و روی الترمذی خواہ

میرا امت میں زمین میں دھسا اور شکلوں کا بگڑنا واقع ہوگا۔

اور یہ تقدیر کو جھٹلانے والوں میں ہوگا۔

شرح:۔ رو عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

انہوں نے کہا (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ (یکون فی امتی خسف ومسخ) میری امت میں خسف اور مسخ واقع ہوگا۔ خسف زمین میں دھنسا دینا۔ مسخ ایک شکل سے دوسری بدتر شکل میں تبدیل کر دینا۔ (وذلك في الكذابين بالقدر) اور یہ خسف و مسخ تقدیر کی تکتہ اور اس کا انکار کرنے والوں میں ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ قدر یہ اس فرقے کا نام ہے جو تقدیر کا منکر ہے۔ نہ کہ ان لوگوں کا نام ہے جو تقدیر کو ثابت مانتے ہیں۔ جیسا کہ تعصب کی بنا پر قدر یہ فرقہ کے لوگ ہم اہل سنت کے لیے کہتے ہیں یہ نام تمہارے لیے زیادہ مناسب و بہتر ہے۔ خذلہم اللہ تعالیٰ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی امتوں کی طرح اس امت میں بھی خسف و مسخ واقع ہوگا۔ ایک حدیث میں واضح طور پر آچکا ہے کہ یہ خسف و مسخ آخر زمانہ میں واقع ہوگا۔ جیسا کہ کتاب الفتن کے باب الملاحم میں آئے گا۔ اور کچھ علماء نے یہ تاویل کی ہے۔ کہ اگر اس امت میں خسف و مسخ واقع ہوتا ہوتا تو اس فرقہ قدر یہ میں واقع ہوتا۔ واللہ اعلم۔

۹۹۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَدَرِيَّةُ مَجُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِنْ مَرِضُوا فَلَا تَعُوذُوهُمْ وَإِنْ مَاتُوا فَلَا تَشْهَدُوهُمْ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدر یہ فرقہ کے لوگ اس امت کے مجوسی ہیں جب وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی بیماری پر سی نہ کرو اور جب مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

شرح: وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذا الامۃ ان مرضوا فلا تعوذوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم ورواہ احمد وابو داؤد

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرقہ قدر یہ کے لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اس امت کے مجوسی ہیں۔ یعنی ملت اسلام میں ان کا حال اور اعتقاد مجوسیوں کے حال و اعتقاد کے مشابہ ہے جو بہت سے خداؤں کے قائل ہیں۔ اور دو قادر تسلیم کرتے ہیں۔ ایک کو نیندان اور دوسرے کو ابرمن کہتے ہیں۔ ایک خالق خیر اور دوسرا خالق شر ہے۔ بعض علماء نے قدر یہ کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ قدر یہ کا حال مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے لاتعداد شریک ثابت کرتے ہیں۔

ان مرضوا فلا تعوذوہم اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو ان کی بیماری پر سی نہ جاؤ روانہ مافلا تشہدوہم اور اگر مر جائیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ یعنی ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ یعنی ان کی زندگی اور

موت کی کسی حالت میں ان کے بارے میں حقوقِ اسلامی کی رعایت اور لحاظ نہ کرو۔

۱۰۰۔ وَعَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ وَلَا تُفَاخِرُوهُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرین تقدیر کے ساتھ نہ تو مجلس کرو اور نہ ان کو اپنا حاکم بناؤ۔

شرح :- (روعن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجالسوا اهل القدر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منکرین تقدیر کی مجلس نہ کرو۔ (ولا تفاخروهم) اور نہ انہیں اپنا حاکم بناؤ۔ تفاخروا فتح بمعنی حکم سے مشتق ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے) میں فتح بمعنی حکم آیا ہے۔ حاکم کو فاتح کہتے ہیں اسم قتلح کی تفسیر میں جو اسماء حسنی میں سے ہے۔ ملاؤ نے یوں کہا ہے لوگوں کے لیے رزق و رحمت کے دروازے کھولنے والا۔ اور ان کے درمیان حکم و فیصلہ کرنے والا۔

بعض نے تفاخر سے ان سے مجاہدہ و مناظرہ اور ان کے اعتقاد میں بحث و نزاع میں پہل کرنا مراد لیا ہے یعنی تم ان سے بحث و مناظرہ کی ابتداء نہ کرو۔ کہ اس سے ٹکڑک و شبہات کو انگلیخت ملتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفظ و سلامتی متعصب اہل بدعت کے ساتھ جو انسان کے عقیدے کو نقصان پہنچاتے ہیں، مجاہدہ و مناظرہ نہ کرنے میں ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان سے گفتگو کرنے میں مبتلا نہ کرو۔ اور نہ ان سے عندہ پیشانی سے پیش آؤ۔ یہ معنی حضور علیہ السلام کے قول مبارک لَا تُجَالِسُوا أَهْلَ الْقَدَرِ کے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس میں شدت و سختی سے ان کی مجلس اور ان سے دوستی کرنے سے روکا گیا ہے۔ خصوصاً ان سے بحث و جدال اور قیل و قال کرنے سے۔

۱۰۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةٌ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَكَعَنَهُمُ اللَّهُ وَكُلُّ نَبِيٍّ يُجَابِبُهُ النَّاسُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَالْمُسْلِمُ بِالْجَبَرُوتِ يُعِزُّ مَنْ أَدْلَهُ اللَّهُ وَيُذِلُّ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ وَالْمُسْتَحِيلُ لِحَرَمِ اللَّهِ وَالْمُسْتَحِيلُ مِنْ عَتْرِتِي مَا حَرَّمَ اللَّهُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ کسی نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ اور اللہ نے اہل ہر مقبول الدعا میں نے لعنت کی ہے۔ ان کی کتاب میں اپنی طرف سے کچھ بڑھانے والا۔ ان کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ جبر کے ساتھ اقتدار پر قبضہ کرنے والا تاکہ جسے اللہ نے ذلیل کیا ہے وہ اسے عزت دے اور جسے اللہ نے عزت عطا کی ہے وہ اسے ذلیل کرے اور حرمِ شریعت کو حلال جانے والا۔ اور میری اولاد

وَالْتَّكَاثُرُ لُسْنِيَّ - رواه البيهقي في المدخل و رزين في كتابه -
 کے بارے میں جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اسے حلال جاننے والا۔
 اور میری سنت کا تارک۔

شرح :- (وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (رَسْتَهُ لَعْنَتُهُمْ) چھ شخص ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی ہے۔ (وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ) اور اللہ بھی ان پر لعنت کرے۔ اس ترجمہ کے مطابق یہ جملہ دعائیہ ہوگا۔ یا جب حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے ان پر لعنت کی ہے تو گویا کسی نے سوال کیا آپ نے ان پر کیوں لعنت کی ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیونکہ اللہ نے بھی ان پر لعنت کی ہے۔ اہل عرب اس طرح کے کلام کو کلام اتینافی کہتے ہیں۔ (وَلَعْنَتِي يَجَابُ) اور ہر مقبول الدعائیہ نے ان پر لعنت کی ہے یہ الگ جملہ ہے جو ان پر لعنت کے مضمون کی تاکید و تقریر کے لیے لایا گیا ہے۔

(الزائد في كتاب الله) ان چھ افراد میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی کتاب میں کچھ بڑھانے والا ہو۔
 یعنی اس میں ایسی چیز کا اضافہ کرنے والا جو اس میں نہ ہو۔ یا اس کے لفظ یا معنی میں تحریف کرنے والا۔ جیسا کہ اہل کتاب نے کیا۔ پس کتاب اللہ سے جنس کتاب مراد ہوگی قرآن ہو یا دوسری آسمانی کتاب۔ بعض علماء فرماتے ہیں ممکن ہے کہ کتاب اللہ سے اس کا حکم مراد ہو۔ اور کتاب سے حکم مراد لینا درست اور شائع و عام ہے۔ جس طرح کُتِبَ بمعنی فُرِضَ آتا ہے۔
 (وَالْمَكْذِبُ بِقَدَرِ اللَّهِ) دوسرا وہ شخص ہے کہ تقدیر الہی کو جھٹلاتا۔ اور اس کا انکار کرتا ہے جیسا کہ فرقہ قدریہ۔
 (وَالْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوتِ) تیسرا وہ شخص جو ازراہ عظمت و تکبر لوگوں پر تسلط اور قہر و غلبہ حاصل کرے۔ (يُعْزِزُ مَنْ أَدْلَهُ اللَّهُ) تاکہ جسے اللہ نے ذلیل و خوار کیا ہے اسے عزت و مرتبہ عطا کرے۔ (وَيَذِلُّ مَنْ أَعَزَّهُ اللَّهُ) اور جسے اللہ نے عزت و شان عطا کی ہے اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس سے ظالم سلاطین و امراء مراد ہیں جو خواہش نفس اور ظلم و جور کے تحت کفار و فاسق اور جملہ کو عزیز جانتے ہیں، اور اہل اسلام، صلحاء اور علماء کو ذلیل و خوار جانتے ہیں۔
 (وَالْمُسْتَعْدُّ لِحُرْمِ اللَّهِ) چوتھا شخص اللہ تعالیٰ کے حرم مکہ کو حلال جاننے والا۔ مکہ اور اس کے ارد گرد معین جگہ کو حرم اور اس سے باہر کے علاقے کو حل کہتے ہیں۔ حل بکسر حاء۔ حدود حرم کاموں میں جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔
 جیسا کہ شکار کرنا۔ درخت کا ٹٹا وغیرہ انہیں حلال جاننے والے کو مستحل کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں حُرْمِ اللَّهِ کا لفظ آیا ہے۔
 حُرْمِ حرمہ کی جمع۔ یعنی ان چیزوں کو حلال جاننے والا جو حرام ہیں۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے حُرْمِ پڑھنا غلط و تصحیف ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی روایت ہے جنہیں علم روایت میں مہارت نہیں۔ یعنی ان کی یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بلکہ انہوں نے اپنے قیاس سے حُرْمُ اللہ کو حُرْمِ اللہ بنا دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(وَالسَّحَلُ مِنْ عَتَقٍ مَا حَرَّمَ اللَّهُ) انچواں وہ شخص جو میری اولاد میری قوم و قبیلہ اور میرے اہل و عیال کے ساتھ وہ کچھ حلال جانے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں کرنا حرام قرار دیا ہے یعنی انہیں تکلیف دے۔ ان کی تعظیم نہ کرے۔ اور ان کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے۔ اگرچہ ہر قسم کے حرام کو حلال جاننا زبردستی کا مستحق بنا دیتا ہے۔ چاہے خدا تعالیٰ و تقدس کے حرم شریف سے تعلق رکھتا ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سے یا اور چیزوں سے لیکن حضور علیہ السلام کی عزت سے متعلق حرام شدہ امور کو حلال جانتا نہایت سخت اور بُرا ہے۔ اس لیے زیادہ اہتمام، حرام سمجھنے کی زیادہ تاکید اور زیادہ شرف اور حق و تعظیم اور حرمت کا بہت زیادہ خیال رکھنے کے لیے خصوصیت سے اس کی وصیت فرمائی۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَنْ عَتَقَ مِنْ بَيَانِهِ ہے۔ یعنی جو شخص میری اولاد اور میرے اہل قرابت میں سے کسی چیز کو حلال جانے گا وہ عتاب اور سزا کا زیادہ مستحق ہوگا۔ کہ جسے میرا شرف و فرزند حاصل ہو اور میرے ساتھ تعلق قرابت ہونے کے باوجود حرام کاموں کا مرتکب ہو۔ تو وہ سخت گرفت اور سزا کا مستوجب ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندراج مطہرات کے بارے میں آیا ہے کہ اے پیغمبر کی بیویوں تم میں جو بھی فحش کام اور بدکاری کا ارتکاب کرے گی اسے دُکھا عذاب ہوگا۔ اس میں شرفاء و سادات کرام کو تنبیہ ہے کہ محرمات کے قریب نہ جائیں اور نا فرمانی اختیار نہ کریں۔ اور عزت سیادت کا پردہ چاک نہ کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے تعلق کے غیر مناسب کسی فعل کے مرتکب نہ ہوں۔ اور حضور علیہ السلام کے ساتھ رشتہ داری سے مفرد اور دھوکے میں نہ آئیں۔ بیبت

شرے از روئے خوب خویش بدار کہ بدایاں روئے کار زشت کنی

عجب جمیل و جلیل عجب یلح و صیبحی دے چہ سوز کہ قدر جمال خویش ندانی

تجھے اپنے خوبصورت چہرے سے شرم آنی چاہیئے۔ کہ ایسا چہرہ رکھتے ہو سٹے ایسے بُرے کام کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تو عجیب جمیل و جلیل اور عجیب خوبصورت و صاحب جمال ہے۔ لیکن اس کا کیا فائدہ اگر تو اپنے جمال کی قدر نہ کرے۔

(وَالْتَارَكَ لِسُنَّتِي) جیسا شخص وہ ہے۔ جو میری سنت کا تارک اور بدعت اختیار کرنے والا ہے۔ ترک سنت اگر اسے بلکا جاننے اس کی اہانت اور اسے کچھ نہ سمجھنے کی بنا پر ہو تو کفر ہے۔ اس مفہوم کے مطابق لعنت اپنے حقیقی معنی پر محمول ہوگی۔ اور اگر اس میں سلسل کو تاہی اور سستی اور معصیت کے ارتکاب کی بنا پر ہو تو لعنت زجر، شدت اور مقام

قرب و عزت سے دور ہونے پر محمول ہوگی۔ اور اگر کبھی کبھار سنت چھوٹ جائے تو معصیت میں شمار نہ ہوگی۔ اور
محرمات وغیرہ کو حلال جاننے میں بھی یہی تفصیل ہے۔ وباللہ التوفیق۔ اس حدیث کو بیہقی نے مدخل میں جو اس کی کتاب
کا نام ہے اور امام رزین نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے۔

۱۰۲۔ وَعَنْ مَطَرِ بْنِ عَكَاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَضَى اللَّهُ
رَبْعُ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا
حَاجَةً۔ (رواہ احمد والترمذی)

اور حضرت مطرب بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے متعلق یہ
فیصلہ کرتا ہے کہ اسے فلاں زمین میں موت آئے۔ تو اس کے لیے
اس زمین کی طرف کوئی کام پیدا کر دیتا ہے۔

شرح:- (وعن مطرب بن عکاس) رضی اللہ عنہ عکاس بضم عین و تخفیف کاف و کسریم و سین مملہ۔ آپ
کو شرف صحابیت حاصل ہے۔ آپ کا شمار کوفیوں میں ہوتا ہے۔ آپ سے صرف یہی ایک حدیث مروی ہے۔ بعض
محدثین نے کہا ہے آپ کے صحابی ہونے کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ ان مطرب بن عکاس سے روایت ہے۔ (قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (إذا قضی اللہ بعبدا ان یموت بارض)
جب اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ فلاں بندے کی موت فلاں زمین میں واقع ہو۔ (جعل لہ الیہا حاجۃ) تو اس بندے
کا کام اس زمین کی طرف پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کام کے پیچھے وہ بندہ اس زمین میں جائے۔ اور وہیں اس کی موت آ
جائے۔ بیت

نیکویش میروم با صد ہزار محنت وزاری

نمیدانم کہ روزی میدماند یا اجل مارا

۱۰۳۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ ذَرَارِي الْمُؤْمِنِينَ قَالَ مِنْ آبَائِهِمْ۔
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ
بِمَا كَانُوا عَامِلِينَ قُلْتُ قُلْتُ ذَرَارِي الْأَشْرَكِينَ قَالَ
مِنْ آبَائِهِمْ قُلْتُ بِلَا عَمَلٍ قَالَ اللَّهُ بِمَا
كَانُوا عَامِلِينَ۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کتنی ہیں میں
نے دریافت کیا یا رسول اللہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے جو فوت
ہو جاتے ہیں ان کا کیا حال ہے۔ جنت میں ہیں یا دوزخ میں فرمایا
ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا ہے۔ میں نے عرض کیا بغیر عمل
کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ بنزد جانتا ہے جو انہوں نے عمل کئے تھے۔
میں نے عرض کیا مشہ کہ۔ کیا نابالغ بولہ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ بھی
اپنے باپوں کے تابع ہیں میں نے عرض کیا بغیر عمل کے ہی فرمایا اللہ تعالیٰ

رواہ ابو داود

بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے۔

شرح: (سرد عن عائشة) رضی اللہ عنہا۔ (قالت قلت) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ ذراری المسلمین) مسلمانوں کے مردہ بچوں کا کیا حال ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (ذراری ذریت کی جمع ہے جس طرح براری بریت کی جمع ہے۔) (قال من ابائہم) فرمایا وہ اپنے باپوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کا حکم وہی ہے جو ان کے باپوں کا حکم ہے۔ کہ جنت میں ان کے ساتھ ہونگے (فقلت) میں نے کہا۔ (یا رسول اللہ بلا عمل) یا رسول اللہ عمل کے بغیر ہی بہشت میں جائیں گے۔ یعنی انہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا تو جنت میں کس طرح جائیں گے (قال اللہ اعلم بما کا نوا عاملین) فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے یہ قضا و قدر الہی کی طرف اشارہ ہے۔ جب حضرت عائشہ نے تعجب کیا کہ عمل کے بغیر ہی وہ جنت میں کیسے جائیں گے۔ فرمایا تعجب نہ کر کہ اگرچہ ان بچوں کا بالفعل کوئی عمل خیر نہیں ہے مگر ممکن ہے تقدیر الہی میں ان کا کوئی عمل ہو۔ اور اس کے مطابق تقدیر الہی جاری ہو چکی ہو۔ (قلت) میں نے کہا۔ (ذراری المشرکین) مشرکین کے بچوں کا کیا حکم ہے۔ (قال من ابائہم) فرمایا وہ بھی اپنے باپوں سے اور ان کے حکم میں ہیں۔ (قلت بلا عمل قال اللہ اعلم بما کا نوا عاملین) فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو انہوں نے عمل کرنے تھے اس جملے پر مفصل کلام گزشتہ ایک حدیث کی شرح میں گزر چکا ہے۔

۱۰۴۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاثِدَةُ وَالْمَوْدَةُ فِي النَّارِ (رواه ابو داود)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ درگور کرنے والی عورت اور زندہ درگور کی لڑکی دونوں دوزخ میں جائیں گی۔

شرح: (وعن ابن مسعود) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) (الواثدۃ والمودۃ فی النار) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے فرزند کو زندہ درگور کرنے والی عورت۔ اور یہ کام اکثر عورتیں کرتی تھیں۔ مودۃ۔ زندہ درگور کی لڑکی۔ اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ زندہ درگور کرنے والی عورت کا اس کے کفر کی وجہ سے دوزخی ہونا تو درست ہے۔ لیکن زندہ درگور کی لڑکی جو نابالغ ہے اور اس نے کوئی گناہ نہیں کیا نہ کفر اختیار کیا۔ کیوں دوزخ میں جائے گی۔ اس اشکال کے جواب میں علماء متعدد تو جہات بیان کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ایک تو جیہ یہ ہے کہ

زندہ درگور کی لڑکی اطفال مشرکین میں سے ہونے کی بنا پر دوزخی ہے۔ اس کا دوزخ میں جانا قضاء و قدر کے حکم کے تحت ہے۔ جیسا کہ یہ مضمون دوسری احادیث میں آچکا ہے۔ اسی اعتبار سے صاحب مصابیح نے یہ حدیث اس باب میں درج کی ہے۔ اور جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ اطفال مشرکین دوزخ میں نہ جائیں گے وہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ دائدہ سے دایہ اور مودودہ سے اس لڑکی کی ماں مراد ہے۔ اور مودودہ سے مودودہ لہا یعنی جس کی لڑکی کو زندہ درگور کیا گیا وہ مراد ہے۔ کیوں کہ ماں کے حکم سے دائی لڑکیوں کو زندہ درگور کرتی تھی۔ بعض علماء کرام نے فرمایا ہے یہ حکم خاص دائدہ اور مودودہ سے متعلق ہے۔ اور یہ حکم عالم غیب میں سے ہے۔ دوسروں کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ اور یہ حضرت خضر کے غلام کی طرح ہے۔ اور ایک توجہ یہ ہو سکتی ہے مودودہ سے ایسی لڑکی مراد ہو جو حد بلوغ کو پہنچ کر کفر اختیار کر چکی ہو۔ تاہم مختصر یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکی جس پر یقین و جزم کیا جاسکے۔ اور صحیح مذہب توقف ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

۱۰۵۔ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ فَزَعَرَا إِلَى كُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِهِ مِّنْ خَمْسٍ مِّنْ أَجَلِهِ وَعَمَلِهِ مَضْجَعُهُ وَآثَرُهُ وَرِزْقُهُ۔
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کے ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے۔ اس کی اجل سے اس کے عمل سے اس کی جائے۔ ہائش سے۔ اس کی حرکات و سکنات سے اور اس کے رزق سے۔ (رواہ احمد)

شرح: (عن ابی الدرداء) رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل فرغ الی کل عبد من خلقه من خمس) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عزوجل اپنی مخلوقات میں اپنے ہر بندے کی پانچ چیزوں سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر اس کے ہر بندے کی پانچ چیزوں کے متعلق مکمل ہو چکی ہے۔ اور جب کہ فراغت اللہ عزوجل کے لیے، محال اور ناممکن ہے۔ اس لیے اس سے اس کی تقدیر میں کسی قسم کی تبدیلی کا نہ ہونا مراد ہے۔ صراح میں فراغ بمعنی کسی کام سے فارغ ہو جانا۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے وہ پانچ چیزیں بیان فرمائیں۔

(من اجله وعمله ومضجعه واثره ورتقه) فارغ ہو چکا ہے اپنے ہر بندے کی اجل سے۔ اور مقرر کر چکا ہے کہ اس کی مدت عمر کتنی ہے۔ اور ہر بندے کے عمل سے فارغ ہو چکا ہے۔ کہ نیک اور بُرے کیا کیا کام کرے گا۔ اور ہر بندے کے مضجع سے فارغ ہو چکا ہے۔ مضجع بفتح جیم۔ لغت میں اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر بندہ اپنا پہلو رکھتا ہے۔ یہاں سکونت اختیار کرنے کی جگہ مراد ہے۔ اثر سے حرکت مراد ہے یا انزل میں ہی تمام بندوں کی حرکات و سکنات مقرر ہو چکی ہیں۔ یا مضجع سے موت کی جگہ اور اثر سے حالت زندگی میں اس کی نقل و حرکت مراد ہے۔ یا مضجع سے اس کا مقیم ہونا اور اثر بمعنی نشان یا سے اس کا سفر اختیار کرنا مراد ہے۔ رزق سے وہ تمام چیزیں مراد ہیں جن سے بندہ نفع اور فائدہ اٹھاتا ہے۔

۱۰۶۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَكَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقَدْرِ سُئِلَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ لَوْ يَتَكَلَّمُ فِيهِ لَرُئِيَ أَلَعَنَهُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص مسئلہ تقدیر میں مقوڑی سی گفتگو بھی کرے گا قیامت کے دن اس سے اس کا سوال ہو گا اور جس نے اس کے بارے میں گفتگو نہ کی ہو گی اس سے سوال نہ ہو گا۔

شرح :- (وعن عائشة) رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے موقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتی ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (يقول) فرماتے تھے۔ (ومن تكلم في شيء من القدر) جو شخص بھی مسائل و احکام قضا و قدر میں کچھ بھی گفتگو اور بحث کرتا ہے۔ (سئل عنه يوم القيمة) اس سے اس گفتگو اور بحث کے متعلق قیامت کے دن سوال ہو گا۔ (ومن لو يتكلم فيه لرئى) لو سے اور جو اس میں بحث و گفتگو نہ کرے گا اس سے سوال نہ ہو گا۔ حضور علیہ السلام کے اس کلام مبارک سے مقصود مسئلہ قضا و قدر سے غور و خوض کرنے اور اسے چھیڑنے سے ڈانٹا اور منع کرنا ہے یعنی اس مسئلہ میں بحث و گفتگو کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اس گفتگو کا یہ نقصان ضرور ہے کہ قیامت کے روز باز پرس ہو گی اور عتاب نازل ہو گا۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ بلا چون و چرا اس پر ایمان لائیں۔ اور بحث و گفتگو سے خاموشی اختیار کریں۔ اور عمل میں مشغول ہوں اور اسے نہ کریدیں کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

۱۰۷۔ وَعَنْ ابْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ آتَيْتُ أَبَتَ بَنِي كَعْبٍ فَقُلْتُ لَهُ قَدْ وَقَعَ رَفِيفِي مِنْ

ابن دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ابی بن کعب کے پاس آیا۔ اور ان سے کہا میرے دل میں تقدیر کے

الْقَدَرِ فَقَدْ شَقَّ لَعَلَّ اللَّهُ أَنْ يَذْهَبَ
مِنْ قَلْبِي فَقَالَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَذَّبَ
أَهْلَ سَمَوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ عَذَابَهُمْ
وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ وَلَوْ رَحِمَهُمْ كَانَتْ
رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ
انْفَقَتْ مِثْلُ أَحَدِ ذَهَبًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ مَا
قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ وَتَعْلَمَ
أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يُكُنْ بِإِصْبِكَ وَلَوْ
مِثَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ قَالَ
ثُمَّ أَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ فَقَالَ
مِثْلُ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ أَتَيْتُ حُذَيْفَةَ
بْنَ الْيَمَانِ فَقَالَ مِثْلُ ذَلِكَ ثُمَّ
أَتَيْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَحَدَّثَنِي
عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِثْلَ ذَلِكَ - رواه أحمد و

ابوداؤد و ابن ماجہ

متعلق کچھ دوسرے آتے ہیں۔ آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں شاید
(اس طرح) اللہ تعالیٰ میرے دل سے وہ دوسرے نکال دے
تو حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ عزوجل تمام آسمانوں اور
زمینوں کی مخلوق کو عذاب میں مبتلا کرتا تو وہ انہیں اس عذاب
میں مبتلا کرتے میں ظالم نہ ہوتا۔ اور اگر وہ ان پر رحمت کرتا تو
اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اور اگر تو احد پہاڑ
کے برابر اللہ کی راہ میں سونا بھی خرچ کر دے تو اللہ اسے قبول نہ
کرے گا جب تک کہ تو تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ اور جب تک کہ
تو یہ یقین نہ رکھے کہ جو مصیبت تجھے پہنچی ہے وہ تجھ سے ملنے
والی نہ تھی اور جو چیز تجھے نہیں ملی وہ تجھے ملی ہی نہ سکتی تھی۔ اگر
تو اس عقیدے کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مڑے گا تو ذرخ میں
جائے گا۔ ابن دہلی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود
کے پاس آیا تو انہوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ابن دہلی کہتے ہیں
پھر میں حضرت حذیفہ بن الیمان کے پاس آیا انہوں نے بھی ایسا
ہی فرمایا پھر میں زید بن ثابت کے پاس آیا تو انہوں نے بھی حضور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی حدیث بیان فرمائی۔

شرح :- (روعن ابن الدیلہی قال) ابن دہلی سے روایت ہے جو تابعین میں سے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا
(راتیت ابن کعب) میں ابی بن کعب کے پاس آیا۔ جو علماء اور اہل صحابہ کرام میں سے تھے۔ (فقدت لہ) اور
ان سے کہا۔ (قد وقع فی نفسی شئ من القدر) کہ بیشک میرے دل میں قضا و قدر کے متعلق شک و شبہ واقع ہوتا ہے۔ کہ
اگر سب کچھ قضا و قدر الہی سے ہے تو پھر امر و نہی کس لیے ہے اور ثواب و عذاب کا کیا معنی۔ اور آپ نے فی نفسی کے لفظ
سے اس طرف اشارہ کیا کہ یہ شک و شبہ دوسرے اور القاء نفس کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (فحدثنی) تو مجھے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان فرمائیں یا اپنے پاس سے کوئی بات بیان کریں (لعد اللہ ان ینذہبہ من قلبی) شاید
اللہ تعالیٰ وہ شک و شبہ میرے دل سے دور کر دے۔ (فقال) تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایسی بات بیان

کی جس سے میرا شک و شبہ دور ہو گیا اور میں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عذاب دینے اور ان کا مواخذہ کرنے کو بعید خیال کرنا تھا اس کا ازالہ بھی ہو گیا۔ حضرت ابی بن کعب نے بیان کیا کہ اللہ جل و علا مالک الملک علی الاطلاق ہے سب اس کے مملوک ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور مالک اپنی ملکیت کی چیزوں میں جس قسم کا تصرف کرتا ہے وہ ظلم نہیں کہلا سکتا۔ اور انہوں نے کہا ان لو ان اللہ عزوجل عذاب اہل سموات و اہل ارضہ کہ اگر اللہ عزوجل اپنے تمام اہل سموات اور تمام اہل زمین کو عذاب دیتا (عذابہم و هو غیر ظالم لہم) تو انہیں عذاب دینے میں ظالم نہ ہوتا۔ اور اس کے لیے انہیں عذاب دینا روا اور جائز نہ ہوتا۔ (ولو رحمہم کانت رحمۃ خیر الہم من اعمالہم) اور اگر انہیں اپنی رحمت سے نوازتا تو اس کی رحمت ان کے لیے ان کے اعمال سے بہتر ہوتی۔ اس کے بعد اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ تمام کائنات کے متعلق عموماً اور انسان کے حالات نفس کے متعلق خصوصاً تقدیر الہی پر ایمان رکھنا واجبات اور ضروریات دین میں سے ہے۔ اور اس ایمان و اعتقاد کے برابر کوئی عمل نہیں ہو سکتا اگرچہ قدرت بشر سے بڑھ کر کوئی عظیم عمل ہی کیوں نہ ہو۔ اور یہ ایمان و عقیدہ جتنی ہونے کے لیے شرط ہے۔ چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا (لو انفقت مثل احد ذہبا فی سبیل اللہ) اور اگر تو راہ خدا میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے (ما قبلہ اللہ منک) اللہ اسے تجھ سے قبول نہ کرے گا۔ (حتی تو من بالقدیر جب تک کہ تو قضا و قدر پر ایمان نہ لائے۔) (وتعلم ان ما امابک لم یکن یخطئک) اور یہ بھی یقین رکھے کہ جو کچھ تجھے پہنچا ہے۔ وہ ہر صورت تجھے پہنچ کر رہتا تھا۔ (وان ما اخطا لک لہر یکن یصیبک) اور تجھے اس بات کا بھی علم و یقین ہو کہ جو کچھ تجھ سے چھوٹ گیا ہے اور جو تجھے نہیں پہنچا وہ تجھے پہنچنے والا ہی نہ تھا۔ پس اگر کوئی چیز تجھے ملے تو یہ نہ کہہ کہ میری سعی و کوشش سے مجھے ملی ہے اور جو کچھ تجھے نہیں ملا اس کے متعلق یہ نہ کہہ کہ اگر میں سعی و کوشش کرتا تو مجھے مل جاتا۔ بلکہ تیرا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ کسی چیز کا ملنا نہ ملنا سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے۔

(و لو مت علی غیر ذالک لدخلت النار) اور اگر بالفرض تو تقدیر پر اس ایمان و عقیدے اور حال کے علاوہ کسی اور عقیدے پر مرے گا تو دوزخ میں جائے گا۔ (قال ثمراتیت عبد اللہ بن مسعود ابن الدیلی کہتے ہیں پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص مقرب صحابہ میں سے تھے اور جن کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کے لیے ہر چیز سے راہنی ہوں جس سے ابن مسعود راہنی ہے (فقال مثد ذالک) تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کی بات کی جو جیسی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ (قال ثمراتیت حدیثہ بن الیمان) ابن الدیلی نے کہا پھر میں حضرت حدلیفہ

بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب راز تھے۔ (فقال مثل ذالک) تو انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا (ثم اتیت زید بن ثابت) پھر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو عظاماء اور علماء صحابہ میں سے تھے۔ (فحدثنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) تو انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کی جو اسی مضمون کے مطابق تھی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جس کی نسبت حضرت ابی بن کعب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم نے حضور کی طرف نہ کی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کا رفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا۔ اور حضور علیہ السلام سے اس کی روایت کر دی۔

۱۰۸۔ وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ مَرْجُلًا ثَابِتَ عُمَرَ
فَقَالَ إِنَّا فُلَانًا يُقْرِئُ عَلَيْكَ السَّلَامَ فَقَالَ إِنَّمَا
بَلَغَنِي أَنَّكَ قَدْ أَحَدَثَ فَإِنْ كَانَ قَدْ أَحَدَثَ
فَلَا تُقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ فَإِنِّي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ
فِي أُمَّتِي أَوَّلِي هَذِهِ الْأُمَمِ خَسَفٌ وَ
مَسْعٌ أَوْ قَذْفٌ فِي أَهْلِ الْقُدْرِ - رواه
الترمذی داود ابن ماجہ قال الترمذی هذا
حديث حسن صحيح غريب

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ فلاں آدمی آپ
کو سلام کہتا ہے تو ابن عمر نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ فلاں شخص
نے (دین میں) نئی بات نکالی ہے اگر فی الواقع اس نے نئی بات
نکالی ہے تو میرا اسے سلام نہ کہنا کہ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے میری امت یا اس
امت میں زمین میں دھنستا یا صورتوں کا بگڑنا یا آسمان سے
پتھروں کی بارش ہوگی تقدیر کا انکار کرنے والوں پر۔

شرح :- (وعن نافع ان رجلا قال ابن عمر) حضرت نافع سے روایت ہے جو ابن عمر کے آزاد کردہ غلام
ثقف، کثیر الحدیث اور قبیلہ دلم سے ہیں۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ وہ عرب سے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما کے پاس آیا۔ (فقال) اور حضرت ابن عمر سے کہا۔ (ان فُلَانًا يُقْرِئُ عَلَيْكَ السَّلَامَ) کہ فلاں نام کا آدمی
جس نے قدری مذہب ایجاد کیا اور لوگوں میں اس بدعت کو رواج دیا، آپ کو سلام کہتا ہے۔ عربی زبان میں ایسا ہی استعما
مہوتا ہے کہ فلاں نے فلاں کو یا فلاں پر سلام پڑھایا ہے۔ مراد یہی ہوتی ہے کہ سلام کیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے سلام کہا تو
دوسرے نے جواب میں سلام کہا تو یہ کہنا درست ہوا کہ اس نے فلاں کو سلام پڑھایا ہے۔ (فقال) تو حضرت ابن عمر رضی
اللہ عنہما نے کہا۔ (انہ قد بلغنی انہ قد احدث) بیشک بات یہ ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اس آدمی نے دین میں

نئی بات نکالی ہے اور احداث فی الدین کا مرتکب ہوا ہے۔ یعنی تقدیر کی تکذیب اور اس کا انکار کیا ہے۔ (رفان کان قد احدث) اگر فی الواقع اس نے یہ احداث کیا ہے اور یہ بدعت نکالی ہے۔ (فلا تقروہ معی السلام) تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔ (فافی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول) کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ۔ (یکون فی امتی) ہوگا میری امت میں (راوی فی ہذا الامۃ) یا اس امت میں یہ راوی کا شک ہے کہ حضور نے فی امتی کہا یا فی ہذا الامۃ کہا۔ (رخصت و مسخ اوقدت) زمین میں دھنسا، یا ان کی صورتوں کا بگڑنا یا آسمان سے پتھروں کی بارش۔ (فی اہل القدس اہل تقدیر میں)۔ یعنی ان لوگوں میں جو تقدیر کا انکار کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدعت کا ظہور اور اس بدعت کا حدوث صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آخری دور میں ہوا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اس عبارت کی تحقیق اور ایک ہی حدیث میں ان صفات کا جمع ہونا مقدمہ کتاب میں وضاحت سے بیان ہو گیا ہے۔

۱۰۹۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَدِيجَةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَلَدَيْنِ مَا تَالِهَا فِي نَجْمِهَا مِثْلَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَا فِي النَّارِ قَالَ قُلْنَا رَأَى الْكَوَاكِبَ فِي وَجْهِهَا قَالَ لَوْ رَأَيْتُ مَكَانَهُمَا لَا بَغُضْتُهُمَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَلَدِي مِنْكَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَآلَادَهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَإِنَّ الْمُشْرِكِينَ وَآلَادَهُمْ فِي النَّارِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان دو بچوں کے متعلق دریافت کیا جو جاہلیت میں مر گئے تھے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ حضرت علی کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے چہرہ مبارک پر سنا گواری کا اثر محسوس کیا تو فرمایا اگر تو ان دونوں کی جگہ دیکھ لیتی تو ان سے نفرت کرتی۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا ہے (کہاں ہے) فرمایا جنت میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنین اور ان کی اولاد جنت میں ہے۔ اور مشرکین اور ان کی اولاد دوزخ میں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ

شرح :- (وعن علی) رضی اللہ عنہ (قالت سألت خدیجہ) امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ولدین ما تالہا) فرمایا

فی الجاہلیۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو بچوں کے بارے میں دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے۔ اور حضور کی اولاد سے نہ تھے۔ کہ بہشت میں ہیں یا دوزخ میں۔ (فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہما فی النار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں۔ (قال) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ (فلما رای الکواہیۃ فی وجہہا) جب حضور نے حضرت خدیجہ کے چہرہ میں ناخوشی کا اثر دیکھا تو فرمایا لو رایت مکا غمہما لا بغضتہما) اگر تو ان دونوں کی جگہ اور ٹھکانا دیکھ لے جہاں وہ حقارت و خواری میں اللہ کی رحمت سے محروم ہو کر پڑے ہیں تو تو انہیں دشمن جانے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرے۔ اور لا بغضتہما کا لفظ لا بغضتہما کسرہ کو لبا کے تاکے بعد یا کے ساتھ بھی مروی ہے۔ یہ صیغہ اس شکل میں احادیث میں بہت جگہ آیا ہے۔

(فقال) حضرت خدیجہ نے کہا۔ (یا رسول اللہ فوالدی منک) یا رسول اللہ میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا ہے اس کا کیا حال ہے۔ ان کا نام عبد اللہ اور لقب طیب و طاہر تھا۔ یہ صاحبزادے ظہور اسلام کے ابتدائی ایام میں پیدا ہوئے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا وہ بچہ جو مجھ سے ہوا (فی الجنة) جنت میں ہے۔ (ثرت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ان المؤمنین واولادہم فی الجنة) مسلمان اور ان کے بچے جنت میں ہیں۔ (وان المشرکین واولادہم فی النار) اور مشرکین اور ان کے بچے دوزخ میں ہیں۔ (ثرت قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر بطور استشاد و دلیل کہ اولاد ماں باپ کے تابع ہے۔ نیز حضرت خدیجہ کا یہ وہم دور کرنے کے لیے کہ جب میں مسلمان ہوں تو میرے بچے بھی میرے ساتھ جنت میں ہوں گے، یہ آیت پڑھی۔ (والذین امنوا واتبعتہم) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد جس نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ (المحقناہم ذریتہم ہم ان کے ساتھ ان کی اولاد کو ملا دیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس کی پشت پر دست قدرت پھیرا۔ تو گر پڑا آپ کی پشت سے ہر آدمی جسے اس نے قیامت تک اس کی اولاد میں پیدا کرنا تھا اور پیدا کر دی ہر انسان کی دونوں آنکھوں کے سامنے نور کی ایک لاث۔ پھر انہیں آدم کے سامنے پیش کیا حضرت

۱۱۰۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَجَعَلَ بَيْنَ عَيْنِي كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ وَبَيْنَهَا مِنْ نُورٍ تُشْرَعُ عَرَضُهُمْ عَلَى آدَمَ فَقَالَ

اٰی رَبِّ مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ ذُرِّيَّتُكَ فَرَاى
رَجُلًا مِّنْهُمْ فَاَعْجَبَهُ وَبِیْضُ مَا بَيْنَ
عَیْنَيْهِ قَالَ رَبِّ مَنْ هٰذَا قَالَ دَاوُدُ فَقَالَ
اٰی رَبِّ كَمْ جَعَلْتَ عُمْرًا قَتَلَ سِتِّیْنَ
سَنَةً قَالَ رَبِّ زِدْهُ مِنْ عُمْرِیْ اَرْبَعِیْنَ
سَنَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اُنْقَضَىٰ عُمْرُ اٰدَمَ اِلَّا اَرْبَعِیْنَ
جَاءَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ فَقَالَ اَدُمُ اَوْ لَعْنَتُ
مِنْ عُمْرِیْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ اَوْ لَعْنَتُهَا
اَبْنُكَ دَاوُدُ فَجَحَدَ اٰدَمُ فَجَحَدَتْ
ذُرِّيَّتُهُ وَلَیْسَ اَدَمُ قَاكَل مِنَ الشَّجَرَةِ
فَنَسِیْتُ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطَا اَدَمُ وَخَطَا عَوْنُ
ذُرِّيَّتُهُ - (روا کا الترمذی)

آدم نے کہا اے میرے رب یہ کون ہیں فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔
تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا تو آپ کو اس کی دونوں
آنکھوں کے درمیان نور کی لاش اچھی لگی۔ کہا اے میرے رب
یہ کون ہے۔ فرمایا داود۔ حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے
اس کی کتنی عمر مقرر کی ہے فرمایا ساٹھ سال۔ کہا اے میرے رب میری
عمر میں سے چالیس سال اس کی عمر اور زیادہ کر دے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدم کی عمر ختم ہو گئی صرف چالیس سال باقی
رہ گئے تو آدم کے پاس ملک الموت آ گیا آدم نے کہا کیا میری عمر سے
ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ ملک الموت نے کہا آپ وہ اپنے
بیٹے داؤد کو نہیں دے چکے تو آدم نے انکار کیا تو اس کی اولاد بھی
انکار کرتی ہے۔ اور آدم بھول گئے اور درخت میں سے کھایا۔
تو اس کی اولاد بھی بھولتی ہے۔ اور آدم نے غلطی کی اور اس کی
اولاد بھی غلط کرتی ہے۔

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ ادم مسح ظہرہ
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا
تو اپنا دست قدرت اس کی پشت پر پھیرا یا اس فرشتے کو حکم دیا جو اس کام پر مقرر تھا کہ آدم کی پشت پر ہاتھ پھیرے۔
رفسقط عن ظہرہ کل نسمۃ تو گر پڑا آپ کی پشت سے ہر آدمی۔ (و هو خالقہا من ذریتہ الی یوم القیمۃ)
تو آدم کی پشت سے باہر آ پڑا ہر انسان جس کو اس نے اس کی اولاد سے قیامت تک پیدا کرنا تھا۔ نسم و نسمۃ بفتح
نون دسین یعنی آدمی، لوگ۔ یعنی اس طریقہ تو والد و ناسل کے مطابق جس قدر بھی آدم کی اولاد پیدا ہونی تھی۔ اور آپ
کی اولاد کی اولاد بھی سب کی سب ان کی پشتوں سے باہر آ گئی اور سب آدم کی ہی اولاد ہے۔ اسی لیے سب کی نسبت
آدم کی طرف کر دی۔ (و جعل بین حینی کل انسان منهم) اور انسانوں میں سے ہر انسان کی دو آنکھوں کے
درمیان کر دی رو بیضا من نور کی ایک لاش۔ رو بیض بفتح واو و کسر باء موحده اور صاد مملہ بمعنی چمکدھمک۔
رثم عرضہم علی آدم پھر انہیں آدم پر پیش کیا۔ (فقال) تو آدم نے کہا اے رب، اے میرے رب پروردگار

من مٹو لاء) یہ کون لوگ ہیں (قال ذریعۃ) فرمایا یہ تیری اولاد ہے۔ (فرمایا سہلا متعصا تو آدم نے ان میں ایک آدمی دیکھا۔ (رفا عجبه و بیص ما بین عینیہ) تو آدم کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی چمک و درخشندگی بہت اچھی لگی (فقال ای رب) عرض کی اے میرے رب (من هذا) یہ مرد کون ہے (قال داؤد) خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ داؤد پیغمبر ہے۔

یوشیدہ نہ رہے کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد کی دو آنکھوں کے ہی درمیان کی چمک و درخشندگی کے اچھا محسوس ہونے سے لازم نہیں آتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا نور اور اس کی چمک دمک بہت اکل و اجل بہت زیادہ اور اتم ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہاں ایک آن اور ایک گھڑی ہو جس میں حضرت آدم علیہ السلام کی نگاہ میں اس کی چمک دمک زیادہ محسوس ہوئی ہو۔ ورنہ یہ یقینی بات ہے کہ حضرت سید رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نور و لمعان سب سے زیادہ، تمام تر اور کامل تر ہے۔ نیز فضیلت کلی فضیلت جزئی کے منافی نہیں ہے۔

(فقال ای رب کما جعلت عسرا) آدم نے کہا اے میرے رب تو نے اس مرد کی عمر کتنی مقرر کی ہے۔

(قال ستین سنۃ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال۔ (قال) جب کہ حضرت آدم کو حضرت داؤد اچھے لگاؤ ان دوستی و محبت کا رابطہ پیدا ہو گیا تو حضرت آدم نے کہا (رب ذہ من عمری اربعین سنۃ) اے میرے

رب میری عمر سے چالیس سال لے کر اس کی عمر زیادہ کر دے تاکہ اس کی عمر پورے سو سال ہو جائے۔ (قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فلما انقضى عماما دام الا اربعین سنۃ) جب

آدم کی عمر پوری ہو گئی اور صرف چالیس سال باقی رہ گئے (مشہور یہ ہے کہ حضرت آدم کی عمر ایک ہزار سال تھی)۔ (جاءہ

ملك الموت) تو آپ کے پاس ملک الموت آگیا تاکہ آپ کی روح پاک قبض کرے۔ (فقال آدم اولعریق من

عمری اربعون سنۃ) حضرت آدم نے کہا کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ (فقال) ملک الموت

نے کہا۔ (اولم تعطها ابنک داؤد) آپ یہ بتایا چالیس اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے چکے۔ (فجعد آدم فجعہ

ذیتہ) تو آدم منکر ہو گئے اور ان کی اولاد میں بھی یہ صفت انکار پیدا ہو گئی۔ (و ذی ادم) اور جنتی درخت کا پھل

چکھنے کی نہی کو بھول گئے۔ (رفا کل من الشجرۃ) تو درخت سے کچھ کھا لیا (فنسبت ذیتہ) تو ان کی اولاد بھی بھولتی ہے

اور ان میں بھی فراموشی کی عادت پائی جاتی ہے۔ (و خطا آدم و خطاء ذریعہ) اور آدم سے خطا و اجتہادی واقع ہوئی

کہ انہوں نے درخت سے درخت معین سمجھ لیا تو ان کی اولاد بھی غلطی کی مرتکب ہوتی ہے۔ اور خطا نے ان میں بھی اپنا راستہ

نکال لیا ہے۔ یعنی انکار، نسیان اور خطا یہ تین صفات اصل میں آدم کے اندر تھیں ان سے سرایت کر کے ان کی اولاد میں بھی

آگئیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں سوال کیا گیا ہے کہ جو بات حضرت آدم کر چکے تھے (چالیس سال عمر دینا) اس کا انکار کیوں کیا کہ یہ تو جھوٹ ہے (اور انبیاء کرام اس سے پاک و منزہ ہوتے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ انکار اصل خلقت و جبلت اور طبیعت بشری کے اقتضا کے تحت تھا جو اللہ تعالیٰ انسان کے بڑھاپے میں پہنچنے پر اس میں عمر کی حرص ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے یثیب ابن ادم یثیب فیہ غصلتان الحدیث فرزند آدم بڑھتا ہوتا ہے تو دو چیزیں اس میں جو ان ہو جاتی ہیں۔ لہذا یہ انکار قصد و اختیار کے طور پر نہ تھا۔ اور بعض جبلتی طبعی احکام انبیاء علیہم السلام میں بھی باقی رکھے جاتے ہیں اور وہ ان سے منزہ نہیں ہوتے۔ اس کی مزید تحقیق اپنی جگہ میں کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۱۱۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

اور حضرت ابو الدرداء سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا جس وقت بھی پیدا کیا تو آپ کے دائیں کاندھے پر اپنا دست قدرت مارا تو آدم سے اس کی نورانی اولاد کو باہر نکالا جیسے چھوٹی سیل ہوتی ہیں۔ اور اس کے بائیں کاندھے پر اپنا دست قدرت مارا تو اس سے سیاہ رنگ کی اولاد باہر نکالی۔ جو کوٹلوں کی طرح سیاہ تھی۔ پھر جو اولاد اس کی دائیں جانب تھی اسے فرمایا جنت میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اور جو اس کے بائیں جانب تھی اسے فرمایا دوزخ میں جاؤ۔ اور مجھے کوئی پروا نہیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ حِينَ خَلَقَهُ فَضْرَبَ كَتِفَهُ الْيَمَنِيَّ فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ بَيْضَاءَ كَأَنَّهُمُ الذَّرُّ وَضْرَبَ كَتِفَهُ الْشِّمَالِيَّ فَأَخْرَجَ ذُرِّيَّتَهُ سَوْدَاءَ كَأَنَّهُمُ الْحُمَمُ فَقَالَ لِلَّذِي فِي يَمِينِهِ الْجَنَّةَ وَلَا أَبَاكَ لِلَّذِي فِي شِمَالِهِ النَّارَ وَلَا أَبَاكَ

(رواہ احمد)

شرح :- (وعن ابی الدرداء) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (خلق اللہ آدم حین خلقہ) اللہ نے آدم کو پیدا کیا جب پیدا کیا۔

(فضرب کتفہ الیمنی) تو آدم کے دائیں کاندھے پر اپنا دست قدرت مارا یا فرشتے کو ان کے دائیں کاندھے پر مار کا حکم دیا۔ (فأخرج ذریئہ بضاء) تو سفید رنگ کی اولاد باہر نکالی۔ (کأنهم الذر) گویا وہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ بعض نسخوں میں الذر کے بجائے الذر کا لفظ آیا ہے۔ بضم وال یعنی مروارید اس صورت میں یہ سفیدی کا بیان ہے۔ جس طرح اس کے مقابل کو حرم سے تشبیہ دی۔ پہلی روایت کے مطابق مقدار کا بیان ہوگا۔ (ووضرب کتفہ

الیسی) اور اس کے بائیں شانے پر مارا اور باخروج ذریعہ سودا) تو سیاہ رنگ کی اولاد نکالی۔ (کا نہم محمد) گویا وہ کوٹے میں (وقال للذی فی سینہ) پس دائیں جانب واسے گروہ کو فرمایا۔ (الی الجنة) اگر اولاد مخاطب تھی تو اس صورت میں معنی یہ ہو گا تم سب بہشت کو جاؤ۔ اور اگر ملائکہ مخاطب ہوں جن سے اس گروہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے تو معنی یہ ہو گا یہ گروہ جنت میں چلا جائے یا اس گروہ کو جنت میں لے جاؤ۔ (ولا ابالی) اور مجھے اس کی پروا نہیں کہ ان سے صدور عمل کے بغیر ہی ان کے جنتی ہونے کا حکم دے رہا ہوں۔ کیونکہ میں مالک اور متصرف علی الاطلاق ہوں۔ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ (وقال للذی فی کتفہ الیسی) بعض نسخوں میں فی کفہ کا لفظ آیا ہے۔ اور اس گروہ کو فرمایا جو بائیں شانے یا بائیں ہاتھ میں تھا، تم سب دوزخ کو جاؤ۔ (ولا ابالی) اور مجھے کچھ پروا نہیں میں جو چاہوں حکم دوں۔

۱۱۲۔ وَعَنْ أَبِي نَضْرَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ

أَبُو عَبْدِ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهِ أَصْحَابُهُ

يَعُودُونَهُ وَهُوَ يَكْفِي فَقَالُوا لَهُ مَا يُبْكِيكَ

أَلَمْ يَقُلْ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ خُذْ مِنْ شَارِبِكَ ثُمَّ اقْرَأْ حَتَّى

تَلْقَانِي قَالَ بَلَى وَلَكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ

قَبَضَ يَمِينَهُ قَبْضَةً فَأُخِي بِالْيَدِ الْآخِرَى

وَقَالَ هَذَا لِهَذَا وَهَذَا لِهَذَا وَلَا أَبَالِي

وَلَا دُونَِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا۔ (رواہ احمد)

اور حضرت ابو نضرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں اس کے دوست اس کی بیماری پر سی کے لیے اس کے پاس آئے اس وقت وہ ابو عبد اللہ سے کہتے دو ستروں نے اس سے کہا تو کہیں روتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے نہ کہا تھا کہ اپنی لمبی پست برکھنا پھر اس عمل پر قائم رہنا یہ سن کر کہ تو مجھ سے آگے فرمایا ہاں۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ نے اپنے عباد میں ہاتھ کی مٹھی بھری اور بائیں ہاتھ کی ایک مٹھی بھری۔ اور فرمایا یہ اس (جنت) کے لیے ہے اور یہ اس (دوزخ) کے لیے ہے۔ اور مجھے یہ علم نہیں کہ میں کس مٹھی میں ہوں۔

شرح:۔ (روعن ابی نضرۃ) نضرہ بفتح نون و سکون ضاد معجمہ ان کا نام منذر بن مالک ہے۔ تابعی ثقہ

میں۔ کثیر الحدیث ہیں۔ سنہ ہجری میں فوت ہوئے۔

ان ابو نضرہ سے روایت ہے۔ (ان رجلاً من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہ ابو عبد اللہ)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص جسے ابو عبد اللہ کہتے ہیں۔ (دخل علیہ اصحابہ) اس کے

پاس اس کے دوست آئے۔ (يعودونہ) اس کی بیمار پرہی کے لیے (وہو یبکی) اس وقت وہ رو رہے تھے۔ (فقالوالہ ما بیک) تو کیوں رو رہا ہے۔ (العریقلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذ من شاربک) کیا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا اپنی لبیں پست اور کوتاہ رکھنا پھر انہیں اسی حالت پر برقرار رکھنا لمبی نہ ہونے دینا ہمیشہ اس عمل پر قائم رہنا۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے حوض کوثر پر یا جنت میں یا عرشا قیامت میں سے کسی جگہ ملاقات کرے۔ یعنی تو کیوں رو رہا ہے حالانکہ تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ملاقات کی بشارت دی ہے اور یہ بشارت اسلام پر موت کے بغیر کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتی۔ (قال بلی) ابو عبید اللہ نے کہا ہاں حضور نے فرمایا تھا اور بشارت دی تھی۔ (ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعول) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ان اللہ عزوجل قبض بیمنہ قبضۃ) بیشک اللہ عزوجل نے اپنی قدرت کے دست راست سے انسانوں کی جماعت کی مٹھی بھری۔ اور ایک دوسری جماعت کی اپنے بائیں دست قدرت سے مٹھی بھری۔ (قال) اور فرمایا (ہذا لہذا و ہذا لہذا) یہ مٹھی اور یہ جماعت جو دائیں ہاتھ میں ہے، جنت کے لیے ہے۔ اور یہ دوسری جماعت جو بائیں ہاتھ میں ہے دوزخ کے لیے ہے۔ (ولابی) اور مجھے کوئی باک اور پروا نہیں۔ (ولادری فی ای القبطینانا) اور میں نہیں جانتا کہ بیٹھیوں میں سے میں کونسی میں ہوں۔ یعنی اگرچہ حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مجھے ایمان کی سلامتی اور جنت میں داخل ہونے کی بشارت مل چکی ہے تاہم خدا تعالیٰ بے نیاز ذات اور قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس نے فرمایا ہے میں جسے چاہوں جنت میں داخل کر دوں اور جسے چاہوں دوزخ میں ڈالوں، مجھے کسی کی پروا نہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ یہ کہے تو نے ایسا کیوں کیا ہے۔ یہ خوف اور ڈر دل سے نہیں جاتا اور یہی گریے کا سبب ہے۔

بعض عارفین نے کہا ہے اگرچہ بتقا ضائے صدق وعدہ اور شائع علیہ السلام کی بشارت سے امن و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے لیکن لا ابالی (مجھے پروا نہیں) کا خوف سینے سے باہر قدم نہیں رکھتا۔ بشارت مل جانے کے باوجود صحابہ کرام کی آرزوئیں اسی حال پر رہتی تھیں اور وہ یا کیت کذا یا کیت کذا (کاش ایسا ہوتا کاش ایسا ہوتا) کہتے تھے۔ ایک صحابی نے کہا کاش میں بکری ہوتا کہ لوگ اسے ذبح کر کے کھا جاتے۔ ایک دوسرے صحابی نے کہا کاش میں گھاس ہوتا اور خاک ہوتا۔ اس مضمون کی تحقیق و تفسیر ہے جسے رسالہ تسلیۃ القلب میں بیان کیا گیا ہے۔

۱۱۳۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ

وَسَلَّمَ قَالَ أَخَذَ اللَّهُ الْمِيثَاقَ مِنْ
ظَهْرِ آدَمَ رَبَّنَعْمَانِ يَعْنِي عَرَفَنَ
فَاخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّتِهِ ذَرَأَاهَا
فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ نَثَرَهُمْ
قَبْلًا قَالَ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا
بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ
إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ أَوْ تَقُولُوا
إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا
ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْمِلُنَا يَسًا
فَعَلَّ الْبُاطِلُونَ (رداۃ الاحمد)

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وادی نمان یعنی مرفیہ ام کی پشت سے
میثاق لیا تو اس نے آدم کی پشت سے اس کی ساری اولاد کو نکالا
جسے اس نے پیدا کرنا تھا۔ تو انہیں آدم کے سامنے بکھیر دیا
جیسے پھوٹی چھوٹی نیلیاں ہوتی ہیں۔ پھر انہیں اپنے رب و برود کے
ان سے کلام کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا
ہاں۔ ہم نے تیرے رب ہو نکل گواہی دی۔ تاکہ قیامت کے
دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ تاکہ قیامت کے دن
یہ نہ کہو کہ شرک تو ہم سے پہلے ہمارے آباء و اجداد نے کیا ہم ان کے
بعد ان کی اولاد تھے۔ تو ہم نے ان کی افتدا و اتباع کی۔ تو کیا تو
ہمیں اہل بطالت کہے کر ہمارے پاداش میں ہلاک کرے گا۔

شرح: (و عن ابن عباس) رضی اللہ عنہما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ (عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم) کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (أخذ الله الميثاق من ظهر آدم) اللہ تعالیٰ
نے اس اولاد سے عہد لیا جو اس نے آدم کی پشت سے نکالی۔ (ربنعمان) بفتح نون نعمان میں یہ کہہ اور طائف کے درمیان
عرفات کے قریب ایک وادی کا نام ہے۔ راوی کے قول سے یہی مراد ہے جو اس نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کی۔
(یعنی عرفۃ) اس وادی کے عرفات کے قرب و جوار میں واقع ہونے کی وجہ سے۔ (فاخرج من صلبه كل ذريته
ذراها) تو آدم کی بلدیوں سے اس کی تمام اولاد باہر نکالی جو اس نے پیدا کرنی تھی۔ (ونثرهم) تو انہیں بکھیر دیا نثر
جناے مثلثہ۔ (بین یدیه) آدم کے سامنے (کالذرر) جیسے پھوٹی چھوٹی نیلیاں ہوتی ہیں۔ (ثم كلمهم قبل)
پھر ان سے رب و برود کلام فرمایا۔ قبلًا۔ دعویٰ کے ساتھ یعنی آمنے سامنے اور رب و برود۔ (قال الست بر ربکم)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (قالوا بلی) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (شہدنا) ہم نے
تیری ربوبیت کی گواہی دی۔ اس حالت میں اولاد آدم کا گفتگو کرنا بالکل اس طرح تھا جس طرح حضرت سلیمان کی چھوٹی نیلی
نے گفتگو کی تھی۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (ان تقولوا یوم القیمۃ اننا کنا عن هذا غافلین) تاکہ قیامت
کے دن یہ نہ کہو کہ ہم تو اس حال سے غافل و بے خبر تھے۔ (او تقولوا انما اشربک آبائنا من قبل) یا تاکہ یہ نہ کہو کہ
شرک نہ کیا مگر ہمارے آباء و اجداد نے ہم سے پہلے (وکنا ذریۃ من بعدہم) ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے پس

ہم نے ان کی اقتداء و اتباع کی۔ (افتحکنا بما فعل الباطلون) انہی کو تو ہمیں باطل و گمراہ لوگوں کے کردار کی پاداش میں ہلاک کر دے گا۔ لیکن ان کی یہ بات ان کی طرف سے عذر شمار نہ ہوگی۔ کیونکہ تو حید اللہ کا میثاق آدم کی اولاد کے ایک ایک فرد سے لیا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام نے سچی خبروں کے ساتھ انہیں اس عہد و میثاق کی خبر دی اور اس عہد کی یاد دہانی کرائی۔

عارفین فرماتے ہیں عہد الست کی یہ یاد دہانی غافل و بے خبر لوگوں کے لیے تھی ورنہ ہوشمند اہل دل اس وقت بھی ہوش کے کانوں سے وہ سوال و جواب سن رہے ہیں۔ بیت

الست از ازل ہم چنان شان بگوشش بمن یاد قالو ابلی در خردش
الست کا عہد ازل سے اب تک ان کے کانوں میں گونج رہا ہے۔ اور وہ قالو ابلی کی فریاد کا شور برپا کیے ہوئے ہیں۔
حضرت علی بن سہل اصفہانی سے کہا گیا آپ کو قالو ابلی کا دن یاد ہے۔ فرمایا مجھے اس طرح یاد ہے گویا کل ایسا ہوا ہے۔ پیر ہوی قدس سرہ فرماتے ہیں علی بن سہل کے قول میں نقص ہے۔ صوفی کے لیے کل اور فردا کیا ہوتا ہے۔
روز الست کی تو ابھی رات بھی نہیں آئی بلکہ وہی روز الست موجود ہے (ان کا کلام ختم ہوا)۔
محققین فرماتے ہیں عالم روحانیت میں ماضی و مستقبل نہیں ہے وہاں سب زمانہ حال ہے
اللہ کے ہاں صبح و شام نہیں ہے۔ بیت

آنکہ از حق نیست غافل یک نفس ماضی و مستقبل حال است و بس
جو شخص خدا تعالیٰ سے ایک سانس کے لیے بھی غافل نہیں اس کا ماضی و مستقبل حال ہے اور بس۔
حضور سرور انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کے لیے آرہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنے افراد کے ساتھ حج کو آنا حضور اپنی زندگی میں دیکھتے تھے۔ یہ نہیں کہ ماضی کے واقعہ کی خبر دے رہے ہیں اس کلام کی تحقیق اپنے مقام میں کر دی گئی ہے۔

۱۱۴۔ وَعَنْ أَبِي بِن كَعْبٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّو
جَلَّ وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ
ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَتْ جَعَلَهُمُ
فَجَعَلَهُمْ أَزْوَاجًا ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَمَا سَتَنطَقُهُمْ
فَتَكَلَّمُوا ثُمَّ أَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ
اور حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے اللہ کے اس قول میں و
اخذ ربك الخ جب اللہ نے اولاد آدم سے ان کی پشتوں
سے ان کی اولاد کو نکالا۔ ابن کعب نے کہا اللہ نے ان کو اکٹھا
کیا اور انہیں جوڑا جوڑا بنایا پھر ان کو صورت عطا کی پھر انہیں
قوت گویا عطا کی تو وہ بول پڑے پھر ان سے عہد و میثاق لیا۔

وَأَشْهَدُهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ
بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ قَالِ فَايُّ أَشْهَدَ عَلَيْكُمْ
السَّيِّئَاتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَ
أَشْهَدُ عَلَيْكُمْ أَبَاكُمْ أَدَمَ أَنْ تَقُولُوا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ لَمْ نَعْلَمْ بِهَذَا أَعْلَمُوا
أَنَّهُ لَا إِلَهَ غَيْرِي وَلَا رَبَّ غَيْرِي وَلَا
تُشْرِكُوا بِي شَيْئًا إِنْ سَأَرْتُ إِلَيْكُمْ
رُسُلِي يُذَكِّرُونَكُمْ عَهْدِي وَمِيثَاقِي وَ
أَنْزَلُ عَلَيْكُمْ كُتُبًا قَالُوا شَهِدْنَا بِأَنَّكَ
رَبُّنَا وَإِنَّا لَأَرْبَابُ غَيْرِكَ قَالُوا لَا إِلَهَ لَنَا غَيْرُكَ
فَاقْرَأْ بِذَلِكَ وَرَفَعَ عَلَيْهِمْ أَدَمُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَرَأَى الْغَنَى وَالْفَقِيرَ
وَحَسَنَ الصُّورَةِ وَدُونَ ذَلِكَ فَقَالَ رَبِّ
لَوْلَا سَوِّيتُ بَيْنَ عِبَادِكَ قَالَ إِنْ أَحْبَبْتُ أَنْ
أُشْكِرَ وَرَأَى الْأَنْبِيَاءَ فِيهِمْ مِثْلَ الشُّجْرِ
عَلَيْهِمُ النُّورُ خَصَّ بِمِيثَاقِي آخِرَتِي
الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ وَهُوَ قَوْلُهُ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ
مِيثَاقَهُمْ إِلَى قَوْلِهِ عِيسَى ابْنُ
مَرْيَمَ كُنْتَ فِي تِلْكَ الْأَمْوَاجِ
فَأَرْسَلَهُ إِلَى مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ
فَحَدَّثَ عَنْ أَبِي أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ فِيهَا

د روا لا احمد

اور انہیں خود ان پر گواہ بناتے ہوئے کہا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ فرمایا میں تم پر گواہ بناتا ہوں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو۔ اور میں تم پر گواہ بناتا ہوں تمہارے باپ آدم کو تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہو ہمیں اس کا علم نہ تھا جان لو بیشک میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ اور میرے سوا کوئی رب نہیں اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا۔ بیشک میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا جو تمہیں میرا عہد و میثاق یاد دلائیں گے۔ اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم نے گو اسی دی کہ بیشک تو ہی ہمارا رب اور الہ ہے تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں اور تیرے سوا ہمارا کوئی الہ نہیں۔ تو ان سب نے اس کا اقرار کیا۔ پھر انہیں آدم پر اٹھایا گیا (ان سے آگاہ کیا گیا) کہ آدم ان کو دیکھتے تھے تو آدم نے دولت مند کو دیکھا، تنگ دست کو دیکھا، اچھی صورت والے کو دیکھا، غیر اچھی صورت والے کو دیکھا۔ پس آدم نے عرض کی اے میرے رب تو نے ان سب کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا۔ فرمایا میں نے چاہا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اور آدم نے ان میں انبیاء عظیم السلام کو دیکھا چراغوں کی طرح کہ ان پر نور تھا۔ انہیں ایک اور عہد و میثاق کے ساتھ خاص کیا گیا تھا یعنی نبوت و رسالت کے متعلق۔ اور وہ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ۱۵۱ اخذنا الخ اور جب ہم نے انبیاء سے میثاق لیا۔ عیسیٰ بن مریم کے قول تک عیسیٰ بن مریم ان ارواح میں موجود تھے تو عیسیٰ کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا حضرت الہی کی جانب سے بیان کیا ہے کہ عیسیٰ حضرت مریم میں منہ کی طرف سے داخل ہوئے۔

شرح :- (وعن ابی بن کعب) حضرت ابی بن کعب انصاری ہیں۔ عقبہ اولیٰ کی بیعت کے وقت موجود تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ کاتب وحی تھے۔ قراء صحابہ میں سے تھے۔ آپ کا لقب سید القراء ہے۔ حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ سورہ لہو یکن الذین کفر و آپ کو پڑھ کر سنائیں۔ بہت سے صحابہ و تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کے حالات بہت سی جگہوں میں مذکور ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

ان حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے خدا تعالیٰ کے قول مبارک و اذ اخذ ربك الذین کی تفسیر مروی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اس تفسیر کا رفع او برادہ راست اسناد و حضور نبی صل اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا۔ تاہم یہ تفسیر حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے کہ اس قسم کی خبریں حضور سید ابراہیم صل اللہ علیہ وسلم سے سننے بغیر نہیں دی جا سکتیں جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا۔

(قال) حضرت ابی بن کعب نے کہا (جمعہم) اللہ نے اولاد آدم کو اکٹھا کیا (فجمعہم) انہیں مختلف قسموں میں تقسیم کیا۔ (ثم صوہم) ہم پھر انہیں صورتیں عطا کیں۔ (فاستنطقہم) اور انہیں قوت گویائی عطا کی۔ (فکتلموا) تو وہ بول پڑے (ثم اخذ علیہم العهد الميثاق) پھر ان سے عہد و پیمان لیا۔ (واشہدہم علی انفسہم) اور انہیں ان کی اپنی ذوات پر گواہ بنایا (الست بربکم) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ (قالوا بلی) انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔ (قال فانی اشہد علیکم السموات السبع والارضین السبع) اللہ نے فرمایا پس میں گواہ بناتا ہوں تم پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو۔ (واشہد علیکم اباکم آدم) اور میں تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں۔ تاکہ اگر تم اس استشہاد و اقرار کا انکار کرو تو یہ تمہارے کے خلاف گواہی دیں۔ اور تم پر اسے ثابت کریں۔ علماء نے فرمایا ہے آسمانوں و زمینوں کی گواہی سے عقلی دلائل قائم کرنا ہے اور آدم کی گواہی سے انبیاء کو مبعوث کرنا مراد ہے۔ تاکہ وہ بھی اور شرعی احکام و خطابات کی یاد دہانی کریں۔

(ان تقولوا) اے قوم القیمہ! تم نے علم یہذا (تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ میں اس ماجرے کا پتہ نہ تھا۔) (اعلموا انہ لا اله غیرہ) جان لو بیشک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں (ولا رب غیرہ) اور میرے سوا کوئی رب نہیں۔ (ولا تشرکون فی شیئ) اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ (انی ما رسل الیکم سلی) بیشک میں عنقریب تمہاری طرف اپنے رسول بھیجوں گا (لریز کو ولعہم عہدی و میثاقی) جو تمہیں میرا عہد و پیمان یاد دلائیں گے۔ (وانزل الیکم کتبی) اور میں تمہاری طرف اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ (قالوا اشہدنا یا نک ربنا والہنا) انہوں نے کہا ہم نے گواہی دی کہ تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے۔ (لا سہلنا غیرک) نیزے

سوا ہمارا کوئی رب نہیں۔ (فاقروا بذلك) تو انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ (ورفع علیہم ادم) اور آدم کو اٹھایا گیا، اور مطلع دیا گاہ کیا گیا ان سے۔ (ینظر الیہم) کہ آپ انہیں دیکھتے تھے۔ (فخای الغنی والفقیر) تو آدم نے دو لقمہ بھی دیکھے اور تنگدست بھی۔ (وحسن الصورة و دون ذلك) اور آپ نے اچھی شکل والے، اس میں کم درجہ والے اور اس خوبصورتی میں بہت ہی کم درجہ والے دیکھے۔ یعنی سب کو ایک حالت پر نہ پایا بلکہ بعض کو دو لقمہ بعض کو تنگدست بعض کو خوبصورت اور بعض کو بد صورت وغیرہ مختلف صورتوں، مختلف صفات اور مختلف حالتوں میں دیکھا۔ (فقال رب لولا سويت بین عبادك) حضرت آدم نے کہا اے میرے رب تو نے سب کو برابر اور یکساں حالت پر کیوں پیدا نہ کیا باوجودیکہ سب تیرے بندے ہیں۔ مصرع

بند گانیم ایں یکے مقبول و آن مردود چیست

ہم سب تیرے بندے ہیں تو پھر ایک مقبول اور دوسرا مردود کیوں ہے۔

(قال اف احببت ان اشکر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے اس لیے یکساں حالت پر پیدا نہ کیا کہ میں نے چاہا کہ میرا شکر کیا جائے۔ اگر میں سب کو ایک صفت اور ایک حالت پر پیدا کرتا تو شکر کی حقیقت وجود میں نہ آتی۔ میں نے ہر بندے میں ایک ایسی صفت رکھ دی ہے جو دوسرے میں نہیں ہے۔ کہ جب اسے ملاحظہ کرے تو شکر کرے مثلاً فقر و تنگدستی میں تقویٰ، وقت کی فراغت اور آفات سے سلامتی ہے جو آسودہ حال اور دو لقمہ دی میں نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری چیزوں میں۔ (ورای الانبیاء فیہم السرح علیہم النور) اور آدم نے ان میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ چراغوں کی مانند ان پر روشنی چمک رہی تھی۔ (وخصوا بسیتاق اخوف

الرسالة والنبوة) انبیاء علیہم السلام کو عہد الوہیت و ربوبیت کے علاوہ رسالت و نبوت کے عہد و پیمان کے ساتھ بھی مخصوص کیا گیا تھا۔ کہ وہ اس کا حق ادا کریں گے اور اس کی ذمہ داری کو پورا کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے احکام و شرائع کو لوگوں کو پہنچائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت و رسالت میں فرق ہے جیسا کہ علم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور رسالت و نبوت کا عہد و پیمان اللہ تعالیٰ کے قول مبارک (واذاخذنا من النبیین میثاقہم) میں مذکور ہے۔ جب ہم نے کہ پروردگار اہل جہاں میں انبیاء علیہم السلام سے رسالت و نبوت کا عہد و پیمان لیا۔ عیسیٰ بن مریم کے الفاظ تک۔ اور یہ پوری آیت اس طرح ہے۔ (واذاخذنا من التبیئین میثاقہم و منک من ذرئہ ذرئہم و موسیٰ و عیسیٰ ابن مریم) اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد و پیمان لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ بیٹے مریم سے (وکان فاتک الامداد) اور عیسیٰ بن مریم اس اولاد

کی ارواح میں تھے ان کے اجسام میں نہ تھے۔ جب کہ عیسیٰ پر روحانیت غالب تھی اور آپ کا نام روح اللہ تھا تو انہیں جسمانی صورت میں متشکل نہ فرمایا بلکہ اسی طرح ارواح میں رہنے دیا۔ (فارسلہ الی مریم) تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو جو ارواح میں سے ایک روح تھی مریم کی طرف بھیجا علیہا السلام۔ (ذہبت عن ابی ائہ دخل من فیہا) تو ابی صہابی کی طرف سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسیٰ منہ کی طرف سے مریم کے اندر گئے۔

۱۱۵۔ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذَاكُرُ مَا يَكُونُ إِذْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ ذَالَ عَنْ مَكَانِهِ فَصَدَّقُوهُ وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خُلُقِهِ فَلَا تَصَدِّقُوا بِهِ فَإِنَّهُ يَصْبِرُ إِلَى مَا حِيلَ عَلَيْهِ۔
(رواہ احمد)

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس دوران کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے، کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ تو اس کا اعتبار کر لو۔ اور جب تم لوگ کسی شخص کے بارے میں سنو کہ اس کی خو و خصلت تبدیل ہو گئی ہے تو اس کا اعتبار نہ کرو۔ کہ انسان اپنی اسی صفت و خو عادت کے گرد گھومتا ہے جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔

شرح :- (روعن ابی الدرداء) اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے کہا اس اثنا میں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے) رنتذاکوم یکن، جہاں میں وقوع پذیر ہونے والے امور میں آپس میں گفتگو کر رہے تھے یعنی ہم لوگ کہہ رہے تھے کہ یہ سب کچھ سابقہ قضا و قدر کے تحت ہو رہا ہے۔ یا قضا و قدر کوئی شے نہیں بلکہ سب کچھ از خود اور از سر نو ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ قضا و قدر میں بحث و گفتگو اگر نزاع اور جدال کی نیت سے نہ ہو تو منع نہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو منع نہ کیا۔ اور نہ انہیں ڈانٹا۔ بلکہ انہیں جواب دیا اور مسئلے کی تعلیم دی۔ (اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب کچھ قضا و قدر کے تحت ہو رہا ہے اور جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس میں قطعاً تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت فرمائی اور وہ انسان کی خو و خصلت ہے خلق بضم غاء بمعنی باطنی سیرت و عادت جو ناقابل تغیر و تبدل ہے۔ بخلاف خلق بفتح غاء بمعنی ظاہری صورت جس میں بظاہر تبدیلی ہو سکتی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دیتے ہوئے فرمایا۔ (واذا سمعتم بجبل ذال عن مکانہ فصددوہ) جب تم کسی پہاڑ کے متعلق سنو کہ وہ جنبش میں آگیا اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ تو

اس کی تصدیق کر لو۔ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔ (وإذا سمعتم برجل تغیر عن خلقه) اور جب تم یہ سنو کہ کسی مرد میں تبدیلی آگئی ہے اور اس کی خود خصلت اس سے جدا اور الگ ہو گئی ہے۔ (فلا تعد قوابله) تو اس کی تصدیق نہ کرو۔
 (فان یصیدنی ما جید الیہ) کہ بیشک مرد اسی صفت و عادت کی طرف گھوم کر آجاتا ہے جس پہ اسے پید کیا ہے اور جو خود عادت اس کے لیے مقدم ہو چکی ہے۔ وہ اسی پر قائم رہتا ہے۔ تو وہ شخص جسے سمجھ دار، دانا اور زیرک پیدا کیا گیا ہے اور تقدیر الہی میں اس کے متعلق ایسا ہی فیصلہ ہو چکا ہے۔ وہ ہرگز حماقت، نادانی اور بے وقوفی کا مظاہرہ نہ کرے گا اور اس کے الٹ بھی نہ ہوگا کب تعاقب پیدا ہوا ہے وہ دانا اور زیرک نہ بنے گا۔

لیکن جو شخص ظاہراً عادت کے مطابق اور بر رفاقت و میل جول کی وجہ سے دانا اور زیرک نظر آتا ہو۔ اور عوارض و حوادث کے باعث احمق اور بے وقوف بن گیا ہو۔ یا جو شخص بے وقوف و نادان ہو، مگر عوارض، ریاضت اور تجربہ کی بنا پر دانا کی صفت اختیار کرے اس میں یہ گفتگو نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص میں کلام ہے جو ایک خلق و عادت پر پیدا کیا گیا ہو اور قضا و قدر میں اس کے بارے میں اس خلق و عادت پر قائم رہنے کا فیصلہ کر دیا گیا ہو تو اس میں ہرگز کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ ریاضت و مجاہد اور سعی و طلب اس دوسری قسم میں موثر ہو سکتی ہے نہ کہ پہلی قسم میں۔

۱۱۶۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَزَالُ يُصِيبُكَ فِي كُلِّ عَامٍ وَجَعٌ مِنَ الشَّاةِ الْمُسَوَّمَةِ الَّتِي أَكَلْتَ قَالَ مَا أَصَابَنِي شَيْءٌ مِّنْهَا إِلَّا وَهُوَ مَكْتُوبٌ عَلَيَّ وَأَدُمُ فِي طِينَتِهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ
 اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کو ہر سال درد و تکلیف لاحق ہوتی ہے اس زہر آلود بکری کی وجہ سے جو آپ نے کھائی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی مگر وہی جو میرے لیے لکھ دی گئی تھی جب کہ آدم علیہ السلام مٹی کی شکل میں تھے۔

شرح: (عن ام سلمة) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے (قالت) انہوں نے کہا (یا رسول اللہ لا تزال یصیبک فکمل عام وجع) آپ کو ہر سال درد کی تکلیف ہو جاتی ہے۔ (من الشاة المسومة) (التي اكلت) اس زہر آلود بکری سے جو آپ نے کھائی تھی یعنی خیبر میں (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما اصابني شيء من هذا مكتوب علي) مجھے اس بکری سے اذیت نہیں پہنچی۔ (الا وهو مكتوب علي) مگر وہی جو میرے لیے لکھ دی گئی اور مقدم ہو چکی تھی۔ (رواه ابن ماجة) طبعیت اور حضرت آدم علیہ السلام کی شکل میں تھے۔ یہ تقدیر انہی سے کنایہ ہے۔ طینت مٹی کا ٹکڑا اور خلقت و جبلت کے معنی میں آتا ہے۔ جب کہ حضرت ام سلمہ نے ظاہراً مجاز کو لیا۔ اور درد کی نسبت زہر آلود بکری کی طرف کی۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل حقیقت کی طرف نسبت کر دی اور فرمایا یہ سب تقدیر

الہی کے تحت ہے اور اندل میں ایسا ہی ملے ہو چکا ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

عذاب قبر ثابت کرنے کا باب

جب کہ اہل بدعت و ہوا کے گروہ نے جو اکثر معتزلہ اور کچھ شیعہ پر مشتمل ہے، عذاب قبر کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ مشہور احادیث بہن کی قدرِ مشرک حد تو انہ کو پہنچ چکی ہے۔ اس کے ثبوت میں وارد ہو چکی ہیں۔ اور اہل بدعت اور ان کے انکار کے ظہور سے پہلے تمام سلف صالحین کا اس کے ثبوت و اعتقاد پر اتفاق و اجماع تھا، اس بنا پر مولف رحمۃ اللہ علیہ نے چاہا کہ عذاب قبر کا اثبات کرے اور اس باب میں وارد شدہ احادیث ذکر کرے۔

عذاب عذب سے مشتق ہے۔ بمعنی روکنا اور منع کرنا۔ کہ عذاب انسان کو شرع کے امر و نہی کی مخالفت سے روکتا ہے یا عذاب بمعنی خس و خاشاک سے مشتق ہے جو پانی میں گرتا ہے۔ اور جیسا کہ پانی میں خس و خاشاک گرنے سے پانی میلا اور گدلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عذاب انسان کے آرام کو تلخ اور بد مزہ کر دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں عذاب بمعنی میٹھے پانی سے مشتق ہے کہ عذاب میں مبتلا شدہ انسان کے دشمن اور بدخواہ کو اس کی یہ حالت میٹھے پانی کی طرح شیریں اور اچھی محسوس ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام عذاب رکھا گیا۔

قبر سے عالم برزخ مراد ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک واسطہ اور پردہ ہے، اور دونوں سے تعلق رکھتا ہے قبر سے وہ مخصوص گروہ مراد نہیں ہے جس میں مردہ کو رکھتے ہیں۔ کہبت سے مراد اسے پانی میں ڈوب جاتے ہیں بعض آگ میں جل جاتے ہیں بعض جانوروں کے ٹکڑوں میں کھل جاتے ہیں۔ مگر ان کا وہ جزو خاص جسے جہنم واصل کہتے ہیں کہ وہ اہل سے آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور خدا تعالیٰ و تقدس اپنی قدرت کاملہ سے اسے محفوظ رکھتا ہے۔ اور کوئی چیز بھی اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔ وہ اگر چاہے تو اس جزو کے ساتھ روح کا تعلق جوڑ دے اور زندگی عطا کر دے، اور عذاب دے۔ نعمت سے سرفراز فرمائے۔ کہ خدا تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قدرت سدا رکھتا ہے۔ اور جو شخص بھی اس کے عجائب قدرت اور ملک و ملکوت میں نگاہ ڈالتا اور چشم بصیرت سے دیکھتا ہے، اس کے عجائب و غرائب کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ بیست

کند ہر چہ خواہد بود حکم نیست کہ پیدا و پنہاں بنزدش یک نیست

وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس پر کوئی حکم نہیں چلا سکتا۔ ظاہر و پوشیدہ ہر چیز اس کے لیے یکساں ہے۔

اور عذاب قبر وغیرہ امور برزخ کی تصدیق میں زیادہ صیح، زیادہ محفوظ اور زیادہ قوی اور مضبوط بات یہ ہے کہ اس حقیقت

پر ایمان لایا جائے کہ فرشتے، سانپ، بچھو، ان کا مردے کو کاٹنا جیسا کہ احادیث میں واقع ہوا ہے سب اللہ کے حکم سے واقع اور حقیقہ موجود ہے۔ محض مثال و خیال ہیں ان کا وجود نہیں ہے۔ اور ہمیں جو قبریں کوئی چیز نظر نہیں آتی اور ہم اس میں کچھ نہیں پاتے تو اس سے کوئی نقصان اور خلل واقع نہیں ہوتا۔ کہ عالم ملکوت کی اشیاء کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کے لیے دوسری نگاہ کی ضرورت ہے۔ اس سے دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اگر سر کی آنکھ سے دکھانا چاہیں تو اس آنکھ سے بھی انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ حضرت جبریلؑ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے۔ بیٹھتے تھے۔ باتیں کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیغامات آپ کو پہنچاتے تھے۔ اس وقت صحابہ کرام آپ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے اور انہیں کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مگر وہ سب باتوں پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اگر عذاب قبر کے ثبوت میں کسی شخص کو شک و تردد ہو تو اسے اس کے مشاہدہ کی طلب کے بجائے اپنے ایمان کی فکر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ جب دل میں نور ایمان آگیا اور اس نور سے سینہ کشادہ ہو گیا تو پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی اللہ تعالیٰ عقل کے اندھ صاپن اور فلسفے کی تاریکی سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مردے کو قبر میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے یا روح کو اس کے سامنے اور مقابل کر دیتے ہیں۔ یا کسی اور طریقہ سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ عذاب کی کوئی بھی نوعیت ہو ٹھیک ہے۔ ہمارے لیے اس کی حقیقت و کنہ کا پتہ چلانے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ مردے کو زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ مردنے کے سارے جسم میں زندگی ڈال دی جاتی ہے۔ جس طرح دنیا میں تھی۔ یا جسم کے اعضا میں سے کسی ایک جہزہ کے ساتھ روح کو متعلق کر دیا جاتا ہے علماء مشافعیہ میں سے ایک حکیم و دانائے کہا ہے، اگر یہ قول صحیح، بہتر اور زیادہ مناسب ہو تو پھر یہ جہزہ دل ہی ہو سکتا ہے۔ جو زندہ گی گھر چشمہ اور علم و ادراک کا محل و مرکز ہے۔ اور عذاب قبر کے بارے میں لکھتے ہیں اسی قدر یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ مردے میں ایک ایسی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ رنج و راحت کا احساس کرتا ہے تو صحت اعتقاد کے لیے اتنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

الفصل الاول

پہلی فصل

۱۱۶۔ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلْسِنَةُ ذَا سُلَيْمٍ فِي الْقَبْرِ
حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان

يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ فَذَلِكَ قَوْلُهُ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ
فِي الْآخِرَةِ وَ فِي رِوَايَةٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ
الْقَبْرِ يُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ مَا فِي
اللَّهُ وَنَبِيِّ مُحَمَّدٍ

سے قبر میں جب پوچھا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول
ہیں۔ تو اس کا قول ہے یثبت اللہ الذین ایمنوا باللہ ثابت و
قائم رکھتا ہے اہل ایمان کو قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی اور
آخرت میں۔ اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی
ہے فرمایا۔ یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت
یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس سے کہا جاتا
ہے تیرا رب کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور

متفق علیہ

میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شرح :- (عن البراء بن عازب) حضرت براء بن عازب صحابی ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ خندق میں
شریک ہوئے۔ اس سے قبل آپ کو چھوٹی عمر کا شمار کیا جاتا تھا۔ آپ غزوہ احد میں بھی حاضر ہوئے آپ کو پندرہ غزوات
میں حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا آپ کو فرمایا اترے اور اُسے فتح کیا۔ جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی
رضی رضی اللہ عنہ کے ساتھی رہے۔

إن البراء بن عازب سے روایت ہے۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں۔ (قال السلف اذا سئل في القبر يشهدان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله) فرمایا
جب مسلمان سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ کے رسول ہیں۔ (فَذَلِكَ قَوْلُهُ يَثْبُتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ) اس قول سے مراد ہے کہ فرمایا یثبت اللہ الذین امنوا
ایم ثابت و قائم رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت کے ساتھ دنیا و آخرت میں۔ یعنی اہل ایمان کو اس قول ثابت
پر قائم رکھنا جو اس آیت میں واقع ہوا ہے تو اس سے قبر میں پوچھے گئے سوال و جواب کے وقت ثابت و قائم رکھنا
مراد ہے۔ کہ تیرا رب کون ہے، تیرا جی کون ہے اور تیرا دین کیا ہے اور اللہ و رسول کی گواہی دینا تینوں سوالات کا مکمل جواب
ہے۔ کہ دین اسلام ہی ہے۔

(وفی رواية) اور ایک دوسری روایت میں حدیث کے یہ الفاظ آئے ہیں۔ (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

قال (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا کہ آیت) یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت نزلت فی

عذاب القبر (عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ یقیناً لہ من ربک (مردے سے پوچھا جاتا ہے) نیز ارب کون ہے (فینقول ربی اللہ) تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ (وہی محمد) اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں متفق علیہ مصابیح کے الفاظ اس طرح ہیں۔ اذا قیل لہ من ربک وما دینک و من نبیک جب اس سے دریافت کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ الفاظ زیادہ مکمل اور زیادہ ظاہر ہیں۔

۱۱۸۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ رَتَلَى أَصْحَابَهُ عَنْهُ إِنَّهُ سَمِعَ قَوْلَ عَالِيهِمْ أَتَاكَ مَكَانٍ فَيَقْعِدَانِيهِ فَيَقْرَأَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ عِبْدَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ فَيَقَالُ لَهُ أَنْظِرْ إِلَى مَقْعِدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَبَدَ لَكَ اللَّهُ بِهِ مَقْعِدًا مِنَ الْجَنَّةِ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيَقَالُ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيَقَالُ لَهُ لَا حَدِيثَ وَلَا تَلَيَّتَ وَيُضْرَبُ بِمِطْرَقٍ مِنْ حَدِيدٍ مُضْرِبَةٍ فَيَسْمَعُ صَوْتَهُ يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرُ الثَّقَلَيْنِ -

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پشت پھیر کر چل پڑتے ہیں۔ بیشک وہ ان کے جو کلمات کی کھٹکھٹاہٹ کی آواز سنتا ہے۔ اس پر دو فرشتے آتے ہیں۔ تو اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس مرد کے متعلق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہا کرتا تھا۔ پس مومن تو کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو اس سے کہا جاتا ہے اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھ لے جس کے بدلے اللہ نے تجھے جنت میں ٹھکانا عطا کیا ہے۔ تو وہ ان دونوں ٹھکانوں کو یک وقت دیکھتا ہے۔ لیکن منافق اور کافر تو جب اس سے کہا جاتا ہے تو اس مرد کے متعلق کیا کہا کرتا تھا وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ تو اسے کہا جاتا ہے خدا کرے تجھے معلوم نہ ہو سکے اور تو کچھ بھی نہ پڑھ سکے اور اسے لوہے کے وداؤں سے مارا جاتا ہے تو وہ اس طرح زور سے چیختا ہے کہ جہنم اور انسانوں کے سوا اس کے

اس پاس کی ہر چیز سنتی ہے۔

(متفق علیہ۔ ولفظہ للبخاری)

شرح: اس روایت سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع في قبره حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو جب اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے۔ (وہی رسول

عنه اصابه) اور اس کے ساتھی پشت پھیر کر اس کے پاس سے چل پڑتے ہیں۔ رات نہ لیسمم شروع نہ لہو، بیشک وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ زمین پر چلتے ہیں۔ رات نہ مدکان) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ (فیقعد انہ) تو دونوں اسے بٹھا دیتے ہیں (فیقولان ما کنٹ تقول فی هذا الرجل) پھر اس سے پوچھتے ہیں تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا تھا (لعمدہ) یعنی ہذا الرجل سے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظ ہذا سے اشارہ کرنا آپ کے غائب ہونے کے باوجود آپ کے مشہور ہونے اور ہمارے ذہنوں میں آپ کی ذات مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے کی بنا پر ہوتا ہے۔ یا آپ کی ذات مبارک کو قبر میں مثال کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے۔ تاکہ آپ کے جمالِ جانفرا کے مشاہدہ سے اس کی گھبراہٹ و درہشت کے مشکل عقدے کو کھولا جائے۔ اور فراق کی تائید کی آپ کی زیارت و ملاقات کے دلکشانہ سے دور کر دی جائے۔ اس مضمون میں آپ کے غمزہ مشتاقان دیدار کے لیے بشارت ہے تاکہ آپ کے دیدار کی امید کی خوشی میں جان دے دیں بلکہ یہ زندہ ہی قبر میں پہنچ جانے کا مقام ہے۔ شعر

در ظلمت فراق تو گر جاں دہم چہ غم غم نیست گر زماہ رخت پر تو رہے فتہ
شب عاشقان بیدل چہ شب دراز باشد تو بیا گر اول شب در صبح باز باشد
اگر تیرے فراق کی تائید کی میں جان دے دوں تو کیا غم ہے۔ کوئی غم نہیں اگر تیرے چہرے کے چاند کا پر تو پڑ جائے۔
بے دل عاشقوں کی رات کس قدر دراز نہ ہوتی ہے۔ تاہم اگر تو رات کے پہلے صبح میں ہی تشریف لے آئے تو صبح کا دروازہ کھل جائے گا۔

(نا ما المؤمن فیقول) لیکن مومن جو آپ کے فضل و کمال اور آپ کے حسن و جمال کا دلدادہ ہے (حضور کو دیکھ کر) کہہ اٹھتا ہے (اشہد انہ عبد اللہ و رسولہ) میں گواہی دیتا ہوں اور دل و جان سے کہتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے خاص بندے اور اس کے بھیجے ہوئے پیچھے رسول ہیں (فیقال لہ انظر الی مقعدک من الناس) تو مومن سے کہا جاتا ہے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا دیکھ لے جو تیرے لیے تیار کیا گیا تھا۔ (قد ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنة) بیشک اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے اس ٹھکانے کے بجائے مجھے جنت میں ٹھکانا عطا کر دیا ہے۔ (فبداہما جسیما) تو وہ بندہ مومن جنت و دوزخ کے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ دونوں جگہوں کے دکھائی دیتے ہیں کہ اس کی فرحت و سرور میں اضافہ ہو ایک تو دوزخ کی مصیبت سے نجات نصیب ہو کر دوسرے عطیہ بہشت کی خصوصیت سے شرف ہو کر اور کافر کا حال مومن کے حالِ مذکورہ حال کے برعکس ہوتا ہے۔ (واما المنافق والکافر فیقال لہ ما کنٹ تقول ف

ہذا الرجل) لیکن منافق اور کافر تو ان میں سے ہر ایک کو کیا جاتا ہے تو اس مرد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہا کرتا تھا۔ (فیقول ما ادری) منافق اور کافر جواب دیتے ہیں میں نہیں جانتا اور مجھے کوئی پتہ نہیں۔ (كنت اقول ما يقول الناس) میں ان کے بارے میں وہی کچھ کہنا تھا جو لوگ کہتے ہیں اور مجھے حقیقت حال معلوم نہیں ہو سکی۔ (فیقال له لا دریت ولا تلیت) تو اسے کہا جاتا ہے تو نے عقل سے سمجھنے کی کوشش نہ کی اور نہ تو نے قرآن پڑھا یا تو نے اہل حق کی پیروی نہ کی تلیت اہل میں تلویت تھا۔ واد کو یا سے تبدیل کیا گیا۔ تلیت کی تحقیق میں بہت سی وجوہ ہیں جنہیں ہم نے عربی شرح میں بیان کیا ہے۔ (ویضرب بسطاق من حید) اور اسے لوہے کی گرزوں سے مارا جاتا ہے مطارق مطرقہ بکسر میم و سکون طاء کی جمع بمعنی لوہاروں کا و دان اور گرز۔ (ضربہ) سخت مار۔ (فیصیح یسمعها من بلیہ غیر الثقلین) تو وہ منافق و کافر ایسی چیخ و پکار اور ایسی آہ و فریاد کرتا ہے جسے جنوں اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کے سب سنتے ہیں۔ جنوں اور انسانوں کو اس کی چیخ و پکار کی آواز اس لیے نہیں سنائی جاتی تاکہ ابتلاء و تکلیف کا دستور اپنی جگہ قائم رہے۔ اور ایمان بالغیب موجود رہے۔ بدیہی اور عینی ایمان نہ ہو جائے (جوہ قابل قبول نہیں) اور تاکہ معیشت کا سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ ثقلین جن و انس کا نام ہے۔ ثقلین دو فتحوں کے ساتھ مسافر کے ساز و سامان کو کہتے ہیں اور بر نفیس و محفوظ چیز کو بھی کہتے ہیں۔ عیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اف تارک فیکم الثقلین) کتاب اللہ و عتوق میں تم میں دو نفیس اور عمدہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب اللہ دوسری اپنی عزت و اولاد جیسا کہ قاموس میں ہے۔ (ومتفق علیہ ولفظہ للبخاری) اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا لیکن یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

تنبیہ۔ احادیث صحیحہ میں جو کچھ مذکور ہو وہ مومن کی نجات اور منافق و کافر کا عذاب ہے یہ فرمانبردار مومن کا حال ہو گا۔ مومن فاسق کا حال مذکور نہیں ہوا کہ کیا ہو گا اسے عذاب ہو گا یا نہ ہو گا۔ علماء نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مومن فاسق ملائکہ کے جواب میں فرمانبردار کے ساتھ شریک ہے مگر بشارت اور جنت کا دروازہ کھلنے وغیرہ میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ یا ان میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو گا مگر کمتر درجہ میں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے اسے قدرے عذاب دیا جائے۔ مگر وہ فاسق جس نے خدا تعالیٰ سے مغفرت مانگ لی ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ مہربان اور رحمت فرمائے گا۔ واللہ اعلم۔

۱۱۹۔ وَكَفَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَدَكُمْ

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم میں سے جب

إِذَا مَاتَ عُيُضٌ عَلَيْهِ مَقْعِدُهُ بِالْغَدَاةِ وَ
الْعِشَاءِ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِنُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ
فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هَذَا مَقْعِدُكَ حَتَّى
يَبْعَثَكَ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

متفق علیہ

۱۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ إِنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ

عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ
لَهَا أَعَاذَكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ عَنْ عَذَابِ
الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ قَالَتْ
عَائِشَةُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ صَلَاةٍ إِلَّا تَعَوَّذَ بِاللَّهِ
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ - (متفق علیہ)

کوئی مرجاتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش
کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو اسے جنت
کی جگہ دکھائی جاتی ہے اور اگر وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے تو
اسے اہل دوزخ کی نشتگاہ دکھائی جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے یہ
ہے تیری نشتگاہ اس میں آنے کا منتظر رہ بیان تک کہ تجھے
قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زندہ کر کے لے آئے اس نشتگاہ کی
طرف یا اپنی طرف۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی
عورت حضرت عائشہ کے پاس آئی تو اس عورت نے حضرت
عائشہ سے عذاب قبر کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ سے کہا اللہ تجھے
عذاب قبر سے پناہ میں رکھے (یہ سن کر) حضرت عائشہ نے عذاب قبر
کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ
کتنی ہیں میں نے اس کے بعد حضور کو نہ دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز
پڑھی ہو مگر اس کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

شرح:۔ (و عن عائشة ان يهودية دخلت عليها) اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت

آپ کے پاس آئی۔ (وذكر موت عذاب القبر) اور عذاب قبر کا ذکر کیا (قالت لها أعاذك الله من عذاب
القبر) اور کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ میں رکھے۔ اور جب کہ حضرت عائشہ عذاب کو نہ جانتی تھیں اور اس سے
پہلے کبھی اس کا نام نہ سنا تھا اس لیے آپ حیران ہوئیں اور اسے عجیب و غریب جانا۔ (فسألت عائشة رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر) تو حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے متعلق سوال کیا کہ
مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ (فقال نعم عذاب القبر حق) آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق اور ثابت ہے۔
(قالت عائشة فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد صلاة إلا تعوذ بالله من عذاب
القبر) حضرت عائشہ کتنی ہیں میں نے نہ دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بعد کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو مگر

اس کے بعد عائشہ کے پاس عذاب قبر سے پناہ لیتے تھے۔
یہاں اس امر کا احتمال ہے کہ یہودی عورت کے عذاب قبر کا ذکر کرنے سے پہلے حضور علیہ السلام بھی عذاب قبر سے واقف نہ ہوں اور اس کے متعلق ابھی وحی کا نزول نہ ہوا ہو۔ اس کے بعد وحی نازل ہوئی کہ قبر میں عذاب ہوگا اور حضرت عائشہ کو بھی اس کی اطلاع دی کہ عذاب قبر حق ہے اور تعلیم امت کے لیے ہر نماز کے بعد اس سے پناہ لینا اپنا ورد بنالیا۔ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کا پہلے سے علم تھا اور یہودی عورت سے سننے کے بعد اس سے پناہ لینے کا اتفاق ہوا۔ یا پہلے ہی سے آپ اس سے پناہ لیا کرتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ کو اس کی خبر نہ تھی۔ اور حضرت عائشہ کے دریافت کرنے کے بعد انہیں تنبیہ اور یاد دہانی کرنے کے لیے بلند آواز سے عذاب قبر سے پناہ لینے کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ آخری احتمال باقی تمام احتمالات سے اعلیٰ اور اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۲۱۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ شَاهِبٍ قَالَ بَيْنَا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ لِيَنِ الْبَغَارِ عَلَى بَعْلَةٍ لَهُ وَنَحْنُ مَعَهَا ذَكَدَتْ بِهِ فَكَادَتْ تُلْقِيَهُ وَرَأَى أَقْبَرِسَةً أَوْ نَحْمَسَةً فَقَالَ مَنْ يَعْرِفُ أَصْعَابَ هَذَا الْأَقْبَرِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا قَالَ فَسَمِعْتُمَا قَالَا فِي الشَّرِّ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ تُبْتَلَى فِي قُبُورِهِمْ فَعَلُوا لَا أَنْ لَا تَدْعُوا لِدَعْوَتِ اللَّهِ أَنْدَسِمَ عَنْكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِي أَسْمَعُ ثَوَاقِلَ عَلَيْكُمْ بَوَّاحِهِمْ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ عَذَابِ النَّارِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ

اور حضرت زید بن شاہب ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سجار کے ایک باغ میں پھر پرہ سوار تھے اندھ لوگ آپ کے ساتھ تھے کہ اچانک وہ پھر بھاگ نکلا۔ تو قریب تھا کہ آپ کو گرا دے اور اچانک وہاں چھپا یا پانچ قبریں سامنے آئیں۔ آپ نے فرمایا ان قبروں کو کون جانتا ہے ایک شخص نے کہا میں جانتا ہوں۔ فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے اس نے عرض کیا شرک میں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کو ان کی قبروں میں عذاب کے اندر مبتلا کیا جاتا ہے اگر بیڈر نہ ہوتا کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں وہ عذاب قبر سنو دیتا جو میں سنا ہوں۔ پھر آپ اپنے چہو مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو، لوگوں نے کہا ہم عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو، لوگوں نے کہا ہم اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو، لوگوں نے کہا ہم اللہ کے

مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوا نَعُوذُ بِكَ مِنْ
الْفِتْنَةِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ
نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ
فِتْنَةِ الدَّجَالِ - رواہ مسلم

پاس ظاہر دباطنی فتنوں سے پناہ لیتے ہیں۔ فرمایا دجال کے فتنہ
سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ لوگوں نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے
اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

فِتْنَةُ الدَّجَالِ - رواہ مسلم

تشریح :- (وعن زید بن ثابت) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری مدنی اور کاتب وحی میں جلیل
القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ شرع کے حقوق و فرائض لہا کرنے میں مستعد اور کمر بستہ رہتے تھے۔
حضرت علیہ السلام کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت آپ کی عمر گیارہ برس تھی۔ غزوہ بدر کے وقت آپ کو چھوٹی عمر کا
شمار کیا گیا۔ غزوہ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ ان حضرات میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن پاک جمع کیا۔
آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن پاک لکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ان کے
صحف میں نقل فرمایا۔

(قال) یہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی
النجد اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجر کے باغ میں (بنی نجر انصار کا ایک قبیلہ ہے) رعلی بغلۃ لہا زنی ایک
خچر پر سوار تھے۔ (و نحن معہا اور ہم لوگ آپ کے ساتھ تھے۔) راذ حادث بہ کہ اچانک وہ خچر بھاگ کھڑی ہوئی اور
اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت سے نیچے جھکا دیا۔ خیر یفتی حادۃ یعنی جھکانا اور ڈیڑھا کرنا۔ ر فکادت
تلقیہ (تو نزدیک تھا کہ وہ آپ کو زمین پر گرا دے۔) ر اذا اقبستہ ادخسیۃ اور اچانک وہاں چھریا پانچ قبریں
آئیں۔ ر فقال من یعرف اصحاب ہذا القبر آپ نے فرمایا ان قبروں میں جو لوگ دفن میں انہیں کوں جانتا ہے۔
(قال رجل ان) ایک شخص نے کہا ان کو میں پہچانتا ہوں۔ (قال فمتی ما تو) فرمایا تو بتایہ لوگ کب مرے اور کس زمانہ میں
اس جہاں سے رخصت ہوئے (قال ف الشریک) اس نے کہا زمانہ شرک میں مرے ہیں اور یہ لوگ مشرک تھے۔ (فقال) تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہذا الامۃ تبتلی فی قبورہا) بیشک یہ امت یعنی انسانوں کے اس گروہ کو مبتلا
کیا جاتا اور قبروں میں آزمائش کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ (فندوا ان لا تدفنوا) تو اگر اس کا ڈر نہ ہوتا اور یہ بات پیش نظر نہ
ہوتی کہ تم لوگ مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے اور دفن کرنے کی رسم جہاں سے اٹھ جائے گا (ل دعوت اللہ ان یسکون) تو
اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں سنوادے (من عذاب القبر الذی اسمع منه) عذاب قبر سے وہ بچے میں سنتا ہوں۔
یعنی اگر تم لوگ عذاب کی آواز نہ سن لو تو مردوں کو قبریں دفن کرنا ترک کر دو۔

یہاں ایک سوال وارد کیا جاتا ہے کہ عذاب قبر جیسا کہ مخرج عنوان میں بیان ہوا، دفن کرنے پر موقوف نہیں ہے خدا تعالیٰ چاہے تو مردے کو عذاب میں مبتلا کر سکتا ہے چاہے وہ کھلے صحرا میں یا مچھلی کے شکم میں یا کسی اور جگہ ہو۔ نیز جب کہ اہل ایمان کو مردوں کے دفن کا حکم ہے تو محض اس خوف کے باعث دفن ترک کر دینے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس سوال کے جواب میں چند توجیہات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم لوگ عذاب قبر سن لو تو تم پر ایسا خوف اور ایسی دہشت طاری ہو جو تمہیں بے ہوش کر دے اور تمہاری عقل پھیر کر رکھ دے اور تم میں دفن کرنے کی قوت و فرصت نہ رہے۔ جیسا کہ مردوں کی بیخ و بیکار جنات اور انسانوں کے نہ سننے کے متعلق گزشتہ بیان ہوا کہ اگر لوگ سن لیں تو کاروبار معیشت و زندگی محطل اور منقطع ہو کر رہ جائے۔ پس دفن کرنے کا عمل خوف عذاب کی بنا پر نہیں بلکہ عقل کے قوت بخشنے اور ہوش و حواس کے اڑ جانے کے سبب ہوگا۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ مردوں کا عذاب سن لو تو تمہیں مشاہدہ اموات سے اس حد تک دہشت و وحشت لاحق ہو کہ تم ان کی تجھیز و تکفین کے لیے ان کے نزدیک نہ آ سکو۔ اور انہیں دفن نہ کر سکو۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں اس صفت پر پیدا کی گئی ہیں کہ وہ اپنے مردوں کے عیب چھپاتے ہیں اور شریعت میں ہی مردوں کے عیب چھپانے کا حکم ہے چنانچہ فرمایا اذکروا موتا کو بالثبیر (اپنے مردوں کو نیکی سے یاد کرو اور قبرستان لوگوں کے ہجوم و اجتماع کی جگہ ہے۔ تو تم لوگ انہیں دور صحرا میں پھینک آتے تاکہ کوئی آدمی وہاں نہ پہنچ سکے اور ان کا عذاب نہ سن سکے اور ان کے عیوب پر مطلع نہ ہو سکے۔ واللہ اعلم۔

(ثم اقبل علينا بوجهه يهرق دموعه صلى الله عليه وسلم اپنے چہرہ النور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ (فقال) اور فرمایا تعوذوا بالله من عذاب النار عذاب دوزخ سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من عذاب النار) ہم اللہ کے پاس عذاب دوزخ سے پناہ لیتے ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا تعوذوا بالله من عذاب القبر عذاب قبر سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من عذاب القبر) ہم اللہ کے پاس عذاب قبر سے پناہ لیتے ہیں۔ (قال) آپ نے فرمایا۔ (نعوذوا بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن) ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لو۔ ظاہر فتنے وہ جو انسان کے ظاہری جسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور پوشیدہ وہ جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یا جو فتنے تمہارے سامنے ہیں اور جن کو تم لوگ جانتے ہو۔ اور پوشیدہ وہ جو تم نہیں جانتے۔ (قالوا) صحابہ نے کہا (نعوذ بالله من الفتن ما ظهر منها وما بطن) ہم ظاہر اور چھپے فتنوں سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔

(قال فرمایا) (تعوذوا بالله من فتنۃ الدجال) و جال کے فتنہ سے اللہ کے پاس پناہ لو (قالوا) صحابہ نے کہا۔
(تعوذوا بالله من فتنۃ الدجال) ہم لوگ فتنہ و جال سے اللہ کے پاس پناہ لیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۱۲۲۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَرَ النَّبِيُّ أَتَاهُ مَلَكَانِ سَوْدَانِ أَذْرَقَانِ يَقُولُ لَأَحْيَا الْمُنْكَرَ وَالْآخِرُ الْكَبِيرُ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَيَقُولَانِ قَدْ كُنْتَ نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا ثُمَّ يَفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثَمَّ يَنْتَهِي لَهُ فِيهِ ثَمَّ يَقَالُ لَهُ نَمْ فَيَقُولُ أَرْجِعْ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ فَيَقُولَانِ نَمْ كُنُومَةُ الْعُرُوسِ الَّتِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَضْجَعِهِ ذَلِكَ قَرَأَنَ كَانَ مِنْ أَفْئَاتِهَا سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلًا فَقُلْتُ وَشَلَّةٌ لَأَدْرِي فَيَقُولَانِ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ ذَلِكَ فَيَقَالُ لِلْأَرْضِ التَّسْمِي مَلِكِي وَتَلْتَمِصُ عَلَيْهِ وَتَخْتَلِفُ أَمْنَدَعُهُ فَلَا يَمِيزُ أَلْفِيفًا مَعْدَبُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں رکھا جائے گا تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کے رنگ سیاہ اور آنکھیں میل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو کبیر کہتے ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ میت جواب دیتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر اس کے لیے ستر گز چھٹی اور ستر گز لمبائی میں کھلی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے سو جا میت کتاب ہے میں اپنے اہل و عیال کے پاس جاتا ہوں تاکہ ان کو خبر دےں تو وہ فرشتے کہتے ہیں نہی و لہن کی طرح سو جا جسے اس کے اہل میں سے سب سے پیارا فرد ہی اگر جلاتا ہے تو وہ سو جا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی جگہ اقریب سے اٹھائے گا اور اگر وہ میت منافق ہوتا ہے تو فرشتوں کے جواب میں کتاب ہے میں لوگوں سے سنا تھا کہ وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی اسی طرح کہا میں نہیں جانتا۔ وہ فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ تو زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر مل جائے تو وہ اس

حَتَّى يَبْعَثَهُ اللَّهُ مِنْ مَّحْبُوعِهِ

ذَلِكَ -

پر مل جاتی ہے۔ اور اس کی ہڈیاں ایک دوسری میں پھنس جاتی ہیں
تو ہمیشہ وہ عذاب میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کی جگہ
(قبر سے اٹھائے گا۔ قیامت کے دن)۔

(رد الوالد الترمذی)

شرح: اس عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقتبر المیت اتاہم مکان

اسو حان از منکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے
ایسے آدمی کی صورت میں آتے ہیں جس کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ سیاہ رنگ سے یا تو حقیقتہ سیاہ رنگ ہی
مراد ہے کہ سیاہ رنگ میں دوسرے رنگوں کی نسبت دہشت اور وحشت زیادہ ہوتی ہے یا سیاہ رنگ سے ان کا تعلق
المنظر اور بد شکل ہونا مراد ہے۔ اور نیلی آنکھوں سے ان کا تیز آنکھوں سے دیکھنا اور نظر کو گھما کر دیکھنا مراد ہے جس طرح دشمن
دشمن کو تیز نگاہوں سے دیکھتا ہے اپنی نگاہ گھماتا ہے کہ اس کی سیاہی چھپ جاتی اور سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ بعض
کہتے ہیں عرب دشمن کو نیلی آنکھ سے موصوف کہتے ہیں کہ رومی لوگ عربوں کے دشمن ہیں اور ان کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں
ریقال لاحدھا النکر وللآخر النکیر ان میں سے ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ منکر بفتح کاف دونوں کا معنی
نا آشنا اور وحشت ناک ہے نکرہ بمعنی نا آشنائی سے مشتق ہے اور معرفت بمعنی آشنائی کی ضد ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ منکر
نکیر دو اشخاص کا نام ہے جو ہر میت کے سر پر انسانی شکل میں متشکل ہو کر سامنے آتے ہیں۔ بعض علما نے کہا ہے یہ دو گروہوں
کا نام ہے۔ اور ان دونوں کے بے شمار افراد ہیں۔ علما نے یہ بھی کہا ہے کہ منکر نکیر نافرمان لوگوں کے فرشتوں کا نام
ہے۔ اور فرمانبرداروں کے فرشتوں کا نام مبشر اور بشر ہے۔ واللہ اعلم۔

فیقولان ما کنت تقول فہذا الروح جلد وہ دو فرشتے کہتے ہیں تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہتا
تھا۔ فیقول میت اس سوال کے جواب میں کہتا ہے ہو عبد اللہ ورسولہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے
رسول ہیں۔ اشہدان لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبدہ ورسولہ فیقولون قد کنا نعلم انک
تقول ہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ
سن کر وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں میں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا یعنی میرے ایمان کا نشان تیرے حال کے چہرے کو دیکھ کر
میں معلوم ہو گیا تھا۔ ثم یقسم لہ فی قبر سبعون ذراعاً فی سبعین پھراس کے لیے اس قبر ستودہ ستر گز
وسیع کردی جاتی ہے۔ یہ اس کے کشادہ ہونے سے کہ یہ پچھن مدد مراد نہیں ہے۔ ثم ینور لہ فیہ پھر میت کے
لیے اس کی قبر میں روشنی کی جاتی ہے ثم یقال لہ ثم پھراس سے کہا جاتا ہے آرام کی میز سو جا۔ فیقول اسراجم

الی اہلی فأنجو حاکمیت کتاب ہے میں اپنے اہل خانہ کے پاس جاتا ہوں تاکہ انہیں اپنی راحت سے مطلع کروں، جیسے کوئی غریب الوطن مسافر کسی شہر میں وارد ہو۔ اور وہاں پر اسے آرام و راحت نصیب ہو تو کتاب ہے کاٹھ اپنے ڈھکے داروں کے پاس واپس جاؤں انہیں اپنی خوشی و راحت کے حال سے آگاہ کروں اور انہیں دیکھوں۔ (فیقولان نمرکتومہ العود) تو اس میت سے کہا جاتا ہے اب تو سو جا جیسے نئی دلہن یا دو دلہا سوتا ہے۔ عروس کا لفظ مرد و عورت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ (الذی لا یوفیظہ الا حب اہلہ الیہ) جسے نہیں بیدار کرتا مگر اس کے اہل میں سے اس کے نزدیک سب سے محبوب اور پیارا فرد۔ ہر آدمی کا اگر بیدار کرنا انسان کو ناگوار گذرتا ہے۔ اور وحشت و کوفت کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ہر انسان سوئے ہوئے کو بیدار کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ ہاں جب اس کے پاس اس کا محبوب آتا ہے تو اسے بیدار کرتا ہے (یہی حالت کچھ اس میت کی ہوتی ہے)۔ (حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذلک) یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے اس کی خواہ گاہ سے اٹھا کھڑا کرے گا۔

(وان کان منافقا قال) اور اگر میت منافق یا کافر ہو جاتا ہے تو کتاب ہے (سمعت الناس یقولون قولاً) میں نے لوگوں سے سنا تھا کہ وہ اس مرد کے بارے میں کچھ کہتے تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں۔ (فقلت مثلاً) تو میں نے بھی ویسا ہی کہا اور میں نے ان کی تکذیب کی اور ان کا انکار کیا۔ (لا ادراہی) میں ان کی حقیقت حال سے واقف نہیں ہوں۔ (فیقولان قد کننا نعلم انک تقول ذالک) تو فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ تو یہ جواب دے گا۔ یعنی ہم نے کفر کا نشان چہرے پر سے دیکھ لیا تھا۔ (فیذال للامام الترمذی علیہ السلام) پھر زمین کو حکم ہوتا ہے تو اسے پس ڈال۔ (وقلت لہ علیہ) تو زمین اس کی ہڈیوں اور ہڈیوں کے جسم کو توڑ مروڑ دیتی ہے۔ (فتختلف اضلاعہ) تو اس کی ہڈیاں اور سیلیاں زمین کے دبائے سے ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ (فلا یزال فیہا معذباً) تو ہمیشہ وہ قبر اندر غلاب میں مبتلا رہتا ہے۔ (حتی یبعثہ اللہ من مضجعہ ذالک) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اس کی خواہ گاہ سے اٹھا کھڑا کرے گا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

۱۲۳۔ وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجَلِّسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّي اللَّهُ فَيَقُولَانِ لَهُ

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں پھر سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے میت جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے۔

مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ
مَا هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ
فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا يَدْرِيكَ
فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَأَمَنْتُ
بِهِ وَصَدَقْتُ - فَذَلِكَ قَوْلُهُ يُثَبِّتُ
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
الْآيَةَ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ
صَدَقَ عَبْدِي فَأَنْزِلُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ
وَالْيُسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا
إِلَى الْجَنَّةِ فَيَنْفَعُ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنَ
رُوحِهَا وَطَبِيعِهَا وَيُسَخَّرُ لَهُ فِيهَا مَدَدٌ
بَصِيرٌ - أَمَّا الْكَافِرُ فَذَكَرَ مَوْتَهُ قَالَ وَيَعَادُ
رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ وَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ يَجْلِسَانِ
فَيَقُولَانِ مَنْ تَرَبُّكَ - فَيَقُولُ هَاهَا هَاهَا
لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ
فَيَقُولُ هَاهَا هَاهَا لَا أَدْرِي فَيَقُولَانِ مَا
هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ - فَيَقُولُ
هَاهَا هَاهَا لَا أَدْرِي فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ
السَّمَاءِ أَنْ كَذَبَ كَافِرٌ شَوْكًا مِنَ النَّارِ
وَالْيُسُوهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى
النَّارِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنَ حَرِّهَا وَسُومِهَا
وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَحْتَلِفَ عَلَيْهِ

پھر اس سے دوسرا سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ جواب
دیتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر دریافت کرتے ہیں یہ شخص جو تم
میں مبعوث ہوا ہے، کون ہے میت جواب دیتا ہے وہ اللہ
کے رسول ہیں فرشتے پوچھتے ہیں تجھے اس کا علم کیسے ہوا۔ وہ
کتاب ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو اس پر ایمان لایا اور اس
کی تصدیق کی۔ تو یہی ہے اللہ تعالیٰ کا قول یثبث اللہ الی
آخر اکیاتہ تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے۔ میرے
بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا فرش بچھاؤ اور اسے جنت کا
لباس پہناؤ۔ اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول
دو حضرت علیہ السلام نے فرمایا تو اسے جنت کی راحت اور اس کی
خوشبودہ پہنچتی ہے۔ اور اس کی عزتگاہ تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی
ہے۔ لیکن کافر تو اس کی موت کا حضور نے ذکر فرمایا۔ کہا اس کی
روح اس کے جسم میں واپس لوٹائی جاتی ہے۔ اور اس کے پاس دو
فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں پھر اس سے سوال کرتے ہیں
تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ہائے افسوس مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔
پھر اس سے سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا پھر اس سے سوال
کرتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا
تو آسمان سے ایک ندا کرنیوالا ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے اس کیلئے آگ کا فرش
بچھاؤ اور اسے دوزخ کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے آتش دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو
حضرت علیہ السلام نے فرمایا تو اسے آگ کی پیش اور زہری اور گرم ہوا پہنچا شروع ہو جاتی ہے اور
اس کی قبر اس پر گرج رہتی ہے یہاں تک کہ اس کی ایک طرف کی ہڈیاں دوسری
طرف کی ہڈیوں میں پھنس جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اندھ
بہا فرشتہ مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس بوسے کا دھان

أَضْلَاعُهُ تُرَقِّقُ لَهَا عَظْمًا وَاصْطَرَمَعَهُ
مُرْدَبَةً مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَ بِهَا جَبَلٌ لَصَّارٌ
تَوَابًا فَيَضْرِبُهُ بِهَا عَرَبَةٌ فَيَصِيحُ
صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَا بَيْنَ الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ
إِلَّا الثَّقَلَيْنِ فَيَصِيحُ تَوَابًا تُرْعَا دُثَيْبُهُ
الرُّوحُ - (رواه احمد و ابوداود)

ہوتا ہے اگر اس سے پہاڑ کو مارا جائے تو ٹوٹ پھوٹ کر مٹی
ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس ودان کے ساتھ اسے مارتا ہے۔
کہ انسانوں اور جنوں کے موائے شرق و مغرب کے درمیان واسے اس
کی چیخ و پکار سنتے ہیں وہ اس ماس کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے۔ پھر اس
میں روح ٹوٹاٹی جاتی ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔

شرح: - وعن البراء بن عازب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ
سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (قال) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (یا تیبہ ملکان
فیجلسا) مومن کے پاس قبر میں دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں۔ (فیقولان له من ربك) اور اسے کہتے
ہیں تیرا رب کون ہے۔ (فیقول رجلان مومن کتابیہ میرا رب اللہ ہے۔ (فیقولان له ما دینکم پھر اسے کہتے ہیں
تیرا دین کیا ہے۔ (فیقول دینی الاسلام) وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ (فیقولان ما هذا الرجل اللطیف
فیکسرا پھر کہتے ہیں یہ مرد کون ہے جو تمہارے اندر مبعوث ہوا تھا۔ (فیقول هو رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ مومن کہتا
ہے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (فیقولان له ما یدریکم) پس کہتے ہیں تمہارے اس بات کا علم کیسے ہوا۔ اور
تمہارے کس طرح علم ہوا کہ یہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں (فیقول قراءت کتاب الله فامنت به وصدقت) مومن
جواب دیتا ہے۔ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی تو ان پر ایمان لایا اور ان کے حق ہونے کی تصدیق کی۔ (فذلك
قولہ) یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول سے۔ (یشہد الله الذین امنوا بالقول الثابت الا یہ) یعنی اس قول
میں ثابت رکھنے سے مراد یہی ہے کہ قبر میں مذکورہ طریق پر اسے جواب دینے کی توفیق عطا کرتا ہے۔ (قال) رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ارفعوا عن السماء) صدق عبدی تو آسمان سے ایک ندا کرتے والے ندا
کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ آواز دینے والا خود خدا ہے عزوجل ہوتا ہے کہ یہ الفاظ پیدا کر
دیتا ہے جو مراد سی معنی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کو آواز دینے کا حکم ہوتا ہے۔
(رفا فرشوة من الجنة) تو اس کے لیے بہشت کے فرشتوں میں سے فرش بچھا دو۔ (رافرشوا) بفتح ہمزہ افراش سے
مشتق ہے۔ (والبسوة من الجنة) اور اسے بہشتی لباسوں میں سے لباس پہنا دو۔ (وافتحوا له بابا الى الجنة)
اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ (فیفتح) تو اس کے لیے بہشت کی جانب ایک دروازہ کھول

دیا جاتا ہے۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رُفِیَا قَتِیہ من روحہا وطیبہا) تو مومن کو آنا شروع ہو جاتی ہے۔ جنت کی راحت، اس کی رحمت اور بہشت کی باؤ نسیم۔ اور وہاں کی خوبی اور خوشبو۔ (وینفسہا فیہا مد بصرہ) اور کشادہ کر دی جاتی ہے جانب بہشت جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے۔ گزشتہ حدیث میں آیا کہ مومن کی قبر کی کشادگی ستر در ستر گز ہو جاتی ہے۔ اور وہاں بیان ہوا تھا کہ یہ کشادگی اور وسعت سے کنایہ ہے اور اس وسعت و کشادگی کو بطور مبالغہ بیان کرنا مقصود ہے۔ مدبر سے مراد نہیں ہے۔ مدبر سے مبالغہ مراد ہے تحدید و تعیین مقصود نہیں ہے یا ستر در ستر کی کشادگی تو عام مومنین کی قبر کے لیے ہوتی ہے اور تاحید نگاہ کشادگی خاصا حق تعالیٰ کی قبر کے لیے ان کے درجہ و مراتب اور خدا تعالیٰ فضل و کرم کے مطابق ہوتی ہے۔

(واما الکافر فندکو موتہ قال) باقی رہا کافر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا قصہ بایں الفاظ ذکر فرمایا۔ (ويعاد روحہ فی جسدہ) اور کافر کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس عبارت کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ اسے حقیقتہً زندہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح وہ دنیا میں زندہ تھا۔ مگر اس طرح کی زندگی کافر کے ساتھ مخصوص ہوگی تاکہ اسے عذاب کا شدت سے احساس ہو۔ اور پوری سختی کے ساتھ عذاب کا مزہ چکے۔ واللہ اعلم۔

(و یاتیہ مملکان فی بلسانہما اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ جو اسے بٹھا دیتے ہیں۔) (فیقولان من ربک) تو اس سے دریافت کرتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ (فیقول) کافر جواب دیتا ہے۔ (ہا ہا ہا ہا) ہائے افسوس۔ یہ وہ کلمہ ہے جسے حیرت اور دہشت زدہ اور درد و اذیت میں مبتلا انسان زبان پر لاتا ہے۔ جیسے آہ اور ائی ائی کا لفظ بھی ایسے وقت میں زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ (لا ادرای) میں نہیں جانتا اور مجھے کچھ علم نہیں (فیقولان لا مادیئک) پھر اس سے دریافت کرتے ہیں تیرا دین کیسا ہے۔ (فیقول) وہ جواب دیتا ہے (ہا ہا لا ادرای) اے افسوس میں تو کچھ نہیں جانتا (فیقولان ما ہذا الرجل الذی یبعث نیکو فیقول ہا ہا لا ادرای) یعنی پھر اس سے پوچھتے ہیں یہ شخص کون ہے جو تم میں مبعوث ہوا ہے۔ ہائے افسوس میں نہیں جانتا (فینادی منادی من السماء ان کذاب) تو آسمان سے ندا کرنے والا ندا کرتا ہے کہ اس کافر نے مجھ کو بلایا ہے کہ میں نہیں جانتا کیونکہ دین اسلام کی آواز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہرت اور حق کے انوار کی چمک مشرق و مغرب میں پھیل چکی تھی۔ اس کا یہ کہنا کہ میں نہیں جانتا، کیا حقیقت رکھتا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مومن کے لیے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی بنا پر نفع عہدی استعمال فرمایا اور اسے عزت دینے اور اس کے اعزاز و اکرام کی خاطر اپنی جانب اس کی نسبت کی۔ کافر کو اس اعزاز سے سرفراز نہ فرمایا۔ اگرچہ پیدائش کے اعتبار سے کافر و مومن دونوں اس کے بندے ہیں لیکن محبت و رضا اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے۔

(فافرشوا من الناس والجسوة من الناس وافتحوالہ بابا الى الجنة) اس کے لیے آگ کا بستر بچھاؤ۔ اور اسے آگ کی پوشاک پہناؤ۔ اور اس کے لیے آگ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ (قال) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فیاتیہ من حوا وسمومہا) تو اسے آگ کی تپش اور اس کی زہریلی اور گرم ہوا پہنچنا شروع ہو جاتی ہے۔ (قال) فرمایا۔ (ویضیق علیہ قبورہ) اور کافر پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے۔ (حتی تختلف فیہ ضلالتہ) یہاں تک کہ اس کے پہلوؤں کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور اُدھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ (تقریض لہ اعی واصرہ) پھر مسلط کیا جاتا ہے اس پر ایک فرشتہ اندھا اور بہرا۔ یہ اس کی بے خبری، بے شفقتی اور اس کی سنگدلی سے کنایہ ہے کہ وہ اس کی پریشان حالی کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کے عالم و فریاد کو نہیں سنتا۔ اور اس پر کوئی رحم نہیں کرتا۔ (معہ مرزبۃ من حدید) اس کے پاس پتھر توڑنے والا و دان ہوتا ہے۔ (مرزبۃ بکسریم، وسکون راء وفتح زاء مجہد) اور باکی تشدید و تخفیف کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ (لو ضرب بها جمل لصار ترا یا) یہ و دان اتنا سخت اور بڑا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ کسی پہاڑ کو مارا جائے تو وہ پس کر مٹی ہو جائے (فیضربہ بها ضربۃ) تو وہ اس و دان کے ساتھ اسے سخت مارتا ہے۔ وہ اس سے سخت چخ و پکار کرتا ہے۔ (یسمعھا ما بین المشرق والمغرب) کہ اسے مشرق و مغرب کے درمیان کی ہر چیز، حیوانات بلکہ نباتات اور جمادات تک سنتی ہے۔ (اکالا الثقلین) مگر جنات اور انسانوں کو اس کی آواز نہیں سنوائی جاتی اس حکمت و مصلحت کی بنا پر جو حدیث انس کی فصل اول میں مذکور ہوئی۔ (فیضرب ترا یا) تو وہ کافر پس کر خاک و نالیو ہو جاتا ہے (یثریھا د فیہ الروح) پھر اس کے بدن میں اس کی روح واپس لوٹائی جاتی ہے۔ تو عادیہ روح اور اسے قبر میں زندہ کرنا بار بار ہوتا ہے۔ یہ اس کے لیے شدت اور زیادہ عذاب و عیش کی غرض سے ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد بعد الموت اور عادیہ روح کے انکار کی جزا کے طور پر ہوتا ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس تقدیر پر قبر میں دوبارہ زندہ کرنا اور دوبارہ مارنے کا عمل ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے ایتہ کریمہ **اَمْتَنَّا اَنْتَیْنِیْنِ وَاَحْیَیْنَا اَنْتَیْنِیْنِ** (تو نے میں دو دفعہ مالا اور دو دفعہ زندہ کیا) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اور اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعض مفسرین پہلی بار مارنے سے یعنی دنیا میں متعارف مارتا اور قبر میں زندہ کرنے کو پہلی بار زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ اور دوسری بار مارنے سے فرشتوں کے سوال و جواب کے بعد مارنے اور دوبارہ زندہ کرنے سے بعث و نشور کے وقت زندہ کرنا مراد لیتے ہیں۔ بہر صورت ان کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردے کو سوال و جواب کے بعد، اور اسے دوزخ میں نشست گاہ دکھانے اور اس کی طرف دروازہ کھولنے

تو جو منزلیں اور گھاٹیاں اس کے بعد ہیں وہ اس سے آسان تر ہیں۔ (روان لعین جہنمہ فی بعدہ کا اشد منہ اور اگر عذاب قبر سے نجات نہ پائی تو جو کچھ اس کے بعد ہے وہ اس سے سخت تر ہے۔ جس طرح عالم ظاہر میں کسی مجرم کو بادشاہ وقت کے پاس لاتے ہیں اگر اس کے سامنے آتے ہی اس سے مر بانی اور آسانی کا سلوک کیا گیا تو اس کے بعد جو کچھ اس کے ساتھ ہوگا، آسان تر ہوگا۔ اور اگر سامنے آتے ہی اس سے سخت مدد یہ اختیار کیا گیا تو آخر تک اس کا معاملہ سخت تر ہوگا۔ (رفاں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ (وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا (ما رايت منظر اقطا) میں نے کوئی بُرا اور ناخوش و نا پسندیدہ منظر نہیں دیکھا۔ (۱) الحدیث القبر اظہر من انوار الشمس (۲) اس سے بھی بدتر اور سخت تکلیف دہ ہے۔ کیونکہ اس سے تکلیف و عذاب ساختہ آتا ہے۔ جس سے انسان کی زندگی تلخ اور بدمزہ ہو جاتی ہے۔

۱۲۵ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فُرِغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْئَلُ (روا کا ابو داؤد)

اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرماتے (اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْئَلُ) اور فرماتے (اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْئَلُ) پھر اس کے لیے ایمان پر قائم رہنے کی دعا کرو کہ جیک اس سے اب سوال ہوگا۔

شرح: (روا کا ابو داؤد) کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ اور انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا یا حبیب بنی صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس پر یعنی اس کی قبر پر کھڑے ہوتے۔ (رفقا) اور فرماتے (اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ ثُمَّ سَلُوا لَهُ بِالتَّيْبِتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْئَلُ) پھر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اسے منکر نیک کے جواب میں استغاثہ عطا کرے۔ (فإنه الآن يسأل) کہ بیشک اس سے اب بھی سوال ہوگا۔

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ زندوں کی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور ان کے لیے استغفار اور طلب بخشش رحمت کا سبب و ذریعہ ہے۔ مشائخ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مذہب ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد میں یہ بات تحریر شدہ ہے کہ وفی دعاء الاحیاء للاہلوات و صدقہم عنہم نفہم زندوں کے مردوں کے لیے دعا کرنے اور ان کی طرف سے صدقہ کرنے میں انہیں نفع اور فائدہ پہنچتا ہے۔ اور دعا و طلب استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفن میت کے بعد کرتے ہیں۔ یہ تلقین بہت سے شافعیہ اور

بعض احناف کے نزدیک مستحب ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی فوت ہو جائے۔ اور تم اسے دفن کر دو اور مٹی ڈال دو۔ تو چاہیجے کہ تم میں ایک شخص اس کے سر ہانے کھڑا ہو کر کہے۔ اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے۔ میت اس کی یہ آواز سنتا ہے مگر جواب نہیں دے سکتا۔ پھر کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے جب دوبارہ یہ آواز سنتا ہے تو قبر میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر تیسری بار وہ کہے اے فلاں فلاں عورت کے بیٹے اس پر وہ میت کہتا ہے اللہ تجھ پر رحمت کرے تاکہ کھانا چاہتا ہے۔ لیکن تم لوگ اس کی یہ بات نہیں سنتے۔ پھر کہے اے فلاں وہ کلمہ یاد کر جس پر دنیا میں تھا۔ یعنی کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبده ورسوله اور یہ کہ تو اس پر راضی تھا کہ خدا تعالیٰ تیرا رب ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رسول برحق ہیں۔ اور تیرا دین دین اسلام ہے۔ قرآن مجید تیرا امام و راہنما ہے جب میت یہ کہتا ہے تو منکر و نکیر فرشتے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں اس بندے کے پاس سے باہر نکل چلیں اب ہمیں اس سے کیا کام اللہ تعالیٰ نے خود اسے اس کی حجت احمدیہ سکھادی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر ہم لوگ اس کی ماں کا نام نہ جانتے ہوں۔ تو پھر کس طرح آواز دیں اور کس کی طرف نسبت کریں۔ فرمایا سوا کی طرف نسبت کر جو سب کی ماں ہے۔ انتہی۔

اور اول سورۃ بقرہ سے تعلقوں تک اور اس کا آخر آمن الرسول سے ختم سورۃ تک پڑھنا بھی آیا ہے اور اگر اس وقت قرآن مجید ختم کریں تو یہ زیادہ بہتر اور افضل ہے۔ بعض علماء سے یہ بھی سنا گیا ہے اس موقع پر مسائل فقہ میں سے کوئی مسئلہ بیان کریں تو اس کی بھی فضیلت ہے۔ اور باعث نزول رحمت ہے۔ اور اس موقعہ و محل کے مناسب یہ ہے کہ وراثت کا مسئلہ بیان کیا جائے۔ اور مختار و پسندیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کا ختم کرنا مکروہ نہیں ہے، مگر بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

۱۲۶۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ عَلَى
الْكَافِرِ فِي قَبْرِهِ تِسْعَةٌ قَبْعُونَ تَيْتَانِ
تَنْعَسُهُ وَتَلْدَغُهُ حَتَّى تَقْرَأَ السَّاعَةَ كَوْنًا
أَنْ تَيْتَانِ مِمَّا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ مَا أَتَيْتَ خَضِرًا

اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا البتہ کافر کا قبر اس کی قبر میں ایک کم سو بڑے جسم کے اور نہایت ذہریلے سانپ مسلط کیے جاتے ہیں۔ جو اس کے بدن کو قیامت تک نوچتے اور کاٹتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک سانپ بھی زمین میں پھونکے گا تو زمین سبز

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۲۴۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى سَعْدِ بْنِ

مُعَاذٍ حِينَ تَوَفَّى فَلَمَّا صَلَّيْنَا عَلَيْهِ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّيْنَا اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَهُ

فِي قَبْرِهِ وَسَوَّى عَلَيْهِ سَبْعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّيْنَا

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ

فَكَثَّرْنَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ سَبَّحْتَ

ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ نَضَّيْتُ عَلَى هَذَا

الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرَهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللَّهُ عَنْهُ

رواه احمد۔

کشادہ کر دیا گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہا ہم لوگ سعد

بن معاذ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے جبکہ

وہ فوت ہوئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز

جنازہ پڑھ کر اسی سے قبر میں رکھ دیا گیا اور مٹی برابر کر دی گئی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی تو ہم نے بھی کافی دقت

تسبیح پڑھی۔ پھر آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپ سے

دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے پہلے تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی۔

فرمایا بیشک اس عبد صالح پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی یہاں تک

کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تنگ کر دی اور اس کے لیے اس کی قبر کو

شرح :- (عن جابر قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الى سعد بن معاذ حين توفي)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ

رضی اللہ عنہ کی طرف گئے جبکہ ان کی وفات ہوئی۔ (فلما صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم) جب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر اسی سے قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

اور سواوی طیار اور ان پر مٹی برابر کر دی گئی۔ (وسوى عليه سبع رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور انہیں ان کی قبر میں رکھ دیا گیا

تعجب کے طور پر تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی تنگی اور اس کا دبانا ہر میت کو ہوتا ہے۔ اگرچہ میت انتہا درجے کا مرد صالح کیوں نہ ہو۔ اور یہ مرد صالح یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ بزرگ شخصیت ہیں کہ ان کی موت پر عرش الہی جنبش میں آیا۔ آپ کے لیے آسمان کے دروازے کھل دیے گئے۔ ستر ہزار فرشتے نے ان کے جنازہ سے میں شرکت کی۔ قبر کی یہ تنگی یا تو کسی تقصیر کے باعث تھی جو آپ سے قرب حق میں واقع ہوئی یا سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ہر شخص کو قبر و باقی ہے جیسے ہر شخص کے لیے دوزخ پر درود مفودی ہے۔ واللہ اعلم۔

۱۳۸۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الَّذِي تَحْرُكُ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ لَقَدْ مَرَّ مِنْهُ تَعْرِفُوجُ عَنْهُ۔
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (عربی معنی) وہ شخص ہے جس کے لیے عرش حرکت میں آیا اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھل دیے گئے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے جنازہ سے میں حاضر ہوئے۔ ایک آپ کو سخت دبا گیا اور آپ پر بھی قبر سخت تنگ ہوئی۔ پھر اس دشواری اور تکلیف سے آپ کو کشادگی عطا کی گئی۔

شرح: سرور عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الذي تحرك له العرش وفتحت له ابواب السماء وشهدته سبعون الفا من الملائكة لقد مر منه تعرفوج عنه۔
سے روایت ہے آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (عربی معنی) وہ شخص ہے جس کے لیے عرش جنبش میں آیا۔ ایک روایت میں یوں ہے اختلف العرش لموت سعد بن معاذ کی موت پر عرش جھوم اٹھا۔ ایک روایت میں عرش الرحمن کا لفظ آیا ہے۔ اس کلام کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ یہ حرکت میں آنا اور جھومنا خوشی اور مسرت و نشاط سے کنایہ ہے۔ یعنی ان کی روح پاک کے عالم قدس کی طرف پرواز کرنے اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی عظمت و بزرگی کی بنا پر امدان کی تشریف آوری کی بشارت ملنے پر چڑھنے اہل عرش نے خوشی منائی اور فرحت و نشاط کا اظہار کیا۔

دوسرا یہ کہ یہ ان کی موت کے عظیم ہونے اور اس حادثہ کے شدید ہونے سے کنایہ ہے جس طرح لوگ کہتے ہیں فلاں شخص کی موت سے زمین تاریک ہو گئی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دنیا سے ان کے وجود مسعود کے مٹاؤش اور ان کے پاکیزہ اعمال کے آسمانوں کی طرف

بلند ہونے کا سلسلہ منقطع ہونے پر حسرت و غم کے طور پر ایسا ہوا جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ زمین و آسمان صالحین کی موت پر مدد سے روتے ہیں یعنی زمین کی جگہ جہاں انہوں نے نیک عمل کیے اور آسمان کی جگہ جہاں سے ان کے اعمال صالحہ اور پیر طہ صحت تھے سادرجن جگہوں کو وہ مشرف و برکت والا کیا کرتا تھا۔ اور فرحت و مسرور کو علت قرار دینا جیسا کہ وجہ اول میں مذکور ہوا، اس دوسری حدیث کے مطابق ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی آپ کی امت میں سے وہ کون شخص ہے جس کا آج رات وصال ہوا ہے۔ جس سے آسمانوں والے بہت مسرور اور خوش ہو گئے ہیں۔ اس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص سعد بن معاذ ہے۔ ان کی موت کا قصہ غزوہ خندق میں مذکور ہے۔ (وفتحت له ابواب السماء) اور اس پر نزول رحمت یا اس کی روح کے عالم بالا کی طرف پرواز کرنے کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ (وشهدا سبعون الفا من الملائكة) اور ان کے پاس یعنی ان کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے۔ (لقد صنع ضمة تفرج عنه) ان پر بھی قبر تنگ کی گئی اور معاملہ سخت کیا گیا پھر یہ حالت ان سے ہٹا لی گئی۔ اور آسانی میا کر دی گئی۔

اور حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو آپ نے قننہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے جب آپ نے اس کا ذکر کیا تو مسلمانوں پر سخت گریہ طاری ہوا یہ الفاظ بخاری نے روایت کیے اور نسائی نے یہ الفاظ مزید روایت کیے کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سمجھنے کے درمیان گریہ کی یہ حالت حائل ہو گئی۔ جب لوگوں کو گریہ سے سکون ہوا تو میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا اللہ تجھے برکت عطا کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا بیان فرمایا تھا۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں ایسے نعتیے کے

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبِيًّا فَذَكَرَ قَنْنَةَ الْقَبْرِ الَّتِي يُفْتَنُ فِيهَا الْوَدُّ فَلَمَّا ذَكَرَ ذَلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ ضَجَّةً رَدَاكَ الْبُخَارِيُّ وَنَادَى النَّسَائِيُّ حَالَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ أَنْ أَفْهَمَ كَلَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَكَتَ مَجْتَمِعٌ قُلْتُ لِرَجُلٍ قَرِيبٍ مِنِّي أَيْ بَارِكْ اللَّهُ فِيكَ مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ قَوْلِهِ قَالَ قَالَ أُمِّي أَلِي أَنْتُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِمَّنْ فُتِنَ الدَّجَالُ

اندر مبتلا کیا جاتا ہے حمد و جلال کے فتنے کے قریب ہوتا ہے۔

تشریح: مرو عن اسماء بنت ابی بکر حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ ر قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیباً فرماتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے۔ رخذ کوفتة القبر التي يفتن فيه المرم اور فتنہ قبر کا ذکر فرمایا جس میں انسان مبتلا ہوتا ہے۔ ر فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجة (جب آپ نے فتنہ قبر یاد دلایا تو لوگوں پر سخت گریہ طاری ہوا۔ اسے بنجاری نے روایت کیا۔ اور صرف اتنے الفاظ روایت کیے۔ رونا والنساء) اور نسائی نے یہ عبارت اور زیادہ کی۔ کہ حضرت اسماء نے کہا حالت بینی و بین ان افهم كلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام مبارک سمجھنے میں گریہ و زاری کی مذکورہ حالت حائل ہو گئی (اور میں آپ کا پورا کلام نہ سمجھ سکی۔ یعنی لوگوں کا نالہ و فریاد اس قدر بلند ہوا کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نہ سن سکی اور نہ سمجھ سکی۔ ر فلما سكت ضجته) جب لوگوں کا نالہ و فریاد ٹھہر گیا اور انہیں سکون ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے جو میرے قریب تھا دریافت کیا (ای بارک اللہ فیك) اے مرد خدا اللہ تیرے کام میں برکت ڈالے۔ ر ما ذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخر قوله) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری کلام میں کیا فرمایا تھا۔ (قال قال) اس مرد نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (قد ادعى الى انكم تفتنون ف القبور) تحقیق میری طرف وحی تازل ہوئی ہے کہ قبروں میں تم لوگ ایسے فتنہ میں مبتلا کیے جاتے ہو۔ (رقباً من فتنه الدجال) جو فتنہ شدت اور نہایت اذیت میں فتنہ و جال کے قریب ہوتا ہے نیز دجال دعویٰ ربوبیت کرے گا۔ اور لوگ عجز و مجبوری کے باعث اس کی ربوبیت کے اقرار کے فتنہ میں گریں گے۔ میت کے لیے بھی اس کا احتمال ہے کہ اضطراب و گھبراہٹ کے باعث فرشتوں کو دیکھ کر ان کی ہیبت و محاط کی شدت، اور ان کی دہشت سے فتنہ میں گر پڑے۔ اور جب اس سے دریافت کریں کہ تیرا رب کون ہے یا تیرا رسول کون ہے تو بارے دہشت کے وہ بات زبان سے کہہ ڈالے جو نہ کہنے والی ہو۔ فعوذ باللہ من ذالک۔

۱۳۰۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ مَثَلَتْ لَهُ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میت کو جب قبر میں

الشَّمْعُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَيَجْلِسُ يَسْمَعُ

داخل کیا جاتا ہے تو اسے سورج غروب ہونے کا وقت محسوس

يَمْنِيهِ وَيَقُولُ دَعُوْنِي أَمْ لِيْ

ہوتا ہے وہ آنکھیں ملتا ہوا اللہ بیٹھا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑو

رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

کہ میں نماز پڑھ لوں۔

شرح :- (وعن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ادخل المیت القبر فثنت لہ الشمس عنہ عزوبہا)
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت کو قبر میں داخل کیا جاتا ہے اس وقت اسے سورج ڈوبنے کا وقت محسوس ہوتا ہے۔ یعنی غروب کے قریب جب اس کا رنگ سرور پڑ جاتا اور روشنی کم ہو جاتی ہے۔ (فیجلس یمسح عینہ) تو وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے۔ (و یقول دعونی اصلی) اور اپنے آپ سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز مغرب ادا کر لوں۔ یا فرشتوں سے کہتا ہے مجھے چھوڑ دو کہ میں نماز ادا کر لوں۔ اس کے بعد جو چاہو کر لینا۔ یا سوال و جواب سے فارغ ہونے کے بعد کہتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال کے درمیان بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کیفیت اس کے آرام و آسائش پر دلالت کرتی ہے۔ کہ گویا وہ ابھی دنیا میں ہے اور اسے نیند آگئی مگر قبر میں اس کی یہ حالت و کیفیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ دنیا میں ادائے فرائض اور ان پر ہمیشگی درود میں بڑا پختہ تھا۔ وقت مغرب کی تخصیص اس لیے فرمائی یہ وقت غربت و تنہائی سے مناسبت رکھتا ہے۔ شام کا وقت غریبوں (مسافروں) سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ”شام غریباں“ الوطن آدمی شام کے وقت جب کسی بے گانے شہر میں پہنچتا ہے تو حیران و پریشان ہوتا ہے کہ کہاں بیٹھے اور کیا کرے۔ نظم

توزلف را شکستی تاریک شد جہاں اکنوں فتاد شام غریباں کجا روند
 نماز شام غریباں چو گریہ آغازم بہ ہائے غریبانہ قصہ پر دازم
 تو نے اپنی زلف کھولی تو جہاں تاریک ہو گیا سب شام پڑ گئی غریب الوطن کہاں جائیں
 غریبوں کی نماز شام کے وقت جب میں رونا شروع کرتا ہوں تو غریبانہ ہائے کے ساتھ اپنا قصہ مکمل کرتا ہوں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میت قبر میں پہنچتا ہے تو مرد اپنی قبر میں بغیر کسی خوف کے بڑا خوش خوش بیٹھ جاتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھا۔ وہ جواب دیتا ہے دین اسلام میں۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ وہ جواب دیتا ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشکباس سے ہمارے پاس روشن دلائل لے کر آئے تو ہم نسلان کی تصدیق کی۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے

۱۳۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ أَلْبَسْتَ يَصْبِرُ إِلَى الْقَبْرِ فَيَجْلِسُ الْوَجْدُ فِي قَبْرِهِ غَيْرَ فَرِحٍ وَلَا مَشْغُوبٍ ثُمَّ يُقَالُ فِيهِ كُنْتَ فَيَقُولُ كُنْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَيُقَالُ مَا هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ فَصَدَّقْنَاهُ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ

رَأَيْتَ اللَّهَ يَقُولُ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَرَى
 اللَّهُ فَيُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا
 يَحِطُّ بِبَعْضِهَا بَعْضًا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا وَفَاكَ اللَّهُ ثُمَّ يُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ الْجَنَّةِ
 فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ
 هَذَا مَقْعَدُ خَلْقِي الْيَقِينِ كُنْتُ عَلَيْهِ مِتَّ وَ
 عَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَجْلِسُ
 الرَّجُلُ السُّوءُ فِي قَبْرِهِ فَرِعَا مَشْغُوبًا فَيُقَالُ
 لَهُ قِيمَ كُنْتَ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي فَيُقَالُ لَهُ مَا
 هَذَا الرَّجُلُ فَيَقُولُ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ
 قَوْلًا فَنَلْتُهُ فَيُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً قَبْلَ الْجَنَّةِ
 فَيَنْظُرُ إِلَى زَهْرَتِهَا وَمَا فِيهَا فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ
 إِلَى مَا صَرَفَ اللَّهُ عَنْكَ ثُمَّ يُفَرِّجُ لَهُ فُرْجَةً
 إِلَى النَّارِ فَيَنْظُرُ إِلَيْهَا يَحِطُّ بِبَعْضِهَا بَعْضًا
 فَيُقَالُ لَهُ هَذَا مَقْعَدُكَ عَلَى الشَّيْءِ كُنْتَ
 وَ عَلَيْهِ مِتَّ وَ عَلَيْهِ تُبْعَثُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
 تَعَالَى -

رواہ ابن ماجہ

کیا تو نے اللہ کو دیکھا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کسی کا یہ مقام نہیں کہ وہ
 خدا تعالیٰ کو دیکھے۔ پھر اس کے لیے آگ کی جانب ایک سوراخ نکالا
 جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو توڑ رہی ہے۔ پھر اس
 سے کہا جاتا ہے دیکھ اسے جس سے اللہ نے تجھے بچایا ہے۔
 پھر اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس
 کی طرف تازگی اور جو کچھ اس میں ہے اسے دیکھتا ہے اور اس سے
 کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانا تو یقین پر قائم رہا اور یقین پر ہی مرا اور
 اس پر ان شاء اللہ تعالیٰ تیرا شجر ہوگا۔ اور بُرے مرد کو اس کی قبر میں
 بٹھایا جاتا ہے۔ وہ اس وقت بڑی گھبراہٹ اور اذیت میں ہوتا
 ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے تو کس دین و ملت میں تھا وہ جواب دیتا
 ہے میں نہیں جانتا۔ اور اس سے کہا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ وہ جواب
 دیتا ہے میں نے لوگوں کو سنا کہ ایک بات کہتے تھے وہ میں نے بھی کہی تو
 اس کے لیے ایک سوراخ جنت کی طرف کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی
 طرف تازگی اور جو کچھ اس میں ہے، کو دیکھتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے دیکھ
 اس چیز کو جو اللہ نے تجھ سے پھیر دی ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف
 ایک سوراخ کھولا جاتا ہے تو وہ اس کی طرف دیکھتا ہے کہ بعض بعض کو
 ریزہ ریزہ کر رہا ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے تو شک
 پر تھا شک پر ہی مرا اور شک ہی قیامت کے دن ان شاء اللہ اٹھے گا۔

شرح :- (روعن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان المیت یمید الی القبر اور حضرت
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت قبر کی طرف واپس جاتا ہے۔ (وینجلس
 الرجل فی قبره) تو مرد اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے یا بٹھایا جاتا ہے۔ یعنی مرد صالح کو اس کی قبر میں۔ (غیر فزع ولا
 مشغوب) بغیر کسی گھبراہٹ اور فتنہ میں مبتلا کرنے کے۔ یعنی بے خوف، خوشحال اور فارغ البالی کی حالت میں۔ لغت میں
 شَغَبَ بفتح شین وغین معجمہ اور سکون غین بمعنی شتر، فتنہ اور تباہی برپا کرنا۔ (ثم یقال فیہ صکت) پھر اس سے کہا جاتا

ہے کہ تو دنیا میں کس دین و ملت کا پیرو کار تھا۔ (فیقول دینی الاسلام) وہ جواب دیتا ہے میرا دین اسلام ہے اور میں اسلام کا پیرو کار تھا۔ (فیقال ما هذا الرجل) پھر اس سے دریافت کیا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ اور نیز اس کے بارے میں کیا اعتقاد ہے۔ (فیقول محمد رسول اللہ) وہ جواب دیتا ہے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (جاءنا بالبیت من عند اللہ) ہمارے پاس اللہ کی طرف سے روشن اور ظاہر معجزات لائے کر تشریف لائے (فصدقت) تو ہم نے اس کی تصدیق کی اور اسے سچا جانا۔ (فیقال له هذا رایت اللہ) جب کہ اس نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے دین اسلام لائے کر آئے تو اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس بنا پر کہتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے پاس سے معجزات لائے ہیں تو کس دلیل سے کہتا ہے۔ دراصل اس میں اس کی اس تصدیق کا امتحان مقصود ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے فرستادہ ہیں۔ (فیقول ما ينبغي لاحداث يورى الله) وہ کہتا ہے کسی کو لائق نہیں کہ دنیا میں خدا تعالیٰ و تقدس کا دیدار کرے میں نے تو ان کے روشن معجزات دیکھ کر ان کے صدق کا یقین کیا ہے۔ (فیفرج له فوجد النار) پھر اس کے لیے کھولا جاتا ہے ایک شکاف آتش دوزخ کی طرف۔ (یفرج تخفیف و تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ قبل بکسراف اور فتح یا۔ بمعنی جانب اور جہت اسی طرح ہر جگہ جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ (فینظر اليه يحطو بعضه بعضاً) تو وہ آتش دوزخ اور اس کے برے عذاب کو دیکھتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ وہ آگ آگ کے ہی بعض دوسرے حصوں کو توڑتی اور پاٹمال کر رہی ہے۔ یہ اس کی کثرت اس کی شدت اور اس کے آپس کو درہم برہم کرنے سے کنا یہ ہے۔ (فیقال له انظر الى ما دقا الله) پھر اسے کھا جاتا ہے۔ اس چیز کو دیکھ جس سے خدا تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ بعض نسخوں میں مثلاً کاللفظ بھی مذکور ہوا ہے۔ (ثعیر فرج له فرجة قبل الجنة) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ (فینظر الى زهرتها وما فيها) تو وہ اس کی تروتازگی کا دھجہ کچھ اس میں ہے اسے دیکھتا ہے بغیر اس کے کہ اسے دیکھنے کا حکم ہو۔ (فیقال له هذا مقعدك) اور اس سے کھا جاتا ہے یہ تیری نشست گاہ ہے۔ (على اليقين كنت) کیونکہ تو دنیا کی زندگی میں یقین و ایمان پر تھا۔ (و عليه مت) اور اسی یقین و ایمان پر تو مرا۔ مُت میم کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ (و عليه تبحت) اور اسی یقین و ایمان پر تجھے قبر سے قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) اگر خدا تعالیٰ نے چاہا یہ کلمہ تبرک و تاکید اور شوق و رغبت کے اظہار کے لیے ہے۔ جیسے کسی بیمار یا مبتلائے تکلیف کو کہتے ہیں حوصلہ کر ان شاء اللہ تعالیٰ تو صحت یاب اور اس مصیبت سے نجات پا جائے گا۔

(ويجلس الرجل السوء في قبوره) اور بدکردار انسان کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے۔ سوء عین کا ضمہ

اور فتح دونوں اس کی لغات ہیں۔ (فزعاً مشغوباً) درانحالیکہ وہ تباہ حال اور ڈر رہا ہو رہا ہے۔ (فیقال لدنیر کنت) اس سے پوچھا جاتا ہے تو کس حالت اور کس دین میں تھا۔ (فیقول) وہ جواب دیتا ہے۔ (لا ادری) میں نہیں جانتا اور مجھے کچھ پتہ نہیں۔ (فیقال له ما هذا الرجل) پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ مرد کون ہے۔ (فیقول سمعت الناس یعولون قولاً فقلنت) وہ کہتا ہے میں نے لوگوں کو سنا کہ وہ کچھ کہتے تھے تو میں نے بھی وہی کیا۔ (فیفرج له فوجه قبل الجنة) پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے۔ (فینظر الی ذہر تعاد ما فیہا) تو وہ جنت کی تروتازگی اور جو کچھ اس میں ہے سب دیکھتا ہے۔ (فیقال له انظر الی ما صرف الله عنک) پھر اس سے کہا جاتا ہے اس چیز کی طرف دیکھ جو اللہ نے تجھ سے پھیر لی ہے اور تجھے اس سے محروم کر دیا ہے۔ (ثم یفرج له فوجه الی النار) فینظر الیہا یحظر بعضہا بعضاً) پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک شکاف کر دیا جاتا ہے تو وہ اسے دیکھتا ہے کہ اس کا بعض بعض کو توڑ رہا ہے۔ (فیقال له هذا مقعدک) اور اسے کہا جاتا ہے یہ ہے تیری نشستگاہ (علی شک کنت) تو دنیا میں شک میں مبتلا رہا۔ (وعلیہ مت) اور شک کی حالت میں ہی مرا۔ (وعلیہ تبعث ان شاء الله تعالیٰ) اور ان شاء الله تعالیٰ شک کی حالت میں ہی قیامت کے دن اٹھے گا۔



کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا باب

صراح میں ہے اعتصام بمعنی پختہ کار ہونا اور مضبوطی سے تھامنا۔ کتاب و سنت سے اعتصام کا معنی ہے کتاب و سنت کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ اور جو کچھ اس میں آیا ہے اس پر عمل کرنا۔ اور بدعت اور اہل ہوا کے مذاہب سے دور رہنا۔ کتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ سنت بمعنی سیرت اور وہ طریقہ جس پر دین میں لوگ چلتے ہیں۔ سنت سے وہ امور بھی مراد ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیے بغیر اس کے کہ وہ واجب یا ضروری ہوں۔ یہاں سنت سے اوامر و نواہی مراد ہیں جو کتاب اللہ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرمائے۔ کتاب اللہ کے اوامر و نواہی مراد نہیں ہیں کہ ان کا کتاب کی صورت میں یہاں الگ ذکر موجود ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

۱۳۲۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (متفق عليه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے نئی بات پیدا کی ہمارے دین میں جو اس میں سے نہ ہو تو وہ باطل و مردود ہے۔

شرح:۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من أحدث في أمرنا هذا) جس شخص نے نکالی ہمارے اس دین میں جو روشن و ظاہر ہے۔ (ما ليس منه) ایسی چیز جو اس میں سے نہ ہو۔ یعنی ایسی نئی بات نکالی جو کتاب و سنت میں نہ تو صراحت مذکور ہو۔ اور نہ ہی قواعد استنباط سے اخذ کی گئی ہو۔ اور نہ ہی کتاب نے اس کی صحت کی تصدیق کی ہو۔ ہمارے اس معنی کے مطابق فی امرنا ہذا میں اجماع اور قیاس بھی داخل ہو گیا۔ غرض یہ کہ ایسی چیز مراد ہے جو کتاب و سنت کے خلاف اور اسے تبدیل کرنے والی ہو۔ (فهو رد) تو وہ چیز یا ایسی بات نکالنے والا شخص باطل و مردود ہے۔

۱۳۳۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَخَيْرُ الْاُمُورِ مَعَادُ ثَائِعًا وَكُلُّ يَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعد حمد و صلوٰۃ بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔ اور بدترین امور وہ ہیں جو دین میں اپنے پاس سے نکلے ہوئے ہیں۔

(رواکا مسلم)

اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح :- روعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی خطبہ میں حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی (اما بعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ) بہترین کلام اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ (و خیر الہدیٰ ہذا محبہ) اور تمام طریقوں اور سیرتوں میں سے بہترین سیرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سیرت طیبہ ہے۔ (و شر الامور معدناتہم) اور تمام چیزوں میں بدترین چیز وہ ہے جو دین میں نئی نکالی گئی ہو جسے بدعت کہتے ہیں۔ (و کل بدعة ضلالة) اور ہر بدعت گمراہی کا سبب ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا بدعت کہلاتا ہے۔ پھر اس میں سے جو کچھ اصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو۔ اور کتاب و سنت پر قیاس کیا گیا ہو "بدعت حسنہ" کہلاتا ہے۔ اور جو ان اصول و قواعد کے خلاف ہو اسے بدعت ضلالت کہتے ہیں۔ اور کل بدعت ضلالت کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو بدعات حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب و ضروری ہے۔ جیسے علم صرف و نحو کا سیکھنا سکھانا کہ اسی کے ذریعے آیات و احادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اسی طرح کتاب و سنت کے غرائب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا، اور دوسری بہت سی چیزیں اور علوم جن پر دین و ملت کی حفاظت موقوف ہے۔ اور کچھ بدعات حسنہ مستحسن و مستحب ہیں۔ جیسے سرائیں اور دینی مدارس تعمیر کرنا۔ بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے بعض علماء کے نزدیک مسجدوں اور قرآن مجید کی جلدوں اور غلافوں وغیرہ کی زیبائش و تزیین اور ان کا نقش و نگار بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذت چیزوں کی فراوانی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنا بشرطیکہ یہ چیزیں حلال و جائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں۔ تبکھڑا ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہوں۔ اسی طرح بعض اور چیزیں بھی مباح ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت کہلائیں گی۔ تاہم وہ بدعت ضلالت نہیں ہیں بلکہ بدعت حسنہ ہوں گی۔ بدعت بھی نہیں حقیقت چانتا وغیرہ۔ اور بعض بدعات حرام ہیں جیسے اہل بدعت و ہوا کے مذاہب باطلہ جو کتاب و سنت کے مخالف ہیں۔ اور جو جو نئی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں بدعت کہلائیں گی۔ تاہم وہ بدعت ضلالت نہیں ہیں بلکہ بدعت حسنہ ہوں گی۔ بدعت بھی نہیں حقیقت سنت میں داخل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کو مضبوطی سے پکڑو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۳۴۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَمُطْلَبٌ دَمَ امْرَأٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهْرَيْقَ دَمُهُ (رواه البخاری)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہیں ایک حرم کعبہ میں الحاد پھیلانے والا دوسرا اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طالب ہو تاکہ اس کا خون بہا دے۔

شرح: رسول ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابغض الناس الى الله ثلاثه) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل اسلام کے گروہ میں سے تین آدمی اللہ کے دشمن ہیں۔ (ملحد في الحرم) پہلا وہ آدمی جو حرم کی زمین میں الحاد پھیلانے والا ہو۔ لغت میں الحاد کا معنی کسی جانب مڑنے اور پھرنے کا آتا ہے۔ اسی معنی کے مطابق قبر کے اس گڑھے کو لحد کہتے ہیں جو ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اور شرع میں حق سے باطل کی جانب مڑنے اور پھرنے کو الحاد کہتے ہیں۔ اور حرم میں الحاد ہے کہ ان امور کا ارتکاب کیا جائے جو ممنوع اور حرام ہیں۔ جیسے کسی کو قتل کرنا کسی سے لڑائی کرنا۔ حدود حرم میں شکار کرنا۔ یا مطلقاً گناہوں کا ارتکاب کرنا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے۔ کہ جس طرح اس زمین میں نیکی کا ثواب کثی گناہ ہے معصیت و گناہ کا مرتکب ہوتا بھی سخت ترین جرم ہے۔ کہ مقام قرب میں بے ادبی سخت تشنیع اور سخت قبیح ہے۔ اسی بنا پر آپ نے کہ معظمہ میں رہائش کو مکروہ و ناپسندیدہ جانتے ہوئے کہ اس مکان شریف کی حرمت و عظمت کی نگہداشت ایک مشکل امر ہے، طائف میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

(ومبتغ في الاسلام سنة الجاهلية) دوسرا وہ شخص جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ چاہنے والا ہو اور شعار جاہلیت کو چاہنے والا ہو۔ جیسے نوحہ کرنا، منہ زنی، مردہ پر کپڑے پھاڑنا۔ اور یہ تدبیر سے بد فالی لینا وغیرہ۔ (ومطلب دم امرأة بخير حق) تیسرا وہ شخص جو کسی کے خون ناحق کا طلبگار ہو۔ ریکھو یت دمہ) اس کی صرف یہ غرض ہو کہ اس کا خون بہا دے۔ اور کوئی غرض و مقصد نہ ہو۔ اگرچہ قتل مطلقاً مذموم و ممنوع ہے۔ لیکن بغیر کسی وجہ کے کسی کے خون کے درپے ہو نا نہایت مذموم اور سخت قبیح فعل ہے۔ گویا اس کا مقصد صرف اس معصیت و جرم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگانا چاہیئے کہ جب کسی کے قتل کا صرف ارادہ رکھنا اس قدر معصیت اور سخت مذموم امر ہے تو جو شخص قتل کا ارتکاب کرے اس کا حال اللہ کے ہاں کس قدر برا اور مذموم ہو گا۔

۱۳۵۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أُمَّتٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ

إِلَّا مَنْ أَبِي قَيْدٍ وَمَنْ أَبِي قَيْدٍ مَنْ أَطَاعَنِي

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى

رواہ البخاری

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر وہ شخص جس نے سرکشی اختیار کی لوگوں نے کہا کس نے سرکشی اختیار کی۔ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک اس نے سرکشی کی۔

شرح لمعات :- (وعن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی یدخلون

الجنة) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں جائے گی (الا من ابی) مگر وہ جس نے سرکشی کی۔ (قید و من ابی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کس نے سرکشی کی۔ یعنی سرکشی کرنے سے کیا مراد ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں سرکشی کرنے اور نہ کرنے والے دونوں کا ذکر کیا تاکہ بات کی پوری وضاحت و تفسیر ہو جائے۔ (قال) حضور ربی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من اطاعنی دخل الجنة) جس نے میری فرمانبرداری کی یعنی کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا جنت میں داخل ہوگا۔ (ومن عصانی فقد ابی) اور جس نے میری نافرمانی کی اور بدعت کا راستہ اختیار کیا اور خواہش نفس کی پیروی کی تو اس نے سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۱۳۶۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَتْ مَلَائِكَةُ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَوْنَانُهُمَا قَالَا

إِنَّ لَصَاحِبَكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاصْبِرْ بِلَاةٍ مَثَلًا

قَالَ بَعْضُهُمَا إِنَّهُ نَائِمٌ قَالَ بَعْضُهُمَا إِنَّ

الْعَيْنَ نَائِسَةً وَالْقَلْبَ يَقْطَانُ فَقَالَا

مَثَلُهُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا

مَادُبَةً وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ

الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَآكَلَ مِنَ الْمَادِبَةِ وَ

مَنْ لَمْ يَجِبْ أَنْدَرَى تَوَيَّدَ خِلَ الدَّارِ وَكَذَلِكَ

يَأْكُلُ مِنَ الْمَادِبَةِ فَقَالَا أَوْ لَوْ هَا

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند فرشتے آئے آپ اس وقت

سو رہے تھے وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے بیشک

تمہارے اس ساتھی (نبی کریم علیہ السلام) کا عجیب قصہ اور حال

ہے۔ تو اس کا قصہ اور حال بیان کرو۔ بعض فرشتوں نے کہا وہ تو

سو رہے ہیں۔ بعض نے کہا انکے سو رہے ہیں مگر دل بیدار ہے تو انہوں

نے کہا کہ ان کا قصہ اور حال اس شخص کی مانند ہے جس نے ایک مکان

تعمیر کیا پھر اس میں کھانا تیار کیا۔ اور ایک بلانے

والے کو بھیجا تو جس نے اس بلانے والے کی دعوت قبول کی وہ اس

مکان میں داخل ہوگا اور اس کھانے میں سے کھائے گا اور جس نے

لَهُ يَفْقَهُمَا قَالَ بَعْضُهُمْ أَرِئُهُ نَاشِرٌ
قَالَ بَعْضُهُمْ أَرِئُهُ نَاشِرٌ وَالْقَلْبُ
يَقْضَانِ فَقَالُوا الدَّارُ الْجَنَّةُ وَالذَّاعِي
مُحَمَّدٌ فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا فَقَدْ
أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا
فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَمُحَمَّدٌ فَرَفٌّ
بَيْنَ النَّاسِ

اس کی دعوت قبول نہ کی وہ نہ تو مکان میں داخل ہوگا اور نہ اس
کھانے میں سے کچھ کھا سکے گا۔ پھر فرشتوں نے آپس میں کہا اس قصے
کی حقیقت بیان کرو تاکہ وہ (نبی علیہ السلام) اسے سمجھ جائیں۔ بعض
نے کہا وہ تو سو رہے ہیں اور بعض نے کہا صرف آنکھ سوتی ہے دل
بیدار ہے تو انہوں نے اس قصے اور مثل کی حقیقت بیان کرتے
ہوئے کہا وہ مکان جنت ہے اندر بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں۔ تو جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ
تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
کے درمیان فرق و امتیاز کرنے والے ہیں۔

(دوا کا البغاری)

شرح :- (ادع عن جابر) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال جاءت ملائكة
النبي صلى الله عليه وسلم) کہ فرشتوں کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (وهو نائم) درانحالیکہ
آپ اس وقت سو رہے تھے۔ (فقالوا) فرشتوں نے آپس میں کہا (ان لصاحبكم مثلًا) بیشک تمہارے
دوست یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ذات کا عجیب قصہ اور عجیب حال ہے۔ فرشتوں کا حضور علیہ السلام کو اپنا
صاحب کہنا اس بنا پر تھا کہ اس وقت ملائکہ آپ کے پاس تھے۔ (فاخذوا له) تو اس کے اس عجیب قصے کو ایک
مثال کی صورت میں بیان کر دیا کہ وہ اسے جان لے اور امت کو اس سے آگاہ کرے۔ (قال بعضهم) بعض
فرشتوں نے کہا وہ اس وقت سو رہے ہیں بیان کرنے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا یعنی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔
اس پر (قال بعضهم ان العين نائمة والقلب يقظان) بعض نے کہا آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔
آپ کا یہ حال ہر وقت رہتا تھا۔ کہ نیند میں آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں اور جو کچھ آنکھ سے دکھائی دیتا ہے وہ آپ نہ
دیکھتے تھے۔ مگر آپ کا قلب شریف بیدار رہتا تھا۔ اور جو کچھ آپ کے متعلق ہوتا تھا اسے آپ سنتے تھے جیسا کہ ایک دوسرے
حدیث میں آچکا ہے۔ تنام عیناى ولا ينام قلبى میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ (فقالوا) تو انہوں نے
آپ کا عجیب قصہ اور عجیب حال بیان کرتے ہوئے کہا۔ (مثلة رجل بنى داراً) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
واقعہ اور حال اس شخص کے حال و قصہ کے مشابہ ہے جس نے ایک مکان تعمیر کیا۔ (وجعل فيها مآدباً) اور اس میں کھانا

آراستہ کیا مآذنبۂ بہمزہ و نعم دال ہمدہ جو لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ لفظ فتح دال سے بھی پڑھا گیا ہے۔ ایک حدیث میں القراءات مادۃ اللہ قرآن اللہ کا کھانا ہے۔ (روایت دعیا) اور اس شخص نے ایک بلانے والا بھیجا جو لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلا کر لائے۔ (ومن اجاب الداعی دخل الدار و اكل من المادۃ) تو جس جس نے اس کی دعوت قبول کی وہ اس مکان میں داخل ہوا اور اس کھانے میں سے بھی کھایا۔ (ومن لم يجيب الداعی لم يدخل الدار و لم يأكل من المادۃ) اور جس نے اس دعوت کو مسترد کر دیا وہ اس مکان میں داخل نہ ہوا اور نہ اس کھانے میں سے نصیب ہوا۔ (فقلوا ادلوها لہ یفقهها) پھر ملائکہ نے کہا اس قصہ اور مثل کی حقیقت اور مقصد بیان کرو تاکہ یہ سونے والا شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی مراد سمجھ جائے۔ (قال بعضهم انہ نائم۔۔۔) اس مرتبہ بھی بعض نے کہا کہ آپ تو سوئے ہوئے ہیں۔ (وقال بعضهم ان العین نائمة والقلب یقظان) اور بعض نے کہا آنکھ نیند میں ہے اور دل بیدار ہے۔ (فقلوا) تو انہوں نے اس کی تاویل اور مطلب بیان کرتے ہوئے کہا (الداد الخبتا) تعمیر کردہ مکان سے مراد جنت ہے۔ (و الداعی محمد) لوگوں کو اس کھانے کی طرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو کھانا تیار کیا گیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی گئی وہ جنت کی نعمتیں ہیں۔ ان کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ان کا ذکر نہ فرمایا۔ اور جس مرد نے وہ مکان تعمیر کیا بے ادبی کے خیال سے اس کا ذکر بھی نہ کیا کہ مرد کا اطلاق حق تعالیٰ و تقدس پر اگرچہ تشبیہ کے طور پر ہی ہو، مناسب نہیں۔ (ومن اطاع محمداً) چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق لوگوں کو بلاتے ہیں اس لیے جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (فقد اطاع اللہ) تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ (ومن عصی محمداً فقد عصی اللہ) اور جو انسان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے تو بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ (و محمد) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (فرق بین الناس) کافر و مومن اور نافرمان و فرمانبردار لوگوں کے درمیان فرق تمیز کرنے والے ہیں کہ جس نے آپ کی تصدیق کی صاحب ایمان ہو گیا اور جس نے آپ کی تکذیب کی کافر ہو گیا۔ اور جس نے آپ کے فرمودات کے مطابق عمل کیا فرمانبردار کہلایا۔ اور جس نے اس کے مطابق عمل نہ کیا نافرمان بن گیا۔ فرق بفتح فاء سکون را بمعنی فارق فرق و تمیز کرنے والا۔ اور بعض محدثین نے یہ لفظ فَرَّقَ بہ تشدید را تفریق مصدر سے ماضی کا صیغہ بھی نقل کیا ہے۔

اور تو رات میں مذکور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے ایک اسم مبارک فار قلیط ہے۔ یعنی

حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوفا و باخيار المصطفیٰ میں ذکر کیا کہ ابن قتیبہ نے روایت کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریین سے کہا میں جا رہا ہوں میرے بعد ایک فارقلیط تشریف لارہا ہے۔ جو حق کی روح ہوگی وہ اپنے پاس سے کچھ نہ کہے گا۔ بلکہ صرف وہی بات زبان سے نکالے گا جس کی اُسے وحی ہوگی۔ وہ میرے صادق ہونے کی گواہی دے گا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس سے تمہیں آگاہ کرے گا۔ اور یوحنا کی حکایت میں جو حواریین میں سے ایک تھا، آیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا فارقلیط تم میں اس وقت تک تشریف نہ لائے گا جب تک میں تم میں سے نہ جاؤں۔ اور جب وہ تشریف لائے گا تو لوگوں کو گناہوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرے گا۔ اور اپنے پاس سے کچھ نہ کہے گا۔ اور تمہیں حقانی سستی کے مطابق چلائے گا اور تمہیں ان واقعات و حوادث اور غیب کی باتوں سے آگاہ کرے گا جو تمہیں پیش آنے والی ہوں گی اور تمہارے راز تم پر منکشف کرے گا۔ اور تمہارے سامنے ہر چیز بیان کرے گا۔ اور وہ میری صداقت کی گواہی دے گا۔ جس طرح میں اس کی صداقت کی گواہی دے رہا ہوں۔ اور میں تمہارے سامنے مثالیں بیان کرتا ہوں۔ وہ اگر ان کی تاویل و تفسیر بتائے گا۔ رواہ البخاری۔

۱۳۷۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَتْ ثَلَاثَةٌ رَهْطًا إِلَى أَدُوجِرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أُخْبِرُوا بِهَا كَانَهُمْ يَقَالُونَ مَا فَتَا لَنَا مِنْ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ أَحَدُهُمْ أَمَا أَنَا فَاصْلِي اللَّيْلِ أَبَدًا وَقَالَ الْآخَرَانَا أَصْرُومُ النَّهَارِ أَوْ لَا أَفْطِرُ وَقَالَ الْآخَرَانَا لِمَ تَزُولُ النِّسَاءُ فَلَا تَزَوَّجُنَّ أَبَدًا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَسْأَلُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذًا أَمْ لَا وَاللَّهِ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا تین آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس آپ کی عبادت کے بارے میں پوچھنے آئے جب انہیں اس کے متعلق بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم خیال کیا۔ پھر انہوں نے کہا حضور علیہ السلام کے سامنے ہم کیا چیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پھلی تمام فرد گناہوں کو معاف کر دیا ہو اسے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا میں ہمیشہ رات کو نماز ہی پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا۔ کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا۔ ان سے نکاح نہ کروں گا۔ پھر حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں آگاہ رہو قسم بخدا میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کر

اَفِيْ لَا خَشَاكُمُ اللّٰهُ وَاتَّقَاكُمْ عَلٰهُ وَلِكِنِّيْ اَمْرٌ
وَاَفْطِرٌ وَاَمْسِيْ وَاَرْقُدُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ
فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ

پرہیزگار ہوں مگر میں روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا
اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور عورتوں
سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ تو جو شخص میری سنت سے اعراض
کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

(متفق علیہ)

شرح : سرور عن انس قال جاء ثلاثة رهط الى زوج النبي صلى الله عليه وسلم
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں تین شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس
آئے۔ (یسألون عن عبادة النبي صلى الله عليه وسلم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں دریافت کرنے
کے لیے کہ اس کی مقدار کیا تھی۔ (فلما اخبروا بها) جب انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق بتایا
گیا اور ازواج مطہرات علیہن الرضوان نے اس کی مقدار بیان کی کہ یہ تھی (كانهون تقالوها) تو ان تین اشخاص نے حضور
کی عبادت کو گویا کم خیال کیا۔ ان کا گمان یہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کا مرتبہ بزرگ تراور
بلند تر ہے تو آپ کی عبادت و طاعت بھی بہت زیادہ ہوگی تاہم انہوں نے ادب کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آپ کی طرف
کسی قسم کی کوتاہی کی نسبت نہ کی۔ (فقالوا) بلکہ یوں کہا (این نحن من النبي صلى الله عليه وسلم) ہماری حضور نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا نسبت اگر آپ کی مقدار عبادت کم ہے تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ (وقد غفر
الله له ما تقدم من ذنبه وما تأخر) کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضور کی اگلی پچھلی تمام فرور گناہیں معاف کر دی ہوئی
ہیں۔ لہذا آپ اگر کم عبادت بھی کریں تو آپ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔ اس کے برعکس ہم لوگ اس امر کے محتاج ہیں
کہ ہمارے گناہوں کی مغفرت ہو۔ لیکن ان بزرگ صحابہ نے یہ نہ جانا اور اس پہلو پر اچھی طرح غور نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کی تھوڑی سی عبادت ہر زیادہ سے زیادہ عبادت سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حضور کو کمال معرفت اور عبادت میں
پوری طرح حضور قلب اور درجہ احسان حاصل ہوتا ہے۔ نیز حضور کے کم عبادت بجا لانے میں امت کے حق میں و فور
رحمت اور اس پر کمال شفقت ہے۔ اور اس میں نفس اور اہل دعیال کے حقوق کی رعایت اور تعلیم موجود ہے۔ پھر اس میں
مسکب اعتدال پر استقامت اور عمل پر مداومت پائی جاتی ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عمل کی کثرت اور فراط
اس عمل میں فتور اور سستی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور وقت و ملال کا موجب بن جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بارے میں غفران ذنوب کا ذکر جو آیا ہے۔ تو اس کی توجہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بہترین قول یہ ہے
کہ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید عزت افزائی کے لیے وارد ہوا ہے بغیر اس کے کہ آپ سے

کوئی گناہ سرزد ہوا ہو۔ جیسے آقا اپنے غلام سے کہتا ہے میں نے تیرے تمام گناہ بخش دیے تو فارغ البال اور خوش رہ۔ اور کسی قسم کا فکر نہ اندیشہ نہ کر اگرچہ اس غلام سے کوئی غلطی اور گناہ صادر نہ ہوا ہو۔ اور مشہور توجہ یہ ہے کہ حَسَنَاتُ الْاِبْرَارِ مِثْلَاتُ الْمُقَرَّبِينَ (ابرار کی نیکیاں مقربین کے حق میں گناہ کا درجہ رکھتی ہیں) یعنی درجہ ابرار میں جو اعمال نیکی کہلاتے ہیں۔ درجہ مقربین میں ان کے بلند درجہ کے باعث گناہ اور بُرائی متصور ہوتے ہیں۔

رَفَعَالِ اَحَدَهُمَا نَافِلًا فَصَلَّى الْبَلَدِ اَبَدًا (تو ان میں سے ایک نے عمدہ کر لیا ہے کہ ہمیشہ پوری رات عبادت میں گزارا کروں گا۔) وَقَالَ الْاٰخَرَانَاَصُومُ اِنْ هَا سَابَدًا (دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔) وَلَا افطر (اور کبھی افطار نہ کروں گا) وَقَالَ الْاٰخَرَانَاَعْتَزِلُ النِّسَاءَ (تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ تھلک رہوں گا۔) (فَلَا اتَزَوِّجُ اَبَدًا) کبھی ان سے نکاح نہ کروں گا اگر یہ شخص اب تک مجروح تھا اور کسی عورت سے نکاح نہ کیا تھا تو عبارت کا مطلب ظاہر ہے۔ اور اگر اس کی عورت موجود تھی تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ میں اسے طلاق دے دوں گا۔ (فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَمُنَّ قَالَ ابْنِي صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَنْتَمُونَ حضرات کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اِنَّهُمْ الذِّينَ قَدْ كَذَبُوا كَذَابًا ثُمَّ وَدَّوْهُمُ جَنَّةً لَّنِي يَدِي بَانِي كِي يَدِي۔) اَمَّا وَاللّٰهُ اَفْلَا خَشَاكُمْ لَلّٰهُ (اگاد رہو بیشک میں تم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔) (وَاقْتَفَاكُمْ لَه) اور تم سب سے بڑھ کر اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔) (وَلَكِنِّي اَصُومُ وَافْطُرُ) لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ یعنی کبھی روزے رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا۔ (وَاصِلٌ وَرَقْدًا) اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ (وَاَتَزَوِّجُ النِّسَاءَ) اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں اور ان سے مجامعت بھی کرتا ہوں۔ (رَضِيَ رَاغِبٌ عَنْ سَنَةِ فَلَيْسَ مَعْنَى اَلَوْ جُوْهُ شَخْصٌ مِّمْرِی سَنَتٌ اور میرے طریقے سے اعراض کرتا ہے وہ میرے پیروں کا میں سے نہیں ہے۔

۱۳۸۔ وَخَرَجَ عَائِشَةُ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَيْبًا فَرَّخَصَ

فِيهِ فَنَزَلَهُ عَنْهُ قَوْمٌ فَبَلَغَ ذَاكَ

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فَخَطَبَ فَعَوَّدَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا بَأْسُ

اَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ اَصْنَعُهُ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے فرماتی ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا پھر اس میں نرمی کر دی تو کچھ

لوگوں نے اس شخصیت امیر زحیٰ سے کنارہ کشی اختیار کی۔ ان لوگوں

کی یہ بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے

خطبہ دیا اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو

اس کام سے کنارہ کشی کرتے ہیں جو میں نے کیا اور میں نے اس کا حکم

فَوَاللّٰهُ اِنِّیْ لَا اَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَاشَدُّهُمْ
لَهُ خَشِیَّةً - متفق علیہ -
دیا خدا کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور
مجھے ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کا خوف و ڈر ہے۔

شرح :- (رو عن عائشة قالت صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً فغضب فيه)
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا پھر اس میں
رخصت اور نرمی اور آسانی کر دی، یعنی رخصت پر عمل کیا یا امت کو رخصت پر عمل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ لغت میں
رخصت کا معنی ہے کسی کام میں آسانی اور فراخی پیدا کرنا اور ترخیص کا معنی ہے رخصت دینا اور آسانی کرنا (فتزہ
عنہ قہ) تو کچھ لوگوں نے اس سے دوری اختیار کی۔ یعنی رخصت پر عمل کرنے کو پسند نہ کیا۔ (فبلغ ذلك رسول الله
صلى الله عليه وسلم) جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی۔ (فخطب وحمد الله ثم قال) تو آپ نے خطبہ دیا اور
اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا (ما بال اقوام يتنزهون عن الشيء اصبغوا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس کام
کو پسند نہیں کرتے جسے میں کرتا ہوں اور میں اس کا حکم دیتا ہوں۔) (فوالله اني لاعلمهم بالله) قسم بخدا میں ان
سب سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ جانتا ہوں۔ (واشد هم له خشية) اور ان سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ سے ڈرنے
والا ہوں۔ یعنی کمال تقویٰ اور خوف و ڈر کے باوجود رخصت پر عمل کرتا ہوں یہ لوگ کیا اور کون ہیں جو اس پر عمل کرنے
کو ناپسند جانتے ہیں۔

رخصت پر عمل کرنا درحقیقت بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے نفس کیلئے آسانی اپنے عاجز و بے بس
ہونے کا اظہار اور تخفیف کے مشاہدے اور خدا تعالیٰ کے رخصت دینے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے رخصت پر جو
عمل ہوتا ہے وہ عزیمت کے حکم میں ہی ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے خدا تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو بھی اسی طرح
پسند کرتا ہے جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنے کو پسند کرتا ہے۔

۱۳۹۔ وَعَنْ سَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَ
هُمْ يُؤْبِرُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ
قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ
تَفْعَلُونَ كَانْ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَتَنَقَّصْتُ قَالَ
فَذَكُّوا ذَالِكُمْ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ
اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے کہانی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور اہل مدینہ کھجوروں
کو پیوند کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا تم لوگ یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں
نے کہا ہم لوگ یہ کام عرصہ سے کرتے چلے آ رہے ہیں آپ نے
فرمایا اگر تم یہ کام نہ کرتے تو شاید بہتر ہوتا تو لوگوں نے پیوند کرنا
چھوڑ دیا (اتفاق ایسا ہوا کہ) اس سال کھجوروں نے پھل کم دیا۔

اِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ دِينِكُمْ فَخُذُوهُ
وَاِذَا اَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ سِوَايَ فَاْتَمَرُوا
اَنَّا بَشَرٌ

راوی کہتا ہے لوگوں نے اس کی کا ذکر بھی صل اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ اس پر حضور بھی صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایک بشر ہوں۔ جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کوئی حکم دوں تو اسے لے لیا کرو۔ اور جب میں اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں (اس میں تم میرے حکم کی تعمیل کے پابند نہیں ہو)۔

راوی مسلم

شرح: (روعن سافع بن خدیج) بر وزن کریم صحابی ہیں۔ انصاری ہیں غزنی کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ البتہ غزوہ احد، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ ایک جنگ میں دشمن کے تیر سے زخمی ہوئے۔ حضور صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن تیرے حق میں گواہی دوں گا آپ کا یہ زخم ۳۰ سال بعد میں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں پھٹ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۷ سال تھی بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

یہ رافع بن خدیج راوی ہیں کہ (قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ (وہو یابرون النخل) ان دنوں اہل مدینہ کھجور کو پیوند اور اس کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ دراصل اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ نہ کھجور کی شاخ مادہ کھجور کی شاخ سے لگاتے تھے۔ جس سے باذن خداوندی مادہ کھجور گویا حاملہ ہو جاتی تھی یا یُرُون۔ نفع یا دسکون ہمزہ اور کسروہ وضمہ بابر وایت دیگر یا بُرُون بضم یاء فتح ہمزہ وکسرباء مشدودہ۔ (فقال) تو آپ نے استقامت انکاری کے طور پر فرمایا۔ (ما تصنعون) تم لوگ یہ عمل کس لیے کرتے ہو۔ (قالوا) کیا (نصنعہ) لوگوں نے کہا ہم زمانہ قدیم سے ایسا کرتے چلے آ رہے ہیں ایسا کرنا ہماری عادت بن چکی ہے۔ اور یہ عمل درخت کو پھلدار کر دیتا ہے۔ (قال) حضور صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لعلکم تولدوا تفعلا) کان خیبر (التم) لوگ ایسا نہ کرو تو شاید زیادہ بہتر ہو جب کہ یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے اور ظاہر اس کی کوئی تاثیر بھی نہیں۔ تو اس کا نہ کرنا بہتر اور اولیٰ ہے۔ (فتزکوہ) لوگوں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ (فمنقصت) اتفاق سے درخت خربانے (اس سال) پھل کم دیا یا اس کا پھل کم ہو گیا۔ (قال) راوی کہتا ہے۔ (فقد کوا دلت علیہ) لوگوں نے یہ واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ (فقال) آپ نے فرمایا (انما انما بشر) میں تو صرف ایک بشر ہوں۔ (اذا امرتکم بشیء من امر دینکم) جب میں تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کوئی حکم دوں (تخذوا)

تو اسے لے لو۔ اور اس پر کار بند ہو جاؤ۔ (واذا اموثکوم بشئ من تھائی) اور جب میں تمہیں اپنی رائے اور اجتہاد سے کوئی کام کہوں (فانما انا بشر) تو سوائے اس کے نہیں میں تو ایک بشر ہوں۔ شاید خطا کر جاؤں۔ احمد کی روایت میں صریحاً ایسا آیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزولِ وحی کے بغیر ہی محض اپنے اجتہاد سے لوگوں کو اس بنا پر اس عمل سے منع فرمایا کہ یہ امور جاہلیت اور اس کی عادات میں سے ایک عمل ہے اور گہرائی میں جاننے کے بغیر یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس عمل کی پھل زیادہ یا کم ہونے میں تاثیر کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ یا یہ امر ذہن مبارک میں لائے بغیر کہ یہ عمل عادت الہی کے مطابق پھل زیادہ ہونے میں اثر رکھتا ہے، آپ نے انہیں منع فرمایا مگر جزم و یقین سے ممانعت نہ فرمائی۔ بلکہ یوں فرمایا کہ اگر پیوند نہ کرو تو بہتر ہو۔

اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کے دنیوی امور کی طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ اور نہ اس سے کوئی غرض متعلق تھی کہ اس عمل کے کرنے اور نہ کرنے سے دنیوی اور اخروی سعادت و البستہ نہ تھی۔ آپ تو دینی امور کے بیان کا اہتمام فرمانے تشریف لائے تھے۔ تو جب آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے مطابق یہ عمل تاثیر رکھتا ہے۔ مگر اس بارے میں ممانعت بھی وارد نہیں ہے تو آپ نے سکوت فرمایا اور چشم پوشی اختیار کی یہی معنی ہے اس جملے کا جو اس واقعہ سے متعلق بعض روایات میں آیا ہے۔ (انتہی علمہ بامور دنیا کم تم لوگ اپنے دنیا کے امور میں جانتے ہو۔) یعنی مجھے اس عمل سے کوئی سروکار نہیں۔ اور اس طرف میری کوئی توجہ اور التفات نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف بیہودہ نہ کرنے والے انصار مدینہ سے معاذ اللہ کم تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے دنیوی و اخروی ہر کام کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی وسعت علم کے پیش نظر اس واقعہ سے متعلق طاعلی قادری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ جلد اول ص ۷۲ میں فرماتے ہیں:-

ومن معجزاته الباهرة اياته البظاهرة
رحمۃ اللہ علیہ جمعۃ اللہ من المعارف، ای الجزئیۃ
والعلوم، ای الکلیۃ والمدركات الظنیۃ
والیقینیۃ والانسار الباطنة والانوار
الظاهرة وخص من لا یلک علی جمیع مصالک الدنیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
آپ کے لیے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیۃ اور یقینیۃ اور
اسرار باطنہ و انوار ظاہر جمع کر دیے اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصطلحات
پر اطلاع دے کر خاص فرمایا اس پر یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقین نفل کر رہے تھے یعنی خرم کے نفل کی
(باقی ماثیہ بر صفحہ آئندہ)

۱۴۰۔ وَكَفَّ أَبُومُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا مَثَلُ وَمَثَلُ مَا

والدين ای ما یتیم بہ اصلاح الامور الدنیویۃ والآخریۃ واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد الانصار یلحقون النخل فقال لو ترکتموه فترکوه فلم یخرج شیئا وخرج شیصا فقال انتم اعلم بامور دنیا کم واجب باند کان ظنا منہ لرجا وقال الشیخ سیدی محمد السنوسی اراد ان یعملہم علی خرق العوائد فی ذلک ای باب التوکل واما هناك فلم یمثلوا فقال استعاضوا عنہ بنیاکم ولو مثلوا وتمعنوا فی سنة اوستیت لکفوا امر هذه المحنة۔

(بغیر ما ذکرہ صغیرا بایں)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا نہ کرتے تو شاید بہتر ہونا لوگوں نے چھوڑ دیا تو پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے آپ نے فرمایا تم اپنے دنیوی کاموں کو خوب جانتے ہو۔ اس اشکال کے جواب میں کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گمان فرمایا تھا اور کوئی نہ جی اس بارے میں نہ ہوتی تھی۔ حضرت شیخ محمد السنوسی نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق وظواف عادت کام پر آمادہ کرنے اور باب توکل کی پہچان کا ارادہ کیا تھا انہوں نے طاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضور نے فرمایا تم اپنے دنیا کے کام خود ہی جانو اگر وہ لوگ سال دو سال آپ کی بات مان لیتے اور تلقیح نہ کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

یہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا کی جلد ثانی ص ۲۲۸ میں فرماتے ہیں۔

اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گمان میں درست اور صحیح تھے اور اگر یہ لوگ آپ کے ارشاد پر ثابت قدم رہتے تو اس فن میں فوقیت لے جاتے اور ان سے اس عمل کی مشقت رفع ہو جاتی۔ اور پھل میں کمی کا تغیر عادت جاریہ کے مطابق ہوا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص ایک چیز کھانے یا پینے کا عادی ہوتا ہے وہ اسی کی تلاش کرتا ہے۔ اور جب اسے وہ چیز میسر نہیں آتی تو اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اگر یہ لوگ صبر سے کام لیتے اور ایک دو سال نقصان برداشت کرتے تو کھجور کا پھل اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آتا۔ بلکہ بہت ممکن ہے پہلے سے مقدار میں بڑھ جاتا۔ اس واقعہ میں توکل اختیار کرنے اور اسباب اختیار

وعندی انه علیہ السلام ما بقى ذلك الظن ولو ثبتوا علی كلامه لقاتوا في الفن ولا رتفع عنهم كلفة المعالجة فانما وقع التغير بحسب جریان العادة الاتوری ان من تعود یا کل شیء او شربہ یتفقده واذ لم یجد یتغیر من حاله فلو صبروا علی نقصان سنة اوستین لرجع الخیل الی حاله لا قل وربما کان یزید علی قدره المول و فی القصۃ اشارت الی التوکل وعدم المبالغۃ فی الاسباب وغفل عنہ اسباب المعالجۃ

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

بَعَثُوا إِلَيْهِ كَيْفَ رَاجِلَ أَقْ قَوْمًا
فَقَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُ الْبَعِيثَ
بِعَيْنِي وَارِقًا نَاكَ النَّزِيرُ الْعَوِيَّانَ قَالَتَجَاءُ
النَّجَاءُ فَاطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِّنْ قَوْمِهِ
فَادْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَىٰ مَهْلِكِهِمْ قَتَلُوا
وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاصْبَحُوا مَكَانَهُمْ
وَقَصَبَ عَلَيْهِمُ الْجَيْشُ فَأَمْلَكَهُمْ
اجْتَنَحَهُمْ فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ
أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَهُ مَا جِئْتُ بِهِ
وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ مَا
جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ -

(مستوفی علیہ)

میری اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کر بھیجا ہے اس کی کیفیت و
حالت اس شخص کی کیفیت و حالت کی طرح ہے جو قوم کے پاس آیا
اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے اپنی دونوں آنکھوں کے ساتھ ایک
شکر دیکھا ہے (دشمن کا لوٹ مار کرنے والا لشکر اور بیشک میں یقین
ہے اور واضح طور پر تمہیں ڈراتا ہوں۔ تو جلدی کرو جلدی کرو اپنے
بچاؤ کے لیے) اس سے یہ خبر سن کر قوم کے ایک گروہ نے تو اس کی اطاعت
کی اور وہ اطمینان اور آرام کے ساتھ اسی وقت رات کو ہی چل پڑے۔
تو اس لشکر سے نجات پا گئے۔ اور دوسرے گروہ نے اس کی خبر کو چھوڑا
قرار دیا اور اپنے گھروں میں ہی ٹکے رہے یہاں تک کہ اس لشکر نے صبح
ہوتے ہی ان پر حملہ کیا اور ہلاک کر دیا اور ان کا نام دشمن بنا دیا۔
بالکل یہی کیفیت و نوعیت اس شخص کی ہے جس نے میری فرمانبرداری کا اصرار
کچھ میں نہ کر آیا ہوں اس کی اتباع کی۔ اور ایسی ہی کیفیت اس کے ہے جس
نے میری نافرمانی کی۔ اور جو حق نے کر میں آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

شرح :- (روعن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امثلوا مثلی و مثلاً

بعثنی اللہ) اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے اس کے
نہیں کہ میرا قصہ اور حال اور اس کا قصہ و حال جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے یعنی دین و شریعت احکام و احکام
اختیار کرتے کی صورت میں میں نے جو عذاب دنیوی و آخری کے بارے میں خبریں دی ہیں۔ (مکمل و حیل اقی قوما قتال)

(بقیہ ماحضہ صفحہ سابقہ)

من الاصباب و اللہ اعلم بالصواب - میں مبالغہ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ کرام میں سے انشبا
اختیار کرنے والے اسی نکتے سے غافل تھے۔

علماء کرام کی ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریعت اس بارے میں کامل و مکمل
تھا۔ بعض لوگ اس حدیث سے جو حضور علیہ السلام کے علم کی نفی کرتے ہیں ان کی توقع درست نہیں۔ حالانکہ علم بالصواب۔
مترجم غفرلہ۔

اس آدمی کے حال اور قصص کی طرح ہے جو قوم کے پاس آیا اور ان سے کہا میں یا قوم اف سائیت البعیش بعینی اے میری قوم میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے (وانا النذیر العریان) اور بیشک میں تمہیں برہنہ ڈرانے والا ہوں۔ اس کلمے کا معنی یہ ہے کہ عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ لوٹ مار کے لیے کسی لشکر کو آمادہ دیکھتے تو برہنہ ہو جاتے۔ اور کپڑا ہاتھ میں پکڑ کر اسے بلند کرتے اور اپنے سر کے گرد گھماتے۔ اور اپنی قوم کے پاس آتے اور انہیں اس کی اطلاع دیتے کہ لوٹ مار کے لیے ایک لشکر آرہا ہے۔ اور وہ شخص جسے دشمن کی اطلاع کے لیے کسی جگہ مقرر کرتے جب وہ دشمن کو دیکھتا اپنے کپڑے بدن سے اتار لیتا اور اسے بلند کرتا اس طرح اسے برہنہ ہونا پڑتا۔ اس کے بعد یہ لفظ ناگمانی کام کے لیے جو خوف و ڈر سے برہنہ ہوا اور اس میں شک و شبہ نہ ہوئے کے لیے بطور مثل و معاوہ استعمال ہونے لگا۔ یہ دونوں معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے اور انداز میں علی وجہ الکمال والتمام ظاہر و نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں، کیونکہ آپ نے جملہ ائمہ کے متعلق جس قدر خبریں دی ہیں اس میں سچے ہیں نیز عذاب سے متعلق آپ نے جو خبریں دی ہیں وہ بھی کمالِ خوف و ڈر پر مشتمل ہیں۔

(فالنساء النہاء) یہ لفظ تمام قصور و گناہوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے معنی ہیں جلدی کرو جلدی کرو اور بھاگو تاکہ قتل و غارت سے نجات پاؤ۔ (فاد لجوا) تو وہ رات کے وقت ہی چل پڑے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اذ لجوا کو بفتح ہمزہ و سکون دال اور بکسر ہمزہ و تشدید دال دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ پہلے اعراب کے مطابق اس کا معنی ہوگا رات کے پہلے سے لے کر آخری سحری تک چلتے رہنا۔ دوسرے اعراب کے مطابق اس کا معنی رات کے آخری حصے میں سفر کرنے کا آتا ہے۔ پہلی روایت میں زیادہ بلاغت اور زیادہ تالیف پائی جاتی ہے۔ (فانطلقوا علی مہلہا) تو وہ آہستگی، نرمی اور آرام سے چل پڑے۔ مہلہ فتح میم و حا اور سکون حاد دونوں طرح آیا ہے۔ علامہ طیبی نے نووی سے کتاب مسلم میں علی مہلہ بضم میم و سکون حا اور لام کے بعد تا کی شکل میں بھی روایت کیا ہے۔ (فنجوا) تو وہ نجات پا گئے اور سلامتی اور حفاظت سے چلے گئے۔ (و کذبت طائفة منهم) اور اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے مرد کی اس خبر کی تکذیب کی۔ اور اس کی خبر کا کوئی اعتبار نہ کیا۔ (فاصبحوا مکانہم) تو وہ صبح تک اپنی جگہ ہی ٹھہرے رہے۔ اور بھاگ کر کسی محفوظ جگہ نہ گئے۔ (فصبحہم البعیش) تو لوٹ مار کرنے والا لشکر صبح ہوتے ہی ان کے سروں پر آ پہنچا۔ (فامکھروا جنتہم) اور اس لشکر نے انہیں ہلاک کر دیا اور انہیں لوٹ لیا اور بیخ و بن سے انہیں اکھیر کر رکھ دیا۔ (فذاک مثل من اطاعنی) بالکل یہی قصہ اور حال اس شخص کا ہے جس نے میری فرمانبرداری کی اور میری خبر کو سچا جانا۔ (فاتبیع ما جئت بہم) تو جو دین و شریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی اختیار کی (ومثل من عصا فی کذب

ما جئت به من الحق) اور اس شخص کا حال اور قصہ ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی اور بھوٹ جانا۔

۱۴۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ كَثَلٍ رَجُلٍ اسْتَوْدَعَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَّاشُ وَهَذِهِ الذَّوَابُ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَ يَخْلِبْنَهُ فَيَتَّقَحْنَ فِيهَا فَانَا أَخَذْتُ بِحُجُومِكُمْ عَنِ النَّارِ وَأَنْتُمْ تَقَعُونَ فِيهَا هَذِهِ رَوَايَةُ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ نَحْوَهَا وَقَالَ فِي آخِرِهَا قَالَ فَذُنُوبِي مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ أَنَا أَخَذْتُ بِحُجُومِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلَكْتُ عَنِ النَّارِ هَلَكْتُ عَنِ النَّارِ فَتَخْلِبُونَ وَتَقَعُونَ فِيهَا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی جب اس آگ سے ارد گرد روشنی پھیل گئی تو یہ وہاں پر وہ آگ نے والے جانور کیڑے مکوڑے کہ آگ میں گرنا ان کی عادت ہے۔ آگ میں گرنا شروع ہو گئے۔ اور اس شخص نے انہیں روکنا شروع کر دیا لیکن یہ پر دانے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے سے باز نہ آئے۔ اور اس روکنے والے مرد سے قابو سے باہر نکل گئے تو ہجوم کی صورت میں اس کے اندر گرتے ہیں۔ تو میں جانے ازار بند سے پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں۔ مگر تم لوگ ہجوم کرتے ہو اور بے تحاشا اس میں گرتے ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ اور مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ مگر اس نے اس کے آخر میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میری اور تمہاری مثال ہے کہ میں تمہیں تمہاری ازار بند سے پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں۔ اور تمہیں باہر بار کتا ہوں کہ تم لوگو آگ کی طرف جانے کے بجائے میری طرف اور میری طرف آؤ لیکن تم لوگ مجھ پر غالب آتے اور آگ میں ہی گرتے ہو۔

(متفق علیہ)

شرح :- (و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَثَلُ كَثَلٍ رَجُلٍ اسْتَوْدَعَ نَارًا)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حال اس شخص کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی (فلما اضاءت ما حولها) جب آگ کی روشنی ارد گرد پھیل گئی یا آگ نے اپنے ارد گرد کو روشن کر دیا۔ یا وہ جگہیں روشن ہو گئیں جو آگ کے آس پاس ہیں بخاری کی روایت میں حوالہ کے بجائے حوالہ کا لفظ ہے۔ اس صورت میں ضمیر نہ کر مرد کی طرف لوٹے گی۔ رجعل الفرائش وهذه الذواب التي تقع في النار) تو پر دانوں اور ان جانوروں (کیڑوں و مکوڑوں) نے جن کی عادت آگ میں گرنا ہے۔ (يقتعن فيها)

فیہا) اس میں گنا شروع کر دیا جسے اس مرد نے روشن کیا تھا۔ (وجعل یحجز من) اور وہ مرد کھڑا ہو کر انہیں روکنا اور آگ میں گرنے سے انہیں منع کرتا ہے۔ (ویغلبہ) مگر وہ پروانے اور جانور اس پر غالب آتے اور اس میں گرنے سے باز نہیں آتے۔ (فیتقن فیہا) بفتح یا و تا و قاف اور حاشے مشدودہ بمعنی انبوہ ورا نبوہ اور ہجوم کر کے اس میں گرتے ہیں۔ (وانتم تقتعون فیہا) اور تم لوگ انبوہ ورا نبوہ اور ہجوم کی صورت میں اس آگ کے اندر ہلاکت سے بے خطر و اندیشہ گرہ پڑتے ہو۔ (فانا اخذہم عن النار) تو میں تمہاری جائے ازار بند یعنی کمر سے پکڑ کر تمہیں آتش دوزخ سے روکتا ہوں (وانتم تقتعون فیہا) مگر تم لوگ اس میں انبوہ اور ہجوم کی صورت میں اس کے اندر گرتے ہو۔ مجز بضم حا و فتح جیم و سکون جیم آخر میں زاء۔ جمع مجزۃ بضم حا و سکون جیم ازار بند باندھنے کی جگہ (کمر) یہ مجز سے مشتق ہے بمعنی روکنا۔ اور یہ پوری شدت کے ساتھ روکنے سے کنایہ ہے۔ کہ جو شخص کسی کو حرکت سے روکنا چاہتا ہے۔ تو وہ یہی جگہ پنجے سے پکڑتا اور اس کے کپڑے کو ہاتھ ڈالتا ہے۔ خصوصاً جب ازار بند کی گرہ پکڑ لے تو حرکت کرنے اور اچھلنے کی طاقت ازار بند اور شرمگاہ کے برہنہ ہونے کے خطرہ کے تحت حرکت کرنے اور اچھلنے کی مجال نہیں رہتی۔ (رہذا روایت البخاری) یہ بخاری کی روایت ہے۔ (ولمسلم نحوہا) اور مسلم کی روایت بھی اسی طرح ہے مگر بعض الفاظ میں اختلاف ہے۔ (وقال فی آخرہا) اور مسلم نے روایت کے آخر میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں۔ (قال) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فذلك مثلی ومثلکم) یہ مذکورہ حال میرا اور تمہارا حال ہے کہ حدود الہی سے جو حرام اور ممنوع امور پر مشتمل ہیں۔ ان سے اجتناب کرنا اور دور رہنا چاہیے میں یہ حدود اور محارم و نواہی پوری وضاحت سے بیان کر چکا ہوں۔ جیسے کوئی شخص آگ جلائے اور تم اس میں گنا شروع کر دو تو تمہیں اس میں گرنے سے روکتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔ (فانا اخذہم عن النار) میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر آگ سے روکتا ہوں۔ اور تمہیں بار بار کہتا ہوں (النار عن النار) آگ میں گرنے کے بجائے میری طرف آؤ میری طرف آؤ اور آگ سے دور رہو۔ (فتغلبون) تو تم لوگ میرے قابو سے باہر نہ نکلتے ہو۔ (وتقتعون فیہا) اور بے تماشائی اس میں گرتے ہو۔ تغلبون تشدید اور تخفیف لون دونوں طرح درست ہے جیسا کہ قاعدہ نحو میں مذکور ہے۔ لیکن یہاں حدیث میں تشدید لون کے ساتھ ہے۔

۱۴۲۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِي

اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْخَيْثِ

الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو ہدایت اور علم دے

کر بھیجا ہے اس کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے۔ جو زمین کو پہنچی

اس میں سے ایک حصہ اچھا اور زرخیز تھا اس قطعہ زمین نے اپنے

طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قِيلَتِ الْمَاءُ أَنَا نَبَتْتُ
الْكَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا
أَجَادِبُ أَمْكَتِ الْمَاءُ فَفَنَعَ اللَّهُ بِهَا
النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَذَرَعُوا وَأَصَابَ
مِنْهَا طَائِفَةٌ أُخْرَى - إِنَّمَا هِيَ قِيعَانُ لَا
تُؤْسِكُمْ مَاءٌ وَلَا تُثْبِتُ كَلَاءٌ فَذَلِكَ
مَنْ فَتَرَ فِي دِينِ اللَّهِ وَفَفَعَهَا
بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلِمَ وَمَثَدُ مَنْ
لَمْ يَرَفْعْ بِذَلِكَ نَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْهَا اللَّهُ
الَّذِي أُرْسِلَتْ بِهِ رَفِيقٌ عَلَيْهِ

اندر بارش کاپانی جذب کر لیا اور خوب گھاس اگائی۔ اس زمین میں
سے کچھ حصہ سخت تھا کہ اس نے اپنے اوپر پانی جمع کر لیا۔ تو اللہ نے
اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا کہ انہوں نے اس سے پانی پیا۔
کھیتوں کو سیراب کیا اور زراعت کی۔ اور وہ بارش ایک ایسی زمین
پر بھی برسی جو مہوار و فراخ تھی (دریگستانی صحرا تھی) جو نہ تو پانی کو روکتی
ہے اور نہ ہی گھاس اگاتی ہے اسی طرح وہ شخص ہے جو اللہ کے دین کا
فقیر بنا اور اللہ نے اس سے نفع جو اس نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس
نے خود علم حاصل کیا پھر وہ سروں کو سکھایا اور اس شخص کا حال ہے جس
نے اس کی طرف سر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور اس ہدایت کو قبول کیا جو
میں نے کر لیا ہوں۔

شرح:۔۔۔ عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل ما بعثنی اللہ
بمن العکد والعلم اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس کی مثال سڑک مثل الغیت الکثیر (موسلا دھار بارش کی
ہے۔) (اصاب اس صفا) جو زمین پر برسی۔ رکانت منها طائفة طيبة (اس زمین میں سے ایک قطعہ بڑا عمدہ پاک و طیب
اور نرغیز تھا جو خوب فصل اگاتا ہے۔ طیب غیث کی ضد ہے بمعنی بخر۔ طائفة طيبة روایت میں مرفوع ہے۔ رکانت
کا اسم ہونے کی بنا پر)۔ (قبلت الماء) اس قطعہ زمین نے پانی کو قبول کیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ (رکانت
الکلاء والعشب الکثیر) تو اس نے بہت گھاس اور چارہ اگایا کلاء ہمزہ مقصورہ کے ساتھ بروزن طاء ترمیا
خشک گھاس۔ بعض کلاؤں خشک گھاس سے مخصوص کرتے ہیں اور عشب بھم عین اور سکون شین تر گھاس سے خاص کرتے ہیں
(رکانت منها اجادب) اور اس زمین میں سے کچھ قطعے سخت تھے جو پانی کو محفوظ کر سکتے ہیں جذب نہیں کر سکتے۔ اور نہ
کچھ اگاتے ہیں اجادب جیم اور دال مملکہ کے ساتھ جمع جذب روایت کے اعتبار سے بھی یہی صحیح ہے۔ اور اصول کے نسخوں
میں بھی ایسا ہی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم نے صحیحین میں بلا کسی خوف کے ایسے ہی روایت کیا ہے۔ اور قاموس میں
یہ لفظ مادۃ جیم اور دال مملکہ میں ذکر کیا۔ بعض محدثین نے یہ لفظ جاذب بذال معجمہ اور جاذب طاء مملکہ اور ذاکہ

ساتھ اور اجار دباؤ کی جگہ دال سے روایت کیا ہے اور بعض نے اخاذات بکسر ہمزہ و خاء معجمہ مخففہ اور ذال معجمہ مخففہ آخر میں تانے جمع مؤنث کی صورت میں روایت کیا اور ان الفاظ کے معانی شرح عربی میں وضاحت سے بیان ہو چکے ہیں تاہم صحیح روایت پہلی ہے۔ واللہ اعلم۔

(امسکت الماء) اس سخت زمین نے اپنے اوپر پانی روک لیا (ذخیرہ کر لیا)۔ (رفنعم الله بها الناس) تو خدا تعالیٰ نے اس زمین سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اس پانی کے ذریعہ جو اس نے ذخیرہ کر لیا تھا۔ بعض نسخوں میں فتنع الله بها کے بجائے بہ آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے جو زمین پر ذخیرہ کی شکل میں موجود تھا، لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ (فشر بها) لوگوں نے اس سے پیا۔ (وسقوا) دوسروں کو پلایا۔ (ورزحوا) اور اس پانی کے ساتھ کھیتی باڑی کی۔ بعض روایات میں زرعوا کے بجائے رعواری سے آیا ہے۔ یعنی مویشی چرانا۔ (وامصاب منها طائفة اخرى) اور وہ بارش زمین کے ایک دوسرے قطعے پر برسی (اتساف قيعان) زمین کا یہ قطعہ بخر تھا۔ قيعان بکسر قاف و سکون یا جمع قاع بمعنی ہموار اور فراخ قطعہ زمین بعض نے اس کا معنی ریتی زمین کا کیا جس میں نہ تو فصل اگے اور نہ وہاں کا ذخیرہ محفوظ کرے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا (لا تمسک ماء ولا تنبت کلام جو نہ تو پانی روک کر رکھے اور نہ گھاس اگاٹے)۔ (فذلك من فقر دين الله) تو یہ مذکورہ مجموعہ اس شخص کے حال کا بیان ہے جو تقصیر، عالم، دانا اور دین خداوندی میں زیرک اور باریک بین ہو پر و نفعہ ما بعثني الله به) اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس چیز سے نفع عطا کیا جو چیز اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ (فعلمو وعلما) تو اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا لغت میں فقہ کا معنی فہم اور سمجھ ہے۔ اس کی ماضی فقہ بکسر قاف آتی ہے عرف شرع میں فقہ علم دین کے معنی میں آتا ہے۔ اس کی ماضی فقہ بضم قاف بھی آتی ہے۔ اس حدیث میں یہ لفظ دونوں طرح مروی ہے۔ مگر بضم قاف اکثر اور زیادہ مشہور ہے۔ (ومثل من لم يرفع بهذا الذی) اور یہ اس شخص کا حال ہے جس نے سراٹھا کر نہ دیکھا اس چیز کی طرف جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے۔ یہ تکبر اور عدم تواضع اور عدم اتقافات سے کٹا یہ ہے۔ (ولم یزقل مدي الله الذی ارسلت به) اور خدا تعالیٰ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں بندوں کی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک وہ جس سے دین میں فائدہ پہنچے۔ دوسری وہ جو نہ خود فائدہ حاصل کرے نہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔ زمین کی بھی دو قسمیں بیان کیں۔ ایک وہ جو پانی سے نفع یاب ہوتی ہے۔ دوسری وہ جو پانی سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرے۔ پھر فائدہ مند زمین کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو فصل اگاٹے۔

دوسری وہ جس میں کچھ نہ اُگے۔ اسی طرح دین سے فائدہ اٹھانے والے دو قسم ہیں۔ ایک عالم، عبادت گزار، فقیہ، اور لوگوں کو دین سکھانے والا یہ اس زمین کی طرح ہے جو پاک اور عمدہ ہو پانی جذب کرتی ہو۔ اس طرح خود اسے بھی فائدہ پہنچے اور گھاس چارہ اگائے اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچائے۔ دوسرا وہ جو عالم اور معلم ہو (دوسروں کو تعلیم دینے والا) مگر نوافل اور زائد اعمال کی عبادت میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ اور فقہ کا جو علم حاصل کیا اس پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہو یہ اس زمین کی طرح ہے جس میں پانی ٹھہر جاتا ہو۔ اور لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوں۔ اور کچھ بھی نفع نہ اٹھانے والا وہ شخص ہے جس نے اپنا ستر تک نہ اٹھایا اور علم دین کی طرف کوئی توجہ و التفات نہ کیا۔ اور بالکل سننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ یا سن کر اس پر نہ عمل کیا اور تعلیم حاصل نہ کی۔ اور دین میں آنے نہ آنے سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ اور منکر و کافر ہو گیا یہ اس شور زمین کی مانند ہے جو نہ پانی جذب کرے نہ پانی کا ذخیرہ کرے۔ اور نہ اس میں کوئی چیز اُگے۔ یہ اس کا حاصل و خلاصہ ہے جیسے صحیح بخاری کے بعض شارحین نے بیان کیا ہے، حدیث کے ان الفاظ کا مفہوم یوں بیان کرنا بھی ممکن ہے۔ کہ قسم اول اس شخص سے عبارت ہے جس نے علم دین سیکھا۔ درجہ اجتہاد پر فائز ہوا اور اس قوت اجتہاد کی بدولت دین کے باریک معانی، اسرار اور اس کی شرح کی جیسے فقہائے مجتہدین اور علماء کا ملین و محققین کا حال تھا جس طرح وہ گھاس جو زمین سے اگتی ہے۔ اور لوگ اس کے ثمرات و نتائج سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ دوسری قسم اس شخص سے عبارت ہے جس نے علم حاصل کیا اسے اپنے سینے میں جمع کیا۔ پھر اس کی حفاظت کی اور اس امانت کو چور کا اہتمام کے ساتھ آگے پہنچایا اور اس کے اہل کے حوالے کر دیا۔ جس طرح محدثین، حفاظ احادیث اور اس علم کی طرف دعوت دینے والے حضرات ہیں۔ والہ اعلم۔

۱۲۲۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَذُرُوعٌ إِلَى مَا يَنْتَهِرُ إِلَّا أُولَ الْأُلبَابِ قَالَتْ تَعَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا سَأَلْتُ عَنْهُ مِنْ بَيْنِ الدِّينِ يَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَأُولَ الَّذِينَ سَأَلَهُمْ اللَّهُ فَاحْذَرُوهُمْ يَنْتَقِلُ عَلَيْهِمُ

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تلاوت کی ہوالذی انزل علیک وصاید کمالا اولی الالباب تک۔ حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو دیکھے اور مسلم کے ہاں اس طرح ہے جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات قرآنی میں سے مشابہات کی پیروی کرتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے کج و قرار دیا ہے۔ تو ایسے لوگوں سے بچ کر رہو۔

شرح :- (وعن عائشہ قالت تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی۔ (وہو الذی انزل الیک الکتب منه آیات حکمات وقواعد الہم وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب نازل کی اس کی کچھ آیات حکمات ہیں۔ آپ نے یہ آیت وما یدک الا اولوالالباب اور نہیں نصیحت پذیر ہوتے مگر ارباب عقل و دانش۔) تک تلاوت کی۔

اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے۔ اے نبی مکرم اللہ تعالیٰ نے تجھ پر کتاب نازل کی اس کی کچھ آیات حکم ہیں۔ کہ ان کے معانی واضح اور روشن ہیں۔ اور ان کے الفاظ اور معانی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا۔ (ہذا کتاب) یہ آیات کتاب کا اصل اور عمدہ حصہ ہیں۔ کہ اشتباہ اور احتمال کے وقت ان کی طرف رجوع کی ضرورت پیش آتی ہے۔ (و اخو منشأ) اور کچھ دوسری آیات ہیں جو متشابہ کہلاتی ہیں یہ حکمات کے خلاف ہیں کہ ان کے الفاظ و معانی میں اشکال و اشتباہ ہوتا ہے۔ ان متشابہات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ایک اعتبار سے مشکل و متشبیہ ہیں۔ اور ایک اعتبار سے واضح المعنی اور محکم ہیں۔ دوسری وہ جو مطلقاً متشبیہ ہیں کہ کسی بھی اعتبار سے ان کے معنی کی وضاحت نہیں ہو سکتی۔ متشابہہ کا اکثر و بیشتر اطلاق اس دوسری قسم پر ہوتا ہے۔ فاما الذین فاقوہم ذیہ تو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے۔ اور جن کے دل باطل اور غیر حق کی طرف مائل اور جھکے ہوتے ہیں۔ (فیبشعون ما تشابہ منہ) تو یہ لوگ کتاب میں سے اس متشابہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ اور پہلو کو اختیار کرتے ہیں جس میں اشکال و اشتباہ ہوتا ہے۔ (ابتغاء الفتنہ) ما تبغوا ویکمل طلب فتنہ کے لیے تاکہ لوگوں کو شک و شبہ میں مبتلا کریں۔ اس کی تاویل اور حقیقت معنی کی تلاش و جستجو کیے نہیں۔ (ما یعلم تلویذہ) الا اللہ حالانکہ اس کی حقیقت معنی کو جو اس کا مال اور مرادی معنی ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ) اور وہ لوگ جو علم اور یقین ایمانی میں قوی اور مضبوط ہیں یہ کہتے ہیں ہم متشابہ آیات پر ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی جو مراد ہے حق ہے اگرچہ ہمارے فہم و عقل کی رسائی اس تک نہیں ہو سکتی۔ (کل وقت عند ما یتک) سب ہمارے پروردگار کی طرف سے نازل شدہ ہے کیا محکم اور کیا متشابہ اور حکمات کے سمجھنے کا راستہ تو ہمارے لیے کھول دیا گیا ہے۔ مگر متشابہات کے سمجھنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی حکمتیں رکھی ہیں۔ ان میں سے بڑی اور عمدہ حکمت علماء کے عجز اور شکستگی کا اظہار ہے۔ جو تحصیل علم اور عقائد اشیاء کے سمجھنے کی زبردست حرص و چاہت رکھتے ہیں۔ (وما یدک الا اولوالالباب) اور نصیحت کی بات نہیں سنتے مگر ارباب عقل و دانش۔ (قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ما ذرا آیت) بعض روایات میں بکسر تا آیا ہے۔ حضرت عائشہ سے خطاب ہے یعنی اے عائشہ جب تو دیکھے لیکن اکثر روایات میں بفتح تا آیا ہے خطاب عام کے لفظ سے یعنی اے مخاطب جب تو دیکھے۔ اور اس

روایت فتح کا مویہ ہے یہ جو صاحب مشکوٰۃ نے کہا اور عند مسلم و ترمذی اور مسلم کے نزدیک راہم کا لفظ بصیرت سے
 آیا ہے۔ یعنی اسے مسلمانوں جب تم دیکھو الذین یتبعون ما تشاہد منہ - ان لوگوں کو جو پیروی کرتے ہیں کتاب
 میں سے مشابہات کی فاولک الذین سمعوا اللہ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان الفاظ
 سے کیا ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ جِئَآ آيَتِ الْتَفْسِيرِ میں مذکور ہوا (فلحدروہما) تو ان سے بچو اور
 ان کی مجلس میں نہ بیٹھو اور ان کے راہ و رسم سے بیزار رہو۔

۱۴۷۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ هَجَرْتُ
 إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا
 قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي
 آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرِفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ
 فَقَالَ إِنَّمَا مَلَكَ مِنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ
 فِي الْكِتَابِ - رواه مسلم

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
 نے کہا میں ایک دن دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنی جو
 ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ آپ ہمارے پاس تشریف
 لائے اس وقت آپ کے چہرہ انور پر غضب و غصہ محسوس ہوتا تھا۔
 آپ نے فرمایا تم سے پہلے جو لوگ ہلاک و تباہ ہوئے وہ کتاب میں
 اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہوئے۔

شرح :- (روعن عبد اللہ بن عمرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور
 حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دن میں دوپہر کو سخت گرمی کے وقت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ (فسمعا صوتا رجلین اختلافا فی آیت) رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنی جو قرآن کی آیات میں سے ایک آیت میں اختلاف اور جہال و نزاع
 کر رہے تھے۔ (فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرف فی وجہہ الغضب) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہم پر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ کے چہرہ انور پر غضب و غصہ محسوس ہوتا تھا۔ (فقال) آپ نے فرمایا۔
 (إنما ملک من کان قبلکم باختلافهم فی الکتاب) ہلاک و تباہ نہ ہوئے تم سے پہلے لوگ مگر کتاب میں اختلاف
 کرنے کے سبب۔ اختلاف سے وہ اختلاف مراد ہے جو شک و شبہ میں مبتلا کرے اور فتنہ اور جھگڑے کا موجب بنے۔
 اور کفر و بدعت تک لے جائے۔ جیسے نفس قرآن میں اختلاف (یہ اللہ کا کلام ہے یا نہیں) یا ایسے معنی میں اختلاف جس میں
 اجتہاد جائز نہ ہو۔ وہ اختلاف مراد نہیں جو علماء کا استنباط احکام میں پایا جاتا ہے یا ان علوم میں اختلاف جو استنباط احکام
 کے مبادی اور مقدمات ہیں۔ کہ یہ اختلاف رحمت اور دین و ملت کے دائرہ کی وسعت کا موجب ہے۔ سلف ہمیشہ اس

مسک پر رہے ہیں۔ بلکہ اس قسم کے اختلاط راستے کی انہیں اجازت تھی۔

۱۳۵. وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُورًا

مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْرَمْ عَلَى النَّاسِ

فَحَرَّمَ مِنْ أَجْلِ مَسْئَلَتِهِ - متفق علیہ

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مسلمانوں میں جرم کے لحاظ سے سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے جس نے ایک ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو لوگوں پر حرام نہ تھی اس کے سوال کرنے سے حرام ہو گئی۔

شرح :- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کے مکمل حالات کتاب کے آخر میں اہل بدر کے اسماء میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

ان حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (۱) ان اعظم المسلمین فی المسلمین) بیشک مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ مسلمان ہے۔ (۲) من سأل عن شیء لم یحرم علی الناس) جس نے ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو لوگوں پر پچھلے حرام نہ تھی۔ (۳) فحرم من أجل مسئلته) اس کے سوال کرنے سے حرام کر دی گئی۔ اس بات کو اعظم جرم قرار دینا اظہار شدت و سختی کے لیے ہے کہ اس کا ضرر و نقصان عام اور تاقیامت باقی رہنے والا ہے۔ سوال سے مراد بلا ضرورت سوال ہے جو محض تکلف اور ضد و شرارت کی بنا پر ہو ورنہ اگر ضرورت کے تحت ہو۔ اور تعلم واستفادہ کے طور پر ہو تو وہ اس ڈانٹ و وعید سے خارج ہے۔

۱۳۶. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ

مُهْلِكُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ يَمَّا

لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ لَوْ قَاتَاكُمْ

يَأْتَاكُمْ لَا يُضِلُّوكُمْ وَلَا يُفْتِنُونَ -

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے۔ جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ تو ایسے لوگوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا اور انہیں اپنے سے دور رکھنا تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔

(رواہ مسلم)

شرح :- مسلم و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یكون فی آخر الزمان

دجالون کذابون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانے میں جھوٹے دجال پیدا ہوں گے۔ یعنی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مکر و تبلیس کی نیت سے علماء و مشائخ

وصلحاء اور اہل نصیحت و صلاح کی صورت میں سامنے آئیں گے۔ تاکہ اپنے جھوٹ کو رواج دیں اور باطل مذہب اور غلط آرائی دعوت دیں۔ دُجَال دُجَل سے مشتق ہے۔ بمعنی خلط ملط کرنا اور شبہ ڈالنا۔ (یا تو نکر من الاحادیث بسا کم تسعوا انتہ ولا باء کم) تمہارے سامنے ایسی حدیثیں لائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ یعنی بہتان و افتراء کے طور پر اور احادیث یا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مراد ہیں یا عام باتیں جو لوگوں کے حالات و اخبار پر بھی مشتمل ہوں۔ (فایاکم دایا ہد) تو اپنے آپ کو ان سے دور رکھنا اور انہیں اپنے آپ سے دور رکھنا۔ (لا یصلو نکر ولا یشتونکم) تاکہ وہ تمہیں گمراہ اور فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ مقصود یہ ہے کہ دین کو تمہارے رکھنے میں پوری حفاظت و احتیاط سے کام لینا اور اب بدعت اور ان کے ساتھ میل جول سے کامل پرہیز کرنا خصوصاً ان سے جو ان کے مبلغ اور اپنے مذہب باطل کی نشر و اشاعت کے لیے مکر و تلبیس سے کام لیتے ہیں۔

مثنوی شریف

چوں بسے ابلیس آدم روئے بہت پس بہر دستے نشاید داد دست
حرف درویشاں بدوزد مردودون تا بخواند بریلے آں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صغیر تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
کار مرداں روشنی و گرمی است کار دونان حیلہ ویے شرمی است
ترجمہ اشعار :- بہت سے ابلیس آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں اس لیے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیے۔

کمینہ انسان درویشوں کی باتیں چرا لیتا ہے تاکہ اس سے فتنے اور گمراہی سے محفوظ انسان پر اپنا منتر چلا سکے۔
شکاری شکار کی سی آواز نکالتا ہے تاکہ وہ مرغ گیر (شکاری) پر تارے کو فریب دے سکے۔
مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہوتا ہے۔ کمینوں کا شیوہ حیلہ اور بے شرمی ہوتا ہے۔

۱۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَفْقَهُونَ
التَّوْرَةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ
لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَعْبِدُوا إِلَّا هَذَا الْكِتَابَ وَلَا تُكَلِّمُوا
اور انہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اہل کتاب
تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کی
تفسیر عربی میں کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل کتاب
کہ نہ تمہارا کوئی کتاب اور نہ تمہارا کوئی ایمان لائے اللہ پر اور اس

وَقَرُّوْا اٰمَنًا بِاللهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمُ الْاٰیَةُ وَمَا اَدْبٰی
مُوسٰی وَعِیْسٰی۔ رواہ البخاری

پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا الی آخر آیت۔ اور وہ جو دیا گیا
موسیٰ اور عیسیٰ کو۔

شرح:۔ (رد عنہ) قال کان اهل الكتاب یقرءون التوراة بالعبریة وینفسونہا بالعربیة
لاهل الاسلام) اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے
اور اس کی تفسیر اہل اسلام کے لیے عربی میں کرتے تھے۔ (فقہاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوا لاهل الکتاب) ہر چیز میں اہل کتاب کی تصدیق نہ کیا کرو۔ کہ انہوں نے اس میں
تحریف و خیافت بھی کی ہوئی ہے۔ (ولا تکذبوا) اور نہ ہر چیز میں انہیں جھوٹا کہو۔ کہ ممکن ہے انہوں نے سچ کہا
ہو۔ کیونکہ تورات دراصل حق اور سچی ہے۔ تاہم انہوں نے بعض جگہوں میں تحریف اور تبدیلی کی ہے۔ اس لیے وہ جو
کچھ نقل کریں اس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال ہے۔ (وَقَرُّوْا اٰمَنًا بِاللهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمُ الْاٰیَةُ) اور کہو مجمل طور
پر ہم ایمان لائے خدا پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا آخر آیت تک جس میں فرمایا (وَمَا اَدْبٰی) اور
عیسیٰ اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اترا۔

۱۴۸۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كُفِيَ بِالْمُؤْكَذِّبِ أَنْ يَحْدِثَ بِكُلِّ مَا
سَمِعَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اور انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا
کافی ہے۔ کہ جو کچھ اس نے سنا ہوا ہے بیان کر دے۔

شرح:۔ (رد عنہ) قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كُفِيَ بِالْمُؤْكَذِّبِ) اور انہی حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے اس
قدر کافی ہے۔ (ان یحدث بكل ما سمع) کہ جو کچھ سنے اسے بیان کر دے۔ یعنی اگر چہ وہ خود کوئی جھوٹی بات نہ کرے۔
لیکن جو کچھ لوگوں سے سنے بلا تحقیق و تفتیش دوسروں سے بیان کر دے جھوٹا ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے۔
کیونکہ جس کا حال یہ ہوتا ہے وہ لازماً جھوٹ میں مبتلا ہوتا ہے۔ کہ غالب یہی ہے کہ انسان نے جو کچھ سنا ہوتا ہے
سب کا سب سچ نہیں ہوتا۔ اس کلام سے مقصود اس بات کے بیان کرنے سے روکنا اور منع کرنا ہے جس کا سچ ہونا معلوم
نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

۱۴۹۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں ہوا مجھ سے پہلے جسے اللہ

فَأَمَّتْ بَنِي إِسْرَءِيلَ أَن لَّا يَأْخُذُوا بِمَوَازِينٍ مُّزَنَةٍ
يَأْخُذُونَ بِسُنَّةٍ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِ تَمْرَازِهَا
تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِ هَرُخُلُوتٍ يَقُولُونَ مَا لَا
يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَنَنْ
جَاهِدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ
جَاهِدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهِدَهُمْ
بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَأَى ذَلِكَ مِنْ
الْأَيْمَانِ حَبَّةَ خَوْذَلٍ (رواه مسلم)

نہ اس کی امت کی طرف مبعوث کیا ہو مگر اس کے لیے اس کی امت
میں حواری اور مخلص دوست و پیرو کار ہوتے تھے۔ جو اس کی سنت
اختیار کرتے اور اس کے حکم کی اقتداء کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے
لوگ پیدا ہوئے جو نالائق ہوتے ہیں زبان سے جو کہتے ہیں وہ کرتے
نہیں۔ اور وہ کام کہتے ہیں جن کے کرنے کا انہیں حکم نہیں ہوتا۔ تو جو شخص
اپنا ہاتھ سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنی زبان
سے ان کے ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے اور جو اپنے دل سے ان کے
ساتھ جہاد کرے گا وہ مومن ہے۔ اور اس کے بعد ایک راوی بھر بھی
ایمان نہیں۔

شرح: سرور عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من نبى بعثنا الله في الله
قبلى) اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی نہیں
ہوا جسے اللہ نے مجھ سے پہلے اپنی امت میں مبعوث کیا۔ بعض روایات میں فی امتیہ تنویر کے ساتھ آیا ہے لہذا لا كان له
من امتہ حواریون) مگر اس کے لیے اس کی امت میں حواری اور دوست ہوتے تھے لہذا خذون بستمہ و يقتدون
بامره) جو اس کا طریقہ اختیار کرتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ حواری اس مرد محبوب، مخلص مددگار اور معین کو کہتے
ہیں جو کذب، خلاف اور نفاق سے پاک ہو یہ نور سے مشتق ہے یعنی خالص سفیدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوستوں
اور مخلصوں کو اسی معنی کے تحت حواری کہتے ہیں۔

اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار و مخلص اصحاب کو حواری کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان کا
پیشہ کپڑے دھونا تھا۔ دھو بی کو حواری کہتے ہیں کہ وہ کپڑوں کو سفید اور پاک کرتا ہے۔ اور جب کہ یہ حضرات تمام لوگوں
میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صدق عقیدت، اخلاص اور نصرت و اعانت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ اس بنا
پر حواری میں کے نام سے مشہور ہو گئے پھر اس تعلق کی نسبت سے ہر مخلص دوست کو حواری کہنے لگے۔ بعض علماء صحیح
کہتے ہیں کہ انہیں حواری کہنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے یا دوسرے لوگوں کے نفوس امارہ جبل و محبت کے میل سے پاک
کیے تھے۔ اور علم و طاعت کے نور سے منور ہوئے تھے۔ اس کے بعد ایسی ہی صفت کے دوسرے لوگوں کو بھی حواری
کہا جانے لگا۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس صورت میں مخلص و مددگار کو حواری کا نام دینے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین سے دوسرے کے لیے اس نام کے نقل کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اس نام سے صاحب عیسیٰ علیہ السلام کو اور اس صفت والے کسی اور شخص کو موسوم کرنا لفظ حور بمعنی خالص سفیدی کے اعتبار سے برابر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ خوب سمجھ لے۔

(تشریف ما تخلص من بعدہ خلوت) پھر قصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مخلصین، مجبین، اور ان کے انصار و اعوان کے وصال فرما جانے کے بعد ایسا گروہ پیدا ہوتا ہے۔ جو ان کے اصل طریقہ پر نہیں ہوتا خلوت خلف بسکون لام کی جمع ہے۔ اور خلف بفتح لام کی جمع اخلاف ہے۔ لغت کے اعتبار سے خلف اسے کہتے ہیں جو کس کے بعد آئے اور اس کا جانشین بنے۔ لیکن خلف بسکون لام کا اکثرہ بیشتر استعمال شرف و فساد کے لیے ہوتا ہے۔ اور خلف بفتح لام خیر و نیکی کے لیے جس طرح کہتے ہیں ظالم شخص اپنے والد کا خلف الصدق ہے۔ اور ظالم ظلال کا خلف بمعنی بُرا جانشین ہے۔ تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ہر نبی کے لیے اس کے مخلص، محب، مددگار اور معاون ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کے گزر جانے کے بعد ایسی جماعت آتی ہے جو ان کی صفات کی حامل نہیں ہوتی۔ بلکہ یقولون ما لا یفعلون (وہ لوگوں کو ایسی باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔) ویفعلون ما لا یومرون (اور وہ کام کرتے ہیں جن کا کرنا ان کے لیے شر مارا نہیں ہوتا۔ جیسے ظالم اور امراء و سوادہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔

(من جاهد حربیدہ فیومومن) تو جو شخص اپنے ہاتھ سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور ان کے کار خاں ظلم و فساد کو ختم کر دیتا اور بدل کر رکھ دیتا ہے وہ مومن کامل ہوتا ہے۔ (ومن جاهد حربیدہ فیومومن) اور جو اپنی زبان کے ساتھ ان سے جنگ کرتا ہے کہ انہیں منع کرتا، بُرا بھلا کہتا اور زبان سے انہیں نصیحت کرتا ہے۔ وہ بھی مومن ہوتا ہے۔ کہ کمال ایمان سے اسے بھی حصہ ملتا ہے۔ (ومن جاهد حربیدہ فیومومن) اور جو شخص اپنے دل سے ان کے ساتھ جنگ کرتا ہے کہ دلی سے انہیں بُرا جانتا ہے اور ان کے افعال و حالات کے مشاہدہ سے غم و الم اور دل میں اضطراب و بے چینی محسوس کرتا ہے وہ بھی مومن ہے اگرچہ بالکل نچلے درجے کا مومن ہے۔ (وایس وعاذۃ للضعفین الایمان حبة خردلی) اور اس نچلے مرتبہ کے بعد ایمان کی مقدار رراثی کا ایک دانہ بھی نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے (وذاک الضعف الایمان) یہ ایمان کے مراتب میں سب سے نچلا درجہ ہے۔

۵۰. اَبُو عَیْسَىٰ اَبُو حُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا اِلٰی هُدٰی کَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ جنہوں نے اس

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا مَن دَعَا
إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ
مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ
آثَامِهِمْ شَيْئًا۔
رواہ مسلم

ہدایت کی پیروی کی ہوگی۔ اور ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر بوجھ ہوگا جنہوں نے اس گمراہی کی پیروی کی ہوگی۔ اور خود ان کے عذاب اور بوجھ میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔

تشریح :- (روعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دعا الی ہدی) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو راہ راست کی طرف بلاتا ہے اور قول و فعل کے ساتھ نیک بات کی تلقین کرتا ہے۔ (کان لہ من الاجر مثل اجورہم من تبعہ) ملتا ہے اسے اجر و ثواب ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر جو اس کی پیروی کرتے اور اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں۔ (لا ینقص ذلک من اجورہم شیئاً) اس کا اجر و ثواب ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی نہیں کرتا۔ یعنی اس کے باوجود کہ ان لوگوں کو بھی پورا پورا اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس دعوت دینے والے کو بھی ان کے برابر پورا ثواب عطا ہوتا ہے کیونکہ ان کا اجر و ثواب تو ان کے عمل اور کسب کی بدولت انہیں ملتا ہے۔ اور اس داعی الی الخیر کو اس کی دعوت و ارشاد کے سبب ملتا ہے جو اس کا عمل ہے۔

(ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل آثام من تبعہ) اور جو شخص کسی کو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو اس پر ان سب گناہوں کے برابر گناہ لازم آتا ہے جو اس کی گمراہی کے پیرو کار بھتے ہیں۔ اور اس کی تبلیغ سے گمراہ ہوتے ہیں (لا ینقص ذلک من آثامہم شیئاً) ان سب کے گناہوں کا اس کے ذمے آنا ان کے گناہوں میں سے کچھ کم نہیں کرتا۔

۱۵۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ
كَمَا بَدَأَ فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ۔
اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابتدا میں اسلام کا ظہور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں ہوا اور غمگین وہ اپنی مذکورہ ابتدائی حالت کی طرف لوٹ جائے گا تو غریب کو خوشی اور مسرت نصیب ہو۔

(رواہ مسلم)

تشریح :- (روعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدع الاسلام غریباً وراہی حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آغازِ کار میں اسلام کا ظہور غربت، تنہائی اور بے کسی کی حالت میں ہوا۔ (ومیسود بمکیدہ) اور عنقریب وہ اپنی ابتدائی حالت (غربت و تنہائی و بے کسی) کی طرف لوٹ جائے گا۔

اس کلام کی شرح میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام سے مراد اس کی حقیقت ہے جو دین و ملت سے عبارت ہے۔ اس وجہ کے مطابق اسلام کی تشبیہ ان مسافروں کے ساتھ ہوگی جو کسی اجنبی شہر میں اپنے اہل و عیال اور دوستوں سے دور ہوں۔ اسی طرح ابتدائے ظہور کے وقت اسلام کی حالت تھی کہ مسلمان کم تھے اسلام کے مددگاروں اور جانثاروں کی قلت تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام سے بطور مجاز مسلمان مراد ہوں اس صورت میں غربت سے ابتداء اسلام کے وقت مسلمانوں کی قلت مراد ہوگی جنہیں اپنے وطن چھوڑنے پڑے اور ہجرت کرنا پڑی اس وقت گنتی کے صرف چند افراد تھے۔ پھر آخر زمانہ میں بھی مسلمان اسی غربت و قلت کی حالت کو پہنچ جائیں گے۔ جس طرح ابتداء میں تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فطوف اللغریاء کا ظاہر اُردو سہری وجہ سے تعلق نہ بادہ معلوم ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ان غریاء اور گنتی کے چند مسلمانوں کو خوشی و خرمی نصیب ہو جو آخر زمانہ میں استقامت کے قدموں پر مضبوط اور کتاب و سنت سے چمٹے رہیں گے جیسا کہ یہ بیان فصل ثانی کی حدیث عمرو بن عوف میں آ رہا ہے۔

۱۵۲۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْزِلُ زَايَ الْمَيِّتَةِ كَمَا تَأْزِلُ الْجَبَّةُ إِلَى جُجُومِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَمَنْذُكَو حَدِيثُ ثَابِي هُوَ بِرَدِّهِ
اور انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ایمان مدینہ کی جانب لوٹ آئیگا جس طرح سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹتا ہے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور عنقریب ہم ابو ہریرہ کی حدیث جس کے اول میں یہ الفاظ ہیں ذرہ فی ما ترکتم کتاب المناسک میں ذکر کریں گے اور وہ حدیثیں ایک حضرت معاذیہ کی جولا بزال من امتی کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے اور دوسری حضرت جابر کی جو زلا بزال طائفۃ من امتی کے لفظ سے شروع ہوتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ باب ثواب نذر الامتہ میں ذکر کریں گے۔

شرح: شروع عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایمان یأزل جولا بزال اور حضرت ابو ہریرہ

ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ایمان لوٹ آئے گا یا رزیں ہمزہ پھر را پھر زا کے ساتھ (الی المدینۃ) یعنی بیشک ایمان مدینہ منورہ کے ارد گرد آ جائے گا، اس کی طرف اٹھ آئے گا۔ اور اس کی طرف لوٹ آئے گا جو اس کا وطن اصل ہے۔ اور ایک دوسری حدیث میں جو فصل ثانی میں آ رہی ہے الی المدینہ کے بجائے الی الحجاز کا لفظ آیا ہے۔ جو کہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے۔ اور ہم اس دوسری روایت کی تو بھیہ اسی حدیث کے تحت بیان کریں گے۔ کہ کما تأثرنا لہیۃ الی جرحا جس طرح لوٹ آتا ہے اور چلا جاتا ہے سانپ اپنے سوراخ کی طرف حجر بتقدیم جیم مضمومہ جائے ساکنہ عملہ پر بمعنی سانپ وغیرہ کا سوراخ۔ خصوصاً سانپ کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جانور واپس آنے اور اکٹھا ہونے میں دوسرے جانوروں سے تیز رفتار ہوتا ہے۔ نیز سانپ کے سوراخ میں گھس جلنے کے بعد اس کا باہر نکلتا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح دین اسلام مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے کے بعد وہیں قرار پذیر ہو جائے گا کہ پھر اس کا وہاں سے پھیلنا اور باہر آنا ممکن نہ ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس لفظ میں دین اسلام اور مسلمانوں کی قلت تعدد کی طرف اشارہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے علاوہ اس کا وجود کہیں نادر ہی ہوگا۔ اور نہ یادہ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ یہ خروج دجال کے زمانہ کی آپ نے خبر دی ہے جب کہ مدینہ مطہرہ کے سوا کہیں علم و دین موجود نہ ہوگا۔ جیسا کہ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور ابو ہریرہ کی حدیث حسن کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں ذر و فی ما تو کتک کتاب المناسک میں بیان کریں گے۔ اور حضرت معاویہ و حضرت جابر کی دو حدیثیں جن میں سے ایک کا اول لایزال من امتی اور دوسری کا اول لایزال طائفۃ من امتی ہے۔ اس امت کے ثواب کے بیان میں جو آخر کتاب میں مذکور ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

پوشیدہ نہ رہے کہ جو کچھ اس باب میں مذکور ہے صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وہاں حدیث جابر مذکور نہیں ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۱۵۲۔ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ قَالَ أُرِيْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ لَتَنْتُمْ عَيْنَكُمْ لَتَسْمَعَنَّ ذُنُوكَ وَلَيَعْقِدَنَّ قَلْبُكَ قَالَ فَنَامَتْ عَيْنِي وَسَمِعْتُ أَذْنَائِي وَوَعَقْدَ

حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک (فرشتہ) کی آمد ہوئی اور آپ سے کہا گیا، آپ کی آنکھ سو جائے اور آپ کے کان سنتے رہیں۔ اور آپ کا دل بات سمجھتا رہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا میری آنکھ

قَلْبُو قَالَ فَقِيلَ لِي سَيِّدُ بَنِي دَارِ
فَصَنَعَ مَادُبَةً وَارْسَدَ اَعْيَا فَمَنْ اَجَابَ
الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَاکَلَ مِنَ الْمَادُبَةِ وَ
بَعِيَ عَنْهُ السَّيِّدَ وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ
يَدْخُلِ الدَّارَ فَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ
الْمَادُبَةِ وَسَخَطَ عَلَيْهِ السَّيِّدُ قَالَ فَاتَّخَذَهُ
السَّيِّدُ وَمَحْتَدَّ الدَّاعِيَ وَالْمَدَارُ الْاَسْلَامُ وَ
الْمَادُبَةُ الْجَنَّةُ -
(دوا الدارمی)

سو گئی اور میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے سمجھا۔
حضور فرماتے ہیں تو مجھ سے کہا گیا ایک سردار نے مکان بنایا اور
کھانا تیار کیا اور ایک بلانے والے کو بھیجا۔ تو جس نے بلانے
والے کی بات مان لی وہ مکان میں داخل ہوا اور کھانا کھایا۔
اور سردار بھی اس سے راضی اور خوش ہوا۔ اور جس نے بلانے
والے کی بات نہ مانی وہ نہ مکان میں داخل ہوا نہ کھانا کھایا اور
سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ سردار سے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلانے والے ہیں مکان اسلام ہے، کھانا
جنت ہے۔ یعنی اس کی نعمتیں۔

شرح :- ربیعہ جرجشی۔ بضم جیم وفتح راوشین معجمہ۔ آپ دمشق میں آپ کے صحابی ہونے میں
اختلاف ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئے ہیں فیقیمہ اور عابد شخص تھے۔ حضرت عائشہ،
حضرت سعد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کا بیٹا ابو ہشام، اور عطیہ بن قیس
وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یہ حضرت ربیعہ جرجشی روایت کرتے ہیں۔ (قال اقی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں کسی فرشتہ کی آمد ہوئی۔ (رفیقہ لہ) اور فرشتہ کی زبان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا۔ (لننم
عینک) آپ کی آنکھ سو جائے۔ (ولتسمع اذنک) اور آپ کا کان سننا ہے۔ (ولیعقل قلبک) اور آپ کا دل باتیں
سمجھتا رہے۔ اس حدیث کا مضمون وہی حضرت جابر والی حدیث کا مضمون ہے جو فصل اول میں گزر چکا ہے۔
حدیث کے الفاظ کا حاصل معنی یہ ہے کہ آپ کی چشم مبارک اگر چہ بند میں ہے۔ مگر آپ کے کان شنوا اور دل
بیدار ہے۔ لہذا بصورت مثل اس کا حال بیان کر دیا تاکہ یہ سنے اور سمجھے۔ (قال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(فنامت عینک وسعت اذناک وعقل قلبی) تو میری آنکھ سو گئی۔ مگر میرے دونوں کانوں نے سنا، اور دل نے
سمجھا۔ (قال) حضور فرماتے ہیں (رفیقہ لہ) (سید بی داری) حال بیان کرتے ہوئے مجھ سے کہا گیا ایک سردار
نے مکان تعمیر کیا۔ (فصنع مادبتہ) پھر اس میں لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا۔ (دارس دایا) اور اس سردار نے
لوگوں کو بلانے کے لیے ایک بلانے والا بھیجا۔ (فمن اجاب الداعی دخل الدار) تو جو نے بلانے والے کی بات مانی وہ مکان

میں داخل ہوا۔ (واکل من لادبۃ) اور اس تیار شدہ کھانے میں کھایا اور رضی عنہ السید اور دعوت قبول کرنے کی بنا پر سردار بھی خوش ہو آیا و جو دیکھ کھائے اور اس دعوت سے صرف کھانے والے کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا سردار کا اس میں کوئی نفع یا اس کی کوئی غرض متعلق نہ تھی۔ (ومن لم یجب الداعی) اور جس نے داعی کی بات نہ مانی۔ (ولم یدخل الدار) وہ مکان میں داخل نہ ہوا۔ (ولم یأکل من المادبۃ) اور اس کھانے میں سے کچھ نہ کھایا۔ (وسخط علیہ السید) اور سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ (وقال) اس فرشتے یا راوی نے کہا۔ (فان الله هو السید) پس اللہ سردار کی مانند ہے۔ جس نے مکان تعمیر کیا۔ (ومحمد الداعی) اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کی طرف بلانے والے شخص کی طرح ہیں۔ (والدار الاسلام) اور اسلام اس مکان کے مشابہ ہے۔ (المادبۃ الجنة) اور کھانا جو تیار کیا گیا بہشت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ گزشتہ حدیث میں مکان بہشت کو قرار دیا گیا۔ اور مادبۃ (کھانا) اس کی نعمتوں کو اور چونکہ اسلام بہشت میں آنے کا ذریعہ اور سبب ہے اس لیے یہاں اسے دار کے مشابہ قرار دیا گیا۔ اور مادبۃ سے دونوں جگہ بہشت کی نعمتیں مراد ہیں۔ خوب سمجھ لے۔

۱۵۴۔ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا الْفِتْنَيْنِ أَحَدُكُمْ مُتَكِنًا عَلَى أَرِيكَتِهِ يَأْتِيهِ الْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي هِمَّا أَمَرْتُ بِهِ أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي مَا وَجَدْتُ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِبْتِغَاءً۔ رواه أحمد وأبو داود والترمذي وابن ماجه والبيهقي في دلائل النبوة۔

اور حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز تباہی میں تم سے کسی آدمی کو اپنے خوبصورت تخت پر تکیہ لگاٹھے ہوئے ایسی حالت میں کہ میرے احکام میں سے کوئی حکم اسے پہنچے جس کے کرنے کا یا اس سے روکنے کا میں نے حکم دیا ہو یا وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم نے جو کچھ کتاب اللہ میں پایا ہے اس کی اتباع کریں گے۔

شرح: (رو عن رافع) آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت عباس نے حضور علیہ السلام کو دے دیے۔ جب انہوں نے حضور علیہ السلام کو حضرت عباس کے اسلام لانے کی بشارت تھی تو حضور نے ان کو آزاد کر دیا۔ آپ احد، خندق اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوئے اگرچہ اس سے قبل اسلام لاچکے تھے۔ مشہور قول کے مطابق آپ کا اسم مبارک ابراہیم ہے۔ ابو رافع کنیت نام پر غالب آگئی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فوت ہوئے۔

یہ حضرت ابو رافع راوی ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الغین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الغین بضم ہمزہ سکون لام، وکسر فاء احد کو متکثا علی اریکتہ، ہرگز نہ پاؤں میں تم سے کسی شخص کو اپنے خوبصورت تخت پر تکیہ لگائے ہوئے۔ یہ دراصل تکبر، شان و شوکت، آسائش و فراغت اور طلب علم و حدیث کے لیے گھر سے باہر نہ نکالنے سے کنایہ ہے۔ (یا تبتہ الارض من ادوی) درآں خالی کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم آئے (مما اوت بہ او نہیت عنہ) جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا ہو یا اس سے روکا ہو۔ (فیقول لا ادری) تو وہ کہے میں قرآن کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ میں صرف قرآن کی ہی پیروی کروں گا۔ (ما وجدنا فی کتاب اللہ اتباعنا) ہم جو کچھ کتاب اللہ میں پاتے ہیں صرف اسی کی پیروی کریں گے۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے جہلاء کے حال کی خبر دی ہے جو آسودہ حال اور تکبر کے باعث سستی اور لاپرواہی کرتے ہوئے حدیث کے ایسے حکم پر عمل نہیں کرتے جو قرآن میں موجود نہ ہو۔ ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ شرع کے احکام صرف قرآن میں منحصر ہیں۔ یہ لوگ اس حقیقت سے جاہل و بے خبر ہیں کہ احادیث بہت سے ایسے احکام پر مشتمل ہیں جو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ اور جس طرح قرآن مجید حجت ہے حدیث رسول بھی حجت ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور جس طرح حضور علیہ السلام کو قرآن عطا ہوا ہے احادیث بھی عطا ہوئی ہیں۔ اور دونوں وحی الہی ہیں جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔

اور حضرت مقدم بن سعدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو بیشک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور قرآن کی مثل اس کے ساتھ اور بھی دیا گیا ہے۔ سنو عنقریب ایسا ہوگا کہ اپنے خوبصورت تخت پر بیٹھا ہوا کھانے سے بھرے پیٹ والا ایک شخص کے گاتم صرف قرآن کے احکام اپنے اوپر لازم قرار دے تو اس میں جو چیزیں حلال پاؤں ان کو حلال جانو۔ اور جو اس میں حرام پاؤں انہیں حرام جانو۔ اور بیشک جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ سنو تمہارے لیے گھر بیوگدھا حلال نہیں ہے۔ اور نہ چیر بھاڑ کرنے والے سوزندے اونٹن میوں کی گری ہوئی چیز مگر

۱۵۵۔ وَ عَنْ الْقَدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنِّي أُوتِيتُ الْقُرْآنَ وَمَعَهُ الْيُوشِكُ يُجِلُّ شِعْرَانِ عَلَى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْقُرْآنِ فَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَلَالٍ فَاحِلُّوهُ وَمَا وَجَدْتُمْ فِيهِ مِنْ حَرَامٍ فَعَرِّضُوهُ وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللَّهُ لَا يَجِلُّ لَكُمْ الْحِمَامُ الْأَمْوُولُ وَلَا كُلُّ ذِي نَأٍ مِنَ السَّبَاعِ وَلَا لُقْطَةٌ مَعَهَا إِلَّا أَنْ

یہ کہ اس مالک کو اس کی حاجت نہ ہو۔ اور جو شخص کسی قوم میں بطور ضمان
اترے ان کے ذمے ہے کہ اس کی ضمان نوازی کریں۔ پس اگر وہ اس
کی ضمان نوازی نہ کریں۔ تو اسے جائز ہے کہ اپنی ضمان کی مقدار
ان سے حاصل کرے

يَسْتَفِ عَنْهَا صَاحِبُهَا وَمَنْ نَزَلَ بِقَوْمٍ
فَعَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرُؤُوا فَإِنْ لَمْ يَقْرُؤُوا فَلَهُ
أَنْ يُعَقِّبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاءَةِ رِوَاةِ ابْنِ أَبِي
سُورَةَ الدَّرَجَةِ وَكَذَا ابْنُ مَكْبُوتٍ إِلَى قَوْلِهِ
حَرَّمَ اللَّهُ

شرح :- حضرت مقدم بن سعدی کرب بکسر را صحابی ہیں۔ کیندہ قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ محض میں سکونت
اختیار کی۔ کندی وفد میں آئے تھے۔ آپ شامیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی احادیث بھی اہل شام میں مشہور ہیں۔ ۸۷ھ
میں شام میں ۹۱ برس کی عمر میں وفات پائی۔

یہ حضرت مقدم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا افاعت
القرآن) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو بیشک مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے۔ (وہ مثلاً معاً اور قرآن کی طرح اس
کے ساتھ کچھ اور بھی عطا کیا گیا ہے یعنی احادیث)۔ احادیث کی قرآن کے ساتھ مماثلت وحی ہونے میں ہے۔ کہ جس طرح
قرآن پاک وحی ہے اور جناب قدس خداوندی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ احادیث نبویہ بھی وحی ہیں اور جناب تعالیٰ کی
طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اتنا فرق ہے کہ ایک وحی جلی ہے اور ایک خفی ایک متلوہ دوسری غیر متلوہ ہے وہ وحی جس کے الفاظ
و عبارت سے بھی احکام متعلق ہیں جیسے صحت نماز، بے وضو اور جنبی کا چھو ناجام ہو، اور اس کی نظم و عبارت بھی بے مثل
ہو وہ قرآن ہے وحی غیر متلوہ ہے جو اس طرح نہ ہو۔ اور وہ احادیث ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد و مقدار میں مماثلت
مراد ہو جیسا کہ حدیث آئندہ سے معلوم ہوگا۔

راہیوشک رجل شعبان علی اریکنہ یقول) آگاہ رہو عنقریب فارغ البالی کی حالت میں اپنے تخت پر بیٹھا
ہوا ایک سیر شکم آدمی کے گا۔ (علیکم بهذا القرآن) تم صرف قرآن کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ (وما وجدتم فیہ من
حلال فاحلوه) تو جو چیز تمہیں قرآن میں حلال ملے اسے حلال جانو۔ (وما وجدتم فیہ من حرام فحرّموا) اور جو چیز تمہیں
اس میں حرام ملے اسے حرام سمجھو اور صرف اس سے باز رہو۔ سیر شکم اس کے غبی اور کند ذہن ہونے سے کنایہ ہے۔ کہ سیر شکم
ہو کر کھانا اور اس کی حرص رکھنا عبادت و بلاوت کا سبب ہے یا تکبر و حماقت سے کنایہ ہے کہ اسودہ حال اور ناز و نعمت
میں رہنا بھی اس کا موجب ہے۔ (وان ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم) اور بیشک جو جو چیزیں اللہ کے رسول نے
حرام کی ہیں وہ انہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں۔ مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں رات ماک جگہ انما

کالفظ آیا ہے جو ماوالا کا ہم معنی ہے۔ اس کے بعد چند ایسی مثالیں ذکر کی ہیں جو صرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں کتاب الشہیدین ان کا کوئی ذکر نہیں۔ چنانچہ فرمایا (الا لا یجعل لکم الحمار والاشجار) آگاہ رہو تمہارے لیے گھریلو گدھا حلال نہیں۔ گھریلو کالفظ کہہ کر خرد حشری کو حرمت سے خارج کیا جسے گور خر کہتے ہیں کہ اس کا کھانا حلال ہے۔ (لا کل ذی ناب من السباع) اور نہ بھاڑ کر کھانے والا اور نہ حلال ہے۔ جیسے شیر، بھیڑ یا اور کتا وغیرہ۔ (ولا لقطۃ معاً) اور نہ ذمی کافر کی گری ہوئی چیز حلال ہے۔ لقطۃ بضم لام وفتح قاف۔ بمعنی زمین پر گری ہوئی چیز جو اٹھالی گئی ہو۔ یہ لفظ سکون قاف بھی مستعمل ہے لیکن فتح زیادہ فصیح اور کثیر الاستعمال ہے۔ معاہد بکسر وفتح صا دو نول طرح جائز ہے۔ بمعنی وہ جس شخص کے اس کے اور تیرے درمیان کوئی عہد ہو۔ حدیث میں اس سے مراد ذمی ہے۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذمی کا وہ مال جو راستے میں گرا ہوا ملے حلال نہیں ہے۔ کہ عقد ذمہ کے باعث اس کا مال بھی محفوظ ہے جس طرح مسلمانوں کا مال محفوظ ہے۔ (الا ان یتغنی عنہا صبیحاً) مگر یہ کہ اس گریے مال سے اس کا مالک جو معاہد ذمی ہے بے نیاز ہو۔ اس کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں ایک یہ کہ مالک خود اسے چھوڑ دے اور جسے ملا ہے اسے ہی بخش دے۔ دوسرا یہ کہ وہ چیز بالکل حقیر اور معمولی ہو کہ عادتاً اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی اور اس سے بے نیازی اختیار کی جاتی ہے علماء نے فرمایا ہے لقطۃ اگر حقیر اور معمولی چیز ہو اور اٹھانے والے کو اس کی حاجت اور ضرورت ہو تو وہ اسے استعمال کر سکتا ہے۔ اور لقطۃ کے تفصیلی احکام ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے باب میں بیان کیے جائیں گے۔ (ومن نزل یقوم فلیہم ان یقر وک) حدیث سے ثابت شدہ احکام میں جن کا قرآن میں ذکر نہیں ایک یہ ہے کہ جو شخص کسی قوم کے پاس مہمان کے طور پر ہا ترے تو ان لوگوں پر اس کی مہمان نوازی لازم ہے۔ یہ حکم سنت و استحباب کے طور پر ہے فرضیت و وجوب کے طور پر نہیں ہے کہ کسی کی مہمان نوازی واجب نہیں۔ بلکہ اس باب مردت کی عادت اور اہل ایمان کی سیرت میں سے ہے اسی لیے اس حکم کو نہی کی صورت میں بیان نہ فرمایا۔ اور یوں نہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لیے حلال اور جائز نہیں کہ مہمان کی مہمان نوازی نہ کریں جیسا کہ دوسرے دو احکام میں اندازہ بیان اختیار فرمایا۔ (فان لہ یقر وہ فلیہ ان یعقبہ) یا کے صنف عین کے سکون اور کسرت قاف کے ساتھ (بشد قنوا) تو اگر وہ لوگ اس کی مہمان نوازی نہ کریں تو اس کے لیے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار انہیں ان کے اس فعل کی جزا دے۔ اور اس کا جو حق ضائع ہوا ہے وہ ان سے وصول کرے۔ یعنی اسے اس کی اجازت ہے کہ ان سے اپنا حق مہمانی وصول کرے۔ اور وہ لوگ اس کے مستحق ہیں کہ ان سے یہ تقاضا کیا جائے۔ اگر چہ واجب و لازم نہیں۔ قرآن بکسرت قاف ورا مقصورہ۔ بظاہر اس کلام سے ضیافت کا وجوب و لزوم ثابت ہوتا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو مجبور و مضطر ہو کہ اگر ان سے خوراک حاصل نہ کریگا تو اسے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ مختصہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا ایک لشکر روانہ کیا وہاں اہل دیہات اور صحرائین لوگوں نے کوئی بازار نہ لگا رکھا تھا جہاں سے مجاہدین کھانے پینے کی چیزیں خرید سکتے۔ اس بنا پر انہیں خوراک کے معاملے میں بڑی دقت پیش آئی۔ تو ان کے لیے فرمایا کہ انہیں اس علاقہ کے لوگوں پر سختی کرنے کی اجازت ہے کہ نمازیوں کی ممانی کریں۔ اور اگر وہ نہ کریں تو ان کی سزا یہ ہے کہ زجر اور ڈانٹ کے طور پر جبراً غازی حضرات اپنی خوراک کی مقدار اشیاء خورد و نوش لینے کا حق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ یہ حکم تھا کہ جو شخص مال غنیمت میں سے کچھ چرلے اس کا سامان جلادیا جائے۔ اور جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرے اس کا نصف مال جبراً لے لیا جائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں ابتداءً اسلام میں بہمان نوازی فرض تھی بعد میں زکوٰۃ کی فرضیت سے اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی واللہ اعلم یہاں تک اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔ (روایتی الداسی نخوع، وکذا ابن ماجہ الی قولہ کما حم اللہ) اور امام دارمی نے اسی طرح روایت کیا اور یہی ابن ماجہ نے کما حم اللہ کے لفظ تک اسے روایت کیا اور انہوں نے یہ الفاظ الا کا یحل الی اخو ذکر نہ کیے۔

۱۵۶۔ وَعَنْ الْعُوبَانِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

أَيُّسِبُ أَحَدُكُمْ مَتَكُفًا عَلَى أَرِيكَتَيْهِ يَنْظُرُ

أَنَّ اللَّهَ لَمْ يُجَرِّمْ شَيْئًا إِلَّا مَا فِي هَذَا

الْقُرْآنِ إِلَّا وَاقٍ وَاللَّهُ خَدَّامَرْتُ وَ

عَطْتُ وَنَهَيْتُ عَنْ أَشْيَاءَ إِنَّهَا نِشْدُ

الْقُرْآنِ أَوْ أَكْثَرُ وَإِنَّ اللَّهَ لَعَزِيزٌ لَكُمْ

أَنْ تَدْخُلُوا بَيْوتَ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا بِإِذْنٍ

وَلَا ضَرْبَ نِسَاءِهِمْ وَلَا أَكْلَ ثَمَرِهِمْ إِذَا

أَعطَوْكُمْ الَّذِي عَلَيْهِمْ رِزَاةٌ أَوْ دَاوُدَ وَفِي اسنادہ

اشعۃ بن شعبۃ المصمیمی وقد تکلم فیہ۔

اور حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے

کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم میں سے

ایک شخص اپنے تخت پر تکیہ لگائے (خود تکبر سے بیٹھے ہوئے) یہ

گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موت وہی چیز حرام کی ہے جو اس قرآن

میں ہے ساگاہ رہو اور بیشک اللہ کی قسم میں نے کچھ باتوں کا حکم دیا

ہے اور تمہیں وعظ و نصیحت کی ہے اور کچھ باتوں سے منع کیا ہے اللہ

بے شک وہ تعداد میں قرآن جتنی بلکہ اس سے زیادہ ہیں۔ اور

بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے جائز نہیں رکھتا کہ تم لوگ اہل

کتاب کے گھروں میں داخل ہو مگر اجازت سے اور نہ ان کی عورتوں

کو مارنا جائز کیلئے۔ اور نہ ان کے پھل کھا جانا تمہارے لیے

حلال کیا ہے۔ جبکہ وہ لوگ تمہیں وہ چیز جزیہ ادین ہیں جو ان کے ذمے لازم ہے۔

شرح :- (وعن العوبان بن ساریہ)۔ و سکون را و با موحده مفتوحہ اور ضارہ مجملہ۔ (بن ساریہ)

بین حملہ ورا وریاء۔ آپ حضرت عریض بن ساریہ صحابی ہیں۔ اصحاب صفیں میں ہیں اور ان گریہ و زاری کرنیوالے حضرات میں سے ہیں جن کی شان میں آیہ کریمہ۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ حَرْجٌ لَّهُمْ حَرْجٌ حَرْجٌ ہے جو آپ کے پاس آتے ہیں سواری حاصل کرنے کے لیے (شام میں رہے اور جمعہ میں سکونت اختیار کی۔ اور شہر میں وفات پائی رضی اللہ عنہ۔

یہ حضرت عریض بن ساریہ راوی ہیں کہ (قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی خطبہ ارشاد فرمایا۔ (فقال) فرمایا۔ (ایحسب احدکم متکا علی اریکتہ) کیا گمان کرتا ہے تم میں سے ایک شخص اپنے آرام و آراستہ تخت پر تکیہ لگاٹھے ہوئے۔ (ریظن ان الله لم يحرم شيئا الا ما في هذا القرآن) یہ گمان کہ اللہ نے کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہ جو اس قرآن میں ہے۔ (الا دانی والله قد امرت) آگاہ رہو اور بیشک میں نے اللہ کی قسم کچھ باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ووعظت) اور تمہیں وعظ و نصیحت کی سزا و نہیت عن اشیا اور تمہیں کچھ باتوں سے منع کیا ہے۔ (انها مثل القرآن) بیشک جو امر و نہی اور وعظ و نصیحت میں نے تمہیں کی ہے وہ مقدار میں قرآن جتنی ہے۔ (اداکتم بلکہ اس سے زیادہ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک سے چند احکام بیان فرمائے جن سے آپ نے روکا اور منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ (وان الله لم يحل لكم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذن بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور جائز نہیں کیا کہ تم لوگ اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو۔ ولا ضرب نسائهم) اور نہ ہی جنہیں وہ خراج وغیرہ وصول کرنے کے لیے ان کی عورتوں کو مارنا حلال کیا ہے۔ ولا اكل ثمارهم) اور ان کے پھل کھا جانا حلال نہیں کیا۔ (اذا اعطوكم الذي عليهم) جب کہ وہ تمہیں جزیہ اور خراج ادا کر دیں۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا (روای اسنادہ) اور اس کے اسناد میں ایک شخص ہے جس کا نام اشعث بن شعبة المصیصی ہے۔ (وقد نكلو فيه) اور اس میں گفتگو کی گئی ہے کہ خنقہ ہے یا نہیں۔ مصیصی بکسر میم۔ اور پہلے صاد مہملہ کی تشدید کے ساتھ اور صاد کی فتح اور تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ مصیصہ شہر کی طرف نسبت ہے۔ قاموس میں کہا مصیصہ بروزن سیسہ شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ اور صاد کو تشدید نہیں دی جاتی۔

۱۵۷۔ وَعَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ تَعَارَقُوا قَبْلَ عَلَيْنَا بِوُجْهِهِ فَوَعظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعَيْمُونَ وَوَجَلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ

اور انہی حضرت عریض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اس کے بعد اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کیا اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا۔ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور

دل لرزائے۔ ایک شخص نے کہا یہ وعظ تو ہم سے مدح ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ اس لیے آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے تعمیل حکم اور فرمانبرداری اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تو تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر قائم رہنا۔ اسے مضبوطی سے تھامنا۔ اور پوری قوت کے ساتھ اس سے چٹے رہنا۔ اور دین میں نئے ایجاد کردہ امور سے دور رہنا کہ دین میں

رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَانَتْ هَذِهِ مَوْعِظَةٌ مَوْعِدَةٍ
فَأَوْحَا فَقَالَ أَفْضَلُكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ وَالسَّمْعِ وَ
الطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدٌ حَبَشِيًّا فَإِنَّهُ
مَنْ يَعْتَرِ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا
كَثِيرًا فَغَنِيكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ
الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِيَّتِينَ تَسْكُوبُهَا وَعَضُّوا
عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُعَدَّاتِ
الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ
بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔ رواه احمد و ابو داود

والتزمی وابن ماجة الا انهم انهم يذكرون الصلوة۔ ہر نئی پیدا کردہ بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

شرح:۔ (رواہ) اور انہی حضرت عمر یا من بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (قال) انہوں نے کہا (صلی بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی یعنی امامت کرائی (وذا یوم) ایک دن۔ (ثم اقبل علينا بوجه) پھر ہماری طرف اپنا چہرہ مبارک پھیرا۔ (فوعظنا موعظة بليغة) اور ہمیں بڑا موثر وعظ فرمایا۔ قول بلغ ایسے کلام کو کہتے ہیں جو اپنا مقصود پوری طرح واضح کر دے۔ بالغ بمعنی خوب اور عمد۔ بلغ و فصیح وہ کلام جو عبارت کی عمدگی کی بنا پر دل کی تہ تک پہنچ جائے۔ (وذا وقت منها) انہوں نے جس کے اثر سے آنکھیں بہ پڑیں۔ ذرت بذال مجملہ بمعنی آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا۔ وجلت منها القلوب) اور دل کانپ اٹھے۔ (فقال رجل) پس ایک شخص نے کہا (یا رسول اللہ کان هذه موعظة مودعة) یا رسول اللہ یہ تو گویا رخصت ہو جانے والے شخص کا وعظ تھا۔ دستور ہے کہ رخصت اور وداع ہونے والا انسان جو چند نصیحت کر سکتا ہے۔ کرتا ہے اس میں سے کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ اور کہنے والی سب باتیں کہہ دیتا ہے۔ یا رسول اللہ مبادل تو آپ کے وداع ہونے اور رحلت کرنے کے تصور سے ہی بیٹھنے لگتا ہے۔ اور غم و صدمہ محسوس کرتا ہے۔ (فادعنا) تو آپ ہمیں وصیت فرمائیں۔ یعنی نرم اور آسان نصیحت کی باتیں کر جائیں۔ تاکہ دل کو سکون رہے اور غم و صدمہ سے نڈھال نہ ہو جائے۔ (فقال اذہیکو بتقوی اللہ) تو فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا۔ والسمع والطاعة اور میں تمہیں اس کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے حکام و امراء کا حکم قبول کرنا اور ان کی فرمانبرداری اختیار کرنا ان تمام باتوں میں جو حکم شرع اور تقویٰ اس سے کے مطابق ہوں کان عبد حبشی) اگرچہ فرماؤ تقدیراً وہ حاکم و امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ (اور یہ احادیث امیر اختیار کرنے میں مبالغہ مقصود ہے۔ ورنہ غلام امیر و حاکم بننے کا اہل نہیں ہے۔ کہ امامت کے شرائط میں سے ایک شرط

یہ ہے کہ حاکم و امیر آزاد ہو غلام نہ ہو یہ کلام بالکل اس حدیث کی طرح ہے جس میں فرمایا جو شخص مسجد بناتا ہے اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ اگر چہ وہ چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد بنائے۔ ظاہر ہے چڑیا کے گھونسلے جتنی مسجد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس بھی چھوٹی بڑی مسجد کا بطور مبالغہ شان بیان کرنا مقصود ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حبشی غلام سلطان کبیر کا نائب ہو۔ اس صورت میں سلطان کے فرمانے کی بنا پر اس کی اطاعت بھی ضروری ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے حکام و امراء کی اطاعت و فرمانبرداری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ (فانہ من یعثر منکم بعدی) کیونکہ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا۔ منیری اختلاف کثیر، تو وہ عنقریب لوگوں میں بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ اور امراء کی بات کی ماننے اور اطاعت اختیار کرنے میں اس فتنے میں مبتلا ہونے سے امن ہے جو اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کی حفاظت کرنے کی طرف اشارہ اپنے اس قول مبارک سے فرمایا۔ (فخلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين بعدی) اور اپنے اوپر لازم قرار دینا میری سنت کو اور میرے خلفاء کی سنت کو جو رشد و ارشاد کے اہل اور ہدایت یافتہ ہیں۔ اور انسان نیکی اور عہد خصائل و عادات سے اسی وقت بہرہ ور اور ہدایت کی روشنی سے منور ہو سکتا ہے جبکہ گمراہی و ضلالت کے خلاف اور اس سے دور رہے۔

اور خلفائے راشدین سے خلفاء اربعہ مراد لیے گئے ہیں۔ جو ان کی سیرت و عادت پر چلتا اور سنت کے مطابق عمل کرتا ہے وہ انہیں میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ وہ شخص جو اپنی خواہش نفس سے کوئی بدعت پیدا کرے اور اس پر چلے۔ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وہ سنت ہے۔ جسے حضور اقدس کے زمانہ مبارک میں شہرت حاصل نہ ہوئی۔ بلکہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں رواج پذیر اور مشہور ہوئی اور اس بنا پر ان کی طرف منسوب ہونے لگی۔ چونکہ یہاں اس امر کا گمان تھا کہ کوئی شخص خلفائے راشدین کی طرف کسی سنت کے منسوب ہونے کی وجہ سے اسے بھی بدعت قرار دیدے اور رد کر دے اور اسے بُرا جانے اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنے خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کی اتباع کا حکم دیا۔ اور اس کی بھی وصیت فرمائی۔ اور اگرچہ ان خلفائے راشدین نے اپنے تئیں واجتہاد سے کوئی بات باری کی تھی تو وہ بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہی سمجھی جائے گی اس پر بدعت کا اطلاق درست نہ ہوگا۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقے خلفاء راشدین کی اس قسم کی باتوں کو بھی معاذ اللہ بدعت کہہ دیتے ہیں۔ اس کے بعد اتباع سنت کی وصیت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا۔ (تسکوا بہ) میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت سے چمٹے رہنا۔ (وعضوا عیہ بالنواجذ) اور سنت پر اپنے دانت پوری قوت سے کاڑھ لینا۔ اور اسے مضبوطی سے پکڑنا۔ بعض دانت کاڑھنا واجد آخری چار ڈاڑھیں جنہیں علم و عقل کی ڈاڑھیں کہتے ہیں۔ اور مطلق دانتوں اور ڈاڑھوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

(دایا کمر و محدثات اکامور) اور ان نو پیدا شدہ امور سے اپنے آپ کو دور رکھنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ تھے۔ (فان کل محدث بدعة) بیشک دین میں ہر نئی پیدا شدہ بات بدعت ہے۔ (و کد سعة ضلالة) اور ہر بدعت گمراہی کا سبب ہے۔ اس حدیث کو احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ چاروں نے روایت کیا۔ (الا انہم لمریدون اتصوة) مگر ترمذی و ابن ماجہ نے نماز ادا کرنے کا واقعہ ذکر نہیں کیا۔ یعنی انہوں نے۔ (صلی بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ حدیث مذکورہ کا آغاز و عطف سے کیا۔

۱۵۸۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سُبُلٌ عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَرَأَ وَرَأَى هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ

الایۃ - رواہ احمد

والنسائی - والدارمی

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری لئے ایک خط کھینچا پھر فرمایا - یہ اللہ کا راستہ ہے - اس کے بعد آپ نے اس کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے - پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا اِنم یشک یہ ہے میرا راستہ جو سید عالم سے تو اسی کی پیروی کرو - الی آخر الایۃ -

شرح اشعۃ اللمعات

وعن عبد اللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً - اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سمجھانے کے لئے ایک خط کھینچا تاکہ راہ راست کے بطور مثال بیان فرمائیں - ثم قال هذا سبيل الله - پھر فرمایا - یہ سید عالم جو میں نے کھینچا ہے خدا تعالیٰ کا راستہ ہے - ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله پھر آپ نے اس سیدھے خط کے دائیں اور بائیں کچھ خط کھینچے - وقال هذه سُبُلٌ اور فرمایا یہ راستے ہیں علیٰ کل سبیل منها شیطان یدعو الیہ کہ ان میں سے ہر ایک راستے پر شیطان ہے جو لوگوں کو اس راہ کی طرف بلاتا اور بد راہ کرتا ہے - وقرأ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی - وَإِنْ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ پروردگار عالم فرماتا ہے یہ ہے میرا سیدھا راستہ جو میں نے تمہیں دکھایا ہے تو اس پر چلو اس آیت کے آخری الفاظ یہ ہیں وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ اور ان راستوں پر نہ چلو جو دائیں بائیں کو جاتے

ہیں۔ یعنی مختلف غلط ادیان اور ٹیڑھے راستوں کو اختیار نہ کرو تاکہ وہ تمہیں پریشانی میں مبتلا نہ کر دیں اور تم سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں نہ پڑ جاؤ۔ اسے احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اور اس موضوع سے متعلق دوسری احادیث جو کتب حدیث میں آئی ہیں، ان میں ان خطوط کی تعداد نظر سے نہ گزری ماسوا اس کے کہ تفسیر مدارک میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں ایک حدیث روایت کی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا یہ راہ ہدایت اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے لہذا اس کی پیروی کرو۔ اس کے بعد اس خط کی ہر جانب چھ چھ خط کھینچے جو ٹیڑھے اور کج تھے۔ اور فرمایا یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان مقرر ہے جو اس کی طرف بلاتا ہے۔ تو ان ٹیڑھے راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد صاحب مدارک نے فرمایا پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلتے ہیں اس طرح کل بہتر (۱۲) راستے بنتے ہیں۔

پوشیدہ نہ رہے کہ اس اُمت کا بہتر (۱۲) فرقوں میں بٹ جانا حدیث صحیح میں آچکا ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح مدارک میں مذکور ہوا ہے بلکہ کتاب مواقف میں فرمایا بڑے بڑے اسلامی فرقے تعداد میں آٹھ ہیں۔ ۱۔ معتزلہ ۲۔ شیعہ ۳۔ خوارج ۴۔ مرجئہ ۵۔ نجاریہ ۶۔ جبرئہ ۷۔ مشبہہ ۸۔ ناجیہ - پھر معتزلہ کے بیس فرقے بیان فرمائے۔ شیعہ کے باقیں اور خوارج کے بیس۔ مرجئہ کے پانچ نجاریہ کے تین اور جبرئہ اور مشبہہ کے مختلف فرقے بیان نہ کئے۔ اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں۔ اس طرح کل فرقوں کی تعداد بہتر ہو گئی۔ صاحب مواقف کا کلام ختم ہوا۔

مگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ پتہ کیسے چلتا ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہیں اور یہ سیدھا اور خدا تعالیٰ کا راستہ ہے اس کے علاوہ باقی سب دوزخ کے راستے ہیں حالانکہ ہر فرقے کا دعویٰ ہے کہ وہ راہِ راست پر ہے اور اسکا مذہب حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی چیز نہیں جو صرف دعویٰ سے ثابت ہو جاتے بلکہ اس کیلئے دلائل و براہین کی ضرورت ہے۔ اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی دلیل و براہین یہ ہے کہ یہ دینِ نقل سے بھی تعلق رکھتا ہے صرف عقل کافی نہیں اور متواتر اخبار سے معلوم اور احادیث و آثار کی تلاش و تتبع سے متعین ہو چکا ہے کہ سلف صالح یعنی صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگ سب اسی عقیدہ اور اسی طریقہ پر تھے اور مذاہب و اقوال میں یہ بدعات و خواہشات صدرِ اول کے بعد پیدا ہوئیں۔ صحابہ کرام اور اسلاف متقدمین سے کوئی ان بدعات و خواہشات کا قائل نہ تھا۔ بلکہ وہ حضرات ان سے پاک اور بری تھے اور جو لوگ ان بدعات و خواہشات کے قائل ہوئے اہل سنت و جماعت نے ان سے قطع تعلق اختیار کر لی اور ان کے خیالات و عقائد کا رد فرمایا۔

احادیث کی چھ کتب (صحیح ستہ) اور دوسری مشہور و معتد کتابیں کہ احکام اسلامی کا مدار و مبنی ان پر ہے، ان کے

مؤلفین اور مذاہب اربعہ کے آئمہ فقہاء و غیر ہم جو ان ائمہ کے طبقہ میں تھے، سب اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر تھے اور اشاعرہ، ماتریدیہ جو اصول کلام ائمہ گذرے ہیں سب نے سلف کے مذہب کی ہی تائید کی ہے اور دلائل عقلیہ کے ساتھ اسی مذہب کا اثبات فرمایا ہے اور جو کچھ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع اُمت میں آچکا ہے، ان حضرات نے اسی کی تاکید کی ہے۔ اس بنا پر ان کا نام اہل سنت و جماعت پڑ گیا ہے اگرچہ یہ نام بعد میں پڑا لیکن لگا مذہب و اعتقاد قدیم ہے۔ ان کا طریقہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سلف کے آثار کی اقتدا اور اپنے عقول، آراء اور خواہشات پر اعتماد نہ کرنا اور فصوص کو ان کے ظاہر معنی پر رکھنا ہے مگر بوقت بخلاف دوسرے فرقوں مثل معتزلہ و شیعہ کے اور ان لوگوں کے جو ان کے اعتقادات کے موافق ہیں کہ انہوں نے فلسفہ سے سہارا لیا اور ان کے ادہام و آراء کو اختیار کیا ہے اسی طرح متقدمین و محققین، مشائخ صوفیہ جو طریقت کے اسناد، زہاد و عابد، متراضع و متورع اور متقی اور جناب حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رہتے ہیں اور اپنے نفس کی طرف نیکی کی طاقت اور بُرائی سے بچنے کی قوت کی نسبت کرنے سے بری اور پاک تھے، یہ سب حضرات بھی اسی مذہب اہل سنت و جماعت پر موزے ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب معتبرہ و معتمدہ سے معلوم ہوتا ہے اور تعرف میں (جو اس گروہ کی کتابوں میں معتدترین کتاب ہے اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی شان میں فرمایا ہے "لولا التعرف باعرف التصوف" اگر تعرف نہ ہوتی ہم تصوف کو نہ پہچان سکتے) صوفیہ کے عقائد جن پر ان کا اجماع ہے بیان کئے ہیں وہ سب بلا کسی کمی و بیشی کے اہل سنت کے عقائد ہیں۔ جو دعویٰ ہم نے کیا ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت و جماعت ہیں تو اسکی صداقت اس سے بھی ظاہر و واضح ہے کہ حدیث، تفسیر، کلام، فقہ، تصوف، سیرت و تاریخ کی معتبر کتابیں جو مشرق و مغرب میں مذکور و مشہور ہیں سب جمع کی جاتیں اور مخالفین بھی اپنی کتابیں لائیں تو حقیقت حال بالکل ظاہر ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ دین اسلام میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے، ہر منصف اور تعصب و بہت دھرمی سے کنارہ کش انسان اس حقیقت کا بر ملا اعتراف کرے گا۔ واللہ یقول الحق وهو یدل السبیل اللہ تعالیٰ حق ارشاد فرماتا ہے اور وہی راہ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسکی خواہش تابع نہ ہو جائے اس دین کے جو میں لے کر آیا ہوں۔

۱۵۹۔ وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت من احدکم حتی یکون ہواہ تبعاً لکما جئت بہ۔ رواہ فی شرح السنۃ۔ و قال النوری فی البیعینہ ہذا حدیث صحیح روایہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح۔

شعۃ اللمعات

وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يوم من احدكم حتى يكون هواه تبعاً لما حَبَّتْ به - تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس تابع نہ ہو جائے اس چیز کے - یعنی دین و شریعت کے جسے میں لے کر آیا ہوں - اگر متابعت سے اعتقاد، عمل، عبادات اور عادات میں کامل تسلیم و رضا اور حق کے ساتھ کھراؤ اور خواہش نفس کے دباؤ کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات کے آگے گدن بھکا دینا اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنا مراد ہو تو اس صورت میں نفی ایمان سے کامل ایمان کی نفی مراد ہوگی - اور اگر متابعت سے دین اسلام قبول کرنا اور اس کی حقیقت کا معتقد ہونا مراد لیا جائے تو پھر نفی سے اصل ایمان ہی کی نفی مراد ہوگی -

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں یہ فرمایا کہ خواہش نفس دین کے تابع ہو جائے یہ نہ فرمایا کہ بالکل ختم اور معدوم ہو جائے کہ اس کا ختم اور معدوم ہو جانا ناممکن بھی ہے اور نامناسب بھی اور سرے سے معدوم ہو جانے کی صورت میں اجر و ثواب کا سلسلہ بھی باقی نہیں رہتا - کمال یہ ہے کہ خواہش موجود ہو مگر حق کے تابع اور مطیع ہو -

اس حدیث کو امام محی السنۃ نے شرح السنۃ میں روایت کیا اور امام نووی نے اپنی اربعین میں کہا یہ حدیث صحیح ہے - ہم نے اسے اسناد صحیح کے ساتھ کتاب الحجۃ میں روایت کیا ہے -

۱۶۰ - وَعَنْ بِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ السَّدِّيِّ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي شَدَّ أَمِيتٌ لَعْدِي

فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُورِ مَنْ عَمِلَ

بِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ

فَمَنْ ابْتَدَعَ بِدْعَتَهُ ضَلَّالَتُهُ لَا يَرْضَاهَا

اللَّهُ وَرَسُولُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ

أَمْثَامٍ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ

ذَلِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

رواه الترمذی ورواه ابن ماجہ عن کثیر بن عبد اللہ

اور حضرت بلال بن حارث مزی رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری سنتوں میں سے

کوئی ایسی سنت زندہ کی جو میرے بعد نیست و نابود

کردی گئی تھی تو اس اکیلے آدمی کو ان تمام لوگوں جتنا

اجر و ثواب ملے گا جو اس پر عمل پیرا ہونگے - بغیر

اس کے کہ خود ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع ہو

اور جس نے کوئی بڑی بدعت جاری کی جو اللہ اور اس کے

رسول کو پسند نہ ہو تو جب قدر لوگ اسی بدعت ضلالت

پر عمل کریں گے ان سب کے برابر اس جاری کرنے والے

۱۔ بن عمرو عن ابیہ عن عبدہ -

کے ذمہ گناہ لکھا جلتے گا اور خود ان کے گناہ میں
کوئی کمی نہ ہوگی۔

اشعة اللمعات، بلال بن الحارث المزنی - مُزنی بضم میم وفتح زاء وکسر نون - آپ صحابی
ہیں قبیلہ مزینہ کے وفد کے ساتھ سھمہ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی ۸۰ سال کی
عمر میں سھمہ ہجری مقدسہ میں وصال فرمایا۔

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احيا سنة من سنتي - جس نے میری سنتوں میں
سے کوئی سنت زندہ کی - قدامتیت جو میرے بعد مار دی گئی (ضائع اور نیست و نابود) کر دی گئی تھی - فان له
من الاجر مثل اجر من عمل بها - تو بے شک اس شخص کو ان تمام لوگوں کے اجر و ثواب کے برابر اجر و ثواب
ملے گا جو اس سنت پر کاربند ہونگے۔ من غير ان ينقص من اجرهم شيئا اس کے بغیر انہیں ثواب ملنے
سے خود اس کے ثواب میں کمی ہو۔ یعنی ان سب عمل کرنے والوں کو بھی ان کے عمل کا مکمل ثواب ملے گا۔ اور سنت کو زندہ
کرنے اور رواج دینے والے کو ان سب کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا۔

ومن ابتدع بدعتا ضلالتا لا يرضاها الله ورسوله - اور جس نے کوئی بدعت ضلالت (بری)
جاری کی جس سے خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش نہ ہوں۔ بخلاف بدعت حسنہ کے جس میں دین
کی بہتری اور اس کی تقویت اور ترویج ہو کہ یہ بدعت حسنہ ہے اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے۔ فان عليه
من الاثم مثل اثم من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزارهم شيئا - تو اس بدعت ضلالت
پر کاربند ہونے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ خود اس بدعت ضلالت جاری کرنے والے کو ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔
اس حدیث کی شرح اور اس میں گفتگو مسلم شریف کی حدیث ابو ہریرہ کی فصل اقل کے آخر میں گذر چکی ہے۔

۱۶۱۔ وعن عمرو بن عوف قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
ان الدين ليارز الى الحجاز كما
تأرز الحية الى حجرها وليعقلن الدين
من الحجاز معقل الاسر وية من رأس
الجبل وان الدين بدء غريبا وسيعود
اور حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے
ہدایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا بے شک دین سکڑ آئے گا حجاز کی
طرف جس طرح سکڑ آتا ہے سانپ اپنے سوراخ کی
کی طرف۔ اور بے شک دین اسلام پناہ لے گا سرزمین
حجاز میں جس طرح پناہ لیتی ہے پیٹری بکری پہاڑ

کُنَّا بَدْعَ فَطَوِيٍّ لِلْعَرَبِ وَأَهْلِهِمْ
الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ
مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي -

رواہ الترمذی

کی چوٹی پر۔ اور بے شک دین غربت و تنہائی میں ظاہر
ہوا۔ اور عنقریب غربت و تنہائی کی طرف لوٹ جائیگا
تو مبارک ہو عرباً کو یعنی ان لوگوں کو جو میرے بعد میری
ان سنتوں کو درست کریں گے (ان کی اشاعت کریں گے
اور انہیں رواج دیں گے) جنہیں لوگ خراب کر چکے ہوں گے۔

اشترکات اللغات : وعن عمرو بن عوف - آپ انصاری ہیں۔ غزوہ بدر میں موجود تھے۔ مدینہ منورہ میں ہی
سکونت پذیر رہے۔ رضی اللہ عنہ

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدين ليارز الى الحجاز كما تارز
الحية الى جحرها۔ اس عبارت کا ترجمہ فصل اول کی آخری حدیث میں گذر چکا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہاں
الی المدینہ کے الفاظ ہیں اور یہاں الی الحجاز کے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں کو شامل ہے جیسا کہ وہاں اس طرف
اشارہ کر دیا گیا تھا۔ ہر کتاب ہے کہ وہاں مدینہ کا لفظ مدینہ پاک کی فضیلت کی بنا پر آیا ہو اور یہاں حجاز کا لفظ حرمین شریفین
زاد ہما اللہ تعظیماً و تشریفاً کی فضیلت کے لئے وارد ہوا ہو۔ واللہ اعلم

وليعقل الدين من الحجاز۔ اور بے شک دین اسلام حجاز مقدس میں پناہ تلاش کرے گا اور اسے
اپنا مسکن و مادی بنائے گا اور فتنوں کے ظہور اور اہل کفر و فساد کے غلبے کے وقت حجاز کی طرف واپس لوٹ آئے گا۔ یا
آخر زمانہ میں خروج دجال کے وقت ایسا ہوگا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گذرا۔ معقل الأرویتے من راس الجبل۔
جس طرح جنگلی بکری پیادہ کی چوٹی پر پناہ لیتی اور اس پر چڑھ جاتی ہے اُرویتے بضم همزة، سکون راء و کسر
واو تشدید یا بمعنی جنگلی بکری۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ مادہ بکری کے لئے مخصوص ہے۔

وان الدين بدع غریبا و سيعود كما بدع۔ اور بے شک یہ دین اسلام غریب و تنہا
نودار ہوا (آیا) اور آخر کار غربت و تنہائی کی لوٹ جائے گا۔ فطویٰ للعرباء۔ تو عرباً کو مبارک ہو اور وہ خوش
ہوں۔ ان کے کیجے ٹھنڈے ہوں۔ وہم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی
عرباً وہ لوگ ہیں جو میری ان سنتوں کو درست کرتے ہیں جنہیں میرے بعد لوگوں نے خراب کر دیا ہوتا ہے۔

۱۶۲۔ وعن عبد الله بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

لَيَاتَيْنِ عَلَى أُمَّتِي كَمَا أَتَى عَلَى بَنِي
إِسْرَائِيلَ حَذَّوَالنَّعْلَ بِالنَّعْلِ
حَتَّىٰ إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى
أُمَّةً عِلَاقِيَّةً لَّكَانَ فِي أُمَّتِي
مَنْ يَفْنَحُ ذَٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ
تَفَرَّقَتْ عَلَى ثَلَاثِينَ وَسَبْعِينَ
مِثْلَهُ وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى
ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِثْلَهُ كُلَّهُمْ
فِي النَّارِ الْأَمْلَةَ وَاحِدَةً فَتَأْوُلُوا
مَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا
أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي -

رواه الترمذی -

، وفی روایت احمد ابی داؤد

عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ ثَنَانٍ وَسَبْعُونَ فِي
النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ
الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ يَنْجَرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَتَّجَرُونَ بِعَمَلٍ
يَمْلِكُ إِلَّا هُوَ أَوْ كَمَا يَتَّجَرُونَ بِالْكَلْبِ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى
مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ

فرمایا۔ البتہ میری امت پر وہ کچھ آئے گا جو بنی اسرائیل
پر آیا۔ میری امت اور بنی اسرائیل آپس میں بالکل
مطابق اور موافق ہو جائیں گے۔ جس طرح ایک پاؤں کا
جو تادوسرے پاؤں کے جوتے کے برابر ہوتا ہے۔
یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے
ساتھ اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ضرور
ایسے لوگ ہونگے جو اس فعل کے مرتکب ہونگے۔ اور بیشک
بنی اسرائیل بہتر ۲، فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت
تہتر ۳، فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تہتر ۳، فرقوں میں
سے ایک فرقہ کے سوا باقی سب دوزخ میں جائیں گے۔
لوگوں نے کہا وہ ایک کونسا ہے۔ فرمایا جس پر میں اور
میرے صحابہ ہیں۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور احمد اور
ابو داؤد کی روایت حضرت معاویہ سے یوں مروی ہے
کہ بہتر ۲، فرقے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں
جائے گا۔ اس فرقے کا نام جماعت ہے اور بیشک میری
امت میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہونگے کہ نفسانی خواہشات و
ارادے ان کے رگ و پے میں سرایت کر جائیں گے جس طرح
باولے پی کی بیماری انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتی
ہے کہ اسکی ہر ہر رگ اور ہر ہر جوڑ میں گھس جاتی ہے۔

اشعة اللغات: وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ليأتين على أمتي كما أتى على بني إسرائيل - اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک میری امت بد علی کے اپنی حالات سے دوچار ہو جائیگی جس سے بنی اسرائیل
دوچار ہوئے۔ حذ والنعل بالنعل بد علیوں میں ان سے پوری مطابقت اختیار کر لیں گے جس طرح ایک پاؤں کا جوتا

دوسرے پاؤں کے جوتے کے عین مطابق اور برابر ہوتا ہے۔ حذو النعل بالنعل کی ترکیب کا مطلب یہ ہے کہ موزی جب جوتا سیتے ہیں تو ایک تلہ دوسرے تلے سے ملا کر پورا اندازہ کر کے اور برابر کر کے سیتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں حذوت النعل بالنعل میں نے دونوں پاؤں کے جوتے بالکل برابر تیار کئے۔ حذو بمعنی اندازہ کرنا اور برابر کا ٹنا۔ طابق النعل بالنعل کا محاورہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ پھر دو چیزوں کے آپس میں بالکل برابر اور مطابق ہونے پر یہ محاورہ استعمال ہونے لگا۔

حتى ان كان منهم من اتى امة علانية - یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہوگی۔ لکان فی امتی من یصنع ذالک - تو میری اُمت میں بھی ضرور ایسے بدکردار لوگ پیدا ہونگے جو اپنی ماں کے ساتھ ایسی بُری حرکت کے مرتکب ہونگے۔ بعض علمائے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہاں ماں سے باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں) مراد ہو۔ کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص ماں کے ساتھ یہ فعل کرے کہ یہاں طبعی اور شرعی مانع موجود ہے البتہ سوتیلی ماں کے ساتھ ایسا ممکن ہے کہ وہاں طبعی مانع موجود نہیں ہے۔

وان بنی اسرائیل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة - اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقوں اور مذہبوں میں بٹ گئے تھے۔ وتفرق امتی على ثلاث وسبعين ملة - اور میری اُمت تہتر ۳۰ فرقوں اور مذاہب میں بٹ جائے گی۔ یعنی جو ایمان کے مدعی اور اہلِ قلبہ ہیں، اصول عقائد میں تہتر ۳۰ فرقوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ کلہم فی النار - یہ سب سوء عقیدہ کے باعث دوزخ میں جائیں گے۔ تاہم بدعلی کی بنا پر فرقہ ناجیہ اہلسنت میں سے بھی کچھ لوگ کچھ وقت کے لئے ممکن ہے دوزخ میں ڈالے جائیں۔ اور یہ قول کہ گناہوں کے باوجود فرقہ ناجیہ اہلسنت کے سب لوگ بخشے ہوئے ہیں بالکل بے دلیل قول ہے۔

الاملة واحدة - ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک گروہ جنتی ہے۔ قالوا من ہی - صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا گروہ ہے۔ قال ما انا علیہ واصحابی - فرمایا، وہ کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں تاہم جو اسے ترفی نے روایت کیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے احمد اور داؤد کی روایت میں اس طرح آیا ہے۔ ثنتان وسبعون فی النار وواحدة فی الجنة وہی الجماعة - بہتر فرقے دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔ یہ جماعت کے نام سے اس لئے موسوم ہیں کہ یہ حضرات جس بچائی اور راہِ راست پر سلف کا اتفاق ہے اس پر جمع ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

وانہ سیخرج فی امتی اقواء - اور بے شک میری اُمت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہونگے کہ تنجادی بہیم تلک الہواع - کہ انکی رگ و پے میں یہ نفسانی خواہشات سراپا کر جائیں گی اور وہ آپس میں ان خواہشات

کے پیروکار بن کر بسٹ جائیں گے اور ان میں آپس میں اختلاف واقع ہو جائے گا۔ اھواء ہوئی کی جمع ہے بمعنی ارادہ نفس اور اس کی خواہش یہ خواہشات ان کیلئے مختلف مذاہب میں بسٹ جانے کا موجب بنیں گی۔ کیا تجارتی انگلے بصلحبہ جس طرح بادے پن کی پیڑی مریض کے رگ وریشے میں پھیل جاتی ہے کلب بفتح لام بادے پن کی پیاری جو کتا کاٹنے سے انسان کو لاحق ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس کی مانگو لیا دے کی سی کیفیت ہو جاتی ہے اور لبا اوقات اس سے دوسرے انسان کو بھی لگ جاتی ہے اور اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ یہ مریض پانی کی طرف نہیں دیکھ سکتا اور اگر پانی پر نگاہ ڈر جائے تو چیخ و پکار شروع کر دیتا ہے اور اس پر بے طاقتی اور کمزوری چھا جاتی ہے اور عموماً اس بیماری والا آدمی پیاسا مرنے لگتا ہے۔ پانی نہیں پی سکتا یہ ایک ایسا موزی مرض ہے کہ اس کا اثر تمام بدن پر ہوتا ہے اور اس سے آگے اور کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ بیماری آدمی کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتی ہے جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یبقی منہ عرق ولا مفصل الا دخلہ آدمی کی کوئی رگ اور اس کا کوئی جوڑ ایسا نہیں ہوتا جس میں یہ مرض گھس نہ جائے۔

خواہش نفس کے پیروکار انسان کو اس بیماری والے کے ساتھ اس بنا پر تشبیہ دی کہ جس طرح یہ مرض انسان کے رگ وریشے میں سرایت کر جاتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں جنم لیتی ہیں بالکل یہی حالت خواہش نفس کے پیروکار کی ہوتی ہے اور اس میں بھی اور کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں پھر یہ خرابیاں صرف اسی تک محدود نہیں رہتیں بلکہ دوسروں میں بھی پھیلیں اور انہیں بھی خراب کرتی ہیں تو اہل ہوا میں بدعت اور خواہش نفس کا مرض بالکل بادے پن کی طرح ہے اور جس طرح بادے پن کا مریض پانی کے قریب نہیں آتا اسے پینے کی تاب نہیں رکھتا اور پیاسا مرنے لگتا ہے۔ اسی طرح خواہش نفس کا پیروکار بھی ظلم سے بھاگتا اور اس سے محرومی کی حالت میں ہی مر جاتا ہے اور جہالت کے جنگل اور بدعت کے لالچ میں اپنی جان دے دیتا ہے۔ فقال اللہ العافیۃ ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت و سلامتی مانگتے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا امت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گمراہی پر کھانا نہ ہونے دے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہو گیا اور اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

۱۶۳۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّتَهُ مُحَمَّدٌ عَلَى ضَلَالَةٍ دَيْدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي السَّارِ (رواه الترمذی)

اشعۃ اللمعات ۱۔ وعن عبد الله بن عمر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله ان الله لا يجمع امتي حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ میری امت کو نہ جمع ہونے دے گا۔ اور قال امۃ محمد یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امتی کا لفظ استعمال فرمایا یا امت محمد کا لفظ (صلی اللہ علیہ وسلم) علی ضلالتہ مگر اسی پیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت اور فضیلت ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس امت کو نوازا کہ آپ کی امت جس چیز پر اتفاق کرے گی وہ حق و ثواب ہی ہو گا لید اللہ علی الجماعۃ اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت اور احسان و مہربانی جماعت پر ہے۔ واصل اس جملے میں ایمانے خلق اور اعدائے دین کے خوف سے خدا تعالیٰ کی حفاظت اور مدد فرمانے سے کنایہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو استنباط احکام اور حق پر اطلاع پانے کی

توفیق دی ہے اور جب امت آپس میں اختلاف کرے گی اور منتشر ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ حفاظت عصمت اور سکینت ان سے اٹھائے گا اور ان پر عذاب نازل کرے گا۔ اور ان کے حالات بگاڑ دے گا اور اُس حق سے دور کر دے گا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ومن شذّشذ فی السار اور جو شخص جماعت اور سواد اعظم سے الگ اور تنہا ہو جائے گا اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا پھر شذّشذ صیغہ ماضی معلوم ہے اور دوسرا صیغہ ماضی مجہول۔ اور یہ دوسرا صیغہ معلوم بھی پڑھا گیا ہے اسی طرح آنے والی حدیث میں

۱۶۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ، مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي

اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم اکثریت و جمہور کی اتباع کرو کہ بیشک جو شخص جماعت سے الگ اور تنہا ہو گیا وہ دوزخ میں گیا

رواہ ابن ماجہ من حدیث انس وابن عامر فی کتاب السنۃ

اشترحات: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ اور انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو۔ سواد بمعنی سیاہی اور جمہور لوگوں کی اکثر جماعت چنانچہ سیاہی شکر سے اس کی کثرت اور زیادتی مراد ہوتی ہے اس ارشاد سے درحقیقت اس مذہب کی اتباع کی ترغیب مقصود ہے جسے علماء امت کی اکثریت نے اختیار کیا ہے۔

یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں خالی جگہ ہے اور رواہ ابن ماجہ من حدیث انس کے الفاظ حاشیہ میں درج ہیں اور بعض نسخوں میں ابن ابی عامر فی کتاب السنۃ کے الفاظ زیادہ آئے ہیں۔

۱۶۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيَّ إِنْ قَدَّرْتَ أَنْ تَصْبَحَ وَتَمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَا فَعَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بَنِيَّ وَذَا لِكَ مَنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ

رواہ الترمذی

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے عزیز بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق کھوٹ نہ ہو تو ضرور یا کر پھر فرمایا اے میرے عزیز بیٹے یہ کام میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ میں سے ہے اور جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

اشترحات: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِيَّ إِنْ قَدَّرْتَ أَنْ تَصْبَحَ وَتَمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غَشٌّ لِأَحَدٍ فَا فَعَلْ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اگر تو صبح و شام ایسے حال میں کر سکتا ہے کہ تیرے دل میں کسی کے لئے کھوٹ نہ ہو تو ایسا کر ثم قال یا بنی وذا لک من سنتی پھر فرمایا اے پیارے بیٹے اور یہ چیز میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ میں سے ہے ومن احب سنتی فقد احبنی اور جس نے میری سنت اور میرے طریقہ پسندیدہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور سنت سے پیار کرنا اس کے ساتھ محبت

کی بنا پر ہوتا ہے اور اس کی محبت کا باعث بنتا ہے ومن احبنی کان معی فی الجنة اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا جیسا کہ ایک اور حدیث میں آیا ہے المرء مع من احب کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت تھی۔ اس حدیث میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے پیار کرنا آپ کے ساتھ پیار اور آپ کی رفاقت نصیب ہونے کا باعث ہے۔ سنت کے ساتھ جب صرف محبت کا نتیجہ یہ ہے تو جو شخص سنت سے محبت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر عمل بھی کرتا ہو اُس کا مرتبہ کس قدر ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا کرے۔

۱۶۹۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فسادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔

(رواہ)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری امت میں اعتقادی اور عملی فساد برپا ہونے کے وقت میری سنت کو مضبوطی سے تھاما اسے ایک سو شہید کا ثواب ملے گا۔

اشعۃ اللمعات۔ فساد امت سے سنت چھوڑ دینے اور اس میں کمی اور کوتاہی کرنا مراد ہے اور سو شہید کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے وقت میں سنت پر عمل بڑی مشقت اور جدوجہد سے ہو سکے گا لیکن اس کی فضیلت اور اس کا ثواب بھی بہت زیادہ ہوگا۔ حضرت عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہاں مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں رواہ کے بعد جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے اور حاشیہ میں یہ عبارت درج ہے رواہ البیہقی فی کتاب الزہد من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی اسے بیہقی نے اپنی تالیف کتاب الزہد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا

۱۶۶۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ إِنَّا نَسْمَعُ أَحَادِيثَ مِنْ يَهُودٍ تَعُجِبُنَا أَفْتَرَى أَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ أُمْتَهُمْ كُنُونَ أَنْتُمْ كَمَا تَهْتَكُونَ أَيْهُؤُورُ وَالنَّصَارَى لَقَدْ جِئْتَكُمْ بِهَا بَيِّنَاتٍ لِقِيَّةٍ وَكَوَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَتْهُ إِلَّا اتِّبَاعِي

رواہ احمد و البیہقی فی شعب الایمان

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا بیشک ہم لوگ یہود سے بہت سی باتیں سنتے ہیں جو ہمیں اچھی لگتی ہیں کیا آپ مناسب سمجھتے اور رائے دیتے ہیں کہ ہم لوگ ان میں سے کچھ لکھ لیا کریں آپ نے زبردانکار کے طور پر فرمایا کیا تم لوگ دین اسلام کے بارے میں حیرت میں ہو اور اس کے کامل دین ہونے میں ہمیں شک ہے۔ اس لئے تم لوگ اہل کتاب سے کچھ لینا چاہتے اور ان سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہو جس طرح خود یہود و نصاریٰ حیرت و شبہات کی وادیوں میں بھٹکنا شروع ہو گئے تھے۔ بیشک میں ایک سفید و پاک اور صاف و روشن اور شک و شبہ سے خالص ملت و شریعت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری پروردی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا چہ جائیکہ اس کی قوم اور باقی تمام لوگ دیکھ کر میری

شریعت کے اجماع کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں،

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے حلال طیب رزق کھایا سنت کے مطابق عمل کیا اور لوگ اس کے شر سے امن میں رہے وہ جنت میں داخل ہوا۔ اس پر ایک شخص نے کہا یہ نیکیاں ہمارے زمانے میں لوگوں کے اندر کثرت کے ساتھ موجود ہیں آپ نے فرمایا ہاں اور مجھ سے بعد کے زمانوں میں بھی یہ نیکیاں موجود رہیں گی۔

۱۶۸ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ طَيْبًا وَغَمَلَ فِي سُنَّتِهِ وَآمَنَ النَّاسُ بِوَأَيْقَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا الْيَوْمَ لَكَثِيرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُونٍ بَعْدِي رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اشعۃ اللمعات۔ وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اكل طيباً وغملاً حلال کھائے وغملاً فی سنتہ اور سنت کے مطابق عمل کرے اگرچہ تھوڑا ہی ہو۔ وامن الناس بواثقہ اور لوگ اس کے شرفقہ سے امن میں رہیں یعنی اس کی طرف سے کوئی تکلیف اور اذیت نہ پہنچے یعنی کسی کو گمراہی کے راستے پر نہ ڈالے اور کسی کو بدراہ نہ کرے ظاہر ہے کہ اس سے ہر چھوٹا بڑا شرفقہ مراد ہے یعنی لوگوں کو اس سے کسی قسم کی کوئی اذیت اور برائی نہ پہنچے۔ بواثق بالثقہ کی جمع ہے بمعنی سختی اور سنج پہنچانا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس سے اس کے ہمسائے تکلیف میں ہوں۔ بواثق کی تفسیر ظلم، بدعتی، سختی اور شرفساد سے کی گئی ہے۔ دخل الجنة وہ جنت میں داخل ہوگا فقال رجل اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ان هذا اليوم لكثير في الناس یا رسول اللہ بیشک یہ کام (یہ نیکیاں) آج ہمارے زمانے میں تو بہت ہیں ہمارے بعد آنے والے لوگوں کی حالت کیا ہوگی۔ قال وسيكون في قرون بعدی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے زمانے میں یہ اچھائیاں بہت ہیں اور میرے بعد آنے والے لوگوں میں بھی کسی نہ کسی حد تک یہ اچھائیاں موجود رہیں گی یعنی میری امت میں نیکی اور خیر بالکل ہی ختم نہ ہو جائے گی۔ اگرچہ زیادہ اور کم کافرق ضرور ہوگا۔ اور آخر زمانے تک ایک جماعت ایسی موجود ہوگی جو تقویٰ اور اقامت سنت کے راستے پر گامزن رہے گی۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص دین کا دسواں حصہ بھی چھوڑے گا ہلاک ہو جائے گا۔ پھر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جو اس کے دسویں حصے پر بھی عمل کریگا نجات پا جائے گا۔

۱۶۹ - وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ مِنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عَشْرًا أَمْرِيَهُ هَلَكَ ثُمَّ يَأْتِي زَمَانٌ مِنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَشْرَةٍ أَمْرِيَهُ نَجَّى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اشعۃ اللمعات۔ وعن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم فی زمان من ترک منکم عشر ما امر بہ ہلک اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے اگر کوئی شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دیا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہو جائے گا۔

ثم یأتی زمان من عمل منهم بعشر ما امر به بخا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ جو شخص اس کے دسویں حصے پر عمل کریگا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو نجات پائے گا اور عذاب سے چھوٹ جائیگا اور ثواب کا مستحق ہوگا لیکن یہ گنجائش سنتوں اور نوافل و خیرات میں ہو سکتی ہے فرائض و واجبات میں اس گنجائش کی کوئی صورت نہیں کہ ان کے ترک کی کسی زمانے میں اجازت نہیں ہو سکتی بعض نے کہا ہے اس امر معروف و نہی منکر مراد ہے کہ زمانہ نبوت اور اس کے بعد قریب زمانہ میں جب کہ حق ظاہر تھا حکومت اسلامی مضبوط تھی اور مسلمان ایک دوسرے کی مدد و اعانت میں سرگرم تھے اور حق سننے اور قبول کرنے کی توقع ہوتی تھی ایسے اچھے حالات و زمانہ میں امر معروف اور نہی منکر ترک کرنے کے لئے کوئی عذر نہ تھا اس کے برعکس آخر زمانہ میں جو زمانہ نبوت کے بالکل الٹ اور خلاف ہوگا کہ اس میں تمہارا امر معروف اور نہی منکر کا فریضہ ادا کر دینا بھی غنیمت اور اجر و ثواب کا موجب ہے۔

اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم گمراہ نہیں ہوتی جو پہلے ہدایت پر تھی مگر جھگڑے کی وجہ سے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایت پڑھی ماضر بوجہ الخ یہ لوگ آپ کے ساتھ نہیں بحث کرتے مگر غصہ جھگڑے کے لئے بلکہ یہ سخت جھگڑاؤں میں ہے۔

۱۴۰ - وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أَوْتُوا الْجِدَلَ ثُمَّ تَرَعَوْا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْآيَةُ مَا ضَرَبُوكُمْ لَكُمْ إِلَّا جِدْلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ . رواه أحمد والترمذی وابن ماجہ

اشعۃ اللمعات - وعن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ضل قوم بعد ہدی کانوا علیہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں گمراہ ہوتی قوم جو پہلے ہدایت پر تھی الا اوتوا الجدل مگر اس بنا پر کہ انہیں جھگڑا دیا گیا۔ جدل جیم اور دال کے فتح کے ساتھ یعنی لڑائی جھگڑے اور تعصب و عناد میں سخت ہونا تاکہ اس تندی اور سختی کے ذریعے اپنے باطل مذہب کو رولج دیں اور حق کی بنیادیں اکھاڑ پھینکیں۔

ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جو کفار کے بدل و حکومت کے بارے میں وارد ہے یعنی مَا ضَرَبُوكُمْ لَكُمْ إِلَّا جِدْلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِيصُونَ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا اَتَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَحَصَبُ جَهَنَّمَ بیشک تم لوگ اور خدا تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تو مشرکین بڑے خوش ہوئے اور انہوں نے شور مچایا کہ ہمارے بت عیسیٰ سے بہتر نہیں ہیں اگر عیسیٰ جو نصاریٰ کے معبود ہیں اس آیت کے مطابق (معاذ اللہ) دوزخ میں جائیں گے۔ تو ہم بھی اپنے بڑوں کیساتھ دوزخ میں جانے پر راضی ہیں۔ ان کی اس گفتگو پر اللہ تعالیٰ نے ایت مَا ضَرَبُوكُمْ لَكُمْ تازل فرمائی یعنی انہوں نے جو آپ کے ساتھ یہ بحث کی ہے طلب حق کے لئے نہیں کی بلکہ جھگڑے اور کج چال کے طور پر کی ہے کیونکہ مالتعدون کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شامل ہی نہیں ہے کہ کلمہ یا یعنی چیز غیر عقلا کے لئے آتا ہے جس طرح لفظ من عقلا کے لئے یہ لوگ یہ جانتے ہیں کہ لعنت عرب میں ما کا استعمال یہی ہے اس کے باوجود غصہ جنگ و جدل اور تعصب و عناد کے تحت ایسی گفتگو کر رہے ہیں بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے کہ ابن زبیری (بکسر زاء) دفع بار و سکون عین و فتح راء اور آخر میں الف جو مشرکوں میں سے ایک مشرک تھا اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بحث اور گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا تو اپنی قومی زبان سے ہی کس قدر ناواقف اور بے بہرہ ہے کہ ما اور من کا استعمال تک نہیں جانتا۔

۱۶۱۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَقُولُ لَا تَشْدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيَشْدُو اللَّهُ
عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْلًا شَدَّ دُرًّا عَلَى الْفَرْسِ فَشَدَّ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ فَتَنَكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالْأَيَّامِ رَقَبَانِيَّةٍ
ابْتَدَعُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اپنے آپ پر سختی اور شدت نہ کرو کہ
اللہ بھی تم پر شدت اور سختی کرنے لگے۔ بیشک ایک قوم اپنے اوپر
شدت اور سختی کی تھی تو اللہ نے وہ شدت اور سختی ان پر ڈال دی تو
نصاری کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں جو لوگ ہیں یہ
انہی کے باقی ماندہ لوگ ہیں۔ انہوں نے ایک رہبانیت اپنے پاس
سے گھڑ لی تھی ہم نے ان پر لازم نہ کی تھی۔

اشعۃ اللمعات۔ وعن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فرمایا کرتے تھے۔ لا تشدوا علی انفسکم ریاضات اور عبادت شاقہ کے ساتھ اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ
نفس جن کاموں کی طاقت نہیں رکھتا وہ اس سے لینے لگو اور جو چیزیں اللہ نے تمہارے لئے مباح کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام ٹھہراؤ اور اللہ
نے تمہارے ذمے آسان کام لگائے ہیں مگر تم اپنے پاس سے سخت کام اپنے ذمہ لگاؤ۔ فشدد اللہ علیکم یہاں تک کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
بھی تم پر سختی کرے اور انہیں تم پر فرض کر دے اور تم میں ان کے ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ پھر تم عاجز آ جاؤ اور ان کی ادائیگی سے پھر جاؤ حنان
قوما شددوا علی انفسهم فشدد اللہ علیهم بیشک ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تھی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کر دی فتک بقایا
هم فی الصوامع والایار تو اپنے اوپر سختی کرنے والوں میں سے آج بھی نصاری کے عبادت خانوں اور ان کے کلیساؤں میں موجود ہیں
صوامع صومعہ کی جمع بمعنی نصاری کا عبادت خانہ۔ ویار دیر کی جمع بمعنی عیسائی درویشوں کی عبادت گاہ۔ رہبانیۃ ابتدعوا ملکبتاھا
علیہم۔ رہبانیت جو انہوں نے پیدا کی ہم نے ان پر وہ فرض نہ کی تھی۔ رہبانیت سے عبادت و ریاضت میں مبالغہ، لوگوں سے انقطاع،
نات کلباس پہننا، گردن میں زنجیر ڈال لینا، اپنا آلہ تناسل کاٹ دینا اور پہاڑوں و صحراؤں میں بھاگ جانا وغیرہ مراد ہے جو اہل کتاب کے
راہب اور زاہد کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ چیزیں انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر اختیار کر لی تھیں۔ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھیں۔
اور اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فتدارعوا حق ربعا یتھا پھر وہ ان کی نگہداشت اس طرح نہ کر سکے جیسا اس کے کرنے
کا حق تھا۔

منقول ہے کہ حضرت احمد بن ابی الحارثی رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد ابوسیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
دریافت کیا کہ بنی اسرائیل نے تو اس قدر ریاضتیں اور مجاہدے کئے کہ وہ بوسیدہ مشکوں اور کمانوں کے پرانے چمڑوں کی طرح خشک ہو گئے
اور ہم لوگ کھاتے ہیں پیتے ہیں پہنتے ہیں اور آرام و آرائش سے رہتے ہیں۔ اپنی آرام و آسائش کا اس زندگی کو دیکھ کر دل گھٹتا ہے کہ ہمارا
طور طریقہ کیا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ حضرت ابوسیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو اس بارے میں کوئی بات جانتا
چاہتا ہے۔ اے احمد ہم سے صدق و اخلاص کا مطالبہ ہوگا۔ جلنے اور پگھلنے کا مطالبہ نہ ہوگا اگر تو نے دس دن عمل کیا اور اخلاص سے کیا تو وہ
دس سال جلنے اور پگھلنے سے بہتر ہے اصل میں خدا تعالیٰ کی رضا مطلوب و مقصود ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ومن لم یکن للوصال اہلا فلی
احسانہ و نوب۔

جو شخص وصال و ملاقات کا اہل قرار نہ پایا اس کی سب نیکیاں بھی گناہ ہیں۔

۱۴۲۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجِهٍ. حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابِهٌ وَأَمْثَالٌ فَأَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوا بِالْمُحْكَمِ وَآمِنُوا بِالْمُتَشَابِهِ وَاعْتَبِرُوا بِأَمْثَالِ هَذَا لَفْظِ الْمُصَنِّعِ دَرَوِي أَلْبِيهَقِي فِي شَعْبِ الْإِيمَانِ وَنَقَطَهُ فَأَعْمَلُوا بِالْحَلَالِ وَاجْتَنِبُوا الْحَرَامَ وَاتَّبِعُوا الْمُحْكَمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پانچ وجہوں پر نازل ہوا ہے۔ حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال تو حلال کو حلال جانو اور حرام کو حرام۔ محکم پر عمل کرو۔ متشابہ پر ایمان رکھو اور امثال و واقعات سے عبرت و نصیحت پکڑو۔ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور ابیہقی نے شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی حلال پر عمل کرو۔ حرام سے بچو اور محکم کی پیروی کرو۔

اشعة اللمعات۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى خَمْسَةِ أَوْجِهٍ. حَلَالٌ وَحَرَامٌ وَمُحْكَمٌ وَمُتَشَابِهٌ وَأَمْثَالٌ حَلَالٌ وَحَرَامٌ كَمَا مَعْنَى وَاضِحٌ هُوَ أَوْرَ حُكْمٍ وَتَشَابُهٌ كَمَا مَعْنَى حَدِيثِ عَالَمَةٍ كِي فَضْلِ ادُلِّ مِيں مَعْلُومٌ ہُو چکا ہے اور امثال سے قصے اور نصیحتیں کی باتیں مراد ہیں۔

فاحلوا الحلال وحرّموا الحرام تو حلال کو حلال جانو یعنی اس پر عمل کرو اور اس کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھو اور حرام کو حرام جانو۔ واعملوا بالمحکم اور محکم پر کاربند رہو۔ وامنوا بالمتشابہ اور متشابہ پر ایمان رکھو اور یہ یقین رکھو کہ اس سے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے حق اور درست ہے۔ اگرچہ ہمیں اس کی حقیقت کا علم نہیں واعتبروا بامثال اور قصص اور نصائح سے نصیحت اور عبرت پکڑو۔ هذا لفظ المصنّع یہ مصابیح کے الفاظ ہیں دروی ابیہقی نے شعب الایمان اور بے حتی نے شعب الایمان میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے فاعملوا بالمحلال واجتنبوا المحرام واتبعوا المحکم حلال پر عمل کرو حرام سے بچو اور محکم کی پیروی کرو اور آمنوا بالمتشابہ واعتبروا بامثال کے الفاظ مصابیح اور شعب الایمان دونوں میں ایک جیسے ہیں۔

۱۴۳۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا مَثَلُ ثَلَاثَةٍ أَمْرٌ بَيْنَ رَشْدٍ وَفَاسِقَةٍ وَأَمْرٌ بَيْنَ غَيٍِّّ وَفَاجِسَةٍ وَأَمْرٌ بَيْنَ فِكْرٍ إِلَى اللَّهِ

رواہ احمد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرع کے احکام تین قسم کے ہیں ایک وہ جن کا نیک ہونا ظاہر و واضح ہے ان کی پیروی کرو دوسرے وہ جن کا گناہ اور ناجائز ہونا واضح ہے ان سے بچو اور دور رہو۔ تیسرے وہ جن کے جائز یا ناجائز ہونے میں شبہ ہے انہیں خدا کے سپرد کرو اور ان میں توقف کرو اور ان میں خدا سے رشد و ہدایت طلب کرو

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا جو تنہا ہونے والی اور دور چلی جانے والی اور ایک

۱۴۴۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ خَيْبٌ الْإِنْسَانِ كَذِئْبٍ الْغَنَمِ يَأْخُذُ الشَّارِقَةَ وَالْقَاصِيَةَ وَالسَّاحِيَةَ وَإِيَّامُ

وَالشَّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ

رواہ احمد

طرف ہو جانے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان واقع راستوں سے دور رہو اور جماعت اور اکثریت کے طریقے کو پکڑے ہو

اشعة اللمعات . وعن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان يشك شيطان الانسان كما يثير يابسه كذئب الغنم جيسه بكريل كما يثير يابسه ياخذ الشاذلة جو اس بکری کو پکڑ لے جاتا ہے جو گٹے سے بھاگتی اور اس سے اُست نہیں رکھتی . والقاصية اور اس بکری کو بھی پکڑ لے جاتا ہے جو گٹے سے دو چلی جائے اگر نفرت کی وجہ سے دور نہ لگتی ہو . والناحية اور اس بکری کو بھی پکڑ لے جاتا ہے جو گٹے سے ایک طرف ہو کر کھڑی ہو . اگرچہ اس سے بھاگی نہ ہو اور نہ ہی اس سے دور لگتی ہو اور جو بکری گٹے کے درمیان ہو وہ امن اور سلامتی میں ہے وایاکم والشعاب اور اپنے آپ کو ان راستوں سے دور رکھو جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوں . اس عبارت سے مقصد یہ ہے کہ جماعت سے باہر نکلنا ٹھیک نہیں اور جس راستے پر جمہور اہل اسلام چلتے ہوں اس سے بٹ جانا درست نہیں جیسا کہ فرمایا وعلیکم بالجماعة والعمامة اور جماعت و اکثریت میں رہنا اپنے اوپر لازم و ضروری جانو . اس جانب اشارہ ہے کہ اعتبار جمہور و اکثری اتباع کا ہے کہ تمام لوگوں کا ہر معاملہ میں کامل اتفاق نہ صرف یہ کہ واقع نہیں بلکہ ممکن بھی نہیں .

۱۷۵ . وَعَنْ أَبِي خَدْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شَبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَتَهُ الْأَسْلَمَ عَنْ حَقِّقِهِ : رواه احمد والبرجاء

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی دور ہوا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے اتار دی .

اشعة اللمعات . وعن ابی خدر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبرا فو شخص جماعت ایک بالشت کے فاصلے کے برابر دور ہوا فقد خلع ربقته الاسلام عن حقيقه تو اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے اتار کر پھینک دی اور اس حالت کو پہنچ گیا کہ شاید اسلام کی قید اور احکام کی بندش سے باہر نکل جائے . ربقۃ بکسر اور بفتح را یعنی وہ رسی جس میں چند حلقے بنائیں اور ہر حلقہ بکری کے گلے میں ڈال دیں . اس ہر حلقے کو ربقہ کہتے ہیں .

۱۷۶ . وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ مُوسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَكَّثْ فِيمَا أَمَرْتُمْ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَكْتُمُ بَهَا كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ

رواہ فی الموطا

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک انہیں پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے . ایک اللہ کی کتاب دوسری اس کے رسول کی سنت .

اشعة اللمعات . اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا . موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا نام ہے موطا الف مقصورہ اور مدودہ دونوں سے پڑھا جاتا ہے . معلوم ہونا چاہیے کہ مرسل حدیث مشہور اصطلاح کے مطابق وہ ہے جسے تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے . اسے منقطع بھی کہتے ہیں جیسا کہ مقدمہ کتاب میں مذکور ہوا تو یہ نہ کہا جائے کہ امام مالک تابعی نہیں ہیں اس لئے ان کی حدیث مرسل یا منقطع نہیں ہو سکتی تاہم بہتر یہ ہے کہ مرسل کی بجائے تعلیق کہا جائے بمعنی اسناد کا اول حصہ حذف کر دینا .

۱۷۷ . وَعَنْ خُضَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ الثَّمَالِيِّ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخَذْتَ قَوْمٌ بُدْعَةً

اور حضرت خضیع بن حارث الثمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں نکالتی

ثُمَّ اتَّبَعَ مَا فِيهِ هَدَاهُ اللَّهُ مِنَ الضَّلَالَةِ فِي الدُّنْيَا
وَرَقَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سُوءَ الْحِسَابِ - وَفِي رَوَايَةٍ
مَنْ اقْتَدَى بِكِتَابِ اللَّهِ فَلَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَ
لَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ فَاتَّبَعَ
هَذَا يَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى.

فرمایا جس نے اللہ کی کتاب کا علم حاصل کیا پھر اس میں جو کچھ ہے اس کی
پیروی کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں گمراہی سے بچا کر ہدایت پر قائم رکھے
گا اور قیامت کے روز اسے بُرے حساب سے بچائے گا اور ایک
روایت میں ہے جس شخص نے اللہ کی کتاب کی اقتدا کی وہ دنیا میں گمراہ
نہ ہوگا اور آخرت میں بُرے انجام سے دوچار نہ ہوگا۔ پھر حضرت ابن
عباس نے یہ آیت تلاوت کی حَتَّى اتَّبَعَ الْخَلِ

اشعة اللمعات وعن ابن عباس رضي الله عنه قال من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه اور حضرت ابن عباس رضي الله
عنه سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی کتاب یکھی پھر ان احکام کی پیروی کی جو اس میں ہیں اھداه الله من الضلالة
فی الدنیا اللہ اسے صراط مستقیم کی رہنمائی فرمائے گا اور اسے دنیا میں گمراہی سے نجات دیگا وراقا یوم القیامہ سوء الحساب
اور قیامت کے روز اسے ہر بدی اور سختی حساب سے بچائے گا۔ وَفِي رَوَايَةٍ قَالَ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے مَنْ اقْتَدَى
بكِتَابِ اللَّهِ فَلَا يَضِلُّ فِي الدُّنْيَا وَلَا يَشْقَى فِي الْآخِرَةِ جس نے اللہ کی کتاب کی اقتدا کی وہ دنیا میں گمراہ نہ ہوگا اور آخرت میں بد بخت
نہ ہوگا۔ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ اتَّبَعَ هَذَا يَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى۔ پس جو شخص میری کتاب
کی پیروی کریگا جو ذریعہ ہدایت ہے وہ گمراہ اور بد بخت نہ ہوگا بخلاف طلب یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی دولت و سعادت دین و شریعت کی
متابعت میں ہے بحیث۔

زہے سعادت اگر خدمت تو انم کرو کہ نیک بختی دنیا و دین ز خدمت تست

اگر میں تیری خدمت کر سکوں تو یہ میری سعادت ہوگی کہ دین و دنیا کی نیک بختی تیری خدمت میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو ایک مثال کی صورت
میں صریح بیان فرمایا ہے کہ اس صراط مستقیم کے دونوں جانب دروہا رہیں ہوں اور
ان میں دروازے کھلے ہوں اور دروازوں پر پردے لگے ہوں اور مردہ
لوگوں کو بلائے والا شخص موجود ہو جو کہہ رہا ہو راستے پر چلو۔ کجروی اختیار
نہ کرو اور اس داعی کے اوپر ایک اور داعی (بلائے والا) ہو کہ جب
بندوں میں سے کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنے
اور پردہ اٹھانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ داعی (بلائے والا) کہتا ہے تجھ
پر افسوس! یہ دروازہ نہ کھول کہ بیشک اگر تو اسے کھولے گا تو اس
میں داخل ہو جائے گا تب پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال
کی وضاحت فرمائی کہ اس سے کیا مراد ہے تو آپ نے خبر دیتے

۱۸۱۔ وَعَنْ أَبِي سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَعَنْ جَنَّتِي
الصِّرَاطِ سُورَانِ فِيهِمَا أَبْوَابٌ مُفْتَحَةٌ وَعَلَى الْأَبْوَابِ
سُورٌ مُرَخَّاةٌ وَحِندٌ رَأْسِ الصِّرَاطِ دَاخِلٌ يَقُولُ
اسْتَقِيمُوا عَلَى الصِّرَاطِ وَلَا تَعْوِجُوا وَفَوْقَ ذَلِكَ
دَاخِلٌ يَذْخُوكُمْ كُلًّا هُمْ عَبْدٌ أَنْ يَفْتَحَ شَيْئًا مِنْ تِلْكَ
الْأَبْوَابِ قَالَ وَنَحْكَ لَا تَفْتَحُهُ فَإِنْ تَفْتَحُهُ
تَلْبِغُهُ ثُمَّ نَسْرُهُ فَأَخْبَرَ أَنَّ الصِّرَاطَ هُوَ الْإِسْلَامُ
فَأَنَّ الْأَبْوَابَ الْمُفْتَحَةَ عَمَّا لِي اللَّهِ وَأَنَّ السُّورَ الْمُرَخَّاةَ
حُدُودَ اللَّهِ وَأَنَّ الدَّاعِيَ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ هُوَ الْقُرْآنُ
وَأَنَّ الدَّاعِيَ مِنْ فَوْقِهِ هُوَ الْحِطُّ اللَّهُ فِي قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ

رواہ رزین ورواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان
یہ حدیث ارین نے ابن مسعود سے روایت کی اور احمد نے اور
بیہقی نے شعب الایمان میں اسے نواس بن سمان سمعان بکسرین
اور یفیع نین دونوں طرح آیا ہے۔ آپ صحابی ہیں شام میں سکونت
تھی۔ اسی طرح ترمذی نے بھی نواس بن سمان سے بھی روایت کی مگر
اتفاق ہے کہ امام ترمذی نے احمد و بیہقی کی نسبت مختصر الفاظ میں روایت کی

ہوتے فرمایا کہ صراط سے طریقہ اسلام مراد ہے گمے اور بتایا کہ کھلے ہوتے
دروازوں سے جن پر پردے لگے ہوتے ہیں وہ افعال مراد ہیں جنہیں
اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور بیان فرمایا کہ لگے ہوتے پردوں
سے اللہ کی حدیں مراد ہیں اور بتایا کہ راستے پر پھرے داعی سے قرآن
مراد ہے گمے اور اس داعی کے اور ایک اور داعی سے ہر مومن کے
دل میں اللہ کی طرف سے نصیحت کرنے والا مراد ہے۔

اشعة اللمعات لے یعنی دین کی کیفیت و حالت یا ان حدود و محارم اور احکام قرآن کی حالت و کیفیت بیان فرمائی۔ گمے اور اس میں
داخل ہو گیا تو دردناک عذاب میں جا پڑے گا۔ گمے جس پر چل کر انسان بہشت جاوداں میں پہنچ سکتا ہے۔ گمے کہ ان کے اور بندے کے
درمیان بندش ڈال دی ہے کہ ان کی طرف گزرنہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بندے کو ان سے باز رکھتا ہے (باز رہنے کی تلقین کرتا ہے) یہ دراصل
حق سبحانہ و تعالیٰ کے احکام ہیں جن کا انسان کو پابند کیا گیا ہے۔ گمے جو لوگوں کو راہ راست پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔ گمے شام طیبی رحمتہ اللہ
علیہ نے واضح قلب کی تفسیر لکھ لک (الہام فرشتہ سے کی ہے) جو بندہ کے دل میں نیک بات ڈالتا ہے جب تک فرشتہ کی طرف سے یہ الہام
نہ ہو تو راقم مجید سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ قرآن مجید کا کام صرف یہ ہے کہ وہ راستہ دکھاتا اور راستے کے نشان بتلاتا ہے مگر دل کا اسے
قبول کر لینا اور نصیحت کو دل میں بٹھالنا اور راستے پر چل پڑنا اور مقصود تک پہنچ جانا تو یہ توفیق و ہدایت الہی سے ہوتا ہے جس کا الہام اللہ تعالیٰ
اس کے دل میں ڈالتا اور پیدا کرتا ہے۔

۸۲۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ كَانَ مُسْتَنًا فَلَيْسَتْ
بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَإِنَّ الْحَقَّ لَا تَوَمَّنُ عَلَيْهِ الْغَيْثَةُ أَوْ لَوْ كَ
أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ
الْأُمَّةِ وَأَبْرَهَا قُلُوبًا وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا وَأَقْلَمَهَا تَكْلُفًا
اخْتَارَهُمُ اللَّهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ وَلَا قَامَةِ دِينِهِ فَاعْرِضُوا
لَهُمْ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَى أَشْرِهِمْ وَتَمَسَّكُوا
بِنَا اسْتَظْظَمُوا مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَبِإِذْنِهِمْ فَاسْتَقِيمُوا
عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ

رواہ رزین

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو شخص
راہ راست پر چلنا چاہے اسے چاہیے کہ ان لوگوں کے راستے پر چلے
اور ان کی اقتدا اور پیروی کرے جو اس جہاں سے گزر گئے اور وفات
پا چکے ہیں کہ زندوں کے بارے میں یہ اندیشہ موجود ہے کہ وہ دین میں
کسی فتنہ اور ابتلا میں مبتلا ہو جائیں۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے یہ حضرات امت میں سب سے افضل تھے
ان میں سب سے بڑھ کر نیک دلی پائی جاتی تھی ان کا علم سب سے
گہرا تھا اور یہ حضرات سب سے کم تکلف و تصنع اختیار کرتے تھے
اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اپنے نبی کی رفاقت و صحبت اور اقامت
و خدمت دین کے لئے چنا لے تو ان کے لئے ان کا فضل و کمال
پہچانو اور ان کے آثار و طریقوں کی پیروی کرو اور حتی الوسع ان کے
اخلاق اور ان کی سیرت و روش اختیار کرو کہ بیشک یہ لوگ ہدایت
مستقیم پر قائم تھے گمے

اشعۃ اللمعات سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے زمانے کے تابعین سے فرمائی اور انہیں نصیحت کی اور لوگوں سے صحابہ کرام اور زندوں سے صحابہ کرام کے علاوہ اپنے زمانے کے دوسرے لوگ مراد لئے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اولاً شک الخ لے کہ یہ حضرات سب سے کم تکلف و تقصیر اور ریاء و نمائش اور لوگوں میں مروج و متعارف رسوم و عادات اختیار کرتے تھے اور بناوٹ کے ساتھ کسی کام کو کم ہی انجام دیتے تھے۔ تکلف کا معنی ہے فرمانے کے بغیر کسی کام کو خود اپنے ذمے لے لینا اور اپنے آپ کو رنج و مشقت میں ڈالنا اور تکلف اسے کہتے ہیں جو اپنی حاجت و ضروریات اور طاقت سے بڑھ کر کام کرے۔

لے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انصافیت و اکمیت کی دلیل ہے یعنی جب کہ خدا تعالیٰ نے تمام لوگوں میں سے انہیں چنا اور اپنے پیغمبر کا انہیں یار و رفیق اور ساتھی بنایا تو اس سے ثابت ہوا کہ یہی حضرات بہترین خلق اور اخیار امت ہیں اور انہی کے نفوس قدسہ انوار ہدایت و ایمان کے زیادہ لائق و قابل ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالسَّامِعُ لَهُمْ كَلِمَتَهُ السَّامِعُ وَكَانُوا مَعَهُ بِهَا وَاهِلًا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کلمہ تقویٰ لازم کر دیا اور وہی اس کے سب سے زیادہ لائق و مستحق تھے۔ آثار و روایات میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی ان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو سب دلوں سے روشن تر اور پاک تر پایا تو اس میں نور نبوت رکھ دیا اور صحابہ کرام کے قلوب طاہرہ کو باقی تمام دلوں سے صاف تر اور لائق تر پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے انہیں چن لیا۔ اور فی الواقع ہونا بھی ایسا ہی چاہیے۔ کیونکہ کوئی بھی عقلمند پسند نہ کریگا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مریدین سے اللہ راضی ہو گیا اور جنہوں نے عمر بھر آپ کے زیر سایہ تربیت پائی اور خدمت میں حاضر رہے وہ بشری آلاتوں سے پاک و صاف نہ ہوتے ہوں۔ اور درجہ کمال کو نہ پہنچے ہوں۔ مشائخ کرام کے مریدین کو دیکھئے کہ ان کی خدمت میں کن بندہ مراتب کو پہنچتے ہیں صحابہ کرام کا نقص و عیب معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نقص و عیب کا موجب بنے گا اور یہ لازم آئے گا کہ صحابہ میں نفاق موجود تھا۔ حالانکہ سورہ توبہ کے نزول کے بعد منافقین و غلصین کا امتیاز و تعین بھی ہو گیا تھا اور منافقین ذلیل و رسوا ہو چکے تھے لہذا کسی صحابی کے بارے میں نقص و عیب کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔ بعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔ بلکہ سبحان اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کی بزرگی اور دین میں بندی شان اس قدر ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا رضیت لامتی مارضی بہ ابن ام عسبد میں امت کے لئے راضی ہو گیا ہر اس چیز سے جس سے ابن ام عبد راضی ہوا یعنی ابن مسعود آپس قدر صحابہ کرام کی فضیلت و تعلیم کے قائل ہیں کہ مجال گفتگو نہیں نساں اللہ العاقبہ۔

۱۸۳۔ وَتَحَنَّنَ جَابِرُ ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَقْبَى رَسُوْلٍ
اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِسُخْیَةِ مِنْ اَسْتَوْرَاةٍ
فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ہٰذِہٖ نُسْخَتُہٗ مِنْ التَّوْرَاةِ
فَنُکْتُتْ فَبَعَثَ یُقْرَاہُ وَوَجَّہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَغْفِرُ فَقَالَ اَبُو بَکْرٍ نَکْتُتْکَ التَّوَاکُلُ
مَا تَرٰی مَا بَوَّجَّہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
مَنْفَرَعُ الرَّایِ وَجَّہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تورات کا ایک نسخہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات کا ایک نسخہ ہے۔ آپ خاموش ہو گئے حضرت عمر نے اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ درآ نکالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصے سے تبدیل ہو رہا تھا یہ حالت دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رونے والی عورتیں تجھے رونیں۔ تو نہیں دیکھ رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی حالت

فَقَالَ اخُودُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَغَضَبِ رَسُوْلِهِ
رَضِينَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ
نَبِيًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ
نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسٰى فَاَتَّبَعْتُمُوْهُ وَ
تَرَكْتُمُوْنِيْ بَضِيْلًا عَنْ سَوَابِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ حَيَاتُ
اَذْكُ نَسُوْتِيْ لَا تَبْعَنِيْ .

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

بدل رہی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ
انور کی طرف دیکھا کہ اس پر غصے کے آثار نمایاں ہیں تو عرض کی میں اللہ
کے پاس پناہ لیتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے
غضب سے ۱۸۴ ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہوتے اور اسلام
کے دین ہونے پر راضی ہوتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
خدا کی قسم کہ ذات محمدؐ کی بقا جس کے ہاتھ میں ہے اگر موسیٰؑ بخیر تمہارے
سامنے نمودار ہو اور تم مجھے چھوڑ کر اس کی پیروی شروع کر دو تو
راہ راست سے بھٹک جاؤ گے اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میرا زمانہ
پاتے تو ان کے لئے میری پیروی کرنا ضروری ہوتا۔

اشعة اللمعات ۱۸۴ یعنی تو مرجائے اس لفظ کی تحقیق باب الایمان کی دوسری فصل میں ذکر ہو گئی ہے ۱۸۴ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عذر خواہی
اور معافی کی نیت سے عرض کیا میں خدا کے پاس پناہ لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے غصے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ و ناراضگی سے۔

۱۸۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَلَامِيْ لَا يَنْتَسِخُ كَلَامُ اللّٰهِ وَ كَلَامُ اللّٰهِ يَنْتَسِخُ كَلَامِيْ وَ كَلَامُ اللّٰهِ
يَنْتَسِخُ بَعْضُهُ بَعْضًا
۱۸۴ اور انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور
اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کر دیتا ہے نیز کلام اللہ کلام اللہ کو بھی
منسوخ کر دیتا ہے۔

اشعة اللمعات (۳) دین و ملت کے کام کی صلاح و بہتری کی خاطر شرح کے ایک حکم کو دوسرے حکم سے بدل دینے کا نام نسخ ہے۔ یہ تبدیلی و حقیقت
پہلے حکم کی مدت کا اظہار و بیان ہوتا ہے یعنی یہ کہ یہ حکم اس مدت تک مشروع اور قابل عمل تھا۔ واقع میں کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی۔ تاہم چونکہ
حکم اول بظاہر بیان وقت سے مطلق تھا تو منسوخ ہونے سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس میں تبدیلی واقع ہو گئی۔
نسخ کی چار قسمیں ہیں قرآن کا نسخ قرآن سے، حدیث کا نسخ حدیث سے قرآن کا نسخ حدیث سے اور حدیث کا نسخ قرآن پاک سے
لیکن اس حدیث کا ظاہری معنی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کا نسخ حدیث سے جائز نہیں (حالا کہ حدیث سے کلام اللہ کا نسخ جائز ہے)۔
لہذا یہاں حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلام مراد ہو گا جو آپ نے وحی سے بلکہ رائے اور اجتہاد کے طور پر فرمایا۔ یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ
ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۵۔ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اَحَادِنَا يَنْتَسِخُ بَعْضُهَا بَعْضًا
كَتَبْنَا الْقُرْآنَ
۱۸۵ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک ہماری احادیث منسوخ کر دیتی ہیں
بعض بعض کو یعنی ایک دوسری کو جس طرح قرآن قرآن کو منسوخ کر دیتا ہے

اشعة اللمعات ۱۸۵ اور اگر نسخ القرآن سے احادیث کا قرآن کو منسوخ کرنا مراد ہو تو پھر نسخ کی چاروں مذکورہ قسمیں درست ہو گئیں اور
یہ حدیث سابق حدیث کی نسخ قرار پائے گی۔

۱۸۶۔ وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخَثَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي أَفْعَزَ مَنْ فَرَّاعَيْنَ فَلَا تُضَيِّقُوا وَحَرِّمَ هَوْمَاتٍ فَلَا تُنْشِكُوها وَحَدَّ حَدَوَاتٍ خَلَا تَعْتَلِدُهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءٍ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَجْحَثُوا عَنْهَا

روى الاحادیث الثلاثة الدارقطني

اور حضرت ثعلبہ خثنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ نے کچھ کام فرض کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کی حرمت کو نہ توڑنا اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور مجھ سے بغیر کچھ چیزوں کے بیان سے خاموشی اختیار کی ہے تم ان سے بحث نہ کرنا یہ تینوں احادیث امام دارقطنی نے روایت کیں۔

اشعة اللمعات۔ ۱۔ خثنی بضم خا وفتح شین۔ اپنے کسی جد کی طرف منسوب ہیں۔ آپ صحابی ہیں آپ کا نام جریم اور باپ کا نام ناشب ہے اپنی کنیت سے مشہور ہیں آپ کے باپ کے نام میں بہت اختلاف ہے مگر مشہور وہی ہے جس کا یہاں ذکر ہوا۔ اہل بیعت ضنون میں سے ہیں۔ شام میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔
۲۔ کہ بھول اور نسیان سے وہ ذات پاک و منزہ ہے اس نے تو تم پر رحمت کرنے اور تمہارے لئے کار دین میں آسانی کے لئے ایسا کیا ہے تمہارے بارے میں کاوش اور کھود کرید نہ کرو۔
۳۔ دارقطنی بغداد شریف کا ایک محدث ہے دارقطنی اس محلے کی طرف منسوب ہے ان الفاظ پر کتاب الایمان مکمل ہوئی والحمد للہ علی ذلک

الفصل الاول

فصل اول

۱۸۷۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوا عَنِّي وَتَوَاقُوا وَحْدِي ثُمَّ أَمَّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا خَوْفَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعِدًّا فَلَْيَبْوَءَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امت تک پہنچا دو میری طرف سے دین و شریعت کو اگرچہ ایک ہی آیت ہو اور بنی اسرائیل سے سنی ہوئی باتوں کو بیان کرو اس میں گناہ اور حرج نہیں ہے اور جو شخص میرے اوپر جھوٹ باندھے اور میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کی تو چاہیے کہ ایسا شخص اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے گا

اشعة اللمعات۔ کتاب العلم۔ کتاب علم کے بیان میں۔

علم سے علم دین مراد ہے جو کتاب و سنت سے متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں مبادی اور مقاصد۔ مبادی وہ علوم ہیں جن پر کتاب و سنت کی معرفت موقوف ہے جیسے علم لغت، نحو و صرف وغیرہ عربی علوم اور مقاصد وہ علوم ہیں جو اعمال، اخلاق اور عقائد سے متعلق ہیں ان علوم کو علوم معادلت بھی کہتے ہیں اور ایک علم مکاشفہ ہے جو ایک نور ہے کہ طریق مستقیم پر چلنے اور صدق معاملہ کے بعد دل میں القاء ہوتا ہے اس علم کے ساتھ حقائق اشیاء کی معرفت کا حق منکشف ہوتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے اس علم کو علم حقیقت اور علم وراثت بھی کہتے ہیں اس حدیث کے مطابق کہ مَنْ كَمَلَ بِمَا عِلْمُ ذَرَّةٍ اللَّهُ عِلْمُ مَا لَمْ يَعْلَمْ

جس شخص نے حاصل کئے ہوئے علم کے مطابق عمل کیا تو اللہ اسے اس علم کا وارث بناتا ہے جو اس نے نہیں سیکھا ہوتا اور آیت کریمہ **وَاللّٰهُ وَجَّعَلْتُمْ اللّٰهَ** (اور اللہ سے ڈرو اور اللہ علم عطا کرتا ہے) میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہتے ہیں علم ظاہری و علم باطنی تو اس کا معنی بھی یہی ہے جو مذکور ہوا۔ اور ان دونوں علوم کی آپس میں اس طرح نسبت ہے جس طرح جسم اور جان اور مغز اور پوست کی احادیث و آیات جس علم کی شان و فضیلت میں وارد ہوتی ہیں وہ علم ان تمام اقسام کو حسب درجات و مراتب شامل ہے۔

لے ظاہر یہ ہے کہ آیت سے قرآن کی آیت مراد ہے تاہم یہ لفظ احادیث کی تبلیغ اور ان کی نشر و اشاعت پر بھی دلالت کرتا ہے اس لئے کہ قرآن مجید کے مشہور اور ہر جگہ پہنچ جانے کے باوجود اور ہر زمانے میں اس کے لاتعداد حافظ عالم موجود ہونے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا اس کی حفاظت کا فیصل و ضمان ہونے کے باوجود جب کہ ہمیں اس بات کا علم دیا گیا کہ اسے دوسروں تک پہنچائیں تو احادیث کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کا بطریق اولیٰ ہمیں علم ہوگا۔

بعض شارحین آیت سے کلام مراد لیتے ہیں جو عمدہ فائدہ پرستوں اور بلند معنی کا نشان ہو جیسے وہ احادیث مبارکہ جو جوامع الکلم کے قبیلہ سے ہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث اسی قبیلہ سے ہیں اس تحقیق کے مطابق معنی یہ ہوگا۔ پنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک ہی حدیث ہو حدیث شریف کی تبلیغ کی وجہ تخصیص یہ ہوگی کہ قرآن حکیم مذکورہ وجہ کی بنا پر تبلیغ کا محتاج نہیں ہے۔

سے یا یہ مراد ہے کہ حدیث روایت کرنے میں وجہ اعتقاد اعلیٰ اللہ مضبوط دین کے راویوں و رجال سے نقل کرنے میں اتصال سند محفوظ رکھنے وغیرہ کی شرائط عائد کر کے جو دائرہ روایت تنگ کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل سے روایت کرنے میں ان شرائط کا پورا ہونا ضروری نہیں۔

چونکہ پہلے تورات کے پڑھنے اور اسے لکھنے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا کہ شاید تم لوگ اپنے دین اور اپنی کتاب کے بارے میں تذبذب اور حیرت میں ہو اس لئے تورات کا دامن محکم رہے ہو جیسا کہ گذشتہ باب کی قیسری فصل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذرا تو اس ممانعت کے بعد اب اس امر کی اجازت دیدی کہ بنی اسرائیل سے قصے، مواظظ اور نصیحت آمیز کہاو تیں سن سکتے اور انہیں بیان کر سکتے ہو تاہم ان کے شرائط اور احکام جو منسوخ ہو چکے ہیں بیان نہ کرو۔ البتہ ان کی کتاب کے عجیب و غریب واقعات نقل کر سکتے ہو۔ اس سلسلے میں نقل و سند کی تصحیح میں احتیاط برتنے میں کچھ کمی بھی رہ جائے تو علم کی بات نہیں کہ مقصود عبرت دلانا اور بیدار کرنا ہے اور اس باب میں دعوت و گنجائش ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے علماء فرماتے ہیں کہ فضائل احوال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

لے اس کلام کا مقصد اپنے پاس سے حدیث گھڑنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بانڈھنے سے بطور تاکید و دکرنا ہے کہ وضع حدیث اگرچہ ترغیب و ترہیب کی نیت سے ہی ہو تب بھی حرام ہے اور بالاتفاق کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ امام الحرمین کے والد امام محمد جنی رضی اللہ عنہ نے اسے کفر میں داخل کیا اور اس کے قائل کے لئے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ کچھ لوگوں نے ترغیب و ترہیب کی نیت سے حدیث وضع کرنے کو جائز کہا ہے مگر یہ غلط اور خطا رہے۔ حق یہی ہے کہ بیان وضع کے بغیر حدیث گھڑنا اور اسے روایت کرنا حرام ہے۔

حضرت عمرہ اور مغیرہ جو دونوں مشہور صحابی ہیں کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو ایسا

۱۸۸ رَدَّ عَنْ سُرَّةِ بْنِ جُنْدُبٍ وَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَخَذُ الْكَافِرِينَ

رواہ مسلم

شخص جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک

۱۸۹۔

اشعۃ اللمعات۔ اے کیونکہ جب اس نے جھوٹے کی اعانت کی اور کذب و جھوٹ کی اشاعت میں اس کا شریک بنا تو اس کے گناہ اور جرم میں اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ یہ لفظ ضمہ اور فتح یا دونوں طرح مروی ہے۔ جنم کی صورت میں بمعنی گمان اور فتح کی صورت میں بمعنی علم ہے لیکن یہاں علم بھی گمان کے معنی میں ہوگا۔ کیونکہ روایت کے عدم جواز کے لئے جھوٹ کا یقین ہونا شرط نہیں ہے۔ گمان کذب کافی ہے۔ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ کذب کے احتمال اور شک و شبہ کی صورت میں بھی حدیث کی روایت جائز نہیں ہے لیکن حق یہ ہے کہ صرف احتمال کی صورت میں حدیث کی روایت ترک نہیں کی جاسکتی اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ صدق کا گمان غالب ہو تو روایت کرنا جائز ہے اور اگر کذب کا گمان غالب ہو تو روایت جائز نہ ہوگی۔ اور شک کی صورت میں جواز اور عدم جواز دونوں برابر ہیں۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہر کلام سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔ کاہن جمع اور تشبیہ دونوں طرح مروی ہے۔ تشبیہ کی صورت میں راوی اور مروی مراد ہوگا۔ ۱۸۹۔ وَعَنْ مُعَاذِیۡہِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مِّنْ یُّرِیْدُ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفْقَہْہُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْہُ

حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے لئے نیکی چاہتا ہے اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔ اے اور میں نہیں ہوں مگر تقسیم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے یعنی دین کی سمجھ دیتا ہے۔ جو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

متفق علیہ

۱۸۹۔ یعنی اسے دین کا فہم، زیر کی، دانائی عطا کرتا ہے اور اس کے دیدہ بصیرت کو کھول دیتا ہے کہ اسے کتاب و سنت کے معانی کا درک حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقی مراد تک پہنچ جاتا ہے۔ اصل میں فقہ کا لفظ فہم و ذکاوت کے معنی میں آتا ہے مگر عرف شرع میں احکام کلیہ کے علم پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ کانیں ہیں جس طرح سونے اور چاندی کی کانیں اُن میں سے جو جاہلیت میں نیک تھے وہ اسلام میں بھی نیک ہوں گے اے جب کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور اس میں فقاہیت حاصل کریں۔

۱۹۰۔ وَعَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم النَّاسُ مَعَادِنٌ مِّثْلُ مَعَادِنِ الذَّہَبِ وَالْبَحْرِ خَیْرُہُمْ فِی الْجَاہِلِیَّۃِ خَیْرُہُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فُقِّہُوْا

رواہ مسلم

اشعۃ اللمعات اے یعنی عمدہ اخلاق اور محاسن صفات میں اپنی اپنی استعداد اور جوہر اور شرافت ذات کے مطابق ان میں فرق ہے۔ جیسے ایک کان وہ ہوتی ہے جو اپنے اندر نعل و یا قوت پیدا کرنے کی صلاحیت و استعداد رکھتی ہے اور ایک کان سونا چاندی پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے اور ایک کان وہ ہوتی ہے جو روئے تاب نہ پیدا کرتی ہے اور ایک وہ ہوتی ہے جس میں سے سرمہ اور چونہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے اے یعنی جو شخص تعاضد استعداد اور قابلیت ذات کے مطابق زمانہ جاہلیت میں نیک تھا اور قبائل میں برگزیدہ اور پسندیدہ تھا اور اپنے ہم عمر لوگوں پر فوقیت رکھتا تھا۔ اچھی صفات کا مالک تھا اور ان عادات و خصائل سے جو عفت و بے عرفا بھی اچھی اور پسندیدہ

ہیں آراستہ تھا۔ دین اسلام میں آنے کے بعد بھی اس سے عمیدہ اوصاف اور برگزیدہ افعال وجود میں آتے ہیں لیکن زمانہ جاہلیت میں ظلمت کفر و جہل میں چھپا ہوا اور ڈوبا ہوا تھا جس طرح سونا چاندی کان میں مٹی سے ملا ہوا ہوتا ہے اسلام میں آنے اور مجاہدہ و ریاضت کی بھٹی میں پگھلنے کے بعد اس سے مٹی کی آلائش ختم ہو گئی اور وہ ہر قسم کے کھوٹ سے پاک اور صاف اور خالص ہو گیا اور علم و معرفت کے نور سے روشن و منور ہو گیا اور اسی استعداد کی بدولت اس کی اچھی اور عمدہ عادات اپنے ہم عمروں پر نمایاں ہو گئیں اور وہ ان سے فوقیت اور برتری حاصل کر گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک اذ اخفتموا (جب کہ وہ فقیہ ہو جائیں، علم دین سیکھ لیں اور صاحب بصیرت ہو جائیں) میں اسی جانب اشارہ ہے کہ دین میں دار و مدار علم و معرفت حاصل کرنے پر ہے اور اگر اس علم و معرفت کے ساتھ اسکی شرافت اور ذاتی بزرگی بھی جمع ہو جائے تو اس کا بھی بڑا اعتبار ہو گا۔ دین کے بغیر اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ عالم جس میں کمینہ پن ہو شریف جاہل سے بہتر ہے۔

حافظ علم و ادب و زر کہ در حضرت شاہ ہر کرا نیست ادب لائق خدمت نبو

(ترجمہ) اے حافظ علم و ادب حاصل کر کہ شاہ کے حضور جس میں ادب نہیں وہ خدمت کے لائق نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے حد مگر دو آدمیوں کے بارے میں اے ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا پھر اسے اپنے راستے میں اس مال کے خرچ کرنے اور لٹا دینے کی طاقت و توفیق عطا کر دی دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے حکمت یعنی دینی و شریعت کا علم عطا کیا وہ اس کے مطابق عمل بھی کرتا اور فیصلے بھی کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔

۱۹۱۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَاسْتَلْطَهُ عَلَى مَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَ يَعْلَمُ بِهَا.

متفق علیہ

اشعۃ اللمعات اے مطلب یہ ہے کہ اگر حد کرنا جائز ہوتا اور یہ کوئی چیز ہوتی تو ان مذکورہ دو آدمیوں کے بارے میں جائز ہوتا بعض علماء فرماتے ہیں حد سے یہاں غبطہ مراد ہے غبطہ یہ ہے کہ انسان یہ آرزو کرے کہ ہر چیز دوسرے کو ملی ہے مجھے بھی ملے غبطہ جائز ہے مگر حد جس کا معنی ہے دوسرے سے نعمت چھین جانے کی آرزو کرنا جائز ہے تاہم فساد دینی اور ظالم لوگوں پر حد کرنا درست ہے اور ان دو صفات کیساتھ غبطہ (رشک) کو خاص کرنا حالانکہ ہر اچھی صفت میں غبطہ جائز ہے، ان دو صفات کے اعلیٰ ہونے اور ان کی شرافت و عظمت اور فضیلت کے پیش نظر ہے کیونکہ یہ دو صفات انبیاء و مرسلین کی صفات اور ان کے خصائل میں سے ہیں یہ دو آدمی کون ہیں آگے ان کا ذکر فرمایا۔

اے نیک اور اپنے راستے کا لفظ بول کہ اس مال کو ناپسندیدہ قرار دیا جو اسراف اور ناجائز کاموں میں صرف ہو ہلکتہ و دفنوں کے ساتھ ہلاک کرنا اور فنا کر دینا اس لفظ سے کمال سخاوت و جود کی طرف اشارہ کیا یعنی راہ حق اور نیک کاموں میں اپنے پاس کچھ نہ رکھے بلکہ سب کچھ لٹا دے۔

۱۹۲۔ اکثر روایات میں یہ لفظ اثنتین تاء زینت کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہو گا۔ حد صرف دو صفتوں میں ہو گا۔ ایک مال

خرچ کرنا۔ دوسرا علم حاصل کرنا پھر اسکے مطابق عمل کرنا اور اسے دوسروں تک پہنچانا۔ علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پہلی روایت زیادہ مضبوط ہے۔

۱۹۲۔ اَبُو عَنِ ابْنِ مُرَيَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ الْقَطْعُ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ. صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ أَوْ عِلْمٌ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوهُ
رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس سے اس کا عمل کٹ جاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ یا علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچا ہو یا نیک کردار بیٹا جسے جو اس کے لئے دعا کرے۔

اشعۃ اللمعات۔ اسے یعنی اس کی عملی زندگی جیسے نماز روزہ حج و زکوٰۃ وغیرہ کا دور ختم ہو جاتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

۳۔ جو اس کے مرنے کے بعد واثم اور باقی رہے مثلاً اس نے اپنی زندگی میں کوئی چیز فی سبیل اللہ وقف کر دی یا خیر و نیکی کا کوئی اور کام کیا ہو جیسے کنواں کھدوایا یا حوض یا مسجد اور سرائے وغیرہ بنوائی جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت اس کا مزید ذکر آ رہا ہے۔

۳۔ کہ لوگوں کو تعلیم دی کتابیں تصنیف کیں۔ بلکہ دینی کتابوں کی کتابت کرنا اور انہیں نقل کرنا بھی علم نافع میں شامل ہے۔
کہ چونکہ بچہ اس سے پیدا ہوا اور اس سے وجود میں آیا اس لئے اسے بھی عمل میں شمار کیا اور فرمایا کہ اس کی دعوت کا ثواب بھی اسے پہنچا رہے گا۔

۱۹۳۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ مَنْ نَفَسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُزْبَةً مِنْ كُزْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُزْبَةً مِنْ كُزْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسْرِ عَلَى مُعْسِرٍ يَسِّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرْتُ لَهُ سِرًّا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَمَلِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَمَلِهِ خَيْرٌ وَمَنْ سَكَتَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَذَكَّرُونَ فِيهِمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغُشِّيَتْهُمْ الرِّيحَةُ وَغُفِّرَتْ لَهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اللَّهُ فِيمَنْ يَمْنُنْ بِعَدُوِّهِ عَسَلُهُ لَمْ يَسْرِغْ بِهِ نَسَبُهُ
رواہ مسلم

اور انہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مومن کی دنیوی پریشانیوں میں ایک پریشانی بھی دور کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی اخروی پریشانیوں میں ایک پریشانی دور کرے گا اور جس نے محکمہ میں مبتلا انسان کے لئے آسانی ہیا کی اللہ اس کے لئے دنیا و آخرت میں آسانی ہیا کریگا۔ اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی عیب پوشی فرمائیگا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی امداد کرنے میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے اور جو شخص کسی راہ میں علم کی تلاش میں جلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور کوئی قوم دعوت کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر اللہ کی کتاب کی تلاوت کرے آپس میں اس کے درس و تکرار میں مصروف نہیں ہوتی۔ مگر

مگر اللہ ان پر سکینہ

(اطمینان قلب) نازل ہوتا ہے اور ان پر رحمت چھا جاتی ہے اور فرشتے انہیں اپنے گھر سے میں لے جیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے ملائکہ مقربین میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے دھکیل دیا تو اس کا نسب اسے آگے نہیں کر سکتا۔ ۳

اشعۃ اللمعات۔ ۱۔ یعنی جو شخص کسی مومن بھائی کے دنیا کے دکھوں اور پریشانیوں میں کسی ایک دکھ اور پریشانی کو دور کرتا ہے چہ جائیکہ دینی پریشانیوں میں سے کسی پریشانی کو دور کرے جیسے کسی کفر و معصیت پر مجبور کیا گیا ہو اسے اس سے نجات دلانا۔ ۲۔ جیسے کسی کی گردن پر قرض کا بوجھ ہو اور اسے ادا کرنے سے عاجز ہو اس کی مدد کرے تاکہ اس کی گردن سے وہ بوجھ اتر جائے یا اس کا اپنا ہی قرض اس کے ذمہ تھا اس نے وہ معاف کر دیا یا آسانی سے ادا کرنے کے وقت تک اسے مہلت دیدی۔ ۳۔ اسے رسوا اور خوار نہ کیا یا کوئی مسلمان مرگیا اور برہمنہ پڑا ہوا تھا اس نے کپڑے سے اس کی شرمگاہ ڈھانپ دی تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

۴۔ اس کی تکلیف دور کر کے یا اسے نفع پہنچا کر جیسے بھی ممکن ہو۔

۵۔ اگرچہ تھوڑا سا علم ہی کیوں نہ ہو یا تلاش علم سے تحصیل علم کے اسباب میں سے کسی سبب اور اس کی وجہ میں سے کسی وجہ کا تلاش کرنا مراد ہے جیسے مال خرچ کرنا یا تعلم و تعلیم اختیار کرنا یا دینی کتب کی تصنیف۔

۶۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے اس علم کی جزا اور صلے میں اسے جنت میں لائے گا یا اسے عمل صالح کی توفیق عطا کرے گا جو جنت میں آنے کا سبب و ذریعہ ہے۔

۷۔ یعنی خدا تعالیٰ کے گھروں میں سے اپنے گھر میں جو اس مقصد کے لئے متعین کیا گیا ہو۔

۸۔ بطور و رد و وظیفہ مسجد یا غیر مسجد میں قرآن پاک پڑھتے ہیں۔

۹۔ ایک دوسرے کو تعلیم دیتے اور اس کے معانی کی تحقیق، الفاظ کی تصحیح اور اس کی تجوید و قرأت کے لئے آپس میں بحث و تکرار کرتے ہیں و رد و معنی پڑھنا تدارس کا معنی ایک دوسرے سے تکرار کرنا۔ درست بعلم اور درست بکسر و راصل ریاضت و مشقت کے معنی میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کوئی قوم و جماعت قرآن پاک کی تلاوت اور پڑھنے کے لئے نہیں بھیجتی مگر اللہ کی طرف سے ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے۔

۱۰۔ سکینہ یعنی آرام باطن اور اطمینان قلب جس کی برکت و بدولت دنیوی شہوات کی طرف میلان اور ماسوا اللہ کا خوف و ڈر دل سے نکل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی حضوری کی سعادت اور صفائی و نورانیت نصیب ہوتی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی شرح میں آیا ہے کہ قول مختاریہ ہے کہ سکینہ مخلوق الہی میں سے ایسی چیز کا نام ہے جس میں طمانیت و رگمت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں کبھی وہ سکینہ ابر کی شکل میں نازل ہوتا ہے جیسا کہ کتاب فضائل القرآن میں انکار اللہ تعالیٰ آئے گا۔

۱۱۔ اور فرشتے ان کا طواف کرتے ہیں۔

۱۲۔ یعنی ملازم اعلیٰ اور اپنی جناب قدس کے مقرب ملائکہ کے سامنے اپنے ان بندوں پر بطور فخر و مباہات اور ملائکہ کے طعن کا جواب دینے کے لئے کہ بشر معصیت کا مرتکب ہوگا، ان فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کرتا ہے۔

بیت ، بہ بزم وصل خرم خواند یار در خلوت کنوں رقیبِ حدِ پیشہ گویوز از رشک

ترجمہ۔ پارنے بزم وصل کے بہاں خانہ خلوت میں خود مجھے بلا لیا ہے اب رقیبِ حدِ پیشہ کو کہو کہ رشک سے جل جائے

۱۳۔ یعنی جس شخص نے عمل میں کوتاہی اختیار کی وہ چاہے کتنا ہی عالی نسب کیوں نہ ہو اس کا اس نقصان کی تلافی نہیں ہو سکتی

بیت ، بندہ عشقِ شدی ترکِ نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز سے نیست

ترجمہ۔ اے جامی جب تو بندہ عشق بن گیا تو اب خانہ الی نسب پر فخر کرنا چھوڑ دے کیونکہ اس راہ میں فلاں بن فلاں کوئی چیز نہیں

۱۴۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

وَجُلٌ اسْتَشْهَدَ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا

فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتَشْهَدْتُ

قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ جَوْرِيٌّ

فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَصَبَّ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى انْقَبَىٰ

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ تَعْلَمُ أَلْعِلْمَ وَعِلْمُهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ

فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ

تَعَلَّمْتُ أَلْعِلْمَ وَعِلْمُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ

فَقَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ أَلْعِلْمَ يُقَالَ إِنَّكَ

تَعْلَمُ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ يُقَالَ إِنَّكَ قَامَ فَقَدْ قِيلَ

ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَصَبَّ عَلَىٰ وَجْهِهِ حَتَّى انْقَبَىٰ

فِي السَّارِ وَرَجُلٌ رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَهْلَانِ

الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَفَهُ نِعْمَتُهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ

فِيهَا قَالَ مَا تَزَكَيْتُ مِنْ سَبِيلٍ تَحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا

إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ

يُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَصَبَّ عَلَىٰ

وَجْهِهِ ثُمَّ انْقَبَىٰ فِي السَّارِ

رواہ مسلم

اور اپنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عمل میں

اخلاص نہ ہونے کی بنا پر سب سے پہلے جس شخص کے خلاف فیصلہ

ہوگا وہ ایک تو وہ شخص ہوگا جو راہِ خدا میں شہید ہوا تھا اسے خدا

تعالیٰ و تقدس کے حضور پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی

طرف سے عطا کردہ نعمت بتلائے گا۔ وہ بندہ خدا تعالیٰ کی نعمت

کو پہچانے گا اور اس کا اعتراف کریگا اس پر اللہ تعالیٰ اس سے

فرمائے گا بتا اس نعمت کے شکر کے طور پر تو نے کیا عمل کیا۔ وہ جواب

دے گا میں نے تیری راہ میں خالص تیرے لئے کفار سے جہاد کیا

یہاں تک میں نے اپنی جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ

کہتا ہے تو نے یہ کام میری رضا کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ

تو نے مخلوق کے دکھاوے کے لئے ایسا کیا تاکہ لوگ تجھے دیر اور

بہادر کہیں۔ یہ بات تیرے حق میں کہہ دی گئی پھر اس کے لئے

فرشتوں کو حکم ہوگا۔ تو اسے چہرے کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک

کہ دوسرے میں ڈال دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جس نے علم حاصل کیا

پھر دوسروں کو سکھایا اور قرآن پاک پڑھا اسے بارگاہِ خداوندی

میں پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں بتلائے گا وہ

ان نعمتوں کو پہچانے گا اور اس کا اعتراف کریگا اس پر اللہ تعالیٰ اس

سے فرمائے گا ان کی شکر گزاری میں تو نے کیا عمل کیا وہ عرض کریگا

میں نے علم حاصل کیا دو سروس کو علم سکھایا اور خالص تیری رضا کے لئے قرآن پاک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے تو نے علم اس لئے حاصل کیا تاکہ لوگ تجھے عالم کہیں اور قرآن اس لئے پڑھا تاکہ لوگ تجھے قاری کہیں۔ لوگوں نے تجھے عالم اور قاری کہہ دیا۔ پھر اس کے بارے میں ملائکہ کو حکم ہوگا تو اسے چہرے کے بنی گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔ تیسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت میں فراخی اور کشادگی عطا کی تھی اور ہر قسم کے مال و متاع سے اسے نوازا تھا اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جائیگا۔ اللہ اسے اپنی نعمتیں ٹوٹا دیا جائیگا وہ انہیں پہچانے گا اور ان کا اعتراف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے فرمائے گا تو نے اس کی شکر گزاری کے طور پر کیا عمل کیا وہ بدمعاش کر گیا میں نے کوئی راستہ اور مصرف جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا نہیں چھوڑا مگر تیری خوشنودی کے لئے اس میں مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے درحقیقت یہ کام تو نے اس لئے کیا تاکہ لوگ تجھے سخی اور فیاض کہیں۔ پھر اس کے بارے میں ملائکہ کو حکم ہوگا تو اسے زمین پر گھینسا جائے گا پھر دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائیگا۔

اشعة اللمعات ۱۱۰۔ بعض نسخوں میں بصیغہ جمع نعرہ کا لفظ آیا ہے لیکن اولیٰ ولایت کے مطابق نعرہ "بصیغہ مفرد زیادہ صحیح ہے۔"

(۲) اور تو نے اپنی غرض و غایت پالی اور اپنے عمل کی جزا لوگوں سے حاصل کر لی اب مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

(۳) یہاں اور اس کے بعد حدیث میں نعرہ بصیغہ جمع کے ساتھ آیا ہے۔

(۴) ثم التی میں لفظ ثم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے زمین پر گھینسا اور ذلیل و رسوا کرنا عرصہ دراز تک ہوتا رہے گا۔ پھر دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

۱۹۵ - دَعْنُ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ أَنْتَرُوا عَايِنْتَرُوهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمَانِ اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُمَاهُ اسْلُؤُوا فَافْتَوُوا بَعْدَ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا

متفق علیہ

حضرت محمد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس طرح علم نہ چھینے گا کہ ان کے ہاتھوں سے واپس لے لے لے اور چھین لے بلکہ علماء کو قبض کر لے گا انہیں موت دیدیگا۔ یہاں تک کہ جب کس عالم کو باقی نہ چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو سوار بنالیں گے ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے وہ جاہل علم کے بغیر فتویٰ دیں گے پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو

بھی گمراہ کریں گے۔

اشعة اللمعات ۱۱۰، ایک روایت میں لم یُثَبِّتْ آیا ہے یعنی کوئی عالم موجود نہ رہے گا۔

(۲) رُوْسًا بضم حمزہ و نونِ تَوْنِ بر وزنِ نَفْوَلِ رَأْسِ کی جمع بمعنی سر و سر دار جیسا کہ بخاری کی روایت میں آیا ہے اور مسلم شریف کی روایت میں رُوْسًا بفتح حمزہ اور مد کے ساتھ بر وزنِ فُعْصَاءَ آیا ہے جمع رئیس بمعنی بزرگ اور سر دار و امام

۱۹۴۔ وَعَنْ شَقِيقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ حَبِيبٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَوْتَنَا فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَمَا إِنَّا لَمَيْنَعُنِي مِنْ ذَاكَ إِنْ أَكُوهُ أَنْ أَفِيَّتَكُمْ وَإِنْ أَتَخَوَّلَكُمْ يَا لَوْ عَظْمَةُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يُخَوِّلُنَا بِهَا خَافَةَ السَّامَةَ عَلَيْنَا.

متفق علیہ

حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو ہفتے میں ایک دن جمعرات کو وعظ و نصیحت کرتے تھے ایک شخص نے کہا اے ابو عبد الرحمن مجھے یہ بات پسند ہے کہ آپ ہیں ہر روز وعظ کیا کریں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا سن بات یہ ہے کہ مجھے ہر روز وعظ کہنے سے یہ امر روکتا ہے کہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں تم پریشان کروں۔ اس لئے میں وقفہ وقفہ کے بعد تمہیں وعظ کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقفہ کر کے ایسا کرتے تھے تاکہ ہم لوگ پریشان نہ ہوں۔ اور بوجھ محسوس نہ کریں۔

اشعة اللمعات ۱۱۱، حضرت شقیق رضی اللہ عنہ کبار تابعین سے ہیں ثقہ ثبت اور محبت ہیں اور نہایت باطل علماریں سے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ سعادت نشان پایا مگر شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ علمائے زمانہ نے فرمایا ہے کوئی بستی نہیں مگر اس میں ایک ایسا مرد خدا موجود ہوتا ہے جس کے طفیل وہاں کے لوگوں کی بلائیں اور مصیبتیں دور ہوتی ہیں حضرت شقیق ان مردانِ خدا میں سے ہیں۔ آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خصوصی احباب اور کبار ساتھیوں میں سے تھے۔

(۲) یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کیفیت ہے۔

(۳) تخول فاعل مجھ اور لام کے ساتھ بمعنی خیال رکھنا۔ دیکھ بھال کرنا اور کسی غائب شخص کی خیریت دریافت کرنا اس کا حاصل اور خلاصہ ہے گاہ بگاہ کسی کے متعلق دریافت کرنا اور اس کی خبر گیری کرنا۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں نے فلاں کی خبر گیری کی۔ یہ لفظ کے بجائے تخون نون کے ساتھ بھی آیا۔ دونوں کا معنی ایک ہی ہے بعض نے تجولنا فاعل مجھ اور لام کے ساتھ بھی روایت کیا ہے بمعنی کسی کی خوشحالی معلوم کرنا تاکہ وہ کسی پریشان حال میں نہ ہو۔ مگر مشہور و معتبر روایت وہی ہے جو صحاح میں فاعل مجھ اور لام کے ساتھ آئی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کلمہ زبان مبارک سے نکالتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے! اور جب آپ کسی قوم اور جماعت پر تشریف لاتے اور انہیں سلام کہتے تو تین دفعہ انہیں سلام کہتے۔

۱۹۵۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتَّى تَفْهَمَ عَنْهُ وَإِذَا أَتَى عَلَى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا.

رداء البخاری

اشعۃ اللمعات (۱) اور اس میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ آپ کی یہ عادت مبارک غالباً اکثر اوقات میں اس بات کے اہتمام اور نہننے کے احتمال کی بنا پر تھی واللہ اعلم۔ اور کان کے لفظ میں محدثین نے گفتگو کی ہے۔ جمہور کے نزدیک مقررہ مشہور یہ ہے کہ یہ لفظ دوام و استمرار کا فائدہ دیتا ہے یعنی محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کام کیا کرتے تھے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ آپ ہمیشہ یہ کام کرتے تھے اور آپ کی عادت شریف یہ تھی تاہم بعض متاخرین نے اس میں قیل و قال کی ہے کیونکہ بہت سی احادیث میں لفظ کان آیا ہے مگر ان میں دوام و استمرار مراد لینے کی گنجائش نہیں ہے جیسا کہ احادیث کی چھان بین کرنے والے سے پوشیدہ نہیں ہے اسے خوب سمجھو۔

(۲) اس مقام پر محدثین کرام فرماتے ہیں کہ صحیح احادیث اور صریح نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہی تھی کہ جب آپ کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ایک بار سلام کہتے۔ ایک سے زیادہ بار نہ فرماتے۔ اس حقیقت کی روشنی میں اس حدیث کی دو جہیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ ایک سلام تو اجازت حاصل کرنے کے لئے کہتے تاکہ قوم (اہل مجلس) کو اطلاع ہو جائے اور وہ اندر بلا لیں۔ دوسرا سلام سلام تحیت ہوتا جو مسنون و متعارف سلام ہے جو ان کے پاس آ کر آپ کہتے تیسرا سلام ان کے پاس سے اٹھنے اور ان کی مجلس سے باہر نکلنے کے وقت کہتے لہذا قوم کے پاس آنے سے لمبا وقت مراد ہے یعنی تشریف لانے سے لے کر اٹھ کر چلے جانے تک کا وقت مراد ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی گھر میں اندر آنے کے لئے آپ تین بار سلام کہتے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر ایک بار یا دوبار سلام کہنے پر بھی اندر سے کوئی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ پھر سلام کہے۔ اگر اب بھی اندر آنے کی اجازت نہ دیں تو پھر سفت یہ ہے کہ انسان واپس لوٹ آئے۔

۱۹۸۔ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ أَبْدَعَ بِي فَأَخْبَلْتَنِي فَقَالَ مَا عِنْدِي فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا أَذْلُهُ عَلَى مَنْ يَحْسُلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعْلَمْ۔

رواہ مسلم

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی میری سواری چلنے سے ٹھک مار گئی ہے مجھے کسی ادب پر سوار کرادیں کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الوقت میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس پر میں تجھے سوار کروں اتنے میں ایک شخص نے عرض کیا میں اسے وہ شخص بتاؤں جو اس کے لئے سواری کا انتظام کر دینگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کو خیر اور عطا کی رہ جائے کہنا ہے اسے اتنا ہی اجر و ثواب ملتا ہے جتنا خدا اس سے نیکی کرنے والے کو۔ (۴)

اشعۃ اللمعات (۱) ابو مسعود حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ ایک شخص ہیں۔ دوسرے عبداللہ بن مسعود تو ثقی ہیں اور مشہور و مفسر صحابہ کرام میں سے تھے۔ اور ابو مسعود کا نام عقبہ بن عمرو الانصاری ہے۔ یہ بھی مشہور اور بزرگ صحابی ہیں۔

(۲) اَبْدَعَ بِصِفَتِهِ ماضی مجہول ابداع مصدر سے ہے۔ ابداع کا معنی ہے سواری کا سستی اور زیادہ بوجھ کے باعث چلنے اور سفر کرنے سے رہ جانا اور عاجز آ جانا۔

(۳) یعنی کوئی اونٹ یا ایسی چیز جس سے اونٹ خرید کی جا سکے یا سواری کا کرایہ۔

(۴) کہ خیر اور نیک کا راستہ دکھانا عمل خیر میں شامل ہے چونکہ خیر اور بھلائی کا راستہ دکھانے میں تعلیم کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے اس حدیث کو کتاب العلم میں لایا۔

۱۹۹۔ وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ كُنَّا فِي مَسْجِدِ النَّهَارِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَبَإَعْدَهُ قَوْمٌ عَوَاهُ يُحْتَابِي النَّهَارَ وَالْعِبَادُ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَتُهُمْ مِنْ مُصْرَبِكُمْ مَتَمُّوهُ فَتَحَرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلُوا ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرُوا فَلَاذَنْ دَأْتَامُ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةُ الَّتِي فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللَّهَ وَلَنْ تَنْظُرُوا نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ يُغَدِّ تَصَدَّقَ "رَجُلٌ مِنْ دِينَارٍ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعٍ بَرٍّ مِنْ صَاعٍ تَمْبَرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بَشِقَ تَمْرَةً قَالَ فَبَإَعْدَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفَّةُ تَعْجُزٍ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ هَظَامٍ وَشَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَهَلْتُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَنٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْزِهِمْ شَيْءٌ وَمِنْ سَنٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةٌ سَيِّئَةٌ كَانَ عَلَيْهِ وَزْرُهَا وَوَزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ

اور حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ دن کے درمیانی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے۔ برہنہ جسم گودری پرش یا عبا پہنے ہوئے گردنوں میں تلواریں لٹکائے ہوئے اکثر قبیلہ مضر سے تھے بلکہ سارے ہی قبیلہ مضر سے تھے تو ان کے فقر و محتاجی کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آپ اٹھ کر گھر میں تشریف لے گئے پھر تھوڑی دیر بعد باہر آ گئے۔ اور بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان کہی اور اقامت کہی اور حضور نے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آیت یا ایہا الناس اتقوا آخریۃ تک پڑھی اور سورۃ حشر کی آیت اتقوا اللہ (مقصد یہ تھا کہ) بندہ مومن کو صدق کرنا چاہیے۔ اپنے دینار سے اپنے درہم سے اپنے کپڑوں میں سے اپنے پیمانہ گندم سے اور اپنے پیمانہ کھجور سے جو میرا آسکے یہاں تک کہ آپ نے فرمایا چاہے آدمی کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ جریر راوی فرماتے ہیں کہ اتنے میں انصار میں سے ایک شخص ایک پھیلی اٹھا کر لایا جو اتنی وزن تھی کہ قریب تھا کہ اس کا ہاتھ اسے نہ اٹھا سکے بلکہ وہ اسے اٹھانے سے عاجز تھا۔ اس کے بعد صدقات و خیرات لانے والے لوگوں کا تانا باندھ گیا۔ یہاں تک کہ میرے سامنے اشیاء خوردنی اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور اس طرح چمک اٹھا ہے گویا آپ کے چہرہ انور پر سورنہ کا پانی چڑھا دیا گیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر و ثواب ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی اسے ملے گا۔ جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے

رواہ مسلم (۱۳)

بغیر اس کے کہ ان کے اجر و ثواب میں کچھ کمی ہو
جس شخص نے مسلمانوں میں بری راہ روش کی بنا رکھی تو اس
کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جو اس کے بعد
روش کو اختیار کریں گے بغیر اس کے کہ ان کے اپنے گناہوں میں
کچھ کمی واقع ہو۔ (مسلم شریف)

اشعۃ اللمعات (۱۱) حضرت جریر بن عبد اللہ بنجلی رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں سے ہیں آپ جن صورت و سیرت اور عمدہ اوصاف
و اخلاق سے موصوف تھے۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔
(۲) نماز کبیرتوں جمع ثمرہ بفتح و نون و کسر مبین معنی سیاہ و سفید و عاریوں والا کبیل جسے دیہاتی لوگ پہنتے ہیں۔
(۳) یہ راوی کو شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فرمایا یا عباد فرمایا۔ بخاء ففتح عین کے ساتھ یہ بھی کبیل کی ایک قسم ہے
(۴) یہ مبالغہ کے طور پر فرمایا۔

(۵) بیت من اذ بے نوائی نیم رو سے زرد غم بے نوا یاں زخم زرد کرد
ترجمہ: مسکینی و محتاجی کی وجہ سے میرا چہرہ زرد نہیں ہے بلکہ مسکین و محتاج لوگوں کے غم نے میرا چہرہ زرد کر دیا ہے۔
(۶) آپ نے گھر کے اندر جا کر ان مساکین و مفتراء کی امداد کے لئے کوئی چیز تلاش کی مگر اس وقت گھر میں ایسی
کوئی چیز نہ ملی۔

(۷) آپ نے خطبہ میں ایک سورہ نساء کی یہ آیت پڑھی۔
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ
الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

اور دوسری سورہ حشر کی یہ آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَالسَّعْيُ
نَفْسٍ مَا قَدَّمْتُمْ لِغَيْرِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ
خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان
سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر ان دونوں
سے بہت سے مرد اور عورتیں زمین پر پھیلا دیئے اور اس اللہ
سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم مانگتے ہو قطع رحمی سے بھی ڈرو
بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے حالات سے واقف و آگاہ ہے۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر جان یہ دیکھے
کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے کیا سماں تیار کیے آگے
بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال
سے باخبر ہے۔

(۸) تصدق رجل اکثر لنحوں میں ق کے فتح کے ساتھ بلفظ ماضی پڑھا گیا ہے اور بعض لنحوں میں ق کی جزم کے ساتھ تاء ہم دونوں
صورتوں میں معنی امر ہے جیسا کہ سیاق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے یعنی مرد کو چاہیے کہ صدقہ و خیرات کرے۔

(۹) کوین۔ کوینج اور ضم کاف بمعنی اشیاء خوردنی کا ذخیرہ زمین کا بلند ہر چیز کا اونچا و بلند حصہ

(۱۰) کَامَتْ مُذْهَبَةً یہ لفظ دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے ایک مُذْهَبَةً بضم میم و سکون دل و ضم ہا اس کے بعد نون اور اس کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شگاف اور گڑھا جو پہاڑ میں ہوتا ہے اور اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ دوسرا وہ برتن جس میں گھی محفوظ رکھتے ہیں اس حملے کا مقصد اصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور کو صفائی و روشنی میں پہاڑ کے گڑھے میں جمع شدہ پانی اور برتن میں پڑے ہوئے روغن کی صفائی کے ساتھ تشبیہ دینا ہے۔ حدیث کے بعض ائمہ نے اس لفظ کی صرف یہی ایک توجہ بیان کی ہے اس کی دوسری توجہ یہ ہے کہ اسے مُذْهَبَةً بضم میم و سکون ذال معجمہ و فتح ہا اس کے بعد باء موحده پڑھا جائے تا صنی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو یقینی قرار دیا ہے اس صورت میں اس کے دو معنی بیان کئے ایک وہ چاندی جس پر سونا چڑھا ہوا ہو چہرے کے حسن اور اس کی چمک و مک کے اظہار کیلئے یہ تشبیہ بہت بلیغ اور عمدہ ہے۔ دوسرا معنی وہ چہرہ جس پر سونا چڑھا گیا ہو راوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ نور اور حسن و نورانیت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی۔

(۱۱) اس شخص کی فضیلت بیان کرنے کے لئے جو روپوں کی بھاری تھیلی اٹھا لایا تھا اور اس کے بعد اسے دیکھتے ہوئے دوسرے لوگوں نے بھی اس کا رخیر میں اس کی پیروی کی تھی۔

(۱۲) اس حدیث کی شرح باب الامتصام بالکتاب والسنۃ کی فصل ثانی میں گزر چکی ہے۔

۲۰۰۔ وَعَنْ بَنِي سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْ نَفْسًا ظَلَمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ

متفق علیہ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جان ظلماً قتل نہیں کی جاتی مگر آدم کے پہلے بیٹے کے ذمے اس کے گناہ کا حصہ لکھا جاتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے اولاد آدم میں قتل ناحق کی بنیاد رکھی (بخاری و مسلم) اور ہم عنقریب حضرت معاویہ کی حدیث لایزال من امتی الخ اس امت کے ثواب کے باب میں ذکر کریں گے انشاء اللہ جو اس کتاب کے ابواب کا آخری باب ہے

اشعۃ اللمعات (۱۱) قابیل کے حضرت اہیل کو قتل کرنے کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ مشہور و معروف قصہ ہے (جو تفصیل میں مکرر ہے)

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت کثیر بن قیس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد دمشق میں بیٹھا ہوا تھا تو ابوالدرداء کے پاس ایک شخص آیا اس نے آکر کہا اے ابوالدرداء میں آپ کی خدمت میں مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہوں ایک

۲۰۱۔ عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي

اَنْتَ تَخْدُثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ تَالِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا إِلَى جَنَّةٍ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا بِطَالِبِ الْعِلْمِ وَإِنَّ الْعَالَمَ لَيَسْتَفِضِرُّهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْجِبْتَانِ فِي جَوْفِ الْمَاءِ وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ زُرَّةُ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَسَمُ يُورِثُونَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَإِنَّمَا وَرَثَةُ الْعِلْمِ فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحِطِّ وَآخِرِ

رواه احمد والترمذي والبوداؤد

وابن ماجه والدارمي وسماع الترمذي قيس بن كثير

حدیث کے سنے جس کے متعلق مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں میں صرف اسی کام کے سنے آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص دینی علوم میں سے کسی علم کی تلاش کے لئے کسی راستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہشت کے راستوں میں سے کسی راستے پر چلائے گا اور بیشک فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لئے اپنے بازو اس کے لئے بچھا دیتے ہیں اور بیشک عالم دین کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ہر چیز بخشش طلب کرتی ہے اور پھیلیاں پانی میں اس کے لئے زبانِ حال سے مغفرت طلب کرتی ہیں اور بیشک عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء علیہم السلام نے کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بنایا وہ تو اپنے پیچھے علم ہی کی وارث چھوڑ کر جاتے ہیں تو جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے دین و سعادت کا مکمل حصہ پالیا (۹)

اس حدیث کو احمد ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا اور ترمذی نے راوی کا نام کثیر بن قیس کے بجائے قیس بن کثیر بیان کیا (۱۰)

اشعة اللغات (۱) حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔

(۲) دمشق بکسر ال دفتح و کسر میم ملک شام کا دار الحکومت کوشاق بن کنعان نامی شخص نے اس کی بنیاد رکھی۔

(۳) بازو بچھانا کنایہ ہے پہلو نرم کرنے، اطاعت و فرمانبرداری اور رحمت و شفقت سے یہ بھی ممکن ہے کہ طالب علم کی تواضع کے لئے حقیقتہً اپنے پر بچھاتے ہوں کیونکہ وہ اس علم کی تلاش میں ہے جو قرب و حق تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ خصوصاً وہ طالب علم جس کے تمام حالات طریقیہ طالب علم کے موافق اور رخصتے حق کے مطابق ہوں علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ پر بچھانے سے مراد اُڑنے سے رک جانا اور علم کی باتیں سننے کے لئے نیچے اتر آنا ہے جس طرح تلاوت قرآن پاک کرنے والوں پر فرشتوں کا نزول اور ان کا طواف کرنا اس مفہوم کو ظاہر کرتا ہے اور ملائکہ کا طالب علم کے لئے پر بچھانا یا دنیا میں جوتا ہے یا آخرت میں یا دنیا و آخرت دونوں میں واللہ اعلم (۴) جنات، انسان اور ملائکہ ارضی سب کے سب۔

(۵) شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے پانی کے تمام حیوانات مراد ہیں مچھلیوں کی تخصیص سے اس طرف اشارہ ہے کہ آسمان سے پانی جو مچھلیوں کی زندگی کا سبب ہے طائر حقانی کی برکت سے نازل ہوتا ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے **بِهِمْ يُنْظَرُونَ وَبِهِمْ يُزْفَقُونَ** یعنی انہی کی بدولت ان پر بارش ہوتی ہے اور انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا والوں کو روزی عطا کرتا ہے تمام اہل جہاں کا عالم کے لئے دعا کرنے کا سبب یہ ہے کہ جہاں کی درستی و اصلاح علم سے وابستہ ہے اہل جہاں کی کوئی نوع اور جنس ایسی نہیں جس کی درستی اور جس کا وجود و بقا علم سے وابستہ نہ ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں میں موجود ہر صنف و نوع کے ذمہ لکھ دیا کہ طالب علم کے لئے دعا مغفرت کریں۔ اس چیز کے صلے میں جو انہیں اس طالب علم کے طفیل پہنچتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کے گناہ انشاء اللہ تعالیٰ بخشے ہوئے ہیں کیونکہ تمام زمین و آسمان واسطے اس کے لئے دعائے مغفرت میں معروف رہتے ہیں **وَمَا الْعَفْوَ الرَّحِيمُ (وہی بخشنے والا مہربان ہے)** (۶) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم دین کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی جس کے نور نے ساری زمین کو روشن کیا ہوتا ہے چونکہ علم کا فائدہ متعدی اور سارے جہاں کو پہنچتا ہے اس لئے چودھویں رات کے چاند کے ساتھ تشبیہ بالکل مناسب ہے۔ بخلاف محض ایک عبادت گزار کے کہ اس کا فائدہ اسی کی ذات تک محدود رہتا ہے دوسروں کو نہیں پہنچتا جیسے ستاروں کی روشنی کہ وہ دوسروں کو مستفید نہیں نہیں کرتی۔ عالم کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے عالم دین کا نور علم حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے جو کہ دین کے عالم کے آفتاب ہیں لہذا اس اعتبار سے بھی یہ تشبیہ بہت مناسب ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ عالم کے لیے بھی عبادت ضروری ہے۔ کہ بے عمل عالم کی شان کچھ نہیں۔ نیز علم کے بغیر عبادت درست نہیں ہو سکتی لہذا عالم و عابد میں کوئی فرق نہ ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ عالم سے ایسا عالم مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد ضروری عبادات (فرائض و سنن و مکروہ) کی بجا آوری پر اکتفا کرتا ہو اور اپنا زیادہ وقت علم سکھانے اور دینی کتابوں کے تصنیف کرنے وغیرہ میں صرف کرتا ہو۔ اس کا کام علم کی نشر و اشاعت اور دین کی ترویج ہو اور عابد سے ایسا عابد مراد ہے جو تحصیل علم کے بعد عبادت میں مشغول ہو گیا ہو اور اپنے اوقات عبادت گزار سے آباد رکھتا ہو اور جبکہ علم کی نشر و اشاعت اور دین کے سکھانے اور درس و تدریس کا فائدہ زیادہ اور مخلوق کو اس کا نفع عامتر اور شامل تر ہے اس بنا پر علم کی فضیلت عبادت پر زیادہ ہوگی۔ جیسا کہ دوسری احادیث سے بھی یہ چیز معلوم ہوتی ہے۔

(۷) کہا نہیں نے انبیاء کا وارث ہونے کی بنا پر علم حاصل کیا اور انبیاء کی وراثت علم کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔

(۸) یعنی انبیاء کو عام اپنے بچے وراثت کے طور پر دینا و درجہ چھوڑ کر نہیں جاتے۔

(۹) یعنی دین و سعادت کا احتیاج یہ مراد ہے کہ جو شخص علم سکھنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ کامل طور پر اسے حاصل کرے تھوڑے سے علم پر کفایت نہ کرے۔

(۱۰) ترمذی علیہ الرحمۃ نے راوی حدیث کا نام قیس بن کثیر بیان کیا ہے مگر صحیح اور درست کثیر بن قیس ہے۔ جیسا کہ مولف (صاحب مشکوٰۃ) نے ذکر کیا ہے اور بخاری نے بھی اسے تاریخ میں کثیر کے باب میں بیان کیا ہے قیس کے باب میں بیان نہیں کیا معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ حدیث مذکور جسے حضرت ابوالدرداء نے روایت کیا وہی حدیث ہے جس کی تلاش میں وہ شخص نکلا تھا یا یہ حدیث طلب علم کی مدح میں بطور توطیہ و تمہید بیان فرمائی اور جو حدیث اس مرد کو مطلوب تھی وہ اور تھی جو یہاں مذکور نہیں ہے

محدثین نے یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں واللہ اعلم۔

۲۰۲ - وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْآخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضَّلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةُ فِي جُحُورِهَا وَحَتَّى الْحَوْتُ يَصْطَلُونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْحَيِّزِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ لُحَيْلٍ مَرْسُلاً وَلَمْ يَذْكُرْ رَجُلَانِ وَقَالَ فَضَّلْتُ الْعَالِمَ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضَّلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَاهُ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ وَسُورَةُ الْحَدِيثِ إِلَى آخِرِهِ

حضرت ابو امامۃ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا ایک عبادت گزار کا دوسرے عالم دین کا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم دین کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چوٹی اپنے سوراخ میں اور پھیاں پانی میں لوگوں کو خیر اور نیکی کی تعلیم دینے والے پر رحمت بھیجتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات۔ حدیث ۱۷۰ آپ صحابی ہیں باہل بن امیر نامی۔

۱۷۰ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں زیادہ شان والا کون ہے۔

۱۷۱ اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام میں کس قدر فضیلت و شان کا اظہار ہوا تو آپ تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہیں

پھر خصوصاً صحابہ کرام سے۔ پھر امت میں ایک ادنیٰ شخص پر آپ کی فضیلت کس قدر زیادہ ہوگی۔

۱۷۲ یعنی لوگوں کو علم و حکمت کی تعلیم دینے والے پر اور اس میں اس وجہ کی طرف اشارہ ہے جس کے سبب عالم کو عابد پر فضیلت و درجہ حاصل ہے یعنی اس کے افضل ہونے کی وجہ اور علت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا ہے تاکہ اسے عطا کر وہ نعمت سے دوسرے بھی مستفید ہوں۔ الیا علم عبادت سے افضل ہے کہ عبادت کا نفع اپنی ذات تک محدود رہتا ہے۔

۱۷۳ ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔

۱۷۴ اور دارمی نے اس حدیث کو کچھ شامی سے روایت کیا جو کبار تابعین میں سے ہوئے ہیں اور نہایت ثقہ اور اہل شام میں ائمہ شخصیت ہیں چنانچہ کہا گیا ہے کہ علماء چار ہیں۔ المسیب مذمہ منورہ میں، شمس کوفہ میں، جن بصری بصرہ میں اور کچھ شام میں کچھ نے بطریق ارسال اس حدیث کو روایت کیا اور دارمی نے یہ قصہ بیان نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا بلکہ کچھوں نے یہ حدیث اس عبارت میں نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضّل العالم علی العابد کفضلی علی احفامی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

اور امام دارمی نے یہ حدیث آخر تک بیان کی۔

۲۰۳ - وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّاسَ لَكُمْ تُبَّحُّ وَإِنَّ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک لوگ تمہارے تابع

رَجَالًا يَا تَوَنَكُم مِّنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ
فِي الدِّينِ . فَاذْأَاتُوكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا
رواه الترمذی

ہیں اور بیشک لوگ زمین کے اطراف و اکناف سے تمہارے پاس
پہنچیں گے۔ فقہ اور علم دین حاصل کرنے کے لئے۔ تو جب تمہارے
پاس آئیں تو انہیں نیکی اور خیر کی بات سکھانا۔ اسے ترمذی نے
روایت کیا۔

اشعة اللمعات۔ اے آپ شاہ میر صحابہ کرام میں سے ہیں۔ سعد بن مالک بن سنان کے بیٹے ہیں کینیت کے ساتھ مشہور ہیں نہایت
فقیہ، اوصاف کمال میں بلند مرتبہ، حدیث کی کثرت سے روایت کرنے والے اور علماء و فضلاء اور عقلاء میں سے ہیں۔ اصحاب شجرہ میں
سے ہیں۔ سب سے پہلے جنگ خندق میں شریک ہوئے۔

۱۔ یعنی اے میرے صحابہ اور میری صحبت کا فیض اٹھانے والو اور مجھ سے بلا واسطہ علم حاصل کرنے والو۔
۲۔ یعنی عرب و عجم سے اکثر تابعین عجم سے تعلق رکھتے ہیں اور صحابہ کرام خطہ عرب سے۔

۳۔ جیسا کہ آیت مبارکہ خَلَوْنَا لَنَفَرٍ مِّنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ كَالْفِئَةِ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ (ترجمہ) تو کیوں نہیں نکلا
(تحلیل علم کے لئے) ہر جماعت میں سے ایک گروہ جو دین کی سمجھ اور علم حاصل کرے اس مطلب کو واضح کرتی ہے۔
۴۔ کہ انہیں دین کا علم سکھاؤ۔ لفظ استیصا کے معنی کی تحقیق شرح عربی میں کر دی گئی ہے۔

۲۴۔ وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلمۃ الحکمة ضالۃ
الحکیم فحیث وجدہا فهو احق بہا
رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ہذا حدیث
غریب و ابراہیم بن الفضل الراوی یضعف فی الحدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم و حکمت والی بات حکیم
کی گمشدہ متاع ہے جہاں بھی پائے اور جس سے بھی پائے وہ
اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

اشعة اللمعات۔ اے ایک روایت میں کلمۃ الحکمة کے الفاظ ہیں۔

۱۔ ایک دوسری روایت میں ضالۃ المؤمن کے الفاظ ہیں یعنی علم و حکمت کی بات دانا انسان یا مسلمان کی گمشدہ چیز ہے۔
۲۔ جو شخص طرح جو شخص اپنی گمشدہ چیز جس کے ہاتھ میں پاتا ہے لے لیتا ہے۔ اسی طرح دانا انسان دین کی بات جہاں سے سنتا
ہے قبول کر لیتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ کہنے والا فقیر یا حقیر انسان ہے بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی حق کی بات حضرت بائید
بیطاعت سے سنے تو اسے قبول کرے مگر وہ وہی بات ایک ادنیٰ شخص سے سنے تو قبول نہ کرے تو ایسا شخص منکر ہے۔

بیعت۔ مرد باید کہ پسند بر گیرد۔ در نوشت است پسند بر دیوار

انسان کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اگرچہ وہ دیوار پر ہی کیوں نہ لکھی ہو۔

اس حدیث میں اس امر پر بھی دلالت ہے کہ جو شخص ایسی بات سنے جس کا معنی اسے سمجھ نہ آتا ہو تو چاہیے کہ وہ بات
اس آدمی تک پہنچ جائے جو اس کے سمجھنے کا اہل اور فقیہ تر ہو جیسے اگر کسی کو کوئی گمشدہ چیز ملے تو اس کے لئے حکم اور طریقہ یہ ہے
کہ اس کے مالک کی تلاش کر کے اس کے حوالے کر دے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ مستعد اور اہل انسان سے علم روک کر رکھنا منع ہے جس طرح گمشدہ چیز ملنے پر اس کے مالک کو نہ دینا منع ہے اور جس طرح اہل و مستعد انسان سے علم کی بات روکنا منع ہے اسی طرح نا اہل کو علم سکھانا روا نہیں۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آچکا ہے۔

بیت: بے ادب را علم دفن آموختن و ادب تینے بدست را ہزن

ترجمہ: بے ادب کو علم دھنر سکھانا ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینے کے مترادف ہے

اور جس طرح کہ یہ حکم طالب علموں کی استعداد کے اختلاف سے بدل جاتا ہے اسی طرح علم کے انواع میں بھی اشخاص کی تبدیلی سے یہ حکم بدلتا ہے۔ اس دستور کے مطابق شریعت کے وہ احکام جو ظاہری معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ہر شخص کو سکھانے چاہئیں۔ لیکن حقائق پر مشتمل باتیں نا اہل افراد کے سامنے بیان نہیں کی جاتیں گی اسی طرح مسائل و مذاہب میں علماء کے اختلافات بھی عوام کے سامنے بیان کرنے ٹھیک نہیں ہیں خصوصاً ہمارے اس زمانے میں (حضرت شیخ کے زمانہ میں) جب کہ لوگ انکار و تردد کے لئے بہانہ چاہتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بھی ہے کہ جواب دیتے وقت مسائل کا اہل پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ لوگوں نے حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ سے دو آدمی ایک ہی مسئلہ دریافت کرتے ہیں مگر آپ جواب الگ الگ دیتے ہیں۔ چاہیے تو یہ کہ جب مسئلہ ایک ہی ہے تو جواب بھی ایک ہی ہو۔ فرمایا جواب مسائل کی حقیقت کے مطابق ہوتا ہے۔ کلمو الناس علی قدر عقولہم کا مطلب یہی ہے۔

اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور ابراہیم بن الفضل جو اس حدیث کا راوی ہے، حدیث میں ضعیف قرار دیا گیا۔

۲۰۵۔ دَعَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقْتُلُهُمْ وَأَجِدُّ أَشَدُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک فقیہ شیطانی پر ہزار عابد سے زیادہ سخت ہے۔

عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ : رواه الترمذی وابن ماجہ

اشعة اللغات: اے فقیہ سے مراد اگر ایسا شخص جو بے دینی کا فہم اور اس کے مسائل سمجھنے کی قوت دی گئی ہو تو ایسا شخص شیطان کی چالوں اور گمراہی کے راستوں اور دل کے خطروں اور ان کے درمیان تمیز اور فرق سے واقف ہوگا اور اگر فقیہ سے ایسا عالم مراد ہو جو دین و شریعت کے احکام اور جائز و ناجائز امور کی تفصیلات سے آگاہ ہو تو ایسا شخص بھی محرمات میں گرنے سے ضرور بچے گا۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا کہ معصیت کو ہلکا اور جائز و حلال نہ جانے گا اور کفر میں مبتلا نہ ہوگا۔ بخلاف اس عبادت گزار کے جو نا اہل بھی نہ رکھتا ہو کہ وہ ہر وقت خطرے میں ہے۔

۲۰۶۔ دَعَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَضَعَ الْعِلْمُ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَقَتْلِهِ

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سپرد کرنے والا خنزیریوں کو موتیوں اور جواہرات اور سونے کے ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔

الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرِ وَاللُّوْلُوءِ وَالذَّهَبِ

رواہ ابن ماجہ وروی البیہقی فی شعب الایمان

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں

ای قولہ مسلم وقال هذا حدیث متفق شہود
واستادہ ضعیف وقدری من اوجہ کلہما ضعیف
لفظ مسلم تک روایت کیا ہے اور کہا کہ اس حدیث کا متن مشہور
ہے مگر اسناد ضعیف ہے اور کئی مندوں سے یہ حدیث روایت
کی گئی ہے مگر وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔

اشعۃ اللمعات ۱۷۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے منہ میں علی کل مسلم و مسلمہ کے لفظ سے مروی ہے اور علم سے وہ
علم مراد ہے جس کا جاننا ہر مسلمان کے لئے وقت کے مطابق ضروری ہو۔ مثلاً جو شخص اسلام میں داخل ہوا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ
خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت پہچان اور نبی صلی اللہ علیہ کی نبوت وغیرہ کا علم حاصل کرے جن کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا
اور جب نماز کا وقت آئے تو اس کے احکام سے آگاہ ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے اور جب رمضان شریف آیا تو اس کے احکام کا
یکمنا ضروری ہو جاتا ہے اور جب مالک نصاب ہو گیا تو زکوٰۃ کے احکام کا علم حاصل کرنا ضروری قرار پایا۔ ان امور کے واجب ہونے
سے قبل اگر کسی نے ان کے احکام نہ سیکھے ہوں تو گناہ گار نہ ہوگا۔ اور جب مرد نے نکاح کیا تو حیض و نفاس وغیرہ کے مسائل اور حقوق
زوجین سے متعلق جو احکام ہیں ان کا سیکھنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ دلی ہذا القیاس۔

اور صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ یہاں علم سے مراد اخلاص، نفس کی آفات کی معرفت اور خواطر و ذال نفس کی تفصیلات کا علم ہے انہیں ہر گز وہ
علم سے مراد لیا ہے جس کے ساتھ وہ خاص ہے مگر درست و صواب وہ ہے جو پہلے عرض کیا گیا اور جب کہ اخلاص اور صدق نیت تمام
ظاہری و باطنی اعمال کے لئے شرط ہے تو اس لحاظ سے صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کا قول عامتر اور شامل تر ہے۔
۱۷۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ جب کہ یہ روایت متعدد طریقوں سے مروی ہوئی ہے تو ایک طریق کو دوسرے طریق سے
قوت حاصل ہوتی ہے اور اس سے حدیث میں قوت آجاتی ہے اور اس کے متعدد طرق و احوال کا بیان شرح سفر السعادت میں ذکر کر
دیا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

۲۰۶۔ دَعْنُ ابْنِ هَرِيرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِي مُنَافِقٍ حَسَنٌ
سَمِيَتْ وَلَا فِقْهٌ فِي الدِّينِ : رواه الترمذی
اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو خوبیاں بیک وقت منافق میں اکٹھی
نہیں ہو سکتیں بیک روش اور دین کی فہم و فراست۔

اشعۃ اللمعات ۱۸۔ حسن سمیت یعنی اچھی راہ و روش لفظ سمیت اصل میں درمیانے اور سیدھے راستے کو کہتے ہیں پھر اس
سے نیک لوگوں کی مہیت اور وہ روش جو دیکھنے میں اچھی لگے مراد لیتے ہیں۔

۱۹۔ فقہ فی الدین یعنی احکام دینی کی دریافت کے لئے فہم و فطانت اس کلام سے مقصود دراصل اہل اسلام کو ترغیب دینا اور
اس امر پر آمادہ کرنا ہے کہ یہ دونوں صفات اپنے اندر پیدا کریں اور جو شخص ان دونوں صفات کے خلاف چلے اسے ڈانٹ اور
زجر ہے۔

۲۰۔ بعض نسخوں میں والد ار می بھی مذکور ہے۔

۲۰۸۔ دَعْنُ ابْنِ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَدَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو طلب علم کے لئے نکلا وہ واپس لوٹنے تک

سَبِيلَ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ

اللہ کی راہ میں ہے۔

رواہ الترمذی والدارمی

اسے ترمذی اور دارمی نے روایت کیا۔

اشعة اللمعات کہے یعنی وہ واپس گھر پہنچے تک راہ خدا میں نکلنے کا ثواب پائے گا۔ جس طرح وہ شخص جو جہاد کفار کے لئے گھر سے نکلتا ہے راہ خدا میں شمار ہوتا ہے اسی طرح حج کے لئے بھی کہا گیا ہے اگر کوئی شخص یہاں یہ سوال کرے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ گھر واپس پہنچنے پر ثواب کا یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں نکلنے کا ثواب تو پورا ہو گیا اس کے بعد دوسروں کو تعلیم دینے اور ان کی تکمیل کرنے کا ثواب شروع ہو گیا۔

۲۰۹۔ دَعْنِ سَجْدَةَ الْأَزْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور حضرت سجدۃ ازری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو بندہ علم تلاش

کرتا ہے اس کی یہ تلاش اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے کفارہ

بن جاتی ہے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى

رواہ الترمذی والدارمی وقال الترمذی ہذا حدیث ضعیف

الاسناد والبوداؤد الراوی لضعیف

سجدۃ بفتح سین ہکلمہ سکون فاء معجمہ وفتح باء موملہ الازدی بفتح ہمزہ وسکون زامجانی ہیں ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ نے روایت کی ہے اشعة اللمعات ہے اور اس کے گزشتہ گناہ چھپا دیئے جاتے ہیں اور جو سابقہ گناہ اس سے ہرچکے ہوتے ہیں سب بخش دیتے جلتے ہیں۔ ایسے مواقع میں گناہوں سے اکثر صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں گمراہی میں کہ اس سے کبیرہ گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں اور امید ہے کہ طلب علم کی برکت سے بھی کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔ واللہ اعلم۔

تے ترمذی نے اس حدیث میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوداؤد جس کا نام یقین بن الحارث ہے اہل کوفہ سے تھا۔ ہمدان کا قاضی تھا۔ انہوں نے اس حدیث میں ضعیف ہے ثقہ لوگوں میں سے نہیں ہے اور اس کی حدیث محبت نہیں سمجھی جاتی۔ یہ ابوداؤد سنن والا ابوداؤد نہیں ہے کہ وہ ثقہ اور کبار محدثین میں سے ہے۔

۲۱۰۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نیک بات

سننے سے سیر نہیں ہوتا۔ یہاں تک انجام کار وہ بہشت میں پہنچ

جاتا ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا)

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَتَّبِعِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ

خَيْرٍ يَسْمَعُهُ حَتَّى يَكُونَ مِنْهُمْ الْجَنَّةَ

رواہ الترمذی

اشعة اللمعات کہے یعنی آخر عمر تک طلب علم کی دھن میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں پہنچ جاتا ہے اس حدیث میں طالب علم کو بشارت ہے کہ وہ دنیا سے انشاء اللہ تعالیٰ باایمان جائے گا۔ یہی بشارت حاصل کرنے کے لئے بعض اہل اللہ آخر عمر تک طلب اور تحقیق علم میں مشغول رہے۔ حالانکہ وہ اہل اللہ رضی اللہ عنہم علم میں مرتبہ اعلیٰ حاصل کر چکے ہوتے تھے اور جب کہ علم کا دائرہ وسیع اور بے نیابت ہے تو جو شخص علم یعنی تعلیم دینے اور تصنیف کرنے میں مشغول ہے وہ حقیقتہً طالب علم اور اسے کامل کرنے میں لگا ہوا ہے۔

۲۱۱۔ دَعْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ قَالَ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سے علم کی وہ بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا تھا پھر اس نے اسے چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ کو آتش دوزخ کی لگام دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن
علم علمہ ثم کتمہ، أجمع یوم القیامۃ مبلغاً
من النار

رواہ ابو داؤد الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن انس

اشعة للمعات اسے یعنی جس علم کا جانتا ضروری ہو اور علماء میں سے کوئی اور اسے بیان کرنے والا بھی نہ ہو اور بیان کرنے سے کوئی صحیح عذر بھی مانع نہ ہو بلکہ بخل اور علم دین سے لاپرواہی کی بنا پر چھپائے تو اس مذکورہ منہ کا مستوجب ہوگا۔

اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص طلب علم کرے تاکہ بحث و گفتگو میں علماء سے برابری کرے یا جاہلوں اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑا اور نزاع کرے یا اس لئے کہ لوگوں کے منہ اپنی طرف پھیرے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔

۲۱۲۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ يَجَارِي بِهِ
الْعُلَمَاءُ أَوْ لِيَأْرِي بِهِ السُّفَهَاءَ أَوْ لِيُصْرِفَ بِهِ وَجْهَ
النَّاسِ إِلَيْهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ النَّارَ

رواہ الترمذی وابن ماجہ عن ابن عمر

اشعة للمعات اے آپ مشہور صحابی ہیں۔ شہر اسلام میں سے ہیں اور ان تین افراد میں سے ایک ہیں جو غرور و تکبر میں نیچے رہ گئے تھے اور ان کی توبہ قبول ہوتی جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہے۔

اے یعنی تاکہ علمی بحث و گفتگو میں علماء کی ہم راہی اختیار کرے یعنی اپنے آپ کو علماء کے برابر کرے اور ان کے سامنے فخر و غرور کرے۔ لہذا اس طرح انہیں شکوک و شبہات میں ڈالے۔

۲۱۳۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْماً مِمَّا يُبْتَغَى بِهِ وَجْهُ
اللَّهِ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُحِبَّ بِهِ عَرَضاً مِنَ الدُّنْيَا

۲۱۳۔ اس طرح ان سے مال و دولت اور جاہ و مرتبہ حاصل کر کے دنیا کے کاموں اور نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے صرف کرے۔ اے یعنی جس نے صرف ان مذکورہ فاسد اغراض کے لئے علم حاصل کیا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے آتش دوزخ میں ڈالے گا۔ اور اگر شخص بتقاضائے بشریت و طبیعت یا اور خواہش نفس کا معمولی دخل ہو جائے تو معذور ہے کہ اس سے بچنا انسانی طاقت سے باہر ہے اور اتنی مقدار پر حکم حائد نہ ہوگا جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کوئی عہدہ اور عزیز چیز جو حکمت و بہت پر مشتمل ہوتی ہے، عدم سے وجود میں لانا چاہتا ہے تو بے اختیار نفس کا تقاضا انسان کے وجود میں پیدا کر دیتا ہے نتیجہ وہ چیز بے تکلف و بے تردد معرض وجود میں آجاتی ہے جس طرح کہ بچے کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ مرد و زن میں ان کے اختیار کے بغیر جذبہ شہوت پیدا کرتا ہے جس سے ایک قوت باعث وجود میں آتی ہے اور اگر خدا تعالیٰ کی توفیق و عنایت بندے کے حال کی ناصر و مددگار ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ریا اور داحیہ نفس کے اس معمولی اثر سے بھی اسے پاک کر دیتا ہے۔ بزرگوں نے جو فرمایا ہے کہ تم نے علم رضا الہی کے بجائے دوسری نفسانی اغراض کے لئے سیکھا مگر علم نے رضائے الہی کے خلاف چلنے سے انکار کر دیا تو اس کا یہی معنی ہے نہال اللہ العافیۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے وہ علم سیکھا جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے مگر وہ اسے رضائے الہی کے

لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِعِنِّي بِحَقِّهَا
رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ
نہ نہیں بلکہ ذلیل دنیا جمع کرنے کے لئے یکے تو ایسا شخصیات کے درجہ جنت
کی ہو بھی نہ پاتے گا۔

اشعۃ اللمعات
اسے یعنی وہ علم ان علوم کی مجلس میں سے ہو جس سے اس ذات مقدس کا علم اور اس کی رضا و خوشنودی حاصل
کی جاتی ہو اس میں تنبیہ ہے کہ وہ مبارک چیز جو رہنا ہے الہی کے حصول کا ذریعہ ہو اسے حقیر دنیا کے حصول کا ذریعہ نہ بنانا چاہیئے۔
بیت: یار مفروش دنیا کہ بے سود نکرو
ترجمہ: یار کو دنیا کے عوض فردخت نہ کر کہ کچھ نفع نہ اٹھایا اس نے جس نے یوسف کو کھوٹے سکے کے عوض فردخت کر دیا تھا۔
یا مراد یہ ہے کہ جو علم علوم دین میں سے نہ ہو اسے دنیا کمانے کا وسیلہ بنانا مذموم نہیں ہے جب کہ اس کا یکنوا مزاج ہو
اور علوم بدعتیہ مجرمہ اور مکروہ میں سے نہ ہو۔

ایک طالب علم تھا جو معما، عروض، قافیہ اور اقسام شعر میں بڑی کاوش کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میرے نزدیک یہ بہتر ہے کہ ان
علوم کو دنیا کمانے کا ذریعہ بناؤں نہ کہ دینی علوم کو۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی بات بعض زاہدوں اور علماء سے بھی نقل کی ہے۔
اسے ان الفاظ میں اس امر پر دلالت پائی جاتی ہے کہ ثواب الہی کی سعادت سے محروم رہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم کو صرف دنیا
کمانے کے لئے وقف کر دے۔ اور اگر دنیا کمانے کا ارادہ صرف شامل اور ملا ہوا ہو اور وہ علم پر عمل کرنے اور دین کو رواج دینے کا ارادہ
بھی رکھتا ہو تو ایسی صورت میں اسے نیک ارادے کے اندازے کے مطابق ضرور ثواب ملے گا۔ ہاں ثواب کے مرتبہ کمال سے ایسا شخص
محروم رہے گا۔ اس معنی کی طرف حدیث انما الاعمال بالنیات میں جو ابتدائے کتاب میں آئی ہے اشارہ ہو چکا ہے بخود فکر سے کام لو۔
اسے یہ عرف بفتح عین ہملہ و سکون را کی تفسیر ہے یعنی خوشبو۔ ظاہر حدیث جبالہ پر مشتمل ہے کہ ایسا شخص بہشت میں آنے سے محروم
رہے گا (حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ) یہ شخص مقرب و مخلص لوگوں کے ساتھ جو عذاب سے بالکل محفوظ ہیں اور
قبروں سے اٹھتے ہی بہشت میں آجائیں گے، بہشت میں داخل نہ ہوگا۔ جیسا کہ یہ تاویل دوسری احادیث میں آپ کی ہے
اور بعض علماء نے فرمایا ہے جب لوگوں کو عیش و عشر میں لائیں گے تو بہشت کی خوشبو ان کے مشام تک پہنچائیں گے تاکہ اس موسم
و موقف کی وحشت و گھبراہٹ سے راحت میں رہیں اور ان کے دلوں کو قوت و طاقت حاصل ہو۔ یہ شخص اس خوشبو سے محروم
رہے گا اور بخار معصیت اور محبت دنیا کے غلبے کے باعث زکام والے الشان کی طرح ہوگا۔

۲۱۷۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَرَّرَ اللَّهُ عَبْدًا تَبِعَ مَقَالَتِي فُحِظَتْهَا
اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے
کا چہرہ روشن و تاباں کرے جس نے میری بات کو سنا اور یاد کیا
اور خوب ذہن نشین کیا اور اسے لوگوں تک پہنچایا۔ پس بہت
سے دین و فقہ کی بات اٹھانے والے خود غیر فقیہ ہوتے ہیں
اور بہت سے فقہ کی بات اٹھانے والے خود بھی فقیہ ہوتے
ہیں مگر اپنے سے بڑھ کر فقیہ تک وہ بات پہنچاتے ہیں۔ مومن

درواہ اشافعی وابیہقی فی المدخل و درواہ الترمذی و
ابوداؤد وابن ماجہ والدارمی عن زید بن ثابت الا ان الترمذی
واباد اوہم یذکروا ثلث لا یغل علیہم ائی آخروہ۔
اشعۃ اللمعات کہہ نظر خدا کی شدت اور بغیر شدت دونوں روایتیں ہیں۔ نظر و نصارت اصل میں چہرے کی خوبصورتی اور
روشنائی و تابانی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس سے شان اور مرتبے کی رفعت اور دنیا و آخرت میں سرور و رونق و تروتازگی میں اضافہ مراد ہے
یعنی اسے تکرار و تذکار کے ذریعے یاد رکھا۔ فراموش نہ کر دیا۔

۱۔ جیسا کہ اس نے سنا جس طرح امانت بعینہ اس کے مالک تک پہنچاتے ہیں۔

۲۔ یعنی جس طرح وہ بات سنی ہوتی ہے بعینہ اسی طرح دوسرے تک پہنچا دیتے ہیں تاکہ جس تک وہ بات پہنچائی جا رہی ہے وہ
اس سے وہ مطلب و معنی اخذ کرے جو پہنچانے والا اخذ نہیں کر سکا۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ حدیث کی نقل باللفظ چاہیے
اور نقل بالمعنی میں علماء کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ نقل بالمعنی اس کے لئے جائز ہے جو کلمات کے استعمال کے مقام، تراکیب و عبارات
کے خواص سے واقف اور مقتضیات مقام اور اسرار و نکات اور اشارات کی پہچان میں ماہر اور عاقل ہو۔ اس کے باوجود نقل باللفظ
اولیٰ، افضل اور احوط ہے۔ جیسا کہ نظر اللہ کے الفاظ اس طرف اشارہ کرتے ہیں اور نقل بالمعنی کے وقوع میں کوئی کلام اور شک
نہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث کی کتابیں جیسے صحاح ستہ وغیرہ ایک حدیث پر متفق ہوتی ہیں لیکن الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔
۳۔ یا مومن کا دل اس میں خیانت نہیں کرتا جب کہ تین خصلتیں اس میں موجود ہوں۔ ۱۔ لا یغل کا لفظ چند طریقوں سے
پڑھا گیا ہے ۱، بہ فتح یا و کسر غین از غل بمعنی کینہ (۲) بضم یا و کسر غین اغلال سے بمعنی خیانت (۳) فتح یا ضمہ غین کے ساتھ غلول
سے بمعنی خیانت اور اس کلمے کی مزید تحقیق شرح عربی (اللمعات) میں ذکر کر دی گئی ہے اور وہ تین خصلتیں یہ ہیں ۱، اللہ کے لئے
عمل کو خالص کرنا کہ سمعہ اور ریا و نمائش پر نظر نہ ہو بلکہ غرض و عزم پر متعلق ہو۔

(۲) مسلمانوں کی خیر خواہی ان کے لئے خیر اندیشی اور ان کی امداد و اعانت کرنا (۳) مسلمانوں کی جماعت میں رہنا ان کے دائرہ
جماعت سے باہر نہ نکلنا۔

۴۔ لفظ دروہ مدار بغیر مد دونوں طرح آتا ہے اور یہ جماعت کے ساتھ چمٹے رہنے کی علت و وجہ ہے من بفتح
کسر و میم دونوں طرح درست ہے اور لا یغل کا کلام سابق یعنی نظر اللہ کے ساتھ ربط و تعلق یہ ہے کہ جب کہ حضور علیہ السلام نے اس بات
کو دوسرے تک پہنچانے کی ترغیب دی جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی ہے تو اس کام کو تقویت دینے والی اور اس کی
تائید کرنے والی چیز کا ذکر اس کے متصل بعد کر دیا یعنی اخلاص عمل خدا کے لئے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت میں رہنا جب
تک یہ تین چیز موجود نہیں ہوتیں مذکورہ اوائل کی تکمیل ہو سکتی ہے اور نہ اس کی تکمیل ہو سکتی ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کلام
سابق اس کلام کے لئے توطیہ و تمہید ہے اور مقصود اسی کلام کا بیان کرنا ہے کہ یہ کلام التعظیم الامر باللہ و المشفقۃ علی خلق اللہ کا جامع
ہے۔ (بات کو خوب سمجھو)

اس حدیث کو امام شافعی اور بیہقی نے مدخل میں جو بیہقی کی کتاب ہے ابن مسعود سے اور امام احمد و ترمذی و ابوداؤد

دا بن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا الخ کا ذکر نہیں کیا۔

۲۱۵. وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنْ شَيْءٍ فَبَلَغَهُ كَمَا سَمِعَهُ قَرِيبٌ مُبْلَغٌ أَدْعَى لَهُ مِنْ سَابِعٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ خوشی و تروتازگی عطا کرے اللہ اس شخص کو جس نے ہماری کوئی بات سنی اور جیسے اسے سنا اسی حالت میں اسے آگے پہنچایا کہ بہت سے وہ لوگ جنہیں وہ بات پہنچائی جاتی ہے سننے والوں سے زیادہ سمجھے والے ہوتے ہیں۔

اشعة اللغات اللہ عمار نے کہا ہے طلب حدیث اور اس کے حفظ و تبلیغ میں بالفرض اور کچھ نہ ہوتا سوائے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت کے تو دنیا و آخرت میں یہی بس اور کافی تھا۔ اللهم ار فرقتنا۔ اس حدیث کے معنی کا خلاصہ اور مطلب بھی وہی ہے جو حدیث سابق کے مضمون کا ہے صرف بعض الفاظ میں معمولی سہجہ ہے۔

۲۱۶. وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ خَسَنَ كَذَبَ عَلَى مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث لینے میں پرہیز اور احتیاط کرو صرف وہی چیز جو جس کے بارے میں تمہیں یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ میری طرف سے ہے (تاکہ مجھ پر جھوٹ باندھنے کے بھنور میں نہ پڑو) اور جو شخص مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ باندھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنی نشست و برخیز میں بنائے۔ (اس کلام کی شرح حدیث اول کی فصل اول میں گذر چکی ہے۔)

اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے ابن مسعود اور جابر سے مگر ابن ماجہ نے اتقوا الحدیث عنی الاما علمتم کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔

اور انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کی تفسیر رائے اور عقل اور قیاس سے کی اس کے لئے کوئی نقلی دلیل و سند نہ ہو تو ایسے شخص کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنائے اور ایک

۲۱۷. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَرَأْيَهُ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَفِي رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بَغْيِرَ عِلْمٍ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

رداء الترمذی

روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ بیان کیا اور وہ درست نکلا تو پھر بھی اس نے غلطی کی۔

۲۱۸ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَاصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ

اشعة اللمعات

لے یعنی اگرچہ واقع میں اتفاق سے وہ بیان کردہ مطلب حق و صواب ہی ہو مگر چونکہ قصد و طریقہ میں اس نے خطا کی لہذا درست سمجھ ہونے کے باوجود وہ خطا کے حکم میں ہے لیکن یہ مجتہد کے حال کے برعکس ہے کہ وہ اگرچہ خطا بھی کرے اسے صواب اور درست سمجھا جائے گا۔ یعنی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ یہ مقام تفصیلی کلام کا متقاضی ہے مختصراً یہ کہ ایک تفسیر ہے اور ایک تاویل تفسیر یہ ہے کہ یقین سے یہ بات کہے کہ خدا تعالیٰ کی مراد یہی ہے یہ معنی ائمہ تفسیر کی نقل کے بغیر جس کی سند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو درست نہیں ہو سکتا اور تاویل یہ ہے کہ احتمال کے طور پر کہے کہ ہو سکتا ہے یہ مراد ہو۔ تاہم تاویل بھی وہ درست ہوگی جو قواعد عربیت اور قوانین شرح کے مطابق ہو واللہ اعلم۔

۲۱۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ يَأْتِ الْقُرْآنَ كُفْرًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ

اشعة اللمعات

۲۲۰ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَذَكَّرُونَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَتْلُكُمْ هَذَا صَرْبًا كَتَابَ اللَّهِ بَعْضُهُ بَعْضٍ إِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تَكْذِبُوا بَعْضَهُ بَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَعُولُوا وَمَا جِئْتُمْ فَعُولُوا إِلَى عَالِمِهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

۲۱۹ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے لے

۲۲۰ اور حضرت عمرو بن شعیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئے۔ انہوں نے کتاب اللہ کے ایک حصے کو دوسرے کے ساتھ مل کر لیا (اس میں تناقض پیدا کیا) تو تم لوگ اللہ کی کتاب کے ایک حصے کی دوسرے حصے کے ساتھ تکذیب نہ کرو جس چیز کا تمہیں علم ہوا ہے بیان کرو۔ جو نہیں جانتے تھے اسکے عالم کے حوالے کرو۔

اشعة اللغات سے جدہ کی ضمیمہ تو عمرو بن شعیب کی طرف راجع ہے لہذا اپنی طرف اور یہ اسناد قدرے وضاحت چاہتا ہے۔ یہ وضاحت بعض دوسرے مقامات میں کر دی گئی ہے۔

سے آیات میں تناقض اور تضاد پیدا کر کے چنانچہ وہ کہتے تھے کہ فلاں آیت فلاں آیت کے خلاف ہے اور وہ اس کے خلاف ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے مختلف آیات کو آپس میں ملا دیا اور حکم و تشابہ اور محمل و مبین اور ناسخ و منسوخ میں تمیز کرنا چھوڑ دی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک انما نزل کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً کے مطابق پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔

۲۲۱ رَوَّعْنُ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ بِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَبَطْنٌ وَبِكُلِّ حَدٍّ مُطْلَعٌ (رواہ فی شرح السنۃ)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر اتارا گیا ہے اور ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ہر حد کے لئے آگاہ ہونے کی جگہ ہے۔

اشعة اللغات سے حرف کا معنی لغت میں طرف کا آتا ہے یہاں سات قمیں یا سات طریقے یا اس مقام کے مناسب جو معنی ہو وہ مراد ہے۔ شارحین کا اختلاف ہے کہ یہ سات حروف جو فرمائے گئے اس سے کیا مراد ہے۔ اکثر اس بات پر ہیں کہ سات حروف سے عرب کی سات مشہور لغات مراد ہیں یہ سات لغات اس زمانے میں فصاحت اور بلاغت میں بھی شہرت رکھتی تھیں یعنی لغت قریش، لغت بنی طے، لغت ہوازن، لغت اہل من، لغت ثقیف، لغت ہذیل اور لغت بنی قریظ۔ مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن حکیم قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی لغت اور زبان تھی۔ باقی عربوں پر اس زبان کا غلط و تکلم مشکل تھا۔ حضور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کی کہ اس بارے میں وسعت اور گنجائش دی جائے۔ حکم ہوا کہ سب سے پہلے لغت قریش کے مطابق پڑھیں۔ چنانچہ سلطان امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لغت قریش کے مطابق پڑھتے رہے اور جب آپ نے اپنی نگرانی میں قرآن حکیم کے متعدد نسخے تحریر کروائے اور انہیں اسلامی شہروں میں بھیجا تو یہ سب کچھ آپ نے اس مصحف کے مطابق کروایا جو حضرت زید بن ثابت کی لغت کے مطابق تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت صدیق اکبر کے حکم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درست قرار دینے کے بعد جمع کیا تھا اس کے علاوہ باقی تمام نسخے آپ نے جمع کر دئے کیونکہ ان کی موجودگی میں لوگوں میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا اور لوگوں نے ایک دوسرے کو کافر کہنا شروع کر دیا تھا۔ تو ان دوسری لغات سے کہیں کوئی حقوڑی چیز باقی رہ گئی۔ اور تمام صحابہ کرام نے حضرت زید بن ثابت والے مصحف پر اتفاق کر لیا پھر یہی مصحف چلتا رہا یہاں تک کہ متصل صدوں کے ساتھ مشہور قرار تک پہنچا اور اس لغت مقررہ میں کچھ اختلاف جیسے اوفاہ، امانہ، وقف وغیرہ جو قراء کی اپنی پسند اور ترجیح کے اعتبار سے واقع ہوا تھا باقی رہ گیا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ سات حروف سے سات قراءتیں مراد ہیں جو تمام کی تمام متواتر اور بے شبہ ثابت ہیں اور سب پر قرآنیت کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے نماز کی درستی، قرآن کو بے وضو اور جنبی حالت وغیرہ میں چھپنے کی حرمت اور بعض اس سے وہ سات معانی مراد لیتے ہیں جن پر قرآن مجید مشتمل ہے جیسے امر، نہی، قصے، امثال، وعظ و وعدہ و وعید۔ بعض نے سات حروف کی تفسیر، حقائق، احکام، اخلاق، قصص، امثال اور وعدہ و وعید سے کی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ سات سے مخصوص عدد مراد نہیں ہے بلکہ وسعت و

کثرت مراد ہے۔ عرب یہ حدود و کثرت میں استعمال کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ وہ حدود ہیں کہ زمان و مکان کی بنیاد اس پر ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے واللہ اعلم۔

لئے اور ان سات حروف میں سے جن پر قرآن نازل ہوا ہے، ہر آیت کے لئے اور بعض نسخوں میں لکل آیت منہ کے الفاظ آتے ہیں اور یہ زیادہ ظاہر ہے اور یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یعنی قرآن پاک کی ہر ہدایت کے لئے ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ ظاہر سے و مطالب مراد ہیں جنہیں تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ امر و رموز مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بند سے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں اور باطن سے وہ جو تاویل سے منکشف ہوتے ہیں اور تفسیر وہ ہے جو روایت سے جو اور تاویل وہ جو روایت سے تعلق رکھتے بعض نے یہ کہا ہے ظاہر سے آیات قرآنی پر ایمان لانا اور باطن سے ان پر عمل کرنا مراد ہے۔ یا ظاہر سے اس کی قرأت و تلاوت اور باطن سے اس کا فہم و تدبر مراد ہے۔ یا ظاہر سے الفاظ اور باطن سے معنی مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ قرآن کے قصے ظاہر میں اخبار ہیں مگر باطن میں عبرت و نصیحت ہیں۔

لئے مطلق "بضم میم و طائے مشدودہ۔ یعنی بلند جگہ جس پر پہنچ کر الگ الگ آخری حدود سے آگاہ ہوتے ہیں۔ حد یعنی طرف و نہایت یعنی ظاہر و باطن میں سے ہر ایک کے لئے ایک حد و نہایت ہے۔ اور ہر حد و نہایت کے لئے ایک مقام ہے جس پر چڑھنے اور صعود کرنے سے اس حد و نہایت کی پوری پوری حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پس ظاہر کا مطلق عربیت اور ان علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن ظاہر معنی تعلق رکھتا ہے۔ اور اسباب نزول کی معرفت اور ناسخ و منسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلق ریاضت و مجاہد یا ظاہر شرع کی اتباع، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تجلیہ اور سر کا تجلیہ ہے جس کے حصول کے بعد قرآن کے لہجوں سے آگاہی نصیب ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

بیت۔ جمال شاہ قرآن نقاب آنگاہ بکشاہ۔ کہ دارالملک ایمان را ببادِ خالی از غوغا۔

ترجمہ۔ قرآن کا حسن و جمال اس وقت جلوہ گر ہوتا ہے جب کہ وہ دارالملک ایمان (دل) کو شور و غوغا سے خالی پائے۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ حد سے احکام شرع مراد ہیں جو مستعین ہیں اور جن کی حدود مقرر ہیں پھر ان احکام میں سے ہر حکم کے لئے ایک جگہ ہے جہاں سے اس حکم کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام حدود و احکام اور جہاں سے ان کا پتہ چلتا ہے ان سب کا مکمل علم صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ علماء کے اس بارے میں مختلف طبقات، مختلف مرتبے اور درجے ہیں کہ بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ اس حدیث پاک کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں لیکن جو کچھ یہاں مذکور ہوا ہے مادی اور زیادہ بہتر ہے واللہ اعلم

۲۲۲۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي لَأَعْلَمُ ثَلَاثَةَ آيَةٍ مُحْكَمَةٍ أَوْسَنَ قَائِمَةٍ أَوْ قَرِيبَةٍ" صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم تین ہیں۔ ایت محکمہ، سنت قائمہ عادیۃ و ما کان سوی ذالک فهو فضل رواہ ابو داود و ابن ماجہ اور فرغینہ عادلہ ان کے ماسوا جو کچھ ہے وہ زائد اور لایعنی ہے

اشعة اللمعات لے یعنی دین و شریعت کے اصول کے علوم تین ہیں

لئے ایک آیت محکمہ۔ اس سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کو حکم کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محکم آیت

ام الکتاب اور اصل میں اور احتمال و اشتہاء سے محفوظ ہیں حکمت کے سوا جو کچھ ہے جیسے قساہیات وغیرہ تو وہ حکمت پر محمول

ہیں اور جو علوم اس کے مبادی و مسائل ہیں وہ بھی اسی سے متعلق ہیں۔

یعنی وہ سنت جو حفظ متون اور سندوں کے حفظ کی وجہ سے ثابت ہے۔

مکہ فریضہ عاقلہ یعنی وہ فریضہ جو قوت و ثبوت میں کتاب و سنت کی طرح ہو اس میں اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے جو مستند اور کتاب و سنت سے اخذ کیا گیا ہو۔ اس وجہ سے اسے کتاب و سنت کے مساوی و برابر کہہ دیا گیا ہے اور اسے لفظ فریضہ سے تعبیر کیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس پر عمل کرنا بھی ویسے ہی واجب و ضروری ہے جس طرح کتاب و سنت پر عمل کرنا ضروری ہے تو حدیث کا حاصل معنی یہ ہوا کہ دین کے اصول چار ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس۔

یہ یعنی ان کے سوا جو علوم ہیں وہ زائد اور لا یعنی ہیں۔ فُضِّلَ کا معنی لغت میں زیادہ ہونے کا ہے جو کہ نقص یعنی کم ہونے کی ضد ہے۔ اس کی جمع فضول آتی ہے اور فضول کا لفظ اکثر لا یعنی امر اور اس کام کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو فضول اس انسان کو بھی کہتے ہیں جو لا یعنی کاموں میں مشغول ہو۔

بیت: ہر چہ قال اللہ نہ قال الرسول فضله باشد فضل میوزاں سے فضول

ترجمہ: جو چیز قال اللہ قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرہ سے نہیں ہے وہ فضول چیز ہے۔ فضول انسان اللہ کا فضل حاصل کر رہی کاموں میں مشغول نہ ہو۔

۲۲۳ دَعْنُ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الشَّجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُصُّ إِلَّا الْأَمِيرُ أَوْ قَامُوهُ أَوْ يُخَالُّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ فِي زَوَايَاهُ وَمَرَاغَا

اور حضرت عوف بن مالک الشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ و وعظ بیان نہیں کرنا مگر حاکم و بادشاہ وقت یا وہ جسے بادشاہ وقت اجالت دے یا مستکبر انسان۔

اشعۃ اللمعات: سلسلہ آپ صحابی ہیں سب سے پہلے غزوہ خیبر میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ شام میں سکونت اختیار کی اور ۳۷ھ میں وفات پائی۔

اسے لفظ قص کا اصل معنی بیان کرنے اور خبر دینے کا ہے۔ لفظ قصہ اسی سے مشتق ہے۔ قاص اس شخص کو کہتے ہیں جو واقعہ کو اپنی اصل شکل میں بیان کرے۔ پھر یہ لفظ وعظ کہنے اور پند و نصیحت کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ واقعہ کو قاص کہتے ہیں۔ یہاں حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی قصہ بیان نہیں کرتا اور وعظ نہیں کہتا۔

مکہ مگر حاکم و امیر جو لوگوں کو پند و نصیحت کرتا اور گزشتہ حالات ان کے سامنے بیان کرتا ہے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور نصیحت قبول کیا کرے یا وہ جسے حاکم وقت نے اذن و اجازت دی ہو اور اس کی طرف سے مجاز ہو۔ لہذا اس کا کہنا امیر کا کہنا ہوگا۔

یہ مختار یعنی خود پند و نصیحت کرے جو حصول مرتبہ و سرکاری کے لئے ایسا کرتا ہے اور خواہش نفس کے تحت ریا اور نمائش کرتا اور مجلس میں ضرورت اور بلند نشینی کا خواہاں ہوتا ہے۔ مختار غائے مجملہ کے ساتھ۔

بعض روایات میں مختار غائے ہلکہ کے ساتھ بھی آیا ہے اس صورت میں یہ حیلہ سے مشتق ہوگا اور بعض علماء نے اس دوسری

روایت کو اصح اور اولیٰ قرار دیا ہے۔

اس حدیث میں بلا اجازت امام قصہ اور وعظ سے مانع نہ ہو۔ اور زجر کی گئی ہے کیونکہ امام و حاکم وقت دعوت کے مصالح کو

بہتر جانا اور بہت مہربان ہوتا ہے۔ اگر وہ خود وعظ و نصیحت نہیں کرتا تو علماء میں سے کسی ایسے شخص کو اس کام پر لگائے گا جو علم و تقویٰ دیانت و صیانت، ترک طمع، جن حقیقت و غیرہ صفات سے آراستہ ہوگا۔ اور جہل و فسق اور خیانت و بدعت سے دور ہوگا۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مشائخ کے اذن و اجازت اور خلافت دینے کے بغیر مشیخت کے مجاہدہ صدارت پر وعظ و ارشاد صلیت کیسے بیٹھا جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض اسی مشائخ جہالت و خواہش سے ایسا کرتے ہیں۔

بعض شارحین حدیث نے کہا ہے کہ یہ حدیث خطبہ سے متعلق ہے جو حاکم یا اس کے نائب کے سپرد ہوتا ہے اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی نے اسے عمرو بن شعيب عن ابیہ عن جرہ سے روایت کیا اور اس کی روایت میں لفظ مختار جو ابو داؤد کی روایت میں واقع ہوا ہے اس کے بجائے اوڑمرا پر کالفظ آیا ہے بمعنی زیادہ تلاش کرنے والا۔

۲۲۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَفْتَى بغيرِ عِلْمٍ كَانَ إِشْنَةً عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ - وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ لَعَلَّه أَنْ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ اس شخص پر ہے جس نے اس سے فتویٰ طلب کیا۔ اور جس نے اپنے بھائی کو ایک کام کرنے کے متعلق کہا حالانکہ اسے پتہ ہو کہ بہتری دوسرے کام میں ہے تو اس نے اس سے خیانت کی

اشعة اللغات - سلسلہ کیونکہ اس بے علم آدمی کے فتویٰ دینے کا باعث ہو کہ گناہ ہے۔ وہ پوچھنے والا آدمی بنا ہے اور اگر ہذا صاحب علم کے ہوتے ہوئے بے علم سے فتویٰ دریافت کرنا مراد ہو تو پھر افتا بمعنی استفتاء ہوگا۔ اور یہ اہل صورت میں ہوگا جب کہ افتا بصیغہ معلوم ہو۔ مگر یہ لفظ بھول بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا جسے بغیر علم کے فتویٰ دیا لیا تو اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ جس نے فتویٰ دیا یہ معنی زیادہ ظاہر و واضح ہے سہ جس نے اس سے مشورہ طلب کیا تھا اور اچھی بات پر چھٹی تھی سہ ایک دوسری حدیث میں جو المستشار کہتی ہے تو اس کا بھی یہی معنی ہے۔

۲۲۵ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَخَيَّ عَنْ الْأَغْلُوطَاتِ

رواہ ابو داؤد

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلط فہمیوں میں ڈالنے والی باتوں سے منع فرمایا۔

اشعة اللغات - سہ اغلوطات، اغلوطہ بمعنی ہمزہ و سکون غین کی جمع ہے اور غلوطہ بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے وہ کلام جس سے کسی کو غلطی میں ڈال جائے۔ اسے مغالطت بھی کہتے ہیں۔ مغالطہ وہی کا یہ عمل اپنے نفس کی برتری کے اظہار، دوسرے کو ناقص ظاہر کرنے اور اسے شرمندہ اور رسوا کرنے کے لئے، نیز یہ مغالطہ وہی شرفقتہ، کھڑا ہونے اور عداوت و اذیت رسانی کا موجب ہو تو حرام ہے بعض نے کہا ہے اگر مغالطہ وہی جزا اور بدے کے طور پر ہو کہ اس نے اسے مغالطہ دیا اس نے اسے دیدیا تو جَوَازٌ وَسَيِّئَةٌ کے مطابق جائز ہے جس طرح ہارون رشید کی مجلس میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کیا واللہ اعلم

۲۲۶ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقِرَاءَةَ وَالْقُرْآنَ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن سیکھو اور لوگوں کو

وَعَلِمُوا نَاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ : رواه الترمذی

سکھاؤ کہ میں تم سے اٹھالیا جاؤں گا۔

اشعة اللمعات - سلسلہ فرائض سے وہ احکام مراد ہیں جن پر دین میں عمل کرنا لازم و واجب ہے اور حبيب کہ یہاں یہ لفظ قرآن کے مقابل استعمال ہوا ہے تو فرائض سے وہ احکام مراد ہوں گے جو سنت میں واقع ہیں بعض نے فرائض سے علم وراثت مراد لیا ہے ۲۲۷ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَفَعَ بِصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ هَذَا أَوَانٌ يُخْتَلَسُ فِيهِ الْعِلْمُ مِنَ النَّاسِ حَتَّى لَا يَقْدَرُوا مِنْهُ عَلَى شَيْءٍ رواه الترمذی

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ کے اپنی آنکھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائی پھر فرمایا یہ وقت ہے کہ اس میں علم و وحی لوگوں سے لے لیے جائیں گے تو انہیں کسی علم پر قدرت و دسترس نہ رہے گی۔

اشعة اللمعات - سلسلہ اور تیز نگاہ سے آسمان کی طرف دیکھا۔ راوی کہتا ہے کہ آپ وحی کی انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ اس مضمون کی وحی نازل ہوئی کہ آپ ان کو چھوڑ کر عنقریب موت کی آغوش میں چلے جاتیں گے۔

۲۲۸ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَوَيْتُهُ يُوْشِكُ أَنْ يَقْرُبَ النَّاسُ الْكِبَادَ إِلَّا بِلِيطْلُبُونَ الْعِلْمَ فَلَا يَجِدُونَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِينَةِ - رواه الترمذی وفي جامعه قال ابن عيينة انه مالک بن انس ومثله عن عبد الرزاق قال اسحاق بن موسى وسمعت ابن عيينة انه قال هو العُمري الزاهد واسمه عبد العزيز بن عبد الله

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگ علم کی تلاش میں اونٹوں کے جگراریں گے تو وہ عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور ان کی جامع میں ہے کہ ابن عیینہ نے کہا کہ وہ عالم مدینہ حضرت مالک بن انس ہیں اور عبد الرزاق سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں میں نے ابن عیینہ سے سنا کہ وہ عالم مدینہ عمری الزاہد ہے اور اس کا نام عبد العزیز بن عبد اللہ ہے

اشعة اللمعات - سلسلہ روایت یہ مرفوع حدیث سے جبارت ہے اور بالبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في طريقه

لیکن چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے راوی کو یقین نہیں کہ انہوں نے کوئی لفظ کہا اس لیے روایت غلط ہے مقصود یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا قریب ہے لی آخر سلسلہ یعنی سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے جہاں مالک کے صاحب اور امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں کہا ہے کہ عالم مدینہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد امام مالک ہیں۔

سلسلہ حضرت ابن عیینہ کے قول کی طرح عبد الرزاق سے بھی منقول ہے یہ عبد الرزاق بڑے مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں یعنی عبد الرزاق نے بھی یہی کہا ہے کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالک ہیں۔

سلسلہ یہ اسحاق بن موسیٰ سفیان بن عیینہ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

سلسلہ یہ عمری الزاہد بھی مدینہ منورہ میں تھے علماء اور زہاد وقت میں سے، اور حضرت قاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

اولاد میں سے ہوتے ہیں۔

تھے تو ابن عیینہ سے اس بارے میں مختلف اقوال مذکور ہیں تو یہی اور عبد الرزاق سے یہ منقول ہے کہ عالم مدینہ امام مالک میں اور اسحاق بن موسیٰ نے نقل کیا ہے کہ ابن عیینہ عمری الزاہد کو عالم مدینہ کہتے تھے۔ اور عمری الزاہد مشہور نام ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب اس مقام پر عربی شرح میں ہم نے خوب تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ عالم مدینہ کی تعیین و تشخیص میں یقین کا دائرہ تنگ ہے۔ ہر ایک نے اپنے اعتقاد کے مطابق ظن و گمان سے کہا ہے۔

چونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں حدیث فقہ، جہاد اور امامت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ نیز مدینہ طیبہ کے ساتھ خصوصی ارتباط اور گہرا تعلق تھا۔ لہذا یہ سب باتیں مل کر اس امر کا نشان بن گئیں کہ لفظ عالم مدینہ کا مصداق آپ کی ذات کو قرار دیا جائے۔ ورنہ آپ کے زمانے میں اور آپ سے پہلے اور بعد اس مبارک شہر اور دیگر اسلامی بلاد اور اطراف و اکناف میں اور بھی علماء مجتہدین اور ائمہ دین موجود تھے جو حضور و شہار میں نہیں آسکتے۔ حدیث کا ظاہر مطلب واللہ اعلم یہ ذہن میں آتا ہے کہ حضور کے اس کلام مجر نظام کا مصداق دراصل آخر زمانہ کے حال سے مطلع کرنا ہے جب کہ علم دین مدینہ منورہ کے اندر ہی بند اور منحصر ہو کر رہ جائے گا اور بعض احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے اور یہ قول صواب و درستی کے زیادہ قریب ہے واللہ اعلم۔

۲۷۹ عَنْهُ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔

اور انہیں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو میں جانتا ہوں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ عز و جل پیدا کرتا ہے اس امت کے لئے ہر سو سال کے پورا ہونے پر ایسا شخص جو دین کو تازگی بخشتا ہے۔

رواہ ابو حادہ

اشاعت الامعات - سلمہ علم متکلم کا معنی ہے اور یہ ابو ہریرہ کے الفاظ ہیں اور اعلم بلفظ ماضی اعلام سے بھی پڑھا گیا ہے اس امت کے نفع اور اس کے دین کی تقویت اور تائید کے لئے۔

معہ معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر لوگوں نے اس حدیث سے یہ سمجھا ہے کہ اس سے ایسا شخص مراد ہوتا ہے جو اپنے اہل زمانہ میں تجدید و نفرت دین، ترویج و تقویت سنت، بدعت کی صحیح کنی، علم کی نشر و اشاعت اور کلمہ اسلام کی بلندی کے لئے ممتاز ہوتا ہے یا تنگ کہ ان لوگوں نے ہر صدی کے لئے ایک ایک مجدد متعین کیا ہے اور کہا ہے کہ پہلی صدی کے لئے فلاں مجدد تھے اور دوسری کے لئے فلاں بعض کہتے ہیں کہ شخص معین کے بجائے عموم پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔ خواہ ایک شخص ہو خواہ جماعت۔ کہ کلمہ من واحد و جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ نیز تجدید دین کا یہ کام صرف علماء اور فقہاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سلاطین، امراء، قراء، اصحاب حدیث زاہدوں، عابدوں، علماء نحو، ابواب سیر و تواریخ نیز انبیاء، اسخیاء جو علماء و صلحا پر اور مصارف خیر میں مال صرف کرتے اور دین کی ترویج و تقویت کا سبب بنتے ہیں بلکہ ان تمام گروہوں کو بھی شامل ہے جن کے وجود کو قوت اور کمال و رواج حاصل ہوتا ہے اور اگر شہروں اور علاقوں کا عموم بھی اعتبار کر لیں کہ ایک زمانہ میں ایک شہر میں ایک ایسی جماعت سامنے آئے جو اس صفت سے موصوف ہو تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۳۰ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَدَوِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَلُ
هَذَا الْعِلْمُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُوْلُهُ يَتَّقُونَ عَنْهُ
تَحَرُّفُ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالُ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاوِيلُ
الْجَاهِلِيْنَ . رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْمَدْخَلِ مُسْلًا
بِمِنْ حَدِيثِ بَقِيَّةِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ مَعَانَ بْنِ رِفَاعَةَ
عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَدَوِيِّ وَسَنَدُ كَرِهُتِ
جَابِرًا نَاشِئًا شَفَاءَ الْعِيَالِ فِي بَابِ التَّمِيْمِ اِنْ
شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

اور حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن العذری سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھائیں اور حاصل کریں گے
یہ علم (علم کتاب و سنت) ہر بعد میں آنے والی جماعت میں سے
ایسے لوگ جو عادل اور شائستہ ہوں گے۔ یہ عادل اور شائستہ لوگ
اس علم کتاب و سنت سے دین میں حد سے بڑھنے والوں کی
تحریف کو دور کریں گے اور اہل باطل کے جھوٹ کا ازالہ کریں
گے۔ اور جاہلوں کی تاویلات کا رد کریں گے۔ بیہقی نے اسے
کتاب المدخل میں بطریق ارسال روایت کیا اور حضرت جابر
کی حدیث فاما شفاء العیال سوال عنقریب ہم باب التیمم میں انشاء اللہ
تعالیٰ ذکر کریں گے۔

اشعة اللمعات - اسے عذری بضم عین و سکون ذال معجم عذرہ بن سعد کی طرف منسوب ہے جو خزاعہ کے ایک قبیلے کا
باپ تھا۔ آپ ثقہ تابعین میں سے ہیں۔

اسے تحریف الغالین یعنی دین میں رد و بدل کرنے میں حد سے گزر جانے والے تحریف یعنی حق کو باطل سے لفظ یا معنی میں تبدیل کرنا
سے انتحال دوسرے کی ملکوت چیز پر شعر یا قول میں اپنی ملکیت کا جھوٹا دعویٰ کرنا۔ یہاں جھوٹ سے کنایہ ہے۔
اسے جو علم و دانش کے بغیر آیات و احادیث میں تاویلات کرتے اور ظاہری معنی سے انہیں بدلتے پھرتے ہیں۔
شعبہ بیہقی نے اس حدیث کو اپنی کتاب مدخل میں بقیہ بن الولید کی حدیث سے بطریق ارسال روایت کیا یہ بقیہ بن الولید مجہول
راویوں سے زیادہ روایت کرتا ہے اور اس میں بہت غرابت پایا جاتا ہے۔ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا ثقہ و ماحون ہے
لیکن تدلیس کرتا تھا ۱۹۶ھ میں فوت ہوا یہ معاذ بن رفاعہ سے روایت کرتا ہے مشکوٰۃ کے اکثر نسخوں میں ایسے ہی وقع ہوا ہے۔ مگر
صحیح معان بن رفاعہ یعنی ذال کی جگہ نون کے ساتھ آیا ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے بعض اسے ثقہ کہتے ہیں اور بعض ضعیف اور
کاشف ذہبی میں معاذ بن رفاعہ اور معان بن رفاعہ دونوں ذکر ہیں تاہم جس سے بقیہ بن الولید روایت کرتا ہے وہ معان بن رفاعہ ہے
عہ اصل کتاب میں یہاں رواہ البیہقی تا العذری تک جگہ خالی ہے۔
اسے یعنی جہل دور ماندگی کا علاج علماء دین سے دریافت کرنا ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

اور حضرت حسن سے مسند روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کو قوی اور مضبوط کرنے کی نیت سے علم کی
طلب میں مصروف تھا اور اسی طلب میں اسے موت آگئی تو

۲۳۱ عَنْ الْحَسَنِ مُسْلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ
وَهُوَ يُطَلِّبُ الْعِلْمَ يَحْيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيَّنَتْهُ

وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ
رواه الدارمی

جنت میں اس کے درجوں کے درمیان صرف ایک درجے کا
مشرق ہوگا۔

اشعة الملمات - سہ یعنی اس نیت سے نہیں کہ دنیا کا مال و جاہ حاصل کرے اور لذات و خواہشات نفسانی کی تکمیل کرے
بلکہ یہ دراصل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قرب میں مبالغہ ہے اس لئے لفظ درجہ کی تاکید واحد کے ساتھ کی۔

۲۲۲ وعنه مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَحْلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ أَحَدُهُمَا كَانَ عَالِمًا يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يُجَالِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ وَالْآخَرُ يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ الَّذِي يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ ثُمَّ يُجَالِسُ فَيُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَيْرَ عَلَى الْعَابِدِ الَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ۔

اور انہی حضرت جن سے مرسل مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا دو آدمیوں کے بارے میں جو بنی اسرائیل میں سے تھے ان میں سے ایک عالم دین تھا کہ فرض نماز ادا کرتا پھر بیٹھ کر لوگوں کو خیر و نیکی کی تعلیم میں مصروف ہو جاتا اور دوسرا وہ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات عبادت میں جاگ کر گزارتا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز ادا کر کے لوگوں کو تعلیم دینے بیٹھ جاتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھے اور رات عبادت میں گزارے ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے اولیٰ آدمی پر۔

۲۲۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ الْفَقِيرُ فِي الدِّينِ إِنْ حَاجَّ إِلَيْهِ نَفْعٌ وَإِنْ اسْتَفْنَى عَنْهُ أَغْنَى نَفْسُهُ۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم دین وہ اچھا ہے جس کے علم کی ضرورت پڑے تو نفع دے اور اگر اس سے بے نیازی کی کیا جائے تو وہ لوگوں سے بے نیاز ہے۔

رواه الدارمی

رواه دزین

اشعة الملمات - سہ حاصل معنی یہ ہے کہ عالم دین کو ایسا ہونا چاہیے کہ اپنے آپ کو لوگوں کا محتاج نہ کرے۔ اور لوگوں سے میل جول کا خواہشمند نہ ہو اور ان سے کسی قسم کے نفع کی امید نہ رکھے تاہم لوگوں سے بالکل علیحدگی بھی اختیار نہ کرے اور اس طرح اپنے علم سے لوگوں کو محروم نہ رکھے بلکہ اگر لوگ اس وجہ سے اس کے علم کے محتاج ہوں کہ دوسرا عالم وہاں موجود نہیں ہے تو لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتا رہے اور اگر لوگوں کو اس کی ضرورت و حاجت نہ ہو تو اس صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دینی کتابوں کا مطالعہ اور تصنیف و تالیف اور علم دین کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف رہے۔

۲۲۴ وَعَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُعَلِّمِ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أَلْفَيْكَ تَأْتِي الْقَوْمَ دَهْمٌ۔

اور حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں کو ہفتہ میں صرف ایک بار وعظ کیا کرتے اگر تو نہ مانے تو پھر ہفتے میں صرف دو بار اور اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو پھر ہفتے میں تین بار اور لوگوں کو قرآن سے بے شوق نہ

۲۲۴ وَعَنْ عِكْرَمَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَا تُعَلِّمِ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ وَلَا أَلْفَيْكَ تَأْتِي الْقَوْمَ دَهْمٌ۔

فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ فَتَقَطَّ عَلَيْهِمْ فَتَقَطَّ
عَلَيْهِمْ حَدِيثُهُمْ فَتَقَطَّ وَلَكِنْ أَنْصَبْتُ فَإِذَا
أَمْرُكَ فَخَذَّ شَهْمٌ وَهُمْ يَشْتَهُونَ وَالْهَرِيرُ
الْتَبَجَّ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَبَاهُ فَإِنِّي عَمِدَتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ
لَا يَفْعَلُونَ ذَٰلِكَ.

رواه البخاری

کر۔ اور میں تجھے ہرگز ایسی حالت میں نہ پاؤں کہ تو لوگوں کے پاس
آتے اور وہ اپنی باتوں میں مصروف ہوں اور تو انہیں وعظ کہنا
شروع کر دے اور ان کی گفتگو کاٹ دے اور انہیں پریشان
کے۔ بلکہ تو خاموش رہ جب وہ تجھے کہیں تو ان سے حدیث بیان
کر۔ اور ابھی ان کا شوق و ذوق باقی ہو تو سلسلہ وعظ بند کر دیا کر اور
دعا میں بھیج نہ کر اس سے دور رہ کہ بیشک میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو پایا ہے وہ ایسا نہ کرتے تھے

اشعة اللمعات - سہ آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں فقہائے مکہ میں سے ہیں۔ اصل میں اہل
مغرب کے علاقہ بربر سے تعلق رکھتے ہیں۔ امام شعبی نے کہا ہے میں نے عکرمہ سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کا کوئی عالم نہیں دیکھا۔ آپ تابعی
اور ثقہ ہیں۔ بعض لوگ ان میں اختلاف کرتے ہیں۔ بخاری نے کہا ہے میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے حجت
اور دلیل نہ پکڑتا ہو مثلاً میں فوت ہوئے۔

سہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عکرمہ یا کسی دوسرے مخاطب کو فرمائی۔

مے خواہ دنیا کی باتوں میں مصروف ہوں خواہ دین کی باتوں میں۔ اگر دینی باتیں مراد ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کا سلسلہ منقطع کرنا مناسب
نہیں اور اگر دنیا کی باتیں مراد ہوں تو شاید بشریت کے تقاضا کے مطابق انہیں چھوڑنے پر خوش نہ ہوں اور وعظ و نصیحت سننے کے
لئے تیار نہ ہوں اور گناہ کے فتنہ میں گر پڑیں۔ اور دین کی ہیبت و عظمت ان کے دلوں سے جاتی رہے۔ ہاں اگر ان کی گفتگو کا سلسلہ
منقطع کرنے میں کوئی ضروری مصلحت ہو تو پھر ان کی گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ بہر حال مصلحت وقت کو پیش نظر رکھی جائیگا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے غائب اور ظاہر حالت کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے۔ آپ کے زمانہ میں لوگ زیادہ تر دینی باتوں
میں ہی مصروف رہتے تھے۔

مے صحیح عبارت میں ہم وزن الفاظ لانا یہ اگر تکلف سے اختیار کی جائے تو منع ہے کہ اس سے دعائیں شروع و ختم ہونے پر نہیں
ہو سکتا۔

سہ یعنی ان کی دعاؤں میں صحیح یعنی تکلف و بناوٹ نہ ہوتی تھی۔ بلکہ وہ دعاؤں میں جو صحیح پائی جاتی ہے اس میں تصنع اور
تکلف کا شائبہ تک نہیں ہے جس طرح بعض مواضع میں بے قصد و ارادہ نہایت موزوں کلمات آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے
ہیں حالانکہ آپ شعر گوئی سے پاک تھے۔

اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے علم وین تلاش کیا اور اُسے پایا
تو اسے ثواب کے دو ٹکڑے دیے گئے اور بس سے ملاسن کیا اور
نہ پایا تو اسے ثواب کا ایک حصہ ملے گا

۲۳۵ وَعَنْ وَائِلَةَ ابْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الْإِلْمَ فَأَذْرَكَ
كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ كَانَ
لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ: رواه الدارمی

اشعۃ اللمعات :- سلسلہ الاستیعاب میں ہمہ وقاف۔ آپ صحابی ہیں اور اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر میں تیاری میں مصروف تھے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ پہلے بصرے میں اقامت اختیار کی۔ پھر شام میں بیت المقدس چلے گئے۔ سو سال عمر پائی بعض کے نزدیک اٹھانوے سال۔ رضی اللہ عنہ۔

سے ایک طلب و مشقت کا حصہ جو اس نے علم کے سیکھنے اور اس کے حاصل کرنے میں اٹھائی۔ دوسرا حصول علم اور آگے دوسروں کو اس کی تعلیم و تدریس کا ثواب یا اس عمل کا ثواب جو وہ اس علم کے مطابق کریگا۔

تو لہذا ہر حالت میں علم دین کی جستجو میں رہنا چاہیے اگر نصیب ہو گیا تو نور علی نور ورنہ طلب علم میں جان دیدینا بھی سعادت ہے

بیت : گرچہ نیران بیست رہ بدون شرط یاری ست در طلب مردن

ترجمہ : اگرچہ دوست تک پہنچنے کا راستہ غنا مشکل ہے۔ کم از کم یہ تو ہونا چاہیے کہ دوست کی طلب میں ہی موت آجائے۔

بیت دیگر : مقصود جامی از طلبم گفتہ کہ چسیت مقصود او ہمیں کہ دید جان ویریں طلب

ترجمہ : اس نے پوچھا کہ جامی جو مجھے تلاش کرتا ہے اس سے اس کا کیا مقصد ہے اس کا (جامی کا) مقصود یہی ہے کہ اس کی

طلب میں جان دیدے۔

۲۳۶ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَا يُلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ عِلْمًا عَلَيْهِ وَنَشْرُهُ وَوَلَدٌ صَالِحًا مَرْكُهُ أَوْ مُقَصِّفًا وَرَثَتُهُ أَوْ مُسَجِّدًا أَبْنَاهُ أَوْ نَيْتًا لِبْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ أَوْ خَيْرًا أَحْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهُ مِنْ مَالِهِ فِي حَيَّةٍ وَحَيَوْتِهِ تَلْقَاهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ

رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور اس کی نیکیوں سے جو کچھ پہنچتا ہے الی الہ سے ایک علم ہے جو اس نے حاصل کیا ہوتا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کی ہوتی ہے دوسرا نیک بیٹا جسے وہ چھوڑ جاتا ہے تیسرا قرآن پاک جسے وراثت کے طور پر اپنے عزیزوں کے حوالے کر جاتا ہے چوتھی چیز مسجد ہے جو اس نے تعمیر کی ہوتی ہے یا مسافر کے لئے کوئی سرائے وغیرہ یا صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں ادا کیا ہوتا ہے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی بندے کو پہنچتا رہتا ہے۔

اشعۃ اللمعات :- سلسلہ بعض نسخوں میں فقرہ شد کے ساتھ آیا ہے اس صورت میں نشرہ کا لفظ اس کی تفسیر و بیان کے طور پر ہوگا

یا علم کی کثرت تعلیم و اشاعت مراد ہے۔

سے ذکر شدہ مال کی شد کے ساتھ یعنی یا قرآن شریف جسے بطور وراثت اپنے چچے چھوڑا یا اپنی زندگی میں جسے وقف کر گیا۔

سے یعنی اپنی زندگی میں اگرچہ تندرست نہ ہو بلکہ بیمار ہوتا ہم صحت کی امید رکھتا ہو۔

مجھے یہ الفاظ تاکید کی غرض سے مکرر بیان فرماتے یا یہ صحت صدقے سے متعلق ہیں اس کی اہمیت اور عظمت شان کے اظہار

کے لئے بعض شارحین نے اس کا یہ معنی لیا ہے کہ یہ الفاظ صدقہ سے ہی متعلق ہیں اور معنی یہ ہے کہ اس بندے کا صدقہ باقی رہتا ہے

یہاں تک کہ اس کی موت کے بعد اس کے صدقہ جاریہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال۔ اگر یہ کہا جائے کہ گذشتہ ایک حدیث میں گزرا ہے کہ جن نیکوں کا ثواب بعد موت باقی رہتا ہے وہ صرف تین ہیں، علم نیک اولاد اور صدقہ جاریہ۔ اس حدیث میں سات چیزیں ذکر کر دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں بھی علم اور نیک اولاد کے بعد جو کچھ بیان کیا ہے سب صدقہ جاریہ میں داخل و شامل ہے۔

۲۳۷ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ مَنْ سَلَكَ سَبِيلَكَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ سَمَلْتُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ سَكَبَتْ كَرِيمِيهِ أَثْبَةً عَلَيْهِمَا الْجَنَّةُ وَفَضْلِي فِي عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ فَضْلِي فِي عِبَادَةٍ وَمِلَاكُ الدِّينِ الْوَدْعُ

رواہ البیہقی فی شعب الایمان

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیشک اللہ عزوجل نے میری طرف وحی نازل کی کہ جو شخص تلاش علم میں کسی راستے پر چلے گا میں اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دوں گا اور جس کی میں دونوں آنکھیں لے لوں تو ان دونوں پر میں اسے جنت جزا کے طور پر عطا کر دوں گا۔ اور علم میں زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی قوت و استحکام کا سبب و سرچ ہے

اشعة اللمعات - ۱۔ انسان کے ہر عضو شریف کو کریمہ کہتے ہیں یہاں آنکھ مراد ہے۔

۲۔ مالک معنی قوام یعنی دین و شریعت کے کاروبار کا صحیح انتظام اس کے استحکام و قوت کا سبب و سرچ ہے بعض کے نزدیک درع تقویٰ سے مراد ہے کہ تقویٰ حرام سے پرہیز کا نام ہے اور شبہ سے بچنے کا نام درع ہے، اور بعض کی اصطلاح میں تقویٰ درع سے کاظمہ جیسے ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

۲۳۸ وَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَدْرُسُ الْعِلْمَ سَاعَتَهُ مِنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنْ أَحْيَائِهَا

رواہ الدارمی

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا صرف ایک گھڑی کے لئے علم کا درس دینا اور اس کا باہم تکرار کرنا ساری رات بیدار رہنے سے بہتر ہے

اشعة اللمعات - ۳۔ سلاہ احیا و لیل کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک رات کو زندہ کرنا کہ گویا وہ رات جس میں نہ انہیں اور نہ نماز پڑھیں، مردہ ہے طاعت و عبادت کرنے سے زندہ ہوگی۔ دوسرا معنی ہے رات کے وقت نفس (اپنے آپ کو بیدار کرنا) کہ سویا ہوا اور بیکار نفس مردہ طرح ہے۔

۲۳۹- وَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى بِمَجْلِسَيْنِ فِي سَجْدِهِ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلَى خَيْرٍ وَ أَحَدُهُمَا أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ - أَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَذَكَّرُونَ اللَّهَ وَ يُرْغَبُونَ إِلَيْهِ فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ وَإِنْ شَاءَ نَعَفَهُمْ - وَأَمَّا هَؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُونَ الْفِقْهَ أَوْ الْعِلْمَ

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو آپ کی مسجد میں تھیں۔ فرمایا دونوں کا خیر اور نیکی میں معروف ہیں لیکن ان میں سے ایک اہل مجلس دوسرے اہل مجلس سے افضل و بہتر ہیں یہ جماعت جو دعائیں مشغول ہے تو یہ خدا تعالیٰ کو پکارتے اور اس کی جانب اظہار رغبت کرتے ہیں۔

وَبُعِلْتُمْ اِنْجَاهِلَ فَمَنْ اَفْضَلُ وَاِسْمَا
بُعِثْتُ مُعَلِّمًا فَعَلَسَ فِيهِمْ
رواہ الدارمی

اگر چاہے ان کی دعا کے عوض ان کو عطا فرمائے اور اگر چاہے تو
روک دے اور کچھ نہ دے مگر یہ دوسرا گروہ جو ذکرِ علم میں مصروف
ہے تو یہ لوگ فقہ یا علم سیکھتے ہیں یہ راوی کو شک ہے اور آگے
جاہلوں کو سکھاتے ہیں۔ ان کا فائدہ زیادہ اور دوسروں کو پہنچاتا ہے
تو یہ گروہ جماعتِ اول سے افضل و بہتر ہے اور بیشک مجھے معلوم
ہے کہ مبعوث کیا گیا ہے پھر آپ علم کا درس و تکرار کرنے والی جماعت
میں بھیج دیئے گئے۔

اشعة اللمعات - ۱۔ یعنی صحابہ کرام مسجد نبوی شریف میں دو مجلسیں بنا کر بیٹھے ہوئے تھے ایک جماعت ذکر و دعا میں مشغول
تھی اور دوسری مذاکرہ علم میں۔

۲۔ اور اس سے اپنے مدعا و مقصود کے حصول کے امیدوار ہیں مگر ان کے مدعا کا حصول مثبت الہی کے تحت ہے۔
۳۔ اس گروہ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ سردارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بیٹھے اور خود کو ان میں شمار کیا

بیت ۱۔ گدایاں را ازین معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں باماست امروز
ترجمہ :- گداؤں کو اس بات کی خبر نہیں کہ سلطان جہاں آج ہمارے ساتھ ہے

۲۴۔ وَعَنْ أَبِي الدُّدَا عٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاحِدًا الْعِلْمَ الَّذِي إِذَا
بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيهًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِينَ
حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثْتُ اللَّهُ فَقِيهًا
وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَافِعًا
وَشَهِيدًا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ علم کی نہایت اور مرتبہ کونسا
ہے جس پر پہنچ کر مرفقیہ کہلاتا اور فقہا کے زمرے میں شامل ہوتا
اور ان کا ثواب پاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
وہ جو دین سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کرے اور لوگوں تک
پہنچائے لے اللہ قیامت کے دن اسے گروہِ فقہاء میں اٹھائیگا
اور میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کی شفاعت کروں گا
اور اس کے ایمان و طاعت کی گواہی دوں گا

اشعة اللمعات - ۱۔ اے علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے مراد مقصود لوگوں تک چالیس
احادیث کا پہنچانا ہے۔ چاہے وہ اسے یاد نہ بھی ہوں اور ان کا معنی بھی اسے معلوم نہ ہو۔

اسی حدیث کی بنا پر سلف و خلف اکابر علماء کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امید دار بننے اور آپ کو گواہ بنانے کے لئے اربعینیات (چالیس احادیث) جمع کیں۔ ہر ایک نے دین کے کسی ایک پہلو سے متعلق چہل احادیث جمع کیں اور اس فقیر حقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولف اشعة الممعات) نے بھی دین کے ہر باب میں سے ایک ایک حدیث لے کر چہل احادیث کا ایک مجموعہ تالیف کیا ہے۔ علم حدیث کی خدمت و تدریس کے بعد سب سے پہلے جس تالیف کی مجھے توفیق عطا ہوئی وہ اربعین ہے۔

۲۴۱۔ وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَذَرُونَ مَنْ أَجُودُ جُودًا قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ أَجُودُ جُودًا ثُمَّ إِنَّا أَجُودُ بَنِي آدَمَ وَأَجُودُهُ مِنْ بَعْدِي رَجُلٌ عِلْمٌ عِلْمًا تَشْتَرُهُ بِأَخْبِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمِيرًا وَاحِدَةً أَوْ قَاتِلَ أُمَّةٍ وَاحِدَةً۔

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتے ہو سب سے بڑھ کر نیک لوگوں کا خیر خواہ اور جود و کرم میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جود و کرم کے لحاظ سے کامل اور بزرگ تر ہے پھر اس کے بعد تمام انسانوں سے بڑھ کر میں جود و کرم کرنے والا ہوں اور میرے بعد نوع انسانی میں سخی ترین اور بعض نسخوں میں ابوہم یعنی اولاد آدم میں سخی ترین وہ شخص ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کی شرافت کی یہ شخص قیامت کے روز اکیلا سردار و امیر کی حیثیت سے آئیگا یا اکیلا ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا۔

اشعة الممعات اسے یعنی تعلیم و تصنیف بکر دینی کتابوں کی کتابت کے ذریعے۔

اسے اذ قال الخ۔ یہ دراصل راوی کا شک ہے کہ حضور نے امیراً و عہدہ یا امیر و عہدہ فرمایا یعنی وہ اکیلا ہی ایک امت و جماعت کی حیثیت رکھتا ہوگا جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان میں فرمایا اِنَّ اَبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔ تَانَتْ اَبْرَاهِيْمَ اَكِيْلًا هِيَ اَبْرَاهِيْمَ اُمَّةٌ تَحَا اور خدا کا فرمانبردار مقصود یہ ہے کہ قیامت کے روز یہ شخص بڑا معزز و کرم اور مخلوق کے اندر بڑی شان و شوکت اور جاہ و حرمت کے ساتھ آئیگا۔

۲۔ وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْهُوَ يَنْ لَا يَشْبَعَانِ مَشْهُومٌ فِي الْعِلْمِ لَا يَشْبَعُ مِنْهُ وَمَشْهُومٌ فِي الدُّنْيَا لَا يَشْبَعُ مِنْهَا۔

اور انہی انس بن مالک سے مروی ہے کہ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حریص میر نہیں ہوتے ایک علم کا حریص کہ وہ اس کی تحصیل سے میر نہیں ہوتا۔ دوسرا دنیا کا حریص کہ وہ بھی کتنی ہی دنیا اکٹھی کرے اس سے میر نہیں ہوتا۔ مذکورہ تینوں احادیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امام احمد نے ابوالدرداء کی حدیث

روی ابیہقی الاحادیث الثلاثة فی شعب الایمان

کے متعلق فرمایا کہ لوگوں میں اس حدیث کا متن مشہور ہے تاہم اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

وَقَالَ قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثِ الْجَبَلِ دَرْدَاءَ هَذَا مَتْنٌ مَشْهُورٌ ضَعِيفٌ بَيْنَ النَّاسِ وَلَيْسَ لَهُ اسْنَادٌ صَحِيحٌ

اشعة اللمعات : اے کہ جس قدر زیادہ علم حاصل کرتا ہے اس کی پیاس اور طلب میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

اے ایک حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور احمد بن حنبل نے اس بن مالک رضی اللہ عنہ سے۔

اے جو پہل حدیث کے حفظ کی فضیلت میں روایت کی ہے۔

اے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اربعین کے ابتدا میں فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر متعدد طرق سے مروی ہے اس طرح کہ بعض کو بعض سے قوت حاصل ہوتی ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے خصوصاً جب کہ اکابر ائمہ دین نے اسے قبول کیا اور اس پر عمل کیا ہو۔

۲۴۳ وَعَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ مَهْمَوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزِدَادُ رِضَى الرَّحْمَنِ أَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتِمَادَى فِي التَّطَعُّيَاتِ ثُمَّ قَرَعَ عَبْدُ اللَّهِ كَلَامَاتِ الْإِنْسَانِ لِيَطْفِئَ أَتَّ رَأَاهُ اسْتَفْنَى قَالَ قَالَ الْآخِرُ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔

حضرت عون سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو حریفیں ایسے ہیں جو کبھی سیر نہیں ہوتے ایک صاحب علم دوسرا طالب دنیا مگر دونوں برابر نہیں ہیں کہ صاحب دنیا تو سرکشی میں بڑھتا رہتا ہے پھر حضرت عبد اللہ نے یہ ہدایت پڑھی ان الانسان الخ یعنی بیشک انسان سرکشی کرتا ہے جب وہ اپنے آپ کو بے نیاز محسوس کرتا ہے حضرت عون نے کہا کہ حضرت عبد اللہ نے فرمایا دوسرا (صاحب علم) انما یخشى اللہ الخ (علماء کے سینوں میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے) میں سے ہے۔ اسے داری نے روایت کیا۔

رواہ الدارمی

اشعة اللمعات : اے حضرت عون رضی اللہ عنہ تابعی، زاہد، ثقف، عابد و فقیہ ہیں آپ عبد اللہ بن مسعود ابو موسیٰ، ابو ہریرہ اور ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے زہری اور ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں۔ اے یعنی قدر و مرتبہ میں یہ دونوں برابر نہیں ہیں اے یعنی دولت مند ہونے کی صورت میں صاحب دنیا کے سرکشی میں بڑھنے والے کے مناسب حال یہ بیت پڑھی۔ اے یعنی دوسری جانب علم کی زیادہ حرص کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی دلیل یہ ایتہ کریمہ ہے جو علماء کی فضیلت ان کے خوف و خشیت اور خدا تعالیٰ کے ان سے راضی ہونے کے بارے میں آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت میں سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پاک پڑھیں گے

۲۴۴ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّسًا مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ

فَالَّذِينَ يَقْسُونَ الْقِسْوَاتِ
يَقُولُونَ إِنَّا نَاقِي الْأُمُورِ فَتَنْصِيبُ مِنْ دُنْيَا
هُمْ وَتَعِزُّ لَهُمْ بِدِينِنَا وَلَا يَكُونُ ذَاكَ مَكَالًا
يُجْتَنَى مِنَ الْقِتَادِ إِلَّا التَّوَكُّدُ كَذَا لَكَ لَا يُجْتَنَى
مِنْ قُتُوبِهِمْ إِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهُ
يَعْنِي الْخَطَايَا . رواه ابن ماجه

وہ کہیں گے ہم امراء کے پاس آتے ہیں تاکہ ان کی دنیا سے کچھ حاصل کریں مگر اپنے دین کے بارے میں ہم ان سے الگ رہیں گے۔ مگر ان دونوں باتوں کا اکٹھا ہونا دشوار ہے جس طرح خاردار درخت سے سوائے کانٹوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح دنیا داروں کے قرب سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر یہ محمد بن صباح نے فرمایا یہاں متشبی مخدوف سے ذنوب و خطایا مراد ہیں

اشعة اللمعات سے یعنی تفقہ فی الدین اور امراء و سلاطین کا قرب دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور ان کے قرب سے سوائے نقصان کے کچھ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا ہے قتاد اس درخت کو کہتے ہیں جو خاردار ہو اور پھلدار نہ ہو اسے یعنی امراء و سلاطین سے نہیں حاصل ہوتا مگر نقصان و وبال اور خسارہ جس کے بیان سے زبانیں قاصر ہیں یہ حذف متشبی سے قرینہ مقام کے ذریعے معلوم ہو جاتا ہے لہذا محمد بن صباح تشدید باکے ساتھ، آپ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور احمد کے شیوخ میں سے ہیں ثقتہ اور مامون میں اور سنن کے مصنف ہیں۔ یہ محمد بن صباح فرماتے ہیں کہ حدیث میں متشبی مخدوف سے ذنوب و خطایا مراد ہیں یعنی امراء و سلاطین سے قرب پیدا کرنے والا نہ حاصل کریگا مگر گناہ اور خطایاں اور حذف کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی صحبت و مجلس اختیار کرنے کا نقصان دنیاں اس قدر زیادہ ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

۲۴۵ وَعَنْ بَنِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
نَوَاتِ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا وَوَضَعُوهُ عِبْدَ
أَهْلِهِ لَسَادُ وَابِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلَكِنَّهُمْ بَذَلُوا
لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَا هُمْ مَهَانُوا
عَلَيْهِمْ . سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَتَمًا وَاحِدًا هُمْ
أَخْبَرْتَهُ كَفَاهُ اللَّهُ تَعَالَى هُمْ دُيَاهُ وَمَنْ
تَشَبَّهَ بِهِ الْهُمُومُ أَحْوَالُ الدُّنْيَا تَمُوتُ بِهَا
فِي آيٍ أَوْ دِيَّتَهَا هَلَكَ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا اگر اہل علم، علم کی حفاظت کرتے اور اس کی قدر و منزلت پہنچاتے اور علم کو اس کے اہل و قابل کے سپرد کرتے تو وہ اہل زمانہ کی نگاہوں میں معزز و بزرگ ہو جاتے مگر افسوس اہل علم نے اپنا علم دنیا کے لئے استعمال کیا تاکہ علم کے عوض ان سے دنیا حاصل کریں۔ تو اہل دنیا کے سامنے ذلیل و خوار ہو گئے۔ میں نے تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے جس نے تمام ارادوں کو ایک ارادہ بنایا ارادہ آخرت اور آخرت کے سوا کسی چیز کو مقصود نہ بنایا تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیوی مقصد کے لئے کافی ہو جائیگا اور جو اپنے ارادوں اور مقاصد کو منتشر اور پراگندہ کر دیگا کہ دنیا کی پریشانیوں اور حالات کو دل میں جگہ دیگا تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ ان پریشانیوں کی وادیوں میں سے جس وادی میں بھی ہلاک و تباہ ہو جائے۔

رواہ ابن ماجہ وروی البیہقی
ف شعبة الایمان عن
ابن عمرو عن قوله من جعل
الهموم الى آخره -

اشعة اللمعات: اس حدیث کو ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے لوان اہل العلم تا آخر روایت کیا اور بیہقی نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ حضور کے قول من جبل الہوم سے آخر تک یعنی انہوں نے روایت نہیں کئے۔

۲۴۶ رَعَتْ الْأَعْمَشُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آفَتْهُ الْعِلْمُ الْبَيَانُ وَارْتَاعَتْهُ أَنْ تُحَدِّثَ بِهِ غَيْرَ أَهْلِهِ رواه الدارمی مرسل

حضرت اعمشؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کی آفت اسے بھول جانا ہے اور علم کو برباد اور ضائع کرنا یہ ہے کہ تو اسے نا اہل اور نالائق کو سکھائے۔

دارمی نے اسے مرسل روایت کیا۔

اشعة اللمعات: اعمش یعنی ابو محمد سلیمان اسدی کوئی آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا مگر ان سے حدیث سننے میں اختلاف ہے۔ آپ نے بے شمار تابعین سے احادیث سنیں۔ سفیان ثوری، ابن حنیہ وغیرہم نے ان سے روایت کی ہے۔ علم حدیث وقرأت کے مشہور ائمہ اعلام میں سے ہوئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سو احادیث روایت کی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ جریر جب اعمش کی حدیث ذکر کرتے تو فرماتے ہذا الدیبا ج الخروانی (یہ شاہی ریشم ہے) ستر سال امام اعمش کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آپ پیدا ہوئے ۱۴۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان میں قدرے تشیع پایا جاتا تھا۔ آپ کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ بعض محدثین نے انہیں سید المحدثین کہا ہے۔ یہ دراصل اس امر پر متنبہ ہے کہ وہ اسباب اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہتے۔ جو علم کے بھول جانے کا موجب بنتے ہیں یعنی ارتکاب معاصی، نفس دنیا کے مشاغل اور کمینہ دنیا کیلئے تھکا دینے والی لگ دو۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شر

شکوت الی دکیع سوء حقیقی فَأَوْصَانِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي

فَانِ الْعِلْمُ فَضْلٌ مِنَ الْمَالِ وَفَضْلُ اللَّهِ لَا يُعْطَى بِعَاصِي

(۱) میں نے حضرت دکیع سے اپنے کمزور حلقے کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہ ترک کر دینے کی وصیت کی۔

(۲) کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل عاصی اور گناہ گار کو عطا نہیں کیا جاتا۔

۲۴۷ رَعَى سَفْيَانُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكُعْبٍ مِّنْ أَرْبَابِ الْعِلْمِ قَالَ كُعْبُ الذِّيتِ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ. قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمُ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ رواه الدارمی

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ بیشک حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے پوچھا ارباب علم کون لوگ ہوتے ہیں؟ حضرت کعب نے کہا وہ لوگ جو علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو علماء کے قلوب سے علم کو کس چیز نے نکالا ہے فرمایا طمع اور دلچسپی۔

اشعة اللمعات: اعمش یعنی علم کے مالک اور جن میں علم راسخ ہو چکا ہو اور جو اس بات کے مستحق ہو چکے ہوں کہ انہیں

ارباب علم کہا جاسکتے کون ہیں؟ رب چیز کے مالک و مستحق کو کہتے ہیں۔

تہ یعنی کس چیز نے علم کا نور، اس کی بیبت و برکت علماء کے دلوں سے نکال باہر کیا ہے۔

تہ حضرت کعب احبار نے فرمایا علماء کے دلوں سے علم کو نکلنے والی چیز مال و جاہ کا طمع و لالچ اور دنیا کا مال و متاع ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ الطمع یصیر الاسد ذاباً طمع شیر کو کھلی بنا دیتا ہے اور طمع کی موجودگی میں کلمہ حق کہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثنوی

طمع بند و دفتر حکمت بشوئے طمع بگسل و ہر چہ سے دانی بگوئی

طمع را سہ حرف است و ہر سہ ہی ازاں نیست مرطعماں را بہی

(۱) لالچ ختم کر اور حکمت دو دانائی کا دفتر دھو ڈال۔ طمع توڑ دے اور جو کچھ تو جانتا ہے کہہ۔

(۲) طمع کے تین حرف ہیں اور تینوں ہی خالی ہیں۔ اس وجہ سے لالچی لوگ خیر و برکت سے محروم رہتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالعباس مرسی قدس سرہ سے منقول ہے جب میں اپنے کام کے ابتدائی مراحل میں اسکندریہ پہنچا تو ایک شخص سے جس سے میری جان پہچان تھی میں نے نصف درہم سے ایک چیز خریدی چونکہ نصف درہم ایک معمولی چیز تھی اس لئے میرے دل میں آیا شاید نصف درہم مجھ سے وصول نہ کرے۔ غیبی آواز آئی اسلامتہ فی الدین بترک الطمع فی المخلوقات یعنی دین کی سلامتی مخلوق سے طمع و لالچ ترک کر دیتے ہیں ہے۔

۲۲۸۔ وَعَنْ الْأَحْوَصِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الشَّرِّ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي عَنِ الشَّرِّ وَسُئِلُونِي عَنِ الْخَيْرِ يَقُولُ لَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ إِلَّا أَنْ شَرُّ الشُّرِّ شَرُّ أَعْلَمَاءِ وَارِثُ خَيْرِ الْخَيْرِ حَيَارُ الْعُلَمَاءِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

حضرت احوص بن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو بلکہ خیر کے متعلق پوچھو۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو سب بُروں سے بُرے علماء ہیں اور سب نیکوں سے نیک علماء ہیں۔

اشعۃ اللمعات لے احوص بن حکیم رضی اللہ عنہ تابعی میں حضرت انس اور عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور حضرت انس سے ان کی روایت ضعیف ہے۔ امام احمد نے فرمایا ہے کہ احوص کوئی بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ ابن معین نے فرمایا احوص کچھ نہیں۔ ابن عدی نے کہا احوص کی حدیث لکھنے کے قابل ہے۔ ان کا باپ حکیم بن عیمر رضی اللہ عنہ صحابی ہے۔

تہ شر معنی برائی یا بُرے لوگ یا سب سے بدترین لوگ کون ہیں۔ یہ معنی جواب کے بہت موافق ہے مزارع میں ہے کہ شر معنی بدی اور بد اور بدتر آتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں فلاں شر الناس فلاں شخص سب سے بدترین ہے اشر الناس نہیں کہتے مگر یہ لغت کمزور ہے اور لفظ شر معنی تین معنوں میں آتا ہے نیک، نیک اور بہت ہی نیک۔ یہاں سیاق حدیث کے مطابق آحسدی معنی مناسب ہے۔

سطح اور اس وقت برے لوگوں کا ذکر اور برائی سے مخصوص گروہ کا نشان ظاہر کرنا خاطر اقدس کو پسند نہ آیا اور اس گروہ سے اظہار نفرت و کراہت کے بعد جب نیک لوگوں کا ذکر کیا تو اس نفرت و کراہت کی تلافی کے لئے برے لوگوں

کا ذکر بھی کر دیا

تکے کیونکہ علماء متبوع و پیشوا ہوتے ہیں اور لوگ ان کے تابع و پیروکار۔ لہذا علماء کی بدی اور نیکی دوسروں کی نسبت لوگوں میں زیادہ پھیلتی اور سرایت کرتی ہے۔

۲۴۹. وَعَنْ أَبِي الدُّدَايِ قَالَ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنُورَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ

رواہ الدارمی

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے بدترین لوگوں میں سے وہ عالم ہے جو اپنے علم سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا ہے

اشعة اللمعات ۱۷ اور اس پر عمل نہیں کرتا اور بعض نسخوں میں لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ مجہول کی تصحیح آئی ہے یعنی وہ عالم جس کے علم سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ اور وہ یوں کہ وہ عالم تعلیم دینا نہیں کرنا، تصنیف و تالیف کرنا ترک کر دے یا امر معروف اور نہی منکر کرنا چھوڑ دے۔ اور اس مطلب کی مؤید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو اس فصل کے آخر میں آئیگی کہ اس میں یکہ صیغہ مجہول کا کل میں مذکور ہے۔

۲۵۰. وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي عَمْرٍو قَالَ لِي عُمَرُو هَلْ تَعْرِفُ مَا لِي بِدِينِ الْإِسْلَامِ قَالَ لَا قَالَ يَهْدِيهِ زَلَّةٌ أَلْعَالَمِ وَحَبْدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمِ الْأَمَةِ الْمُضْتَلِّينَ.

حضرت زید سے روایت ہے انہوں نے کہا مجھ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے پتہ ہے کہ اسلام کو کونسی چیز گراتی ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا عالم دین کی لغزش ہے کتاب اللہ کے ساتھ منافق کا جھگڑا، گمراہ کرنے والے امرار اور حکام کے اپنی خواہشات کے مطابق احکام اور فیصلے

اشعة اللمعات ۱۸ یعنی زیاد بن عمر آپ قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتے ہیں کوفہ میں سکونت تھی اور تابعین میں سے ہیں آپ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے حدیث سنی اور آپ سے شیعی وغیرہ نے لے لی یعنی کونسی چیز اسلامی بنیادوں کو توڑتی ہے اس سے ویران کرتی ہے۔ ہدم کا معنی پشت توڑنے کا بھی آتا ہے یہ معنی بھی یہاں مناسب ہے۔ لے عالم کا لغزش کھانا اور گناہوں کا مرتکب ہونا۔ لے کتاب اللہ کے اندر سے منافق کا جدال و نزاع دین اسلام میں فساد برپا کرنے کی غرض سے ہوتا ہے اور منافقین کے جدال میں ہی شامل ہے، اہل بدعت اور بدعتیہ لوگوں کا جدال و نزاع جو باطل شبہات اور غلط تاویلات کی صورت میں ہوتا ہے یہ لوگ بھی دین میں شک ڈالتے اور شک میں مبتلا کرتے ہیں لے جو وہ ہوئی اور خواہش نفس کے مطابق جادی کرتے اور لوگوں کو جبر و اکراہ کے ساتھ قبول کرنے اور اطاعت اختیار کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۲۵۱. وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَلْعِلْمُ عِلْمَانِي فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَاكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ

رواہ الدارمی

حضرت حسن بصری سے روایت ہے آپ نے فرمایا علم دو ہیں ایک دل میں علم ہے یہ نفع مند علم ہے دوسرا وہ علم جو زبان پر ہوتا ہے یہ اللہ عزوجل کی طرف سے آدم کے بیٹے پر حجت ہے۔

اشعۃ اللمعات سے ماثورہ دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے اسی علم کے حصول کے لئے دعائیں مانگی گئی ہیں۔
 ۱۔ یعنی دوسرا وہ علم جو صرف نوک زبان پر ہوتا ہے دل میں اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ دل کو روشن و منور کرتا ہے۔
 بیت علم چوں بر دل زند یار سے شور علم چوں بر تن زند مار سے شور
 دل کو متاثر کرنے والا علم بندے کا یار و معاون ہوتا ہے اور تن بدن کے لئے استعمال ہونے والا علم سانپ کی طرح نقصان پہنچاتا ہے۔

۲۔ کہ اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ازام دیگا اور ان سے فرمائے گا میں نے تمہیں علم عطا کیا تم نے اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے جاہل پر ایک بار افسوس اور عالم پر ستر بار جو دیدہ و دانستہ گمراہ ہوتا اور ذلت و خواری کے کنوئیں میں گرتا ہے۔

شیخ عقیق عارف باللہ حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ الا سکندری کتاب حکم میں فرماتے ہیں۔
 العلم النافع هو الذي يبسط في الصدور شعاعاً ويكشف عن قلب قناعه۔
 نفع پہنچانے والا علم وہ ہوتا ہے جس کی نورانی شعاعیں سینے میں پھیلتی ہیں اور جو دل سے جہل و غفلت کے پردے اٹھا دیتا ہے۔

شعاع سے اس کے پھیلنے والے انوار اور حال و باطن کو متاثر کرنے والے آثار مراد ہیں جو زمین پر پڑنے والی اور پھیلنے والی سورج کی شعاعوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یہ علم نافع اور حقائق اشیاء کے فہم و ادراک کے رستے میں رکاوٹ بننے والے قلبی مجاہدات کو اٹھا دیتا ہے۔

شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم نافع وہ علم ہے جو سینے میں ثابت و مستحکم ہو جاتا ہے اور اس کا ملک اس میں پورے رسوخ کے ساتھ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نور جب چمکتا ہے تو اس کی صورت دل پر نقش بنالیتی ہے اور اس کی روشنی میں ہر نیک بد میں صاف فرق و امتیاز محسوس ہونے لگتا ہے اس روشنی اور نور کا سایہ سینے میں پڑتا ہے جس کی بدولت انسان اچھی باتوں پر عمل پیرا ہوتا اور بری باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ یہی علم دراصل نور قلب ہے جس سے ہدایت کی علامات سینے میں ابھرتی ہیں اور وہ علم جسے تو سیکھتا اور کسب سے حاصل کرتا ہے محض زبانی علم ہے جس پر شہوت کی تار کی نے غلبہ پا کر اس کی نورانیت کو تباہ کر دیا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے علم نافع وہ علم ہے جو دل کی صفائی اور رقت کا ذریعہ بنتا ہے جس کے طفیل بندے کو دنیا میں زہد و تقویٰ، آخرت میں جنت کا قرب اور دوزخ سے نجات اور دوری نصیب ہوتی ہے دل میں خوف اور رجاء پیدا ہوتا ہے، نفس کی آفات و محیوب کی شناخت اور ان آفات سے بچنے اور پاک ہونے کا راستہ نظر آتا ہے۔ یہ وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہتا ہے ڈالتا ہے۔ معقول و منقول کا زبانی علم، علم نافع نہیں ہے مختصر یہ کہ علم نافع دو قسم ہے۔ ایک علم معاملہ جو اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کا باعث بنتا اور دل کے ساتھ رہتا ہے دوسرا علم مکاشفہ ہے جو اعمال صالحہ کا اثر و نتیجہ ہوتا ہے۔ پہلے علم کو علم درست اور دوسرے کو علم دراشت کہتے ہیں۔

۲۵۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَائِينَ هَامَاتًا أَحَدُهُمَا فَبَيَّنْتُ فِيكُمْ وَأَمَّا الْآخَرُ فَلَوْ بَيَّنَّتُهُ قُلِعَ هَذَا السُّلْعُومُ يَعْنِي تَجْوَى الطَّعَامِ
رواه البخاری

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کئے ان میں سے علم کا ایک برتن میں نے تم میں بکھیر دیا ہے مگر دوسرا برتن اگر تمہارے سامنے بکھیروں اور ظاہر کروں تو میرے گلے کی گزر گاہ طعام کاٹ دی جائے۔

اشعة المعات ۱۷ یعنی علم کے دو برتن اور بعض روایات میں من العلم کا لفظ صریحاً مذکور ہے علم کے برتن سے وہ محل وجہ مراد ہے جس میں علم جمع کیا جائے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی دو اقسام کو دو برتنوں سے تشبیہ دی۔ اس لحاظ سے کہ دونوں علم کی ایک ایک قسم پر مشتمل ہیں اور جو علم ایک میں ہے دوسرے میں نہیں ہے اسے بلعوم صمدہ با کے ساتھ بمعنی گلے کی گزر گاہ طعام جیسا کہ انہوں نے اپنے قول کی خود تفسیر کی یعنی تجزئ الطعام علماء کرام نے کہا ہے کہ اول اخلاق و احکام کا علم مراد ہے اور خواص و عوام میں مشترک ہے اور دوسرے سے علم اسرار مراد ہے جو اختیار سے محفوظ و معصوم ہے کیونکہ وہ اپنی باریکی در پر کشیدگی اور فہم عوام کے اس تک رسائی نہ ہونے کے باعث اہل عرفان علماء باللہ کے ساتھ خاص ہے۔

بعض شارحین حدیث نے کہا ہے اس سے بنی امیہ کی طرف سے دین میں فتنہ و فساد برپا ہونے کی خبریں مراد ہیں جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خبر دی تھی کہ امت کی بربادی قریش کے بعض بچوں کے ہاتھ سے ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہوں تو ہر ایک کا نام لے کر بتا سکتا ہوں یا اس سے وہ احادیث مراد ہیں جن میں ظالم حکام کے نام، ان کے حالات اور ان کی مذمت مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بعض کے حالات رمز و کنایہ سے بیان کئے مگر صریحاً بیان کرنے سے اس بنا پر ڈر گئے کہ ظالم امراء و حکام انہیں قتل ہی نہ کر دیں چنانچہ آپ نے اشارۃ فرمایا اعوذ باللہ من امارۃ سستین و امارۃ العبیان یعنی میں ساتھویں صدی ہجری کی بادشاہی اور یونڈوں کی حکومت سے خدا سے پناہ لیتا ہوں۔ اس سے آپ نے یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت و حکومت مراد لی ہے جو ساتھویں سن ہجری کے اختتام پر قائم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول فرمائی چنانچہ آپ یزید کی حکومت قائم ہونے سے پہلے اس دار فانی سے رحلت کر گئے واللہ اعلم۔

پوشیدہ ذہب ہے کہ اگر اس قائل (بعض شارحین) کی مراد علم باطن اور حقائق و اسرار کے وجود کی نفی ہے جس تک عوام کی سمجھ نہیں پہنچ سکتی اور جس کا افشاء مصلحت وقت کے خلاف ہوتا ہے اور بعض مخاطب اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ اس کے باوجود اس قسم کے علوم دائرہ علم و دین میں ضرور داخل ہیں، تو یہ نفی مکابرہ اور ضد ہے کیونکہ علم باطن اور حقائق و معارف کے وجود کی طرف اشارہ کلام نبوت اور ارباب ولایت کے ہاں کثرت سے موجود ہے۔ اور کلموا الناس علی قدر عقولہم (لوگوں کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرو) میں بھی اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ ہر ظاہر کے لئے باطن اور ہر شریعت کے لئے حقیقت ہوتی ہے تاہم اس کے بیان کرنے میں دشواری اور مشکل ہوتی ہے کہ جب وہ

باطن و حقیقت عوام کی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے تو وہ اس کے قائل کو متہم کرتے اور ایسی چیز کی ان کی طرف نسبت کرتے ہیں جسے خواہل باطن ایک بری اور مذموم چیز جانتے ہیں اور یہ اہل باطن بظاہر اس انکار و مذمت میں معذور بھی ہیں۔ عرض باطنی اسرار و رموز کے اظہار و افشاء سے مانعت کی اصل وجہ یہ ہے (یعنی عوام کا انہیں نہ سمجھ سکتا) مانعت کی وجہ یہ نہیں کہ باطنی علوم اور حقائق و معارف دین و شریعت کے خلاف ہیں۔

اور اگر یہ قائل یہ کہتا ہے کہ علم حقائق و اسرار فی نفسہ ثابت و واقع تو ضرور ہے مگر حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حقائق و اسرار کا علم مراد نہیں بلکہ دوسری طرف اشارہ ہے جس کا ذکر کیا گیا کیونکہ قرآن سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے نیز دوسرے علمائے صحابہ کرام کی موجودگی کے باوجود حضرت ابو ہریرہ کی تخصیص اور صحابہ کا حضرت ابو ہریرہ کی مخصوص معلومات کو نہ سمجھنا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو قتل کئے جانے کے حکم کا اندیشہ یہ قرآن قائل کی توجیہ سے قدرے بعید ہیں بائیں ہمہ قائل کا یہ موقف مکابر سے الگ بات ہے جس سے باطنی علوم و معارف کا انکار لازم نہیں آتا واللہ اعلم۔

۲۵۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عِلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ وَمَنْ
لَا يَعْلَمُهُ فَلْيَقُلْ إِنَّهُ أَعْلَمُ كُنَاتٍ مِنَ الْعِلْمِ
أَنْتَ تَقُولُ بِمَا لَا تَعْلَمُ إِنَّهُ أَعْلَمُ قَالَ اللَّهُ
تَعَالَى لِبَنِيهِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا لوگو جو شخص علم کی کوئی بات جانتا ہو تو وہ اسے بیان کرے اور جو نہ جانتا ہو تو وہ یوں کہے "اللہ بہتر جانتا ہے۔" کیوں کہ یہ بات بھی علم کا حصہ ہے کہ جو چیز تو نہیں جانتا اس کے متعلق کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس قسم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

متفق علیہ

اشعة اللمعات اے کیونکہ معلوم کو مجہول سے الگ کرنا اور یہ سمجھنا کہ میں یہ بات نہیں جانتا یہ بھی علم کا ہی ایک حصہ ہے۔ اور یہی اس مشہور مقولے کا معنی ہے کہ لَا أَذَرِيْ نَصْفًا لِّعِلْمٍ يَعْنِيْ فِيْهِ لَا جَانَا "نصف ہے۔" اے یعنی جو اپنے ذمے ایسی چیز لے لیتے ہیں جس کے وہ اہل نہیں ہوتے یعنی مجھے جو کچھ سکھایا جاتا ہے اور جس چیز کی تبلیغ و اشاعت کا مجھے حکم دیا جاتا ہے میں وہی کہتا اور لوگوں کو بتاتا ہوں۔ میں کسی چیز کا اپنی طرف سے دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ذرہ تکلف سے اپنے سر کوئی چیز نہیں لیتا۔

ایسے مشکل امور میں بحث و تفتیش کرنا جن تک فہم کی رسائی نہ ہو اور ان کے جاننے کا دعویٰ کرنا اور ان تک فہم کی رسائی کے لئے سعی و کوشش کرنا تکلف میں داخل ہے۔

منقول ہے کہ یہنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے آیت وَفَاكُمْتَهُ وَآبَاءٌ فِيْ لَفْظِ آبَاءٍ کا معنی دریافت کیا گیا آپ نے اس میں غور و فکر کیا جب آپ کے ذہن میں اس لفظ کا مخصوص معنی نہ آیا تو آپ نے فرمایا هَلْ هَذَا إِلَّا تَكْلُفٌ یہ تو محض تکلف ہے یعنی یہ تو معلوم ہے کہ آبا پھلوں اور کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ہے اگر مخصوص معنی معلوم نہ بھی ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہیں اور اس کا خصوصی معنی جاننے کے لئے فہم و فکر کو کاوش و وقت میں مبتلا کرنا تکلف محض

اور لایینی چیز ہے۔

۲۵۴ وَعَنْ بَنِي سَيُوفٍ قَالَ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ
دِينٌ خَالِفٌ لِمَا خَلَدُوتَ وَيُنْكِرُ

رواہ مسلم

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے فرمایا یہ علم کتاب و سنت اور دین ہے تو اس بات کو
نگاہ میں رکھو کہ تم اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔اشعة اللمعات لے آپ کا نام محمد ہے کبار تابعین سے ہیں آپ کے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکاتب
تھے علم تعبیر و رؤیا میں خصوصی مہارت رکھتے تھے اس باب میں ان سے عجیب و غریب باتیں منقول ہیں۔
لے یعنی دین کا وجود و قیام اس سے ہے۔لے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ رادی کے حالات کی چھان بین میں پورے اہتمام و احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ وہ
دلق، دیانت، حفظ، دمع اور اتباع سنت میں کیا مقام رکھتا ہے۔ مختصر یہ کہ بلا تحقیق ہر آدمی سے روایت کرنا ٹھیک نہیں۔
خصوصاً عرض پرستوں اور اہل ہویٰ اور بدعت سے جو دیانت سے ہی دامن ہوتے ہیں اور اپنے مذہب کو رواج دینے کے لئے
من گھڑت باتیں بنائے اور افتراء سے ذرا دریغ نہیں کرتے۔۲۵۵ وَعَنْ حَدِيقَةَ قَالَ يَا مَعْشَرَ
الْمُتَوَابِرِ اسْتَقِيمُوا فَقَدْ سَبَقْتُمْ سَبَقًا
بَعِيدًا وَارِثًا أَخَذْتُمْ يَمِينًا وَشِمَالًا
لَقَدْ ضَلَلْتُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

رواہ البخاری

حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا
اے صرف نوک زبان سے قرآن پڑھنے والو۔ راہ راست پر
چلو۔ بیشک تمہیں بڑا سابق اور اسلام کا ابتدائی زمانہ نصیب
ہوا ہے اور اگر تم لوگ دائیں ہو گے اور راہ راست کو چھوڑ
دو گے تو سخت گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔اشعة اللمعات لے حضرت حدیقہ شاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے والد کا نام میان ہے آپ کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز دان کہتے ہیں۔ آپ کو منافقین کا علم تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت
تک ہونے والے تمام واقعات اور فتنے بیان کر دیئے تھے۔لے یعنی اسے قرآن پڑھنے والے گروہ جو قرآن کو نوک زبان پر رکھتے ہو یا قراء کے لفظ سے بے عمل علماء مراد ہیں۔
مضبب یہ ہے کہ نیک اعمال پر ثابت قدمی دکھاؤ۔ راہ راست پر قائم رہو۔ صراط مستقیم پر چلو۔لے یعنی تمہیں بہت ساری سبقت و فضیلت حاصل ہے۔ بقیتم صیغہ جمع مخاطب ماضی معلوم۔ آپ نے ان لوگوں
کو مخاطب کیا جنہیں ادائل اسلام اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ نصیب ہوا کہ جب یہ حضرات کتاب و سنت
کو مضبوطی سے تھامیں گے تو ہر چیز میں سبقت لے جائیں گے اور سب کچھ پالیں گے اور جو لوگ ان کے بعد آئیں گے وہ اگرچہ ان
جیسے ہی عمل کریں، اس درجہ کو نہیں پاسکتے جو ان کا نصیب ہوا کیونکہ ان حضرات نے پہلے اسلام قبول کیا یہ لفظ ماضی مجہول
بقیتم بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی دوسرے لوگ جو استقامت کی صفت میں موصوف ہیں اور طریق مستقیم پر چلے ہیں تم سے
سبقت لے گئے اور انہیں تم پر پیش رفت حاصل ہوگئی

۲۵۶. وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
تَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنْ حُبِّ الْحُزْنِ فَكَالُوا
يَا رَسُولُ اللَّهِ وَمَا حُبُّ الْحُزْنِ قَالَ وَادٍ
فِي جَهَنَّمَ يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ
أَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ قَبِيلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَمَنْ يَدْخُلْهَا قَالَ الْقَتْلُ الْمُرَاوَنَ
بِأَعْمَالِهِمْ۔

رواہ الترمذی وکذا ابن ماجہ
وزاد فیہ وَاتَّ مِنْ أَبْغَضِ الْقَتْلِ
إِلَى اللَّهِ الَّذِينَ يَزُودُونَ
الْأُمْرَاءَ قَالَ الْمُحَارِبِيُّ لَعْنَى الْجَوُودِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو جب حزن سے اللہ کے پاس پناہ لو۔
صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جب حزن کیا ہے۔ فرمایا جہنم میں
ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے
دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس میں کون لوگ جائیں گے فرمایا
قرآن پڑھنے والے اپنے اعمال میں شریک کرنے والے۔ اسے ترمذی
نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اور ابن ماجہ نے اس حدیث
میں یہ لفظ زیادہ بیان کئے۔ وَاتَّ مِنْ إِلَى أَخُوهِ
یعنی بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین قاری وہ ہیں جو حکام
وامراء کی زیارت اور ان سے ملاقات و مجلس کے خواہشمند
ہوتے ہیں۔ امام محارب نے کہا حکام سے ظالم اور بد کردار حکام
وامراء مراد ہیں۔

اشعة اللمعات اے جب الحزن غم کانواں جب بغض جمیم و تشدید با وہ کنواں جو اوپر سے بند ہو۔ اس حدیث میں جب
حزن کا لفظ وادی کے لئے اس بنا پر استعمال ہوا ہے کہ وہ بھی کنوئیں کی طرح بہت گہری ہوگی۔
اے یعنی وہ وادی اس قدر قبیح اور وحشت ناک ہے کہ خود دوزخ بھی اس سے پناہ مانگتی ہے چہ جائے اس میں گرنے
والے دوزخی دوزخ کے پناہ لینے میں اس جانب اشارہ مطلوب ہے کہ اس میں شدید ترین عذاب اور تکلیف ہوگی۔ یا
دوزخ کا حقیقہ پناہ مانگنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ دوزخ کو زبان عطا کرے جس کے ساتھ وہ پناہ مانگے۔ جیسا کہ
ظاہر آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔
اے قراء کا لفظ علماء اور عبادت گزاروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ علم قرآن سے حاصل ہوتا ہے اور
عبادت، علم کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

اے حکام کو امر معروف اور نہی منکر کے لئے نہیں۔ جبر و اکراہ کی بنا پر نہیں اور نہ ان کے شرکی ایذا سے بچنے کیلئے۔
بلکہ محض دنیا کے طمع و لالچ کی خاطر ان سے ملتے ہیں۔

اے امام محارب حدیث کے راویوں میں سے ہیں ان کا نام عبدالرحمن بن محمد ہے۔ ائمہ اور یحییٰ بن سعید سے
روایت کرتے ہیں ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ یعنی جوہرہ سے مراد ظالم اور خلاف شرع چلنے والے امراء و حکام ہیں۔
اعاذنا اللہ (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

۲۵۷. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک زمانہ

النَّاسِ زَمَاتٌ لَا يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ
إِلَّا اسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ
إِلَّا رِسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِيَةٌ وَهِيَ
خَوَابٌ مِنَ الْهُدَى عُلَاوَهُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ أَدْنَى
السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيهِمْ
تَعَوُّدٌ. رواه البيهقي في شعب الإيمان

اشعة اللمعات لے علم و عمل کا نشان تک باقی نہ ہوگا۔

آئینا کہ نہ باقی رہے گا۔ دین اسلام مگر اس کا نام اور نہ باقی
رہے گا قرآن سے مگر اس کا خوبصورتی سے پڑھنا۔ ان کی مسجدیں
آباد نظر آئیں گی مگر حقیقت میں ہدایت، علم اور عبادت
کے اعتبار سے ویران و بے آباد ہوں گی۔ ان کے علماء و اور
دانش مند آسمان کے نیچے بدترین لوگ ہوں گے انہی کے
اندر سے شر و فتنہ اٹھنے گا اور انہی میں لوٹ جائیگا۔

لے رسم سے اس کا تجوید حروف اور الفاظ کی عمدگی سے پڑھنا مراد ہے بغیر اس کے اس کے معانی میں تفکر و تدبر
کیا جائے اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

مے کہ لوگوں کا ان میں ہجوم تو نظر آئیگا مگر ان میں عبادت، ذکر حق اور علم کے درس و تدریس کا ذوق نہ ہوگا جیسا کہ
فرمایا وہی خراب من الہدیٰ کہ درحقیقت وہ بنا بر علم ہدایت اور عبادت کے لحاظ سے ویران و بے آباد ہوں گی۔
لے ادیم معنی روئے زمین اور اس کی ظاہری سطح۔

مے کہ وہ ظالم و بدکردار لوگوں کے معاون و مددگار اور ان سے ہم نوا رہیں اور ہم پیالہ ہوں گے۔

لے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ظالموں کو ان پر مسلط کر دیگا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص مخلوق خدا کو ستا رہے تاکہ کسی انسان کے
دل کو خوش کرے تو اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس پر مسلط کرتا ہے تاکہ اس کا سانس کھینچ لے اور اس کی جان نکال لے۔

۲۵۸ وَعَنْ زِيَادٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَالَ ذَالِكَ عِنْدَ أَهْلِ
بَيْتِهِ الْعِلْمُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ
كَيْفَ يَذْهَبُ الْعِلْمُ وَخُذْ وَنَفْسُ
الْقُرْآنِ وَنَفْسُهُ ابْنَاءُ نَا وَيُقْرَأُ
أَبْنَاءُ نَا ابْنَاءُ نَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
فَقَالَ تَكَلَّمَكَ أَمَكَ زِيَادُ إِنَّ كُنْتَ لَا دَاكِلَ
مِنْ أَفْقِهِ رَجُلٌ بِالْمَدِينَةِ أَوْلَى
هَذِهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى يَقْرَأُونَ
التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ لَا يَعْمَلُونَ بِشَيْءٍ مِمَّا
فِيهَا. رواه أحمد وابن ماجه
وروى الترمذی عنه بخوة و هكذا

حضرت زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک چیز کا ذکر فرمایا اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب
جہان سے علم ختم ہو چکا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
علم کیسے ختم ہوگا۔ حالانکہ ہم لوگ قرآن پاک پڑھتے اور اپنی
اولاد کو پڑھاتے ہیں اور ہماری اولاد آگے اپنی اولاد کو پڑھاتے
گی یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ نے فرمایا
اسے زیاد تیری ماں تجھے روئے میں تو تجھے مدینے کا بہت
دانا اور بہت سمجھدار انسان سمجھتا تھا کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ
یہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل پڑھتے ہیں مگر جو تعلیمات
ان میں ہیں اس پر ان کا کچھ عمل نہیں۔ اسے احمد و ابن
ماجہ نے زیاد سے روایت کیا اس طرح ترمذی نے بھی
زیاد بن لبنیہ سے روایت کی یوں ہی داری نے بھی اسے

السداری عن أبي امامة

روایت کیا مگر زیاد سے نہیں بلکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے۔

اشعة اللمعات سے زیاد بن بید رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ ہجرت سے پہلے ہی مدینہ سے مکہ آگئے اور ہجرت تک مکہ میں ہی رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرموت کا حاکم و عامل مقرر کیا۔ ان سے حضرت عوف بن مالک اور ابوالدرداء روایت کرتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی ایام میں وفات پائی تھے یعنی ابتلا و فتنہ کی باتوں کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے احکام کا علم حاصل کرتے ہیں تھے اور انہیں احکام و تعلیمات قرآنی سے روشناس کرتے کرتے ہیں۔ شے تعجب ہے کہ تو میرے کلام کا مطلب نہ سمجھا اور تو نے یہ گمان کر لیا کہ قرآن اور علم صرف عبارت اور اس کا معنی جان لینے کا نام ہے کہ جس نے قرآن پڑھ لیا اور معنی سمجھ لیا تو اس نے اس پر عمل بھی کر لیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اے یعنی ترمذی نے جو روایت کی ہے وہ اس حدیث سے معنی اور الفاظ میں مختلف ہے۔

۲۵۹ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ تَعَلَّمُوا أَنْفَرُ لَيْسَتْ وَعَلِّمُوا النَّاسَ وَتَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَعَلِّمُوا النَّاسَ فَإِنِّي أَمْرٌ مُتَبَوِّضٌ وَالْعِلْمُ سَيُنْقَبِضُ وَيُظْهَرُ الْفِتْنُ حَتَّى يَخْتَلِفَ أَشْيَانٌ فِي فَرِيقَةٍ لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگو علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن احکام یا علم فراغیٰ (میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ قرآن پاک سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کہ موت مجھے تم سے ہے جائیگی اور جلد ہی علم بھی تم سے اٹھایا جائیگا اور فتنے ظاہر ہوں گے۔ یہاں تک دو آدمی ایک مزدوری سننے میں اختلاف کریں گے۔ انہیں صاحب علم میرے آئینے گا جو ان میں سے فیصلہ کرے۔

رواہ الدارمی والدارقطنی

اشعة اللمعات سے یعنی کار دین کی تکمیل اور تبلیغ احکام کے بعد میری روح قبض کر لی جائے گی۔ اے بعض فتنہ پی سینگے نقصان مصدر سے آیا ہے یعنی علم کم ہو جائیگا تھے یعنی علم کے اٹھ جانے یا کم ہو جانے کے باعث طرح طرح کے فتنے اور خرابیاں رونما ہوں گی تھے جب مزدوری احکام بتانے والا میرے آئینے گا امن اور نواہل کی وضاحت کرنے والا کہاں سے میرا آئینا ہے اور حق کو باطل سے جدا کرے۔

۲۶۰ وَعَنْ ابْنِ مَرْزُوقَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ عِلْمٍ لَا يُنْتَفَعُ كَمَثَلِ كَنْزٍ لَا يُنْفَقُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس علم کی مثال جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس خزانے کی سی ہے جس سے اللہ کے راستے میں خرچ نہ کیا جاتے ہے

رواہ احمد والدارمی

اشعة اللمعات سے اس حدیث پر کتاب العلم تمام ہوئی واللہ اعلم اس کے مقل بعد کتاب الطہارت کا ذکر ہوتا ہے۔

کتاب الطہارۃ

طہارت نعت میں نفاخت و پاکیزگی کے معنی میں آتا ہے۔ طہارت، نجاست کی ضد ہے۔ طہور بضم طاء مصدر ہے اور فتح طار کے ساتھ بھی مصدر کے معنی میں آتا ہے اور جس چیز کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے جیسے پانی اور خاک کے معنی میں بھی آتا ہے اور پاک کرنے والی چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مگر اس توجہ میں تھا اور پوشیدگی ہے۔ (غیر واضح ہے) عربی شرح میں ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

اور فقہائے کرام کی اصطلاح میں طہارت، نجاست مکی جسے حدیث کہتے ہیں اور نجاست حقیقی جسے جنس کہتے ہیں، سے پاک ہونے سے عبارت ہے اور وضو بضم واو بمعنی مصدر ہے اور بفتح داو وضو کپانی جس سے وضو کیا جاتا ہے مشہور تو یہ ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ بفتح واو بھی بمعنی مصدر آتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

۲۶۱ الفصل الاول - عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الطَّهْوُ شَطْرُ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ
الْبَيْتَانَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَمْلَأُ
ابْنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْفَلَاحُ نُورٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَ
التَّوْبَةُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ عَلَيْكَ كَلٌّ

الَّذِينَ يَفْعُوْنَ أَفْبَانُ نَفْسُهُ تَجِبَتْهَا أَوْ مَوْبِقُهَا
دَعَاءُ مُسْلِمٍ فِي رِعَايَةِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَكْبَرُ تَلَاوَعِ
مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَمْ أَجِدْ هَذَا فِي الرِّوَايَةِ
فِي الْمَصْنُوعِينَ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِ

وَلَا فِي الْجَامِعِ وَلَكِنْ ذَكَرَهَا الدَّارِمِيُّ
بِدَلِّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

فصل اول - حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

طہارت نصف ایمان ہے اور کلمہ الحمد للہ کا ثواب میزان

(ترازد) کو بھر دیگا اور کلمہ سبحان اللہ الحمد للہ کا ثواب آسمانوں

اور زمین کے درمیان واقع فاصلہ اور فلا کو بھر دیتا ہے۔ اور

غنا نور و روشنی ہے اور صدقہ برہان و دلیل ہے اور صبر کی

تیرے یہ بات پر سب لوگ طبع کرتے اور اپنی ذات کو بچتے ہیں۔

پھر کچھ تو اسے آزاد کرا لیتے ہیں اور کچھ ہلاکت اور تباہی کے

گزے میں پھینک دیتے ہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور مسلم

سے ایک روایت یوں ہے کہ ولا الہ الا افری آسمان و زمین

کے درمیانی فاصلے کو بھر دیتے ہیں (مولف مشکوٰۃ کہتے ہیں)

میں نے یہ روایت بخاری و مسلم میں نہیں پائی اور نہ ہی حمیدی

کی کتاب میں اور نہ ہی جامع میں لیکن اس روایت کو

دارمی نے ذکر کیا ہے۔ سبحان اللہ والحمد للہ کے الفاظ کے بجائے
واللہ اکبر الی آخرہ کے الفاظ سے۔

اشعۃ اللمعات سے مشہور صحابی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

لے طہارت نصف ایمان ہے اس جملے میں بطور مبالغہ اجر طہارت کے عظیم ہونے کا بیان ہے کہ طہارت اتنی عظیم المرتبہ عبادت اور نیکی ہے کہ اس کا ثواب نصف ایمان کے برابر ہے یا اس مناسبت سے نصف ایمان کہا گیا ہے کہ جس طرح ایمان گزشتہ تمام گناہوں کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح وضو بھی گناہوں کو چھپاتا ہے۔ البتہ ایمان تو صغیرہ و کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں کو چھپاتا ہے اور وضو صرف صغیرہ گناہوں کو۔ لہذا وضو مرتبہ و درجہ میں نصف ایمان ہوا یا اس بنا پر وضو کو نصف ایمان کہا گیا۔ کہ ایمان باطن کو پاک کرتا ہے اور وضو ظاہر کو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہاں ایمان سے نماز مراد ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا كَانِ اللَّهُ لِيُفِيعَ إِيمَانَكُمْ۔ واللہ تمہارے ایمان (نمازیں) ضائع نہ کریگا، میں ایمان سے نماز مراد لی گئی ہے اور جبکہ نماز وضو کے بغیر درست اور جائز نہیں لہذا وضو گویا جزو نماز ہے اور اگر زیادہ مبالغہ اور بڑھ کر دعویٰ کریں تو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ باقی تمام ارکان و شرائط گویا ایک نصف ہے اور اکیلا وضو دوسرا نصف ہے۔

بعض محققین نے اس کی تاویل میں یوں بھی کہا ہے کہ ایمان رذائل (برسی عادات) سے تخلیہ اور فضائل (چندہ اخلاق) سے آراستہ ہونے کا نام ہے اور یہاں طہارت سے تخلیہ مراد ہے یہ تمام توجہیات اس صورت میں ہیں جبکہ شطر کا معنی نصف کیا جائے۔ جیسا کہ یہی اس کا اکثر و اشہر استعمال ہے۔ اور اگر شطر بمعنی جزو ہو یعنی ایمان کا ایک حصہ تو اس صورت میں مذکورہ توجہیات کی ضرورت نہ ہوگی تاہم یہ گفتگو بھی مبالغہ کے طور پر ہے گویا کہ وضو ایمان کی حقیقت میں داخل ہے۔

لے الحمد للہ کا ثواب اعمال کے ترازو کو بھر دے گا یعنی جو شخص ایک بار الحمد للہ کہتا ہے اسے اتنا ثواب ملتا ہے کہ میزان کو پُر کر دے گا۔

لے یعنی یہ دونوں کلمے (ان کا ثواب) آسمانوں اور زمین کے درمیانی فاصلے اور مسافت کو پُر کر دیتا ہے اور مثلاً راوی کا شک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلاً ان تثنیہ کا صیغہ فرمایا یا تثنیہ یا مفرود کا صیغہ۔ پھر تثنیہ و مفرود دونوں صورتوں میں تار فوقانیہ اور یا۔ تحتانیہ کے ساتھ مروی ہے۔ لفظ تثنیہ تو ظاہر ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ دو کلمے ہیں اور مفرود صیغہ مجموعہ کے اعتبار سے ہے یا ہر واحد کے لحاظ سے اور اس قدر ثواب کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ خدا تعالیٰ کی تنزیہ اور تقدیس کا اعتراف ہے اور یہ تنزیہ و تقدیس آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو شامل ہے کیونکہ ہر ذرہ رب تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی پاکی، اس کے تقدس اور اس بزرگ ذات کے ہر عیب و نقص کے نشان سے منزہ ہونے کی گواہی اور شہادت دے رہا ہے اور کلمہ الحمد للہ اس کے کمالات اور اس کی بے شمار نعمتوں کا اقرار ہے کہ سارا عالم اس کی نعمتوں سے پُر اور ان پر دلالت کر رہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کلمات اگر اپنے حقائق کے ساتھ قائل سے صادر ہوں تو یہ چیز ذات و صفات اور اسماء الہی کے مشہود کا موجب اور ذریعہ بنتی ہے کہ افراد عالم اسی کے مظاہر ہیں۔ لہذا اس

حقیقت عظمیٰ پر دلالت کرنے والے الفاظ کا ثواب بھی سارے عالم کو پڑ کر دیا گیا۔ تاہم صرف الفاظ و حرکت اور ان الفاظ کے ساتھ مونہوں سے نکلنے والی آوازیں یہ مرتبہ نہیں رکھتیں۔ اس کے باوجود خدا تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔ وہ تھوڑے سے نیک عمل کو قبول کرنے والا اور اس بہت زیادہ اجر و ثواب عطا کرنے والا ہے۔ اس بیان و تشریح سے ظاہر ہوا کہ اگر یوں بھی کہہ دیں کہ ان کلمات طہیات کا ثواب آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے سب کو پڑ کر دیتا ہے یا سارے جہاں کو پڑ کر دیتا ہے تو درست ہوگا مگر چونکہ آسمان و زمین کے درمیان خلا اور فاصلہ ظاہر ہے اور آنکھیں اسے دیکھتی ہیں اس لئے علی الخصوص اس کا ذکر کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ سے کل عالم مراد ہو واللہ اعلم۔

لحے یعنی نماز شہود حق اور ظہور معارف کی بنا پر دل کو روشن و منور کرتی ہے یا چہرے کو نیکی کے نشان اور نور عبادت سے روشن اور تاباں کرتی ہے یا نماز حق و ثواب کا راستہ دکھاتی اور باطل و خطا کی تارکی سے بچاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے) یا قیامت کے روز اپنے نور کے ظہور کا موجب و ذریعہ بنے گی۔ کہ ایمان والوں کے آگے اور دائیں نماز کا نور پھیل رہا ہوگا۔ قرآن حکیم میں فرمایا نُوْرُهُمْ یُسْعٰی مَبِیْنًا اَیْدِیْہُمْ وِیَآئِمًا لِّہُمْ (ان کا نور ان کے آگے اور دائیں رواں دواں ہوگا) لہٰذا یعنی ریا و نمائش کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے درویش و مسکین کو مال دینا۔ اس کی مالی مدد کرنا اس شخص کے ایمان میں سچا ہونے اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھنے کی بڑی مضبوط اور قوی دلیل ہے یا طالب ثواب کے لئے محبت و دلیل ہوگی کیونکہ یہ گویا ایک قسم کا قرض ہے جو اس نے خدا تعالیٰ کو دیا تھا۔

یعنی خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے رکے رہنا اور صبر کرنا یا خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی راہ پر جے رہنا یا مصائب و آلام کے وقت صبر و برداشت کا دامن تھامے رکھنا عظیم روشنائی کی صورت میں ظاہر ہوگا کہ دنیا نور سے زیادہ مقدار کی روشنی کو کہتے ہیں وہی لئے قرآن حکیم میں آفتاب کے نور کو ضیا اور چاند کی روشنی کو نور فرمایا ہے چنانچہ فرمایا جَعَلَ الشَّمْسُ ضِیَآءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا (اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا) اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آفتاب کی روشنی چاند کے نور سے بہت بڑھ کر اترام و اتم و اکمل ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دین کے کار و بار کا سارا دار و مدار صبر و استقامت پر ہے اور تمام عبادات اور طاعتیں صبری کی قسمیں ہیں۔ یہاں صبر سے ایک دوسرا احتمال بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں صبر سے روزہ مراد ہو۔ ذکر نماز اور صدقہ کے قرینے کی مناسبت سے۔ جیسا کہ علما اور مفسرین نے آیہ کریمہ اَسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ میں مراد لیا ہے۔

لحے یعنی اگر تو نے قرآنی تعلیمات پر عمل کیا تو اللہ کی یہ کتاب تیرے حق میں دلیل و حجت اور تیری معاون و مددگار ہوگی۔ اور اگر تو نے اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کی اور اس کی بتائی ہوئی ہدایات پر عمل نہ کیا تو یہی قرآن تیرے خلاف گواہی دے گا اور اللہ کے حضور تجھ سے جھگڑے گا اور تیرے نقصان و خسارے کا موجب بنے گا۔

لحے عَزَّوْ کا لفظ صبح کے معنی میں آتا ہے یا طلوع آفتاب سے سورج بلند ہونے کے وقت تک کے لئے

استعمال ہوتا ہے

۱۱ یعنی جس کام کی جانب رخ کرتا ہے اس میں اپنی ذات کو فروغ کرتا ہے۔

۱۲ یعنی جب دن چڑھتا ہے تو آدمی کسی نہ کسی کام کا رخ کرتا ہے اگر اس کام میں اس نے دنیا کے بجائے آخرت خریدی اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی تو اس نے اپنے نفس کو عذاب سے نجات دیدی۔ اور اگر خدا نخواستہ آخرت بیچ کر دنیا خریدی اور دنیا کو ترجیح دی اور اسے افضل جانا تو ہلاک و برباد ہو گیا اور اپنے آپ کو عذاب کے مجبور میں پھنسا دیا۔ بیت

بدنیا توانی کہ عقبی خری بخر جان من در نہ حسرت بری

تو دنیا کے عوض آخرت خرید سکتا ہے اسے جان من یہ سودا ضرور کرے در نہ بڑی حسرت اور صدے سے دوچار ہوگا۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

۱۳ جو بخاری و مسلم کی احادیث کی جامع ہے

۱۴ نہ جامع میں یعنی جامع الاصول میں جس میں صحاح ستہ کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۱۵ یعنی مسلم نے تو سبحان اللہ والحمد للہ تملآن ما بین السموات والارض کے الفاظ روایت کئے ہیں اور داری نے ان کے بجائے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تملآن ما بین السماء والارض کے الفاظ روایت کیے لہذا صاحب مصابیح کا اس روایت کو فصل اول میں ذکر کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں نہ بتاؤں وہ اعمال جن کے سبب اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دیتا اور تمہارے درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتائیں فرمایا۔ مشقت و ناپسندیدگی کے باوجود صبح اور کامل طریقے سے وضو کرنا۔ مسجد کی طرف کثرت سے آنا جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا۔ یہ ہے حقیقی رباط (اسلام کے لئے پہرہ دینے کی جگہ) اور ملک بن انس کی روایت میں فذلکم السباط کا لفظ مکرر بیان کیا۔ تاکید اور تقریر کی غرض سے۔ اسے مسلم نے روایت کیا اور ترمذی کی روایت کے مطابق آپ نے یہ لفظ تین بار دہرایا۔

۲۶۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَدُّكُمْ عَلَى مَا يَتَحَوَّلُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ فَاتَّوَابَلُ يَا رَسُولُ اللَّهِ فَتَالَ أَسْلَغُ التَّوَمُّو عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى التَّسَاجِدِ وَالْإِنِّظَارِ الْقَلْوَةِ بَعْدَ الْقَلْوَةِ فَذَالِكُمُ السَّبَاطُ . وَفِي حَدِيثٍ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فَذَالِكُمُ السَّرَبَاطُ فَذَالِكُمُ الرَّبَاطُ رَدَّدَ مَرَّتَيْنِ .

رواہ مسلم وفی دواۃ الترمذی ثلاثا

اشعۃ اللمعات ۱۱ محو کا معنی لغت میں کسی چیز کو اس طرح مٹا دینے کا ہے کہ اس کا نام و نشان باقی رہے۔ گناہوں کو محو کر دینے سے مراد انہیں اعمال نامہ سے مٹا دینا اور بخش دینا ہے۔ علما کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ

گناہ مراد ہیں۔

۱۔ اسباق کا معنی ہے وضو کرتے وقت پانی ان تمام مقامات تک پورے طریقے سے پہنچانا جن تک پہنچانا چاہیے۔
مکّارۃ یعنی مشقت و تکلیف کے وقت جب کہ طبیعت پانی کے استعمال پر آمادہ نہ ہو۔ جیسے بیماری اور شدید سردی کی حالت۔

۲۔ جیسے مسجد گھر سے کافی فاصلے پر ہو اور ہو سکتا ہے کہ مراد وقار و آہستگی سے چلنا ہو کہ اس میں بھی کثرت سے آنے جانے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

۳۔ یعنی ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں مسجد میں ہی بیٹھا رہے اگر مسجد سے باہر بھی آئے تو اس کا دل مسجد سے ہی لٹکا رہے۔

۴۔ رُباط اصل میں دشمنانِ دین سے اسلامی سرحد کی حفاظت و نگہداشت کو کہتے ہیں تاکہ وہ سرحد کے اندر داخل نہ ہو سکیں۔ یونہی مسلمانوں کا اسلامی سرحدات پر پہرہ دینے کی غرض سے بیٹھا۔ اپنے گھوڑوں اور اپنے دلوں کو چوکس رکھنا بھی رُباط کہلاتا ہے۔ تو نماز کی انتظار میں مسجد میں بیٹھا سرحدِ شیطان پر اور اس کے لشکر کے مقابل بیٹھنے کے مشابہ ہے تاکہ وہ دخل نہ دے سکیں اور ہو سکتا ہے کہ صرف نماز کے بجائے تینوں اعمال کی طرف اشارہ ہو کیونکہ یہ اعمال نفس تک شیطان کے پہنچنے کے راستے بند کرتا اور خواہشات نفسانی کو مغلوب کر دیتے ہیں۔

۵۔ یہ دراصل صاحبِ مصابیح پر اعتراض ہے کہ وہ اسے فصلِ اول میں لائے اور تین بار تکرار کا ذکر کیا۔ صحیح یہ ہے کہ امام مسلم یہ حدیث حضرت مالک بن انس کی روایت سے جو لائے اس میں دو بار تکرار کا ذکر کیا ہے جو آٹھ مالک سے کسی بھی روایت میں تکرار کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح کیا اس کے جسم سے تمام خطائیں بھر گئیں یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔

۲۶۳ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّعِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ الْأُظْفَارِ (متفق علیہ)

اشعۃ اللمعات ۱۔ یعنی سنتوں اور مستحبات کے مطابق۔

۲۔ یہ ارشاد حصولِ طہارت میں مبالغہ اور تاکید کے لئے ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم یا مومن وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ بھر جاتا ہے جس کی طرف اس کی آنکھیں دیکھا ہوتا ہے اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو

۲۶۴ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ الْمُؤْمِنُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلِّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ السَّابِ أَوْ مَعَ أَحَدِ قَطْرَتَيْ الْمَاءِ فَإِذَا

غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلَّ خَطِيئَةٍ
كَانَتْ لَبِثَتْهَا بِيَدَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ
قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ
خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ
قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ۔
(رواہ مسلم)

پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ مہر جاتا ہے جس کی طرف اس نے دونوں ہاتھ بڑھائے ہوتے ہیں۔ اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا اس کے آخری قطروں کے ساتھ ہر وہ گناہ مہر جاتا ہے جس کی طرف اس کے پاؤں چل کر گئے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک ہو کر نکلتا ہے۔

اشعة اللغات لے اگرچہ چہرے میں آنکھ کے علاوہ دوسرے اعضاء کان، زبان وغیرہ سے بھی گناہ صادر ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ آنکھ کا گناہ بڑا اور کثرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے اس بنا پر خصوصیت سے آنکھ کے گناہ کا ذکر کیا۔

۲۶۵ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَمْرٍ مُسْلِمٌ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهَا وَخَشَوْعَهَا وَذُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا تَبْلَاهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَكُنْ كَبِيرَةً وَذَلِكَ أَنَّ اللَّهَ هَزَلُهُ۔

(رواہ مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد مسلم نہیں کہ اسے فرض نماز کا وقت نصیب ہو تو وہ سنن و مستحبات کے ساتھ وضو کرے خشوع و خضوع سے نماز ادا کرے۔ اور درست طریقے سے رکعتیں کرے۔ کوئی بھی مرد مسلم اس طرح وضو نماز ادا نہ کرے گا۔ مگر ایسی نماز وضو اس کے گزشتہ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جب تک کہ وہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے۔ نماز کی بدولت گناہوں کا یہ کفارہ ہمیشہ کے لئے ہے کسی ایک زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اشعة اللغات لے خشوع کا لفظ ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کو شامل ہے۔ خشوع کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے دوران دل میں خوف و خشیت ہو۔ نظر سجدہ کے مقام پر ہو۔ ہمت و توجہ پوری طرح نماز کی جانب مبذول ہو۔ نماز کے سوا کسی اور طرف مشغول نہ ہو، بدن، پکڑوں اور ڈاڑھی کے ساتھ نہ کھیلے۔ منہ دائیں بائیں نہ پھیرے۔ آنکھ بند نہ کرے۔ بعض علماء نے حضور قلب کی خاطر آنکھ بند کرنے کی اجازت دی ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ فرض نماز میں آنکھ بند کرنے سے گریز کرے۔ علماء کرام نے خدا تعالیٰ کے قول مبارک اَلَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وہ نماز میں خائف اور متذلل ہوتے ہیں۔ نگاہ سجدہ کے مقام پر گارے رکھتے ہیں۔

روایات میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران انتظار و وحی کے لئے نگاہ مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے تھے جب یہ آیت نازل ہوتی تو نگاہ مبارک سجدہ گاہ کی جانب نیچے جھکا لی۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے دوران اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے۔ فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نمازی کو چاہیئے کہ قیام کی حالت میں نگاہ سجدہ گاہ میں رکھے۔

رکوع میں پاؤں کی بیشت پر سجدہ میں ناک کی طرف اور قدمہ میں گود کے اندر

تھے یہاں رکوع کا ذکر کیا سجدہ کا ذکر نہ کیا اس کی وجہ یہ ہے رکوع سجدہ کا مقدمہ ہے۔ نیز رکوع سجدہ سے زیادہ مشقت طلب ہے کہ غازی کو رکوع میں اپنے جسم کو کھڑے ہونا پڑتا ہے۔ سجدہ میں تو بدن زمین پر پڑتا ہے۔ پھر رکوع میں ایک زائد بات یہ بھی ہے کہ رکوع مسلمانوں کی نماز کا خاصہ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی نمازیں رکوع سے خالی ہیں۔

تھے بعض نسخوں میں الم یات کا لفظ آیا ہے یعنی جب کہ گناہ کبیرہ سے بچا رہے۔ یہ روایت معنی کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے اور اول روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وضو اور نماز صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۲۶۲ وَعَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَرَدَّ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَأَ بِمُحْمٍ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا ثُمَّ الْيُسْرَى ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ خَوْ وَضُوءِي ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوءِي هَذَا ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ لَا يَحْدِثُ نَفْسَهُ بِنِيْمَا بَشَى إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. متفق عليه ولفظه البخاري

اور انہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے وضو کیا چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی پانی ڈالا۔ پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین بار اپنا چہرہ مبارک دھویا۔ پھر کہنی تک اپنا دائیں ہاتھ دھویا۔ پھر اپنا بائیں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا دائیں پاؤں تین بار دھویا پھر بائیں پاؤں۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے وضو کی طرح وضو فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت اس طرح ادا کیں کہ اس کے نفس نے وضو سے میں مبتلا نہ کیا تو اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث متفق علیہ اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

اشترکات لے انتشار ثانیہ کے ساتھ بمعنی پانی چر جانے کے بعد ناک صاف کرنا جسے استنشاق کہتے ہیں لہذا انتشار کا مفہوم استنشاق کو متضمن ہے۔

تھے ان افعال کی تحقیق باب سنن الوضو میں آئیگی (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

تھے یہ کم سے کم مقدار ہے۔ اگر زیادہ پڑے تو بہت بہتر ہے

تھے کہ اس میں اپنے نفس کے ساتھ دنیا کی باتوں میں سے کوئی بات نہ کرے اگر دوسرے لائق ہوں تو انہیں دفع کرے کہ وہ قرار نہ پکڑیں۔ اس طرح اس کے حضور قلبی میں کوئی فرق نہ پڑے اور کوئی خلل لاحق نہ ہو بعض علماء نے اپنے نفس سے بات نہ کرنے سے اخلاص اور خود بینی سے بچا مراد لیا ہے (واللہ اعلم)

تھے یہ حدیث وضو کے بعد نماز (تحتیہ الوضو) ادا کرنے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی اور وضو کر کے صرف فرض نماز اور سنت موکدہ پر کفایت کرے تو یہ بھی درست ہے۔ اور اس نماز تحتیہ الوضو کی نیت میں تحتیہ الوضو یا شکر وضو کا

تصور کوئی چیز نہیں مطلق نماز کی نیت کرے۔ ہاں مسجد میں آنے کیلئے تحیۃ المسجد کی نیت کر لے کہ تحیت کا معنی تعظیم بجا لانے اور سلام دینے کا ہے لہذا تحیۃ الوضوء وضو کی تعظیم اور اسے سلام دینا کا کچھ معنی نہیں البتہ مسجد کی عظمت اور اس کی روحانیت کے مشاہدے کے پیش نظر اگر اس کی تعظیم کا ارادہ کرے اور اسے سلام دے تو یہ درست ہے۔ اور نماز اصل اور مقصود لذاتہ ہے اور وضو فرع اور اس کا طفیلی ہے۔ وضو نماز کے لئے ہوتا ہے نہ کہ نماز وضو کے لئے ہوتی ہے پس نماز کے ساتھ وضو کا شکر کوئی مناسبت نہیں رکھتا جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے۔

۲۶۷ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ التَّوَضُّعَ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلَ عَلَيْهِمَا بِقَبْلِهِ وَوَجْهَهُ إِلَّا وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ رواه مسلم

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ہے کوئی مسلمان جو وضو کرتا ہے پس اچھا اور ٹھیک وضو کرتا ہے پھر رکعت دو رکعت دل اور چہرے کو متوجہ کر کے ادا کرتا ہے مگر اس کے لئے اللہ کے فضل سے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

اشعة اللمعات لے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے کچھ عرصہ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا آپ نے مصر میں ہی مشہد میں رحلت فرمائی۔ ان سے حضرت جابر بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل تباہین میں سے بے شمار لوگوں نے روایت کی ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے اور کاشف میں کہ آپ عظیم المرتب صحابی، امیر شریف، فصیح، بہت اعلیٰ قاری اور شاعر تھے۔ بحری جہاد کے لئے آپ کو امیر اور والی مقرر کیا گیا۔ مصر میں رحلت فرمائی۔

لے یعنی اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ۔ ایک روایت میں نصب کے ساتھ مُقْبِلًا آیا ہے اور یہ اعراب کے لحاظ سے زیادہ ظاہر ہے۔

۲۶۸ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ قِيسِغُ التَّوَضُّعَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فِي رَوَايَةٍ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ. يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ رواه

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم میں سے کوئی آدمی کہ وضو کرتا ہے بہت اچھا اور کامل وضو پھر کہتا ہے اشہد ان لا اله الا الله اور ایک روایت میں اشہد ان لا اله الا وحده الی آخر وہ مگر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے گا داخل ہو جائیگا۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا اور عیسیٰ لے افراد مسلم میں اور ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور شیخ محی الدین نووی نے مسلم کی حدیث کے آخر میں جیسا

مسلم فی صحیحہ والحسیدی فی افئاد مسلم وابن الاثیر فی جامع الاصول و ذکر الشیخ

عی الدین النووی فی آخر حدیث مسلم
 علی مارونیہ و زاد القرمذی۔ اللہم اجعلنی
 من المتطہرین والحدیث الذی رواہ عی السنۃ
 فی الصحاح من توفناً فأحسن التوفوا
 آخرہ ثم قال اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ
 لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ
 اللہم اجعلنی من السوابین واجعلنی من
 المتطہرین۔ رواہ القرمذی فی جامعہ بعینہ
 الا کلمۃ اشہد قبل ان محمداً۔

کہ ہم نے اسے روایت کیا اور ترمذی نے اللہم اجعلنی
 الی آخرہ کے الفاظ زیادہ کئے اور وہ حدیث جسے عی السنۃ نے
 صحاح میں روایت کیا یعنی من توفناً فی آخرہ پھر
 کہا اشہد ان الی آخرہ اسے ترمذی نے اپنی جامع
 میں بعینہ روایت کیا مگر کلمہ اشہد ان محمداً سے
 پہلے روایت نہ کیا۔

اشعة اللمعات لے یہاں سارے بہشت کو ایک بہشت اعتبار کیا پھر ہر ایک کو ایک دروازہ قرار دیا اور کبھی ہر
 ایک کو الگ قرار دیکر آٹھ بہشت کہہ دیتے ہیں۔
 لے یعنی اسی طرح حمیدی نے کتاب جمع بین الصحیحین میں ان احادیث میں روایت کیا جنہیں امام مسلم نے اپنی صحیح
 میں اکیلے روایت کیا۔

لے یعنی امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں مسلم کی حدیث کے آخر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا جن الفاظ سے ہم
 نے روایت کیا ہے۔

لے یعنی امام ترمذی نے شہادتین پر اس دعا اللہم اجعلنی من المتطہرین کو بھی زیادہ کہا۔
 لے یعنی اسے ترمذی نے اپنی جامع میں بعینہ ہی ذکر کیا مگر اشہد کو جرات محمداً سے پہلے ہے کہ اسے
 صاحب مصابیح نے تو ذکر کیا مگر ترمذی نے ذکر نہیں کیا۔ یہ مولف کی طرف سے دراصل صاحب مصابیح پر اعتراض
 ہے کہ یہ حدیث جسے وہ صحیحین میں لایا ہے صحیحین میں نہیں ہے بلکہ جامع ترمذی میں ہے لہذا اسے جن احادیث میں
 لانا چاہیے معلوم ہونا چاہیے کہ جزری نے جن حصین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن اسنی کے اشارہ سے شہادتین
 میں تین بار ذکر کیا اور نسائی اور حاکم سے متدرک میں دعا کے یہ کلمات بھی مذکور ہیں۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ اے میرے اللہ تو پاک ہے اور حمد و ثنا کے لائق
 ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میری امت
 قیامت کے روز اس حال میں بلائی جائے گی کہ ان کے
 چہرے و دیگر اعضائے وضو، وضو کے آثار سے چمکتے

۲۶۹ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُجَلَّلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ
 فَمَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ غُرَّتَهُ

فَلْيَفْعَلْ۔

ہوں گے۔ تو تم میں سے جو شخص استطاعت رکھتا ہے کہ اس کی چمک و نورانیت زیادہ ہو تو وہ ضرور زیادہ کرے۔

متفق علیہ

اشعة اللغات ۱۷ یعنی میری امت کو قیامت کے روز محشر کی طرف یا جنت کی طرف بلایا جائیگا یا نر مجمل کے نام سے انہیں بلایا جائیگا نر بضم غین و تشدید را جمع انر بمعنی ہر چیز کا روشن و سفید حصہ۔ غرہ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی میں ہوتی ہے۔ مجمل بضم میم و فتح جیم شدہ بمعنی وہ گھوڑا جس کے چار ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ قیامت کے روز اس امت کے ہاتھ پاؤں اور چہرے سفید، روشن، نورانی اور تاباں ہوں گے اس لئے آپ نے غر مجمل کے ساتھ اسے تشبیہ دی۔ ۱۸ کیونکہ یہ چیز زیادہ فضیلت و کرامت کا باعث ہوگی۔ اس جملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجلیل کا ذکر اس بنا پر نہیں کیا کہ یہ دونوں (غر اور مجمل) چیزیں ایک دوسری کو لازم ملزوم ہیں نیز اس بنا پر بھی ذکر نہ فرمایا کہ لوگ چہرہ دھونے میں اکثر و بیشتر درستی اور کمال کو نظر انداز کرتے اور کوتاہی کے مرکب ہوتے ہیں۔ بخلاف پاؤں دھونے میں کہ اس میں زیادہ پانی بہانے کی عادت ہوتی ہے واللہ اعلم۔ چہرے کی سفیدی زیادہ اور دراز اس طرح ہوگی کہ پیشانی کے اوپر سے گھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک پورے احتیاط اور دھیان سے دھویا جائے۔ اور تجلیل کی درازی اس طرح کہ پاؤں نچنے سے اور پتہ تک کامل احتیاط سے دھوئے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرنے والے کی سفیدی اور نورانیت صرف پیشانی کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ تمام چہرہ روشن و تاباں ہوگا۔ اسی لئے علامہ طیبی نے انر کی تفسیر ابیض الوجہ (سفید و روشن چہرہ والے) کے ساتھ کی ہے واللہ اعلم۔

۲۴۰ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْحِلْيَةَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ۔

رواہ مسلم

انہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں مومن کو زیور وہاں تک پہنایا جائیگا جہاں تک وضو پہنچا یعنی وضو کا پانی پہنچتا ہے۔

اشعة اللغات ۱۷ یعنی وضو کرنے والے کے ہاتھ اور پاؤں کی چمک و نورانیت کا نشان وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ بعض شارحین نے علیہ سے زیور مراد لیا ہے جو جھیتوں کے ہاتھ پاؤں کو پہنایا جائیگا۔ مگر اس توجہ کو اس بنا پر رد کر دیا گیا ہے کہ لفظ علیہ کبیر عام و سکون لام بمعنی نشان و ہیئت آتا ہے اور جو زیور کے معنی میں آتا ہے وہ علی بفتح عا و سکون لام اور بضم عا و سکون لام اور تشدید بار کے ساتھ آتا ہے تاہم اس کی تردید کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے علیہ سے علی مراد لی گئی ہو اگرچہ ایسا مراد لینا مجازاً ہو۔

۲۴۱ الفصل الثانی۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقِيمُوا وَلَوْ تَخَصَّصُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ وَلَا يَحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال صالحہ پر استقامت کرو مگر تم استقامت نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال سے بہترین اور خدا تعالیٰ کے بہت زیادہ قریب کرنے والا عمل نماز ہے۔

رواہ مالک و احمد و ابن ماجہ

والد ادمی

اور وضو میں احتیاط نہ کریگا اور اس میں ہر سنت اور مستحب کا خیال نہ رکھے گا مگر مومن کامل

اشعة اللمعات سے یعنی راہ راست اختیار کرو۔ دائیں بائیں نہ پھرو بلکہ ہمیشہ صراط مستقیم سے چمٹے رہو اور چونکہ صراط مستقیم پر چمٹے رہنا انتہائی مشکل کام ہے اس لئے فرمایا ان تخلصوا

تخلصوا یعنی استقامت اختیار کرنے کی تم میں ہرگز ہمت و طاقت نہیں اور اس کا حصول سید انبیاء و خلائد اصغیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے لئے علی وجہ التمام و اکمال ایک ناممکن امر ہے اور بعض کالمین اولیاء کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کے اندازے کے مطابق اس استقامت سے حصہ ملتا ہے تاہم ایسے حضرات نہایت ہی نادر اور کمیاب ہوتے ہیں۔ گویا ایسے لوگ کبریت احمر سے بھی بڑھ کر نایاب ہوتے ہیں۔

تبھیہ یہاں لوگوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول مبارک مشہور ہے یعنی شَتَبْتُ سُوْرَةَ هُوْد (مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے) علماء کرام فرماتے ہیں اس میں ارشاد ربانی فَنَاسْتَقِمْ (استقامت اختیار کر) کی طرف اشارہ ہے کہ استقامت پر عمل پیرا ہونے کے حکم کی شدت و عظمت نے آپ کو غم و حزن میں ڈال دیا اور جلد بڑھاپا طاری کر دیا۔ کاتب حروف (شیخ عبدالحق) عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ اس بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم و حزن امت کی وجہ سے تھا کہ فرمایا وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (اور وہ لوگ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہود کی تحفیں فرمائی ورنہ سورہ شوریٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کا حکم دیا گیا مگر وہاں امت کا ذکر نہیں ہے۔ حق بات یہی ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو عین استقامت اور خالص سلامتی کے مقام پر ہیں کہ استقامت سے انحراف اور راہ راست سے ابھراؤ ہر ہونے کا آپ کے لئے کوئی امکان نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم لوگ کیا حقہ استقامت نہیں دکھاتے اور نہ تمام افعال و اعمال میں اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کر سکتے ہو۔ تو ایسا نیک عمل یعنی خلاصہ عبادت اختیار کرنے پر تنبیہ فرمائی کہ اگر اسی میں استقامت اختیار کر لیں اور ٹھیک طریقے سے قائم ہو جائیں تو اپنی تمام تقصیرات کی تلافی اور تدارک کر لیں گے۔ اور وہ عمل نماز ہے چنانچہ فرمایا وَاعْلَمُوا انْ خَيْرًا عَمَّا يَكُمُ الصَّلٰوةُ بان لو کہ تمہارا سب سے بہتر عمل نماز ہے۔

سے لہذا اس کے شرائط کو نگاہ میں رکھو، اس کے آداب کی رعایت کرو اور اس کے حقوق ادا کرو۔ پھر آپ نے نماز کے ایک مقدمہ (ضروری شرط) کی طرف اشارہ فرمایا جسے نصف ایمان قرار دیا یعنی وضو اور طہارت اور فرمایا کہ نماز کی حفاظت نہ کریگا اور اس میں احتیاط ملحوظ نہ رکھے گا اور اس کے آداب و سنن کی رعایت نہ کریگا مگر مومن کامل کہ ایسا ہی مومن، کامل طور سے نماز ادا کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طہارت

وَعَنْ بَنِي عَمْرِو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ عَلَى طَهْرٍ

کُنِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ . رواہ الترمذی
 اشعة اللمعات سے ظاہر یہ ہے کہ وضو پر جو جزا اور ثواب متعین ہے اس سے زیادہ اور دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ اس کے عمل نامہ میں دس وضو لکھے جاتے ہیں اور ہر وضو پر دس نیکیاں یا یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائی کہ کوئی شخص یہ وہم نہ کرے کہ وضو پر وضو کرنا ایک عبت اور ضائع فعل ہے بلکہ بتایا کہ اس پر بھی نیکیاں ملنے کا ثواب مرتب ہوتا ہے۔ تاہم علماء کرام نے یہاں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ ثواب اس صورت میں ہے جبکہ پہلے وضو سے کوئی فرض یا نقل نماز ادا کر چکا ہو۔ اور بعض علمائے دوسرے وضو کو مکروہ قرار دیا ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز ادا نہ کی ہو۔

الفصل الثالث

۲۴۳. عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطَّهُورُ . رواہ احمد

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو و طہارت ہے۔

اشعة اللمعات سے کہ جس طرح دروازہ چابی کے بغیر نہیں کھل سکتا اسی طرح بہشت کا دروازہ بھی نماز کے بغیر نہ کھلے گا اسی لئے نماز کو ایمان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا جیسا کہ گذرا۔

سے اور نماز کی چابی اور مقدمہ طہارت ہے لہذا اس مناسبت سے طہارت وضو جنت کی چابی قرار پاتے ہیں۔

۲۴۴. وَعَنْ شَيْبِ بْنِ أَبِي رُوَيْحٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً فَفَقَرَهُ السُّرُومَ فَأَلْتَبَسَ عَلَيْهِ فَلَمَّا هَلَّى قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يَحْسِنُونَ الطَّهُورَ وَإِنَّمَا يَلْبَسُونَ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْ لَا يَكُ

حضرت شیب بن ابی روح سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اس میں سورہ روم کی تلاوت کی تو قرأت میں اشتباہ ہو گیا (گڑبڑ ہو گئی) جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں مگر صحیح طریقہ سے طہارت نہیں کرتے۔ ہوائے اس کے نہیں کہ یہی لوگ ہم پر قرآن میں اشتباہ پیدا کرتے ہیں۔

رواہ النسائی

اشعة اللمعات سے شیب شین مجملہ کے فتح اور باموصلہ کے کسر کے ساتھ ابن ابی روح بفتح واو سکون واو شکوة کے نسخوں میں ایسا ہی آیا ہے یعنی شیب اور ابی روح کے درمیان لفظ ابن کیساتھ بعض دوسری کتابوں میں بھی ایسا ہی ہے تاہم اسماء الرجال کی اکثر کتابوں میں ابی روح کو شیب کی کیفیت قرار دیا ہے ان کے باپ کا نام نعیم بضم نون بتایا گیا ہے بہر صورت شیب بروزن حبیب ہی آیا ہے۔

سے التباس کا معنی ہے کسی چیز کا کسی آدمی پر پوشیدہ ہو جانا۔

وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ اور روزہ نصف صبر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایمان، طاعت بجالانے اور گناہوں سے بچنے سے عبارت ہے جو کامل صبر ہے اور روزہ نفس کی شہوتوں کو جو گناہوں پر ابھارنے کا باعث ہیں جبر سے اکھیڑنے میں بڑا موثر ہے۔ لہذا روزہ نصف ایمان ہوا۔ اور بعض خواہشی میں یوں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے روزہ کو دن رات کے اعتبار سے نصف صبر فرمایا کہ روزہ صرف دن کو ہوتا ہے تو یہ نصف صبر ہوا۔

وَالطَّهْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور طہارت و وضو نصف ایمان ہے۔ اس جملے کی توجیہ اس باب کی پہلی حدیث میں گزر چکی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔

۲۷۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِنِيِّ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ فِيهِ فَإِذَا اسْتَنْشَرَا خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ وَجْهِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ عَيْنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ يَدَيْهِ فَإِذَا مَسَحَ بِرَأْسِهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ أُذُنَيْهِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِ رِجْلَيْهِ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَصَلَاتُهُ نَافِلَةً لَهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

حضرت عبداللہ صناعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے اندر کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ اور جب وہ ناک صاف کرتا ہے تو اس کے چہرے کے سارے گناہ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں ہاتھ دھوئے گا تو اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر کے گناہ جڑ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں پاؤں دھوئے گا تو اس کے دونوں پاؤں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی پیراں کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کے لیے نادم ثواب ہوتا ہے۔ (مالک و ترمذی)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ الصَّنَائِنِيِّ اور حضرت عبداللہ صناعی سے روایت ہے صنایعی بضم صاد و تخفیف نون۔ باکسور اور حائے حملہ کے ساتھ صنایع بن زہر کی طرف منسوب ہے جو بنی مراد کا ایک خاندان ہے۔ بعض نے عبداللہ کے بجائے ابو عبداللہ کہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ صناعی صحابی اور ابو عبداللہ صناعی تابعی ہیں۔ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فَمَضْمَضَ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مومن وضو کرتا ہے جب کلی کرتا ہے خروج سے خطا یا من فیہ۔ تو اس کے منہ کے سب

گناہ نکل جاتے ہیں وَ اِذَا اسْتَنْظَفَ خَوَّجَتِ الْخَطَايَا مِنْ اَرْجَائِهِ اور جب ناک میں پانی چڑھا کر ناک صاف کرتا ہے تو اس سے تمام گناہ باہر نکل جاتے ہیں۔ وَ اِذَا اَحْسَلَ وَ جَعَلَ خَوَّجَتِ الْخَطَايَا مِنْ ذَوِّهِ اور جب منہ دھو رہا ہے تو منہ کے سارے گناہ جھڑ جاتے ہیں حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اشْفَارِ عَيْنَيْهِ حَتَّى کہ پلکوں کی جڑوں تک سے گناہ نکل آتے اور جھڑ جاتے ہیں۔ وَ اِذَا اَحْسَلَ يَدَيْهِ خَوَّجَتِ الْخَطَايَا مِنْ يَدَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ يَدَيْهِ اور جب دونوں ہاتھ دھو رہا ہے تو اس کے دونوں ہاتھ سے گناہ باہر آ جاتے ہیں۔ حَتَّى کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ وَ اِذَا مَسَّ بِرَأْسِهِ خَوَّجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رَأْسِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ اُذُنَيْهِ جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے تمام گناہ باہر آ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں سے بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کان سر میں شامل ہیں۔ جیسا کہ خفی مذہب ہے۔ اسی وجہ سے اجنات سر کے مسح کے لیے الگ پانی نہیں لیتے بلکہ سر کے مسح کے لیے جو پانی ہاتھوں کو لگا ہوتا ہے اسی سے کانوں کا مسح بھی کرتے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

وَ اِذَا اَحْسَلَ وَ جَلَّيْهِ خَوَّجَتِ الْخَطَايَا مِنْ رِجْلَيْهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِ رِجْلَيْهِ جب پاؤں دھو رہا ہے تو دونوں پاؤں سے گناہ باہر آ جاتے ہیں یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ تو وضو کرنے سے ہی بندہ مومن تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ ثُمَّ كَانَ مَشْيُهُ اِلَى الْمَسْجِدِ وَ صَلَاتُهُ قَابِلَةً لِّهِ پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز ادا کرنا اس کے لیے زائد ثواب کا باعث بلندی درجات کا موجب ہوتا ہے۔ نافلہ کا لفظ زائد کے معنی میں ہے جیسا کہ فرض نماز کے علاوہ دوسری نمازوں کو نفل کہتے ہیں۔ اولاد کا اولاد کو بھی نافلہ کہتے ہیں۔ اسی طرح نماز تہجد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نافلہ کہا گیا ہے کہ فرض نماز کے علاوہ یہ بھی آپ پر فرض تھی۔ اے مالک اور نسائی نے روایت کیا۔

وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَاِمًا قَوْمٌ مُّؤْمِنِينَ عَرَانَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حَقْرُنَّ وَ وِدَّتْ اَنَا قَدْ مَرَّ اَيْنَا اَخَوَانَا قَالُوا اَوْلَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِي وَ اَخَوَانَا الَّذِيْنَ لَمْ يَأْتُوا فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِكَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لائے تو فرمایا اے مومن قوم کے گھر والو اسلام علیکم۔ اور ان خاد اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابہ نے عرض کیا ہم آپ کے بھائی نہیں؟ فرمایا تم تو میرے ساتھی اور اصحاب ہو۔ ہمارے بھائی وہ ہیں جو ابھی تک (دنیا میں) نہیں آئے۔ صحابہ نے عرض کیا آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچانتے ہیں جو ابھی تک دنیا میں نہیں آئے

يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ ارْعَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهْ خَيْلٌ
عَرْمَةٌ مَحْجَلَةٌ بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهُمٌ بِهِمْ
أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ عَرْمًا مَحْجَلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ
وَأَنَا فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

فرمایا تم یہ بتلاؤ اگر کسی شخص کے گھوڑے جو سفید پیشان اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں، ایسے گھوڑوں کے درمیان ہوں جو نہایت ہی سیاہ ہوں کیا وہ اپنے گھوڑے نہ پہچان لے گا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ ضرور پہچان لے گا۔ یا رسول اللہ۔ فرمایا۔ پس بے شک میری امت (مشرقی) آئیں گی کہ انکے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں دھندلے چمکتی ہوں گی۔ امد میں عرض پرائی کہ میرے ملاں

وَسَمِعَ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ أَتَى الْمَقْبَرَةَ وَأَنَّ حَضْرَتَ الْبُوْهَيْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَتَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدِينَةَ مَنْوَرَةَ كَقَبْرِ سِتَانٍ فِي تَشْرِيفٍ لَمْ يَكُنْ سِوَا الْقَبْرِ بِقِيَعٍ هِيَ تَنَاقُزُ اسَ كِي زِيَارَتِ كَرِيْمٍ اَوَّلِ اسَ كِي مَدْفُونِيْنَ كِي لِيْهِ رَعَايَةُ مَغْفَرَتِ كَرِيْمٍ مَقْبَرَةُ مِيْمٍ كِي فَتْحِ اَوْرَقَاتِ كِي بَعْدَهَا كِي سَاثِدَ اَوْدِ مِيْمٍ كِي كَسْرُ وَضْمِهِ اَوْرَبَا كِي فَتْحِ كِي سَاثِدَ بَحِيْ اَيَّاسٍ - فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ كَاَسَا قَوْمٌ مُّؤْمِنِيْنَ - اَوْرَابِلِ بَقِيْعٍ سِي مَخَاطِبِ هُوَ كَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيْ فَرَايَا اِيْ كَرُوْهُ مُؤْمِنِيْنَ كِي هُوَ اَوْتَمُّ بِرِ سَلَامَتِيْ كَانَزْوَلِ هُوَ - وَ اَنَا اِنْ شَاءَ اللَّهُ يُكَلِّمُ لِحَقُوْرَتِ اَوْرَبِيْشِكِ هِم بَحِيْ خَدَانِيْ چَا هَا تَوْتَمَّ اَسِيْ پَاسِ اَنِيْ وَلِيْ اَوْرَتَمِيْ مَلِيْ وَلِيْ هِيْ اِيْ اِنْ شَاءَ اللَّهُ كَا كَلِمَةُ اَظْهَارِ رَغْبَتِ، خَدَا عَزَّ وَجَلَّ كِي نَامِ پَاكِ سِي بَرَكَتِ حَاصِلِ كَرْنِيْ كِي سِي كِي مَنَكَ اَمَوَاتِ سِي جَا مَلْنَا يَقِيْنِيْ اَمْرِيْ - اَوْرَجَبِ اَنَحَضْرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيْ سَابَقِيْنَ صَوَابِهِ كَا ذَكْرِ اَوْرَقَصُوْر كِيَا تَو اَسِ كِي مَنَاسِبَتِ سِي شَرَفِ وَ كَرَامَتِ اَوْر مَحَبَّتِ كِي بِنَا پَرَا نِ لَو كُوْنِ كَا ذَكْرِ بَحِيْ كَرُوْ يَا جَوَا نِ كِي بَعْدُ اَنِيْ وَلِيْ هِيْ - چِنَا نَحِيْ فَرَايَا دَرْدَتِ اَنَا قَدْ مَا اَيْنَا اِخْوَا نَنَا مِيْ پَسَنَدِ كَرِيَا هِيْ اَوْر اَسِ اَمْرِ كِي اَزْرُورِ كَهْتَا هِيْ كَرِيْ اَوْر جَوِ لَو كِ اَسِ وَ قَتِ مِيْرِيْ سَا تَحِيْ هِيْ - اِيْ سِي بَحَا يَثِيْرُوْ كُوْ دِي كَهْتِيْ رَعْنِيْ اِنْ لَو كُوْنِ كُوْ جَوَزَا نِيْ نَبُوِيْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي بَعْدُ هِيْ اَوْر هِيْ كِي قَالُوْا وَ لَسْنَا اِخْوَانَكَ يَا رَسُوْلَ اللَّهِ - جَو صَوَابِهِ كَرَامِ حَضْرَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي سَا تَحِيْ تَحِيْ اَنُحُوْ نِيْ نِيْ عَرَضِ كِيَا اِيْ اُنْدِيْ پِيْلَا هِيْ نِيْ وَ اَلُوْ كُوْ بَحَا لِيْ كَبِيْ رِيْ هِيْ اَسِيْ اَلُوْ كِي رَسُوْلِ هِم اِيْ سِي كِي بَحَا لِيْ نِيْ هِيْ؛ قَالَ اَنْتُمْ اِخْوَانِيْ فَرَايَا تَمِ لَو كِ نُوْ مِيْرِيْ سَا تَحِيْ، مِيْرِيْ يَا رَا وَ رَوَقَتِ بِيْ وَ قَتِ مِيْرِيْ رِفَا قَتِ كَا حَقِ اَوَا كَرْنِيْ وَلِيْ اَوْر مِيْرِيْ وَ رِ كَامِ كِي خُصُوْمِيْ اَفْرَادِ مِيْ سِي هُوْ رَعْنِيْ نَمَّا رَا مَقَامِ وَ مَرْتَبَةِ اِخْوَتِ اِسْلَامِيْ سِي بَرُ حِيْ كَرِيْ هِيْ اَوْر اِخْوَتِ اِسْلَامِيْ تَو تَمَّ اِيْلِ اِسْلَامِ كُوْ شَا مَلِ هِيْ - وَ اِخْوَانُنَا الَّذِيْنَ كُنُوْا يَا كُوْا بَعْدُ هِمَّا رِيْ سِي بَحَا لِيْ تَو وَ هِ لَو كِ هِيْ جَوَا بَحِيْ يَكِ پِيْلَا نِيْ هِيْ (بَعْدُ مِيْ پِيْلَا هِيْ) مِيْ كِي اَوْر اِسْلَامِ قَبُوْلِ كَرِيْ كِي -

اس کے بعد صحابہ کرام نے ایک اور سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ کو اپنی امت کی شناخت کرنا ہوگی اور ان سے ملنا ہوگا۔ تب ہی آپ ان کی شفاعت اور ان کی مدد و اعانت کر سکیں گے۔ فَقَالُوا أَجِئْنَا بِكَ بِرُءُوسِهِمْ أَمْ لَا قَالَ لَا يَدْعُونِي عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْتَفِلُونَ - (سورہ ابراہیم: ۲۱)۔

کَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ كَذَبَتْ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - آپ کی امت سے جو لوگ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے اور آپ نے ان کو دیکھا بھی نہیں یا رسول اللہ آپ انہیں کیسے پہچانیں گے۔ فَقَالَ تَوَسَّلْ إِلَى اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفَرًا أَرَيْتَ كَأَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ - تم لوگ مجھے بتاؤ ایک شخص کے گھوڑے ہوں سفید چہروں اور سفید ہاتھ پاؤں والے بَیْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهُمٍ بُهِيمٍ - یہ گھوڑے دوسرے لوگوں کے ایسے گھوڑوں کے درمیان ہوں جن کا رنگ خالص سیاہ ہو إِلَّا يَعْرِفُ خَيْلَهُ کیا وہ شخص اپنے سفید رنگ چہروں اور ہاتھ پاؤں والے گھوڑوں کو ان خالص سیاہ رنگ والے گھوڑوں کے درمیان نہ پہچانے گا۔ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ - صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور پہچانے گا۔ قَالَ آپ نے فرمایا فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوَحْشِ - میری امت آئیں گی یعنی میدان قیامت میں وضو کے آثار کی برکت سے چمکتے ہوئے چہروں اور چمکتے ہوئے ہاتھ پاؤں کے ساتھ اور میں ان کو اس علامت و نشان سے پہچان لوں گا۔ وَضُوءُ عَادٍ كَصَمَدٍ وَدُنُورُ طَرَحٍ رَدَايْتٍ فِي آيَةٍ - پھر آپ نے اپنی امت مرحومہ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا وَ أَنَا نَزَّحُ عَنْهُمْ عَلَى الْحَوْضِ اور میں حوض پران سے پہلے پہنچوں گا تاکہ ان کے گناہوں کی مغفرت اور بارگاہ رب العزۃ میں ان کے لیے بلندی درجات کا بندوبست کروں۔ فَحَظُّ عَادٍ كَصَمَدٍ وَ دُنُورُ طَرَحٍ كَصَمَدٍ - حوض پران سے پہلے پہنچ کر گھوڑوں کی خوراک، ڈول، رسی اور کنویں کو فتح کے ساتھ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے جانے تاکہ منزل پر پہنچ کر گھوڑوں کی خوراک، ڈول، رسی اور کنویں کو پاک و صاف وغیرہ کام انجام دیتا ہے اسی مناسبت سے علی الحوض فرمایا۔ مقصد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روز قیامت بارگاہ رب العزۃ میں پہلے پہنچ کر امت کی بخشش کا ساز و سامان تیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

۱۲۸. وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالشُّجُودِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَإِنْ نَظَرَ إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيْهِ تَعْرِفُ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ وَمَنْ خَلْفِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ تَيْمِيْنِي مِثْلَ ذَلِكَ وَعَنْ شَمَالِي مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتِكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدہ کی اجازت ملے گی۔ اور میں ہی پہلا شخص ہوں گا جسے سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت مرحمت ہوگی۔ میں اپنے سامنے کھوں گا تو امتوں کے درمیان اپنی امت کو پہچان لوں گا میرے پیچھے بھی ایسا ہی ہوگا۔ میرے دائیں بھی ایسا ہی ہوگا، اور میرے بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ حضرت نوح علیہ السلام سے بڑے اپنی امت کی مخلوق میں سے اپنی امت کو کیسے پہچانیں گے

نُوحٍ إِلَىٰ أُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أُمَّتِكَ
الْوُضُوءُ لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ غَيْرُهُمْ وَأَعْرِفُهُمْ
أَنَّهُمْ يُؤْذَنُونَ كُتِبَ لَهُمْ بِأَيْمَانِهِمْ وَأَعْرِفُهُمْ
تَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ - (رواہ
أَحْمَدُ -

فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمکتی ہوں گی
میری امت کے سوا ایسا کوئی نہ ہوگا۔ اور میں اس سے بھی انہیں پہچانوں
گا کہ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھوں میں ان کو دیے جائیں
گے۔ اور میں انہیں پہچانوں گا کہ ان کی اولاد ان کے سامنے دوڑتی
ہوگی۔ (احمد)

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَدَلُّ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ بِالسُّجُودِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب
سے پہلا شخص ہوں گا جسے قیامت کے دن سجدے کا اذن ملے گا۔ وَأَنَا أَدَلُّ مَنْ يُؤْذَنُ لَهُ أَنْ يُدْفَعَ رَأْسُهُ اور
میں پہلا شخص ہوں گا جسے سجدہ سے سر اٹھانے کا اذن ملے گا۔ اس حقیقت حال کی تشریح حدیث شفاعت سے ہوتی ہے
کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھے عزت اور بارگاہِ محمدیت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ میں سر مبارک رکھیں گے
تو ایک ہفتہ سجدے میں پڑے رہیں گے۔ پھر حکم الہی ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر سجدے سے اٹھا لے میرے
محبوب مانگ جو مانگتا ہے تاکہ تجھے عطا کیا جائے اور کہہ جو کہنا چاہتا ہے تاکہ تیری بات سنی جائے۔ اس پر حضور سجدہ سے
سر اٹھائیں گے۔ اور زبان شفاعت اور دروازہ شفاعت کھولیں گے۔ جیسا کہ فرمایا فَاَنْظُرُوا إِلَى مَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ
میں اپنے سامنے کھڑی مخلوق کو دیکھیں گے۔ نَاَخِرْتُ أُمِّي مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ۔ تو میں دوسری امتوں میں سے اپنی امت
کو پہچان لوں گا۔ وَمِنْ خَلْقِي مِثْلُ ذَٰلِكَ اور میں سامنے کی مخلوق کی طرح اپنے پیچھے بھی مخلوق دیکھوں گا۔ نَاَخِرْتُ أُمِّي مِنْ
بَيْنِ الْأُمَمِ اسی طرح اپنے دائیں بھی وَمِنْ خَلْقِي مِثْلُ ذَٰلِكَ اور اپنے بائیں بھی مخلوق کا ہجوم دیکھوں گا۔ فَقَالَ
تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ یا رسول اللہ آپ گزشتہ امتوں کے
درمیان سے اپنی امت کو کیسے شناخت کریں گے۔ فَبَيْنَمَا بَيْنَ نُوْحٍ إِلَىٰ أُمَّتِكَ حضرت نوح علیہ السلام سے اپنی امت کے
درمیان میں بڑی لمبی مدت اور بڑا فاصلہ ہے۔ حضرت نوح کی تخصیص اس لیے کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو پیغمبروں میں زیادہ
شہرت حاصل ہے ورنہ نوح علیہ السلام سے پہلے بھی کئی امتیں گزر چکی ہیں۔ فَقَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُونَ مِنْ أُمَّتِكَ تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے امتیہوں کے چہرے اور ہاتھ و پاؤں وضو کے اثر و نشان سے چمکتے ہوں گے۔
لَيْسَ أَحَدٌ كَذَلِكَ خَيْرُهُمْ دوسری امتوں میں سے کوئی بھی اس صفت اور اس ہیئت و شکل پر نہ ہوگا۔ اگرچہ انہوں
نے بھی وضو کیا ہوگا، لیکن وضو کے اثر کے ظاہر ہونے کی فضیلت و بزرگی صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے لہذا اس سے

یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی عبادت کے لیے وضو نہ تھا جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے وَأَعْرِفْهُمْ أَنَّهُمْ يُؤْتُونَ كِتَابًا بِأَيِّمَا نِهَهُ اور اس علامت سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچانوں گا کہ ان کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ وَأَعْرِفْهُمْ تَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ ذُرِّيَّتُهُمْ اور میں اس علامت و نشانی سے بھی ان کو یعنی اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ کہ ان کی نابالغ اولاد ان کے آگے آگے چل رہی ہوگی اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو علامتیں یعنی اعمال نامے کا دائیں ہاتھ میں ملنا اور ان کی نابالغ اولاد کا ان کے آگے آگے چلنا بھی اس امت کا خاصہ ہے۔ تاہم علامہ طیبی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ یہ دو صفات محض مدح کے لیے بیان فرمائیں فرق و امتیاز بیان کرنے کے لیے نہیں سوائے علم اس حدیث کو احمد نے روایت کیا۔

بَابُ مَا يُوجِبُ الْوُضُوءَ

یہ باب ہے ان چیزوں کے بیان میں جن سے وضو لازم ہوتا ہے

یہ باب ان چیزوں کے بیان میں ہے جن سے وضو لازم و واجب ہوتا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو سابقہ وضو کو توڑ دیتی ہیں اور نیا وضو لازم کر دیتی ہیں۔ وضو کا موجب و سبب اگرچہ فی الحقیقت نماز کا ارادہ ہے جو نماز کے قیام سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن وضو توڑنے والی چیزوں کو بھی وضو لازم کن چیزوں کو نیا درست ہے اس وجہ کے اعتبار سے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔

فَصْلٌ أَوَّلُ

۲۷۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وضو آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتا جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اس کی نماز قبول اور درست نہیں ہوتی حَتَّى يَتَوَضَّأَ جب تک کہ نیا وضو نہ کرے۔ یہ مسئلہ اس کے لیے ہے جس کے

پاس پانی موجود ہو اور اگر پانی میسر نہ ہو تو مٹی کے ساتھ تمیم کرے۔ اور اگر پانی نہ ہو اور مٹی بھی میسر نہ آئے اور سان کے استعمال کی قدرت نہ ہو تو ایسے شخص کو قداطہ طور میں (دونوں قسم کی طہارت سے محروم انسان) کہتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ایسی صورت میں وضو تمیم کے بغیر ہی نماز ادا کرے تاکہ وقت نماز کی عزت و حرمت برقرار رکھ سکے اور اگر پانی یا خاک میسر آنے سے پیشتر اس کی موت واقع ہو جائے اور نماز ادا نہ کر سکا ہو تو گناہ کا رنہ ہوگا۔ اور اگر وقت مل گیا تو نماز قضا کرے یہی مختار و پسندیدہ قول ہے اور بعض کے نزدیک ایسے وقت میں نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک نماز ادا کرنے کے بعد پانی یا مٹی میسر آنے پر قضا کرے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا۔

۲۸۰ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ - بَعَاةٌ مُسْلِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول ہوتا ہے۔

(مسلم)
وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طَهْوٍ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے طہارت نماز قبول نہیں ہوتی۔ نہ صدقہ من غلول اور نہ مال حرام سے صدقہ قبول ہوتا ہے غلول کا استعمال زیادہ تر غنیمت میں خیانت کے لیے ہوتا ہے اور مطلق خیانت کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۱ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْبِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْقَدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذِكْرَهُ وَيَتَوَضَّأُ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں بہت مذی والا مرد تھا۔ مجھے شرم آتی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں کہ اگر آپ کی بیٹی (فاطمہ) میرے نکاح میں تھی۔ میں نے مقدار کو حکم دیا انہوں نے آپ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا (موت مذی خارج ہونے کی صورت میں) اپنا آلہ تناسل دھوے اور وضو کرے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً امِيرًا لِمُؤْمِنِينَ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں وہ شخص تھا جسے مذی بہت زیادہ خارج ہوتی ہے۔ مذی میم کی قلع ڈال کے سکون اور یا کی تشدید کے ساتھ۔ اس

ہے کہ بکریاں جنت کے چار پاؤں میں سے ہیں۔

۲۸۴۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنے پیٹ میں کچھ محسوس

کرے اور شک میں پڑ جائے کہ پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی

ہے یا نہیں تو مسجد سے نہ نکلے جب تک کہ آواز نہ سنے یا بوجھوس

نہ کرے۔ (مسلم)

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ

فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخْرَجَ مِنْهُ شَيْئًا

أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ

صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص جب پیٹ میں کوئی چیز دھوا کی

گردش اور اس کا دباؤ محسوس کرے فاشکل علیہ اخراج منه شیئاً ام لا اول سے اس بات کا شہرہ لگیا کہ پیٹ سے کوئی

چیز خارج ہوئی ہے یا نہیں فلا یخرجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ تو مسجد سے ہرگز باہر نہ نکلے یہ وضو نہ ٹوٹنے سے کن یہ ہے کہ مسجد سے

باہر آنا وضو لازم ہونے کے باعث ہوتا ہے۔ اس ارشاد میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مومن کی نماز اور اس کی حالت آرام مسجد ہی

ہونی چاہیے۔ یعنی اس کا زیادہ وقت مسجد میں ہی گزرنا چاہیے۔ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا جب تک کہ آواز نہ سنے

یا ہوا کا خارج ہونا اسے محسوس نہ ہو یہ غالب اور اکثر اوقات کے لحاظ سے ہے۔ اصل مقصد ہوا کے خارج ہونے کا یقین

ہے۔ ہوا کی آواز نہ سنے یا نہ سنے اور بوا آئے یا نہ آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے وضو کیا ہو اور اس کے ٹوٹنے میں

شبہ واقع ہو گیا ہو تو نئے وضو کی ضرورت نہ ہوگی کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تاہم یہ رعایت اصل جو ان کے اعتبار سے

ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نیا وضو کر لینے کی احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مودھ لوش فرمایا پھر کل

ک اور فرمایا اس میں چکنا ہٹ ہوتی ہے۔

(بخاری و مسلم)

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ

لَبَنًا فَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَكُمْ دَسْمًا - مُتَّفَقٌ

عَلَيْهِ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ حضرت عبداللہ

بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مودھ لوش فرمایا تو اس کے بعد کل کی و قَالَ

إِنَّ لَكُمْ دَسْمًا اور فرمایا اس میں چکنا ہٹ ہوتی ہے جس سے منہ کو صاف کرنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز

منہ میں چکناہٹ پیدا کرے یا اس کا کچھ حقہ منہ میں باقی ہو اور اس امر کا اندیشہ ہو کہ یہ نیچے پیٹ میں اتر جائے گا۔ اگرچہ وہ اتنا قلیل ہو کہ اس سے قرأت میں رکاوٹ پیدا نہ ہو تو بھی اس سے منہ صاف کر لینا مستحب ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

۲۸۶ وَعَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ يَوْمًا وَاحِدًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا فرمائیں۔ اور اپنے دونوں موزوں پر مسح فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ نے آج وہ کام کیا ہے جو آپ پہلے نہ کرتے تھے فرمایا۔ اسے عمر میں نے یہ کام دانستہ کیا ہے۔ (مسلم)

دَعْنُ بُرَيْدَةَ بَعْنُ بَارِقٍ رَوَاهُ سُلَيْمٌ يَأْتِي بِأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَتْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْفَتْحَ يَوْمًا وَاحِدًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

آپ کو بیعت رضوان کی سعادت حاصل ہوئی۔ غزوہ خیبر میں شامل تھے مشہور یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف سفر ہجرت کے دوران راستے میں آپ اسلام لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گامی کے سلسلے میں آپ نے بہت سی مساعی جلیلہ بروئے کار لائیں۔ آپ کے باقی حالات دوسری جگہ میں تحریر ہو چکے ہیں۔ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْفَتْحَ يَوْمًا وَاحِدًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

یہ حضرت بريدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک ہی وضو سے چند نمازیں ادا کیں۔ ایک روایت میں پانچ نمازوں کی تصریح آئی ہے۔ وَمَسَحَ عَلَى خُفَيْهِ اور اپنے دونوں موزوں پر مسح کیا۔ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے۔ فَقَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ فرمایا اسے عمر میں نے یہ کام دانستہ کیا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے تھے۔ صرف فتح مکہ کے دن تعلیم امت کے لیے آپ نے چند نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرمائیں۔ بعض نے یوں فرمایا ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنا آپ پر فرض تھا مگر یہ چیز مشقت کا باعث تھی اس کے بجائے آپ کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیا گیا اور ہر نماز کے لیے تازہ وضو کا حکم واپس لے لیا گیا، سوائے بے وضو ہونے کی حالت کے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْآخِرَةِ کے مطابق اولاً تمام مسلمانوں پر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کا حکم تھا۔ بعد میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا مگر سورہ مائدہ کے احکام میں نسخ تسلیم کرنا قابل بحث بات ہے واللہ اعلم

۲۸۶. وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّفْبَاءِ وَهِيَ مِنْ أَدْنَى خَيْبَرَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَعَا بِالْأَنْوَادِ فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ فَأَمَرِيهِ فَتَرْتِي فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

حضرت سويد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک یہ غیر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ صباہ کرم موضع صباہ میں جو خیبر کے نزدیک ہے پہنچ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر ادا فرمائی پھر آپ نے کھانے کی چیزیں طلب فرمائیں تو آپ کی خدمت میں مرت ستو پیش کیے گئے۔ آپ نے ان کے گھونٹے کا حکم دیا وہ گھونٹے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمائے اور ہم نے بھی کھائے پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے اٹھے۔ آپ نے کھلی کی اور ہم نے بھی کھلی کی پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا۔ (بخاری)

وَعَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ سُوَيْدِ بْنِ نَعْمَانَ بَعَثَ نُونُ بْنُ أَبِي الْفَارَسِ صَاحِبِي فِي بَيْتِ الْمَرْفُوعِ وَأَرْغَزَهُ أَحَدٌ فِي مَوْجِدٍ تَحْتَهُ أَوْ بَعْدَ كَيْتَمِ غُرُورَاتٍ فِي بَيْتٍ شَالٍ تَحْتَهُ۔ اہل مدینہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی روایت کردہ احادیث بھی اہل مدینہ میں مشہور و معروف ہیں۔ خَرَجَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّفْبَاءِ یہاں تک کہ صباہ کرم کے سال حَتَّى إِذَا كَانُوا بِالصُّفْبَاءِ یہاں تک کہ صباہ کرم میں پہنچے صباہ کرم کا نام ہے۔ صلی العصر وہاں آپ نے نماز عصر ادا کی ثُمَّ دَعَا بِالْأَنْوَادِ۔ پھر آپ نے کھانے پینے کی چیز طلب کی فَلَمْ يَأْتِ إِلَّا بِالسَّوِيقِ۔ تو آپ کی خدمت میں ستو کے سوا کوئی چیز پیش نہ کی گئی۔ فَأَمَرِيهِ فَتَرْتِي آپ نے ان کے بھگرنے کا حکم دیا تو اس میں بھگوریا گیا فَأَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْنَا۔ تو حضور نے بھی کھلیا اور ہم نے بھی ثُمَّ قَامَ إِلَى الْمَغْرِبِ۔ پھر آپ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی کی اور ہم نے بھی ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ پھر آپ نے نماز ادا کی اور وضو نہ کیا اور آپ کی بیوی کا نام ہم نے بھی وضو نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ سے کھلی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم و واجب نہیں ہوتا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہی رسول اللہ

۲۸۸. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ
أَوْ رِيحٍ . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ إِلَّا مِنْ صَوْتٍ أَوْ رِيحٍ
حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو لازم نہیں ہوتا مگر آواز یا
ہوا سے۔ یعنی پیٹ میں فحش مرد پھرنے سے وضو واجب نہیں ہوتا۔ حاشیہ میں مذکور ہے کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک پیٹ میں مرد پھرنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر یہ قول کتاب خرقی اور اس کی شرح میں جو امام احمد
علیہ الرحمۃ کے مذہب کی سب سے جامع اور کامل کتاب ہے، موجود نہیں ہے۔ اسے احمد اور ترمذی نے
روایت کیا۔

۲۸۹. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ
الْوُضُوءُ وَ مِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا
مذی سے وضو اور منی سے غسل لازم آتا ہے۔ (ترمذی)

دَعْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ حَضَرَتْهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمِ فِي نَبِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَذْيٍ أَوْ مَنِيٍّ فَقَالَ مِنَ الْمَذْيِ الْوُضُوءُ وَ مِنَ الْمَنِيِّ الْغُسْلُ
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا مذی سے وضو واجب ہوتا ہے اور منی سے غسل۔ مگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے منی کا حکم دریافت نہیں کیا تھا مگر حضور علیہ السلام نے مذی کے حکم کی مناسبت اور اس بنا پر کہ اس سے منی کے
حکم میں اشتباہ لاحق نہ ہو، منی کا حکم بھی بیان فرمادیا۔

پوچھنا یہ ہے کہ فصل اول میں گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شرم کے باعث خود یہ مسئلہ حضور سے
دریافت نہ کیا تھا بلکہ اس کے لیے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ حضور علیہ السلام سے دریافت کریں۔ پس اس
حدیث میں سوال کی نسبت اپنی طرف کرنا مجاز ہے یا آپ نے خود یہ سوال کسی دوسرے وقت میں کیا واللہ اعلم۔ اسے
ترمذی نے روایت کیا۔

۲۹۰. وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَ
تَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ
انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نماز کی چابی وضو، اس کی تحریم تکبیر
اور اس کی تحلیل سلام ہے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی، دارمی،

رَوَاكَ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ عَنْهُ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ
فِي رِوَايَتِهِ كَمَا فِي رِوَايَتِهِ

دَعْنَةُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْقَالُ الصَّلَاةِ الطَّهْرَةُ۔ انہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کی چابی طہارت ہے یعنی جس چیز سے نماز کا دروازہ کھلتا اور اس میں داخل ہونا میسر آتا ہے وہ طہارت اور وضو ہے۔ دَعْنَتُهَا التَّكْبِيرُ۔ اور وہ چیز جس سے نماز کے علاوہ ہر چیز حرام ہو جاتی ہے تکبیر ہے اسے تکبیر تحریمہ بھی اسی معنی میں کہتے ہیں جیسے حج کے لیے احرام باندھتے ہیں اور اس کے ساتھ بہت سی وہ چیزیں جو حلال ہوتی ہیں حرام ہو جاتی ہیں۔ دَعْنَتُهَا التَّسْلِيمُ۔ اور جس سے نماز سے باہر آتے ہیں اور حرام شدہ کام حلال ہو جاتے ہیں سلام ہے جس طرح محرم کے لیے کہ جب احرام کھولتا ہے تو حرام شدہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں۔

اس حدیث کی بنا پر امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہ سلام کو نماز کے فرائض میں شامل کرتے ہیں کہ ظاہر لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سے باہر آنا سلام کے بغیر نہیں ہو سکتا مگر احناف کے نزدیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ کنافرض نہیں بلکہ واجب اور واجب کا حکم یہ ہے کہ اگر عداً اسے ترک کر دیا جائے تو نماز ہو تو جاتی ہے مگر ناقص ہوتی ہے اور بھول کر ترک کر دے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ اور فرض وہ ہوتا ہے جس کے ترک سے نماز بالکل ہوتی ہی نہیں۔ احناف کی دلیل اعرابی کی وہ حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی مگر اس میں سلام کا ذکر نہ کیا۔ اگر سلام فرض ہوتا تو حضور ضرور اس کا بھی ذکر فرماتے۔ اس حدیث کو ابو داؤد، ترمذی، اور دارمی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے بھی ان سے اور حضرت ابو سعید سے اسے روایت کیا۔

۲۹۱۔ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَسَأَ أَحَدُكُمْ
فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا تَأْكُلُوا الْبَسَاءَ فِي إِعْجَازِهِنَّ۔
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ۔
حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی ہوا خور
ہو جائے تو وضو کرے اور نہ آؤ عورتوں کے پاس (ان سے مجاہدہ
کرد) ان کے پیچھے سے۔ (ترمذی۔ ابو داؤد)

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ طَلَعَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ
صَاحِبِ كَرَامٍ مِنْ سَعْدِ بْنِ عَدِيٍّ هُوَ عِلْمَاءُ نَفَسَ كَمَا هِيَ كَمَا فِي رِوَايَتِهِ هِيَ۔ بعض نسخوں میں طلحہ بن
علی آیا ہے اور ان سے خود ایک دوسری حدیث بھی اس فصل میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا فَسَأَ

فِي غَيْرِ الْقَاعِ لِمَا صَحَّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَحْمَدُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ
حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ ثُمَّ يَصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ إِلَّا أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ يَأْمُرُ
بِدَلٍّ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ

نہ سو جائے۔ کیونکہ حضرت انس سے صحیح روایت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نماز عشاء کی انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے سر ہینڈ سے جھک جھک جاتے تھے پھر وہ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور منورہ کرتے تھے۔ اسے ابو الداؤد ترمذی نے روایت کیا۔ مگر ترمذی نے یَسْتَلُوْنَ اِلَیَّ الشَّعْثِ تَحْتَ رُءُوسِهِمْ کی جگہ یا مومن کا لفظ ذکر کیا۔

دَعْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَمُّ السَّهْلِ الْغَيْثَانِ - حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جائے پاخانہ کا ڈھکنا آنکھیں میں۔ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ - تو جو سو گیا وہ وضو کرے اسے ابو داؤد نے روایت کیا قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدٌ بْنُ الْمُسَنَّى رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا فِي غَيْرِ الْقَائِدِ شَيْخِ إِمَامٍ عَنِ السَّنَةِ رَحِمَهُ اللَّهُ بِطَرَفَيْنِ فرمایا ہے کہ یہ حکم نہ بیٹھے ہوئے آدمی کے لیے ہے۔ یعنی یہ اس سونے والے شخص کا حکم ہے جو بیٹھنے کی حالت میں زمین پر نہ چلا جائے لِمَا صَحَّ عَنْ النَّبِيِّ اس حدیث کی بنا پر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ مروی ہے قَالَ كَانَ اصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهْنُ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهْنُ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهْنُ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَهْنُ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں بیٹھے رہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور نماز ادا کی جاگئے۔ اس حالت انتظار میں زمین پر غالب آجاتی تھی۔ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ یہاں تک کہ ان کے سران کے سینوں پر گر پڑتے تھے۔ ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ۔ پھر نماز پڑھتے تھے اور وضو نہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ بیٹھے میں سو جانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس حدیث میں بیٹھے میں سو جانے والے کی تخصیص اور اس کی نیند کی استثناء کی وجہ بھی معلوم ہوئی اس کے سوا نیند کی وہ تمام حالات جن میں سرین اپنی جگہ پر ٹھیک رہتے ہیں بھی اسی پر قیاس کی گئی ہیں ان میں وضو نہ ٹوٹنے کا حکم دو مبری احادیث سے ثابت ہے اسے ابو داؤد و ترمذی نے روایت کیا إِلَّا أَنْتَ ذَكَرْنَا فِيهِ نِيَامُونَ بَدَلَ۔ مگر اتنا فرق ہے کہ ترمذی نے اس حدیث میں اس اگلی عبارت یَسْتَظِرُّونَ الْعِشَاءَ حَتَّى تَخْفِقَ رُءُوسُهُمْ کے بجائے لَفْظَ نِيَامُونَ روایت کیا ہے۔ تاہم اس عبارت اور لَفْظَ نِيَامُونَ کا معنی ایک ہی ہے یعنی سو جاتے تھے۔

۴۹۴ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْوُضُوءَ عَلَى مَنْ نَامَ مُصْطَجِعًا فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرَحَّتْ مَنَاقِلُهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھواں شخص پر لازم آتا ہے جو لیٹ کر سو جائے کیونکہ جب وہ اس حالت میں سو جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہوجاتے ہیں (ترمذی ابو داؤد)

حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دھواں شخص پر لازم آتا ہے جو لیٹ کر سو جائے کیونکہ
جب وہ اس حالت میں سو جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں
(ترمذی ابو داؤد)

وَرَوَاكَ النَّسَائِيُّ عَنْ بُسْرَةَ، إِلَّا أَنَّهُ لَعْنِيذٌ كَرُ

لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا شَيْءٌ۔

چیز حائل نہ ہو تو وہ وضو کرے۔ اسے شافعی اور دارقطنی نے روایت کیا۔ نسائی نے اسے بسرو سے روایت کیا۔ مگر اس نے میں بینہ و بینہ شافعی کا ذکر نہیں کیا۔
 دَعْنُ طَلْقِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّجُلِ ذَكَرَ بَعْضَ مَا يَتَوَضَّأُونَ
 روایت ہے حضرت طلق بن علی سے جو علی بن طلق کے بیٹے ہیں جن کا ایک گزشتہ حدیث میں ذکر ہوا۔ ان دونوں ناموں کے درمیان جو اشتباہ پایا جاتا ہے اس کا ازالہ بھی کر دیا گیا۔ ان حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وضو کرنے کے بعد آدمی اپنے آلہ تناسل کو ہاتھ لگائے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ قَالَ دَهْلٌ هُوَ إِلَّا بَضْعَةً مِنْهُ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آلہ تناسل بھی بندے کے جسم کا ہی ایک ٹکڑا ہے۔ ایک روایت میں منہ کے بجائے منک آیا ہے اور ترمذی کی روایت میں إِلَّا مُضْغَةً مِنْهُ أَوْ بَضْعَةً بطریق شک راوی آیا ہے مُضْغَةُ بَرْدِ زَنْ لِقْمَةِ گوشت کا اتنا ٹکڑا جو چبایا جائے۔ بعض بفتح با و کسرہ یا بھی گوشت کے ٹکڑے کے معنی میں آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں بعضہ مُضْغَةُ سے کچھ بڑے ٹکڑے کو کہتے ہیں غرض ارشاد نبوی کا مقصد و مطلب یہ ہے کہ آلہ تناسل کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جس طرح دوسرے اعضا کو چھونے سے نہیں ٹوٹتا۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے بھی اسی کی مانند روایت کیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ آلہ تناسل کو چھونے سے وضو کا ٹوٹنا علمائے مذہب کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ صحابہ کرام سے بھی اختلاف منقول ہے اور اس بارے میں احادیث بھی مختلف آئی ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد اس صورت میں وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں بلکہ امام احمد علیہ الرحمۃ کے نزدیک مطلق شرمگاہ، آلہ تناسل ہو یا جائے پاخانہ یا عورت کی شرمگاہ ہواں سب کے لمس کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام مالک کے مذہب میں عورت کی شرمگاہ مس کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اختلاف ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہاتھ کی ہتھیلی آلہ تناسل کو لگ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت میں مس ذکر سے وضو کرنا مستحب ہے نہ کہ واجب۔ اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک مطلقاً وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس جماعت آئمہ کی دلیل حضرت بسرو کی یہ حدیث اور بہت سے صحابہ کرام کا عمل ہے جسے موطا میں امام مالک نے روایت کیا ہے۔ اخلاف کی دلیل قیس بن طلق بن علی کی حدیث ہے جسے مسند ابو حنیفہ میں ایوب بن عقبہ قاضی بیاہ سے اس نے قیس بن علی سے اس نے اپنے باپ سے (جس کا ذکر متن میں گزرا) سے اور شہنی نے شرح معانی الآثار طحاوی سے نقل کی کہ قیس بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے علم میں کوئی صحابی ایسا نہیں جس نے لمس سے وضو ٹوٹنے کا فتویٰ دیا ہو سوائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے۔ انہوں نے اس فتویٰ میں اکثر صحابہ کی مخالفت کی ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے

اپنے موطن میں سلف سے اس بارے میں آثار کثیرہ روایت کیے ہیں اور مسند حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ میں حضرت علی حضرت عمار اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہ روایت موجود ہے کہ ان حضرات صحابہ نے فرمایا کہ ہم لوگ اس میں کوئی قوی نہیں سمجھتے کہ اپنی ناک کو ہاتھ لگائیں یا اپنے آلہ تناسل کو یعنی دونوں عضو گوشت کے ٹکڑے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ اسے مخاطب اگر تو اپنے آلہ تناسل کو نجس جانتا ہے تو اسے کاٹ دے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت آئی ہے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود، حذیفہ بن الیمان، عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی رباح وغیرہم تابعین رضوان اللہ علیہم سب مذکورہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ منس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ پس اس بارے میں احادیث کا آپس میں مختلف ہونا نسخ کی بنا پر ہے۔ احناف کے مخالفین کہتے ہیں کہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث جو حنفیہ کی دلیل ہے منسوخ ہے جیسا کہ مولف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ هَذَا مَنْشُوخٌ یعنی شیخ امام محی السنہ نے کہا کہ طلق بن علی کی یہ حدیث منسوخ ہے لِأَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَسْلَمَ بَعْدَ تَدْوِمِ حَلْقِهِ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے کے بعد اسلام لائے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سن ۳۷ھ میں غزوہ بدر کے موقع پر اسلام قبول کیا اور حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ ابتداءً ہجرت کے وقت تعمیر مسجد نبوی کے دوران حاضر خدمت ہوئے تھے اس بنا پر حضرت ابو ہریرہ کا سماع لازماً طلق کے سماع کے بعد ہوا ہے وَقَدْ رَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور بیشک حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے قَالَ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِذَا أَقْبَضَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ إِلَى ذَكَرِهِ حَبِيبُ تَمَسُّهُ كَوْنِي شَخْصٍ أَيْنَا هَاتِهِ آلَهُ تَنَاسُلٍ تَمَسُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا۔ اس حال میں کہ اس کے ہاتھ اور آلہ تناسل کے درمیان کوئی چیز (کپڑا وغیرہ) حائل نہ ہو فَلْيَتَوَضَّأْ تَوَضَّأْتُ تَوَضَّأْتُ کہ وضو کرے اسے شافعی اور دلقطنی نے روایت کیا۔ اور نسائی نے اس روایت کو ثبوت صنفان سے روایت کیا۔ إِلَّا آلَهُ لَمْ يَذْكُرْ مَرْنَانِي تَعْلِيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمَا کی عبارت ذکر نہیں کی۔ یہ شافعی حضرات کے مذہب کا بیان ہے۔ احناف رحمہم اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ محض اتنی سی بات سے کہ طلق بن علی حضرت ابو ہریرہ سے پہلے اسلام لائے۔ اس امر کا یقین نہیں ہوتا کہ طلق کا سماع بھی ابو ہریرہ کے سماع سے مقدم ہے۔ الا یہ کہ طلق کی وفات بھی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی وفات سے پہلے ثابت ہو جائے۔ یا یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت طلق اپنے وطن واپس جانے کے بعد پھر حضرت کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ لہذا میں ممکن ہے کہ طلق کا سماع

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سماع کے بعد ہوا اس صورت میں طلق کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی ناسخ ہو گئی نہ اس کا عکس۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ بلکہ یوں کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ حضور کا یہ قول مبارک آپ نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہو۔ جس نے طلق کی حدیث سے یہ قول مبارک پہلے سنا ہو۔ اس قسم کی صورت حال بہت سی احادیث میں پائی جاتی ہے۔ ایسی روایات کو مراسیل صحابہ کہتے ہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں بعض لوگوں نے راوی کے تاخر اسلام کو نسخ کا قرینہ قرار دیا ہے۔ ان کے اس قول کو ہماری مذکورہ تحقیق رد کرتی ہے۔

٢٩٤ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ ثُمَّ يُصَلِّي
 وَلَا يَتَوَضَّأُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَ
 النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا يَمُومُ
 عِنْدَ أَصْحَابِنَا بِحَالِ إِسْنَادٍ عُرِوَةٍ عَنْ عَائِشَةَ
 وَأَيْضًا اسْنَادُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْهَا وَقَالَ
 أَبُو دَاوُدَ هَذَا مُرْسَلٌ وَإِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ
 يَسْمَعْ عَنْ عَائِشَةَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کو بوسہ دیتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہ کرتے اسے ابو داؤد و ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا۔ اہل حدیث غزوۃ اذ عائشہ کی حالت سند کے اعتبار سے ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح تین نیز ابراہیم الیمتی کا استاد حضرت عائشہ سے صحیح نہیں سادر ابو داؤد نے کہا یہ حدیث مرسل ہے۔ اور ابراہیم الیمتی نے حضرت عائشہ سے نہیں سنا۔

وَعَنْ عَلِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِبُ بَعْضَ أَرْوَاحِهِ حَمْرَتِ مَالِكِ بْنِ نُوَيْرٍ
عنها سے روایت ہے وہ کہتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنی بعض بیویوں کو چوم لیتے تھے۔ ترندی کی حدیث سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعض انداج کے لفظ سے حضرت عائشہ اپنی ذات مراد لیتی تھیں۔ تَوَيَّضْتُ كَمَا يَتَوَضَّأُ الْمَجْرِبُ نَارًا پڑھتے
تھے اور وضو نہ کرتے تھے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی اخات اور دوسرے
آئمہ دین میں مختلف فیہ ہے۔ کہ ہاتھ سے عورت کے جسم کو چھونا وضو کو توڑتا ہے یا نہیں آئمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک،
امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے چاہے شہوت کے ساتھ مس کرے یا بلا شہوت،
اپنی عورت کو چھوئے یا اجنبی کو۔ اس تفصیل کے مطابق جو ان آئمہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ البتہ امام شافعی علیہ الرحمۃ
کے نزدیک اجنبی عورت کو چھونے میں وضو ٹوٹنے کی شرط یہ ہے کہ دونوں مرد و عورت بالغ ہوں نابالغ نہ ہوں۔ اور
حنفیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ان آئمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت ہے اَوَّلَامَسْتَفْرَجًا

أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

ہوئے اور نماز ادا فرمائی۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

دَعْنُ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفًا حَفَرَتْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَروایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانے کا گوشت کھایا ثُمَّ مَسَحَ بِمِصْبَحٍ كَانَ تَحْتَهُ مِصْبَحٌ بِكُسْرٍ وَسُكُونٍ مِیْن یعنی پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے اور صاف کیے ایک ٹاٹ سے جو آپ کے پاؤں مبارک کے نیچے تھا۔ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور اس سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کھانے کی اس چیز میں چکنا ہٹ نہ ہو جس سے ہاتھ اور منہ کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ منہ دھونا بھی ضروری نہیں ہے۔ مِصْبَحٌ بِكُسْرٍ بمعنی پلاس اور فارسی میں پلاس گلیم (گودری) کو بھی کہتے ہیں اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۲۹۹. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ أَحْمَدُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے بکری کا بھنا ہوا ایک پہلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا۔ آپ نے اس میں سے کھایا۔ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور وضو نہ کیا۔

دَعْنُ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَرَّبْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بھنا ہوا پہلو پیش کیا آپ نے اس سے کھایا پھر اٹھ کر نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ اسے احمد نے روایت کیا۔

تیسری فصل

۳۰۰. عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَقَدْ كُنْتُ أَشْوِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلَّيْتُ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں گماہی دیتا ہوں کہ بے شک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کے پیٹ کا گوشت بھونتا تھا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

(مسلم)

عَنْ أَبِي رَافِعٍ حَضَرْتُ ابْرَاهِيمَ أَخَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَرِهَ غُلَامٌ فِيهِ قَوْلٌ مَشْهُورٌ كَمَا مَطَابِقُ انْ كَا

ایک بکری بطور ہدیہ بھیجی گئی۔ فَعَلَّمَهَا فِي الْقُدْسِ قَوْلَ الْوَرَّافِ نَعْنِي اِسے جانٹھی میں ڈالنا کہ پک جائے۔ فَدْخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقَوُّرِي دِيرَ كُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْرِيفًا لَّاشِي فَقَالَ مَا هَذَا يَا أَبَا رَافِعٍ اور فرمایا اے الورافع یہ ہانڈی میں کیا چیز ہے۔ فَقَالَ شَاةٌ اُحْمَدِيَّتْ لَنَا الْوَرَّافِ نے کہا یا رسول اللہ یہ بکری ہے جو میں ہدیہ کے طور پر دی گئی ہے۔ فَنَظَبَحْتُهَا فِي الْقُدْسِ تو میں نے اسے ہانڈی میں پکالیا ہے۔ قَالَ نَادِ لَنِي الذِّرَاعَ يَا أَبَا رَافِعٍ فرمایا اے الورافع اس کے بازو کی ہڈی مجھے دے تاکہ میں کھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بازو کا گوشت اس بنا پر پسند تھا کہ یہ جلدی پک جاتا اور نرم ہوتا ہے۔ فَنَادَيْتُهُ الذِّرَاعَ تو میں نے آپ کو بکری کا بازو پیش کر دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ لَنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ۔ پھر آپ نے فرمایا دوسرا بازو بھی مجھے دے فَنَادَيْتُهُ الذِّرَاعَ الْآخَرَ تو میں نے آپ کو دوسرا بازو بھی دے دیا۔ ثُمَّ قَالَ نَادِ لَنِي الذِّرَاعَ الْآخَرَ پھر فرمایا مجھے اس کا اور بازو بھی دے۔ فَقَالَ الْوَرَّافِ نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِنَّمَا لَشَاةٌ ذِرَاعَانِ یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بکری کے تو دو ہڈی بازو ہوتے ہیں، اور وہ دونوں آپ کو دے چکا ہوں۔ مزید کہاں سے دوں۔ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِنَّا اَنْتَ لَوَسَّكُنَا فَمَا لَنَتْنِي ذِرَاعًا نَاحَا مَا سَكَنَّا۔ تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا اگاہ رہو کہ اگر تو خاموش رہتا اور یہ نہ کہتا کہ بکری کے صرف دو ہڈی بازو ہوتے ہیں تو جب تک تو خاموش رہتا مجھے بازو دیتا ہی رہتا یعنی جتنی وضع بھی میں تجھ سے بازو طلب کرتا تو مجھے دیتا اور یہ بطور مجزہ ہوتا گویا عالم غیب سے خرق عادت کے طور پر کسی شے کا ظہور اس کے ساتھ مشروط ہوا اس کا انکار نہ کیا جائے اور اس میں شک و تردید نہ آنے دیا جائے۔ تاکہ ائمہ یقین میں غل و طعن نہ ہو۔ وَاللَّهِ اعْلَمُ ثُمَّ دَخَلَ بَيْتًا بِمَاءٍ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا فَمَقْنَعُ قَالَا اور منہ مبارک میں کلی کی۔ دَخَلَ اَطْرَافَ اصْبَاحِهِ اور ہاتھوں کی انگلیاں دھوئی مِلَّانِ الْخَطِّ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد سارا ہاتھ دھونا ضروری نہیں بلکہ جتنے حصے کو چکنا ہٹ لگی ہو صرف اسے ہی دھولینا کافی ہو جاتا ہے۔ ثُمَّ قَامَ نَعْنِي پھر آپ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی۔ ثُمَّ خَادَ اَيْتَهُمْ فَوَسَّجَدَ عَشْرًا لِحَمْلِ الْبُرْدِ اَنْفَارُ سے فراغت کے بعد پھر آپ حضرت الورافع کے اہل و عیال کے پاس تشریف لے گئے۔ تو ان کے پاس ٹھنڈا گوشت پڑا ہوا دیکھا۔ فَآكَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى ذَكَرُ يَمَسُّ مَاءً آپ نے اس ٹھنڈے گوشت میں سے کھایا پھر آپ مسجد میں داخل ہوئے اور پانی کو ہاتھ نہ لگایا۔ رَفَاةُ اِحْمَدُ اس حدیث کو احمد نے الورافع سے روایت کیا۔ وَرَفَاةُ الدَّارِمِيِّ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ اور دارمی نے اسے ابو حبیہ سے روایت کیا لَا اِنَّهُ لَكُنْ يَدُكَ كَوْنُ ثَمَّ دَعَا

بِسْمِ اللَّهِ الْخَيْرُ ۖ مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ دائرہ میں نہ یہ عبارت ذکر نہیں کی۔ یعنی تَمَّ دَعَا سے آخر تک۔

۳۰۲ رَعْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَابْنُ أَبِي وَابْنُ أَبِي طَلْحَةَ جُلُوسًا فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَخُبْزًا ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوءٍ فَقَالَ لِمَ تَتَوَضَّأُ فَقُلْتُ لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْنَا فَقَالَ أَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَمْ يَتَرَمَّ أَمْنُهُ مِنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ میں اور ابی اور ابوطحہ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے گوشت اور روٹی کھائی پھر میں نے وضو کا پانی ہلکا لیا تو ان دونوں نے کہا کس لیے وضو کرتے ہو میں نے کہا اس کھانے کے لیے جو ہم نے کھلایا اس پر ان دونوں حضرات نے کہا کیا تو پاک چیری کھانے سے وضو کرتا ہے۔ جو تجھ سے بہتر ہستی تھی اس نے اللہ سے وضو نہ کیا۔ (احمد)

رَعْنُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَابْنُ أَبِي وَابْنُ أَبِي طَلْحَةَ جُلُوسًا - حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں اور ابی بن کعب اور ابوطحہ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جلوس عالس کی جمع ہے۔ فَأَكَلْنَا لَحْمًا وَخُبْزًا - پھر ہم نے گوشت اور روٹی کھائی۔ ثُمَّ دَعَوْتُ بِوَضُوءٍ - پھر میں نے وضو کے لیے پانی طلب کیا۔ فَقَالَ لِمَ تَتَوَضَّأُ - تو دونوں نے کہا ابی بن کعب اور ابوطحہ نے مجھ سے کہا تو کس لیے وضو کرتا ہے۔ فَقُلْتُ لِهَذَا الطَّعَامِ الَّذِي أَكَلْنَا - میں نے کہا میں اس لیے وضو کرتا ہوں کہ ہم نے یہ کھانا کھایا ہے۔ فَقَالَ أَتَتَوَضَّأُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ - انہوں نے کہا کیا تو پاک طہان چیر کھانے کے بعد وضو کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ لَمْ يَتَرَمَّ أَمْنُهُ مِنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ - حالانکہ ایسے موقع پر اس ہستی نے وضو نہیں کیا جو تجھ سے بہتر و خیر ہے۔ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس جن بعض احادیث میں ایسے مواقع میں وضو کے ذکر کرنے کا ذکر آیا ہے اس سے منہ دھونا مراد ہے۔ یا یہ احادیث ان احادیث کی ناسخ ہیں۔

رَوَاهُ أَحْمَدُ اسے احمد نے روایت کیا۔

۳۰۳ رَعْنُ ابْنِ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ قَبْلَهُ لِلْعَجَلِ امْرَأَتُهُ وَجَسَتْهَا مِنَ الْمَلَامَةِ وَمَنْ قَبْلَ امْرَأَتِهِ أَوْ جَسَتْهَا بَيْدًا فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ - رَوَاهُ مَالِكٌ وَشَافِعِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے مرد کا اپنی عورت کو چومنا اور اسے ہاتھ لگانا ملامت میں سے ہے مادرجس نے بھی اپنی عورت کو بوسہ لیا یا اسے ہاتھ سے چھوا اکل پر وضو ہے۔

رَعْنُ ابْنِ عُمَرَ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان یقول وہ فرماتے تھے قَبْلَهُ الْعَجَلِ امْرَأَتُهُ مَرَّةً كَوْبَسَتْهَا بَيْدًا وَجَسَتْهَا جَمِيعًا - اور مرد کا عورت کو ہاتھ لگانا

مِنَ الْمَلَأَ مَسَیۡۃً - ملاست میں داخل ہے یعنی اس ملاست میں شامل ہے جس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت
اَزْلَا مَسْتَمۡ لِّلنِّسَاءِ میں کیا ہے۔ اور اس ملاست کی بنا پر وضو کو واجب قرار دیا ہے۔ اس کے بعد خود ہی حضرت
ابن عمر نے یہ بات بیان کر دی۔ وَ مَنۡ قَبَّلَ اَمْرَاَتَهُ اَزْجَسَهَا بِیَدِہٖ فَعَلِیْہِ الْوُضُوۡءُ جس نے اپنی عورت کا
بوسہ لیا یا اپنے ماتم سے اس کے جسم کو چھوا تو اس پر وضو لازم ہو جاتا ہے۔ وَ کَا لَا مَا یَکُ شَاغِبِیۡ اَسَہٗ اَمَامَ مَالِکٍ
اور امام شافعی رحمہما اللہ نے روایت کیا۔

۳۴. وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوۡدٍ کَانَ یَقُوْلُ مَنۡ قَبَّلَ الرَّجُلُ اَمْرَاَتَهُ الْوُضُوۡءُ - رَوَاہُ مَالِکٌ
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہا کرتے تھے۔ مرد
کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو ہے۔ (مالک)

وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوۡدٍ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کَانَ یَقُوْلُ مَنۡ قَبَّلَ الرَّجُلُ
اَمْرَاَتَهُ الْوُضُوۡءُ۔ کہ مرد کے اپنی عورت کو بوسہ دینے سے وضو لازم ہو جاتا ہے۔

۳۵. وَ عَنِ ابْنِ عَمْرٍَا تَمَّزَّیۡنَ الْخَطَّابِ قَالَ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بَشِکَ عَمْرٍَا الْخَطَّابِ
اِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّیْسِ فَتَوَضَّأُ وَاَمْنٰہَا۔
عمر نے فرمایا عورت کو چومنا لیس میں سے ہے اس سے وضو کر دے۔

وَ عَنِ ابْنِ عَمْرٍَا تَمَّزَّیۡنَ الْخَطَّابِ قَالَ اِنَّ الْقُبْلَةَ مِنَ اللَّیْسِ فَتَوَضَّأُ وَاَمْنٰہَا۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ عورت کو بوسہ دینا بھی اس لیس میں داخل ہے جس سے وضو ٹوٹ
جاتا ہے۔ یہ آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عورت کو چھونا وضو ٹوٹ دیتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ مذہب
ہے۔ تاہم انہوں نے اسے اجنبی عورت سے مخصوص کیا ہے۔ مگر یہ آثار و روایات اجنبی و غیر اجنبی عورت کی تخصیص کے
بغیر لیس کی صورت میں وضو ٹوٹنے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور احناف کے نزدیک یہ مذکورہ آثار صحت کو نہیں پہنچے۔
چنانچہ مسند ابی حنیفہ میں عطاء بن ابی رباح نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا لَیْسَ فِی الْقُبْلَةِ وَ حُنُوۡءُ عَوْرَتِکَ بِوَسْمِہٖ دِیۡنَہٗمُ لَیْسَ اَتَا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ان
تمام احادیث کے لیے ناسخ ہو جو اس کے خلاف وارد ہوئی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے
بیان کیا ہے وہ نسخ سے قبل کے دور کی بات ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۶. وَ عَنِ عُمَرَ بْنِ عُمَرَ الْعَزِیۡزِ عَنْ
تَمِیۡمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
عَلِیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ الْوُضُوۡءُ مِنْ کُلِّ دَہَمٍ سَاۡئِلٍ رَوَاہُمَا
حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے وہ تیمم داری سے روایت
کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے
والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ ان دونوں احادیث کو

الدَّارِ قُطَيْبٍ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَمْ
يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَى وَيَزِيدُ
ابْنَ خَالِدٍ وَيَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ مَجْهُولَانِ۔
دارقطنی نے روایت کیا۔ اندکھا عمر بن عبد العزیز نے تميم داری سے نہیں
سنا اور نہ اسے دیکھا اور يزيد بن خالد اور يزيد بن محمد دونوں راوی
مجهول ہیں۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ
مِنْ كُلِّ دَمٍ سَاكِبٍ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ حضرت تميم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بہنے والے خون سے وضو لازم آتا ہے۔ اس حدیث میں بیان شدہ یہ حکم بھی حنفی مذہب
کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک صرف اس چیز سے
وضو ٹوٹتا ہے جو بول یا پاخانے کے راستے خارج ہو۔ چاہے وہ عادتاً نکلنے والی چیز ہو یا غیر عادتاً نکلنے والی۔ اور ہمارے
مذہب کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اور اس حدیث کو ابن عدی نے کامل میں بھی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے
اور دارقطنی نے اس میں قیل وقال کی ہے۔ جیسا کہ مؤلف نے کیا۔ رَوَاهُمَا الدَّارِ قُطَيْبٌ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ وَلَا رَأَى اس حدیث اور حدیث سابق کو دارقطنی نے روایت کیا اور کہا عمر بن
عبد العزیز جو مشہور اموی خلیفہ ہیں، نے یہ حدیث تميم داری سے جو صحابی ہیں، نہیں سنی اور نہ ہی تميم داری رضی اللہ عنہ
کو دیکھا ہے۔ کہ تميم داری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پا گئے۔ اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت سیکڑہ ہجری میں ہوئی۔ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ وَزَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ
مَجْهُولَانِ۔ يزيد بن خالد اور يزيد بن محمد جو اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں دونوں مجهول ہیں۔ ہماری طرف
سے اس جرح کا جواب یہ ہے کہ ہم اخلاف کے نزدیک مرسل حدیث مقبول و معتبر ہے۔ اور ان دونوں راویوں کی
جمالت میں بھی اختلاف ہے۔



بَابُ آدَابِ الْخَلَاءِ

آدابِ خلعت و کباب

آداب ادب کی جمع ہے ادب بمعنی ہر چیز کی حد نگاہداشت و حفاظت۔ بعض نے کہا آداب گفتار و کردار کی ہر اچھائی کو ملحوظ رکھنے کا نام ہے۔ اس لفظ کے معانی کی تفصیل ران شاعرانہ سنائی کتاب الاداب میں کی گئی۔ علماء و فوج و دراستیجہ کی جگہ اور اس کے لغوی معنی خالی جگہ کے ہیں۔

پہلی فصل

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
 اتَّيْتُمُ الْغَارِظَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا
 تَسْتَدْبِرُوهَا وَلَكِنْ شِمُّ قُدَّاءٍ وَغَرَّ بُوَامَتَيْنِ
 عَلَيْهِ قَالَ الشَّيْخُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ الشُّنَّةُ وَحَمْدُ
 اللَّهِ هَذَا الْحَدِيثُ فِي الصَّحْرَاءِ وَأَمَّا فِي
 الْبُيَّانِ فَلَا بَأْسَ لِمَا رَوَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 عُمَرَ قَالَ ارْتَقَيْتُ فَوْقَ بَيْتِ حَفْصَةَ لِبَعْضِ
 حَاجَتِي فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ مُسْتَقْبِلَ
 الشَّامِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْخَائِطَ حَضَرَتْ

کی طرف رخ و پشت کرنا مطلق منع ہے۔ پیشاب کے وقت بھی اور پاخانے کے وقت بھی۔ صحرا میں بھی اور گھروں اور عمارتوں میں بھی۔ اور امام شافعی کے نزدیک صحرا میں منع ہے اور گھروں میں اجازت ہے۔ صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء ہر جانب گئے ہیں۔

امام احمد کی ایک روایت کے مطابق پشت کر لینے کی اجازت ہے۔ منہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اور شمنی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ پشت کر لینے میں کراہت نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر اچانک غفلت میں قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا تو چاہیئے کہ فوراً بقدر امکان قبلے کی طرف سے پھر جائے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حدیث نہی ہے جو ابھی گزری۔ اس حدیث میں صحرا اور گھر و عمارت کا کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ بلکہ مطلق فرمایا۔ ممانعت کی اس حدیث کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے روایت کیا ہے۔ نیز ممانعت و نہی کی علت قبلہ کی تعظیم اور اس جانب کا احترام ہے۔ اور گھر و صحراء میں اس بات کے اندر کوئی فرق نہیں جس طرح جانب قبلہ محو کنا اور اس طرف پاؤں دراز کرنا ہر حالت میں بے ادبی ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ شاید آپ کا یہ فعل نہی سے پہلے کا ہو۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ آپ کا یہ فعل نہی کے بعد کا ہے۔ تو شاید آپ جانب قبلہ سے تھوڑے سے مڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر ابن عمر اسے محسوس نہ کر سکے۔ اور اس میں تعمق نظر سے کام نہ لیا۔ اور ایسے مقام کا تقاضا بھی یہی ہوتا ہے کہ تعمق و تحقیق سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور اس مقام کی شروع میں بہت گفتگو کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

۳۰۸ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ نَهَانَا يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْقِلَ الْقِبْلَةَ لِخَائِطٍ أَوْ بُولٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَادٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرُجُوعٍ أَوْ بِعَظْمٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں منع فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم لوگ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف نہ کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم لوگ دائیں سے استنجا کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم تین سے کم وسیلوں سے استنجا کریں۔ اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ہم فیر یا ہڈی سے استنجا کریں۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ نَهَانَا يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْقِلَ الْقِبْلَةَ لِخَائِطٍ أَوْ بُولٍ - حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے جو اکابر صحابہ میں سے ہیں آپ کے حالات دوسرے مقام پر لکھ دیے گئے ہیں روایت ہے فرماتے ہیں ہمیں منع فرمایا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم لوگ پاخانے اور پیشاب کے وقت قبلہ شریف کی طرف نہ کریں۔ اَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ اور ہمیں دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ بعض روایات میں

وَلَسْتَنْجِي كے بجائے اَوْ لَسْتَنْجِي کا لفظ آیا ہے۔ اور بول سے استنجاء کرنے کی صورت میں اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اگر استنجا مٹی کے ڈھیلے سے کرے گا تو آلہ تناسل دائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ اور یہ صورت بھی مکروہ ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلہ دائیں میں لے اور عضو کو بائیں سے پکڑ کر حرکت دے اور عضو مخصوص کو ڈھیلے تک لے جائے نہ کہ ڈھیلے کو عضو تک۔ اور بعض علماء نے کہا ہے۔ دائیں ہاتھ سے ممانعت پاخانے سے ہے۔ بول سے نہیں مگر یہ قول ضعیف ہے۔ اور بعض شارحین نے استنجا کے طریقہ کے بیان میں اور بہت سے تکلفات کیے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ بائیں ہاتھ میں ڈھیلہ پکڑنا اور بائیں سے ہی استنجا بھی ممکن ہے۔ ان تکلفات کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس مقام سے متعلق پوری گفتگو شرح میں کر دی گئی ہے۔

استنجا کچھ نفع نون و سکون جیم سے مشتق ہے۔ یعنی وہ چیز جو پیٹ سے نکلے۔ اس پر سین طلب کے لیے ہے۔ یعنی ازالہ نجاست کے لیے اس کا اخراج چاہنا اور بخود رخت کاٹنے اور بکری کا چمڑہ اتارنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ چونکہ استنجا نجاست کو ختم کرتا اور اسے لے جاتا ہے اس لیے اس عمل کو استنجا کہا گیا۔ اَوْ اَنْ لَسْتَنْجِي بِاَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ اَحْجَارٍ اور ہمیں تین عدد سے کم پتھر وغیرہ سے استنجا کرنے سے بھی منع فرمایا۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے وہ فرماتے ہیں استنجاء کے لیے تین پتھروں کا ہونا ضروری ہے۔ امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور احناف کے نزدیک نظافت و پاکیزگی شرط ہے اگر یہ مقصد تین سے کم سے بھی حاصل ہو جائے تو تین کا عدد پورا کرنا کوئی ضروری نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر جو بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے تشریف لائے۔ اور مجھے فرمایا تین پتھر اٹھا کر لاؤ۔ مجھے صرف دو پتھر ملے۔ اور میں ساتھ کچھ گوبر بھی اٹھا لایا۔ آپ نے دو پتھر لیے اور گوبر واپس کر دیا۔ اس سے پتھر چلا کہ دو پتھر بھی کفایت کیسکتے ہیں۔ تین کا ہونا ضروری نہیں۔

امام شافعی اور امام احمد کی دلیل حضرت سلمان کی یہ حدیث اور حضرت عائشہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو چاہیے کہ تین عدد پتھروں سے استنجا کرے۔ مگر یہ دلیل اس وقت درست ہو سکتی ہے جب کہ نہی حرمت کے لیے اور امر واجب کے لیے ہو مگر یہ ممکن ہے نہی کراہت کے لیے اور امر استحباب کے لیے ہو۔ اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہی توجہ کرنی چاہیے۔ اَوْ اَنْ لَسْتَنْجِي بِدَجِيعٍ اَوْ بِعُظْمٍ۔ اور ہمیں گوبر اور آدمی کے پاخانے یا ہڈی کے ساتھ استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا۔ اس نہی کی علت بعض تو یہ بیان کرتے ہیں کہ گوبر اور آدمی کا پاخانہ

نہیں ہیں، اور بڑی ایسی ملامت اور صاف چیلنج ہے کہ نجاست کو دور نہیں کر سکتی۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ نہی کی علت یہ ہے کہ یہ چیز جنات کی خوراک ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث سے جو آگے آرہی ہے، معلوم ہو گا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۳۰۹ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

اے میرے اللہ میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں خُبث سے اور خَبَائِث سے یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ خُبث بضم خ و با خبیث کی جمع بلفظ مذکر۔ اور خَبَائِث خبیث کی جمع بلفظ مؤنث۔ اور یہاں مذکور مؤنث سے شیاطین کے ذکر و انات مراد ہیں کہ ان سے انسان پناہ لیتا ہے۔ اور خُبث بضم خ و سکون با بھی ایک روایت ہے بمعنی پلیدی۔ اور ہو سکتا ہے خُبث بضم با کا مخفف ہو۔ اور اس وزن میں ضمہ اور سکون دونوں آتے ہیں۔ جس طرح لفظ کتب، رسل اور سبل ہیں۔ اور اس سے پناہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ بیت الخلا اور گندی جگہیں شیاطین کے اجتماع کی جگہیں ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں صریحاً یہ بات مذکور ہوئی ہے۔ غایتہ ما فی الباب یہ ہے کہ جمہور علماء و جوان جگہوں میں ذکر خدا سے منع کرتے ہیں۔ وہ اس میں یہ تفصیل کرتے ہیں کہ وہ جگہیں جو بول و براز کے لیے متعین ہیں جیسے بیت الخلا تو یہ دعا ان میں داخل ہونے سے پہلے پڑھے۔ اور اگر صحرا یا کھلی جگہ میں ہو تو پھر کپڑا اٹھانے سے پیشتر پڑھے۔ علماء نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی شخص ابتداء میں یہ دعا پڑھنا معمول بنائے تو دورانِ قضاء حاجت دل میں پڑھے۔ زبان سے نہ پڑھے۔ اور جو حضرات منع نہیں کرتے بلکہ ذکر خدا کو ہر جگہ جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تو اس صورت میں مذکورہ تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں۔

۳۱۰ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كِبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَنْدُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ فرمایا ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی شکل اور صوری کام (گناہ)

مِنَ الْبَوْلِ وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا يَسْتَتِرُهُ مِنَ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يُمَشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً ذُطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ قَارِحَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مُشْتَقًّا عَلَيْهِ -

کی پاداش میں ان کو عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو بول سے نہ بچتا تھا۔ مسلم کی ایک روایت میں لایستنزہ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی بول سے پرہیز نہ کرتا تھا۔ اردو دوسرے حنفی حنفی کا مادی تھا۔ پھر آپ نے ایک قرشاغ لی تو اسے توڑ کر دو ٹکڑے کیا پھر ہر ایک کی قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے آپ نے فرمایا امید ہے کہ جگت دونوں ٹکڑے خشک نہ ہو گئے اس وقت تک ان دونوں سے عذاب ہٹا کر دیا جائیگا۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَضْرَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا سَمِعَ رَوَايَتَهُ هُوَ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گندہ ہوا بقبرین دو قبروں کے پاس سے۔ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آپ نے فرمایا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ بیشک ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَيْفٍ - اور انہیں کسی بڑے گناہ کے بدلے عذاب نہیں ہو رہا۔ یعنی جو ان کے گناہ کے مطابق کوئی بڑا گناہ نہ تھا۔ یا ایسا گناہ نہ تھا جس سے بچنا اور پرہیز کرنا مشکل اور دشوار تھا۔ ورنہ اس عبارت وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَيْفٍ کا یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام میں یہ گناہ معمولی نوعیت کا ہے اور اس میں چننا برائی نہیں ہے۔ یہ بات کہیے ہو سکتی ہے کیونکہ جسم کو بول سے آلودہ کرنا اور چغل خوری کی عادت دین میں نہایت غلیظ اور قبیح امور میں سے ہے جیسا کہ فرمایا أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ - ان دو قبروں والوں میں سے ایک کا حال تو یہ تھا کہ بول کے وقت پر وہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ شرمگاہ نکل کر کے بیٹھ جاتا تھا۔ یا اپنے اور بول کے درمیان پردہ نہ کرتا تھا یعنی اپنے آپ کو بول کے چھینٹوں سے محفوظ نہ رکھتا تھا۔ اور اس میں احتیاط نہ کرتا تھا۔ اور یہ معنی زیادہ مناسب مقام ہے مسلم شریف کی حدیث کی بنا پر۔ جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے فرمایا وَفِي رَوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اور مسلم کی روایت میں لَا يَسْتَتِرُهُ مِنَ الْبَوْلِ کہ یہ شخص بول سے پاکیزگی اور صفائی کی چاہت نہ رکھتا تھا اور بول واستنجا میں احتیاطی سے کام لیتا تھا۔ ایک اور روایت میں لَا يَسْتَتِرُهُ آیا ہے جو بلاد سے مشتق ہے برأت و نزاہت دونوں قریب المعنی ہیں۔ اور ایک روایت میں لَا يَسْتَتِرُ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی دوتا کے درمیان نون کے ساتھ اور استنجا نہ کرتا تھا اور اسے تناسل کو زور سے دبانے کے معنی میں آتا ہے۔ تاکہ بول کا کوئی قطرہ اندر نہ رہے بلکہ سب کا سب باہر آ جائے۔

وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يُمَشِي بِالنَّمِيمَةِ - اور دوسری قبر والا شخص لوگوں کی عیب چینی اور جھگڑی کیا کرتا تھا۔ ثُمَّ يَكْتُمُ - بمعنی نساہت پھیلانے اور نقصان پہنچانے کی نیت سے ایک بات دوسرے تک پہنچانا اور نقل کرنا یہ جھگڑی

اور عیب چینی نہایت ہی قبیح اور شنیع عادت ہے اور بعض کے نزدیک کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اور قرآن حکیم میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا ھَتَّازَ مَشَا ۖ یُنْعِمِیْعِر۔ عیب چینی کرنے والا چغلخوری کا ارتکاب کرنے والا۔ حدیث میں وارد ہے اللہ تعالیٰ دو غلے انسان پر اپنی نظر رحمت نہیں ڈالتا۔ اور بخاری اور مسلم شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ عیب چین انسان بہشت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار سے دریافت کیا کہ تو نے توہرات میں سب سے بڑا گناہ کونسا دیکھا ہے۔ عرض کیا لوگوں کی عیب چینی کرنا فرمایا کیا یہ قتل سے بھی بدتر ہے۔ عرض کیا دوسرے کا عیب بیان کرنے سے قتل تک نوبت بھی پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی برائیاں رونما ہوتی ہیں۔ ثُمَّ أَخَذَ جَدِیدًا ۖ رَطْبَةً پھر آپ نے درخت کھجور کی ایک تر شاخ ہاتھ میں لی۔ فَشَقَّهَا بِصُفْیَیْنِ اور اس کے دو ٹکڑے کیے۔ ثُمَّ غَدَزَ فِی كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدًا۔ اور پھر ہر ایک قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ قَالُوا صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ یعنی ہر قبر میں شاخ کا ایک ٹکڑا گاڑنا کس لیے ہے۔ فَقَالَ لَعَلَّہُمْ أَنْ یُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ یُیَسَّسَا۔ فرمایا میں نے یہ کام اس امید پر کیا ہے کہ جب تک یہ ٹکڑے تر رہیں اُس وقت تک عذاب قبر ان پر ہلکا کر دیا جائے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی متفق علیہ ہے۔

اس حدیث کی توجیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ کہ ان ٹکڑوں کے تر رہنے کی مدت کے ساتھ تخفیف عذاب کی امید کیوں وابستہ کی۔ بعض لوگ اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ اس امید کی وجہ یہ ہے کہ نباتات جب تک تر رہتے ہیں حق تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ اور آیہ کریمہ وَإِنْ مِنْ شَیْءٍ إِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہِ میں لفظ شے سے زندہ شے مراد ہے اور لکڑی خشک ہونے تک زندہ رہتی ہے۔ اور پھر اس وقت تک زندہ رہتا ہے جب تک کہ ٹوٹ نہ جائے۔ یا خاص تسبیح تو زندہ اشیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور عام تسبیح یعنی صانع کے حمد و اس کی وحدت و احدی کی صفات کمال پر دلالت کرتا ہے اور یہ جماعت اس حدیث کی رو سے سبز اور گل و دریاں قبور پر ڈالنے کو جائز قرار دیتی ہے اور امام خطابی نے جو اہل علم کے آئمہ میں سے اور شارحین حدیث کے پیشواؤں میں سے ہیں، اس قول کو رد کیا ہے اور اس حدیث کی رو سے قبور پر پھول وغیرہ تر اشیاء ڈالنے کی دلیل کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس بات و قبور پر پھول ڈالنے کی کوئی اصل اور سند نہیں ہے۔ اور صدر اول میں یعنی دور صحابہ میں ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس مدت اور وقت معین کی بنا اس امر پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو افراد کے عذاب ہلکا ہونے کے لیے شفاعت چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس شاخ کے خشک ہونے تک حضور کی شفاعت قبول کر لی۔

کلہ اول اسی طرح اشارہ کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ایک لکڑی کے اندر عذاب دفن کرنے کی خاصیت نہیں ہو سکتی۔ اور عذاب میں یہ تخفیف جو انہیں نصیب ہوئی، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے ہوئی۔ بیت

اگر تو دست بسائی بگور مردہ دلاں

ردان مردہ در آید بعیش در بدنش

”اے محبوب اگر تو مردہ دلوں کی قبر کو ہاتھ لگا دے۔ تو ان کے مردہ جسموں میں دوبارہ زندگی کی

لہر لوٹ آئے گی۔“

بعض علماء فرماتے ہیں قبر پر تر شاخ گاڑنے میں کیا تیرا دروازہ مضمحل تھا اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی

بہتر جانتی ہے۔

اور کتاب جامع الاصول میں حضرت بریدہ صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت درج ہے کہ انہوں نے

اپنی قبر پر دو شاخیں گاڑنے کی وصیت کی تھی کہ شاید اس میں کوئی راز ہو اور یہ حیلہ ہی ذریعہ نجات بن جائے۔ ع

دل عشاق حیلہ گر باشد

عاشقوں کا دل حیلے گر ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لعنت ڈالنے والے دسے دو کاموں سے بچو

لوگوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ۔ لعنت دسے وہ دو کام

کون سے ہیں۔ فرمایا ایک تو وہ جو لوگوں کے راستے میں بول پاخانہ کرے

دوسرا وہ جو ان کے سایے میں ایسا کرے۔ (مسلم)

۳۱۱ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ

قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي

يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ۔ رَوَاهُ

مُسْلِمٌ۔

دَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ

عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزوں سے بچو جو لعنت اور نفرت کا سبب

بنتی ہیں۔ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ دو چیزیں کیا ہیں قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمایا الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ۔ وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں یا ان کے سایے

میں قضاے حاجت کرتا ہے۔ یعنی اس درخت کے نیچے جس کے سایے میں لوگ بیٹھتے اور مجلس لگاتے ہوں۔ اور اس کے

نیچے سوتے ہوں۔ جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ ہر قسم کے سالیے میں قضاے حاجت کی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ قضاے حاجت کے لیے بیٹھے۔ ظاہر کی وضاحت بھی اس معنی کے مناسب ہے۔ علماء نے یہاں یہ وضاحت بھی کی ہے کہ راستے سے بھی چالو اور جاری راستہ مراد ہے۔ جس راستے کو چھوڑ دیا گیا ہو اور نشانہ و نادرہ ہی کوئی اس پر سے گزرتا ہو تو ایسے راستے میں قضاے حاجت میں حرج و ممانعت نہیں۔ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ راستے سے مسلمانوں کا راستہ مراد ہے نہ کہ کفار کا۔ جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۳۱۲. وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ وَلَا إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرَهُ يَمِينِهِ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ اور جب قضاے حاجت کے لیے آئے تو اپنے آلہ تناسل کو دائیں ہاتھ نہ لگائے۔ (بخاری و مسلم)

دَعْنُ أَبِي قَتَادَةَ ابوقتادہ بن نعمان انصاری طبری اہل عقبہ و بدر میں سے ہیں۔ انہیں تمام غزوات میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ بدر یا احد کے روز زخم کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ باہر نکل آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑ کر اس کی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے بھی زیادہ بہتر ہو گئی۔ آپ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مال کی طرف سے بھائی ہیں آپ نے سلطنتِ عرب میں وفات پائی۔ ابوالقتادہ انصاری سنی دوسرے شخص ہیں اور یہ دوسرے بھی صحابہ میں سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھوڑا سوار مجاہدین میں سے ہیں۔ آپ کے غزوہ بدر اور احد میں شرکت میں اختلاف ہے۔ باقی تمام غزوات میں بالاطفاق آپ شریک ہوئے ہیں۔ سلطنتِ عرب میں وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہاں یہ واضح نہیں ہو سکا کہ اس حدیث میں ان دونوں حضرات میں سے کون سے ابوقتادہ مراد ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ مقام غور و تامل ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ - حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔ بلکہ سانس کے لیے منہ برتن سے الگ کرے۔ تاکہ منہ یا ناک سے کوئی غلات طبعیت چیز پانی میں نہ گرے۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین بار سانس لیتے تھے تو اس کا مطلب

یہ ہے کہ آپ کو زہ کو منہ مبارک سے الگ کر کے سانس لیتے تھے۔ اور پانی پیتے وقت تین سانس لیتے تھے۔ اس کی مکمل بحث باب الاثر بہ میں آئے گی۔ اِذَا اَتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ ذَكَرًا بِمِثْنَيْهِ۔ اور جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے آئے تو دائیں ہاتھ سے اپنا آلہ تناسل نہ پکڑے۔ کہ اس موقع پر ہاتھ آلودہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ آلودگی کے لیے نہیں بلکہ پاک اور طیب کاموں کے لیے بنا ہے۔ وَلَا يَتَمَسَّمُ بِمِثْنَيْهِ۔ اور دائیں ہاتھ سے استنجا بھی نہ کرے بلبل سے استنجا کرنے کا طریقہ تو بیان ہو چکا کہ جس میں نہ تو دائیں ہاتھ آلہ تناسل کو لگانا پڑتا ہے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا پڑتا ہے۔ اور بڑے پیشاب کے استنجا کا معاملہ تو بلا اشکال زیادہ ظاہر ہے کہ دائیں ہاتھ کے ساتھ بالکل نہ چاہیے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

۳۱۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْهُ مِنْ اسْتِجْمَارٍ فَلْيُوتِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے اسے چاہیے کہ ناک صاف کرے اور جلاستجا کرے اسے چاہیے کہ طاق عدد میں ڈیٹھے استعمال کرے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْهُ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا تو چاہیے کہ ناک صاف کرے۔ استنثار ثنائے ثلاثہ بمعنی ناک صاف کرنا۔ گزشتہ بیان سے معلوم ہو چکا ہے استنثار کا معنی ناک صاف کرنے کے معنی کو شامل ہے۔ وَمِنْ اسْتِجْمَارٍ فَلْيُوتِرْ۔ اور جس نے استنجا کیا پتھر یا ڈھیلے کے ساتھ تو چاہیے کہ تین سے کم نہ ہوں۔ اس طور کے بارے میں گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ استنثار یعنی جمار (پتھر) استعمال کرنا۔ یعنی اس کے ساتھ استنجا کرنا۔ اور خوشبو سونگھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس صورت میں استنثار جمرہ بمعنی انگارہ سے مشتق ہو گا۔ بعض علماء نے اس حدیث کو اسی دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔ اس دوسرے معنی سے متعلق پوری گفتگو کتاب اللباس کے باب الترحیل کی فصل اول میں آئے گی۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے۔

۳۱۳ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحِلُّ أَنَا وَغُلَامٌ دَاوُدُ مِنْ مَاءٍ وَعَنْزَةٌ يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلامین داخل ہوتے تو میں اور ایک بچہ پانی کا برتن اور ایک چڑی اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحِلُّ أَنَا وَغُلَامٌ دَاوُدُ

مِنْ مَّاءٍ وَغَنَزَةٍ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تھے اور میں نے اور ایک بچے نے پانی کا برتن اور آپ کی چھڑی مبارک اٹھائی ہوئی تھی۔ شارحین نے کہا ہے کہ بچے سے حضرت ابن مسعود مراد ہیں کہ پانی کا برتن، اور آپ کی مسواک اور نعلین تشریف ان کے سپرد ہوتی تھیں۔ اور وہ غلام کے لقب سے ملقب تھے۔ ادا وہ بکسر ہمزہ چڑے کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں جس سے وضو اور طہارت کی جاتی ہے۔ غَنَزَةٌ بعین مہملہ و نون و زاء مفتوحہ بمعنی وہ چھڑی جس کے آگے نیزے کی مانند نصف نیزہ کی مقدار میں یا اس سے قدرے چھوٹا لہر لگا ہوا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تشریف تھی کہ آپ کے غلام آپ کے ساتھ آپ کی چھڑی مبارک اٹھا کر چلتے تھے تاکہ بول پیشاب کے لیے سخت زمین کو نرم کر سکیں۔ یا استنجاء کے لیے ڈھیلہ وغیرہ زمین سے الگ کر سکیں۔ یا اس لیے بھی چھڑی اٹھا کر ساتھ چلتے تھے تاکہ نماز میں اس کا سترہ بنایا جائے اور اسی قسم کی دوسری اغراض کے لیے۔ یَسْتَنْجِئُ بِالْمَاءِ اور ڈھیلہ پتھر وغیرہ کے استعمال کے بعد پانی سے استنجاء کرتے تھے تاکہ امت کو اس کی تعلیم دیں کہ ڈھیلے وغیرہ کے ساتھ استنجاء کے بعد پانی سے وضو ناجی افضل اور پسندیدہ عمل ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

دوسری فصل

۲۱۵ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَوِّفٌ فِي رَوَايَتِهِ وَضَعَهُ بَدَلًا نَزَعَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غلام میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے۔ اسے ابو داؤد نسائی اور ترمذی نے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ابو داؤد نے کہا یہ حدیث محکم ہے اور اس کی روایت میں نزاع کے بجائے وضع کا لفظ آیا ہے۔

(ابو داؤد، نسائی، ترمذی)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو انگوٹھی مبارک اتار لیتے تھے۔ کہ اس پر لفظ محمد رسول اللہ کا نقش کندہ تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بیت الخلا میں داخل ہونے والے کو چاہیے کہ جس چیز پر خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن ہوا سے اپنے ساتھ لے کر نہ جائے۔ بعض شہروں میں مذکور ہے یہ حکم تمام انبیاء علیہم السلام کے اسماء مبارکہ کے لیے بھی ہے۔ جس طرح خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے جزو اسم کا حکم ہے۔

واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور ابو داؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے۔ اور نسائی نے دونوں سے سکوت کیا ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت میں نزع کی بجائے لفظ وضع آیا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت انگوٹھی مبارک رکھ دیتے تھے اور رکھنا اتارنے کو لازم ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ اتار کر رکھ لیتے تھے۔

۲۱۶. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَّ أَوْ انْطَلَقَ
 حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ شَرَّاهُ أَبُو دَاوُدَ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم تفصلاً حاجت کا ارادہ کرتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی
 آپ کو نہ دیکھ سکتا۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْبِرَازَ انْطَلَقَ حَتَّى لَا يَرَاهُ أَحَدٌ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء سے حاجت کے لیے صحراء کی طرف تشریف لے
جاتے تو اتنا دور جاتے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا۔ اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاتے۔ اور اس معنی کا بھی
احتمال ہے کہ اتنا دور چلے جاتے کہ قضاء سے حاجت کے لیے بیٹھ جانے کے وقت کوئی آپ کو دیکھ نہ سکتا تاہم جیسا کہ
مخفی نہیں۔ اول معنی زیادہ ظاہر و بہتر ہے۔

بِزَارِ بَفِیْعِ بَاِءِ اَصْلِ مِیْنِ اِسْ لَفْظِ کَا مَعْنٰی ہِیْ فِضَاءٌ وَّاسِعٌ۔ اِس سے قِضَائِی حَاجَتِ اِنْسَانِی کی طَرَفِ اِشَارَہ کیا جاتا ہے۔ صَرِیحِ نَام کے سَا مِثْھِ اِس خَاصِ بَیْثِیْتِ کَا ذِکْرُ مَکْرُوہِ وِیْنَا پَسْتِہِ سِجْھَا جاتا ہے۔ تَا کہ جِس طَرَحِ اَنْکَھ سے اِس خَاصِ بَیْثِیْتِ کُو دِیکھ نہیں رہے کَا ن سے بَھِی اِسے نہ سُنیں۔ حِیَا کَا یہ اِنْدازِ شَرِیع، عَرَف و عَادَتِ مِیْنِ اہْلِ مَرُو ت و اِعتِیَاظِ وَا دِیْب کی عَادَتِ مُسْتَمْرَہ ہے۔ اِسے اَلْوَدَاؤُ دِلے رِوَا یِیْتِ کیا۔

۳۷۷ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَقُولَ فَأَنْفِي دُمْنًا فِي أَصْلِ جَدَارٍ فَقَالَ تَعَرَّ قَالَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقُولَ فَلْيَرْتَدِّ لِيُؤْمَرْ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ حَضَرَتِ ابْنَةُ مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَ رَوَايَتُهُ وَهُ قَرَأَتْهُ
 هِيَ - يَكُونُ لَهَا سَاحِلٌ مَعَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ يَبْزُلُ تَوَاضَعَتْ لَهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ بِهَذَا

ارادہ کیا۔ فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جَدِّهِ تَوَّابٌ ایک نرم اندہ ہموار زمین پر پہنچے جو ایک دیوار کی بنیاد میں موجود تھی۔
نَبَا تَوَّابٌ نے بول کیا۔ ثُمَّ قَالَ پھر فرمایا إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبْذُلَ۔ جب تم میں کوئی بول کرنے کا ارادہ
کرسے فَلْيُؤْثِرْ تَبْذُلِهِم تَوَّابٌ تو چاہیے کہ اپنے بول کے لیے تلاش کرے یعنی مناسب جگہ۔ یعنی ہموار و نرم زمین تاکہ پیشاب
بہم کر نیچے نہ آئے اور نہ ہی چھینٹے کپڑوں پر پڑیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۱۸. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَّةَ لَمْ يَرْفَعْ
تَوْبَهُ حَتَّى يَذُوبَ مِنَ الْأَرْضِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَابُودَاؤُدَ وَالدَّارِمِيُّ۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ
علیہ وسلم جب قضاء حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین سے قریب ہونے
سے پہلے اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے۔
(ترمذی، ابو داؤد، دارمی)

دَعْنُ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَّةَ
روایت ہے وہ فرماتے ہیں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت رسائی کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو کر
تَوْبَهُ اپنا کپڑا اوپر نہ اٹھاتے حَتَّى يَذُوبَ مِنَ الْأَرْضِ جب تک کہ زمین کے بالکل قریب نہ ہو جاتے۔ اسے ترمذی
ابو داؤد اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۱۹. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ
الْوَالِدِ لَوْلَا أَعْلَمُكُمْ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا
تَسْقِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا وَامْرَأَتُ
بِثَلَاثَةٍ أَحْبَابُ وَنَهَى عَنِ الرُّوثِ وَالرِّمَةِ
وَنَهَى أَنْ يَسْكُطِبَ الرَّجُلُ بِيَمِينِهِ۔ رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سوائے اسکے نہیں میں تمہارے لیے اس طرح (شفیع)
ہوں جس طرح باپ اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں جب تم
لوگ قضاء حاجت کے لیے آؤ تو قبلہ کی طرف نہ منہ کر دو نہ پشت
کر دو اور آپ نے حکم دیا کہ تین ٹھیک استعمال کیے جائیں اور آپ نے
لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس بات سے بھی
منع فرمایا کہ انسان دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔ (ابن ماجہ، دارمی)

دَعْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لَوْلَا
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سوائے اس کے نہیں کہ
نصیحت وغیر خواہی کے لحاظ سے میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے باپ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔ اَعْلَمُكُمْ
إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ۔ میں تمہیں تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم لوگ پاخانے کے لیے آؤ اور بول کا بھی یہی حکم ہے۔

فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَقْعُدُوا بِرُؤُوسِكُمْ. تونہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرو نہ پشت ڈالو نہ پیشانی سے نہ کھجلیا اور آپ نے تین پتھروں سے استنجاء کرنے کا حکم دیا۔ وَنَهَى عَنِ التَّوَدُّعِ قَالُوا مَوْءُو رَمْتَهُ بِكِسْرٍ أَوْ تَشْدِيدٍ مِمَّ؟ بوسیدہ ہڈیاں اور آپ نے گوبر اور بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ استنجاء کرنے سے منع فرمایا، بوسیدہ کا ذکر معرفت و عادت کے طور پر کیا کہ صحراء میں عموماً بوسیدہ ہڈیاں ہی پڑی ہوتی ہیں پورے غیر بوسیدہ سے بھی استنجاء کرنا منع ہے۔ بلکہ بطریق اذیٰ منع ہے۔ وَنَهَى أَنْ يَسْتَطِيبَ التَّوَجُّلُ بِحَبْلَيْنِ اور آپ نے اس سے بھی منع کیا کہ مرد و عورتیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور عورت کے لیے بھی یہی حکم و مسئلہ ہے۔ استطابہ بمعنی استنجاء بدن سے نجاست دور کر کے اسے پاک کرنے کا نام ہے۔ اور یہی معنی لفظ استطابہ کا ہے۔ اسے ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔

۲۲۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِيَطْهُرَ بِهَا وَطَعَامُهُ وَكَانَتْ يَدُ الْيُسْوَى لِيَخْلَلَتْهُ وَمَا كَانَ مِنْ أَذَى - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں ہاتھ و منہ اور کھانے کے لیے اور بائیں ہاتھ استنجے اور اس سے متعلق کاموں کے لیے تھا۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيُمْنَى لِيَطْهُرَ بِهَا وَطَعَامُهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائیں دست مبارک صفائی اور کھانے کے لیے تھا۔ وَكَانَتْ يَدُ الْيُسْوَى لِيَخْلَلَتْهُ وَمَا كَانَ مِنْ أَذَى۔ اور آپ کا بائیں ہاتھ استنجے اور اس سے متعلق امور کے لیے اور بدن سے پلیدی اور مکروہات دور کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۲۱ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ ثَلَاثَةٌ أَحْبَابًا يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ فَإِنَّمَا تُجْزَى عَنْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کے لیے جائے تو تین پتھر ساتھ لے کر جائے۔ کہ ان کے ساتھ استنجاء کرے۔ یہ تین پتھر اس کے لیے کافی ہوں گے۔

اسے احمد، ابو داؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ فَلْيَذْهَبْ

مَعَهُ بِكَلَامَةِ إِحْجَاہِ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی قضاے حاجت کے لیے جائے تو چاہیے کہ اپنے ساتھ تین پتھر بھی لے جائے یُسْتَحَبُّ بِہُنَّ کہ ان کے ساتھ استنجاء کرے اور جائے مخصوص پاک کرے۔ فَإِنَّمَا تُجْزَى عَنْہُ کہ تین پتھر پانی کی جگہ کفایت کرتے ہیں۔ یعنی جب اس نے جائے مخصوص کو تین پتھروں کے ساتھ پاک کیا بدن سے نجاست پوری الگ ہو گئی تو صرف اس سے اصل طہارت حاصل ہو گئی۔ اور نماز بھی جائزہ و واجب ہو گئی کہ پانی کے استعمال کی ضرورت نہ رہی۔ ہاں اس کے باوجود پانی سے بھی طہارت کر لینا مستحب ہے جیسا کہ تیسری فصل میں حدیث ابی ایوب میں آئے گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں پتھر ڈھیلے سے صفائی کے بعد پانی سے استنجاء کرنا سنت ہے جیسا کہ بیہقی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم سے پہلے لوگ اونٹ کی مینگن کی طرح پاخانہ کرتے تھے۔ انہیں پانی کے استعمال کی ضرورت نہ تھی۔ اور تم لوگ دستوں کی شکل میں قضاے حاجت کرتے ہو۔ (لہذا تمہارے لیے پانی کا استعمال ضروری ہے)۔ اسے احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا۔

۳۲۲ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِاللَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنِّ دَوَاةُ التُّرْمِذِيِّ وَالنِّسَائِيِّ إِلَّا أَنَّهُ لَقَرِيدٌ لَّزَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنِّ۔

نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براور ہڈیوں کے ساتھ استنجاء نہ کرو۔ کہ وہ تمہارے جن بھائیوں کی خوراک ہے۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے زائد اخوانکم من الجن کے الفاظ نہ کیے۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوا بِاللَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو براور ہڈیوں کے ساتھ استنجاء نہ کرو۔ فَإِنَّهَا زَادَ إِخْوَانَكُمْ مِنَ الْجِنِّ کہ گو براور ہڈیاں تمہارے جن بھائیوں کا قوریشہ اور ان کی خوراک ہے۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ ہڈیاں خود جنات کی خوراک ہے اور گوبریاں کے موشیوں کی ہڈیوں کی چیزوں کی اضافت جنات کی طرف کر دینا درست ہے۔ کیونکہ موشی ان کے تابع ہیں۔

علامہ طیبی نے حاکم سے دلائل نبوت میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جنات جس ہڈی پر سے گزرتے ہیں اس پر اللہ پہلے سے گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اور ان کے موشی گو بر کے پاس سے نہیں گزرتے مگر اس میں اس چیز کے دانے موجود ہو جاتے ہیں جس چارے سے وہ گوبر بنا ہوتا ہے۔ اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا مگر نسائی نے

زادوا خولکم من الجن کے الفاظ ذکر نہ کیے۔

۲۲۲ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَوَةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحَيَاتِهِ أَوْ تَقَلَّدَ وَثْرًا أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيمٍ دَابَّوْهُ أَوْ عَظِيمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا مِنْهُ بَرِيءٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت روئیف بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے روئیف شاید تو میرے بعد لمبی زندگی پائے گا تو لوگوں کو آگاہ کر دینا کہ جو شخص ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا یا گردن میں چڑے کا دھاگہ لٹکائے گا۔ یا جانور کے گوشت پر یا بڑی کے ساتھ استنجاء کرے گا تو بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بیزار ہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت روئیف بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَوَةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي اے روئیف میرے بعد شاید تو تادیر زندہ رہے گا۔ اور تجھے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوگا جو دور جاہلیت کے رسوم و عادات کو اختیار کر لیں گے۔ اور بہت سے مسنون اعمال کو ترک کر دیں گے۔ فَلَخَيْرِ النَّاسِ أَنْ مَنْ عَقَدَ لِحَيَاتِهِ تَبَادِيَا کہ جو شخص اپنی ڈاڑھی کو گرہ لگائے گا۔ اکثر علماء اس پر ہیں کہ عقد لحيۃ سے تکلف اور کوشش سے ڈاڑھی کے بال اوپر چڑھنا مراد ہیں تاکہ وہ خوبصورت اور چھوٹی نظر آئے۔ اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ جو مسلمان نہیں ہیں بلکہ اہل کتاب وغیرہ جاہل لوگ ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ وہ جنگوں میں عجب و تکبر کی نیت سے ایسا کرتے تھے۔ اور اہل عجم بھی۔ لہذا اس فعل سے روک دیا گیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ عقد لحيۃ سے پھرے کو چھپانا مراد ہے۔ تاکہ ڈاکہ زنی کر سکیں اور لوگ انہیں پہچان نہ سکیں۔

أَوْ تَقَلَّدَ وَثْرًا یا جس نے گردن میں چڑے کی ڈوری ڈالی۔ شارحین نے کہا کہ اہل جاہلیت گھوڑوں کی گردنوں میں یہ چیز لٹکاتے تھے۔ اور اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کے طفیل وہ کسی نقصان پہنچے اور نظر بد لگنے سے محفوظ رہیں گے۔ تو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت کر دی گئی اس پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تدبیر سے تقدیر الہی میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ بعض علماء نے اس سے گلے میں گھنٹی یا کوڑی باندھنا مراد لیا ہے نظر بد سے بچنے کے لیے۔ أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيمٍ

ذَابِقٌ أَوْ حَظْمٌ مَا جِئْنَا مِنْهُ بِشَيْءٍ تَوْبِيحٌ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ان لوگوں سے بیزاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دور جاہلیت کے امور و مکروہات کا ارتکاب اگرچہ گناہ کبیرہ نہ بھی ہو پھر بھی جناب نبوت میں بیزاری اور بے رغبتی کا سبب ہے۔ تو دور جاہلیت کے کبائر و فواحش کا ارتکاب کس قدر برا ہوگا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۳۲۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اِكْتَحَلَ فَلْيُتْرَمَنْ فَعَلْ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اِسْتَحْجَرَ فَلْيُتْرَمَنْ فَعَلْ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اَكَلَ فَمَا تَحَلَّلَ فَلْيَكُفْ وَمَا لَا كَ بِلِسَانِهِ فَلْيَبْتَلِعْ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ وَمَنْ اَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ لَا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا وَمِنْ ثَمَ مِيلٍ فَلْيَسْتَدْبِرْهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِمَقَاعِدِ بَنِي آدَمَ مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ وَمَنْ لَا فَلَاحْرَجَ۔

رواہ ابو داؤد وابن ماجہ و الدارمی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص آنکھ میں سرمہ ڈالے تو چلبیسٹے کہ طاق عدد میں ڈالے جو ایسا کرے گا اچھا کرے گا۔ اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں۔ اور جس نے استنجے کے لیے ڈھیلے استعمال کیے تو چلبیسٹے کہ طاق عدد میں استعمال کرتے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ اور جس نے کھانا کھایا اور دانتوں کا غلال کیا تو جو کچھ غلال سے باہر نکلے اسے حقوک دے۔ اور خوراک کے جو ذرات زہلین سے ٹکرائیں انہیں نکل جائے جس نے ایسا کیا اچھا کام کیا اور نہ کیا تو بھی گناہ اور حرج نہیں۔ اور جو شخص قضاے حاجت کے لیے گیا تو چلبیسٹے کہ پدہ کرے۔ اور اگر پدہ کرنے کا کوئی چیز نہ ملے۔ مگر یہ کہ ریت کی ڈھیری بنائے تو ایسا ہی کرے پھر اس کی طرف پشت کرے کہ قضاے حاجت کرے۔ کیونکہ شیطان لوگوں کی نشستگاہوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ جس نے ایسا کیا اس نے اچھا کام کیا اور جس نے نہ کیا تو کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ اسے ابو داؤد وابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا۔

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ہر آنکھ میں تین بار سلائی ڈالے یہ صورت زیادہ صحیح اور ظاہر ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو سلاٹیاں دائیں آنکھ میں اور دو بائیں میں ڈالے پھر ایک دائیں آنکھ میں ڈالے تاکہ مجموعی طور پر طاق کا عدد بن جائے۔ اور ابتداء اور اختتام دائیں آنکھ سے کرے۔ یعنی علما نے دائیں جانب کو ترجیح دیتے ہوئے اس دوسری صورت کو اختیار کیا ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ صحیح ہے تاہم ان میں سے کوئی صورت بھی ضروری اور واجب نہیں۔ بلکہ احسن اور اذنی ہے۔ اور بندے کو اختیار حاصل ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ نَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ - ۱۰

۱۰۔ بعض علماء استجمار سے خوشبو کا استعمال بھی مراد لیتے ہیں۔

۱۱۔ حدیث کے یہ الفاظ مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ تین ڈھیلے ہونا ضروری نہیں۔

۱۲۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خلال کرنے سے جو ہر نہ سے دانتوں کے درمیان سے نکلیں گے وہ اکثر و بیشتر خون سے مخلوط ہوتے ہیں۔ بخلاف ان ذرات کے جو زبان سے نکل کر باہر نکلتے ہیں۔ پہلی صورت میں بھی بالیقین پتہ چل جائے خون آلودہ نہیں ہیں تو ان کے کھالینے میں حرج نہیں۔ اسی طرح دوسری صورت میں اگر خون آلودہ ہوں تو ان کا کھانا حرام ہے۔ اور اس حدیث میں جو فرمایا مَنْ فَعَلَ الْخُتْمَ تَوَيَّرَ يَتَقَيَّنْ نہ ہونے کی صورت پر محمول ہے۔ بعض علماء دونوں صورتوں کی وجہ نفرت و کراہت کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں کراہت گلے سے نیچے اتارنے میں ہے۔ اور دوسری صورت میں متعویک دینے میں کراہت ہے۔ تاہم بندے کو اختیار ہے کہ اگر حدیث میں بیان شدہ صورت پر عمل کرے گا تو اچھا ہے اور اگر عمل نہ کرے تو بھی حرج اور گناہ نہیں۔

۱۳۔ تاکہ اس پردہ میں چھپ جائے اور شرگاہ نگاہ نہ ہو۔

۱۴۔ ریت کے ڈھیر کی جانب پشت اس لیے کرے کہ اگلے حصے کو تو کپڑے کے دامن سے بھی چھپا سکتا ہے اور آسان بات ہے۔

۱۵۔ شیطان کے کھیلنے سے یہ مراد ہے کہ وہ آگے سے پردہ اٹھا دینے اور شرگاہ کو نگاہ کرنے کی کوشش کرتا اور بدن اور کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے ڈالنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب انسان قضاے حاجت کے وقت نگاہ ہو کر بیٹھتا ہے تو شیطان لوگوں کو اس کی شرگاہ کی جانب دیکھنے کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس لیے پردہ کرنا چاہیے تاکہ ابلیس کے وسوسے کا راستہ بند ہو جائے۔ مگر ریت کا ٹیلا بنا کر پردہ کرنا اور یہ سب محکمت و مبالغہ واجب و ضروری نہیں۔ بلکہ جو کرے تو اچھا ہے۔ نہ کرے تو گناہ بھی نہیں۔

۲۲۵۔ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ

فِي مُسْتَعْمَلَةٍ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ

فَإِنَّ حَامَةَ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

الترمذی والنسائی زِلَا أَنَّهُمَا لَعْنُ كُورَاثَر

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے

کوئی شخص غسل خانے میں پیشاب نہ کرے اور پھر وہیں

نہانا یا دھونے کا شروع کر دے۔ کہ زیادہ تر وہ وسوسے

اس سے پیدا ہوتے ہیں۔

يَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ -

۱۷ استحمام کا معنی اصل میں گرم پانی سے غسل کرنے کا آتا ہے۔ پھر مطلق پانی سے غسل کرنے پر بھی استعمال کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ پانی ٹھنڈا ہو۔

۱۸ مَغْفَلٌ بضم ميم، وفتح غين وفتح فاء مشدودہ۔ شجرہ بیعت الرضوان کے صحابہ میں سے ہیں۔ پہلے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی پھر بصرہ چلے گئے۔ وہاں مکان بنایا اور وہیں وفات پائی۔ ان سے امام حسن بصری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ۵۹۰ میں رحلت فرمائی۔

۱۹ یعنی عقلمند انسان سے یہ بعید ہے کہ پہلے غسل کی جگہ پیشاب کرے اور پھر وہیں بیٹھ کر نماز یا وضو کرنا شروع کر دے۔ الغرض یہ حرکت نہ کرنی چاہیے۔

۲۰ کیونکہ پیشاب کی وجہ سے جب وہ جگہ ناپاک ہو گئی تو وہاں سے چھینٹے اڑا کر اس کے جسم پر پڑیں گے۔ اور یہ عمل اسے دوسرے میں مبتلا کرے گا۔ پھر رفتہ رفتہ دوسرے کی بیماری اس میں جڑ پکڑ جائے گی۔ مگر یہ ممانعت اس جگہ ہے جہاں پانی کے نکلنے کا راستہ نہ ہو اور جگہ بھی سخت ہو۔ اور ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی فوراً بہ جاتا ہو یا ریگستان ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ مگر بہر صورت نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہیہ ہے۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی اور نسائی نے تَعْتَغْتَسِلُ فِيهِ أَوْ يَتَوَضَّأُ فِيهِ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔ مگر ان کی روایت کا مطلب بھی یہی ہے کہ بول پیشاب کرنے کے بعد اسی جگہ غسل یا وضو کرنا دوسرے پیدا ہونے کا باعث ہے۔ تاہم انہوں نے صراحتاً اس کا ذکر نہیں کیا۔

۳۲۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَرْجَسَ قَالَ

اور حضرت عبد اللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبُولُ أَحَدُكُمْ فِي جُحٍّ

۱۷ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

۱۸ اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۹ مجھ جیم مضمومہ کی تقدیم اور حائے ساکن کے ساتھ بمعنی کاٹنے والے جانوروں کا سوراخ اس میں پیشاب کرنے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سوراخ میں سانپ یا بچھو ہو جو اسے کاٹ لے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے سوراخ جنات کے مسکن ہوتے ہیں اور اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اسے تکلیف دیں۔

حکایات میں آیا ہے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جو اکابر انصاریں سے ہوئے ہیں، ایک سوراخ میں

پیشاب کر دیا۔ جنات نے آپ کو قتل کر دیا۔ اور انہوں نے آوازیں دیں اور شعر پڑھے جن کا معنی یہ تھا کہ ہم نے سعد بن عبادہ کو قتل کر دیا ہے اور ہم نے دو تیر پھینکے جو ان کے دل سے اُتر پاد ہو گئے۔

۳۲۶ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں ایک لوگوں

کے بیٹھنے کی جگہ پر پاخانہ کرنا۔ دوسرے راستے میں اور تیسرے سایہ کے

نیچے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ

الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةَ الطَّرِيقِ وَالظِّلَّ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۱۔ توارِ زمین لوگوں کے بیٹھنے کی جگہیں اور ان کی مجالس یا ہزاروں سے چشموں اور دریافوں اور نہروں کے گھاٹ مراد

ہیں جہاں سے لوگ پانی پیتے ہیں۔

۲۔ قارِعَةُ الطَّرِيقِ یعنی راستہ اور لوگوں کی گزر گاہ۔

۳۔ کیونکہ لوگ سایے میں سوتے اور آرام کرتے ہیں۔

۳۲۸ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو افراد اس طرح قضاے حاجت نہ جائیں

کہ ایک دوسرے کے سامنے اپنی شرمگاہیں نکلی کر کے بیٹھیں اور باتیں

کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس فعل نینع کو جنت بُرا جانتا ہے کہ یہ فعل

شرم و مروت کے خلاف ہے۔ اسے احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ

يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشْفَيْنِ عَنْ عَوْرَتَيْهِمَا يَتَحَدَّثَانِ

فَإِنَّ اللَّهَ يَمُتُّ عَلَى ذَلِكَ - رَوَاهُ أَحْمَدُ

أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۳۲۹ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت الخلاء جنات و شیاطین کے

حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لیے جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں آئے

تو کہے اَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (میں نے اللہ سے خبیثات و خبیثات سے قضا

کے پاس پناہ لیتا ہوں) اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الْحُشُوشُ

مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا آتَى أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ - رَوَاهُ أَبُو

دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔

۱۔ حُشُوشُ۔ حُشُّ بفتح یا بضم ماک جمع ہے۔ اس کا لغوی معنی باغ اور نخلستان ہے۔ چونکہ گھروں میں بیت الخلاء بننے سے

پہلے لوگوں کی عادت باغ و نخلستان وغیرہ میں قضاے حاجت پھرنے کی تھی۔ تو اس مناسبت سے ہر بیت الخلاء کے لیے

یہ لفظ بولا جانے لگا۔

۵۱۵ ان الفاظ کے معنی کی تحقیق فصل اول کی تیسری حدیث میں گزر چکی ہے۔

۳۳۰ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتُرْمَا بَيْنَ أَعْيُنِ الْجَنِّ وَ

عَوْرَاتِ بَنِي آدَمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ

أَنْ يَقُولَ بِسْمِ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا

حَدِيثٌ غَرِيبٌ قَدْ اسْتَدَّاهُ لَيْسَ بِقَوِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرنگاہوں کے

درمیان پردہ جب تم میں سے کوئی میت الخلاء میں داخل ہو رہا ہے کہ

بسم اللہ شریعت پر عمل جائے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ

حدیث غریب ہے اور اس کا اسناد قوی نہیں ہے۔

۱۵ کیونکہ اس کے راویوں میں ایک راوی محمد بن عیسیٰ مازنی ہے۔ اور آئمہ فقہ و جمہور کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ

راوی ثقہ ہے یا نہیں۔

۳۳۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ

قَالَ غُفْرَانُكَ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَكْجَهٍ

وَالدَّارِمِيُّ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو کہتے

غُفْرَانُكَ یعنی اسے اللہ میرا تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے۔

اسے ترمذی، ابن ماجہ اور داری نے روایت کیا۔

۱۵ شارحین حدیث نے اس لفظ کے دو معنی بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ فضل سے حاجت کے وقت نہاں سے ذکر الہی نہیں ہوتا

آپ اس کی معافی طلب کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ خوراک کے طبیعت کے لیے موزوں، خوراک کا نفع بخش حصہ جسم کا جو ویٹالے

اور مضر نقصان دہ حصہ کو فضلہ کی صورت میں جسم سے خارج کرنے کی نعمت کے شکر کی ادائیگی میں کرتا ہے یہی آپ مطہر اللہ

معافی طلب کرتے تھے۔ جیسا کہ تیسری فصل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آ رہا ہے۔

بعض مشائخ نے فرمایا ہے اس حالت کے مناسب ذکر یہ ہے کہ انسان اپنے محتاج اور میلا کھپلا ہونے اور خدا تعالیٰ کے ہر

عیب و نقص سے منزہ و مقدس ہونے کا تصور ذہن میں رکھے۔

۳۳۲ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ أَتَيْتُهُ

بِمَاءٍ فِي تَوْرٍ أَوْ رَكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى ثُمَّ مَسَحَ

يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِإِنَاءٍ أَخْرَجَ

فَتَرَضَّاءَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے تو میں تانبے یا پتھر کے برتن

یا چمڑے کی چھاگل میں پانی لے کر آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ اس

پانی سے استنجاء فرماتے پھر اپنا ہاتھ زمین پر ملتے پھر میں دوسرے

برتن میں پانی لاتا تو آپ وضو فرماتے۔

وَالنِّسَاءُ مَعْنَاؤُ۔

اسے ابو داؤد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۷۔ تور بفتح تاو سکون واو تاء بنی یا پتھر کے چھوٹے برتن کو کہتے ہیں، جس میں پانی پیا اور رکھا جاتا ہے۔ اور کبھی اس سے وضو بھی کر لیتے ہیں۔

۱۸۔ رکوہ۔ بفتح یا کسرو یا ضمیر اور سکون کاف چمڑے کا برتن جس میں پانی رکھا جاتا اور وضو کیا جاتا ہے۔
شرح جامع الاصول میں مذکور ہے کہ رکوہ چمڑے کے چھوٹے ڈول کو کہتے ہیں جسے صوفیاء حضرات اپنے ساتھ رکھتے ہیں
تور اور کورۃ میں لفظ اور اوی کے شک کی وجہ سے ہے۔ ماو سے مراد یہ ہے کہ آپ کبھی تور اور کبھی رکوہ میں وضو کرتے تھے۔

۱۹۔ تاکہ دست مبارک اچھی طرح پاک و صاف ہو جائے۔

۲۰۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف کے اس جملے کا معنی یہ نہیں کہ استنجاء سے پہلے ہونے پانی سے وضو کرنا درست نہیں۔ اس کا معنی یہ بھی نہیں بلکہ جس برتن سے استنجاء کیا تھا اس سے وضو نہ کیا جائے کیونکہ اتفاق سے اس برتن میں نہ رہا تھا یا وضو کی مقدار سے کم ہو چکا تھا اس لیے دوسرے میں اور پانی لایا گیا۔ بعض حضرات نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے کہ استنجاء کے لیے الگ اور وضو کے لیے الگ برتن استعمال کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور دارمی اور نسائی نے اس حدیث کا معنی دوسرے الفاظ میں روایت کیا۔

۲۱۔ وَعَنِ الْحَكِيمِ بْنِ سَفْيَانَ قَالَ
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ
تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
حضرت حکم بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں
نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو کرتے
اور شرمگاہ پر پانی چھڑکتے۔

اسے ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

النِّسَاءُ

۲۲۔ آپ ثقفی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ کا نام سفیان بن حکم ہے۔ ان کی حدیث وضو کے باب میں آئی ہے۔
اور آپ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع میں اختلاف ہے۔ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا میرے نزدیک ان کا سماع صحیح ہے۔ کاشف میں کہا ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہ ہوئی۔ اور ان کی حدیث مضطرب ہے۔ امام بخاری
علیہ الرحمۃ نے کہا کہ حکم بن سفیان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

۲۳۔ کہا گیا ہے کہ شرمگاہ سے مراد شرمگاہ کی جگہ کا کپڑا ہے۔ بعض نے کہا ہے شرمگاہ پر پانی چھڑکنے سے استنجاء کے طور
پر شرمگاہ کا دھونا مراد ہے۔ یعنی جب آپ پیشاب کر لیتے تو استنجاء کرتے پھر وضو کرتے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ چھڑکنے سے

وضو کے بعد کپڑے پہن چھڑکنا مراد ہے تاکہ دوسو سو راہ نہ پائے۔ کیونکہ جب کپڑے پہن تری موجود رہے گی تو دوسو سے میں مبتلا نہ ہوگا۔ اور تری کو چھڑکے ہوئے پانی کی تری تصور کرے گا یہ طریقہ دوسو سے بند کرنے کا طریقہ ہے۔ اور یہ طریقہ درحقیقت تعلیم امت کے لیے ہے۔ در نہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہر قسم کے وساوس سے معصوم و پاک تھی۔ جیسا کہ علماء نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ طریقہ نزول بول کے ازالہ کے لیے ہے۔ مگر پیشاب کے قطرے نہ گریں کیونکہ پانی بول کو روکتا ہے خصوصاً مھنڈا پانی۔ دوسری روایات میں صراحت آئی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر لیتے اور اس سے فارغ ہو جاتے تو شرکاء پر پانی چھڑکتے تھے۔

حضرت امیمہ بنت رقیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو آپ کی چار پائی کے نیچے رکھا جاتا آپ اس میں رات کو بول فرماتے تھے۔

۳۲۲- وَعَنْ أُمِّمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْحٌ مِنْ عِيدَانٍ تَحْتَ سَرِيْدِهِ يَبُولُ فِيهِ بِاللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ۔

۱۔ امیمہ بضم ہمزہ وفتح میم و سکون یا۔

۲۔ رقیقہ بضم را وفتح قاف و سکون ہا۔ دونوں صحابیہ ہیں اور دونوں اہل مدینہ میں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت رقیقہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت ابی اللہ عنہا کی ہمیشہ ہیں۔ کاشف نے کہا حضرت رقیقہ ہاشمیہ ہیں۔

۳۔ عیدان بکسر عین عمو کی جمع بمعنی لکڑی جمع یا تو اجزاء کے اعتبار سے ہے یا اس بنا پر کہ وہ پیالہ مختلف لکڑیوں سے بنا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

قاموس میں کہا یہ لفظ عیدان بفتح عین کھجور کے درخت کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد عیدان ہے اور یہ پیالہ کھجور کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

۴۔ شدید سردی یا کسی اور عذر کی بنا پر۔ اور یہ وہ پیالہ ہے جس کے پاس میں مذکور ہے کہ ایک پیرا شخص نے پانی خیال کرتے ہوئے اس میں آپ کا پڑا ہوا بول شریف پی لیا۔ جب تک وہ شخص زندہ رہا اس سے یا چند پشت بعد تک اس کی اولاد کے جسم سے نہایت اعلیٰ خوشبو آتی رہی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ تو فرمایا اسے عمر کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ اس کے بعد میں نے کبھی

۳۲۵- وَعَنْ عُمَرَ قَالَ نَافِيَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبُولُ قَائِمًا فَقَالَ يَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا نَمَا بُلْتَ قَائِمًا بَعْدَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَابْنُ مَاجَةَ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ
السُّنِّي رَحِمَهُ اللَّهُ قَدْ صَحَّ عَنْ حُذَيْفَةَ
قَالَ أَقَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ
قَوْمٍ فَبَالَ قَائِلًا مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ قِيلَ كَانَ ذَلِكَ
لِعُذْرٍ

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔
شیخ امام محمد بن السنۃ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں کی روڑی پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر بول فرمایا۔ متفق علیہ
کہا گیا ہے کہ یہ کسی عذر کی وجہ سے تھا۔

۱۵ ساری امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تحریمہ یا مکروہ تنزیہیہ ہے۔ کیونکہ اس میں
شرکاء کے برہنہ ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ نیز کپڑوں اور جسم کے ناپاک ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ پھر یہ تہذیب کے
بھی خلاف ہے۔

۱۶ اور یہ جو مؤلف مشکوٰۃ حضرت امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ المتوفی ۷۴۳ھ نے فرمایا ہے کہ شیخ امام
محمد بن السنۃ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے الخ تو اس کی توجیہ
میں کہا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر بول کرنا کسی عذر کے باعث تھا۔ عذر جاہلیت میں لوگ کھڑے ہو کر پیشاب
کرنے کے عادی تھے۔ دعوت سید رسل و خیر انام صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت و تشریف آوری سے اسلامی تعلیمات کی
برکات اچھے اخلاق کی تکمیل اور عمدہ افعال سے آراستگی کی بدولت لوگوں سے یہ بُری عادت روز بروز چھوٹی چلی گئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر جو پیشاب کیا تو یہ جاہلیت کے بچے کچھے نشانات کی وجہ سے تھا یا پھر آپ کو
بھی اس وقت کوئی عذر لاحق تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عذر لاحق تھا اس کی وضاحت میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔
بعض فرماتے ہیں آپ کو پشت کی ہڈی میں درد تھا کہ آپ کے لیے بیٹھنا دشوار تھا۔ بلکہ بیٹھنے کی طاقت نہ تھی۔
بعض فرماتے ہیں عرب کے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو دروشت کا علاج تصور کرتے اور اس سے شفا حاصل
کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور محدث حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے
کھڑے ہو کر پیشاب کیا کہ آپ کے دونوں زانوؤں کے درمیان درد تھا۔
شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

بعض علمائے فرمایا ہے کہ عذر یہ تھا کہ وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی اس لیے مجبوراً کھڑے ہو کر بول فرمایا کیونکہ وہ جگہ ایک جانب سے اونچی اور دوسری جانب سے نیچی تھی وہاں بیٹھنا ممکن نہ تھا۔ الا یہ کہ اونچی جانب کو آپ اپنی پشت مبارک کے پیچھے کرتے اس صورت میں شرمگاہ کے کھلنے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ اور اگر آپ اونچے حصے کو اپنے سامنے کرتے تو گرنے کا خطرہ تھا۔ اور کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ عموماً نرم اور بلند ہوتی ہے۔ بیٹھنے کے لائق نہیں ہوتی۔ بعض علماء فرماتے ہیں آپ کا کھڑے ہو کر بول کرنا بیان جواز اور تعلیم امت اور آسانی پیدا کرنے کے لیے تھا۔ کیونکہ جب آپ نے پہلے نہی فرمائی اور بظاہر نہی تحریم کے لیے ہوتی ہے۔ تو آپ نے چاہا کہ اس امر کی وضاحت فرمادیں کہ یہاں نہی تنزیہی ہے۔ اور کھڑے ہو کر پیشاب کر لینے کی بھی اجازت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عذر کی وضاحت میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے جائے پاخانہ کی بہتر طور پر نگہداشت ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو اس وقت جائے پاخانہ میں کوئی تکلیف تھی اور آپ کو اندیشہ تھا کہ اس طرف سے بھی کوئی چیز باہر نہ نکل آئے۔ مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ تاہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے عار منے کے وہم سے دور تھے۔ اور آپ کے متعلق اس قسم کی کوئی بات زبانی پر نہیں لائی جاسکتی۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

۳۳۶۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ حَدَّثَكَ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبُولُ قَائِمًا فَلَا تُصَدِّقُوهُ مَا كَانَ يَبُولُ إِلَّا قَاعًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تم اس کے بیان کو سچا نہ جانا کیونکہ آپ کھڑے ہو کر کبھی پیشاب نہ کرتے تھے۔ اسے احمد ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

۱۔ اس حدیث کی حضرت ذلیفر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کے مطابق یہ اطلاع دی ہے جو وہ گھر میں حضور کے عمل کو دیکھتی تھیں۔ گھر میں آپ نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اور حضرت ذلیفہ نے گھر سے باہر کی خبر دی۔ اور یہ بھی اگلا دیکھا واقعہ کی خبر دی پھر وہ بھی عذر پر مبنی تھا جس کی وضاحت گزشتہ حدیث میں کی گئی ہے اور نادر

واقعہ نہ ہونے کے برابر ہوتا۔ اور وہ چیز جو عذر اور مجبوری پر مبنی ہو وہ دائرہ اعتبار و قیاس سے باہر ہوتی ہے۔

۳۳۷۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ جَبْرِئِيلَ أَتَاهُ فِي أَوَّلِ مَا أُوحِيَ إِلَيْهِ فَعَلَّمَهُ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْوُضُوءِ أَخَذَ عُفَّةً مِّنَ الْمَاءِ فَنَضَحَ بِهَا فَرْجَهُ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتَّيَّمُ قُطَيْبٌ -

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک حضرت جبرئیل علیہ السلام اہل وحی کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔ جب آپ وضو سے فارغ ہوئے تو پانی کا ایک چلو لے کر اسے اپنی شرمگاہ پر چھڑکا۔ اسے احمد اور دارقطنی نے روایت کیا۔

۱۵ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبنی (منہ لوے بیٹے) اور حضرت زینب کے پہلے خاوند ہیں۔ ان کا نام مبارک قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ ان کا ذکر اس کتاب مشکوٰۃ کے آخر میں مناقب اہل بیت میں آئے گا۔

۱۶ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ فعل کی شکل میں تعلیم تھی کہ اپنے وضو کیا اور نماز ادا کی اور یہ دونوں باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائیں۔ اور اس طرح آپ کو تعلیم دی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں آیا ہے۔ اور فعل کی صورت میں تعلیم زبانی تعلیم سے زیادہ آسان ہوتی ہے۔

۱۷ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فرغ اور اخذ و نضح کی ضمیر میں حضرت جبرئیل کی طرف لڑتی ہیں۔ معنی یہ ہوگا کہ جب حضرت جبرئیل وضو سے فارغ ہوئے تو آپ نے پانی کا ایک چلو لیا اور اسے شرمگاہ یعنی شرمگاہ کی جگہ کے کپڑے پر چھڑکا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے لیے کیا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تبلیغ وحی اور تعلیم احکام کے لیے انسانی صورت میں متحمل ہو کر حاضر ہوئے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ضمیروں کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہو۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے حضور علیہ السلام کے سامنے بطور تعلیم وضو کرنے پیر پانی کا چلو لیتے اور شرمگاہ پر چھڑکے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لیا اور اپنی شرمگاہ پر چھڑکا۔

عُرْفَةُ بَفْعٍ غَيْنٍ بَعْنَى أَيْكٍ بِلَا حِلْوٍ فِي بَانِي لَيْنَا - عُرْفَةُ بَفْعٍ غَيْنٍ بَعْنَى أَيْكٍ بِلَا حِلْوٍ فِي بَانِي لَيْنَا - نِيَادَةُ ظَاهِرَةٌ لِّهِنَّ زِيَادَةُ مَشْهُورَةٍ نَحْيُ فِي رَوَايَتِهِ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ

۳۳۸۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جہول آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ وضو کیا کریں تو شراب گاہ پر پانی چھڑک لیا کریں اس سے ترمذی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث غریب ہے اور میں نے محمد یعنی محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ کہتے تھے حسن بن علی ہاشمی راوی منکر حدیث ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَاءَنِي جَبْرِئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَانْتَضِضْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيَّ يَقُولُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ الرَّادِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ -

۳۲۹ - وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ بِكُوزٍ مِّنْ مَّاءٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عُمَرُ فَقَالَ مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ قَالَ مَا أُمِرْتُ كُلَّمَا بُلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَ سُنَّةً - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ابْنُ مَاجَةَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا کوزہ لے کر آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اسے عمر یہ کیا ہے ہر من کیا! پانی ہے جس سے آپ وضو کریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب بھی پیشاب کروں ساتھ ہی وضو بھی کر لیا کروں۔ اگر میں ہمیشہ ایسا کرتا تو یہ فعل سنت بن جاتا۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۳۳۰ - وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ لَمَّا نَزَلَتْ فِيهِ رِجَالٌ يُجَبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَأَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَنْشَأَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّهْرِ فَمَا طَهَّرْكُمْ قَالُوا أَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ

۱۔ یعنی درگاہ ایزدی سے وجب و لزوم کے طور پر مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا۔

۲۔ یعنی اگر یہ کام بطور لزوم ہمیشہ کرتا تو یہ سنت ہو کر بن جاتا۔ جس سے لوگ تنگی میں پڑ جاتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار امت کی آسانی اور تخفیف کے لیے اولیٰ اور افضل کو ترک کر دیتے تھے۔

حضرت ابوالایوب، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ انصار یہ شک اللہ تعالیٰ پیکر کی اور طہارت میں نے تمہاری مدد و ستائش کی ہے۔ بتاؤ تو یہی تم کس قسم کی طہارت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم لوگ ناز کے لیے وضو کرتے ہیں۔ جنبی ہونے پر غسل کرتے ہیں۔ اور پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں۔

۳۳۰ - وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَجَابِرٍ وَأَنَسٍ أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ لَمَّا نَزَلَتْ فِيهِ رِجَالٌ يُجَبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَأَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَنْشَأَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّهْرِ فَمَا طَهَّرْكُمْ قَالُوا أَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَنَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَ

نَسْتَجِي بِالْمَاءِ قَالَ ذَمُّواكَ فَعَلَيْكُمْ وَلَا رَوَاةُ
ابْنُ مَكْجَهْ.

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی طہارت کی بنا پر اللہ تعالیٰ
نے تمہاری مدح و ستائش کی ہے۔ لہذا تم لوگ اسے نہ چھوڑنا۔
ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۱۔ یعنی ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ جب آیہ مبارکہ **يُنِيْلُ رِجَالٌ يُحِبُّونَ اَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ**۔ اس مسجد یعنی مسجد تہا میں ایسے مردان خدا ہیں جو طہارت پاکیزگی کا بڑا
اہتمام کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ طہارت کا خوب اہتمام کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس آیت سے انصار کا
ایک گروہ مراد ہے۔

۲۔ تمہاری طہارت و پاکیزگی کی کیا خصوصیت ہے اور تم اس میں کسی قسم کا اہتمام کرتے ہو۔

۳۔ جس طرح دوسرے مسلمان مثل جنابت کرتے ہیں۔

۴۔ یعنی پتھروں اور ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنے کے بعد اور یہ طہارت کا خاص اہتمام ہے۔ اس قسم کی
خصوصی طہارت کا اہتمام انہیں گروہ انصار میں پایا جاتا تھا۔

۳۴۱۔ وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ بَعْضُ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ایک مشرک نے

الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ يَسْتَهْزِئُ اِنِّي لَا رِيَّ صَاحِبَكُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارا ٹراتے ہوئے کہا۔ میں تمہارے یار

يُعَلِّمُكُمْ حَقَّ الْخِرَآةِ قُلْتُ اَجَلْ اَمَرَكَ اَنْ

اور ساتھی کو دیکھتا ہوں کہ وہ تمہیں ہر خسیس اور حقیر چیز سکھاتا ہے یہاں

لَا نَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا نَسْتَجِيْ بِاَيِّمَانِنَا وَلَا

تک کہ پاخانہ بیٹھنے کی ہیئت و شکل بھی۔ میں نے کہا ہاں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نَكْتَفِيْ بِدُوْنِ ثَلَاثَةِ اَحْبَارٍ لَيْسَ فِيْهَا رَجِيْعٌ

نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف منہ نہ کریں اور دائیں ہاتھوں کے ساتھ

وَلَا عَظْمٌ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالْمُنَظَّلَةُ

استنجا نہ کریں اور یہ کہ ہم تین سے کم ڈھیلوں پر کفایت نہ کریں اور ان

میں گوبر اور ہڈی نہ ہو۔ اسے مسلم اور احمد نے روایت کیا یہ الفاظ امام

احمد کی روایت کے ہیں۔ مسلم کے الفاظ اس سے مختلف ہیں۔

۱۔ خِرَآةُ یعنی پاخانہ بیٹھنے کا طریقہ۔ اس کی کیفیت اور اس کے آداب۔ خِرَآةُ بکسر خاء معجم الف کی مذ کے ساتھ
یعنی تھنائے حاجت کے لیے بیٹھنا اور اس کی ہیئت و شکل۔ اکثر راوی فتح خاد اور قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔
اور خِرَآةُ بضم خاد و ہمزہ النان کے پاخانہ وغیرہ کو کہتے ہیں۔

۲۔ میں نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پاخانہ کا طریقہ اور اس کے آداب بھی سکھلاتے ہیں۔ اور

ہنسنے اور تسخیر اڑانے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو آپ کی امت پر کمال رحمت و شفقت ہے اور حق و ہدایت اور طہارت و ستیقہ کا بیان ہے۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خلا کے آداب اور استنجاء کے احکام بیان فرماتے ہوئے کہا۔
أَمَرَنَا أَنْ لَا نُسْتَقْبِلَ الْخَمْرَ۔

۳۴۲۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَسَنَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي يَدِهِ الدَّرَقَةُ فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لِيَهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ انْظُرُوا إِلَيَّ يَوْمًا كَمَا تَبُولُ الْمَرْأَةُ فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دِيحًا أَمَا عَلِمْتُمْ مَا أَصَابَ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانُوا إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَوْلُ قَرَضُوهُ بِالْمَقَارِيعِ فَنَهَاهُمْ فَعَذَّبَ فِي قَبْرِهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى النَّسَائِيُّ عَنْهُ عَنْ أَبِي مُوسَى۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پاس تشریف لائے جب کہا پکے دست مبارک میں چڑے کی دھال تھی۔ آپ اسے زمین پر رکھ کر بیٹھ گئے اور اس کی طرف منہ کر کے بول فرمایا اس پر بعض (منافقین) نے جو دہاں موجود تھے کہا اس شخص کی طرف دیکھو کہ اس طرح بول کر رہا ہے جس طرح عورت بول کرتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن لی۔ اور فرمایا اے بے حیا انسان تجھ پر افسوس ہے تجھے معلوم نہیں کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص کس معیبت (عذاب) میں گرفتار ہوا بنی اسرائیل کا دستور ان کی شریعت و دین کے مطابق یہ تھا کہ جب ان کے بدن یا کپڑے کو بول لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو قیچہ کیوں کے ساتھ کاٹ دیتے تھے۔ اس شخص نے ان کو ایسا کرنے سے منع کیا تو اسے قہر میں غلاب دیا گیا۔ اس حدیث کو ابو داؤد و ابن ماجہ عبد الرحمن بن حسانہ سے روایت کیا اور نسائی نے اسے عبدالرحمن بن زکریا انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کیا۔

۱۔ یعنی عبدالرحمن بن حسانہ تین فتوح کے ساتھ حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے۔ والد کا نام عبداللہ مطہر ہے۔ والدہ کی نسبت سے مشہور ہیں۔ صحابی ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے احادیث سنیں۔
۲۔ یعنی اپنی شرم گاہ کے آگے اس طرح پردہ کر کے بول کر رہا ہے جس طرح عورت کرتی ہے۔
۳۔ دُحِک۔ یہ لفظ کسی کے ایسی ہلاکت میں پڑنے (جس کے لائق نہ ہو) کے وقت اگلی کی دردناک حالت کو دیکھا اس پر رحمت و شفقت کے لیے بولا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ دیل کے کہ یہ اس ہلاکت کے لیے آتا ہے جس کے وہ لائق بھی

عہ۔ درقہ مال و اوقاف تینوں پر فتح کے ساتھ چڑے کی وہ ڈھال جس میں لکڑی اور دستہ نہ ہو۔
عہ۔ اس سے اپنے اور لوگوں کے درمیان پردہ بتایا۔

ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ مقام و یک کے جملے و یک کا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت علم اور خوش اخلاقی کی بنا پر و یک فرمایا۔

۵۔ اس کے لوگوں کو اس فعل سے روکے کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فضلے حاجت کے وقت پر وہ کرنے کو جو ایک مستحق اور اچھا فعل ہے اس منافق کے اس فعل کے بدل جانے کو اس بنی اسرائیلی کی مقام نجاست کاٹ دینے سے اور انکار کے ساتھ تشبیہ دی۔ حالانکہ جائے نجاست کا کاٹنا ان کے دین میں مشروع اور اچھا فعل تھا۔ اور اسے انکار و نہی پر عذاب کا مستحق قرار دیا گیا۔ یہاں اس منافق کی قباحت و مذمت بیان کرنے میں ایک اور مبالغہ بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس بنی اسرائیلی کا بنی اسرائیلیوں کو روکنا اور منع کرنا اس بنا پر بُرا اور قبیح کام تھا۔ کیونکہ جائے نجاست کا کاٹنا ان کی شریعت میں ضروری تھا۔ حالانکہ طبعاً بھی جائے نجاست کا کاٹنا جان و مال کے لیے ایک نقصان دہ فعل ہے۔ اس کے باوجود اس بنی اسرائیلی کے منع و انکار کو قبیح و موجب عذاب قرار دیا گیا اسے اس منع و انکار میں معذور قرار دیا جاسکتا تھا اور اس کے بدلے عذاب نہ ہونے کی گنجائش بھی تھی اس کے منع و انکار کے مقابلے میں بول و براز کے وقت محض پر وہ کر لینا شرعاً اور عقلاً ایک اچھا اور مستحسن امر ہے لہذا اس منافق کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وہ کرنے کا مذاق اڑانا نہایت ہی قبیح اور سخت بے حیائی کی بات اور سخت ترین عذاب کا موجب ہے۔

مردانہ صفر سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بارہ درازوں کو قبیلے کی جانب بٹھایا پھر پیٹھ کمرادوں کی طرف منہ کر کے بول کیا۔ میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا قبلہ کی طرف منہ کر کے بول کرنے سے منع نہیں کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ مما لفت اس وقت ہے جب کہ کھلے میدان میں بول کیا جائے جب تیرے اور قبیلے کے درمیان کوئی چیز مائل ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۲۴۲۔ وَعَنْ قُرْوَانَ الْأَصْفَرِ قَالَ رَعَيْتُ ابْنَ عَمْرٍَا فَاخَّرَ رَأْسَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ جَلَسَ يَبْكُ إِلَيْهَا فَقُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَلَيْسَ قَدْ نَهَى عَنْ هَذَا قَالَ بَلْ إِنَّمَا نَهَى عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يُسْتَرْكُ فَلَا بَأْسَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔

اے تاریخ بخاری میں بھی ایسا ہی آیا ہے۔ یعنی نسبت کے بغیر تابعی ثقہ ہیں۔ بعمرہ کے تابعین میں خملہ ہوتے ہیں۔ مسلم اور بخاری نے ان سے صرف ایک حدیث روایت کی ہے۔ آپ تابعین کے طبقہ رابعہ میں ہیں۔

۱۔ ابو عبد الرحمن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے۔

۳۲۴۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي

(ردا کا ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے باہر آتے تو کہتے الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذَى وَعَافَانِي۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے تکلیف دہ افسہ اُزردہ کہنے والی اور مکررہ و ناپستیدہ چیز مجھ سے دور کر دی۔ اور مجھے عافیت عطا کی۔

۱۔ یعنی فضلات روئیدہ جن کا معدے میں رہ جانا بیماری یا ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے۔

۲۔ اور مجھے فضلات کے پیٹ کے اندر ہی ٹک جانے سے بچایا یا فضلات کے خارج ہونے وقت استرلیوں کے بھی ساتھ ہی باہر نکل آنے سے محفوظ رکھا۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۳۲۵۔ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ الْيَحْنِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أُمْتُكَ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حِمَاةٍ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِذْقًا فَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ (روا لا أبو داؤد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب وفات کے اچھی جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عربوں کی یا رسول اللہ آپ اپنی امت کو بڑی یا لید یا کوئلے کے ساتھ استنجا کرنے سے روک دیں۔ کیونکہ ان تین چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہمارا رزق رکھا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی اس سے منع کر دیا۔

۱۔ حُمَۃ حائے مہملہ کے منہ اور دو مفتوح میم کے ساتھ۔

۲۔ اور وہ اس طرح کہ بڑی تو خود بخوات کی خوراک ہے۔ اور لید و گو زبان کے مولیشوں کی مادر کوئلے میں مولیں باتوں کا احتمال ہے مگر مجھے اس احتمال کی تصریح کہیں نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

بَابُ السَّوَاكِ

سواک کا باب

لغت میں سواک ملنے کے معنی میں آتا ہے۔ سواک بکسرین یعنی لکڑی سے دانتوں کو ملنا۔ اور جس لکڑی سے دانتوں کو ملتے ہیں اس پر بھی اس کا اطلاق استعمال ہوتا ہے جس طرح لفظ سواک کا استعمال ہوتا ہے۔

سواک بالاتفاق سنت ہے۔ خصوصاً وضو کے وقت اور امام شافعی کے نزدیک نماز کے وقت بھی پھر نماز ظہر و فجر سے پہلے سواک کی زیادہ تاکید ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ چالیس حدیث سواک کی فضیلت میں آئی ہیں۔ بدن و منہ کے لیے سواک کے بے شمار فائدے ہیں۔ اور محافل میں لوگوں کے سامنے سواک کرنا اور گلے اور منہ سے پانی نکالنا مکروہ ہے۔ خصوصاً علما اور بڑے مرتبے کے لوگوں کے سامنے اور سواک ہر حال میں مستحب و مستحسن ہے اور وضو، قرآن پاک کی تلاوت، دانتوں کے زرد و پڑ جانے اور نیند یا بیداری یا خاموش رہنے یا بھوک یا کھانا کھانے سے بدبو پیدا ہونے کی صورت میں زیادہ مستحب ہے۔ سواک کڑوے درخت کی ہونی چاہیے۔ درخت راک کی سواک بہتر ہے۔ چھنگلیا جتنی موٹی اور ایک مالشت لمبی ہونی چاہیے۔ سواک چوڑائی میں کرنا چاہیے۔ لمبائی میں نہ کرنی چاہیے کیونکہ لمبائی میں کرنے کی صورت میں مسوڑوں کے زخمی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تاہم بعض روایات میں طولاً و عرضاً دونوں طرح کرنے کی اجازت آئی ہے۔ اور سواک کچی کرنے کے وقت کرنی چاہیے۔ اگر کسی وقت سواک میسر نہ ہو یا کسی کے ہاتھ ہی نہ ہوں تو اس صورت میں دائیں ہاتھ کی انگلی کا منہ میں پھیر لینا کفایت کرتا ہے۔ اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بھی ایک روایت بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی۔ اور سخت کپڑے کے ساتھ بھی سواک درست ہے۔

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

فصل اول

۳۴۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ وَبِالتَّوَالِكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں نماز عشاء دیر کر کے پڑھنے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۱۔ ایک دوسری حدیث میں تیسرے حصے رات تک تاخیر کرنے کا ذکر آیا ہے۔
۲۔ سیاق عبارت اس پر دلالت کرتا ہے کہ وجوب کی نفی سے استحباب کی تاکید مقصود ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث ظاہر پر محمول ہے۔ ان کے نزدیک ہر نماز کے وقت مسواک مستحب ہے۔ ہمارے نزدیک ہر نماز سے ہر دن کو وقت مراد ہے۔ بنظر انصاف یہ معنی زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ کیونکہ ہر تکبیر تکرمیہ کے وقت مسواک کرنا جس طرح شافعیہ کہتے ہیں مشکل ہے خصوصاً مسنون طریقہ کے مطابق۔ واللہ اعلم!

۳۴۷ وَعَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ سَأَلْتُ حضرت شریح بن ہارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔
عَلِمْتُمْ بِأَنِّي شَيْءٌ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالتَّوَالِكِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی تشریف لاکر سب سے پہلے کون سا کام کرتے تھے فرمایا مسواک۔

۱۔ آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی شخصیت ثقہ ہے۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں ہوئی۔ جب ان کے والد اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی کنیت ابو شریح مقرر کی سان کی قوم کے لوگ پہلے انہیں ابو الحکم کی کنیت سے پکارتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ابو الحکم کنیت سنی تو فرمایا تیسرے بیٹے ہیں عرب کی ہاں شریح۔ عبد اللہ اور مسلم۔ فرمایا ان میں بڑا کون ہے عرض کی شریح تو فرمایا فانت ابو شریح تو ابو الحکم نہیں ابو شریح ہے۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں

واقعہ محل مبین میں ان کے ساتھ تھے۔ آپ تقدیں۔ لمبی عمر پائی، نہایت عبادت گزار تھے۔ سترہ سو میں جامع شہادت نوش فرمایا۔

۲۷ یعنی گھر میں تشریف لا کر سب سے پہلے آپ مسواک کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل شریف طبع مبارک کے کمال نفاذ اور اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کی بنا پر ہوتا تھا۔ یہ عمل اس امکان کے تحت ہوتا تھا کہ شاید صحابہ کی مجلس میں نہ زیادہ دیر بیٹھیں، اور لوگوں سے معروف گفتگو رہنے سے منہ میں ناخوشگوار بو پیدا ہو چکی ہو۔ اس لیے مسواک کے ذریعے اس کا ازالہ ضروری اور مقدم تصور کرتے تھے۔ اور یہ درحقیقت امت کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کی تعلیم ہے کہ اپنے گھر کے ماحول میں بھی نہایت پاکیزگی و طہارت میں رہیں۔ اور فرزند و زن کے اخلاط کے دوران بھی لطافت و صفائی کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ لوگوں کی مجلس سے گھر تک کے راستے میں چونکہ آپ خاموشی اختیار کرتے تھے اور منہ بند رکھتے تھے۔ اس لیے منہ کی خوشبو میں قدرے تبدیلی کا احتمال ہوتا تھا، اجنبی پن سے خالی نہیں۔ کیونکہ مجلس سے (جو غالب اوقات میں مسجد یا اس کے گرد و نواح میں ہوتی تھی) گھر تک کا راستہ اتنا زیادہ نہ تھا کہ صرف اتنے وقفے میں منہ کی خوشبو میں تغیر واقع ہو جائے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسواک سے ابتدا کرنے سے نماز نفل ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے نفل نماز ادا کرنے کے لیے وضو کرتے اور اس میں مسواک فرماتے واللہ اعلم

۳۲۸. وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَأَلَّا بِالسَّوَالِكِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز تہجد کے لیے اٹھتے تو اپنے دہن مبارک کو مسواک سے صاف ستھرا کرتے۔

۱۷ نیند نہ کرنے کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ لفظ وجود یعنی نیند سے شوق ہے۔ چونکہ رات کی نماز ادا کرنے کے لیے نیند کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس لیے اسے نماز تہجد کہتے ہیں۔ تہجد کا معنی نیند کا بھی آتا ہے جیسا کہ قاموس میں آیا ہے۔ اس معنی کے مطابق بھی نماز تہجد کہنا درست ہے کہ یہ نماز سونے کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔

۳۲۹. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرِ قَصُّ الشَّارِبِ وَرَاعْفَاءُ الرَّحِيْبَةِ وَ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دس کام "فطرت" سے ہیں۔ بیں شست کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ ناخن کاٹنا۔ انگلیوں

السَّوَالُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصْرُ
الْأُظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفِ
الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ
يَعْنِي إِلَّا سَتَجَاءَ قَالَ الرَّاَوِيُّ وَلَيْسَتْ
الْعَاشِرَةُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةُ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رَوَايَةٍ الْخِتَانُ بَدَلُ
إِعْقَاءِ اللَّحْيَةِ لَمْ أَجِدْ هَذِهِ الرِّوَايَةَ
فِي الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَبِيدِي
وَلَكِنْ ذَكَرَهَا صَاحِبُ الْجَامِعِ وَكَذَا
الْخَطَّابِيُّ فِي مَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ أَبِي دَاوُدَ
بِرَوَايَةِ عَتَّارِ بْنِ يَاسِرٍ

کے جوڑ و صونا۔ بغل کے بال اکھڑنا۔ نہیر ناف بال شونڈنا
پانی کم استعمال کرنا۔ یعنی استنجاء میں۔ راوی کہتا ہے کہ دسواں
کام مجھے بھول گیا ہے۔ مگر میرا گمان یہ ہے کہ وہ کلی کرنا ہے
اسے مسلم نے روایت کیا۔ اور ایک روایت میں
ڈاڑھی بڑھانے کی جگہ ختنہ کرنا آیا ہے۔ مولف مشکوٰۃ
نماتے ہیں۔ میں نے یہ روایت بخاری و مسلم میں
نہیں پائی۔ اور نہ کتاب حمیدی میں (جو بخاری و مسلم
کی جامع ہے) لیکن اسے صاحب جامع الاصول نے
اپنی کتاب جامع میں ذکر کیا ہے۔ یوں ہی خطابی
نے اپنی کتاب معالم السنن میں۔ ابو داؤد سے روایت
عمار بن یاسر ذکر کیا ہے۔

۱۷۔ یعنی دس خصلتیں فطرت میں سے ہیں۔ فطرۃ بکرۃ قائم یعنی پیدائش۔ فطر یعنی پھاڑنا اور یعنی خلقت (پیدا کرنا)
بھی آتا ہے۔ فاطر یعنی خالق اور یعنی جبلت (وہ فطری حالت جس پر بچہ پیدا ہوتا ہے) بھی آتا ہے۔ یعنی دین اسلام قبول
کرنے کی صلاحیت استعداد۔ جیسا کہ گذرہ یہاں فطرت کا معنی سنت انبیاء ہے کہ یہ سنت قدیم انبیاء علیہم السلام کے
کے زمانہ سے چلی آ رہی ہے اور انبیاء متقدمین نے اس سنت کو اختیار کیا ہے تمام انبیاء علیہم السلام کے اس سنت پر
اتفاق کرنے کی بنا پر اسے پیدائشی صفت و حالت کا نام دے دیا گیا ہے۔ جن پر علیہم الفطرۃ انسان پیدا ہوتا ہے۔ فطرت
کا معنی دین بھی آتا ہے۔ چنانچہ آیہ مبارکہ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ الذکر فطرت (دین) میں پڑھاں نے لوگوں
کو پیدا کیا میں فطرت بمعنی دین ہے۔ علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر میں فطرت کے معنی دین کے کیے ہیں۔ اس حدیث میں
بھی فطرت کا معنی دین کرنا درست ہے۔ ان دس چیزوں کو ابراہیم علیہ السلام کی سنتیں بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ سب سے پہلے یہ
حضرت ابراہیم پر نازل ہوئیں۔ پھر بعد کے انبیاء نے ان کی اقتدا کی۔

۱۸۔ قَصُّ الشَّارِبِ۔ یعنی ان دس خصلتوں میں سے ایک لبیں پست کرنا ہے۔ شارب ان بالوں کو کہتے ہیں جو اوپر کے
لب پر اُگتے ہیں۔ مختار و پسندیدہ یہی ہے کہ ان بالوں کو کاٹ کر اس حد تک پست کر دیا جائے کہ لب کا کارہ ظاہر ہو جائے
پست کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ ان کا کچھ نشان باقی رہے۔ بالکل شونڈنا کر دیا ہے۔ تاہم بہت سے علماء کے نزدیک شونڈنے

میں بھی حرج نہیں۔ اس باب میں اصل دلیل یہ حدیثاً اُخْضُوا الشَّوَابَ وَاعْفُوا النَّحْيَ ہیں پست کر وادرو ڈاڑھیاں بڑھادو (احنا کا معنی ہے بوں کے بال پست کرنا۔ پھر پست کرنے کی حد میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ ابرو کے بالوں کے برابر ہیں ہونی چاہیں۔ مگر غازی اور مجاہد کے یہ ہیں بڑھانا جائز ہے۔ تاکہ دشمنوں کی نگاہ میں پُتر ہیبت نظر آئیں ماسی طرح بوں کے ڈاڑھی سے ملے ہوئے کناروں کے بال بڑھانے بھی جائز ہیں۔ سائر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

۱۴۔ اعضاء اللحیۃ یعنی دوسری چیز ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ایک مشت ہو۔ اس سے کم نہ ہونی چاہیے پھر ایک مشت سے بڑھانا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ حد اعتدال سے لمبی نہ ہو۔ اور اگر ایک مشت سے لمبی ہو جائے تو پھر بعض کے نزدیک کم کرنا مکروہ ہے۔ امام حسن بصری اور قتادہ کا یہی مذہب ہے۔ اور بعض کے نزدیک ایک مشت سے زیادہ کا لاٹ دینا مستحسن ہے۔ امام شافعی اور امام ابن سیرین رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔ ڈاڑھی منڈانا حرام اور افرنگیوں ہندوؤں اور قلندروں کا طریقہ ہے اور ایک مشت رکھنا واجب و ضروری ہے اور یہ ہر ایک مشت ڈاڑھی کے لیے سنت کا لفظ مشہور ہے تو اس سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے یعنی ایک مشت ڈاڑھی رکھنا دین اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔ یا اس بنا پر اسے سنت کہا گیا ہے کہ ایک مشت ڈاڑھی رکھنا سنت سے ثابت ہے جیسے نماز عید کو سنت کہا گیا ہے۔

۱۵۔ مسواک۔ یعنی تیسری چیز مسواک کرنا ہے۔ اس کی شرح گذر چکی ہے۔

۱۶۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ یعنی وضو کرتے وقت ناک صاف کرنے کے لیے اس میں پانی چڑھانا۔

۱۷۔ پٹی چیز ہاتھوں و پاؤں کے ناخن کاٹنا ہیں۔ ہاتھوں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے۔ اور اس کے انگوٹھے پر ختم کرے اور وہ اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی انگشت سے شروع کر کے اس کی چھنگلیا پر پہنچے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے تک پہنچے پھر آفریں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر اختتام کرے۔ اور پاؤں کے ناخن اس ترتیب سے تراشے کہ دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے اس کے انگوٹھے تک پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے اس کی چھنگلیا تک پہنچے۔ جس طرح کہ پاؤں کے خلال کرنے کا طریقہ ہے۔

علامہ کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن اتارنا مستحب ہے۔ انہوں نے اس کا ثواب بھی بیان کیا ہے

کہ جو شخص جمعہ کے روز ناخن اتارتا ہے۔ وہ اس کے جمعہ تک ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ بعض علماء کرام نے اس بارے میں ایک شعر بھی کہا ہے۔

تَقْلَمُوا إِلَّا ظَعَامًا بِالسَّنَةِ وَالْأَدَبِ
يَوْمَ الْخَمِيسِ كَحَوَائِيسِ أَوْ خَصَبِ

سنت اور اسلامی آداب کے مطابق ناخن ترشواؤ۔ جمعرات کا دن ہونا چاہیے۔ حسب ترتیب باقی۔
بعض علماء کے نزدیک اگرے ہوئے ناخن دفن کرنا مستحب ہے۔ اور اگر پھینک بھی دیں تو حرج نہیں۔ مگر وضو یا غسل کی جگہ میں پھینکنا مکروہ ہے اور بیماری و بلا و مصیبت کا باعث ہے۔ اسی طرح مانتوں سے ناخن کاٹنا تنگ دستی اور مرض برص کا موجب ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شیخ امام عارف عالم حضرت عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک تفصیلی رکھی ہوئی تھی جس میں اپنے ناخن اور جو کچھ جسم سے الگ کرتے تھے ان میں ڈال دیتے تھے اور اپنے وصیت کی تھی کہ انہیں بھی میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے۔ شاید ایسا کرنے کی ان کے پاس کوئی سند ہوگی اور انہوں نے کہیں سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۷۔ غسل البراجم۔ یعنی ساتویں چیز انگلیوں کے جوڑو ہونا اور انہیں پاک کرنا خصوصاً ان کی سڑوں میں جن میں میل کچیل جم جاتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے خصوصاً یہ حکم ہے کہ کام کاج کرنے سے جن کی انگلیاں کھردری ہو جاتی ہیں نیز بدن کے دھسے اور جوڑ جن میں میل کچیل جمع ہو جانے کا گناہ ہوتا ہے (جیسے ناف، کان اور بغل وغیرہ) ان کا بھی یہی حکم ہے (کہ ان کے دھسے میں خاص احتیاط کی جائے)

۸۔ قُتْفُ الْإِيطِ۔ بغل کے بال اکھیڑنا۔ یعنی آٹھویں فضلت بغل کے بال اکھیڑنا ہے۔ انہیں مونڈنا اور مخصوص پاؤڈر سے دھونے کرنا بھی جائز ہے اور جن لوگوں نے اکھیڑنے کی عادت بنا رکھی ہو ان کے لیے اکھیڑنا ہی زیادہ بہتر و مناسب ہے۔ خصوصیت سے بغل کے بال اکھیڑنے کا حکم اس بنا پر ہے کہ اس جگہ بالوں کے مسام بند رہنے سے بخارات جمع رہتے ہیں جس سے یہاں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اکھیڑنے سے بالوں کی جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں جس سے مسام کھل جاتے ہیں۔ اور بدبو جاتی رہتی ہے۔ اس کے برعکس مونڈنے سے بالوں کی جڑیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں مبارک میں بال نہ تھے۔ مگر یہ تحقیق طلب بات ہے مگر حاشا وکلا (خدا کی پناہ) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے بدبو نہ تھی یا جسم مبارک کے کسی بھی حصے پر میل کچیل نہ ہو۔ آپ

ذات اقدس تو سر سے قدم تک پاک اور طیب و طاہر اور صاف و ستھری تھی۔ بیت۔

انہ فرق تا قدم ہمہ جانست آن نہال گویا ہمہ نہ آب حیاتش سر رشته اند۔

وہ نازک اندام محبوب سرتا پا جان ہے گویا اسے آب حیات سے پیدا کیا گیا ہے۔

اس سے بھی بلند و ارفع یہ بات ہے کہ قناتے حاجت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات مبارکہ

سے خوشبو ہکتی تھی اور آپ کے فضلات طیبہ کو زمین نکل جاتی تھی۔ بلکہ تمام انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ابعین کے فضلات مبارکہ کی یہی کیفیت تھی۔ ربائی۔

خوبان گل گلشن حیات اند ہمہ شکر لب و شیریں حرکاتند ہمہ

انہ آدمیاں غرض ہمیں ایشاند و آن باقی دیگر حشراتند ہمہ

ہمارے معشوق گلشن زندگی کے پھول ہیں اور شکر لب اور شیریں حرکات ہیں !

انسانوں میں سے مطلوب و مقصود صرف یہی ہیں باقی سب کیڑے مکوڑے ہیں ! !

۹۰ خلق العانۃ۔ ناویں خصلت موسے زیر نات صاف کرنا۔ عانۃ بمعنی شرمگاہ کے بال یا وہ جگہ جہاں بال اُگتے

ہیں۔ اگلی اور پھیلی شرمگاہ نیز اس کے اور گرد کے سب بال صاف کرنا مستحب ہے۔ اور اکھیڑنے اور پوڑے سے صاف

کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرمگاہ کے بال نورہ یعنی خاص قسم کی مٹی سے

صاف کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ عورتوں کے لیے بال اکھیڑنا بہتر ہے۔

۹۱ دسویں خصلت و سنت پانی کم کرنا۔ پانی کم کرنے کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں۔ ایک استنجاء کہ اس میں

پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر کم استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا یعنی الاستنجاء یہ راوی کا کلام ہے۔ دوسرا معنی یہ کہ

شرمگاہ پر پانی ڈال کر بول کو کم کیا جائے کہ پانی کے استعمال سے بول واپس لوٹ جاتا اور رک جاتا ہے۔ اور اگر پانی استعمال

نہ کیا جائے تو بول نیچے اتر آتا اور قطرہ قطرہ گرتا رہتا ہے۔ اس تو جیہہ کے مطابق لفظ انتقام حرف تاف سے ہوگا

اور ایک روایت میں حرف فاء کے ساتھ انتقام آیا ہے۔ اس کے معنی شرمگاہ پر پانی چھڑکنے کے ہیں جیسا کہ باب

آداب فلاکی تیسری فصل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔

۹۲ ختنہ کرنا حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک حضرت امام احمد اور بہت سے دوسرے علما اور بعض

شوافع کے نزدیک سنت اور شائع اسلام سے ہے۔ چنانچہ کسی شہر یا قصبہ کے لوگ اگر اس سنت کے ترک پر اتفاق

کر لیں تو حاکم وقت کو حکم ہے کہ ان کے خلاف جہاد کرے۔ جیسا کہ اذان وغیرہ کے ترک کا حکم ہے۔ اور امام شافعیؒ

کچھ مالکیہ اور علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مردوں عورتوں دونوں پر ختنہ کرنا واجب و ضروری ہے۔ ختنے کا وقت بعض کے نزدیک پیدائش سے ساتویں دن ہے جس طرح عقیقہ بعض کے نزدیک سات سال تک بعض کے نزدیک نو سال تک بعض کے نزدیک دس سال تک۔ اور بعض کے نزدیک جب انسان چاہے۔ تاہم بلوغت سے پہلے پہلے ہونا چاہیے خصوصاً احناف کے نزدیک جہاں کی سنت کے قائل ہیں۔ کیونکہ سنت قائم کرنے کے لیے واجب کا ترک یعنی تر عورت جائز نہیں۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ صحابہ کرام اپنے بچوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے تو اس بلوغت سے شرعی بلوغت نہیں بلکہ لغوی بلوغت مراد ہے۔ یعنی قوت و تمیز کی عمر کو پہنچ جانا۔ اور یہ ان لوگوں کی دلیل ہے جو ختنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۲۵۰ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِلزَّوْجِ - رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَاحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي صَرِيحِهِ بِإِسْنَادٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک منہ کو صاف کرتی ہے اور ریبہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ اسے امام شافعی امام احمد دارمی اور ترمذی نے روایت کیا اور امام بخاری نے اسے اپنی صحیح میں بلا اسناد روایت کیا۔

۱۔ مطہرہ بفتح میم و سکون طاء۔ بمعنی پاک و صاف کرنے والی۔ بعض بکسر میم صیغۂ اسم آلہ کی صورت میں درست قرار دیتے ہیں۔

۲۔ مَرْضَاةٌ رَب تعالیٰ کو راضی کرنے والی۔ یا رب تعالیٰ کی پسندیدہ چیز۔ کیونکہ مسواک وضو اور ریمہ کی پاکیزگی کی تکمیل کا موجب ہے۔ اور منہ مناجات، تلاوت قرآن پاک اور ذکر الہی کا آلہ اور ذریعہ ہے۔ بیت

ہزار بار بے شستم دہن بمشک و گلاب
ہزار بار نام تو بیرون مرا نہی شاید
ہزار بار پانیانہ مشک و گلاب سے دھو چکا ہوں
پھر بھی تیرا نام لینے کے لائق نہ ہو سکا۔

۳۵۱. وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعُ مَنُ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَيُرْوَى الْخِتَانُ وَالتَّحْطُّوُ وَالسَّوَاكُ وَالنِّصَاخُ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ حیاء اور سائیک رعایت میں حیا کے بھلے غتہ آیا ہے۔ غرضو لگانا۔ مسواک کرنا اور نکاح۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

۱۔ آپ مشہور صحابی ہیں۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کے موقعہ مدینہ شریف پہنچ کر سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے گھر نزول اجلال فرمایا۔

۲۔ یعنی چار خصلتیں انبیاء سابقین کی سنتوں میں سے ہیں اور چار کا عدد چار سے زیادہ کی نفی نہیں کرتا۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں ذکر ہوئی۔ یہ مقام صرف ان چار سنتوں کے ذکر کا تقاضا نہیں تھا اس لیے یہاں انہیں پر کفایت کی۔ یا اس وقت تک صرف ان چار ہی کی وحی ہوئی تھی۔ بعد میں ان چار سے زیادہ کی وحی نازل ہوئی۔ ۳۔ یہاں حیا سے نفس کا قبائح اور برائیوں سے شرم کرنا اور بچنا ہے۔ نیز نخش باتوں کے ذکر اور کسی کی شرافت کو پامال کرنے سے گریز کرنا مراد ہے۔ ورنہ حیاء دراصل انسان کی جلی اور فطری صفت کا نام ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔

۴۔ اور سائیک رعایت میں حیا کے بجائے غتہ کا ذکر آیا ہے۔ اور یہ اس مقام کے زیادہ مناسب ہے جیسا کہ عشرہ فطرت میں مذکور ہوا۔ اور بعض روایات میں وَالْخِتَانُ بکسر حاء مہملہ و تشدید نون آیا ہے۔ علماء فرماتے ہیں۔ یہ روایت غلط اور نادرست ہے۔ کیونکہ ختنہ (مہندی) کے استعمال سے اگر ہاتھوں اور پاؤں کو مہندی لگانا مراد ہو تو اس سے عورتوں کے ساتھ تشبیہ لازم آتی ہے۔ اور اس چیز کا انبیاء کی سنت قرار پانا بالکل درست نہیں اور اگر اس سے بالوں کو مہندی لگانا مراد ہو تو پھر یہ صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ اہم سابقہ میں یہ چیز نہ تھی۔ جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔

۵۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی جو بھی سنت عورتوں سے نکاح کرنا ہے۔ یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تاقیامت مننون و مشرور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن میں سونے کے

۳۵۲. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْقُدُ مِنْ نِيْلٍ وَلَا

نَهَارٍ فَيَسْتَقِظُ اِلَّا يَتَسَوَّكُ قَبْلَ اَنْ
يَتَوَضَّأَ (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ)

بعد جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے
اسے احمد و ابو داؤد نے روایت کیا۔

۱۔ یہ لفظ رفع اور نصب دونوں طرح مروی ہے۔

۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ وضو سے پہلے مسواک کرنا سنت ہو کہ وہ ہے۔

۳۵۳ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِيَنِي السَّوَاكَ
لَا غُسْلَ لَهُ فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ ثُمَّ أَغْسِلُهُ
وَأَذْفَعُ إِلَى اللَّهِ (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے تو دہونے کے لیے مجھے عطا
فرماتے۔ دہونے سے پہلے خود اپنے منہ میں اس سے مسواک
کرتی پھر اسے دہو کر حضور علیہ السلام کو دیتی۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا

۱۔ حضور علیہ السلام سے دہن مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لیے اور غایت محبت کی وجہ سے اور گویا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی ہوتا تھا صرف دہونا مقصود نہ ہوتا تھا۔

میان عاشق و معشوق و منریت

۲۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے اس وقت بھی آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی مسواک دی
تاکہ مائی صاحبہ اسے اپنے دانتوں میں چبا کر اور نرم کر کے حضور کو دیں۔ اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک
بار مسواک کر کے پھر منہ سے نکال کر آپ اسے دہوتے تھے۔ اور پھر منہ میں ڈالتے تھے۔
تنبیہ۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار و تبرکات سے برکت اور لذت حاصل کرنا جائز
بلکہ مستحسن امر ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۳۵۴ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَأَيْتُمْ فِي الْمَنَامِ اتَّسَوَّكُوا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں خواب میں اپنے آپ کو مسواک کرتے

بِسَوَاكِ فَبَجَاءَنِي رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا
اَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَنَاوَلْتُ السَّوَاكَ
الْأَصْغَرَ مِنْهُمَا فَنِيْلِي كَيْتَرَفَدَفَعَهُ
إِلَى الْاَكْبَرِ مِنْهُمَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ہم نے دیکھا ہوں۔ اس دوستان دو آدمی میرے پاس آئے
ایک بڑا دوسرے چھوٹا۔ میں نے وہ مسواک چھوٹے کو دے دی
مجھے سے کہا گیا کہ بڑے کو دو۔ میں نے وہ بڑے کو دے دی
(متفق علیہ)

اے اس سے مسواک کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کہ عمر میں بڑے آدمی کو اس کے دینے کا حکم دیا گیا نیز اس میں اس
امر پر بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسے مواقع (کھانے پینے خوشبو وغیرہ) میں عمر میں بڑے انسان کو فوقیت دینی چاہیے۔
امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث نیند کی حالت کے بجائے عالم بیداری کے
وقت بیان کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قوم
کے بزرگ ترین کو مسواک مبارک عطا کی۔ اور فرمایا جبریل نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ حضرت عائشہ کی حدیث جو
آئندہ آرہی ہے وہ بھی بیداری کے واقعہ کی تائید کرتی ہے۔ الا یہ کہ امر وہی وغیرہ سب حالت نیند میں ہوا ہو۔

۳۵۵ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَاءَنِي
جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا أَمَرَنِي
بِالسَّوَاكِ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ أُحْفَى مُقَدَّمَر
فِي - رَوَاهُ أَحْمَدُ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل میرا پس کبھی گراہوں نے مجھے
مسواک کا حکم دیا ہے شک مجھے خوف لاحق ہوا کہ میں اپنے
منہ کے اگلے حصے کو زخمی ہی کر دوں گا۔ اسے احمد نے
روایت کیا۔

اے کہ بار بار اور کثرت سے مسواک کرنے کی وجہ سے میرے منہ کا اگلا حصہ لپٹا ہوا جائے گا اور میں منہ کے
اگلے کو اکیڑ ہی دوں گا۔ احفی بغیر ہنرہ و سکون جائے مہملہ اور کسرہ بلفظ مقارع احفا سے مشتق ہے۔ یعنی کسی چیز کو
پست کرنا اور اکیڑنا۔

۳۵۶ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أَكْثَرْتُ
عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے مسواک کے
بارے میں تمہیں بہت کچھ کہہ دیا ہے اسے بخاری نے روایت کیا۔

اے اور میں نے اس بارے میں کافی لمبی گفتگو کی ہے۔ اور یہ یا تو مسواک کے حکم کی بجا آوری کی رعایت میں فرید
تاکید اور اس کی مکمل فضیلت حاصل کرنے کے لیے فرمایا۔ اور یا اس بارے میں امت پر شدت کرنے پر عند کے طوطہ

پر فرمایا۔ جیسا کہ اہل کرم کا شیوہ ہوتا ہے۔ اور اس غدر میں بھی دراصل اس سنت کی ادائیگی میں شفقت برداشت کرنے کی تلقین و تاکید ہے۔

۳۵۷ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنْ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ فَأَوْحَدَ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السَّوَالِ أَنْ كَبِّرَ أَعْطِيَ السَّوَالِ أَكْبَرُهُمَا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ اس وقت آپ کے پاس دو آدمی تھے۔ ایک بڑی عمر کا دوسرا چھوٹی عمر کا۔ آپ مسواک کی فضیلت میں وحی نازل ہوئی۔ کہ اپنی مسواک بڑی عمر والے کو عطا فرمائیں۔

(رواہ ابو داؤد)

۳۵۸ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْضُلُ الصَّلَاةِ الَّتِي يُسْتَأْذِنُ لَهَا عَلَى الصَّلَاةِ الَّتِي لَا يُسْتَأْذَنُ لَهَا سَبْعِينَ ضِعْفًا. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسواک والی نماز کا غیر مسواک والی نماز سے ستر گنا زیادہ ثواب ہے۔

(رواہ البیہقی)

۱۰۰ کے ترکے عدد سے یا تو کثرت مراد ہے۔ یا یہی مخصوص عدد والد اسم۔

۳۵۹ وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَالِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَكَأَخَّرْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ قَالَ فَكَانَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ يَشْهَدُ الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ وَسَوَاكُهُ عَلَى أُذُنِهِ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ أَذُنِ الْكَاتِبِ لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ إِلَّا اسْتَنْ ثَمَّ رَدَّاهُ

حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے وہ زید بن خالد جہنی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ اگر مجھے اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ اور نماز عشا کو رات کے تیسرے حصے تک موخر کر دیتا۔ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ زید بن خالد مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے آتے تو مسواک ان کے کان پر رکھ لیتا ہے۔ آپ نماز کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے

إِلَى مَوْضِعِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو
دَاوُدَ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا خَرُتُ
صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
مگر پہلے مسواک کرتے پھر اسے کان پر رکھ لیتے اور نماز
شرع کرتے۔ ہر نماز کے لیے ایسا ہی کہتے تھے اسے
ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ مگر ابوداؤد نے آخرت العشاء
الثلث اللیل کے الفاظ ذکر نہیں کیے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث
حسن صحیح ہے۔

بَابُ سُنَنِ الْوُضُوءِ

وضو کی سنتوں کا باب

سنن سنت کی جمع ہے۔ لغت میں سنت کا معنی طریقہ، راہ اور روش کا آتا ہے۔ شرع میں وہ امور سنت کہلاتے
ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتاب کے مطابق اپنی گفتار و کردار سے لوگوں
کو امر و نہی فرمائی ہے۔ کبھی مستحب و مستحسن (کو بھی سنت کہہ دیتے ہیں۔ جس کا استحباب و استحسان کتاب اللہ یا
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع امت یا قیاس سے ثابت ہو۔ اور کبھی اس کام کو بھی سنت کہتے ہیں جس کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو صرف کبھی کبھار چھوڑا ہو۔ لفظ سنت ان تین اصطلاحی معنوں میں استعمال
ہوتا ہے تاہم علماء ماصول کے نزدیک ہمیشہ معنی نہ زیادہ مشہور ہے۔ اور سنن و سنو سے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے و سنو سے متعلق افعال و اقوال مراد ہیں چاہے وہ فرائض سے ہوں یا سنن و آداب میں سے ہوں جو دوران
وضو آپ بجالاتے تھے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۳۶۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَبَقَّظَ
اَحَدُكُمْ مِنْ تَوْبِهِ فَلَا يَغْمِسُ يَدَهُ
فِي الْاِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَاِنَّهُ لَا
يَذُرُّهُ اَيُّنَ بَاثَتْ يَدُكَ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص
اپنی نیند سے بیدار ہو تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے جب تک
اسے تین بار نہ دھوے۔ کیونکہ بندے کو نیند کی حالت میں
معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ کہاں رہا ہے۔

متفق علیہ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۵۔ فلا یغمس یعنی نہ ڈبوے اور ایک روایت میں فلا یغمس لون تاکید کے ساتھ آیا ہے یعنی ہرگز نہ ڈبوئے۔
۱۶۔ وضو سے پہلے ہاتھ دھونا سنت ہے اور اس حدیث سے ثابت ہے۔ بیدار ہو کر اٹھنے کے وقت کی قید اس
یہ لگائی کہ بلاد عرب میں پانی کی قلت ہوتی ہے اس وجہ سے لوگ غالب اوقات میں سنگ و کلوچ (ڈھیلوں) سے استنجا کرتے
ہیں اور نیند میں گرم آب و ہوا کے باعث جائے استنجا میں بھی پسینہ آجاتا ہے۔ اور عین ممکن ہوتا ہے کہ ہاتھ شرمگاہ کو لگ
کر ناپاک ہو جائے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا ہاتھ رات کو کہاں رہا۔ اور
کہاں کہاں لگتا رہا ہے۔ اس بنا پر آپ نے فرمایا کہ نیند سے بیدار ہوتے ہی پہلے ہاتھ دھو دو اور تین بار دھوؤ تاکہ اچھی طرح
پاک و صاف ہو جائیں۔ اس کے بعد برتن سے پانی لے کر وضو کرو۔ یہ امر مسنون و مستحب ہے جس کا احتیاطاً حکم دیا گیا ہے
فرض یا واجب نہیں۔ اگر نہ بھی دھوئے تو ہاتھ بہر حال پاک ہیں اور جس پانی کو ہاتھ لگیں گے وہ بھی پاک ہی رہے گا۔ کیونکہ نیند
کی حالت میں ہاتھ کا ناپاک ہو جانا یقینی نہیں بلکہ ناپاک ہونے کا محض دھم و احتمال ہے۔

۱۷۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ دھونا واجب و ضروری ہے۔ اگر بغیر دھوئے
پانی میں ڈال دیے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اصل میں تو وضو سے پہلے ہاتھ دھونے کی سنت مذکورہ علت کی بنا پر صرف بیدار ہونے کے
وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے بعد ہر دفعہ وضو کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے سنت قرار دے دیے گئے۔ اگرچہ نیند سے
بیدار ہونے کی حالت نہ ہو۔ بعض علماء کے نزدیک نظر بظاہر حدیث یہ سنت صرف اسی وقت کے ساتھ خاص ہے مطلقاً
سنت نہیں ہے۔

انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند
سے بیدار ہو اور وضو کرے تو چاہیے کہ تین بار ناک میں پانی

۳۶۱۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَبَقَّظَ اَحَدُكُمْ
مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

چڑھائے۔ کیونکہ شیطان رات کو اس کے تختہ نشین میں رہتا ہے۔
اسے مسلم و بخاری نے روایت کیا۔

اسے یہ حقیقت ہے کہ شیطان انسان کے تختہ نشین کو رات کے وقت اپنی خوابگاہ بنالیتا ہے۔ باقی یہی اس کی کیفیت تو اس کا صحیح علم شارع علیہ السلام کو ہے۔ ہمارے افہام و عقول اس قسم کے اسرار و معارف کے احاطہ و ادراک سے قاصر ہیں۔ اس قسم کے امور کے بارے میں سلامتی اسی بات میں ہے کہ شارع علیہ السلام نے ایسی جو خبریں بھی دی ہیں، ان کی تصدیق کی جائے اور ان پر ایمان لایا جائے۔ اور ان کی کیفیت بیان کرنے سے سکوت اختیار کیا جائے۔ تاہم کچھ علماء اس کی تاویل کرتے ہیں سادہ یوں کہتے ہیں کہ نیند کی حالت میں مختلف اخلاط، بلغم، گرد و غبار اور میل کھیل ناک میں جمع ہو جاتی ہے۔ ناک و دماغ کی ہمسایہ ہے دماغ ہی ادراک قوتوں کا محل وقوع ہوتا ہے۔ ناک کی اس حالت کے باعث دماغ متاثر ہوتا ہے۔ اور اس وجہ سے تلاوت قرآن حکیم اور فہم اعلیٰ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور خشوع و خضوع کے حصول میں سستی اور ضعف لاحق ہوتا ہے۔ اور یہ سب باتیں شیطان کو بہت پسند ہیں۔ تو گویا شیطان ہی ناک کو اپنی خوابگاہ بناتا اور اس کے تختہ نشین میں رات بسر کرتا ہے۔ جس طرح فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ شریف پڑھے بغیر کھانا کھاتا ہے شیطان اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے اور رات کو سوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھنے سے بندے کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

وَقِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَامِرٍ
كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَنَدَّ عَايُوضُوعًا فَأَفْرَعًا
عَلَى يَدَيْهِ فَقَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ
ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ
وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ
بِيَدَيْهِ فَأَقْبَلَ بِيْهَمًا وَأَدْبَرَ يَدَايْهِ مُقَدِّمِ
رَأْسِهِ ثُمَّ ذَهَبَ بِيْهَمًا إِلَى قَفَاةِ شَرِّ
رَأْسِهِمَا حَتَّى رَاجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي
بَدَأَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ رَوَاهُ مَالِكٌ

حضرت عبداللہ بن زید بن عامر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے۔ اس پر آپ
نے وضو کا پانی منگوایا۔ پھر اسے دونوں ہاتھوں پر بہایا اور
اپنے دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر آپ نے تین بار کلی کی
اور تین بار ہی ناک میں پانی ڈالا۔ پھر تین بار چہرہ مبارک دھویا
پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دو بار دھوئے پھر دونوں ہاتھوں
سے سر مبارک کا مسح فرمایا۔ اور دونوں ہاتھ پیشانی سے پیچھے
کی طرف لے گئے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ اگلے حصے سے مسح
کی ابتدا کی اور پیچھے گردن کی طرف لے گئے۔ پھر انہیں دایں
لائے۔ یہاں تک کہ اس جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا
پھر آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔ اسے مالک اور نسائی

وَالنِّسَاءُ وَكَانَ دَاوُدُ نَحْوَهُ ذَكَرَهُ
صَاحِبُ الْجَامِعِ وَفِي الْمُتَّفِقِ عَلَيْهِ
قِيلَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ
تَوَضَّأْنَا وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهُ
عَلَى يَدَيْهِ فغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ ادْخَلَ
يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ
مِنْ كَفِّ وَاحِدَةٍ ففَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ
ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فغَسَلَ وَجْهَهُ
ثَلَاثًا ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ ادْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ يَدَيْهِ وَأَدْبَرَ
ثُمَّ غَسَلَ رَجُلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ
قَالَ هَكَذَا كَانَ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رَوَايَةٍ
فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ بَدَأُ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ
ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى تَفَاةٍ ثُمَّ رَدَّهُمَا
حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأُ
مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رَجُلَيْهِ وَفِي رَوَايَةٍ
فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ وَاسْتَنْشَرَ
ثَلَاثَ بَثَلِثِ غُرَفَاتٍ مِنْ مَاءٍ وَفِي
أُخْرَى فَمَضْمَضَ وَاسْتَشَقَّ مِنْ

نے روایت کی ہے۔ اور ابو داؤد کی روایت بھی ایسی ہی ہے
اسے صاحب الجامع نے ذکر کیا۔

اور متفق علیہ روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن
زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے کہا گیا آپ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا وضو کر کے دکھائیں۔ آپ نے ایک پانی کا برتن منگوا یا
اس سے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ اور انہیں تین بار
دوبار پھر آپ نے دونوں ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر
نکلے تو ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ آپ نے
اس طرح تین بار کیا پھر آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ
ڈالے پھر انہیں نکال کر اپنا چہرہ مبارک تین بار دوبار پھر
آپ نے برتن میں دونوں ہاتھ ڈالے اور نکالے اور
کھینچیں سمیت دونوں ہاتھ دو دو بار دہوئے پھر دونوں
ہاتھ برتن میں ڈالے اور باہر نکالے اور سر کا مسح کیا پٹے
آگے سے پیچھے لگے اور پھر پیچھے سے آگے لائے
پھر آپ نے ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دہوئے۔ پھر فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک الیا ہوتا تھا۔ اور
ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ مسح کے وقت دونوں
ہاتھ آگے سے پیچھے لگے۔ پھر پیچھے سے آگے لائے
یعنی آپ نے مسح کی ابتداء اسی طرح کی کہ دونوں ہاتھ پیچھے سر کے
آگے حصے سے پیچھے لگے پھر انہیں واپس لائے یہاں تک کہ
ای جگہ واپس لگے۔ جہاں سے شروع کیا تھا پھر آپ نے دونوں
پاؤں دہوئے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے کلی کی
اور ناک میں پانی چڑھایا اور ناک صاف کی یہ تینوں کام آپ نے تین

كَفَّةٍ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا وَفِي
رَوَايَةٍ لِّلْبُخَارِيِّ فَمَسَحَ رَأْسَهُ
فَاقْبَلَ بِهَمَا وَأَذْبَرَمَرَّةً وَاحِدَةً ثُمَّ
غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَفِي أُخْرَى
لَهُ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَتْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
مِّنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ -

چلوں سے تین تین بار کیے۔ اور ایک روایت میں ہے
کہ اپنے گلے کی ناک میں پانی ڈالا ایک چلو سے آپ نے اس
طرح تین بار کیا اور بخاری کی روایت میں ہے۔ آپ نے سر کا
مسح کیا پہلے دونوں ہاتھ آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے
آگے لائے۔ ایک بار پھر اپنے ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے اور ایک
روایت میں ہے اپنے ایک ہی چلو سے تین بار گلی کی اور تین بار ناک میں ڈالا

۱۴ حضرت عبداللہ بن زید کا برائے انصار میں سے ہیں آپ کی حدیث باب وضو میں حجت اور دلیل ہے۔ اور آپ کو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کا ناقل اور راوی کہتے ہیں۔ آپ نے ہی وحشی بن حرب کے ساتھ مل کر میلہ کذاب کو قتل کیا تھا
آپ کو ۳۳ھ میں حرمہ کے دن قتل کیا گیا۔ اور عبداللہ بن زید بن عبد ربیع اور میں شخص اور انھیں صاحب الاذان کہتے ہیں اور انہیں یعنی
عبداللہ بن زید عام کو صاحب وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

۱۵ آنا پانی منگوا یا جس سے وضو ہو سکتا تھا تاکہ آپ وضو کریں اور لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت
اور طریقہ بتلائیں۔

۱۶ یعنی پہنچے تک۔

۱۷ مسح تر ہاتھ کو وضو یا جم پر پھیرنے کا نام ہے۔

۱۸۔ مسح سر کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر
رکھے انگور ٹھے اور انگشت شہادت کو آگے رکھے دونوں ہتھیلیوں کو بھی سر سے جدا رکھے اور اپنا ہاتھ سر کے پیچھے لے جائے
پھر دونوں ہتھیلیاں سر پر رکھ کر دونوں ہاتھ آگے کی طرف لائے۔ پھر دونوں انگور ٹھوں کے ساتھ دونوں کانوں کے باہر
کے حصے کا مسح کرے اور دونوں انگشت تان شہادت سے کانوں کے اندر کے حصے کا مسح کرے۔ علامہ شمنی علیہ الرحمۃ
نے محیط سے لیا ہی نقل کیا ہے اور شرح کنز سے اس کا طریقہ یوں نقل کیا گیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور ہتھیلیاں سر پر
رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ اس طرح کہ سارے سر کو گھیرے پھر دونوں انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے
اس طرح پانی بھی مستعمل نہ ہو گا۔ کیونکہ سارے سر کا مسح بدون اس کے متصور نہیں۔ نیز کانوں کا مسح بھی اسی پانی سے ہوتا ہے
جس سے سر کا مسح کیا ہوتا ہے۔

۱۹ اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ آپ نے کتنی بار پاؤں دھوئے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے اپنے

پاؤں دھوئے اور اچھی طرح دھوئے۔ اور دوسری احادیث میں تعداد کا ذکر بھی آیا ہے۔

۷۵۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطن اور نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے جو معنی میں متحد اور الفاظ میں مختلف ہے اسے صاحب جامع نے جامع الاصول میں ذکر کیا اور کتاب جامع صحاح ستہ کی جامع ہے مولف کا اس سے صاحب معانی پر اعتراض کرنا مقصود ہے جو مذکورہ حدیث کو صحاح کے الفاظ سے لائے ہیں حالانکہ یہ بخاری و مسلم کی حدیث نہیں ہے اور صحاح میں جو کچھ ہے وہ ہے جسے مولف نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے وہی المتفق علیہ۔

۷۶۔ یہ الفاظ متفق علیہ حدیث کے، میں کہ معانی میں اس کے علاوہ دوسرے الفاظ ذکر کیے جن کے بارے میں مولف نے کہا کہ یہ مالک اور نسائی کی روایت ہے۔ اور مولف کا یہ قول کہ وہی روایت الخ تو یہ متفق علیہ روایت کے الفاظ ہیں۔

۷۷۔ یہ صاحب معانی کی روایت کے موافق ہے نیز اس کے بارے میں مولف نے کہا ہے کہ اسے مالک اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کا ترجمہ لکھ دیا گیا ہے۔ اور دوسری روایات جو مولف علیہ الرحمہ یہاں ذکر کر رہے ہیں صحیحین کی روایات ہیں اور معانی میں مذکور ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وہی روایت فمفوض الخ اور معانی کے بعض نسخوں میں واستغفر کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

۷۸۔ فی روایت آخری یعنی اور ایک متفق علیہ روایت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ فمفوض الخ

۷۹۔ فی روایت لبخاری یعنی ایک روایت میں جو بخاری کے ساتھ خاص ہے۔ یوں آیا ہے۔ فَمَسَمَ رَأْسَهُ الخ۔

۸۰۔ وہی آخری یعنی امام بخاری کی ہی ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ فمفوض واستغفر ثلاث مرات من طرفۃ واحدة۔

۸۱۔ غرقۃ بفتح غین معنی ہاتھ سے ایک بار پانی اٹھانا۔ غرقۃ بغیم غین یعنی پانی سے بھرا ہوا پال کا ایک چلو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث در روایات کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں مختلف آئی ہیں۔ بعض میں

تین چلو اور بعض میں ایک چلو آیا ہے۔ پھر بعض میں کلی اور ناک کے لیے الگ الگ چلو کا ذکر ہے اور بعض میں دونوں کے

لیے ایک ہی چلو کا بیان ہے۔ اس طرح بہت سی صورتیں بن جاتی ہیں۔ ہم نے شرح عزلی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ قول صحیح

کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ تین چلوؤں سے پہلے کلی کرے۔ پھر انیس سے ناک صاف کرے۔ اس

کے برعکس حنفی مذہب یہ ہے کہ ہر ایک کے لیے الگ الگ تین چلو پانی سے اس طرح کل چھ چلو بنیں گے۔ تاہم احادیث میں

دونوں طریق آئے ہیں۔ اس بارے میں مختلف احادیث کے درمیان مطابقت اس طرح ہو سکتی ہے کہ بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک طریقہ اختیار کیا کبھی دوسرا۔ اور ان دونوں قسم کی احادیث و روایات میں سے ترجیح ان روایات کو دی جائے گی جو قیاس کے موافق ہوں۔ اور یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ ناک اور منہ دو الگ الگ عضو ہیں لہذا ایک ہی چلو میں دونوں کو جمع کرنا درست نہ ہوگا۔ جس طرح دوسرے اعضا میں الگ الگ پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو جو حدیث قیاس کے موافق ہوگی وہ راجح ہوگی جس طرح کہ علم اصول فقہ میں طے شدہ ہے۔

اور علامہ شمسینی رحمۃ اللہ نے فتاویٰ ظہیریہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایک چلو ہی سے کلی اور ناک صاف کرنا درست ہے یعنی نصف سے کلی اور نصف سے ناک صاف کی جائے۔ اسے وصل کہتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وصل بھی جائز ہے۔

یوں ہی امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فصل بھی جائز ہے۔

چنانچہ ترمذی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کلی کرنا اور ناک صاف کرنا ایک چلو سے بھی جائز ہے۔ مگر ہر ایک کے لیے تازہ اور جدا پانی لینا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ اس روایت کے مطابق اس مسئلے میں دونوں آئمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہر عضو کو صرف ایک ایک بار دہویا۔ ایک سے زیادہ بار کوئی عضو نہ دہویا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

۳۶۳ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لَمْ يَزِدْ عَلَى هَذَا -

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور ہر عضو کو دو دو بار دہویا۔ (بخاری شریف)

۳۶۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ - (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مقام مقام میں وضو کیا اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دکھاؤں۔ تو آپ نے تین تین بار وضو کیا

۳۶۵ وَعَنْ عُثْمَانَ أَنَّ تَوَضُّأَهُ بِالْمَقَاعِدِ قَالَ أَلَا أُرِيكُمْ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

مسلم شریف

لہذا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعضائے وضو کبھی ایک ایک بار کبھی دو دو بار اور کبھی تین تین بار دہوئے

جلتے تھے مگر غالب و اکثر تین تین بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ ایک بار دھونے میں صرف فرض پر کفایت کی گئی ہے جس کے بغیر وضو ہوتا ہی نہیں۔ دو بار دھونے میں طہارت و پاکیزگی کے زیادہ اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔ اسے نور علی نور کہتے ہیں۔ اور یہ مزید اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اور تین تین بار دھونا مرتبہ تطہیر کی انتہا اور طہارت میں مبالغہ و تاکید کا اظہار ہے۔ تین بار سے زیادہ دھونا حد سے تجاوز اسراف اور ظلم و منورع ہے۔ تین سے زیادہ بار دھونا بظاہر زیادتی ہے مگر حقیقت میں نقصان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے تاہم اس سے وضو باطل نہیں ہوتا۔ بلکہ قائم باقی رہتا ہے۔

بعض احادیث میں اعضائے وضو تین بار بعض میں دو بار اور بعض میں ایک بار دھونے کا ذکر آیا ہے۔ یہ متعدد صورتیں ہیں جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ سب صورتیں بیان جواز اور دائرہ وضو کی توسیع کے لیے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک صرف ایک ایک بار دھونا گناہ ہے۔ کیونکہ اس مشہور سنت کا ترک لازم آتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے، گناہ نہیں۔ کیونکہ صرف ایک بار دھونے کا ذکر بھی صحیح احادیث میں آیا ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں کہا ہے کہ تین تین بار دھونا افضل، دو دو بار دھونا کفایت اور صرف ایک بار دھونا اگر صحیح و کامل طریقہ سے ہو تو کافی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ تین سے زیادہ بار دھونے کو میں پسند کرتا ہوں۔ اور ہم اسے حرام قرار نہ دیں گے۔ مگر ان کا مشہور مذہب یہ ہے تین سے زیادہ بار دھونا مکروہ منزیہ ہے۔

۱۔ مقام ایک جگہ کا نام ہے۔ شارحین نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد سے باہر لوگوں کے بیٹھنے کے لیے ایک جوتہ لایا یا ہوا تھا۔ تاکہ لوگ مسجد کے بجائے وہاں بیٹھ کر باتیں کیا کریں۔ اور شر پڑھا کریں۔ اس جوتہ سے کوڑھ پھیلتی تھی۔ مقام عقد کی جمع ہے یعنی بیٹھنے کی جگہ۔

۳۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّؤُوا وَهُمْ عَجَالٌ فَأَتَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَغْتَابَهُمْ تَلَوُّهُ لَمْ يَسْتَهَ الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف آ رہے تھے۔ دوران سفر ہم ایک چشمہ پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے نماز عصر کے لیے وضو کرنے میں جلدی کی اور بہت ہی عجلت سے کام لیا۔ اتنے میں ہم لوگ بھی ان کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ ان کی ایڑیاں چمک رہی تھیں۔ یعنی انہیں وضو کا پانی نہ پہنچا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں جلتے کی وجہ سے ان ایڑیوں پر انھوں نے اسے دیا

مِنَ التَّارِ بِأَسْبَغُوا الْوُضُوءَ - رَوَاهُ
کامل اور ٹھیک وضو کیا کرو۔
(مسلم شریف)

۱۷ یعنی انہوں نے نماز عصر کے وضو کرنے میں بڑی شتابی کی اور افراتفری سے کام لیا۔ گویا کہ نماز عصر کا وقت تنگ ہو رہا ہے بلکہ گزر چکا ہے۔

۱۸ مجال بکسر میں و خفت جیم اور یغیم و تشدید جیم دونوں روایتیں آئی ہیں۔ یہ عاجل کی جمع ہے۔ بمعنی جلدی و شتابی کرنے والے۔

۱۹ جب کہ ایڑیوں کا خشک رہنا عذاب و وعید کا موجب بنا اس وجہ سے دلیل (عذاب) کی نسبت ایڑیوں کی طرف کر دی۔ ورنہ حقیقتہً عذاب تو ایڑیوں والوں کو ہو گا۔ جو اس کو تاہی کے مرکب ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب صرف ایڑیوں کو ہی ہو جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ دلیل بمعنی سختی، عذاب، ہلاکت اور دوزخ میں ایک وادی کا نام ہے۔

۲۰ کہ اعضائے وضو کا کوئی جزو خشک نہ رہ جائے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے مگر ناخن کے کنارے جتنا حصہ بھی خشک رہا تو وضو نہ ہو گا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے ماسی لیے اس کے نہ دھونے پر وعید فرمائی۔ اور مسح کافی نہ ہو گا۔ یہی اعضاء و اعضاء کے جمہور فقہاء کا مذہب ہے اس کی مخالفت کسی ایسے شخص سے ثابت نہیں جس کی اجماع کے خلاف کوئی اہمیت یا حیثیت ہو۔ اور صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کی حدیث روایت کی ہے اور لوگوں کو آپ کے وضو کی تعلیم دی ہے جیسے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن زید جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا نقل اور خاص راوی قرار دیا گیا ہے اور حضرت انس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین سب اس پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب موندے نہیں پہننے ہوتے تھے تو پاؤں مبارک دھوتے تھے۔ اور لاتعداد احادیث پاؤں دھونے کے ثبوت میں وارد ہیں اور کواثر معنوی اور درجہ صحت کو پہنچ چکی ہیں۔ اور پاؤں نہ دھونے پر یہ مذکورہ وعید بے شمار احادیث میں وارد ہو چکی ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام پاؤں پر مسح کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامل وضو کرنے کی تاکید کی اور اس کے ترک پر وعید فرمائی تو صحابہ کرام نے مسح کرنا ترک کر دیا اور مسح کی رعایت منورخ ہو گئی۔ اور طحاوی نے عبد الملک بن سلیمان سے روایت کی ہے انہوں نے کہا میں نے عطا خراسانی سے سنا کہ ابوبکر بن علی نے کہا کسی صحابی نے بھی دھونے کے بجائے پاؤں پر مسح کر لینا جائز قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا واللہ یہ بات کسی صحابی سے منقول نہیں۔ علماء نے کہا ہے کہ پاؤں دھونے کے مسکے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے۔ ابتداء

اس میں قدرے اختلاف تھا۔ امدیہ قاعدہ ہے کہ اجماع متاخر اختلاف سابق کو رفع کر دیتا ہے۔

سوال :- اگر یہ کہا جائے کہ اجماع تو وہ ہوتا ہے کہ ایک حکم پر سب کا اتفاق ہوا ہو اور یہاں تو اختلاف پایا جاتا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ مسح کے قائل ہیں۔ بعض مسح اور دھونے دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور بعض بیک وقت دونوں کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

جواب :- اس کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف کو کچھ اہمیت حاصل نہیں۔ کیونکہ یہ بہت کم لوگوں کی طرف سے مخالفت واقع ہوئی ہے۔ ایسے نادر خلاف کا کچھ اعتبار نہیں۔ زیادہ سے زیادہ صرف اس قدر ہے کہ اس اجماع کا منکر کافر نہ ہوگا۔ اور ہمارے بعض علماء نے اس کے مخالف کو کافر قرار دیا ہے۔ تاہم ہمارے طریقہ احتیاط کا ہے۔ خلاف اور شبہ کے باعث منکر کو کافر نہ کہا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

اس باب میں خلاصہ سخن یہ ہے کہ کتاب اللہ اس بارے میں محتمل اور مشتبہ ہے۔ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں حدیث و تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی مراد کو بالکل واضح اور روشن کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

۳۶۷ وَعَنِ الْغُبَيْرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ لَانَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهِ وَعَلَى الْوَعَامَةِ وَعَلَى الْخُفَّيْنِ - (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو اپنی پیشانی اور دستار مبارک اور جڑوں پر مسح کیا۔ (مسلم شریف)

۱۷ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جنگ خندق کے سال اسلام لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ آپ حضرت معاذ بن رضی اللہ عنہ کے مخصوص حکام اور ان کے خاص مشیروں میں سے ہیں۔

۱۸ واضح رہے کہ سر کی مقدار مسح میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سارے سر کا مسح فرض ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں سر کے مسح کا حکم ہے اور سر چونکہ سارے سر کا نام ہے تو مسح بھی سارے سر کا واجب ہوگا۔ اس کے برعکس امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے مطلق سر کے مسح کا حکم ہے سارا ہو یا بعض اگرچہ سر کے صرف دو بال ہی ہوں کہ تڑپا تڑپا سر سے لگانے کا نام مسح ہے۔ اور یہ معنی سر کے کچھ حصے کے مسح سے متحقق ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک سر کے چوتھے حصے کا مسح فرض ہے۔ آپ کی دلیل یہ حدیث ناصیہ ہے۔ ناصیہ (پیشانی) سر کے اگلے چوتھائی

حصے کا نام ہے۔ اگر سارے سر کا مسح فرض ہوتا تو آپ صرف مقدار ناصیہ پر کفایت نہ کرتے مگر اس سے کم پر مسح جائز ہوتا تو بیان جواز کے لیے کبھی چوتھائی حصہ سے کم پر بھی مسح کرتے۔ امام احمد کے مذہب کے بیان میں روایات مختلف ہیں جو تینوں ائمہ مذکورہ کے مذاہب کے موافق ہیں۔ مگر زیادہ تر روایات امام مالک کے مذہب کے مطابق ہیں۔ ایک روایت میں اکثر سر کے مسح کا بھی ذکر آیا ہے۔ میں (شیخ محدث) نے بعض متاخرین مشائخ سے سنا ہے وہ اپنے مشائخ سے نقل کرتے تھے کہ انہوں نے کہا الانصات فی مسئلہ مسح الرأس مع مالک۔ یعنی مسح سر کے مسئلہ میں حق والنفات امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسح کے بارے میں قرآن حکیم کی آیت مجمل ہے۔ حدیث نے اس اجمال کی تفصیل کر دی۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل شرح سفر السعادة میں بیان کر دی گئی ہے۔

۵۔ دعی العمامۃ یعنی اور آپ نے عمامہ شریف پر مسح کیا۔ یہ اس پر محمول ہے کہ جب آپ نے فریضہ مسح ادا کیا اور مقدار پیشانی پر کفایت کی تو اس کی تکمیل اور اس کے سنت کی خاطر جو تمام سر کا مسح ہے، البقیہ سر پر مسح کرنے کے بجائے عمامہ شریف پر مسح کیا یہ آپ نے فی الجملہ تطہیر و تنطیف کے لیے کیا۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق چونکہ تمام سر کا مسح فرض ہے۔ اس لیے اس فریضہ کی تکمیل کے لیے کچھ سر پر مسح کیا اور کچھ عمامہ شریف پر امام تور ششی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ راوی کا وہم ہو۔ شاید کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت دست مبارک عمامہ شریف پر پھیرا ہو اور راوی نے یہ وہم کر لیا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شریف پر مسح کیا ہے واللہ اعلم۔ لیکن سر پر مسح نہ کرنا بلکہ مستقلاً عمامہ پر مسح کرنا جس طرح موزوں میں ہوتا ہے۔ تو تینوں ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ ماسوائے امام احمد کے کہ ان کے نزدیک صرف عمامہ پر مسح کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ عمامہ با وضو پہنا ہو اور اس نے سارے سر کو چھپایا ہو اور جس طرح موزوں میں ہے۔

اور راوی نے یہ جو کما دعی الخفین (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں موزوں پر مسح کیا) تو اس سے بھی بظاہر اسی معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور امام تور ششی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ فقہا حدیث کی ایک جماعت نے عمامے پر مسح کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر دیار اسلام کے اکثر لوگوں میں اس کے خلاف پر عمل ہے۔ انتہی۔ اور حق یہ ہے کہ صرف اس محتمل خبر پر انحصار کرتے ہوئے عمامہ پر مسح کا حکم دقویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ الا یہ کہ ظہور و شہرت میں موزوں کی حدیث کے درجے کی حدیث ہو جو آفتاب کی روشنی کی طرح روشن و واضح ہو۔ واللہ اعلم۔

۳۷۸ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيْمَنَ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ روایت ہے فرماتی ہیں جہانگ
مکن ہوتا ہر کام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب کو پسند

مَا اسْتَطَاعَ فِي شَايِهِ كَلْبَهُ فِي طَهْوَرِهِ
وَتَوَجَّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)
کرتے تھے۔ طہارت میں بھی، بالوں کو گنگھی کرتے تھے میں بھی اور
جتنا پہنتے میں بھی۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ یعنی آپ اپنا ہر کام جانب راست سے شروع کرتے تھے۔ اور جانب راست اختیار فرماتے تھے اس کے بعد ان کاموں کی تفصیل بیان فرمائی۔ چنانچہ فرمایا فی طہورہ۔ چنانچہ آپ پہلے دائیں ہاتھ دھوتے۔ اسی طرح پہلے دائیں پاؤں مبارک دھوتے۔ تاہم دونوں رخسارے اور دونوں کان تو ایک ساتھ ہی دھوئے جائیں گے۔

۲۔ و ترجمہ۔ یعنی سر مبارک اور ریش مبارک میں گنگھی کرنے میں جانب راست سے شروع کرتے۔

۳۔ یہ تین چیزیں بطور مثال بیان فرمائیں۔ ورنہ ہر چیز جو عزت و تکریم اور جائزہ زینت و آرائش سے تعلق رکھتی ہے سب کا یہی حکم ہے۔ جیسے کپڑے پہنا، پاؤں میں موزے پہنا، مسجد میں داخل ہونا۔ مسواک کرنا، جائے وضو سے باہر قدم رکھنا، سرمہ ڈالنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیرنا، لبیں پست کرنا وغیرہ۔ سر منڈانے میں بعض علماء منڈانے والے کی دائیں جانب مڑا لیتے ہیں اور بعض موندنے والی کی دائیں جانب یعنی وہ پہلے اس جانب کو موندے جو اس کی دائیں جانب واقع ہو۔ جیسا کہ بعض علماء نے مناسک حج میں ذکر کیا ہے۔ تاہم قول اول اصح اور اظہر ہے۔ اور وہ کام جو مذکورہ امور جیسے نہیں ہیں جیسے مسجد سے باہر آنا، جائے وضو میں جانا، طہارت خانہ میں داخل ہونا۔ ناک صاف کرنا، کپڑے آنا رونا اور اس جیسے اور کام تو ان میں بائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سب دائیں جانب کے خرافت و عزت کی بنا پر ہے۔ جس طرح دائیں جانب کافر شتہ بائیں جانب دے فرشتہ پر فضیلت رکھتا ہے۔ اور دائیں جانب کا ہمسایہ بائیں جانب والے ہمسایہ سے افضل اور اس کا حق مقدم ہے۔

راستی در ہمہ جامعہ است

راستی کو ہر جگہ قوتیت و افضلیت حاصل ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۶۹ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبَسْتُمْ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ لباس

پسند اور جب وضو کرے تو دائیں جانب سے شروع کیا کرو۔
احمد و ابو داؤد۔

وَإِذَا تَوَضَّأْتَ تَبَدَّءْ بِأَيْمَانِكَ
(رواہ احمد و ابو داؤد)

۱۵ اور جہتا و مونہ وغیرہ۔

۱۶ بعض روایات میں میامن کے بجائے لفظ ایامن آیا ہے۔ تاہم معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ البتہ میامن میں کی جمع اور ایامن میں جمع ہے۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کا وضو کامل نہیں ہوتا جو اللہ کا نام (بسم اللہ شریف) نہ لے۔ اسے ترمذی ابن ماجہ نے اور احمد و ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور محدث دارمی نے حضرت ابو سعید خدری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا۔ اور احمد و ابو داؤد و دارمی نے اس حدیث کے اول میں یہ الفاظ بھی زیادہ کیے۔ لَا صَلَوَةَ لِمَنْ لَا يَتَوَضَّأُ كَمَا يَعْنِي جَسَدًا وَنُفْسًا اس کی نماز نہیں۔

۳۷۰ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ سَلَامُهُ الرَّيْزِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَنَادُوْنِي أَقْرَبُ لَا صَلَوَةَ لِمَنْ لَا وَضُوءَ لَهُ۔

۱۷ یعنی جس نے وضو شروع کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا یا سلف سے منقول لفظ سبحان اللہ العظیم و بحدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں اعوذ باللہ کے بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مراد ہے۔ اور مشہور یہ لفظ ہے۔ بسم اللہ والحمد للہ علی دین الاسلام۔

۱۸ اس صورت میں حدیث کا معنی یہ ہوگا۔ اس شخص کی نماز نہیں جس کا وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں جس نے خدا کا نام نہ لیا۔ اس سے یہ لازم آیا کہ جس نے وضو شروع کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا اس کی نماز ہی نہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے یا مستحب۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت کے اعتقاد کہنے کی بنا پر بسم اللہ شریف کا پڑھنا سنت یا مستحب نہیں بلکہ واجب اور وضو کے لیے شرط ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں بسم اللہ شریف نہ پڑھنے کی صورت میں وضو کے وجود کی نفی کی گئی ہے۔ تاہم جہور کے نزدیک یہ نفی کمال کی نفی پر محمول ہے۔ لیکن امام احمد، ابو داؤد اور دارمی کی روایت جو مذکور ہوئی ہے اس احتمال کو جیسا کہ پوشیدہ نہیں وود تر پینک دیتی ہے۔

جمہور کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ **وَإِذَا أَقُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ** اللہ یعنی جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھو۔ اس آیت مبارکہ میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے اور اصحاب سنن اربعہ (سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ) نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کی تعلیم دے دیتے ہوئے فرمایا اس طرح وضو کرو جس طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خدا تعالیٰ نے جس آیت میں یعنی مذکورہ آیت میں وضو کا حکم دیا ہے اس میں بسم اللہ شریف کا ذکر نہیں ہے۔ اور تیسری فصل کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک روایت آرہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو شروع کرتے وقت خدا تعالیٰ کا نام لے اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جو خدا کا نام نہ لے اس کے صرف وضو کے اعضا پاک ہوتے ہیں۔ اس کلام کا اسلوب بیان اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ بسم اللہ سے وضو میں کمال پیدا ہوتا ہے اور یہ تنہی یا استحباب کی علامت ہے۔ امام طحاوی و امام قدوری نے تو اسے سنت قرار دیا ہے۔ مگر صاحب ہدایہ نے کہا صحیح تر بات یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

۳۴۱. عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبَرْنِي عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ أَسْبَغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالَغْ فِي الْأَسْتِشْقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ إِلَى قَوْلِهِ بَيْنَ الْأَصَابِعِ -

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے وضو کے بارے میں بتائیں (کہ اس کا حسن و کمال کس چیز میں ہے) آپ نے فرمایا کامل اور عمدہ وضو کر۔ انگلیوں میں خلل کر اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھا لایہ کہ تو روئے سے فارغ ہو۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا۔

۳۴۲. اور ابن ماجہ، دارمی نے اسے ابن الصبیح کے لفظ تک روایت کیا۔

۱۔ لقیط بروزن کریم صبرہ بفتح صاد کسر با مشہور صحابی ہیں۔ آپ اہل طائف میں شمار ہوتے ہیں۔

۲۔ یعنی ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلل کر۔ لغت میں تخلیل کا معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنے کا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک انگلیوں کا خلل سنت۔ اور امام احمد کے نزدیک پاؤں کی انگلیوں کا خلل تو بلا اختلاف سنت ہے۔ تاہم اگر خلل نہ بھی کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ انگلیوں کا خلل بہت پسندیدہ چیز ہے۔ ہاتھ کی انگلیوں کے خلل میں ان سے دو روایتیں مشہور ہیں۔ ایک یہ کہ سنت ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ سنت نہیں۔ کیونکہ ان کا کھلا کھلا اور جدا جدا ہونا خلل سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

کے نزدیک انگلیوں کا خلال صرف پاؤں کی انگلیوں کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ ہاتھ کی انگلیاں پیدائشی طور پر کشادہ اور جدا ہیں۔ ہاں اگر ایک دوسری کے ساتھ چپکی ہوئی اور متصل ہوں۔ اور تکلف کے بغیر ان کے درمیان پانی نہ گزرے تو واجب وضو رہی ہے۔ اور خلال نہ کرنے پر جو وعید دار قطعی کی حدیث میں آئی ہے جیسا کہ ہدایہ میں آیا ہے وہ اسی مذکورہ صورت محمول ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ ایشخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ پاؤں کی انگلیوں کے خلال کی کیفیت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں شروع کرے۔ اور بائیں پاؤں کی چھ انگلیاں پر ختم کرے۔

۳۴۔ بَالِغٌ فِي الْإِسْتِثْنَاءِ۔ یعنی ناک میں اچھے طریقے سے پانی چڑھنا ایک روایت میں یہ الفاظ میں بالغ فی المضمضۃ والاستنقاء۔ یعنی اچھے طریقے سے کلی کرنا اور ناک صاف کر۔ کلی کرنے کی حد یہ ہے کہ پانی سے منہ پکڑے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی حلق تک پہنچائے۔ اور بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سارے منہ میں پانی پھرے استنقاء کی حد یہ ہے کہ ناک کے نرمے تک پانی پہنچائے اور اس میں مبالغہ یہ ہے کہ اس سے بھی آگے لے جائے بعض کے نزدیک مبالغہ کا مطلب یہ ہے کہ سانس سے پانی کھینچ کر ناک کے سوراخ کے آخر تک پانی لے جائے۔ ۳۵۔ کیونکہ روزہ کی حالت میں مبالغہ سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ کہ اس سے روزہ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قول مشہور میں غسل اور وضو میں کلی اور ناک میں پانی چڑھنا فرض ہے۔ اور امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک غسل اور وضو دونوں میں سنت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو میں دونوں سنت اور غسل میں فرض ہیں۔

۳۶۔ یعنی یہ عبارت بالغ فی الاستنقاء الا ان تکون صائماً کے الفاظ ابن ماجہ اور دارمی کی حدیث میں نہیں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو وضو کرے تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کر۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۔

حضرت مسور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔^۲

۳۷۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَوَّضْتَ فَخَلَّ أَصَابِعَ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ رَوَّاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۳۸۔ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِادِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا قَوَّضًا يَدُكَ أَصَابِعَ رَجُلٍ يَخْضُرُ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو
کرتے وقت اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھٹکیا
لی رہے تھے۔ اسے ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۱۷ مَسْنُونُ دِينَ شَدَّادُ يَعْنِي بَقِيْمٌ وَسُكُونٌ سِينٌ وَفَتْحٌ مَا وَسُكُونٌ وَادٌ كَسْرًا آخِرٌ فِي دَالٍ شَدَّادُ سِينٌ كِي فَتْحٌ أَوْ رَمَالٌ كِي
شد کے ساتھ۔ آپ اہل کوفہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت پیچھے تھے۔ لیکن
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا سماع ثابت ہے۔

۱۸ اور چھٹکیا سے ملنا خلال کو مستلزم ہے۔ بعض نے کہا یہاں دَلَّ (ملنا) خلال کے معنی میں ہے۔ خلال
کے لیے چھٹکیا کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس انگلی کا انگلیوں کے درمیان داخل کرنا زیادہ آسان ہے نیز خدمت لی
بھی پھوٹوں سے جاتی ہے۔

۳۴۷ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَوَّضًا أَخَذَ كَفًّا
مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَخَلَّلَ
بِهِ لِحْيَتَهُ وَقَالَ هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہاتھ مبارک میں پانی کا ایک
چلو لیتے اور اسے حلق کی طرف سے ریش مبارک کے نیچے ہائے
پیراں کے ساتھ اپنی ریش مبارک کا خلال کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ
نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ (ابو داؤد شریف)

۱۹ خَنَكٌ وَفَتْحٌ کے ساتھ یعنی منہ کا اندر کا حصہ۔ تحت خنک کا معنی ہے ٹھوڑی کے نیچے آپ منہ دھونے
کے وقت ایسا کرتے تھے جو اس کا تتمہ ہے۔ وضو سے فارغ ہونے کے بعد نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ بعض لوگوں
کا رسم ہے۔

۳۴۸ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْلُلُ لِحْيَتَهُ (رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کا خلال کیا کرتے تھے۔
(ترمذی اور دارمی شریف)

۲۰ اے معلوم ہونا چاہیے کہ ڈارمی کے خلال میں احادیث متعدد طرق سے آئی ہیں۔ ان میں سے بعض طرق میں
نقل و قال کی گئی ہے۔ ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس باب میں صحیح ترین حدیث عامر بن شعیق کی حدیث ہے
جو انہوں نے وائل سے انہوں نے حضرت عثمان سے روایت کی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما رحمۃ کے نزدیک افضل ہے۔ مگر جیسا کہ شہنی نے کہا ہے صحیح تر قول امام ابو یوسف کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک بھی ڈاڑھی کا خلال سنت ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہاتھ پیر دینا اور ڈاڑھی کو ہلادینا کافی ہے۔ جیسا کہ شہنی نے کہا۔ امام احمد کے نزدیک ایک روایت کے مطابق واجب ہے۔ اور کہا اگر مہجول کر ڈاڑھی کا خلال نہ کیا تو حرج نہیں اور اگر دانستہ چھوڑ دیا تو اس کا اعادہ کرے۔ اور ڈاڑھی کے خلال کا طریقہ اور کیفیت یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں داڑھی کے نیچے لاکر اوپر کی طرف لائے۔ خلال تین بار دہرایے کے بعد کرے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھو کرتے دیکھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ دھوئے اور انھیں خوب صاف کیا۔ پھر تین بار نگلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کیا۔ تین بار چہرہ مبارک دھویا اور کہنیوں تک تین بار ہاتھ دھوئے۔ پھر ایک بار سر کا مسح کیا پھر آپ نے ٹخنوں تک پاؤں دھوئے پھر آپ کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پایا۔ آپ نے فرمایا! میں نے پسند کیا کہ تم لوگوں کو دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت (وضو) کیسی ہوتی تھی۔

(ترمذی و نسائی)

۳۷۹. وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا
تَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَيْهِ حَتَّى أَتَقَاهُمَا ثُمَّ
مَضْمَضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا وَ
غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا
وَذَرَا عَيْنَيْهِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً
ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَامَ
فَأَخَذَ فَضْلَ طَهُورٍ فَشَرِبَهُ وَهُوَ
قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ أَرَاكُمْ
كَيْفَ كَانَ طَهُورُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَالنَّسَائِيُّ

اے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز ہے۔ بعض اسے وضو کے پانی کے ساتھ خاص رکھتے ہیں مگر مسئلہ میں تفصیل گفتگو اور اختلاف مذاہب باب الاشراب میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا ہم لوگ بیٹھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ رہے تھے جب کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دائیں ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا اور اپنے

۳۸۰. وَعَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ نَحْنُ جُلُوسٌ
نَنْظُرُ إِلَى عَلِيٍّ حِينَ تَوَضَّأَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ
الْيُسْرَى فَمَلَأَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
وَنَشْرَبُ بِهَا الْيُسْرَى فَقَالَ هَذَا ثَلَاثٌ

مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى
طُحُورِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَهَذَا طُحُورُهُ -

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

منہ کو پانی سے پر کیا اور کلی کی۔ اور ناک میں پانی ڈالا اور بائیں ہاتھ سے
ناک صاف کی۔ اپنے تین بار اس طرح کیا۔ پھر آپ نے فرمایا جو شخص
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیے
تو یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو مبارک۔ ساری شریف۔

۱۴ غیر رفع غاد سکون یا یہ لفظ شرکی ضد ہے۔ بن زید الہمدانی انہوں نے (عبد خیر بن زید) نے جامعیت اور اسلام دونوں
زمانے پائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ بھی پایا مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ ان کا شمار
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص ساتھیوں میں ہوتا ہے۔

۱۵ کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو مبارک کا طریقہ
یہ تھا۔ باقی یہی بات کہ اس حدیث میں صرف کلی اور استنشاق ناک میں پانی چڑھانا (کا ذکر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی
ہے کہ اس مقام راوی کا مقصد صرف کلی اور استنشاق ناک صاف کرنا اور تین بار ایسا کرنا ہی ہوا وہ یہ بیان کرنا
مطلوب ہو کہ آپ نے ایک ہی چلو سے دونوں کام کیے۔ جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی وضو کی کیفیت
بھی معلوم تھی اور اس میں کوئی اختلاف بھی نہ تھا واللہ اعلم۔

۳۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَيْتٍ
وَاحِدٍ فَعَلَّ ذَلِكَ ثَلَاثًا -

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ -

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ نے ایک ہی چلو سے کلی کی اور ناک میں
پانی چڑھایا۔ آپ نے تین بار ایسا کیا۔

ابو داؤد و ترمذی۔

۱۶ اس حدیث سے بھی مقصود وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تھا۔

۳۷۹ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَ
أَذْنَيْهِ بِأُطْنَمَهِمَا بِالسَّبَّاحَتَيْنِ وَ
ظَاهِرُهُمَا بِأُفْهَامِيهِ -
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر مسح کیا اور دونوں کانوں کو مسح کیا یعنی کانوں
کے اندر کے حصے کا دونوں انگشتان شہادت سے اور دونوں
کے باہر کے حصوں کا دونوں انگوٹھوں سے مسح فرمایا۔
بیہقی۔

سہ انہیں مسحتین بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ تسبیح یا خدا تعالیٰ سبحانہ کی بات کرتے وقت ان انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ انگوٹھے کے ساتھ کی انگلیاں ہیں۔ انہیں انگشتان شہادت بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کا اسلامی نام ہے۔ دور جاہلیت میں انہیں سہابہ کہتے تھے۔ سب کا معنی گالی ہے۔ عرب اس سے لوگوں کو گالی دیتے تھے۔ اور گالی دیتے وقت اس سے اشارہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر اس نام کا ذکر مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ کبھی بعض مواقع میں اس لفظ (سہابہ) کا اطلاق واستعمال کر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث میں بھی بعض نسخوں میں سہاحتین کے بجائے سہابتین واقع ہوا ہے۔

۳۸۰. وَعَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مَعُوذٍ أَنَّهُ كَانَتْ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ
قَالَتْ فَتَسَمُّ رَأْسَهُ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ
وَمَا أَدْبَرَ وَصَدَّغِيهِ وَأُذُنِيهِ مَرَّةً
وَاحِدَةً وَفِي مَوَاقِيَةِ أَنَّهُ تَوَضَّأَ
فَادْخَلَ إصْبَعِيهِ فِي جُجُوعِي أَذُنِيهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ
الرَّحَايَةَ الْأُولَى وَاحْمَدُ وَابْنُ
مَاجَةَ الثَّانِيَةَ۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ وہ
فرماتی ہیں آپ نے سر کا مسح کیا۔ سر کے اگلے اور پچھلے حصے کا
اور کانوں اور آنکھوں کے درمیان کے حصے کا۔ اور دونوں
کانوں کا ایک ایک بار اور ایک روایت میں ہے آپ نے وضو کیا
پھر دونوں انگلیاں اپنے کانوں کے سوراخ میں ڈالیں۔ اسے ابو
داؤد نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے پہلی روایت کی روایت کی یعنی
مرۃ واحدة کے لفظ تک۔ اور احمد و ابن ماجہ نے دوسری روایت
کی روایت کی یعنی توفیاء سے لفظ اذنیہ تک۔

سہ معلوم ہونا چاہیے کہ مسح سر کے بارے میں احادیث یا تو مطلق وارد ہوئی ہیں یا ایک بار کے ساتھ مقید ہیں اور
یہ سب صحیح احادیث ہیں۔ بعض احادیث میں مرتین (دو بار) کا لفظ بھی آیا ہے۔ اسے دو گنا کے لفظ سے موسوم کرتے ہیں۔
مگر تین دفعہ مسح کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں آیا۔ کیونکہ جو صحیح احادیث میں آیا ہے وہ اسی قدر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک ایک بار یا دو دو بار یا تین تین بار وضو کیا۔ اور وضو غسل اور مسح دونوں کو شامل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا
تین بار مسح کا قول اس حدیث اور مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی وجہ سے ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث
میں تین بار کا محض احتمال ہے اور دوسری احادیث اس بیان میں صریح ہیں کہ آپ نے صرف ایک بار مسح کیا۔ اور
حسب قواعده محتمل کا محل متعین پر کرنا ضروری ہے پھر مسح کی بنا تخفیف و آسانی پر ہے۔ اسے دھونے پر قیاس نہیں کر
سکتے۔ فتح الباری میں کہا کہ بخاری و مسلم کے کسی بھی طریق میں مسح کے عدد کا ذکر نہیں آیا۔ اور اکثر اسی پر ہیں مگر امام شافعی
فرماتے ہیں تین تین بار مسح کرنا مستحب ہے۔ ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح ہیں صرف

ایک بار مسح پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ ابن العمام رحمۃ اللہ نے کہا مسح کا تکرار غریب اسناد میں آیا ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کے باعث وہ اہل علم کے نزدیک حجت نہیں بن سکتا۔ انتہی۔ پھر جہاں جہاں تکرار مسح کا ذکر ہے اس سے ایک ہی پانی سے تکرار مراد ہے۔ نئے پانی سے تکرار مراد نہیں۔ علامہ شمسینی نے کہا آب جدید کے ساتھ تین تین بار مسح کرنا بدعت ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک غریب روایت میں آیا ہے۔ ہاں ایک ہی پانی سے تین بار مسح کرنا ہدایہ میں اسے شروع اور جائز۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی قرار دیا۔ ہدایہ کی بعض شروع میں کہا کہ حسن نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک ہی پانی سے اگر تین بار مسح کرے تو یہ منون ہوگا۔ واللہ اعلم۔

۳۸۱ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّه دَايَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْضًا وَأَنَّهُ مَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلٍ يَدَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ مَعَ ذَوَائِدَ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اور اس پانی سے مسح کیا جو ہاتھوں سے بچا ہوا نہ تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور مسلم نے اسے کچھ ذوائد کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ یعنی مسح سر کے لیے نیا پانی لیا۔ اور اس سے مسح کیا اور اس تری پر جو ہاتھوں کو لگی ہوئی تھی۔ کفایت نہ کی۔ کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اس تری کے ساتھ مسح کر لیا جو دھوئے جانے والے عضو سے ہاتھ میں لگی رہتی ہے تو یہ کافی ہے اور یہ اس طرح ہے جیسے برتن سے نیا پانی لیا۔ مگر اس تری سے مسح کرنا جائز نہیں جو کسی عضو پر مسح کرنے کے بعد باقی رہے اور اس باسے میں ایک حدیث بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس مذکورہ حدیث میں بھی بروایت ابن یعیہ غیر کے بجائے غیر کا لفظ آیا ہے۔ یعنی اس تری سے مسح کیا جو ہاتھ دھونے کی وجہ سے ہاتھوں میں لگی ہوئی تھی۔ یعنی نیا پانی نہ لیا۔ تاہم صحیح روایت وہی ہے جو متن میں مذکور ہے۔ کیونکہ دوسری روایت میں صراحتہ آیا ہے کہ آپ نے مسح سر کے لیے نیا پانی لیا۔ پس اول اور افضل وہی ہے جو متن میں مذکور ہے۔ اور ہاتھ میں لگی ہوئی باقی ماندہ تری سے مسح کرنا بھی جائز ہے۔

۲۔ یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، چہرہ اور باقی اعضائے وضو نہ ہونا۔ اور چونکہ معصفت رحمۃ اللہ نے ان ذوائد کا ذکر دوسری احادیث میں کر دیا ہے۔ اس لیے یہاں ترمذی کی اس حدیث پر کفایت کی جس میں مسح کے لیے نیا پانی لینے کا ذکر ہے۔ یہ غور و فکر کا مقام ہے۔

۳۸۲ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ذَكَرُوا وَضُوءَ رَسُولٍ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانَ
یَمْسَحُ الْمَاقِیْنَ وَقَالَ الْاُذُنَیْنِ
الرَّأْسِ۔

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے
ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چشمان مبارک
کے دونوں کونے چہرہ الفرد دہستے دقت ملتے تھے۔

رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابُو دَاوُدَ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَا قَالَ حَمَّادٌ لَا أَدْرِي
الْاُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَاجَةَ
أَمْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ۔

اور ابو امامہ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کان سر
میں شامل ہیں۔ اسے ابن ماجہ اور ابو داؤد و ترمذی نے
سندیت اور ابن دوئل (ابو داؤد و ترمذی) نے ذکر کیا کہ
حماد نے کہا میں نہیں جانتا کہ قول الاذان من الرأس حضرت
ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا قول مبارک۔

اے یہاں سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ سر کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ اور ہاتھوں سے
باقی ماندہ پانی سے کرنا چاہیے۔ آپ جدید سے نہ کرنا چاہیے۔ مسئلہ اول میں آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ بعض کے نزدیک
کان چہرے میں شامل ہیں لہذا چہرہ دہستے وقت کانوں کا مسح کرنا چاہیے۔ بعض یہ کہتے ہیں۔ کانوں کا ظاہری حصہ
سر میں اور اندر کا حصہ منہ میں شامل ہے۔ یہ حضرات الاذان من الرأس کے الفاظ کو ضعیف قرار دیتے ہیں یا اسے
حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں اور دوسرا مسئلہ کہ کانوں کا مسح سر کی تری سے کیا جائے
ہمارا امام احمد کا مذہب ہے ان کے اکثر مشائخ کے بیان کے مطابق یہی صحیح ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے
بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کو زیادہ تر ذکر کیا ہے کہ آپ سر اور
کانوں کا مسح ہی پانی سے کرتے تھے۔ بہت سی احادیث میں یہ بیان آیا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد سے ایک روایت میں اور امام مالک کے نزدیک کانوں کا مسح نئے پانی سے کیا جائے گا
اس باب میں بھی ایک حدیث مروی ہے۔ (اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے) کہ غالباً اور اکثر اوقات میں کانوں کا مسح آپ
سر سے ہی کرتے تھے۔ ہاں کسی وقت تری ہاتھوں میں باقی نہ رہتی تھی تو کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لیتے
تھے۔ واللہ اعلم۔

۷۔ حدیث کی عبارت جسے مؤلف نے ذکر کیا ہے۔ دونوں معنوں کا احتمال رکھتی ہے۔ اور حماد کو ترو بھی
یہیں سے لاحق ہوا ہے۔

۳۸۳ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ عَنِ الْوُضُوءِ
فَأَرَاهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ هَكَذَا
الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا فَقَدْ
أَسَاءَ وَتَعَدَّى وَظَلَمَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى أَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَاهُ
۳۸۴ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُغَفَّلِ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَنَهُ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ
الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ
قَالَ أَيْ بُنَى سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذْ
بِهِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ
فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي
الطُّهُورِ وَالِدُّعَاءِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ

۱۔ بغیر میم و فتح غین و فائے مشدد وہ آپ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ یعنی اس تکلف اور بے فائدہ گفتگو کی کیا ضرورت ہے کہ جنت کی معین جگہ اور مخصوص مقام اور وہ بھی خاص کیفیت و عظمت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔ تو یہ طلب کر کہ خدا تعالیٰ تجھے آتش دوزخ سے بچائے اور جنت عطا فرمائے۔

۳۔ طہارت میں حد سے تجاوز کرنا تو یوں ہے کہ تین بار سے زیادہ بار دھوئے۔ پانی میں اسراف کرے۔ اور دوسو سے کی حد تک پانی کے استعمال میں مبالغہ کرے۔ اور دُعائیں حد سے تجاوز کرے کہ کسی معین مقصد کی درخواست کرے اور امکان و عادت سے خارج چیز کے حصول کی دعا کرے اور اپنے پاؤں بسا طہارے سے باہر نکالے۔

۳۸۵ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور

حضرت عمر بن شعیب وہ اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بلادیہ نشین حاضر ہوا وہ آپ سے وضو کی کیفیت اور اس کا کمال دریافت کر رہا تھا۔ آپ نے اسے تین تین بار وضو دھونا دکھایا۔ پھر فرمایا کامل وضو کی شکل یہی ہے جس نے تین سے زیادہ بار دھویا اس نے بڑا کیا، اور حد سے بڑھا کر ظلم کا مرتکب ہوا۔ اسے نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو داؤد نے اس کا معنی روایت کیا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے لڑکے کو یہ دعا کرتے سنا اللہم انی اسئلك القصر الابيض عن يمين الجنة اسئلک الجنة میں تجھ سے جنت کی دائیں جانب سفید محل کی درخواست کرتا ہوں۔ فرمایا اسے میرے لفظ جگر اللہ سے جنت کا سوال کر۔ اور خدا تعالیٰ کے پاس آتش دوزخ سے پناہ مانگ۔ کہ بیشک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا بیشک یہ امر واقعہ ہے کہ میری اس امت میں عنقریب ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جو وضو اور دُعائیں ادب و اعتدال کی حد سے بڑھ جائے گا اسے احمد، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْوُضُوءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلَهَانُ فَاتَّقُوا وَسْوَاسَ الْمَلَكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ أَسْنَدُهُ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا تَأْكُلُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرُ خَارِجَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وضو کے لیے ایک شیطان ہوتا ہے جسے وَلَهَانُ کہتے ہیں۔ تو پانی کے دوسووں سے بچو۔ اسے ترمذی وابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور محدثین کے نزدیک اس کا اسناد قوی نہیں۔ کیونکہ ہم غار جہین مصعب ابوالجراح سرخی کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے جس نے اسے مسند بیان کیا ہو اور وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک قوی نہیں ہے۔

۱۷۔ آپ عظیم الشان صحابی ہیں۔ سید القراء، سید الانصار اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کے مناقب دوسرے مقام میں مذکور ہوئے ہیں۔

۱۸۔ وَلَهَانُ وَلَه سے مشتق ہے۔ بمعنی اندوہ و صدمہ اور مدے کے باعث عقل کا زائل ہو جانا اور بمعنی حیرت بھی آتا ہے۔ اس شیطان کا نام ولہان اس لیے رکھا گیا کہ وہ طلب و وسوسہ کی شدت حرص اور لوگوں کی وسوسہ اندازی کی فکر میں گویا ہر وقت حیرت اور غم و اندوہ میں ڈوبا رہتا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ولہان انسان کی صفت کا نام ہو۔ کہ اس کی طرف سے وسوسہ اندازی کے باعث انسان حیرت و اندوہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس بنا پر مجازاً اس انسان کو شیطان کہہ دیا گیا ہے۔

۱۹۔ یعنی ان دوسووں سے بچو جو وضو کے وقت آتے اور اسراف میں مبتلا کرتے اور حد سنت سے باہر نکال دیتے ہیں۔ ۲۰۔ کہ علماء حدیث اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور انہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ وضو کر چکے تو کپڑے کے ایک کنارے سے اپنا چہرہ مبارک صاف کیا۔ ترمذی شریف۔

۲۱۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ أَسْنَدُهُ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا تَأْكُلُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرُ خَارِجَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔

۲۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کپڑا پہنا ہوا تھا اُس سے عضو چہرہ مبارک صاف کیا۔ اس مقصد کے لیے آپ نے کوئی الگ رومال تیار نہ رکھا ہوا تھا۔ اور اگر ثوب کے لفظ میں الگ رومال بھی شامل کر لیا جائے۔ تو بھی بعید نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں

۲۳۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ أَسْنَدُهُ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ لَا تَأْكُلُ لَا نَعْلَمُ أَحَدًا أَسْنَدَهُ غَيْرُ خَارِجَةٍ وَهُوَ لَيْسَ بِالتَّقْوِيِّ عِنْدَ أَصْحَابِنَا۔

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرُفَتْ
تَنْشِفُ بِهَا أَعْضَاءَهُ بَعْدَ الْوُضُوءِ رَوَاهُ
الترمذیُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ
بِالْقَائِمِ وَأَبُو مَعَاذٍ الرَّادِيُّ ضَعِيفٌ عِنْدَ
أَهْلِ الْحَدِيثِ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کپڑے کی ایک ٹاکی ہوتی
تھی جس کے ساتھ وضو کے بعد آپ اعضاء مبارک کو پونچھتے
تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔ اور کہا یہ حدیث قوی
نہیں۔ اور ابو معاذ راوی محدثین کے نزدیک ضعیف
ہے۔

۱۵ کہ آپ کپڑے کے اس ٹکڑے کے ساتھ اعضاء سے لگا ہوا پانی صاف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ
اعضاء مبارک صاف کرنے کے لیے علیحدہ کپڑا بھی ہوتا تھا۔

۱۶ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی جامع میں ان دونوں احادیث کو روایت کیا اور دونوں کو ضعیف کہا۔ پہلی حدیث
کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ رشید بن سعد اور عبد الرحمن بن زیاد افریقی حدیث میں ضعیف ہیں۔ اور کہا اس باب
میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح روایت میں کوئی چیز مروی نہیں۔ اور ایک گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے رومال استعمال کرنے کی اجازت ثابت کرتا ہے۔ جو حضرات رومال کا استعمال مکروہ قرار دیتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ
بیان کرتے ہیں کہ وضو کا پانی بھی قیامت کے روز تولا جائے گا انتہی (لہذا وہ اعضاء وضو کے ساتھ رہنا چاہیے۔

کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ رومال کا استعمال اگر بطور تکبر ہو تو مکروہ ہے۔ ورنہ مکروہ نہیں۔ بعض کے نزدیک بہتر
یہ ہے کہ استعمال نہ کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا۔ اور اگر کر لیا جائے تو مکروہ بھی نہیں۔ اور بعض کے
نزدیک مکروہ ہے کہ اس میں اثر عبادت کا ازالہ ہے۔ کیونکہ وضو کا منسوب تک ترمذی ہو وضو کا پانی تسبیح کرتا رہتا ہے۔
واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

۲۸۸ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَبِي صَفِيَّةٍ قَالَ قُلْتُ
لَاِبْنِ جَعْفَرٍ هُوَ مُحَمَّدُ الْبَا قُرْحَدَّثَكَ
جَابِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً وَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَ
ثَلَاثًا ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ الترمذیُّ

حضرت ثابت بن صغیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ سے
دریافت کیا کیا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تم سے یہ حدیث
بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار
دو دو بار اور تین تین بار وضو کیا؟ فرمایا ہاں۔

وَابْنُ مَاجَةَ۔

ترمذی وابن ماجہ۔

۱۵ حضرت ثابت بن صیفہ رضی اللہ عنہ تابعی ہیں۔ آپ نے حضرت انس اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہما سے احادیث سنیں اور سفیان ثوری وابن عیینہ نے ان سے احادیث سنیں۔ دوسرے آئمہ نے ان کو ضعیف کہا ہے سوہ کتے ہیں کہ یہ شخص اخبار میں کثیر الوہم تھا اور اس کی احادیث کمزور ہیں۔ ابن معین نے کہا میں بیشی (یہ شخص کچھ نہیں)۔

۱۶ ابو جعفر محمد باقر بن علی زین العابدین سلام اللہ علیہما وعلیٰ آباہم الکرام۔ معلوم ہونا چاہیے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ مدینہ مطہرہ کے اعظم فقہائے میں سے ہیں ثقیف اور کثیر الحدیث ہیں۔ آپ اپنے والد ماجد حضرت زین العابدین، حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کا حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بہت اُنا جانا تھا۔ اور ان سے آپ بہت حدیثیں سنتے تھے۔ علماء کرام نے کہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا تھا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص تجھ سے علم حاصل کرے گا۔ آپ کو باقر کا لقب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہوا۔ بقر کا معنی لغت میں پھاڑنے اور کشادہ کرنے کا ہے۔ وسی محمد بن علی زین العابدین لقبہ فی العلم یعنی حضرت ابو جعفر محمد کا نام باقر اس لیے رکھا گیا کہ آپ وسیع اور کشادہ علم رکھنے والے تھے تذکروں میں آیا ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے (حضرت جابر اس وقت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے) تو آپ پوچھتے تم کون ہو۔ آپ جواب دیتے میں محمد بن علی ہوں۔ یہ سن کر حضرت جابر فرماتے مرجبا مرجبا یا بن رسول اللہ وولد سبطیہ وریحانیہ مرجبا مرجبا رسول اللہ کے بیٹے اور رسول اللہ کے دو بیٹوں اور پھولوں (امام حسن و حسین) کے صاحبزادے۔ پھر حضرت جابر ان کے گریبان میں ہاتھ ڈالتے اور ان کی گردن اور سینہ اور بغل میں ہاتھ پھیرتے اور اخلاص و عقیدت کی خوشبو اُٹھانے و محبت سونگھتے۔ بیت

اے گل نہ تو خوشنودم کہ تو یونے کسی داری

اے سرور نہ تو نازم قدرت بکسے مانند

”اے گل میں تجھ سے بہت ہی خوش ہوں کیونکہ تجھ سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ اے سرور نازک مجھے تجھ پر

ماند ہے کہ تیرا قد کسی کی مانند ہے۔“

اور حضرت جابر ان سے فرماتے اے ابن اخی مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر احادیث حاصل کرنا چاہتا

ہے کرے کیونکہ مجھے ہر بات سے متعلق بے شمار احادیث یاد ہیں۔ اور حضرت جابر سے بہت سی طویل احادیث مذکور ہیں

جو راویوں کے حالات کی خصوصیات کی تفصیلات کے ساتھ روایت کیا کرتے تھے رضی اللہ عنہ۔

۳۸۹ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ إِنْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ وَقَالَ هُوَ نُورٌ
عَلَى نُورٍ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔
فرماتے ہیں بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو بار
وضو کیا اور فرمایا یہ نور علی نور ہے۔
زہدین۔

۱۵ طہارت پر طہارت اور فرض پر سنت کا اضافہ مزید نورانیت کا موجب و سبب ہے۔ اس لفظ میں مذکور قصہ
تجیل کی طرف اشارہ ہے۔ (کہ وضو کے اعضاء و زینت چمکتے ہوں گے)۔

۳۹۰ وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ إِنْ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا
ثَلَاثًا وَقَالَ هَذَا وَضُوءِي وَوَضُوءُ أَكْبِيَئِكَ
قَبْلِي وَوَضُوءُ إِبْرَاهِيمَ رَأَاهُمَا لَيْتَنِي
وَالْتَوَضَّعْتُ لثَانِي فِي شَرِّهِ مُسْلِمٌ
۱۵ یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بیشک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو فرمایا اور کہا میرا
اور پہلے انبیاء علیہم السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وضو ہے۔ ان دونوں احادیث کو زہدین نے روایت کیا اور
نودی نے شرح صحیح مسلم میں اسے ضعیف کہا۔

۱۶ یعنی میرا یہ وضو کامل وضو ہے۔ اور مجھ سے پہلے انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہم السلام کا وضو ہے
جو خاص نوعیت کی طہارت و زینت کا حامل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کا وضو مبارک کہ بھی
ہمارے اسلامی طریقے اور خصوصیات کے مطابق تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولادت مقام کعبہ میں نظر خاص تھا۔ تین بار
دھونے کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ عبارت کا انداز بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

۱۷ یعنی شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ نے دوسری حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شرح
صحیح مسلم میں ضعیف کہا ہے۔

۳۹۱ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ
وَكَانَ أَحَدُنَا يَكْفِيهِ الْوَضُوءُ مَا لَمْ يَجِدْ ثَوْبًا
دَرَاكًا لِدَارِجَتِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے
مگر ہمارے لیے بے وضو ہونے تک ایک ہی وضو کافی ہوتا
تھا۔ داری۔

۱۸ اسی بنا پر بعض کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ آنے والی

حدیث اس پر دلالت کرتی ہے۔ بعض فرماتے ہیں ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنا عزیمت پر عمل اور ظاہر کتاب اللہ یعنی آیت اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْخَامَةِ کے پیش نظر تھا واجب و ضروری نہ تھا۔

۳۹۲. وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبِيدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَمَا آيَةُ وَضُوءِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ عَنِ اخْتِذَاكَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدِ ابْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَظَلَةَ ابْنَ أَبِي عَامِرٍ الْغَسِيلِ حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَمْرًا لَوُضُوءٍ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا كَانَ أَوْ غَيْرَ طَاهِرٍ فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا بِالسَّوَادِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَوَضَعَ عَنْهُ الْوُضُوءَ إِلَّا مِنْ حَدِيثٍ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَرَى أَنَّ يَهْ قُوَّةً عَلَى ذَلِكَ فَفَعَلَهُ حَتَّى

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ بات تو بتاؤ کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ با وضو ہوں یا بے وضو ہر حالت میں ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرتے ہیں یہ بات آپ نے کس سے حاصل کی ہے۔ تو انہوں نے فرمایا حضرت اسماء بنت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی کہ بیشک حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الغسیل نے ان سے حدیث بیان کی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامور تھے کہ با وضو ہوں یا بے وضو ہر نماز کے لیے تازہ وضو کیا کریں جب یہ حکم آپ کو دشوار محسوس ہوا تو آپ کو ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیا گیا۔ اور ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا منسوخ ہو گیا مگر وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں۔ حضرت عبد اللہ اپنے اندر ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کی قوت پاتے تھے۔ اس لیے وفات تک وہ ایسا ہی کرتے رہے۔

احمد۔

مکت۔ رِوَاةُ أَحْمَدُ ،

۱۔ حبان بن فتح عابد بن مشرودہ آپ ابو عبد اللہ انصاری مازنی ہیں۔ فقہائے تابعین میں سے ہیں محدث ابن حبان نے انہیں صاحب طبقات و تقدیر میں ذکر کیا ہے۔ آپ ابن عمر و انس اور اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی عزت و تکریم کرتے تھے۔ اور عبادت الہی، فقہ اور علم میں ان کا خاص الفاظ میں ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ سلمہ میں فوت ہوئے۔

۲۔ عبید اللہ تابعی ثقفی ہیں۔ قلیل الحدیث ہیں۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر کے بھائی ہیں۔ سلمہ کے بعد اپنے بھائی سالم سے پہلے فوت ہوئے۔

۳۳ حضرت اسماء بنت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ آپ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی چچا زاد بہن ہیں۔ حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے بڑے بھائی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے۔ جنگ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ سلمہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیامہ کے دن شہید ہوئے۔ ان سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا بھی صحابیات میں سے ہیں۔

۳۴ حضرت عبداللہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ اور حضرت حنظلہ غسیل مسادات صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد کے دن جام شہادت نوش فرمایا۔ جس قصے کی بنا پر آپ غسیل کے لقب سے مشہور ہیں وہ مشہور قصہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سات سال کے بچے تھے۔ حضرت عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نہایت اچھے اور فاضل شخصیت اور امیر انصار تھے۔ واقعہ حرہ کے دن شہید ہوئے۔ باقی رہا ابو عامر راہب حضرت حنظلہ کا باپ تو وہ کافر تھا اور کفر کی حالت میں ہی بدبختی اور شقاوت کے عادیہ میں جاگرا۔

۳۵ یعنی یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اجتہاد تھا کہ صرف وجوب منسوخ ہوا ہے۔ جو شخص قوت و طاقت رکھتا ہو اس کے لیے ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنے کی ادبیت اور افضلیت باقی ہے۔ سرفہم اور سمجھ سے کام لے۔

۳۹۳. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِسَعْدٍ
وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ مَا هَذَا الشَّرَفُ يَا سَعْدُ
قَالَ إِنِّي الْوُضُوءُ سَرَفْتُ قَالَ نَعَمْ وَإِنْ
كُنْتَ عَلَى نَهْرٍ جَارٍ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
ابْنُ مَاجَهٗ -
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر رہے تھے کہ وہ وضو کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد یہ اسراف اور پانی کی فضول خرچی کس لیے؟ عرض کیا کیا وضو میں اسراف ہو رہا ہے؟ فرمایا ہاں اگرچہ تو عادی نہر کے کنارے ہی وضو کر رہا ہو۔ احمد و ابن ماجہ۔

۳۹۴ یعنی پانی جو نادر الوجود اور کمیاب بھی نہیں اور عادیہ اسے خرچ و استعمال ہی کیا جاتا ہے۔ اس میں کیا اسراف ہوگا۔ فرمایا اس میں اسراف ہوتا ہے۔

۳۹۵ اس جملے میں مبالغہ کے طور پر پانی کے اسراف سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اسراف منکسر نہیں بعض علماء فرماتے ہیں نہر سے وضو کرنے میں اگرچہ پانی بہنے میں اسراف نہیں تاہم اپنی عمر اور وقت غنائی کو بچانے کا

اسراف پایا جاتا ہے۔ اور اس کے نزدیک ہے وہ جو بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہاں اسراف سے مراد گناہ کا ارتکاب ہے۔ یعنی اگر چہ جاری ہنر سے وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی بہانے اور اسے ضائع کرنے کی صورت متحقق نہیں ہے مگر مقدار شرعی سے زیادہ پانی استعمال کرنے کی بنا پر گناہ ضرور لازم آتا ہے۔

۳۹۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ قَالَا

عُمَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مَنْ تَوَضَّأَ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يُطْفِرُ

جَسَدَهُ كُلَّهُ وَمَنْ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْمَ

اللَّهِ لَمْ يُطْفِرْ إِلَّا مَوْضِعَ الرُّضُوءِ۔

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اور اللہ کا ذکر کرے (ابتداء وضو میں بسم اللہ شریف پڑھے) اس کا سارا جسم پاک ہو جاتا ہے۔ اور جو وضو کرے مگر خدا تعالیٰ کا نام نہ دے تو اس کے صرف وضو والے اعضاء ہی پاک ہوتے ہیں۔

لے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں بسم اللہ شریف پڑھنا سنت و مستحب ہے، واجب و ضروری نہیں جیسا کہ گذرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز دالاد وضو کرتے تو اپنی انگشت مبارک میں پانی ہونٹا انگوٹھی کو ہلاتے۔ ان دونوں احادیث کو دارقطنی نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے صرف دوسری کو روایت کیا۔

۳۹۵ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ وَضُوءَ

الْقُلُوبِ حَرَّكَ خَاتَمَهُ فَيَضْبَعُهُ بِيَدَيْهِمَا

الَّذَا قُطِيقُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْإِسْفِيرُ

بَابُ الْغُسْلِ

غسل کا بیان

غسل یعنی غنیمت اور بے غنیمت دھونا۔ غنیمت کے ساتھ یعنی تمام جسم دھونا۔ غسل وہ پانی جس سے بدن دھوئے ہیں۔ اور غسل کہہ غنیمت کے ساتھ ایسی چیز جس کے ساتھ سرد ہوتے ہیں۔ جیسے مٹی اور اشنان اور خطمی وغیرہ۔ غسل یعنی پانی اور سرد ہونا دونوں معنوں کے لیے آتا ہے۔ مثلاً وہ مٹی کچیل جو کسی چیز کو دھونے سے باہر نکلتی ہے۔ غسل اعضاء دھونے میں مبالغہ کرنا اور دوسرے کو غسل پر آمادہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۳۹۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اجْلَسَ

أَحَدُكُمْ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَدْبَعِ ثُمَّ جَهَّزَهَا

فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ

رُمْتَفَقَ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان

بیٹھ جائے پھر عورت کو مشقت میں ڈال دے (جماع کرے) تو غسل

واجب ہو جاتا ہے۔ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔

(بخاری و مسلم)

۱۔ شعب شعبہ کی جمع ہے شعبہ کا معنی کسی چیز کا ٹکڑا اور شاخ کا آتا ہے۔ یہاں اس سے عورت کے دونوں ہاتھ

اور پاؤں یا دونوں رانیں اور دو پنڈلیاں یا دونوں رانیں اور ساق کی شرم گاہ کے دو کنارے یا اس کی شرم گاہ کے

چاروں کنارے مراد ہیں۔

۲۔ یعنی مرد و عورت دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے۔

۳۔ یہی ائمہ اربعہ اکثر صحابہ غلط تھے اربعہ اور حضرت عائشہ اور تابعین وغیرہ تابعین رضی اللہ عنہم کا مذہب

ہے۔

۳۹۷ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ

الْمَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَحِمَهُ اللَّهُ هَذَا مَسْنُوحٌ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ

فِي الْإِحْتِلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ

أَجِدْ لَهُ فِي الصَّحِيحَيْنِ

حضرت ابو سعید (خدی) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانی کا استعمال (غسل) پانی

(مٹی) لکھنے سے لازم آتا ہے۔ اسے سلم نے سعایت کیا شیخ امام

محمدی السنۃ رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے۔ اور ابن عباس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ الفاظ اطلاق کے لیے ہیں۔ مگر میں نے

بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔

(ترمذی شریف)

۱۔ اس حدیث کے مطابق بے انزال غسل فرض نہ ہوگا۔ پس ان دو احادیث کے درمیان تعارض پایا جاتا ہے

مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) اس کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے قول میں فرماتے ہیں۔ قال الشيخ ال آخرہ۔

۲۔ یعنی حدیث انما الماء من الماء منسوخ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ نصیحت

سہولت ابتداء اسلام میں تھی۔ بعد میں اس سے منع کر دیا گیا۔ ترمذی نے کہا اسی طرح کی روایت بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی۔ بعد میں منسوخ ہو گئی۔ اسد یہ حکم ہوا کہ جب مرد کا آلہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے مگر وہ القاء خنانین ہو جائے تو غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو۔

۳۷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم احتلام کی حالت سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ اس میں تری دیکھے بغیر غسل فرض نہیں ہوتا۔ اگرچہ اسے دیکھا ہوا خواب اور اس میں حاصل شدہ لذت یاد ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تاویل کے مطابق حدیث کو منسوخ قرار دینے کی حاجت نہ رہے گی۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے۔ احتلام کی حالت ہو یا غیر احتلام کی کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اس کے بعد منسوخ ہو گیا۔

۳۸۔ یعنی اس حدیث کو کہ حضرت ابن عباس نے کہا انما المدا من الماء الا احتلام، ترمذی نے روایت کیا اور میں اسے بخاری و مسلم میں نہیں پاتا۔ دراصل یہ مولف کی طرف سے صاحب معانی پر اعتراض ہے۔ کہ وہ اس حدیث کو صحاح میں لائے ہیں۔ حالانکہ صحیحین میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اہل اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مصنف (صاحب معانی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دونوں حدیثوں میں تعارض اٹھانے کے لیے لائے ہیں۔ اس طریق پر نہیں لائے کہ حدیث بھی صحیحین کی ہے۔

۳۹۸. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ أَمْسَلِمُ

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحِي مِنْ

الْحَقِّ فَقَدْ عَلِيَ الْمَرْأَةُ مِنْ غُسْلِهَا إِذَا

أَحْتَمَلَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتْ الْمَاءَ

نَفِطَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَجَعَهَا وَقَالَتْ

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ قَالَ

نَعَمْ تَرَبَّتْ يَمِينُكَ فَبِمِ شَيْفِهَا وَلَدَهَا

مُتَنِّقٌ عَلَيْهِ وَنَادَى مُسْلِمٌ بِرَوَايَةٍ

أَمْسَلِمُ أَنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ

أَبْيَضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ رَافِقٌ أَصْفَرٌ

أَيُّهَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ

الشَّيْبَةُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔

ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں

شراتا کیا۔ جب عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل فرض

ہوتا ہے آپ نے فرمایا ہاں جب کہ وہ پانی (مٹی) دیکھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے اپنا چہرہ مبارک

چھپایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا

ہے۔ فرمایا ہاں تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔ بچہ کسی وجہ سے عورت

کی شکل پر پیدا ہوتا ہے۔ حدیث کی اتنی مقدار بخاری و مسلم میں مذکور

ہے اور سلم نے بروایت ام سلمہ یہ عادت ذیلہ کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا مرد کی مٹی گاڑھی اور سفید اور عورت کی مٹی تیلی اور

نرود ہوتی ہے تو دونوں میں سے جو مٹی غالب آجائے یا رحم میں

پلے داخل ہو جائے بچہ اسکی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۱۵۔ یعنی اللہ تعالیٰ حق بیان کرتے اور حق سننے سے نہیں شرماتا یعنی حق بات دریافت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے نہیں روکا اور یہ آئندہ مسئلہ دریافت کرنے کی تمہید اور عذر خواہی کے لیے عرض کیا۔

۱۶۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حق بات دریافت میں حیا کرنے سے نہیں روکا تو پھر میں آپ سے دریافت کرتی ہوں۔ کہ جب عورت کو احلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل فرض ہوگا؟

۱۷۔ مرد کے لیے بھی یہی مسئلہ ہے۔

۱۸۔ اصل لغت میں تو اس لفظ کا معنی کسی کے لیے ذلت و محتاجی کی بددعا کرنا ہوتا ہے۔ پھر بعد میں یہ لفظ عربوں کی زبان زد ہو گیا جسے تعجب اور مذمت کے وقت استعمال کرتے ہیں۔ اس کا حقیقی معنی مراد نہیں لیتے۔ یہاں اس سے یہ مراد ہے کہ اسے ام سلمہ تجھ پر تعجب کہ تو اس طرح کی بات کہہ رہی ہے اور تو اپنی سمجھ اور فراست سے کام نہیں لے رہی کہ عورت سے بھی منی خارج ہوتی ہے جس طرح مرد سے خارج ہوتی ہے۔ اگر عورت سے منی خارج نہیں ہوتی تو پھر مجھ سے کس وجہ سے عورت کے مشابہہ ہوتا ہے۔

۱۹۔ چنانچہ اگر مرد کی منی پہلے رحم میں چلی گئی یا وہ غالب آگئی تو پھر مرد کے مشابہہ ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی پہلے رحم میں گئی یا وہ غالب آگئی تو پھر عورت کے مشابہہ ہوتا ہے۔

۳۹۹ وَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغسل يديه ثم تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ دَخَلَ أَصَابِعَهُ فِي الْمَاءِ فَيُخَلِّلُ بِهَا أُصُولَ شَعْرِهِ ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ غُرَاقَاتٍ بِيَدَيْهِ ثُمَّ يَفِيضُ الْمَاءَ عَلَى جِلْدِهِ كُلِّهِ مُشَقًّا عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِسُلَيْمٍ يَبْدَأُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَهُمَا الْإِنَاءَ ثُمَّ يُفْرِغُ يَسِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اس طرح شروع کرتے کہ دونوں ہاتھ دھوئے پھر اس طرح دھو کرستے جس طرح نمائش کے لیے ہوتا ہے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈالتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کہتے۔ پھر سر پر تین چلو پانی ڈالتے۔ پھر سارے جسم مبارک پر پانی بہاتے یہ حدیث بخاری و مسلم کا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ غسل کا آغاز کرتے تو برتن میں ڈالنے سے پہلے دونوں ہاتھ مبارک دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور شرمگاہ کو دھوئے۔ پھر۔

تُحَرِّتُوهَا

وضو کرتے۔

۱۔ اس کلام کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ سارے بدن پر پانی ڈالنے سے پہلے آپ پاؤں بھی دھو لیتے تھے اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی آئندہ حدیث اس امر پر صریح دلالت کرتی ہے کہ پاؤں مبارک بعد میں دھوتے تھے دونوں احادیث کی روشنی میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ غالباً دونوں طرح کرتے تھے۔ کبھی اُنک طرح اور کبھی اس طرح۔ اسناد کا مذہب حضرت میمونہ کی حدیث کے مطابق یہ ہے کہ پاؤں غسل کرنے کے بعد دھوئے جائیں۔ ہدایہ شریف میں مذکور ہے کہ پاؤں آخر میں دھونے کی وجہ یہ ہے کہ پاؤں پانی ہٹیں اور سیل کھیل کی جگہ میں ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے دھو لینے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہاں اگر اپنے پتھر یا تختے پر ہو تو پھر پہلے ہی دھوئے۔ تاخیر نہ کرے۔ ہو سکتا ہے دونوں احادیث کا یہی معنی ہو۔ واللہ اعلم۔

یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ سر کا مسح بھی وضو کے اندر کر لے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر و قاتل ہی ہے۔ اور آپ سے ایک روایت میں مسح نہیں ہے کہ غسل کی صورت میں مسح کا کچھ فائدہ نہیں۔ بعد میں پانی بہانا مسح کو معدوم کر دے گا۔ مگر صحیح پہلا قول ہے۔ مختصر یہ کہ وضو کے بعد آپ نے سر مبارک دھویا۔ اس کیفیت کے ساتھ جو ثم یدخل اصابعہ فی الماء میں مذکور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا اور آپ کو کپڑے سے چھپایا اور آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دھویا۔ پھر دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ اور سر گاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر مارا۔ اور اسے زمین سے لایا پھر اسے دھویا۔ پھر گلی کی۔ اور ناک میں پانی ڈالا اور صاف کیا اور اپنا چہرہ اور بازو مبارک دھوئے پھر اپنے اپنے سر مبارک پر پانی بہایا اور بائیں ہاتھ سے چہرے پر بھی بہایا۔ پھر بائیں ہاتھ سے اپنے اور دونوں قدم مبارک دھوئے پھر اپنے ناک کو ایک کپڑا یا اگر اپنے نہ لیا اور اپنے دونوں ہاتھ جھٹاتے ہوئے چل پڑے۔ بخاری مسلم اور الفاظ بخاری کے ہیں میں نے اس معنی کو دو الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ مِمُّونَةُ
وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
غُسْلًا فَسَرَّحَتْهُ بِثَوْبٍ وَصَبَّ عَلَى يَدَيْهِ
فَفَسَّكُمَا ثُمَّ صَبَّ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ
فَفَسَلَ فَرَجَهُ فَضَرَبَ بِيَدِهِ الْاِثْمَارَ مِنْ
فَسَّحَهَا ثُمَّ غَسَّكُمَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ
وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ ثُمَّ صَبَّ
عَلَى رَأْسِهِ وَأَفَاضَ عَلَى جَسَدِهِ ثُمَّ
تَنَحَّى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاقَلَتْهُ ثَوْبًا فَلَمْ
يَأْخُذْ فَلَنَطَلَقَ وَهُوَ يَنْفُضُ يَدَيْهِ وَمُتَقَنَّ
عَلَيْهِ وَلَفَظُهُ لِلْبُخَارِيِّ۔

- ۵۱۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں۔
 ۵۲۔ غُسلًا اور غُسلًا بکون غین وضمہ میں دونوں طرح مروی ہے۔
 ۵۳۔ یعنی دوبار تو دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا۔ اور تیسری بار دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔
 ۵۴۔ زیادہ طہارت اور صفائی کے لیے۔

۵۵۔ یہ حدیث سرکامسح نہ کرتے اور سیاؤں بعد میں دھونے میں صریح ہے۔ بخلاف گذشتہ حدیث کے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ مسح سر میں گذشتہ حدیث کو دلیل بناتے ہیں۔ اور قدم دھونے میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اور پہلی حدیث پر بھی عمل کرتے ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

۵۶۔ یعنی حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو ایک کپڑا دیا کہ اس سے بدن مبارک صاف کریں اور بدن سے لیں اور جسم سے پانی خشک کر لیں۔

۵۷۔ اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے میں (میمونہ) نے سوال پیش کیا مگر آپ نے اس سے بدن مبارک صاف نہ کیا۔ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وضو کے بعد کپڑے سے اعضاء وضو کو صاف کرنا مکروہ ہے یا مستحب یا مباح بعض کہتے ہیں۔ آپ نے اس لیے کپڑا نہ لیا اور اس سے جسم مبارک صاف نہ کیا۔ کیونکہ وہ میلا کچھلا تھا۔ واللہ اعلم۔

۵۸۔ حدیث کے ان الفاظ سے ظاہر ہوا یا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہاتھوں سے پانی جھاڑنے کے لیے ایسا کیا مگر دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا وضو کرو اور ہاتھ نہ جھاڑو۔ یعنی شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہاں جھاڑنے سے چلتے ہوئے انہیں ہانا مراد ہے جس طرح اہل قوت راستے میں چلتے ہوئے کرتے ہیں۔ کیونکہ وضو کے پانی کو جھاڑنا مکروہ ہے۔ کہ وہ عبادت کا اثر ہے۔ تو یہ معنی آپ کے مقام ارفع سے بعید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غسل حین کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کس طرح غسل کرے۔ پھر اپنے فریاد گھوڑی سی خوشبو یا چھوڑا سا خوشبو دیکھ کر اسے۔ اس سے طہارت حاصل کر۔ اس عورت نے عرض کی میں کس طرح پاک ہوں۔ آپ نے فرمایا اس سے طہارت حاصل کر۔ عورت نے عرض کیا کیسے طہارت حاصل کروں۔ پھر آپ نے بغلہ تعجب فرمایا۔ سبحان اللہ اس خوشبو یا خوشبودار کپڑے کے ساتھ

۴۱ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ أُمْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنَ الْمَجِيعِ فَأَمَرَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مِنْ مَسْلُكٍ فَتَطْفِئِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطْفِئُ بِهَا فَقَالَ تَطْفِئِي بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطْفِئُ بِهَا قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطْفِئِي بِهَا

فَاجْتَذِبْتُهَا إِلَيَّ فَقُلْتُ تَتَّبِعُنِي بِهَا أَثَرُ
الدَّرِّ -

پاک ہو جا حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس پر میں نے اس عصمت کو اپنی طرف
کھینچا اور کہا اس خوشبو یا خوشبودار ٹاکی سے شرمگاہ پر لگے ہوئے
خون کے نشانات مٹ گئے۔ (بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ قرصہ بکسر فادغم اور فاء مفتوح بھی آئی ہے۔ اور سکون را اور صاد ہمسلمہ یعنی قطعہ و ٹکڑا۔ اور قاف مفتوحہ
کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی قرصہ یعنی تھوڑی سی چیز۔ اور قاف مفتوحہ اور صاد ہمجہ کے ساتھ بھی روایت آئی ہے۔ یعنی
قرصہ یعنی قطعہ۔

۲۔ مسک خوشبو یا کپڑے کا خوشبودار ٹکڑا۔ ایک روایت میں مُسْک بمعنی مسک یا بمعنی ہاتھ میں مضبوطی
سے پکڑا ہوا بھی آیا ہے۔ اور شرمگاہ میں رکھا جانے والا ٹکڑا۔ اور ایک روایت میں مسک بمعنی مسک بمعنی چمڑہ بھی آیا ہے بعض نے
اس آخری روایت کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مشک تو ایک قیمتی چیز ہے۔ اور وہ (عرب) قوم شدت فقر (تنگ دستی) کی وجہ
سے مشک استعمال کرنے کی طاقت کہاں رکھتی تھی۔ مگر روایت کے اعتبار سے زیادہ قوی پہلی روایت ہے اور فقہانے کہا
ہے کہ عورت کے لیے مستحب ہے کہ تھوڑی سی خوشبو یا کپڑے کا ایک خوشبودار ٹکڑا لے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم انہیں کے لیے
ہو گا جو مشک حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ فقیر یہ کہ آپ نے اس عادت سے فرمایا کہ مشک کا ایک ٹکڑا لے کر
غوب منال کر۔

۳۔ یعنی اس کے نہ سمجھنے اور بار بار دریافت کرنے کی وجہ سے۔

۴۔ بعض نسخوں میں فاجتذبہا بآل ذال پر تقدیم کے ساتھ آیا ہے۔ اور جذب و جذبہ دونوں ہم معنی ہیں۔

۵۔ یعنی میں نے اس عورت کو سمجھانے کے لیے کہا نظر (پاک ہو جا) کا مطلب ہے، طلب کر اور دور کر اپنی

فرج (شرمگاہ) سے خون کا نشان۔ یعنی نظر کا معنی ظاہر ہے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں نے عرض

کیا یا رسول اللہ میں ایسی عورت ہوں کہ بڑے سخت طریقے سے اپنے

بال گوندھتی ہوں۔ کیا غسل جنابت کے لیے ان کو کھول لیا کروں فرمایا

نہیں تیرے لیے بس اتنا کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سر

پر تین لپ پانی بہا لیا کر پھر اسے بدن پر پانی بہا لیا کر۔ اور

پاک ہو جا یا کر۔ (مسلم)

۶۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ

اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَشَدُّ ضَنْفَرًا أَيْ أَفَاقِظَةً

لِقُصْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكَ

أَنْ تَحْتَفِيَ عَلَى رَأْسِكَ ثَلَاثَ حَثِيَّاتٍ ثُمَّ

تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ فَتَطْفِئِينَ -

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۵۔ مضر بفتح ضاد و سکون فابال گوندنا اور انہیں بل دینا جیسا کہ عربی محدثوں کی عادت ہے۔

۱۶۔ تحق بسکون حاد کسر ثا مثلثہ۔

۱۷۔ حثیات۔ حثیہ کی جمع معنی اور وزن میں غرقہ کی طرح ہے۔ یعنی پانی سے بھری ہوئی لپ۔

۲۰۳۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خَمْسَةِ أَمْدَادٍ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد پانی کے ساتھ وضو اور ایک صاع سے پانچ متر تک پانی کی مقدار سے غسل کیا کرتے تھے۔
(بخاری و مسلم)

۱۸۔ مد یعنی میم۔ ایک پورے رطل اور ایک تہائی رطل وزن کو مد کہتے ہیں۔

۱۹۔ یعنی آپ کبھی ایک صاع سے اور کبھی صاع سے زیادہ پانچ مد پانی سے غسل کرتے تھے۔ مد اور صاع کا

حساب ہمارے علاقوں میں مبہم اور غیر واضح ہے۔ ہم (شیخ محدث علیہ الرحمۃ) نے شرح مغز السعاده میں اپنے علاقوں کے لوگوں کے مطابق اس کا بیان اور اس کی تحقیق کی ہے۔ ایک صاع اکبر شاہی وزن کے مطابق جس کا ایک سیر تیس سیر شاہی جتنا ہوتا ہے۔ پانچ سیر اور سولان حصہ میر کے برابر ہوتا ہے۔ اور موجودہ دمردج وزن جہانگیری اید اللہ کلہ و سلطانہ (المد شاہی) اس کے ملک و سلطنت کی تائید فرمائے) کے مطابق جس کا ایک سیر ۲۶ سیر شاہی جتنا ہوتا ہے۔ چار سیر اور ایک پاؤ صاع کا وزن ہے یعنی شاہی سیر سے ایک سیر کم۔

پس جب غسل کے لیے ایک صاع اور وضو کے لیے ایک مد مقرر ہے اور ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے تو عدد وزن غسل اور وضو میں مذکورہ وزن کا حساب پیش نظر رکھنا چاہیے۔

ایک روایت میں ایک مد اور تیس حصہ مد کے ساتھ وضو اور تین مد کے ساتھ غسل کرنا بھی آیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں اس سے مقصود تعیین و تحدید نہیں کہ اس میں کمی بیشی درست نہ ہو۔ فضیلت الائمہ ہے کہ بے اسراف خوب اور پوری طرح اعتدال و صل جائیں۔ اس کے لیے پانی کی جو مقدار استعمال میں آئے درست اور جائز ہے۔ اور اگر بقدر کفایت پر اکتفا کرے یعنی اتنی مقدار پر جس سے اعضاء پر سے پانی بہہ جائے تو بھی ٹھیک ہے۔

۲۰۴۔ وَعَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ۔
حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے جو میرے اور آپ کے درمیان ہوتا تھا۔ آپ مجھ سے

فَبَيَّنَا فِي حَقِّ أَقُولَ دَعَا عَلَى قَالَتْ
وَهُمَا جُنُبَانِ -

جلدی پانی اٹھاتے تھے یہاں تک کہ میں کہتی تھی میرے لیے بھی پانی نہ بنی

میرے لیے بھی رہنے دیں محنت مُلّا کہتی ہیں۔ حضور اور حضرت

عائشہ دونوں جنبی تھے۔ (بخاری و مسلم)

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۔ معاذہ یعنی عورت کا نام ہے جو ثلثہ اور عابدۃ تابعیات میں سے ہے۔ حضرت علی اور حضرت عائشہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتی ہیں۔

۲۔ یہ ایک بہت بڑا پیالہ تھا جس میں تین صاع (کوئی پونے تیرہ کلو) پانی آتا تھا۔ ہم دونوں میں سے ہر ایک اس میں ہاتھ ڈالتا اور پانی لیتا تھا۔

۳۔ یعنی مجھے بھی موقعہ دیں کہ پانی لے سکوں۔

۴۔ اور غسل جنابت کر رہے ہوتے تھے۔

۵۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر جنبی نے دھونے کی نیت سے ہاتھ پانی میں نہ ڈالا ہو تو اس سے پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس میں غسل نہیں آتا۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پانی میں ہاتھ ڈال کر چلو بھرنے کے سوا اور کوئی ضرورت برتن سے پانی لینے کی ممکن نہیں ہوتی۔ لہذا اس ضرورت کے تحت اس صورت میں اسے مستعمل پانی قرار نہیں دیا جاتا۔ ہاں اگر جنابت سے پاک کرنے کی نیت سے ہاتھ پانی میں ڈالا تو وہ پانی قابل استعمال و طہارت نہ رہے گا۔ کہ پانی میں ہاتھ ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ بلا ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال دیا۔ یوں ہی اگر کوئی اور عضو پانی میں ڈالا تو وہ پانی استعمال کے قابل نہ رہا۔ کیونکہ اس عضو کی بھی پانی میں ڈالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جیسا کہ شہنی نے محیط سے نقل کیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ قدس میں مرد و عورتیں (خاندنہ بیوی) اکٹھے غسل کرتے تھے اور ایسا کرتا درست ہے۔ چاہے مرد یا وہ پانی استعمال کرے چاہے عورت۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ انتہی۔

فصل یہ ہے کہ باب محالۃ الجنب میں ایک حدیث آرہی ہے جس میں آتا ہے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے اور مرد عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے۔ اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ عورت مرد کے بچے ہوئے پانی سے غسل کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے پہلے پانی لے لیتے تھے۔ اور اگر کٹھے چلو بھریں تب بھی دوبارہ لینے میں وہ خراب لازم آجاتا ہے۔ اس شکل کا حل یوں ہو سکتا ہے کہ باب محالۃ الجنب میں جو حدیث مذکور ہے اس میں حریمت کا ذکر ہے اور جو کچھ یہاں مذکور ہے مدخلیت پر محمول ہے

آنے والی حدیث کے تحت اس بارے میں انشاء اللہ تعالیٰ مزید گفتگو ہوگی۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۰۵ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُرِلَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ
يَجِدُ الْبَلَلَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا قَالَتْ
يَغْتَسِلُ وَعَنِ الرَّجُلِ الَّذِي يَرَى أَنَّهُ
قَدْ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ بَلَلًا قَالَ لَا غُسْلَ
عَلَيْهِ قَالَتْ أَمْرٌ سَلِيمٌ هَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ
تَرَى ذَلِكَ غُسْلٌ قَالَ نَعَمْ إِنْ النِّسَاءَ
شَقَائِقُ الرِّجَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
دَاوُدَ وَرَوَى الدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ
إِلَى قَوْلِهِ لَا غُسْلَ عَلَيْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اس شخص کے بارے میں جو اپنے جسم پر
ترسی پاتا ہے مگر اسے احتلام یاد نہ ہو۔ کیا وہ غسل کرے فرمایا ہاں۔
اور اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا۔ جسے احتلام یاد ہو مگر
اپنے جسم پر ترسی نہ پائے۔ فرمایا اس پر غسل لازم نہیں۔ امام سلیم
نے کہا جو عورت یہ ترسی دیکھے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ اس
پر بھی غسل لازم آتا ہے فرمایا ہاں۔ کیونکہ عورتیں، مردوں
کی طرح ہیں۔

اسے ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا اور دارمی و ابن ماجہ
نے اسے لاغسل علیہ کے قول تک روایت کیا۔

۱۔ مسئلہ اگر مرد عورت اکٹھے سوئے ہوئے ہوں اور کپڑے پر ترسی دیکھیں مگر انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ترسی (منی) کس
کی ہے اس صورت میں کسی پر غسل فرض نہ ہوگا۔

جواب۔ اگر ترسی (منی) سفید رنگ کی ہے تو وہ مرد کا ہے اور اس کی پر غسل فرض ہے۔ اور اگر زندہ دھنک کی ہے
تو عورت کی ہے اور اس پر غسل لازم ہوگا۔ بعض کہتے ہیں اگر کپڑے پر سفیدائی ہو گئی ہو تو وہ مرد کی ہے۔ اور اگر چوڑائی
میں ہو تو عورت کی ہے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ مرد و عورت دونوں غسل کریں۔ جیسا کہ علامہ شمس رحمۃ اللہ علیہ نے
کہا ہے۔

۵۲۔ امام سلیم نے کہا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔ جہاں وقت مجلس میں موجود تھیں اور انہوں نے
بھی مسئلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ مذکورہ صورت اگر عورت کو پیش آئے تو کیا اس پر بھی غسل
فرض ہوگا۔

۵۳۔ یعنی عورتیں پیدائش و طبیعت میں مردوں کی مانند ہیں۔ جو طبعی احکام مردوں کے ہیں وہی عورتوں کے بھی ہیں۔

مردہ جو مردوں کے ساتھ غسل میں دھو دیا جائے یا نہ دیا جائے اس سے ہے۔ شقائق شقیقہ کی جمع ہے بمعنی ہر وہ چیز جو دو ٹکڑے کر دی گئی ہو۔ ہر ٹکڑے کو شقیقہ کہتے ہیں۔ اسی لئے بھائی کو شقیقہ کہتے ہیں۔ کیونکہ دو بھائی ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ پس مرد و عورت بھی ایک اصل کے دو ٹکڑے ہیں۔ یہ اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۴۵۔ یعنی ترمذی اور ابوداؤد نے تو اس حدیث کو آخر تک روایت کیا ہے مگر دارمی اور ابن ماجہ کی روایت لاحقہ علیہ کے قول تک ہے اور امام سلیم کی حکایت اور اس کا سوال جواب ان کی روایت میں نہیں ہے۔

۴۶۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاوَزَا الْخَتَانُ الْخَتَانَ وَجَبَ الْغُسْلُ فَعَلْتُهُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَغْتَسَلْنَا دَوَاۤءَ التِّرْمِذِيِّ وَابْنُ مَاجَةَ۔
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا ختان (اللہ عورت کے ختان) شرمگاہ) میں گھس جائے تو غسل فرض ہو گیا میں نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا پھر ہم دونوں نے غسل کیا۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

۴۷۔ مراد یہ ہے کہ جب دونوں ختان ایک دوسرے سے مل جائیں ایک دوسرے کے ساتھ مس کر جائیں نہ ختان اس جگہ کا نام ہے جسے ختنہ کے وقت کاٹ دیتے ہیں۔ اور وہ مرد کا تو وہ چھڑہ ہے جو عضو مخصوص کے اوپر ہوتا ہے اور عورت کا وہ گوشت جو اس کی شرمگاہ کے اوپر کے حصے میں مرغ کے تاج کی طرح اوپر کواٹھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب یہ دونوں جگہیں مرد کے آئدہ کے عورت کے اندام نہانی میں چلے جانے سے آپس میں مل جائیں۔ تو غسل فرض ہو گیا۔

۴۸۔ تو معلوم ہوا کہ وجوب غسل کے یہ معنی کا نکلنا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف دخول شقیقہ ہی سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔ انھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں جو حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے، میں ہے کہ انہوں (ابو موسیٰ) نے کہا اس میں ہاجرین و انصار صحابہ کا اختلاف رہتا تھا ہوا انصار صحابہ نے کہا کہ منی باہر آنے کے بغیر غسل واجب نہیں ہوگا۔ ہاجرین صحابہ نے کہا صرف دخول سے ہی غسل فرض ہو گیا۔ میں نے ہاجر و انصار صحابہ سے کہا میں تمہیں اس اختلاف سے نجات دیتا ہوں۔ میں اٹھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور عرض کیا میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ مگر شرم آتی ہے۔ فرمایا مجھ سے جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے اور کوئی شرم نہ کر۔ کہ میں تیری ماں ہوں میں نے دریافت کیا کس چیز سے غسل واجب ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو نے یہ سوال ایسے شخص سے کیا ہے جو اس کا جواب پوری طرح جانتا ہے۔ یعنی میں اس مسئلہ کو خوب جانتی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا تھا کہ جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ گیا اور مرد کا حقان عورت کے حقان سے مس کر گیا تو غسل فرض ہو گیا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حقانین کے تجاوز کرنے سے مراد ان کا ایک دوسرے کو مس کرنا ہے۔

۴۰۰. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَأُغْتَسِلُوا الشَّعْرَ وَأَنْفُوا الْبَشْرَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَالْحَارِثُ بْنُ وَجِيهِ التَّارُخِيُّ وَهُوَ شَيْخٌ لَيْسَ بِذَلِكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے تو بالوں کو دھو اور بالوں کے نیچے چمڑے کو خوب پک اور صاف کرو۔ اسے ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور حارث بن وجیہ راوی بڑھاپے کی وجہ سے حفظ و ضبط میں قوی نہ تھا۔

(ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

۱۔ تاکہ یقینی طور پر غسل کی ذمہ داری پوری کر سکے۔ شعر شعرة کی جمع ہے۔ سکون عین وفتح اور بشرۃ تینوں فتحوں کے ساتھ۔

۲۔ یعنی ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حارث بن وجیہ جو اس حدیث کا راوی ہے پر بڑھاپے کے باعث غفلت اور نسیان طاری ہو جاتا تھا۔ اسی بنا پر وہ حفظ و ضبط میں چنداں قوی اور مضبوط نہیں۔ اور لفظ وجیہ جیسا کہ مشہور ہے بر وزن ہے عظیم ہے۔ اور وجہ وفتح وادو سکون جیم دبائے مودعہ آخر میں تاکہ ملحق ہو بڑھا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک بال بلیغ بھی جگہ چھوڑے گا وہ کافر ہے۔ اس کے ساتھ معذریں اس طرح اس طرح کیا جائیں کہ حضرت علی نے فرمایا اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی اختیار کر لی ہے اکیسے میں نے اپنے سر سے دشمنی اختیار کر لی ہے اسی لیے میں نے اپنے سر سے دشمنی کر لی ہے۔ اپنے تین دفعہ ان الفاظ کا تکرار کیا ہے ابو داؤد احمد اور دارمی نے روایت کیا مگر احمد اور دارمی نے تم ابو داؤد احمد اور دارمی نے روایت کیے تین بار تکرار سے روایت نہ کیے۔

۴۰۱. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعِلَ بِهَا كَذًا وَكَذَا مِنَ التَّكْرِ قَالَ عَلِيٌّ فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي ثَلَاثًا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ إِلَّا أَنَّهُمَا لَمْ يَكْتُرَا فَمَنْ تَرَ عَادِيَّتُ رَأْسِي -

۱۷۔ یعنی اسی سے میں بالوں کو بڑوں سے ملاتا ہوں جس طرح دشمن اپنے دشمن کی بڑیں اکھڑتا ہے۔ یعنی میں ہمیشہ انہیں منڈا دیتا ہوں۔

۴۹۔ وَحَنَ عَائِشَةُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُلِّ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائُفِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ -
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔
(ترمذی، ابوداؤد، تھعالی، ابن ماجہ)

۱۸۔ یعنی اسی وضو پر جو غسل کے لیے پہلے کر لیتے تھے، کفایت کرتے تھے، غسل سے فراغت کے بعد دوبارہ وضو نہ کرتے تھے۔

۴۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخُطْمِ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَرِي بِذَلِكَ وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)
انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطمی کے ساتھ اپنا سر دھوتے تھے۔ درآغالیکہ آپ نہ بھی دھوتے تھے اور سر دھونے میں اسی پر کفایت کرتے تھے دوبارہ سر پر پانی نہ بہاتے تھے۔ (ابوداؤد)

۱۹۔ خطمی بکر خاں اور فتح بھی جائز ہے۔ وہ چیز جس سے سر دھویا جائے جس طرح ہمارے (ہندو پاک) کے ملائوں میں سر دھونے والی مٹی۔

۲۰۔ یعنی جس پانی سے خطمی کے ساتھ سر دھویا ہوتا تھا اسی پانی پر کفایت کرتے تھے۔

۲۱۔ جس طرح لوگ حماموں میں کرتے ہیں کہ پہلے سر دھوتے ہیں اس کے بعد غسل کرتے ہیں اس کے بعد پھر سر پر پانی بہاتے ہیں۔ حضور علیہ السلام ایسا نہ کرتے تھے۔ آپ پانی میں خطمی غالباً بہت کم ملا تے تھے تاکہ پانی میں تغیر واقع نہ ہو۔ اداس کے سیلاب طبع میں فرق نہ آئے۔

۴۱۔ وَعَنْ يَعْلَى قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ
حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھلے میدان میں برہنہ غسل کرتے

بالبرائۃ فصعد العنبر فحجده الله...
کے لیے بالبرائۃ فصعد العنبر فحجده الله...
کے لیے بالبرائۃ فصعد العنبر فحجده الله...
کے لیے بالبرائۃ فصعد العنبر فحجده الله...

اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ رَوَاہُ الْاَبُو دَاوُدَ
وَالْتِسَانِي وَفِي رَوَايَتِهِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ
يَسْتَتِرُ فَاِذَا ارَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَغْتَسِلَ
فَلْيَتَوَارِبْ شَيْءًا
میں کرے۔ اسے ابو داؤد اور تسانانی نے روایت کیا۔ ابو داؤد
کا ایک روایت میں یوں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھیک
اللہ تعالیٰ بہت پردہ پوش ہے جب تم میں سے کوئی شخص غسل کا ارادہ
کرے تو چاہیے کہ کسی چیز سے اپنے آپ کو چھپا لے۔

۱۔ یعنی یعلی بن امیہ یا علی بن مرہ دونوں حضرات صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

۲۔ تاکہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں کہ وہ اس قسم کی بُری اوسبے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عادت مبارک یہ تھی کہ احکام شریعت میں سے کسی اہم اور ضروری حکم کی تعلیم دینا ہوتی تھی۔ تو خطبہ ارشاد فرماتے
تھے۔

۳۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بندوں کی رسوائی اور ان کی قبیح اور شنیع باتوں کے ظاہر کرنے سے بہت ہی شرم
آتا ہے۔

۴۔ "شیر" بر وزن صدیق بمعنی گناہ گار بندوں کے گناہوں اور عیوب کی بہت ہی پردہ پوشی کرنے والا۔
۵۔ یعنی حیا اور پردہ پوشی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے
بھی ممکن حد تک اس کی صفات سے موصوف ہوں۔

۶۔ کہ یہ بھی پردہ پوشی کی ایک قسم ہے۔ اور اس میں بھی تخلق باخلاق اللہ تعالیٰ کا مقہرہ پایا جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۲ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَ الْمَاءُ
مِنَ الْمَاءِ دُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ
ثُمَّ نَهَى عَنْهَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيمِيُّ -

حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے پانی
حدیث إِنَّمَا الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ (مخل منی خاصہ ہونے سے
واجب بتلاہ، ابتداء میں اسلام میں یہ اجازت تھی بعد میں اس
ضمت و اجازت سے منع کر دیا گیا۔ (ترمذی، ابو داؤد، ترمذی)

۱۔ آپ جلیل القدر و عظیم الشان صحابی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو المفذر اور ابو الطفیل بھی آئی ہے آپ انصاری ہیں
سید القراء اور سید الانصار آپ کا لقب ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آپ کو سید المسلمین کہا کرتے تھے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو قرآن پاک سناتے تھے۔ آپ سے بے شمار صحابہ و تابعین رضوان اللہ

عظیم الجبین نے اماریت روایت کی ہیں۔ آپ کاتب وحی بھی تھے۔

۱۲۔ یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔

۱۳۔ کہ جہان نریں اور اگر نزال نہ ہو تو اسی طرح نماز ادا کر لیں۔

۱۴۔ فصل اول میں اس کا بیان گذر چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور عرض کی میں نے غسل جنابت کیا ہے اور فجر کی نماز پڑھی ہے پھر میں نے ایک انگوٹھ کی مقدار جگہ دکھی ہے جس پر پانی نہیں پھرا وہ خشک ہو گئی۔ فرمایا تو نے اگر اس پر تر ہاتھ ہی پھیر لیا ہوتا تو وہ کفایت کر جاتا۔

۱۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ فَرَأَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ أَجْزَاكَ رَوَاهُ ابْنُ

(ابن ماجہ)

مَاجَةَ۔

۱۵۔ یعنی اگر تو غسل کے دوران یا اس کے بعد اگر چہ کچھ دیر کے بعد اس جگہ پر پانی ہاتھ پھیر لیتا تیرے لیے کافی ہو جاتا اور تیرا غسل مکمل ہو جاتا۔ مگر تو نے ایسا نہیں کیا تو وہ نماز تھاکر ناپڑے گا۔ باقی رہا یہاں یہ سوال کہ غسل کی جگہ مسح اور ہاتھ پھیر دینا کیسے کافی ہو سکتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مسح سے ہلکا سا دھو لینا مراد ہے اور غالب یہی ہے کہ جب تیرا ہاتھ اس جگہ پر سے گزرے گا تو کفایت کر جائے گا۔ خصوصاً غسل کے وقت۔ اور بعض نے کہا ہے یہ حکم پہلے تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شب حراج نمازیں پچاس نمرن ہوئیں۔ غسل جنابت سات بار اور کپڑے پر بول لگ جائے تو اسے سات دفعہ دھونا فرض ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں تہنیت اور کئی کاسل سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازیں پانچ رہ گئیں اور غسل جنابت ایک مرتبہ اور بول سے ناپک ہونا۔ انے عاے کپڑے کو بھی سات بار دھوئے کے بجائے صرف ایک بار دھونا فرض رہ گیا۔

۱۴ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ وَالْقُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سِتِّينَ مَرَّاتٍ وَغَسَلَ الْبَوْلُ مِنَ الثُّرْبِ سِتِّينَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتْ الصَّلَاةُ خَمْسًا وَغُسْلُ الْجَنَابَةِ مَرَّةً وَغَسْلُ الثُّرْبِ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً رَوَاهُ

۱۵۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ واقعہ معراج ہے اور حدیث معراج مشہور حدیث ہے۔ البتہ بخاری و مسلم میں صرف نماز کا ذکر ہے۔ غسل جنابت اور کپڑا دھونے کا ذکر وہاں نہیں مٹولف رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث ابوداؤد سے لائے گئی ہیں۔ اور اس حدیث کے اسناد میں ایوب جابر راوی ہے۔ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف اور قلیل فیہ ہے۔ ایک بار کپڑا دھونا امام شافعی کا مذہب ہے اور تین بار دھونا ان کے نزدیک مستحب ہے۔ اخلاص کے مذہب میں غیر مرئی (نہ دکھائی دینے والی) نجاست دور کرنے کے لیے تین بار دھونا واجب ہے۔ اس کی اصل طہارت تو یہ ہے کہ دھونے والے کو پاک ہو جانے کا ظن غالب ہو جائے تین بار دھونے سے یہ ظن غالب ہو جاتا ہے جس طرح کہ غیز سے بیدار ہونے والے کے لیے تین بار ہاتھ دھونے کا ذکر گزرا ہے۔ جیسا کہ ہدایہ شریعت میں مذکور ہے۔

بَابُ مُخَالَطَةِ الْجُنُبِ وَمَا يُبَاحُ لَهُ

جنبی سے میل جول اور جو کچھ اس کے لیے مباح ہے اس کا بیان

جنبی انسان سے میل جول کرنا نیز اس کے وضو کر لینے کے بعد اس کے لیے ذکر و نیند وغیرہ امور جائز ہیں۔ لغت میں جنابت کا معنی ہے دور ہونا۔ یکسو ہونا۔ جنابت شرعی میں بھی مواضع نماز سے دور ہونا اور لوگوں کی صحبت و مجلس سے یکسو ہونا پایا جاتا ہے۔ جنُب صاحب جنابت کو کہتے ہیں۔ یہ لفظ واحد ثنیہ جمع مذکر و مؤنث سب کے لیے جائز ہے۔ مخالطت کا معنی ہے ایک دوسرے سے ملنا جلنا۔ یہاں اس سے لوگوں سے گفتگو کرنا ان کے ساتھ بیٹھا، ان کے ساتھ معاوضہ کرنا اور اس کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ مراد ہے۔ جنبی کے ساتھ یہ سب امور جائز ہیں۔ احادیث میں ان کا جواز آچکا ہے۔

پہلی فصل

الفصل الأول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ میں جہنمی تھا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ آپ ایک بگ بیٹھ گئے تو میں چپکے سے

۱۶ عن ابی ہریرۃ قال لقی بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا جنُب فَاخَذَ بیدی فَمَشِیْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ

فَاتَّسَلَّتْ فَأَتَيْتُ الرَّجُلَ فَأَغْتَسَلْتُ
ثُمَّ رَجَعْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ
يَا أَبَا هِرٍ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ
اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَبْخُسُ هَذَا الْفُظُّ
الْبُخَارِيَّ وَلِلْمُسْلِمِ مَعْنَاهُ وَزَادَ بَعْدَ
قَوْلِهِ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ لَقِيتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ
فَكَرِهْتَ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ وَ
كَذَا الْبُخَارِيُّ فِي رَوَايَةٍ أُخْرَى

اللہ کر گم آیا۔ اور مثل کیا پھر آپ کی خدمت میں واپس آیا آپ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے (بجے دیکھ کر فرمایا یا ابو ہریرہؓ تو کہاں تھا۔ میں نے صورت حال عرض کی فرمایا سبحان اللہ میں ناپاک تھے نہیں ہوتا یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ مسلم نے یہ معنون دوسرے الفاظ سے ذکر کیا ہے اور فقہات کے بعد یہ الفاظ زیادہ ذکر کیے لَقِيتُنِي دَاكَا جَنْبُكَ تَكَرَّهْتُ اَنْ اُجَالِسَكَ فَقَتَّى اَغْتَسَلَ یعنی مجلس سے اٹھانے کی معذرت یہ تھی کہ جب آپ سے سیری ملاقات ہوئی تھی اس وقت میں جنبی تھا میں نے نہانے سے پہلے آپ کی مجلس میں بیٹھنا پسند جانا۔ بخاری کی ایک روایت میں بھی ایسا ہی آیا ہے

۱۵۔ السلال کا معنی ہے کسی چیز کے درمیان سے نکل آنا۔ سَل کا معنی ہے تلوار کو درمیان سے نکلنا۔

۵۔ رُخْل بفتح راء سکونِ حاء محلہ بمعنی سامان اور مرد کے رہنے کی جگہ۔

۵۲۔ صِرْ بکبرھا و تشدید را بمعنی علی صیرۃ تائید ثانی کے ساتھ صیر کا مونت صِرْ تیرۃ صیرۃ کی تفسیر ہے۔

۵۴۔ یعنی جنابت حکمی نجاست ہے جس کا شرع شریف میں حکم آیا ہے۔ اور اس پر شریعت میں غسل فرض قرار دیا گیا

ہے۔ لیکن اس سے انسان کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ اسی لیے جنہی کا پسینہ اور جوٹا پاک اور اس کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا جائز ہے۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنَّهُ قُصِيْبُهُ الْجَنَابَةُ مِنْ اللَّيْلِ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ تَرَضَّاءُ أَغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں حضرت
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذکر کیا کہ میں رات کو جینی ہو جاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ وضو کر کے اور آلہ تناسل دھو کر سو جا
جایا کرو۔

(بخاری و مسلم)

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۷۔ تو ثابت ہوا کہ جنبی کے لیے وضو کر کے سو جانا جائز ہے۔ اس قدر طہارت جنبی کے سونے کی طہارت ہے۔

جب اس نے دھڑکھڑایا تو وہ پاک ہو کر سو گیا۔

۴۱۷. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنبًا فَأَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ تَوَضَّأَ وَضُوءًا لِلصَّلَاةِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۔ یہ وضو مستحب ہے واجب نہیں۔

۴۱۸. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وَضُوءَ رَوَاةٍ مُسْلِمٍ ۱۔ اور بلا وضو جماع پر جماع نہ کرے۔

۴۱۹. وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُضَلٍ وَاحِدٍ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۔ یعنی آپ ایک ہی غسل کے ساتھ اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ جماع کرتے تھے۔ یعنی ہر جماع کے لیے علیحدہ غسل نہ کرتے تھے۔

۲۔ اس حدیث کا ظاہر مفہوم دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواجِ مطہرات کے درمیان تقسیم (عدل) اور ان کی باری کا لحاظ رکھنا ضروری نہ تھا۔ ورنہ آپ ایک ہی باری میں ایک کے مجھ سے دوسری بیوی کے مجھ میں تشریف کیسے لے جاتے۔ اور حنفیہ کا مذہب بھی آپ کے لیے عدم وجوب کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلی ہر باری کریم انفسی کے طور پر ان کے درمیان عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ایسا اس زورِ مطہرو کی اجابت سے کیا ہو جس کی اس رات کو باری تھی۔ واللہ اعلم۔

۴۲۰. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنہی ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو نماز دلا وطنہ کرتے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آیا (اس سے جماع کیا) پھر دوبارہ جماع کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ دونوں کے درمیان وضو کرے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل کے ساتھ تمام ازواجِ مطہرات پر گشت کرتے تھے۔ (مسلم)

وَحَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ سَنَدٌ مُّوَدَّ فِي كِتَابِ
الْأَطْعِمَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

اسے سلم نے روایت کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو یہاں
مصابیح میں مذکور ہے کتاب الاطعمۃ میں ذکر کریں گے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۲۱ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اغْتَسَلَ بَعْضُ أَنْعَاجِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ
فَأَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَتَوَضَّأَ مِنْهُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَإِنْ
كُنْتُ جُنْبًا فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ دَرَاهُ
الْقُرْمِذَى وَأَبُو دَاوُدَ وَأَبْنُ مَاجَةَ وَ
رَوَى الدَّارِمِيُّ نَحْوَهُ وَفِي شَرْحِ الشُّتُبِ
عَنْ مَيْمُونَةَ يَنْقُطُ الْمَصَارِيحُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات نے ایک بڑے
گن میں غسل کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس گن میں سے وضو کرنا چاہا۔ تو اس زوجہ مطہرہ نے عرض
کیا میں جنبی تھی۔ (میں نے اس برتن کے پانی سے غسل کیا
ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پانی جنبی نہیں ہوتا۔

(الترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، الدارمی)

۱۔ یعنی اس پانی سے جو اس تغاری میں تھا جفۃ۔ بفتح جیم سکون فابیت بڑا یا لیہ جسے تغاری بھی کہتے ہیں۔

۲۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے وضو کرنا چاہا جو بعض ازواج کے غسل سے چرچ رہا تھا۔

۳۔ یعنی میں جنبی تھی اور یہ وہ پانی ہے جو میرے غسل جنابت سے بچا ہے۔

۴۔ لا یجنب یعنی یا دیکھو فتح و ضم نون کے ساتھ۔ یعنی جنبی کے غسل کرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اور جنبی کے ہاتھ اور

بدن لگنے سے اس پانی کی طہارت میں فرق نہیں آتا۔ اسے ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور دارمی نے بھی اس

کی نقل روایت کیا۔ شرح السنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مصابیح کے الفاظ میں مروی ہے کہ حضرت میمونہ

رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبی تھے۔ میں نے تغاری میں پڑے ہوئے پانی سے غسل کیا۔ اس

میں باقی ماندہ پانی میرے استعمال کردہ پانی سے زیادہ تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اس پانی سے

غسل کرنا چاہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پانی سے میں نے غسل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے غسل کیا

اور فرمایا جنابت پانی میں نہیں گھس آتی۔ ایک روایت میں ہے پانی جنبی نہیں ہوتا۔ مصابیح اور کتاب (مشکوٰۃ) کے لفظ میں

فرق یہ ہے کہ مصابیح کی حدیث میں مرد کا غسل بقیہ آب زن سے لازم آتا ہے اور کتاب مصابیح کی حدیث میں مرد کا وضو بقیہ آب غسل

نک سے لادم آتا ہے۔ اور فصل ثالث کے آخر میں آ رہا ہے کہ دونوں ممنوع ہیں۔ اور اس کا جواب وہی ہے جو فصل اول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گزرا۔

۲۲۲ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

ثُمَّ يَسْتَدْفِي فِي قُبُلٍ أَنْ اغْتَسَلَ سَوَاقًا

ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ وَ

فِي شَرْحِ التَّنْثَةِ يَلْفُظُ الْمَصَابِيحَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم جنابت سے غسل کرنے کے بعد میرے جسم سے گرمی

مائل کرتے تھے حالانکہ میں نے ابھی غسل نہیں کیا ہوتا تھا۔ اسے ابن

ماجرہ نے روایت کیا اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی اور

شرح التنتہ میں لفظ معاصیر کے ساتھ۔

۱۔ یعنی اپنے اعضاء شریفہ کو میرے جسم سے چپکاتے تھے تاکہ آپ کا بدن مبارک گرم ہو جائے۔ اور مجھے گویا اپنا کپڑا بنالیتے جس سے انسان گرم ہوتا ہے۔

۲۔ اور سلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حوض آسمانی ہوتا تھا اور آپ پانی پیتی تھیں پھر وہ برتن حضور علیہ السلام کو دیتی تھیں تو آپ اس جگہ نہ رکھ کر پانی پیتے تھے۔ جس جگہ سے حضرت عائشہ نے نہ رکھ کر پانی پیا ہوتا تھا اور حوض وجابت کا ایک ہی حکم ہے۔

۳۳ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيَقْرَأُ

الْقُرْآنَ وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ

يَحْجُبُهُ أَوْ يَحْجُذُهُ عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ

لَيْسَ الْجَنَابَةُ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس

سے باہر تشریف لائے تو میں قرآن پاک پڑھتا تھا۔ اور مجھ سے

ساتھ گوشت تناول فرماتے۔ اور قرآن پاک پڑھنے سے سوائے

جنابت کے اور کوئی چیز آپ کو نہ روکتی تھی۔

اسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور ابن ماجہ

نے اس کی مثل روایت کیا۔

۱۔ لَمْ يَكُنْ يَحْجُبُهُ أَوْ يَحْجُذُهُ۔ راوی کو اس میں شک ہے کہ بحجہ ہے یا بحجۃ۔ تاہم معنی دونوں کا ایک ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عائشہ اور جنتی قرآن

میں سے کچھ نہ پڑھیں۔

(ترمذی)

۳۳۲ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْرَأُ

الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

۱۔ لہذا بعض کے نزدیک پوری آیت پڑھنا حرام ہے۔ آیت سے کم پڑھ سکتے ہیں۔ بعض کے نزدیک آیت سے کم مقدار میں پڑھنا بھی حرام ہے۔ مگر ایک کلمہ حدیث کا ظاہر لفظ عام ہے۔ مگر کسی نے شکرِ نعمت کے طور پر الحمد للہ رب العالمین کے الفاظ پڑھتے تلاوت قرآن کی نیت سے نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ بعض کے نزدیک دعا قنوت پڑھنا بھی حرام ہے باقی دعاؤں وادکار میں کوئی حرج نہیں۔

۴۲۵. وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَإِنَّ لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَجُنُبٍ نَعَاةٍ أَبَدًا دَاوُدَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ان گھروں کے رخ مسجد سے پھر دوسرے شک میں جائز قرار نہیں دیتا۔ مسجد کو حائضہ عورت داؤد جنبی کے لیے۔

(ابوداؤد)

۱۔ کہ کسی کے مکان کا راستہ مسجد کو نہ جائے تاکہ جنبی اور حائضہ عورت مسجد میں سے نہ گزریں۔

۲۔ جنبی اور حائضہ عورت کا مسجد میں آنا خواہ گزرنے کے لیے ہو خواہ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے دونوں طرح حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے لیے گزرنا جائز ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ امام احمد کے نزدیک ان دونوں کے لیے مسجد میں ٹھہرنا بھی جائز ہے۔ تاہم حدیث پاک کا ظاہری مفہوم اپنے عموم و اطلاق کے ساتھ مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔

۴۲۶. وَعَنْ عَلِيٍّ قُلَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلِئِكَةُ بَيْتَكَ فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ نَعَاةٍ أَبَدًا وَدَوَالِ النَّسَاءِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو اور نہ اس گھر میں جس میں جنبی ہو۔

(ابوداؤد و نسائی)

۱۔ یعنی جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو۔ یا کتا ہو۔ باب التواذیر میں اس پر مفصل گفتگو ہوگی۔

۲۔ یہاں جنبی سے ایسا جنبی مراد ہے جس نے جنبی حالت میں رہنا عادت بنالی ہو۔ اور سستی و غفلت کے باعث نماز کا وقت بھی گزار دے اور غسل نہ کرے۔ تاہم یہاں صورت میں ہے کہ وضو بھی نہ کرے۔

۴۲۷. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا

حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کے قریب

تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَيْفَتُ الْكَافِرِ
الْمُتَضَمِّنُ بِالْخُلُقِ وَالْجُنُبِ إِلَّا أَنْ
يَتَوَضَّأَ رِوَاةُ أَبُو دَاوُدَ

(ابوداؤد)

۱۔ حضرت یاسر قبیلہ بنی فزوم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہیں حضرت ابو خلیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لونڈی ثمرہؓ بضم سین و فتح میم و تشدید یا تھانیہ نکاح میں دے دی۔ ان سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے۔ آپ کے دونوں ماں باپ قدیم الاسلام ہیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ مستضعفین میں سے ہیں۔ جہنمیں راہ حق میں تکالیف اور سزائیں برداشت کرنا پڑیں۔ ایک دفعہ مشرکین آپ کو جلا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے پاس سے گزر ہوا۔ فرمایا: یا ناکم کوئی بداد اسلاماً علی حنار کما کُنت علی ابداہیئہ۔ اے آگ ٹھنڈی اور ساتھی والی بن جاوے چرطرح تو ابراہیم کے لیے ہوئی تھی۔ آپ مہاجرین اولین و سابقین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمارؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقانیت کے دلائل میں سے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سے فرمایا تھا: تقتلك الفئة الباغية۔ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ الحدیث۔ آپ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ آپ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں۔ ابوہل طعن نے آپ کی والدہ مکرمہ کے اندام نہانی میں برہیا مارا جس سے آپ شہید ہو گئیں۔

۲۔ یعنی مردہ کافر۔ اور بعض ذات کافر مراد لیتے ہیں۔ مردہ ہو یا زندہ۔ تاہم جیفہ کا استعمال مردہ کے لیے بہتر آتا ہے۔

۳۔ خلو ق بفتح خا و تخمہ مشہور خوشبو کا نام ہے جس میں زیادہ تر زعفران پڑا ہوتا ہے اس جملے میں خلو ق کے استعمال سے مخالفت کے لیے زجر و تشدید کی گئی ہے۔

۲۷۸ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ فِي كِتَابِ الَّذِي
كُتِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا
طَاهِرٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَالدَّارِقُطْنِيُّ.

حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے۔ ہے شک وہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا اس میں یہ تھا کہ
قرآن پاک کو نہ چھوئے مگر پاک اور پاد و انسان۔
(مالک و دارقطنی)

۱۔ حضرت عبداللہ اور ان کا باپ ابوبکر و محمد سب تابعین سے ہیں ان کے بعد کلان حضرت عمرو بن حزم صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو قرآن کی طرف اشارہ کیا تھا ان کی طرف آپ نے ایک خط لکھا تھا۔

۱۷۔ عزم یقین حاصل نہ آیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مین کے علاقے کا عامل مقرر فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک خط بھی دیا جس میں فرائض و سنن، صدقات اور دیتوں وغیرہ کا ذکر تھا۔ وہ خط سنتوں کے بیان میں مشہور ہے۔ اس کتاب میں درج تھا کہ قرآن کو پاک اور باطن انسان ہاتھ لگائے۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں ایک کام کے لیے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کام پورا کیا۔ آپ کی اس دن کی باتوں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ نے فرمایا ایک شخص جگہوں میں سے ایک جگہ سے گزرا تو اس کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ یا بول کر کے باہر نکلے تھے تو اس شخص نے آپ کو السلام علیکم کہا۔ مگر آپ نے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص ایک جگہ میں چھپنے کے قریب ہو گیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ سے مبارک دیوار پر مارے پھر اپنے منہ مبارک کا مسح کیا پھر دوسری طرف دیوار پر لگائی اور کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھوں کا مسح فرمایا۔ پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا مجھے تیرے سلام کا جواب دینے سے نہ روکا۔ مگر اس بات نے کہ میں طہارت پر نہ تھا۔

(ابوداؤد)

۱۸۔ آپ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ تابعی ثقہ ہیں کثیر الحدیث ہیں۔ آپ اصل میں مدینی ہیں بعض نے کہا آپ عربی آپ اکابر تابعین اور ان کے آئمہ میں سے ہیں۔ السلام صحیح میں فوت ہوئے۔

۱۹۔ یہ بڑی کاشتک ہے۔

۲۰۔ مکتہ بکسر بین و کان مشدوعینی ہموار اور برابر راستہ۔

۲۱۔ یعنی تمیم فرمایا۔

۲۲۔ اُنہ آئے دالی حدیث کے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام کا جواب دینے سے مانع یہ امر تھا کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وضو سلام کا جواب دینے کو مکروہ بیان کیا۔ کیونکہ السلام علیکم کے الفاظ میں لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اگرچہ یہاں لفظ سلام سلامتی کے معنی میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انداز میں خدا تعالیٰ کے ذکر و نام کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے۔ مگر یہاں ایک اشکال لازم آتا ہے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اور ہر حالت میں خدا تعالیٰ کے ذکر سے رطب اللسان رہتے تھے۔ اگر اس اشکال کا یہ جواب دیا جائے کہ اس سے ذکر قلبی مراد ہے۔ تو یہ جواب درست نہیں کیونکہ ہم کہتے ہیں حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بیت الخلا سے نکلنے وقت آپ ذکر لسانی کرتے تھے اور یہ کہتے تھے۔ الحمد للہ الذی اخرج عنی ما لؤذینی۔ الحدیث۔ پھر وضو سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھتے تھے اور یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ حالت جنابت کے علاوہ ہر حالت میں قرآن پاک پڑھتے رہتے تھے۔ اور یہ کہ جب آپ بیت الخلا سے باہر نکلتے تو وضو کرنے سے پہلے صحابہ کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں۔ کچھ لوگ اس اشکال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عزیمت یہ ہے کہ بے وضو خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ اور جو کچھ تم نے بیان کیا ہے سب رخصت پر مبنی ہے کہ اپنے تعلیم جو ازا ورامت کی آسانی کے لیے ایسا کیا۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ سے توفیق طلب کرتا ہوں کہ یہ جواب وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے میں کام نہیں دیتا۔ کہ وہ بلاشبہ عزیمت میں سے ہے بلکہ جو کچھ ذکر و اذکار خاص خاص جگہ وار و ہوا ہے اس کا وہاں پڑھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ لہذا ظاہر ہے (واللہ اعلم) کہ خدا تعالیٰ کا ذکر بے طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن طہارت کے ساتھ افضل و اکمل و ادنیٰ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت عظمت و جلال الہی کا دار و تھا۔ اس لیے آپ نے نہ چاہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ طہارت ذکر کریں۔ خصوصاً سلام کے جواب کے تحت کہ ہمیں تو وقت و تاخیر کی گنجائش ہوتی ہے۔ فوراً اس کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا تاہم آپ نے وضو کرنے تک تاخیر اس لیے نہ کی کہ شاید وہ شخص چلا جائے۔ اور سلام کا جواب دینا رہ جائے۔ اور وقت و یا زہ گزر جائے اس لیے آپ نے تمیم کر لیا اور سلام کا جواب دیا اور یہ تعلیم دی کہ ایسے مواقع میں پانی پر قدرت کے باوجود تمیم کرنا جائز ہے (خوب سمجھو)

حضرت مہاجرین ثقفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صلا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب کہ آپ بول کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کے سلام کا اس وقت تک جواب دیا جب تک کہ آپ نے وضو نہ کر لیا پھر آپ نے اس سے معذرت کی اور فرمایا میں نے بے وضو اللہ تعالیٰ کا نام لینا مکروہ جانتا ہے

۴۳ وَعَنِ الْمُهَاجِرِينَ ثَقِيفًا أَنَّهُ أَقْبَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَغَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ ثُمَّ اعْتَدَّ رَأْيِيهِ قَالَ إِنْ كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللَّهَ إِلَّا عَلَى طَهْرٍ رَدَّوْا

أَبُو دَاوُدَ وَدَوْدَ بْنِ الْقَسَاكِيِّ إِلَى قَوْلِهِ
حَتَّى تَوَضَّأَ وَقَالَ فَلَمَّا تَوَضَّأَ مَرَدُّ
عَلَيْهِ
ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور نسائی نے حتی تَوَضَّأَ تک روایت
کیا اور نسائی نے معذرت کا ذکر نہ کیا اور یہ حدیث روایت کی۔
فَلَمَّا تَوَضَّأَ عَلَيْنَا پ نے جب وضو کر لیا تو سلام کا جواب دیا۔

۱۔ تَتَنَزَّلُ بَعْضُ قَاتٍ وَكُنْ لِنُزْنٍ مِّنْ نَّمِ نَادِيًا مَّجْمَعًا۔ ان کا اسم مبارک خلف بن عمر ہے۔ ہمارا لقب ہے۔ کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ هَذَا إِلَهُكَ حَقًّا۔ آپ قرشی تھے صحابی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ فتح مکہ
کے دن اسلام لائے۔ امام حن بھری وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

۲۔ یہاں چونکہ وضو کرنے تک اس شخص کے غائب ہونے اور سلام کے جواب کے فوت ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اس
لیے آپ نے وضو کر کے اس کے سلام کا جواب دیا۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ اگر کسی
سے سلام کا جواب دیتے ہیں کسی عند کی بنا پر کوتاہی سرزد ہو جائے تو چاہیے کہ اس سے معذرت کرے تاکہ کبر نہ سمجھا جائے
بعض شروع میں مذکور ہے کہ حاشا دکلا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا ہے عبادت میں کوتاہی کرنے والا کہا جاسکے۔ بلکہ
آپ کی تاخیر چرچا نہ وجود کی بنا پر تھی۔ اور معذرت محض کرم اور تبرع کے طور پر تھی۔ اور مقصود اس امر پر ڈالنا تھا کہ بول
کرنے والے شخص کو سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور قضا کے حاجت کرنے والے شخص سے ہم کلام نہ ہونا چاہیے۔ اور چونکہ
لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے اس لیے ذات و صفات حق تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عزت و
عظمت کے پیش نظر بھی سلام کے الفاظ زبان پر لانے سے گریز کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْنُبُ ثَمَرِ
يَنَامُ ثُمَّ يَنْتَبِهُ ثُمَّ يَنَامُ رَوَاهُ أَحْمَدُ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہوتے پھر سو جاتے۔ پھر
بیدار ہوتے پھر سو جاتے۔ (احمد)

۱۔ يَجْنُبُ بَعْمًا بَارَكُو لَنَ اور بفتح باو ضم لَنَ۔

۲۔ یعنی حالت جنابت میں کئی بار آپ بیدار ہوتے اور غسل کیے بغیر سو جاتے اور غسل کرنے میں جلدی نہ کرتے تمام وضو
کر کے سوتے جیسا کہ گذشتہ بیان ہوا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہ تھی۔ لہذا آپ اسی وضو کے ساتھ ہوتے
تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے لوگوں کی نیند اگرچہ وضو توڑ دیتی ہے۔ مگر ظاہر یہی ہے کہ جو وضو جنابت کے

رضی اللہ عنہ کا سات مرتبہ دہونا۔ اتفاقاً امر تھا کہ تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ آپ کا حضرت شعبہ کے بھول جانے پر کئی کرنا اس کے منافی ہے کہ اس طرح کی سختی وہاں کی جاتی ہے جہاں کوئی واجب اور ضروری کام ہو۔

۳۳۳ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ إِنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ يَغْتَسِلُ عِنْدَ هَذِهِ وَعِنْدَ هَذِهِ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَجْعَلُهُ غُضًّا وَاحِدًا أَخْبَرَا قَالَ هَذَا أَذْكَى وَأَطْيَبُ وَأَظْهَرُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاوُدَ۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اپنی تمام ادواج کے ساتھ ہم بستر ہوئے پھر ہر ایک سے جماع کے بعد ہر بار غسل فرمایا یا ابو رافع کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ آپ آخر میں ایک ہی غسل کیوں نہیں کر لیتے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اس طرح کرنے سے زیادہ طہارت و صفائی حاصل ہوتی ہے اور یہ عمل نفس کے لیے زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔

ہے۔ (احمد، ابو داؤد)

۱۔ الا اور الا مخفف و مشرود دونوں روایتیں ہیں۔

۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔ یا قویب المعنی ہیں۔ تاکید و بالغہ کے لیے ان کو مکرر لایا گیا ہے۔ علامہ مہیبتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ظاہر یہ ہے کہ تطہیر ظاہر بدن کے لیے اور تزکیہ و تطہیب باطن کے لیے ہے۔ یا اول یعنی تزکیہ اخلاق و عیمہ کے لیے ازالہ کے لیے اور ثانی یعنی تطہیب اوصاف حمیدہ سے آزاد ستہ ہونے کے لیے ہے۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جب آپ نے جملہ ادواج طہارت سے ہم بستر ہونے کے بعد ایک غسل کیا جیسا کہ فضل اول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گذر آوے تعلیم رخصت اور امت کی آسانی کے لیے کیا۔

۳۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہما حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں بعض نے کہا حضرت عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں جنہیں حضرت عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ کا نام اسلم ہے۔ آپ قبلی میں غزوہ بدر سے پہلے اسلام لائے مگر اس غزوہ میں شریک نہ ہوئے۔ البتہ غزوہ احدا و راہ کے بعد کے جملہ غزوات میں شریک ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب حضرت ابو رافع حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام کی خوشخبری لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشی میں ان کو آزاد کر دیا۔

۲۳۴ وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرِو قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَقَالَ بِسُورِهَا وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ مرد عورت کے پچھے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا اور ترمذی نے بوجہ مشک راوی اس لفظ کو زیادہ کیا اَقَالَ بِسُورِهَا یعنی یا عورت کے جوڑے سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔

۱۔ آپ صحابی ہیں۔ بصرہ میں رہائش اختیار کی۔ آپ بصرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ زیادہ نے آپ کو بصرہ کا والی مقرر کیا پھر معزول کر کے خراسان کا والی مقرر کیا۔ آپ نے مرو میں شہد یا شہد میں وفات پائی آپ سے حضرت حسن بصری وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

۲۔ سُورٌ بضم سین و سکون ہمزہ بمعنی شے کا باقی ماندہ حصہ۔ اس کا زیادہ تر اطلاق استعمال کھانے پینے کے بعد بچے ہوئے کھانے اور پانی پر ہوتا ہے۔ مگر یہاں عورت کا بچا ہوا پاک پانی مراد ہے۔ راوی کا شک محض لفظ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان مبارک سے کیا لفظ ادا کیا۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۲۳۵ وَعَنْ حُمَيْدِ الْجَمْعِيِّ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا صَحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِينَ كَمَا صَحَبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ زَادَ مُسَدَّدٌ وَلِيغْتَرِفَا جَمِيعًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَحْمَدُ فِي أَوَّلِهِ نَهَى أَنْ يَمْتَسِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ أَوْ يَبُولَ فِي مَغْتَسِلٍ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

حضرت حمید الجمعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں ایک ایسے شخص کو ملا جسے چار سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی تھی جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مرد و عورت کے پچھے ہوئے یا عورت کے پچھے ہوئے پانی سے غسل کرے۔ اور مسدد نے یہ الفاظ زیادہ کیے وَلِيغْتَرِفَا جَمِيعًا چاہیے کہ دونوں اکٹھے چلو بھریں۔ اسے ابو داؤد و ترمذی اور احمد نے روایت کیا۔ اور امام احمد نے اس کے ابتداء میں یہ الفاظ زیادہ کیے نَهَى أَنْ يَمْتَسِطَ أَحَدُنَا كُلَّ يَوْمٍ یعنی آپ نے میں ہر روز نکلی کرنے سے بھی منع فرمایا۔

عن عبد اللہ بن مسعود

اہل خاٹن پیشاب کرنے سے بھی رکنا۔ اسے ابن ماجہ نے عبد اللہ

بن مسعود سے روایت کیا۔

۱۴۔ حُمَیْدُ الْحَمَیْزِیُّ۔ حُمَیْدُ بَعْمَ حَادِثِیِّ مِیْمِ حَمِیْرِیِّ بِمَعْنٰی مَنَسْبِہِ بِأَنْبَیَاسِ مِیْمِ سُبَاکِیْمِ حَادِثِیِّ مِیْمِ حَمِیْرِیِّ حَمِیْدُ تَالِیْعِیِّ ہوں۔ اور ثقہ و قدما و تابعین بصریین اور ان کے ائمہ میں سے ہیں۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ نے کیا ہے حمید سب اہل بصرہ سے بڑے عالم اور فقیہ ہیں۔

۱۵۔ جو سن سات ہجری میں غزوہ خیبر کے موقعہ پر ایمان لائے۔

۱۶۔ مُسَدَّدُ بَرَدِیْنِ مُعْظَمِ، آپ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مرتبہ اور اکابر تبع تابعین میں سے ہیں

۱۷۔ یعنی دونوں اکٹھے برتن سے چلو پھریں۔ ماری ماری نہ پھریں۔ اگرچہ اکٹھے چلو پھرنے کی صورت میں دوبارہ پانی لینے کے وقت دوسرے کے پیچے پانی سے غسل لازم آئے گا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں جو باب الغسل کی فصل اول میں گزری ہے، اسی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں، مگر اتنی مقدار معاف ہے۔ ممنوع صحت یہ ہے کہ برتن میں پیچے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

۱۸۔ یعنی امام احمد نے حمید حمیری سے اس حدیث کے اس میں یہ کلام زیادہ روایت کیا ہے۔

۱۹۔ معلوم ہونا چاہیے کہ محدثین کے نزدیک ان دونوں احادیث کی سندوں میں کلام ہے۔ اور اگرچہ ترمذی نے حدیث اول کو حرج صحیح کہا ہے۔ لیکن یہی ہے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم یہی ہے کہ محدثین اس حدیث (مرد عورت کے پیچے ہوئے پانی سے اور عورت مرد کے پیچے ہوئے پانی سے غسل نہ کرے) کے اسناد سے خوش نہیں ہیں۔ اور اگر یہ حدیث سند کے لحاظ سے ثابت بھی ہو جائے تو نسخ پر محمول ہوگی۔ اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ساری امت کے کسی ایک نے بھی اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ اور یہ بات محال ہے کہ حدیث صحیح ہو مگر کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا ہو اور اس پر عمل کی ممانعت نہ چلا ہو۔ تاہم شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول میں نظر و اعتراض ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل کے مذہب کے بعض ائمہ نے بطور عبادت اس حدیث پر عمل کیا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں۔ جیسا کہ شرح میں ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔



بَابُ أَحْكَامِ الْمِيَاهِ

پانیوں کے احکام کا باب

یعنی پانی کی مختلف انواع کے احکام کا بیان جیسے بارش کا پانی، زمین کا پانی، چشمہ اور غیر چشمہ کا پانی، کھڑا اور جاری پانی، تھوڑا اور زیادہ پانی، مستعمل اور غیر مستعمل پانی، حیوانات کا جھٹا پانی، سان جوھنوں کا پانی، جو صمراؤں اور بیابانوں میں ہوتے ہیں اور دھوپ سے گرم شدہ وغیرہ پانی جن کا ذکر اس باب میں آیا ہے۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۴۳۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُولِنَ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ الَّذِي لَا يَجْرِي ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُبٌّ قَالُوا كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَنَاوَلُهُ تَنَاوُلًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں جو جاری نہ ہو ہرگز پیشاب نہ کرے اور پھر اس میں غسل کرنا شروع کرے بخاری مسلم اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جو جنبی ہو کھڑے پانی میں غسل نہ کرے۔ لوگوں نے کہا۔ اے ابو ہریرہ پھر کس طرح غسل کرے فرمایا اچھٹوں سے نکال کر جسم پر ڈالے اور غسل کرے

۱۔ یہ گویا پانی میں بول کرنے سے نہی کی علت ہے۔ یعنی عقلند انسان سے دوسرے کو پانی میں بول کر سبیراں میں گھس کر نہانا شروع کر دے۔

۲۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے قلیل پانی مراد ہے کہ کثیر پانی چاہے کھڑا ہو جاری پانی کی طرح ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا اور اس میں غسل کرنا جائز ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے پانی اگر کثیر بھی ہو اور ناپاک بھی نہ ہو پھر بھی اس میں پیشاب نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ الیہا کرنے سے یہ اندیشہ ہے کہ دوسرے بھی اسے دیکھ کر اس میں بول کریں اور عادت بنائیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ پانی میں تبدیلی آجائے۔ تبدیلی سے اس کی صفات رنگ، بو اور مزہ کی تبدیلی مراد ہے۔ پہلی صورت قلیل

پانی میں نہی حرمت کے لیے ہے۔ اور دوسری صورت (ماء کثیر) میں نہی کراہت پر محمول ہے۔ اور لایجری کی قید اس لیے ہے کہ جاری پانی نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ بعض شافعیہ رحمہم اللہ کے نزدیک پانی اگر قلیل ہو مگر جاری ہو تو بھی اس کا استعمال مکروہ ہے غسل کا ذکر اتفاق ہے وضو کا بھی یہی حکم ہے کہ جس پانی سے غسل جائز ہے اس سے وضو بھی جائز ہے اور جس سے غسل جائز نہیں اس سے وضو بھی جائز نہیں۔ پافانہ ناپاک ہونے میں بول کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ نجس اور بدتر ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے یہ سب تفصیل دن کے وقت سے تعلق رکھتی ہے۔ رات کے وقت پانی تقوڑا یا زیادہ جاری ہو یا غیر جاری اہل قضاے حاجت کرنا مکروہ و ممنوع ہے کیونکہ رات کو ایسا کرنے سے جنات کی طرف سے تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ جنات رات کو پانی کی جگہ پر رہتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

۳۵۔ اس سے بھی قلیل پانی مراہ ہے کہ ماء کثیر تو جاری پانی کا حکم رکھتا ہے۔ اور قلیل و کثیر کا معنی فصل ثانی میں مذکور ہوگا۔

۳۶۔ یعنی پانی کو برتن سے ہاتھ میں لے اور باہر کھڑے ہو کر اس سے نہائے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جنبی انسان پانی حاصل کرنے کے لیے اس میں ہاتھ ڈالے اور غسل کرے تو اس طرح پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ہاں اگر ہاتھ دھونے کی نیت سے جنبی انسان نے پانی میں ہاتھ ڈالا تو جیسا کہ شمشی نے کہا، وہ پانی مستعمل ہو جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مائوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ کھڑے پانی میں بول کیا جائے۔ (مسلم)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میری خالہ مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مقدس میں لے کر گئیں۔ اور عرض کیا میری ہمشیرہ کا (یہ) بیٹا بیمار ہے تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی پھر اپنے دھوکیا تو میں نے آپ کے دھوکے پانی سے پی لیا۔ پھر میں آپ کی پشت مبارک کے پیچھے کھڑا ہوا۔ تو میں نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ہر نبوت کو دیکھا جس طرح خجندہ عرسی کا

۳۷۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ - نَوَاحٍ مُسَلَّمٌ -
۳۸۔ وَعَنِ السَّلْبِ بْنِ يَزِيدٍ قَالَ ذَهَبْتُ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجَعُ فَمَسَمَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وُضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْتُ ظَهْرَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوءَةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زَمَرٍ الْحَجَلَةِ -

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

مَنْ هُوَ تَابِعٌ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ آپ بنی امیہ یا بنی شمس کے حلیف تھے سائب ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے۔ سات برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حجة الوداع میں شریک ہوئے۔ آپ غزوہ سال صحابی ہیں سائب اپنے والد قحط سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدینہ منورہ کے بازار کا مال مقرر کیا تھا۔

۱۶۔ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پچا ہوا پانی مراد ہے جو برتن میں یا تری رہ گیا تھا۔ یادہ پانی مراد ہے جو آپ کے اعضاء شریفہ سے الگ ہوا تھا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک پچو کہ ماہ مستعمل نہیں ہے اس لیے ان کے مذہب کے مطابق اس حدیث کے مفہوم و معنی میں مشکل و عیش آتی ہے۔ اس شکل کا حل اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت سائب کو آپ نے علاج کی غرض سے یہ پانی پینے کی اجازت دی۔ یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی آپ کے استعمال کرنے کے باوجود پاک ہی رہتا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آپ کا استعمال کردہ پانی کیوں پاک و طاہر نہ ہوگا۔ حالانکہ وہ آپ کے بدن مبارک سے لگا۔ اور اس پانی کے ساتھ جو نجاست حکمی ذائل ہوئی جو کچھ میں ہے اس نے بدن شریف سے لگنے کے باوجود اس میں کوئی تاثیر نہ کی۔ پھر بعض علماء کرام تو اس طرف گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ طیب و طاہر ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر و باطن اور سر تا پا بالکل پاک و نر کی ہے۔

۱۷۔ وَتَجَلَّ بِتَقْدِيمِ زَادٍ مَكْسُورٍ بِرَأْيِ بَعْضِ ثَنٍ تَجَلَّ بِتَقْدِيمِ مَائِهِ مَهْلِكٍ بِرَجْمِ بَدْوَيْنِ بَكَّةَ فَتَحَّكَ سَاحِلُهُ عَرُوسًا (طحا)
کہہتے ہیں۔ اور یہ خیمہ کی طرح ہوتا ہے جس کو بڑے بڑے ٹپ گے ہوتے ہیں۔ ہر نبوت کو مقدار میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ بعض روایات میں اسے کہتے ہیں کہ اندر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ اللہ وَجَدَ لَآلَہٗ شَرِیفًا لَطِیفًا اور اس کے ظاہر پر یہ الفاظ مرقوم تھے۔ تَوَجَّلَ حَيْثُ نَشِئْتُ فَإِنَّكَ مَنصُورٌ (توجہ ہر رخ کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت تیرے ساتھ رہے گی) اسے ہر نبوت اس لیے کہتے ہیں کہ کتب سابقہ تواریخ انجیل وغیرہ میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطور نعت و صفت بیان کیا گیا ہے۔ پس یہ ہر نبوت آپ کے نبی موعود ہونے کی علامت و نشان تھی یا اس امر کی علامت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری نبی میں آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ علماء کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت یہ ہر نبوت آپ کے کندھوں کے درمیان سے اٹھالی گئی اور صحابہ کرام کو اس سے پتہ چلا کہ آپ اس دنیا سے انتقال فرما گئے ہیں۔ اس کی مزید تحقیق حضور علیہ السلام کے ابواب الشائل میں کتاب کے آخر میں

ان شاء اللہ تعالیٰ آمین

الفصل الثانی

دوسری فصل

۳۹۹ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاقَةِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَنْتَوِبُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ فَقَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخُبْثُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي أُخْرَى لَكَ دَاوُدَ فَإِنَّهُ لَا يَنْجَسُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اس پانی کے بارے میں جو وارو ہونے اور اس میں سے بیابان و صحرائیں ہوتا ہے۔ حالانکہ اس پانی پر موشی اور چمگی درندے پیتے ہیں (کہ کیا یہ پانی پاک ہوتا ہے؟) آپ نے فرمایا جب پانی دو قلعہ کی مقدار ہو تو بلیبیدی کو قبول نہیں کرتا۔ اسے احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کیا اور ابو داؤد کی ایک روایت میں لَا يَنْجَسُ کا لفظ آیا ہے۔

۱۔ حالانکہ اس پانی پر باری باری موشی اور چمگی درندے آتے اور اس سے پیتے اور اس میں بول دگوبر کرتے ہیں۔

۲۔ یعنی اس پانی میں نجاست پڑ جانے سے یہ ناپاک نہیں ہوتا۔ قلعہ یعنی بڑا مٹکا۔ جس میں لوگ پانی ڈالتے ہیں۔ دو اصل قلعہ اپنی چیز کہتے ہیں جیسے پیاز، ادنیٰ کی کوہان۔ سر کی چوٹی۔ مشک کو بھی اس لیے قلعہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ادنیٰ ہوتا ہے۔ اصطلاحاً آدمی ہی اسے اٹھاتا ہے۔ قلعہ کی مقدار چھوٹی اڑھائی مشک ہے۔ اس مشک کو عربی میں قریہ بھی کہتے ہیں۔ اس حلیہ سے دو قلعہ پانچ مشک پانی ہوگا۔ اور یہ چھوٹی مشک ہمارے علاقوں کے مطابق ایک بڑے گھڑے کی مقدار ہوتی ہے۔ اور شرع فریفت کے حلیہ سے یہ پانچ سیر پانی ہوگا۔ تو دو قلعہ پانی دو سو سیر ہوگا۔ بعض علماء نے کہا ہے۔ ایک چھوٹی مشک ایک سو رطل عراقی کے برابر ہوتی ہے۔ اور ایک عراقی رطل ایک سو اٹھائیس درہم وزن کا ہوتا ہے۔ اور ایک سیر شرعی پائیس شیر شاہی پیسے کے وزن کا ہوتا ہے۔

اور اس حدیث میں جو مذکور ہے امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ جب پانی دو قلعہ ہو تو اس میں نجاست پڑ جانے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس کے رنگ، بو اور ذائقہ میں تبدیلی نہ آجائے۔ ہاں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اتنا فرق ہے وہ کہتے ہیں کہ جب بول یا پاخانہ بننے والا ہو تو پانی کو ناپاک کر دے گا۔ مگر یہ کہ بڑے بڑے

تالابوں کی شکل میں ہو جیسے مکہ معظمہ کے راستے میں ہیں ایک نہایت عجیب و غریب بات وہ ہے جو کتب شافعیہ رحمہم اللہ میں مذکور ہے کہ اگر سارا پانی ناپاک ہو اور وہ اسی ناپاک حالت میں رنہ رنہ دو قلعہ کی مقدار کو پہنچ جائے تو وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔ اور جس وقت بھی وہ دو قلعہ سے کم ہو گا تو ناپاک ہو جائے گا۔ گویا قُلَّتَيْنِ کی مقدار ان کے ہاں پانی کے پاک ہونے میں خاص تاثیر رکھتی ہے۔

لے۔ اس حدیث کی صحت میں محدثین کا اختلاف ہے۔ صاحب سقر السعادة نے کہا کہ ایک گروہ محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ایک دوسرے گروہ کے نزدیک صحیح ہے کہ اکابر علمہ حدیث نے اس حدیث کا اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ انتہی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں نہیں ہے۔ علی بن مدینی نے جو آئمہ حدیث اور شیوخ بخاری میں سے نیز امام احمد بن حنبل کے ہم عصر لوگوں میں سے ہیں، کہا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہوئی۔ علمائے کہا ہے کہ یہ حدیث اجماع صحابہ کے خلاف ہے کیونکہ ایک حبشی چاہِ زمزم میں گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم نے سارا پانی نکالنے کا حکم دیا۔ ان کا یہ حکم صحابہ کرام کی جماعت کے ردِ برہ تھا اور کسی نے ان کے اس حکم پر اعتراض نہ کیا۔ واللہ اعلم۔

علماء کرام نے کہا ہے کہ فریقین میں سے کسی کے یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ پانی کے نجس ہونے یا نہ ہونے کی کیا مقدار اور حد ہے۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو آئمہ حنفیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قُلَّتَيْنِ کی حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس پر عمل نہیں کیا گیا بل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ قلعہ کے کئی معنی آتے ہیں۔ جیسے مٹکا، مشکیزہ، پیالہ کی چوٹی وغیرہ اور یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا کہ یہاں اس سے کیا مراد ہے۔

تفصیل مقام یہ ہے کہ اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ پانی کسی چیز سے اور کسی حالت میں ناپاک ہی نہیں ہوتا۔ جاری ہو یا جاری نہ ہو۔ کم ہو یا زیادہ۔ اس کا رنگ، بو اور مزہ بدل چکا ہو یا نہ بدلے ہو اور فقہاء و محدثین کے مجموعہ علماء اہل پر میں کہ اگر پانی کثیر ہو تو ناپاک نہ ہو گا۔ قلیل ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور وہ جو بیرونِ غایت والی حدیث میں آیا ہے کہ اَلْمَاءُ قَلِيلٌ وَلَا يَنْجُسُ شَيْ (پانی پاک چیز ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی) اور اصحاب ظاہر اسے اپنے لیے دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، تو ان کا استدلال درست نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں الماء سے کثیر پانی مراد ہے۔ اور ما قلیل و کثیر کی مقدار میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بخاری نے اسے جس پانی کا رنگ بو اور ذائقہ بدل جائے وہ قلیل ہے۔ اور جس کا نہ بدلے کثیر ہے۔ ان کے ہاں تبدیلی اور عدم تبدیلی ہی کثیر و قلیل کا معیار ہے۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما کے نزدیک جب پانی قُلَّتَيْنِ کی مقدار ہو تو کثیر ہے اس سے کم ہو تو قلیل ہے۔

امام ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب کے نزدیک اگر پانی اتنا ہو کہ ہلانے سے اس کے اجزاء الگ الگ نہ ہو جائیں بعض کے نزدیک فصل کے وقت بعض کے نزدیک وضو کے وقت اور بعض کے نزدیک نہوسے ہاتھ دھونے کے وقت اس کے اجزاء الگ الگ نہ ہو جائیں تو وہ کثیر ہے۔ ورنہ قلیل ہے۔ متاخرین مشائخ رحمہم اللہ کے نزدیک قلت و کثرت کا معیار پھیلاؤ کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے بعض کے نزدیک وہ درجہ بعض کے نزدیک پندرہ در پندرہ۔ بعض کے نزدیک بیس در بیس۔ اور بعض ظن غالب کا اعتبار کرتے ہیں۔ اگر ظن غالب یہ ہو ایک جانب نجاست پڑنے والی دوسری جانب پہنچ گئی ہے تو وہ پانی ناپاک سمجھا جائے گا۔ اور اس سے وضو کرنا روا ہو گا۔ ورنہ ناپاک مقصود ہو گا۔ اور اس سے وضو جائز نہ ہو گا۔ اس مسئلہ کے دلائل کی تحقیق و تفصیل شرح سفر السعاده میں بھی کر دی گئی ہے۔ وہاں انہیں دیکھ لیا جائے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کیا ہم لوگ بھینسہ کنویں سے وضو کر لیا کریں۔ حالانکہ یہ وہ کنواں ہے جس میں حیض کی ٹاکیاں، کتوں کے گوشت اور بدبو دار چیزیں پھینکی جاتی ہیں۔ آپ نے جواب دیا اس کنویں کا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کر سکتی۔

۴۴۰. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَوَضَّأُ مِنْ بُرْصَاعَةٍ وَهِيَ بُرْتُلَقِي فِيهِ الْحَيْضُ وَلَحُومُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْبَاءَ طَهُورٌ لَا يَبْغِضُهُ شَيْءٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ

(احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۱۔ بُرْصَاعَةُ بھم باموحدہ وضاوہجہ۔ یہ مدینہ منورہ میں مشہور کنواں ہے۔ (مگر آج اس نام میں مدینہ منورہ کی عمارات کی توسیع کے باعث آبادی میں آچکے ہیں۔ اور اس کا کوئی نشان باقی نہیں)

۲۔ حَيْضُ بکسر حاء فتح یا حنیفہ کی جمع ہے۔ بمعنی کپڑے کا ٹکڑا (ٹائی) جو خون حیض سے آلودہ ہو۔

۳۔ مَنْ۔ بفتح نون و سکون تا بمعنی بدبو۔ یہاں بدبو دار چیزیں مراد ہیں۔

۴۔ کیونکہ اس کا پانی بہت اور چشمہ دار ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ کنواں اُس وقت جاری تھا اور نہر کی طرح اس کا پانی باغات کو سیراب کرتا تھا۔ اگرچہ وہ درودہ نہ تھا۔ اور اتنی مقدار میں بھی نہ تھا کہ حرکت دینے سے اس کا اجزاء الگ الگ نہ ہوں اس میں غور کرو۔ مشائخ کی بعض روایات میں آیا ہے کہ اخاف کے مذہب میں چشمہ دار کنواں جاری پانی کی طرح ہے

۴۴۱. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ تَوَضَّأَ مِنْ بَرْدٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

۱۔ یعنی دس گز ضرب دس گز رقبہ میں پھیلا ہوا پانی کثیر مقصود ہو گا۔ اس مقدار سے کم پانی قلیل ہو گا۔ مترجم غفرلہ۔

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ اِنَّا نَزَعْنَا الْبَحْرَ وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِیْلَ
مِنَ الْمَاءِ فَاِنْ تَوَضَّأْنَا بِہِ عَطِشًا اَفْتَنَحْضًا
بِمَاءِ الْبَحْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هُوَ الطَّهْوُ مَاءٌ لَا وَالْجَلَّ
مِیَّتَہُ رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابُو
دَاوُدَ وَالتِّسَاخِیُّ وَابْنُ مَاجَہَ وَ
الدَّارِیْمِیُّ۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ
ہم لوگ سمندر کا سفر کرتے ہیں۔ اور اپنے ہمراہ تھوڑا پانی لے
کر چلتے ہیں اگر اس پانی کے ساتھ ہم وضو کر لیں تو پیا پس نہیں
تسائے گا کیا ہم لوگ سمندر کے پانی سے وضو کر لیا کریں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور
اس کا مردار (مچھلی) حلال ہے۔

(مالک، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ)

(داری)

۱۔ گویا صحابہ کرام نے سمندر کے پانی سے وضو کرنے کو بعید (ممنوع) خیال کیا۔ اور یہ خیال انہیں اس آیت کی تخصیص
سے پیدا ہوا۔ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا۔ اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا اور سمندر کا پانی بارش کے
پانی سے اوصاف میں مختلف ہوتا ہے۔

۲۔ مراد مچھلی ہے کہ اسے ذبح نہیں کیا جاتا۔ میثیہ بفتح میم واصل اس حلال جانور کو کہتے ہیں جو بے ذبح مردے
مچھلی کا ذبح یہی ہے کہ اسے شکار کر لیا جائے اور پانی سے نکال لیا جائے۔ اور جو مچھلی شکار کرنے سے پہلے پانی میں
ہی مری چکی ہو۔ مذہب حنفی میں اس کا کھانا حلال نہیں اس مسئلے کی مزید تحقیق کتاب الصيد والقبائح میں انشاء اللہ
العزيزی آئے گی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ الجن کے
مرقعہ پر انہیں فرمایا تیرے برتن میں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا تیز
(کھجور کا پانی) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو طیب
کھجور اور پاک پانی ہے اتنی مقدار تک اس حدیث کو ابو داؤد
نے روایت کیا۔ اور احمد و ترمذی نے یہ الفاظ زیادہ کیے
فَتَوَضَّأُوا مِنْہُ قُوا اس سے آپ نے وضو کیا اور ترمذی
نے کہا ابو ذر یہ مجہول ہے۔ اور علامہ سے صحیح روایت سے

۳۲۲ وَعَنْ أَبِي زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْبَحْرِ مَا فِي أَدَاوَتِكَ
قَالَ قُلْتُ نَيْيِدٌ قَالَ تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَ
مَاءٌ طَهُوْرٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَزَادَ
أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ فَتَوَضَّأُوا مِنْہُ وَقَالَ
التِّرْمِذِيُّ أَبُو زَيْدٍ مَجْهُولٌ وَصَحَّ
عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ

قَالَ لَمَّا كُنْ لَيْلَةَ الْيَحْيٰ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاكَ مُسْلِمٌ
ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا میں لیلۃ الجحین کو
حضرت مصطفیٰ اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھا۔ اسے مسلم نے روایت کیا۔

۱۔ ابو زید مخزومی جو تابعین سے ہے اور عمرو بن محریث کا اکابر وہ علامہ بخاری نے جس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے۔

۲۔ یہ وہ بات ہے جس میں جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور نے
انہیں اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن پڑھا۔ یہ جنات اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کے سامنے حال بیان کیا۔
جیسا کہ قرآن میں یہ قصہ صراحتہ مذکور ہے۔ اہل موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔ حضرت
عبداللہ بن مسعود خدمت اقدس میں حاضر تھے اور جھاگل بھی ان کے پاس تھی۔

۳۔ لہذا اس کے ساتھ وضو کرنا بلاشبہ درست ہے۔

۴۔ ترمذی نے اس حدیث پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے کہ ابو زید جس کی روایت عبداللہ بن مسعود سے ہے
مجهول شخص ہے۔ اور علامہ نے کہا ہے کہ ابو زید جو ابن حریث کا آزاد کردہ غلام ہے کہاں نے نبیذ سے وضو کرنے کی حدیث
عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ اور اس سے ابو فرارہ نے روایت کی، اس کی حدیث صحیح نہیں اور بخاری نے اسے منعفاء
میں شمار کیا ہے۔ اور حاکم نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور علامہ نے کہا ہے کہ اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی
حدیث نہیں اور بعض نے ابو فرارہ کو بھی ضعیف کہا ہے۔ اور معانی صحیح میں آیا ہے کہ حضرت علقمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود
سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں لیلۃ الجحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت علقمہ بن قیس کہ مشہور تابعی اور بڑی اونچی شان والے فقیہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ صحابہ کرام بھی ان سے
علم کی باتیں پوچھا کرتے تھے۔ اور یہ علقمہ طور طریقے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت مشابہت
رکھتے تھے۔ ۱۲۔ میں فوت ہوئے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

۵۔ اور جب کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو حدیث مذکور
جو ان کے ہمراہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ صحیح نہ ہوگی۔

معلوم ہونا چاہیے کہ نبیذ تہیہ ہے کہ کھجور کو چند روز کے لیے پانی میں ڈال دیں۔ تاکہ اسکا مٹھاس نکل آئے اسکا
میں تیزی پیدا ہو جائے۔ یہ خیرہ جب تک خوب تیز نہ تند نہ ہو حال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ نبیذ بنایا جاتا تھا
اس نبیذ کے تمام مسائل و احکام باب الاخریۃ میں انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔

کھجور کے اس شیرے کے ساتھ وضو کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک اگر خالص پانی میر نہ آئے تو پھر اس نبذ کے ساتھ وضو کرنا جائز ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے تمیم جائز نہیں۔ حنفیہ اس حدیث کو جو ابو دینار نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اپنے مذہب کے لیے بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور شافعی حضرات گذشتہ معلوم شدہ وجہ کی بنا پر اس حدیث میں طعن اور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ مگر تحقیقی بات یہ ہے کہ حق سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہے۔ اور ادیان حدیث کی جہالت اس وجہ سے مندرجہ اور غیر موثر ہے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ لیلۃ الجمن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنات کو دعوتِ حق دینے میں مصروف ہوئے تھے اس وقت آپ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ بٹھا کر ان کے ارد گرد ایک دائرہ لگا دیا تھا اور فرمایا تھا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا اور یہ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس رات کو حضور علیہ السلام کے ساتھ نہ تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جنات کے ساتھ گفتگو کے وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا۔ یا حبیب حضور علیہ السلام مدینہ منورہ سے ان جنات کی جانب روانہ ہوئے اس وقت میں آپ کے ساتھ نہ تھا بلکہ رات کے آخری حصہ میں آپ کے ساتھ جا کر ملا۔ یہاں کافی طویل گفتگو ہے۔ شرح عزلی میں پوری بسط و تفصیل سے درج کی ہے وہاں دیکھنی چاہیے۔

حضرت کبشہ بنت کعب بن مالک رضی اللہ عنہا سے جو حدیث ارتداد
رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے نکاح میں تھیں روایت ہے فرماتی ہیں
حضرت قتادہ میرے پاس تشریف لائے تو کبشہ نے ان کے
وضو کیے برتن میں پانی ڈالا اس نے میں ایک بی پانی پینے کیلئے
آئی تھی حضرت قتادہ نے اس کے لیے برتن جھکا دیا یہاں تک کہ
بی نے اس برتن سے پانی پی لیا حضرت کبشہ کہتی ہیں حضرت قتادہ
نے میری طرف دیکھا کہ میں (تعب سے) ان کی طرف دیکھ رہی ہوں
فرمایا اے میرے بھائی کی بیٹی کیا تو تعجب کر رہی ہے میں نے کہا
ہاں۔ اس پر حضرت قتادہ نے فرمایا بے شک رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بی بی غنیمت ہے بے شک وہ اگر زہرے تو
ان جانوروں میں سے ہے جو تمہارے پاس کثرت سے آتے

۴۴۳. وَعَنْ كَبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ
وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ أُمِّ أَبِي
قَتَادَةَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءًا
فَجَاءَتْ هَرَّةٌ تَشْرَبُ مِنْهُ فَأَصْغَى لَهَا
إِلَّا نَاءً حَتَّى شَرِبَتْ قَالَتْ كَبْشَةُ فَرَأَيْتُ
أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ الْعَجَبَيْنِ يَا ابْنَةَ أَخِي
قَالَتْ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ
بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينَ عَلَيْكُمْ أَوْ
الطَّوَافَاتِ دَوَاكٍ مَالِكٌ وَاحْمَدُ وَ
الترمذی وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيْسَانِيُّ وَابْنُ

مَکَابَہَ وَالذَّارِعَاتُ۔

جہاں سے پانی اُسی جگہ سے تھوڑا سا دھو لیا جائے

پانی آنا بیکثرت سے ہے۔ اسے امام مالک، احمد، ترمذی، ابو داؤد

نسائی، ابن ماجہ اور واسی نے روایت کیا۔

۱۔ یعنی کبشۃ الفساریہ کبشۃ لفتح کاف و سکون باد موصدہ آپ حضرت کعب بن مالک الفساری رضی اللہ عنہ جو مشاہیر صحابہ میں سے ہیں، کی صاحبزادی ہیں۔ غزوہ تبوک میں آپ کے پیچھے رہ جانے کا قصہ بھی مشہور ہے۔ حضرت کعب کی یہ لڑکی حضرت ابوقحافہ جو مشہور صحابی ہیں کبیشۃ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوقحافہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ درجہ کے سواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ابن جان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حضرت کبیشۃ کو بھی شرف صحابیت حاصل ہے۔ کذا فی التقریب۔

۲۔ بعض روایات میں فکبت بصیغہ متکلم بھی آیا ہے۔

۳۔ تاکہ وہ آسانی سے پانی پی سکے۔

۴۔ یعنی میں نے تعجب سے ان کی طرف دیکھا کہ آپ اس برتن سے بلی کو پانی پلا رہے ہیں جو وضو کے لیے رکھا گیا تھا۔

۵۔ حضرت ابوقحافہ نے یہ الفاظ عربوں کی عادت کے مطابق فرمایا اہل عرب کی عادت ہے کہ مخاطب کو برادر زادہ

یا ابن عم کہتے ہیں۔ اگرچہ واقع میں اس طرح نہ ہو اور انختہ اسلامی تو ہر حال میں موجود ہے۔

۶۔ یعنی بلی ایسی نجس چیز نہیں کہ برتن میں اس کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہو جائے۔ نجس بکسریم یعنی پلید اور لفتح جیم

بھی پڑھا گیا ہے یعنی پلیدی۔

۷۔ لہذا لفظ اولاد ہی کے شک کی بنا پر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے من الطوائف فرمایا یا من الطوائف

فرمایا طوائف اور طوائف صیغہ بالغہ ہے جو غلبہ اور کثرت کے لیے آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ کثرت سے تمہارے

اور گرد گھومتی رہتی ہے اگر اس کے جوڑے کو ناپاک قرار دے دیں تو اس سے تم شفقت میں پڑ جاؤ گے۔ اس وجہ سے ہولت

کو نظر رکھا گیا ہے۔ یا من الطوائف علیکم ادا الطوائف سے یہ مراد ہے کہ بلی ہر وقت محتاجوں اور سائلوں کی طرف

تمہارے اور گرد گھومتی ہے اس لیے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی ضرور ہونی چاہیے بہر حال دونوں مذکورہ معنوں کے مطابق

اس کے ساتھ ترمیمی اور چشم پوشی چاہیے۔

پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جوڑا مکروہ ہے اگر اور پانی نہ ہو تو پھر بلی کے جوڑے پانی سے وضو

کرے تیمم کرنا جائز نہیں۔ اور اگر دوسرے پاک پانی کے ہوئے بلی کے جوڑے پانی سے وضو کیا تو جائز ہے مگر مکروہ

ہے اور امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک بلی کا جوڑا پاک ہے پھر حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک

اس لیے مکروہ ہے کہ حدیث میں ملی گوشتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ اور درندوں کا جٹا نجس ہے۔ لیکن حدیث انہا من الطوائین اس کو نجاست سے کراہت کے درجے پر آثار لائی ہے۔

۴۴۲. وَعَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ
أُمِّهِ أَنَّ مَوْكَاهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيسَةٍ
إِلَى عَائِشَةَ قَالَتْ فَوَجَدْتُهَا قُصْلِي
فَأَشَارَتْ إِلَيَّ أَنْ ضَعِيهَا فَجَاءَتْ هِرَّةٌ
فَأَكَلَتْ مِنْهَا فَلَمَّا انْصَرَفَتْ عَائِشَةُ
مِنْ مَلَاتِهَا أَكَلْتُ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ
الْهِرَّةُ فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا لَيْسَتْ بِنَجَسٍ
إِنَّهَا مِنَ الطَّوَائِفِ عَلَيْكُمْ وَإِنِّي رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ
بِفَضْلِهَا - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

حضرت داؤد بن صالح بن دینار سے دعاچی ماں سے روایت کرتے ہیں
کہان کی ماں کو آزاد کرنے والی عورت نے اس کو حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ہریشہ دے کر بھیجا۔ اس ماں بڑیا
نے کہا میں نے حضرت عائشہ کو نازہ پٹھتے پایا۔ نماز کی حالت
میں ہی مجھے اشارہ کیا کہ اسے رکھ دے۔ پھر ایک ملی اُٹا اور
اس میں سے اس نے کھانا شروع کر دیا جب حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا غامدہ سے فانس ہوئیں تو وہیں سے ہریشہ کھانا شروع
کر دیا جہاں سے ملی نے کھایا تھا۔ اور فرمایا۔ بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پللیا پیر نہیں ہے
اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ملی
کے جوٹے پانی سے وضو کیا۔ (ابوداؤد)

۱۔ داؤد بن صالح مدنی ہیں اکابر تابعین میں سے ہیں۔ انصار کے آزاد کردہ غلام ہیں بعض نے کہا آپ حضرت
البتادہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۲۔ ہریشہ ایک مشہور کھانا ہے۔ یہ ہر س بمعنی کوٹنے سے مشتق ہے اور رغوب چبا کر کھانے کے معنی میں
بھی آتا ہے۔

۳۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا اشارہ کرنا غامدہ کے اندر بھی جائز ہے۔ اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔
بعض فقہی روایات میں آیا ہے مطلب ظاہر کرنے والا اشارہ مفید نماز ہے۔ یہ حدیث اس فقہی روایت کے خلاف ہے۔
در اصل مفید نماز یا تو کلام ہے یا عمل کثیر۔

۴۔ گویا اس عورت کو حضرت عائشہ کے اس فعل سے تعجب ہوا۔ اور اس نے حضرت عائشہ سے سوال کیا جس کے
جواب میں آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملی ناپاک نہیں ہے۔

۴۴۵. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
حَضْرَتُ جَابِرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ رَوَايَتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَوْنَا بِمَا
اَفْضَلَتِ الْحُمْرُ قَالَ نَعَمْ وَيَمَّا اَفْضَلَتِ
السَّيَاحُ كُلُّهَا - رَوَاهُ فِي شَرْحِ الشُّنُوْ

سے صیانت کی گئی کیا ہم لوگ گھوڑوں کے پیچے ہوئے پانی سے
دھو کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ بلکہ تمام دھندوں کے
جوئے پانی سے بھی دھو کر ناجائز ہے۔ اسے شرح سنتہ میں

روایت کیا۔

۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کا جوٹا پاک ہے۔ امام شافعی کا مذہب یہی ہے۔ اخاف کے نزدیک دھندوں
کا جوٹا ناپاک ہے کیونکہ درندوں کا لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے۔ اسیان کا گوشت نجس ہے۔ امام احمد کا مذہب بھی ان کے
اصحاب کی مختلف روایات کے مطابق یہی ہے اور جو احادیث درندوں کے جوئے کی طہارت میں واسطہ ہوئی ہیں ان کی صحت
میں کلام ہے اور اگر ان احادیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ یہ بڑے بڑے حضوں اور تالابوں کے بائے
میں ہیں۔ جبریا بانوں اور صحراؤں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اور اگر اس حدیث سے علی العموم تمام درندے
مراد لیے جائیں تو پھر سکتے کا جوٹا بھی پاک ہوگا۔ حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔

فانکلا۔ محیط میں ہے کہ کتا اگر انسان کے عضو یا اس کے کپڑے کو بکڑے اگر غصے کی حالت میں بکڑے تو ناپاک
نہ ہوگا اور اگر مزاج اور لاڈ پیار کے طور پر بکڑے تو ناپاک ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے غصہ کی حالت میں وہ صرف
دانتوں سے چیز کو بکڑتا ہے۔ اس کے دانتوں میں رطوبت نہیں ہوتی۔ اور مزاج کی حالت میں لبوں سے بکڑتا ہے اور لب
تری سے آلودہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شحنی نے کہا۔

۴۴۷ وَعَنْ اُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ اَغْتَسَلْتُ رَسُوْلَ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ مَيِّمُوْنَةٌ
فِي قَصْعَةٍ فِيْهَا اَثَرُ الْعَجِيْنِ - رَوَاهُ
النِّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا دونوں نے ایک
ہی ٹب میں سے غسل کیا جس میں آٹے کا نشان موجود تھا۔
(نسائی، ابن ماجہ)

۱۔ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا۔ آپ کا نام فاختہ تھا۔ بعض نے عاتکہ بتایا ہے۔ فتح مکہ کے سال ایمان
لائیں۔ ان سے حضرت علی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین کی ایک جماعت کثرت نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ شہید
کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہیں۔

۲۔ یعنی اس ٹب میں باقی ماندہ آٹے کا نشان موجود تھا۔ بعض نے کہا ہے یہ نشان زیادہ نہ تھا۔ جس سے پانی میں
تغیر آجائے۔ جیسا کہ شافعیہ نے کہا ہے اور ہمارے ہاں اگر کسی پاک شے کے پڑنے سے کوئی ایک دسٹ بدل گئی

تو بھی جائز ہے مگر جب کہ اس کا سیلان طبعی جاتا ہے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۴۷ عَنْ یَحْیٰی بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ
اَنَّ عُمَرَ خَرَجَ فِي رَاكِبٍ فِيهِمْ عُمَرُو
ابْنُ الْعَاصِ حَتَّى وَاَدُّوا حَوْضًا
فَقَالَ عُمَرُ وَيَا صَاحِبَ الْحَوْضِ هَلْ
تَرُدُّ حَوْضَكَ السَّبَاعُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ
الْخَطَّابِ يَا صَاحِبَ الْحَوْضِ لَا تُخْبِرُنَا
فَاَنَّا نَرُدُّ عَلَى السَّبَاعِ وَتَرُدُّ عَلَيْنَا رَوَاهُ
مَالِكٌ وَزَادَ رَزِينٌ قَالَ زَادَ بَعْضُ
الرُّوَاةِ فِي قَوْلِ عُمَرَ وَافِي سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ لَهَا مَا أَخَذْتُ فِي بَطُونِهَا وَمَا
بَقِيَ فَهَوَّلْنَا طُهُورًا وَشَرَابًا۔

حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں
بے شک عمر رضی اللہ عنہ سواروں کی ایک جماعت میں جن میں حضرت
عمر بن العاص بھی تھے، شہر سے باہر تشریف لے گئے یہاں تک
کہ وہ ایک حوض پر پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ
حوض والے کیا تیرے حوض پر درندے بھی (پانی پینے) آتے ہیں
اس پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے صاحب
حوض ہیں اس یا سے میں کوئی خبر نہ دے کہ ہم درندوں پر وارد
ہوتے ہیں اور درندے ہم پر وارد ہوتے ہیں اسے ملک نے
روایت کیا۔ زین نے کچھ الفاظ زیادہ روایت کیے اور کہا کہ بعض
راویوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں یہ الفاظ کیے۔ بیشک
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے درندوں
کے لیے یہ حد جائز ہے انہوں نے اپنے شگموں میں ڈال لیا اور جو باقی
رہ گیا وہ ہمارے لیے پاک ہے اور پینے کے لیے بھی جائز ہے۔

۱۵۔ حضرت یحییٰ بن عبد الرحمن تابعی ہیں۔ مدنی ہیں ثقہ ہیں بلند مرتبہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ اور مشہور صحابی حضرت عطاء بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے دوہوتے ہیں۔

۱۶۔ یعنی تیرا ہمیں خبر دینا نہ دینا برابر ہے۔

۱۷۔ یعنی ان حوضوں میں بہت پانی ہوتا ہے اس لیے کبھی ہم پینے آ جاتے ہیں اور کبھی جنگلی درندے آ جاتے ہیں ان
کے پی جانے سے کوئی ضرر و نقصان نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حوضوں کے بارے میں دریافت

۴۴۸ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

عَنِ الْحِیَاضِ الَّتِیْ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ
تَرِدُهَا السَّبَاعُ وَالْکَلَابُ وَالْحُمْرُ
عَنِ الظُّهْرِ مِنْهَا فَقَالَ لَهَا مَا حَمَلَتْ
فِی بَطْنِهَا وَلَنَا مَا غَبَرَ طُحُورٌ رَوَاهُ
ابْنُ مَاجَهٗ۔

۴۴۹ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَا
تَغْتَسِلُوا بِالْمَاءِ الْمُسْتَمْسِ فِیْهَا
یُورِثُ الْبَرَصَ۔

(رَوَاهُ الدَّارِ قُطْنِیُّ)

(دارقطنی)

کیا گیا جو کہ منظم احادیث منورہ کے درمیان واقع ہیں کہ ان سے دزدے
اور کتے اور گدھے پانی پیتے رہتے ہیں کہ ان سے طہارت حاصل
ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کے لیے ہمدہ جانوں نے اپنے
ٹنگوں میں ڈال لیا جو باقی رہا وہ ہمارے لیے ہے۔ اور وہ پاک
کرنے والا ہے۔ یعنی اس سے غسل ضرور جائز ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے
فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص
کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔

۱۔ یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مروج ہونا درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکا۔
جیسا کہ علمائے کبار سے تنزیہ الشریعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے لیے دھوپ میں پانی گرم کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے تمیرا یا نہ کر کہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہوتی
ہے۔ اسے ابو نعیم نے طب میں اور دارقطنی نے افراد میں اور سنن میں روایت کیا۔ حضرت ابن جان نے حضرت انس
رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا دھوپ سے گرم شدہ پانی سے غسل نہ کرو کہ اس سے برص کی بیماری لاحق ہوتی ہے۔
اگر کہا کہ ان احادیث کی سندوں میں جھوٹے اور اپنے پاس سے حدیثیں گھڑنے والے راوی ہیں۔ ان لوگوں کی حدیث قابل قبول
نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں۔ تاہم اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ قول ثابت
شده ہے۔ اور امام شافعی نے اسے ایسی سند سے روایت کیا ہے جس کے رجال ثقہ ہیں۔ مگر ابواہیم راوی کہ اس میں
اختلاف ہے۔ اور اس کا شیخ مدقہ ضعیف ہے۔ اور دارقطنی ایک اور طریقہ سے لایا ہے اور منذری نے اس کی تحسین
کی ہے۔ والہ اعلم۔

دوسری بات یہ ہے کہ مؤلف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول جو نقل کیا ہے غسل کے ساتھ خاص ہے۔ اور
مفرا السعادة میں فرمایا دھوپ سے گرم شدہ پانی کے استعمال کے بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں یہ بات غسل وضو
وغیرہ سب کو شامل ہے۔ پوشیدہ نہ ہے کہ مذکورہ قول کے ثابت ہونے کی صورت میں بھی اس بیماری کا لاحق ہونا
اس وقت ہے جب کہ اس کی عادت بنائے۔ یا اس بیماری کے معارض و مانع کے نہ ہونے کے وقت ہے۔ جیسا کہ

بعد میں منسوخ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ اسی پر جو فرمایا کہ پہلی مرتبہ مٹی سے دھوئے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔ ابو داؤد کی روایت میں
الخواہن کا لفظ آیا ہے۔ یعنی آخری بار اور تریڈی میں اولہاں اور خواہن آیا ہے۔ یعنی پہلی بار یا آخری بار مٹی سے دھوئے
اور ہزار کی ایک روایت میں احداہن کا لفظ آیا یعنی سات میں سے ایک بار۔ اور احمد کی ایک روایت میں یوں آیا ہے
کہ اول آٹھ بار پانی سے دھوئیں پھر مٹی کے ساتھ۔

۲۵۱ وَعَنْهُ قَالَ قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْا وَهَرِيْقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجَلًا مِنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنْوَبًا مِنْ مَّاءٍ فَاَتَمَّ اَبِشْتَمُومِيْرِيْنِ وَلَمْ يَبْعَثُوْا مُعَرِّدِيْنِ۔ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

انہیں سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر مچاپ
کرنا شروع کر دیا۔ لوگ اس کے دسپے ہو گئے تو ان سے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو کہ بول کہ سچا اے بول
پر ایک ڈول پانی کا بہا دو۔ کیونکہ تمہیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا
گیا ہے تمہیں تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اسے بخاری نے
روایت کیا۔

۱۔ اعراب، عرب کے باویہ نشینوں کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں عجم کے باویہ نشینوں کو بھی اعراب کہتے ہیں۔
۲۔ سجال من ماء اور ذنوب من ماء۔ یہ بادی کا شک ہے کہ حضور نے سجال فرمایا یا ذنوباً۔ یہ اس
صورت میں ہے جب کہ سجال و ذنوب مترادف الفاظ ہوں۔ بعض کہتے ہیں سجال۔ یعنی سین و سکون جیم، بڑے ڈول کو کہتے
ہیں جو پانی سے بھرا ہوا ہو۔ اور ذنوب اس ڈول کو کہتے ہیں جو پوری طرح بھرا ہوا نہ ہو۔ اس صورت میں لفظ اوخیر کے
لیے ہوگا۔ درست یہی ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی پانی سے بھرا ہوا بڑا ڈول۔ اور اس کا شک کے لیے ہے۔

۳۔ یعنی تم دین میں آسانی دہریانی کے لیے پیدا ہوئے ہو۔

۴۔ تم دشواری پیدا کرنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ دلائل یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کہ آپ
دین و شریعت میں خایت رفیق و ہر بانی اور سہولت و سہولت کی صفت سے موصوف ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کو بھی
جو آپ کے قریب تھے اس صفت سے موصوف فرمایا۔ ان کلمات سے آپ کا مقصود یہ تھا کہ صحابہ کرام مسجد میں بول کرنے
والے اس اعرابی سے نرمی اور ہر بانی کا سلوک کریں۔

۵۔ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پانی پہانے سے ناپاک زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ بہایا ہوا پانی نجاست پر غالب آ جاتا ہے۔ اور یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نجاست کا فضلہ اہل جہنم وغیرہ جو
پٹروں یا بدن پر پڑے ہیں۔ ان سے بھی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ یوں ہی چٹائی دھوتے وقت جو قطرے

زمین پر گرتے ہیں وہ بھی پاک ہیں۔

یہاں علماء کا اختلاف ہے۔ قول مختار یہ ہے کہ جو قطرے اور چھینٹے محل کے پاک ہونے کے بعد الگ ہو کر گریں وہ پاک ہیں اور جو قطرات محل کے طہارت سے پہلے اس سے جدا ہوں۔ وہ ناپاک ہوں گے۔ اور اگر محل سے جدا ہونے کے بعد ان کا تنگ اور بے تبدیل ہو جائے تو وہ بالاتفاق ناپاک تصور ہوں گے۔ کذا فی مجمع البحار طبعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ یہ حدیث اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ زمین جب ناپاک ہو جائے تو خشک ہو جانے سے پاک نہ ہوگی۔ مگر زمین اکھیر نادریٹی الناکرہینکنا ضروری نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک خشک ہوجانے کے بعد زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اور اگر زمین کو خشک ہونے تک نہ چھوڑیں بلکہ گیلی ہی استعمال کرنا چاہیں تو پھر اتنی جگہ اکھیر کر خاک اٹھا کر پھینک دینی چاہیے کہ پاک ہو جائے۔ انتہی۔ معلوم نہیں ہمارے اصحاب نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ قوم (صحابہ) نے اس جگہ کے خشک ہونے سے پہلے اس پر غار پڑھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ فوراً پانی بہانے سے مقصد یہ تھا کہ نجاست کا اثر ہلکا ہو جائے۔ اور بول کی بواہ اس کا رنگ پانی کے غلبہ سے جاتا رہے اور پاک خشک ہونے سے ہی ہوئی ہو۔ یہ حدیث اس سے خاموش ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۲ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزِرُمُوهُ دَعُوهُ فَتَرَكُوهُ حَتَّى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَقَالَ لَهُ إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَقْضِلُهُمْ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَالْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللَّهِ وَالْقُلُوبِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک اعرابی آیا اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے کہہ نہ کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بول کہنے سے نہ روکو اسے چھوڑ دو (اس پر) صحابہ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے بول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے کہا کہ یہ مساجد بول اور گندگی کے لیے نہیں ہیں یہ تو اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں یا جو لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ راوی کہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم میں سے ایک آدمی کو حکم دیا وہ آدمی پانی کا ایک ڈول بھر کر لایا اور اس

بول پر بہا دیا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَامْرُؤٌ جَلَّ مِنْ

(بخاری مسلم)

النَّوْمِ فَخَافَ بِدُلُوقِ قَائِمِ فَتَنَةٍ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

۱۷۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا اسے کپڑا اور اس کے درپے ہونا جس کا گذشتہ حدیث میں ذکر آیا ہے محض زبان سے تھا۔ ہاتھوں سے نہ تھا۔ بشرطیکہ دونوں حدیثوں میں مذکور قصہ ایک ہی ہو۔

۱۸۔ ازہرام زراکی را پر تقدیم کے ساتھ بمعنی کسی کا بول بند کر دینا۔ زرم بمعنی بول یا السنوڈل وغیرہ کا بند ہو جانا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجنبی اور نادان لوگوں پر غایت شفقت و مہربانی اور علم و کرم کا اظہار ہے اسی لیے آپ نے اس سے تعرض کرنے والوں کو منع فرمایا اور اس شخص کو نہایت نرمی و شفقت سے نصیحت فرمائی۔ اور صحابہ کرام کو منع کرنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ مسجد تو آلودہ ہو گئی اب اسے بول کے درمیان بول کرنے سے روکنے میں اس کے لیے ضرر و تکلیف کا باعث ہے اور اس کے ساتھ اس کے کپڑوں اور مسجد کی دوسری جگہوں کے ناپاک ہونے کا خدشہ ہے۔

۱۹۔ اوکما قال۔ یہ لفظ دراصل وہاں لاتے ہیں جہاں راوی کو یاد نہ رہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کو کونسا لفظ بولا تھا۔ یہ لفظ حرمین نے کہا یا اس سے ملتا جلتا کوئی اور لفظ تھا۔

۲۰۔ سَقٌّ بمعنی پانی بہانا۔ اور پانی بہانے اور اسے بکیر نے کا معنی مطلوب ہو تو اس کے لیے لفظ سَقٌّ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی شین مجمر کے ساتھ اس حدیث میں متعدد معتبر نسخوں کے مطابق سین مجملہ کے ساتھ ہے۔ بعض نسخوں میں شدہ آیا ہے یعنی شین مجمر کے ساتھ۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ بتائیں جب ہم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے اور کپڑے کو اس سے کس طرح پاک کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے تو چاہیے کہ تاخوڑ اور انگلیوں کے سروں سے اس جگہ کو مٹے۔ پھر اس جگہ کو پانی سے دھوئے۔ پھر اس میں نادر پڑھوئے۔

۲۱۔ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ سَأَلْتُ امْرَأَةً رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَسْعَيْتُ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبُهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذَا أَصَابَ ثَوْبٌ إِحْدَكُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ فَلْتَقْرُصْهُ ثُمَّ لَتَنْضَحْهُ بِمَاءٍ ثُمَّ لَتَتَّصِلْ فِيهِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(بخاری و مسلم)

۱۵۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابیہ ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ آپ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

۱۶۔ حَيْضَةُ بکر عا اور نَفْعُ مَاد و نون طرح آیا ہے۔

۱۷۔ لَفْظُ نَفْعِ کا معنی لغت میں پانی چھڑکنے کا آتا ہے۔ لیکن احاث کے نزدیک احادیث میں یہ لفظ دھونے کے معنی پر محمول ہوتا ہے۔

۱۸۔ پھر اس کپڑے میں نماز پڑھ لے۔ اگرچہ وہ ابھی خشک نہ ہوا ہو بلکہ گیلا ہی ہو جیسا کہ آئندہ احادیث میں آ رہا ہے۔

حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے دھویا کرتی تھی۔ پھر آپ ہی کپڑے کو پہن کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے حالانکہ دھونے کا اثر بھی محسوس کپڑے پر موجود ہوتا تھا۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ وَاثَرُ الْغَسْلِ فِي ثَوْبِهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲۰۔ حضرت سلیمان بن یسار ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کے بھائی اور اہل مدینہ اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ بلند مرتبہ فقیر عظیم فاضل ثقہ عابد اور نہایت پرہیزگار شخصیت تھے۔ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں۔ بخاری میں وصال فرمایا۔

حضرت انس وادریس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچا کرتی تھی اسے مسلم نے روایت کیا اور ایک روایت میں علقمہ اور ابو موسیٰ مروی ہے۔ اور اس علقمہ والی روایت میں یہ الفاظ ثم یصلی فیہ (پھر آپ اس میں نماز پڑھتے) زیادہ آئے ہیں۔

۲۱۔ وَعَنْ الْأَسْوَدِ وَهَذَا مِنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَبِرَوَايَةٍ عَنْ عُلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ وَفِيهِ ثُمَّ يَصَلِّي فِيهِ -

۵۱۔ یعنی اسعد بن یزید بن قیس غنی برادر زادہ حضرت علقمہ بن قیس آپ اپنے چچا سے عمر میں بڑے تھے۔ حضرت ابراہیم غنی رضی اللہ عنہ آپ کے ماموں ہیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ نصیب ہوا۔ آپ نے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا آپ اکابر صحابہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے ان کے خواہر زادہ حضرت ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ آپ نے انٹی حج اور عمرے کیے آپ زندگی کی آخری گھڑی تک روزہ دار رہے۔ وولات میں قرآن پاک ختم کرتے تھے ۵۲۔ یا سیدہ میں وصال فرمایا۔

تمام غنی بھی تابعی ہیں۔ کوئی ثقہ ہیں۔ اہل کونہ کے عبادت گذار اور علماء میں سے ہیں آپ حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور آپ سے ابراہیم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۵۳۔ ۶۵۔ میں انتقال فرمایا۔

۵۲۔ یعنی میں خشک شدہ منی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پٹرے سے کھرچ کر صاف کرتی تھی۔

۵۳۔ یہ احادیث منی کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہمارا امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے۔ اور امام شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک منی پاک ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ منی خدا کے دوستوں کی پیدائش و خلقت کا اصل اور مادہ ہے۔ خدا کے دوستوں کے بارے میں کیسے کہا جائے کہ وہ ناپاک ہیں۔ اور قطعی اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منی کے متعلق دریافت کیا گیا جو کپڑے کو لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ناک اور حلق کے پانی کی طرح ہے۔ اس کے لیے آنا کا نی ہے کہ کسی ٹاکی یا کمر دی چیز سے کھرچ دے۔ اس کے برعکس ہمارے مذہب کی دلیل وہ احادیث ہیں جو منی کو دھونے کے بارے میں بتاتی ہیں۔ اسے کھرچنا شدت مجبوری کے تحت آسانی سمیٹا کرنے کے لیے تھا۔ اس بنا پر نہ تھا کہ وہ پاک ہے۔ کوئی شخص اگر یہ کہے کہ کھرچنا اچھا ہونا کمال نظافت و صفائی کیلئے ہوتا تھا۔ طہارت کے لیے نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات خلاف ظاہر ہے۔ اس کے ناپاک ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ اسے ناپاک چیزوں کے ساتھ جمع کر کے لایا گیا ہے۔ جیسا کہ ہذا یہ شریف میں حدیث بیان کی یُغْسَلُ الثَّوْبُ مِنَ الْخَمْسِ الْبَوْلُ وَالْعَانِطُ وَالْدَمُ وَالْمَنِي وَالْقَحْطُ۔ یعنی کپڑے کو پانچ چیزوں سے دھونا ضروری ہے۔ بول، پاخانہ، خون، منی، اور تھوہ سے اور شوائع نے جو دلیل پیش کی ہے کہ وہ خدا کے دوستوں کا مادہ اور اصل ہے تو یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ منی جو ایک عرصہ بعد رحم میں ملکہ (خون بستہ) کی شکل اختیار کرتی ہے۔ وہ بھی درستی میں خدا کا مادہ آفرینش ہے اور خون بالاتفاق ناپاک ہے۔ اور کبھی پاک چیز ناپاک سے پیدا ہوتی ہے جس طرح دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ اور منی جس طرح اولیا و خدا کا اصل و مادہ ہے۔ خدا کے دشمنوں کا اصل و مادہ بھی یہی منی ہی ہے لہذا کس طرح

کہہ سکتے ہیں کہ منی پاک ہے۔ باقی رہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو انہوں نے بیان کی ہے۔ تو اس کی صحت میں کلام ہے اور اگر صحیح ہو تو پھر وہ منور ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۵۶ وَعَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَحْصَنٍ أَنَّهَا
أَتَتْ بِابْنٍ لَهَا صَغِيرًا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ
إِلَّا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي حَجَرٍ فَكَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَنَدَّ عَا
بَسَاءً فَغَضَّحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ
اپنے شیرخوار بچے کو جو ابھی سوڑا نہ کھاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے آپ کے کپڑے پر
بول کر دیا۔ آپ نے پانی منگوا یا اور کپڑے پر چھڑک دیا۔ اور نہ
دھویا۔ (بخاری و مسلم)

۴۵۔ مَحْصَنُ كَرِهَ مِمَّ سَكُونِ حَادٍ وَفَتَحَ صَادٍ مَهْلِكَةٍ سَامِعَةٍ. آپ حضرت عکاشہ بن محسن کی ہمشیرہ ہیں۔ آپ اعلان
نبوت کے ابتدائی ایام میں مکہ میں اسلام لائیں۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے آپ سے
احادیث روایت کی ہیں۔

۴۶۔ معلوم ہونا چاہیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس بچے کے بول کے لیے جو ابھی سوڑا کھانے
کے قابل نہ ہو صرف پانی کا چھڑک دینا کافی ہوتا ہے۔ دہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس حدیث کا ظاہر ان کے مذہب
پر دلالت کرتا ہے بعض شافعی حضرات بچے اور بچی کے بول میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کے بول سے طہارت
کے لیے پانی کا چھڑکنا کافی ہو جاتا ہے۔ اور بچی کے بول کے لیے دہونا چاہیے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک
دونوں کے لیے دہونا ضروری ہے۔ اور ان کے نزدیک اس حدیث میں نفی (چھڑکے) سے دہونا مراد ہے۔ اور ہم بعض کا خیال
ہے دہونے میں مبالغہ نہ کیا یہ تاویل و توجیہ عموم دلائل کے پیش نظر کی گئی ہے جو بول دہونے پر دلالت کرتے ہیں اور شافعی
نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ یہاں نفی سے بہانا مراد ہے۔ یعنی بغیر غلے اور نچوڑنے کے صرف پانی بہا دینا مراد ہے
اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک بچے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آتے ہیں تو لایا گیا
نے بول کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر صرف پانی بہا دو۔ بچے کے بول کے لیے صرف پانی بہا دینا ہی کافی ہے
مگر بچی کے بول کے لیے پانی بہا کر کپڑے کو نچوڑنا بھی چاہیے تو دونوں کے بول میں دہونا ضروری ہے۔ تاہم بچی کے بول
میں مبالغہ اور تاکید زیادہ ہے۔ بچے اور بچی کے بول میں فرق کی وجہ شرح (عربی) میں ذکر کی ہیں۔ ان وجوہ میں سے
زیادہ ظاہر وجہ یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ مل جول اور اختلاط بچیوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ تو بچے کا بول دہونے میں

مبالغہ کرنے میں حرج و مشقت ہے۔

۲۵۷. وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُيِّغَ الْأَهَابُ فَقَدْ ظَهَرَ سَوَاقُ الْمُسْلِمِ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت میں فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب چمڑے کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتا ہے۔ (مسلم)

۱۵۔ دواؤں یا سورج کی دھوپ کے ذریعے چمڑے کی گندگی اور اس کی رطوبات فاسدہ سے اسے پاک و صاف کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔ صرغ خشک ہو جانے اور ہوا میں ڈال دینے سے پاک نہ ہوگا۔ اہکاب بکسر معززہ مطلق چمڑے کو کہتے خواہ دباغت شدہ ہو یا غیر دباغت شدہ۔ جیسا کہ قاموس میں مذکور ہے۔ ششمنی نے کہا غیر دباغت شدہ چمڑے کو اصحاب اور دباغت شدہ کو ادم کہتے ہیں۔

۱۶۔ جانا چاہیے کہ دباغت سے چمڑے کی طہارت ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ چیز ہے۔ خواہ وہ چمڑہ مردار کا ہو یا فوج شدہ جانور کا۔ نجاسات کا گوشت حلال ہو یا حرام صرف اتنا سا اختلاف ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اصحاب مردار کے چمڑے میں قیل و قال کرتے ہیں۔ مگر ان کے محققین کا یہی مذہب ہے کہ مردار کا چمڑہ بھی دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس باب میں احادیث مشہور ہیں۔ تاہم خنزیر اور آدمی کا چمڑہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ آدمی تو شرافت اور عزت کی بنا پر۔ اور خنزیر اہانت و ذلت کی وجہ سے۔ کتے میں اختلاف ہے۔ صحیح مذہب یہی ہے کہ کتا نجس العین نہیں جس طرح کہ خنزیر نجس العین ہے۔ کہا گیا ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتا خنزیر کے حکم میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے نزدیک ایسا نہیں ہے۔ سلف سے منقول ہے کہ وہ مردار جانوروں ہاتھی وغیرہ کی ہڈیوں سے نفع اٹھاتے تھے ان کی ہڈیوں سے لٹکا ہوا تیل استعمال کرتے تھے۔ نیز ان کی ہڈیوں سے بنائی ہوئی گنگھی استعمال کر لیتے تھے۔ اور محدث مہتمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہاتھی دانت کی گنگھی لائے تھے۔ اور آپ نے ہاتھی دانت کا بنا ہوا زیور بھی فرمایا تھا۔ مشہور یہی ہے کہ علاج ہاتھی کے دانتوں کا نام ہے۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ عاج کسی اور دسیانے یا زور کا نام ہے۔ جسے ذیل بھی کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں عاج دسیانے کی پھوڑے کا نام ہے۔ واللہ اعلم۔

۲۵۸. وَعَنْهُ قَالَ تُصَدِّقُ عَلَى مَوْلَاكَ لَيْسَنَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت بھی مروی ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی نوڑی کو ایک بکری بطور صدقہ

اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَا اَخَذْتُمْ
اِهَابَهَا فَاَنْتَقَعَتْ بِهَا
فَقَالُوا اِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ اِنَّمَا حُرِّمَ
اَكْلُهَا - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

دی گئی۔ وہ بکری مر گئی۔ اور مردہ حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ کہ
اس کے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے فرمایا تم لوگوں
نے اس کا چمڑہ کیوں نہ اتار لیا۔ اس چمڑے کو رنگ دیتے اور نفع
اٹھاتے۔ اہل غائب نے کہا یہ تو مردار ہے۔ فرمایا مردار کا کھانا
حرام ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ اور مردار سے نفع اٹھانا حرام ہے۔

۲۔ کہ مردار کا صرف کھانا حرام ہے نہ مطلق نفع اٹھانا۔ بعض نسخوں میں حُرْم کے بجائے حُرْمِ بَعْم و تشدید را
آیا ہے۔

۴۵۹ عَنْ سَوْدَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا تَتَّ لَنَا شَاةٌ فَنَذِفُهَا
مَسْكَهَا ثُمَّ مَا زِلْنَا نَنْبِذُ فِيهِ حَتَّى صَارَتْ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت سودة رضی اللہ عنہا سے
روایت ہے فرماتی ہیں ہماری ایک بکری مر گئی ہم نے اس کا چمڑہ بگڑا
پیر ہمیشہ اس میں بیغہ (کھجور کا خیرہ) ڈالتے رہے یہاں تک کہ وہ
بوسیدہ مشک بن گئی۔ (بخاری شریف)

۱۔ مسک وہ چمڑہ جو حیوان کے جسم سے اتار لیا جائے۔

۲۔ یعنی ہم نے اس کی ایک چھوٹی مشک بنالی اور اس میں ہم کھجور کا خیرہ ڈالا کرتے۔ یہاں تک کہ وہ استعمال کرتے کرتے
بوسیدہ ہو گئی۔

۳۔ شَاةٌ بمعنی بھٹی ہوئی بوسیدہ مشک۔ هُنَّ بَقَعٌ شَيْنٌ عَجْمٌ و تشدید فن۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۶۰ عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ
الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي حَجْرٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى ثَوْبِهِ فَقُلْتُ
الْبَسْ ثَوْبًا وَاعْطِنِي إِذَا مَرَكْتُ حَتَّى
أَغْسِلَهُ قَالَ اِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْاُنْثَى

حضرت کبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں حضرت
حسین بن علی رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں
تھے کہ انہوں نے آپ کے کپڑے پر بول کر دیا حضرت لبابہ نے کہا آپ بولا
کپڑا پہن لیں اور اپنا ازار مبارک مجھے دیں کہ میں اسے دھو دوں فرمایا
لو کی کابل گھسنے کپڑا ہو یا جامہ ہے پئے کے بول کے سے پانی

وَيُنْضِجُهُ مِنْ بَوْلِ الذِّكْرِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ
أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي نَفَائِذِ رِوَايَاتِ
دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيِّ عَنْ أَبِي التَّمِيمِ قَالَ يُفْلُ
مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرْشُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ

پھر کھینچ دینا کفایت کرتا ہے اسے احمد ابو داؤد ابن ماجہ نے روایت کیا
ابو داؤد اور ابی داؤد ابی کمال کی ایک روایت میں جو ابو التمیم سے مروی ہے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کا بول لگ جانے سے کپڑا مٹی پر یا جاتا ہے
اور لٹکے کے بول کے لیے پانی چھڑک دینا کافی ہوتا ہے۔

۱۷۔ یعنی حضرت لبا یہ بنت الحارث ام الفضل ہا لیمام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت عباس
بن عبد المطلب کی بیوی اور حضرت عبداللہ بن عباس وفضل بن عباس رضی اللہ عنہم کی والدہ ماجدہ ہیں۔

۱۸۔ اس حدیث کی شرح حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث میں گذر چکی ہے۔

۱۹۔ ابو التمیم بفتح سین و سکون میم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں۔

۲۰۔ بچہ سے ایسا بچہ مراد ہے جو شیر خوار ہو۔ اور ابھی کھانا نہ کھاتا ہو۔

۲۱۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
مَلَأَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ
يَنْعِلُهُ الْأَذَى فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهْرٌ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ مَعْنَاهُ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب جوتا پہن کر نجاست
پر سے گزرے تو مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ
اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ نے اس معنی کو

دوسرے الفاظ سے ذکر کیا۔

۱۔ لغت میں اذی کمرہ چیز کو کہتے ہیں جس سے طبیعت نفرت کرے۔ اس لفظ کو نجاستوں کے لیے استعمال کرنے کی وجہ

بھی یہی ہے۔ کہ طبیعت ان سے نفرت کرتی ہے۔

۲۔ یعنی مٹی پر پڑنے سے جوتا پاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ خاک ہو جس پر سے جوتے کو نجاست لگنے کے بعد گزرا ہو۔

۳۔ مگر اس سے خشک نجاست مراد ہے جس کا کچھ حصہ جوتے یا مودے سے لگ جائے جب وہ نجاست مٹی سے رگڑی گئی تو جوتا اور

موزہ پاک ہو گیا۔ مگر تر نجاست رگڑنے سے نال نہیں ہوتی۔ امام اعظم، امام محمد علیہما الرحمۃ کا یہی مذہب ہے۔ امام ابو یوسف

اور امام شافعی کے قول قدیم میں نجاست سے عام نجاست مراد ہے۔ یعنی تراور خشک دونوں طرح کی نجاست رگڑنے سے دور

ہو جاتی ہے۔ اور جوتا موزہ پاک ہو جاتا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ دین کا معاملہ آسانی اور رفع حرج پر مبنی ہے۔ تاہم ان

حضرات کے نزدیک بھی نجاست سے ذمی جرم نجاست مراد ہے جس نجاست کا جرم نہ ہو جیسے بول اور شراب قواں کا دھونا

ان کے نزدیک بھی ضروری ہے۔ اور امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی ایک حدیث تاویل کرتے ہوئے کہا کہ مٹی اسے پاک

کہ دینے والی ہے۔" سے مراد یہ ہے کہ جو تا پہن کر جب نجاست کے ادھر سے گزرا پھر مٹی پر سے گزرا تو مٹی کا اثر نجاست کو زائل کر دے گا اب اس کے لیے جو تا پہننے ہوئے مسجد میں داخل ہونا اور اصرار کرنا پھرنا جائز ہوگا۔ یعنی طہارت سے وہ طہارت مراد نہیں کہ اب اس جوتے سمیت غائر پڑھ لینا بھی جائز ہو جائے۔ بلکہ طہارت سے یہ مراد ہے کہ اس جوتے کے ساتھ مسجد میں داخل ہونا اور زمین پر چلنا پھرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ ان کاموں کے لیے طہارت مستحسن ہے واجب و ضروری نہیں تاہم یہ تاویل حدیث کی ظاہر عبارت کے لحاظ سے خالی از بعد نہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس سے وہ نجاست مراد نہیں جو کپڑے یا بدن کے ساتھ چسپاں ہو جائے۔ اور کپڑا بدن اس سے آلودہ ہو جائے۔ بلکہ اس سے ایسی خشک نجاست مراد ہے جو آلودگی کا موجب نہ بنے۔ آلودگی کی صورت میں تو بالاجماع پانی سے دھونا فرض ہے۔

۶۲۲ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَهَا امْرَأَةٌ

رَافِي أُطِيلُ ذَيْلِي وَأَمَشِي فِي الْمَكَانِ الْقَدِيرِ
قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُطْفِرُ مَا بَعْدَكَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاحْمَدُ
وَالْتِّرْمِذِيُّ وَابُو حَازِمٍ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ
الْمَرْأَةُ أَمْرٌ وَلَيْدٌ لَا بُرَاهِيْعُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
ابْنُ عَوْتٍ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں مجھ سے ایک عورت نے کہا میں اپنا دامن بیا کرتی ہوں۔ اور ناپاک جگہ پر سے گزرتی ہوں۔ (تو اس کپڑے کو کسی طرح پاک کیا کروں) حضرت ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اسے وہ چیز پاک کر دیتی ہے جو ناپاک جگہ سے گزرنے کے بعد آئی ہے۔ اسے مالک، احمد، ترمذی، ابو داؤد اور دارمی نے روایت کیا اور ابو داؤد اور دارمی نے کہا جس عورت نے حضرت ام سلمہ سے یہ بات پوچھی تھی وہ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کی ام ولد تھی۔

۱۔ یعنی جب تو ناپاک جگہ پر سے گزرنے کے بعد پاک مٹی پر سے گزرتی ہے تو وہ پاک مٹی اسے پاک کر دیتی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوا۔ حضرت ام سلمہ کی اس حدیث میں نجاست سے خشک نجاست مراد ہے کیونکہ سب آئٹم کا اس پر اجماع ہے کہ جب کپڑا ناپاک ہو جائے تو وہ ہوئے بغیر پاک نہیں ہوتا۔ بخلاف جو قوں اور موندوں کے۔ کہ تابعین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اگرچہ تر نجاست ہی کیوں نہ ہو رگڑ دینے سے جوتے اور موندے پاک ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول مذکور ہوا۔

۲۔ لہذا یہ عورت مجہول نہیں اس بنا پر اس کی روایت کردہ یہ حدیث بھی طعن و عیب سے پاک ہے۔

۶۲۳ عَنْ الْبُقْعَا مِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ قَالَ
نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
حَضْرَتِ مُقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کے چرے پہنے

لَيْسَ جُلُودُ السَّبَاعِ وَالزَّكْوِبُ عَلَيْهِمَا دَاوُدَ
أَبُو دَاوُدَ وَالنِّسَاكِيُّ

(ابو داؤد و نسائی)

۱۔ یہ مقدم حکیم آپ صحابی ہیں اہل شام میں شمار ہوتے ہیں شہر حمص میں رہائش اختیار کی قبیلہ کنذہ کا وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان سے تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ شام میں شہر حمص میں رحلت فرمائی۔

۲۔ جیسے شیر چٹا و غیرہ۔

۳۔ یعنی ان کی کھالوں کو کچا کر ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا۔ یا ان کی کھالوں کو زین پر ڈال کر سواری کرنے سے منع فرمایا۔ علمائے اس ممانعت کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ جابر اور حکیمہ لوگوں کی عادت ہے۔ اس صورت کے مطابق یہ نہی تنزیہی ہے اور اس شخص کے قول کے مطابق جو ان کے بالوں کو مردار کے بال اور بغیر دباغت کے پاک قرار نہیں دیتا، نہی تحریمی بھی ہو سکتی ہے۔

۴۸۲ وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ بْنِ أَسَامَةَ عَنْ أَبِيهِ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلَّ عَنْ
جُلُودِ السَّبَاعِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالنِّسَاكِيُّ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالذَّارِقِيُّ
أَنْ تُفْتَرَشَ

حضرت ابو الملیح بن اسامہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں ماؤ
وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اپنے درندوں کے چمڑوں سے
منع فرمایا۔ اسے احمد، ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ اور
ترمذی و دارقانی نے یہ لفظ زیادہ کیا ان تفسیر یعنی ان کے
بچانے سے منع فرمایا۔

۱۔ ابو الملیح کا نام عامر بن اسامہ بن عمیر ہے۔ آپ ہمدانی ہیں۔ ثقات تابعین میں سے ہیں۔ آپ کے والد
حضرت اسامہ صحابی ہیں ظاہر یہ ہے کہ اس سے سابق ابو الملیح مراد ہیں۔ ایک دوسرے ابو الملیح قاری ہیں وہ
بھی ثقہ تابعین ہیں۔

۲۔ درندوں کی کھالیں پہننے سے ممانعت، انہیں پہننے، انہیں پہننے سے منع فرمایا اور ان پر سوار ہونے سے
مردتوں کو شال ہے۔

۳۔ مگر اس روایت میں ممانعت کو صرف بچانے کے ساتھ خاص کیا۔

۴۸۵ وَعَنْ أَبِي الْمَلِیحِ أَنَّهُ كَرِهَ ثَمَنَ جُلُودِ
السَّبَاعِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حضرت ابو الملیح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے درندوں
کے چمڑے کی قیمت وصول کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

۱۔ یہ حضرت ابوالملیح رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔ بعض نے اسے دیباغت سے قبل کے ساتھ مقید کیا ہے کہ دیباغت سے پہلے یہ نجس ہیں۔ اور نجس شے کی بیع مکروہ و حرام قرار دی گئی ہے۔ نسخہ اصل میں یہاں بیان ہے (سفید جگہ چھوڑ دی گئی ہے) اس کے حاشیہ میں علماء نے لکھا ہے۔ رواہ الترمذی فی کتاب اللباس و سندہ جید۔ کہ اسے ترمذی نے کتاب اللباس میں روایت کیا ہے اور کہا اس کی سند جید اور قوی ہے۔

۴۶۶ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ أَتَانَا
كَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
لَا تَتَنَفَّعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِهَآئِ وَلَا
عَصَبٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
وَالنَّسَائِيُّ وَأَبْنُ مَاجَةَ -

حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے
ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک
آیا کہ مردار کے کچے چمڑے اور اس کے پٹھوں سے نفع نہ
اٹھاؤ۔

(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

۱۔ عکیم یعنی قبیلہ یاہلہ سے ہیں۔ اسلامی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت نشان کو پایا ان کی روایت کی شناخت نہ ہو سکی۔ ان کی صحابیت میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں۔

۲۔ یہ اور اس قسم کی دوسری احادیث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہل مذہب کی دلیل ہیں جو مردار کے چمڑے کو پاک نہیں جانتے اگرچہ دیباغت شدہ ہو۔ اور جماعہ حدیث مردار کے چمڑے کی دیباغت کے بعد طہارت ظاہر کرتی ہیں، یہ حضرات ان کی صحت میں قیل وقال کرتے ہیں۔ اور ان کے بعض جو ایسی احادیث کی صحت تسلیم کرتے ہیں، مردار کے دیباغت شدہ چمڑے کی نجاست کے لیے قرآن حکیم کی آیت حرمت علیکم المیتۃ کو پیش کرتے ہیں اور میتہ کی حرمت کو صرف کھانے کے ساتھ خاص نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ حرمت سے اس کے ہر جزو کی حرمت مقصود ہے، مگر چمڑے سے اس کا نفع ہی مقصود بالذات ہوتا ہے۔ تو جس طرح گوشت کھانے کے لیے ہے چمڑے سے نفع مقصود ہوتا ہے اس بارے میں وہ دار قطنی کی ایک حدیث لاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہیں مردار کے چمڑے میں رخصت دے رکھی تھی جب تمہارے پاس میرا خط پہنچے تو اس کے بعد مردار کے چمڑے اور اس کے پٹھے سے نفع حاصل نہ کرنا۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ممانعت رخصت کے بعد ہوئی ہے۔ مگر حق بات یہ ہے کہ بعد از دیباغت طہارت کی احادیث بہت اور درجہ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی ہو سکتی ہے۔ اباب دیباغت سے پہلے چمڑے کا نام ہے۔ پھر نجاری اور مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔ نہ کہ اس کی تمام چیزیں حرام ہیں۔ جیسا کہ گذرا۔ امام احمد کے جہور آئمہ محققین بھی اسی طرف ہیں کہ دیباغت کے بعد مردار کا چمڑہ پاک ہے اور حضرت عبداللہ بن عکیم کی یہ حدیث

ضعیف ہے اور اس میں اضطراب ہے اور ان احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے۔ صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن حکیم تابعی مخضرم میں (مخضرم وہ شخص جس نے کفر و اسلام دونوں زمانے پائے ہوں) مؤلف علیہ الرحمۃ اس حدیث کے بعد جو مردار کے چمڑے کی نجاست پر دلالت کرتی ہے، وہ احادیث لائے ہیں جو بعد و باغت اس کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں۔ اس امر پر دلالت کرنے کے لیے کہ اس حدیث سے وہ چمڑہ مراد ہے جس کی ابھی دباغت نہ ہوئی ہو۔ اس لیے فرمایا۔

۴۷۷ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَمَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُودَاؤْدُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دباغت کے بعد مردار کے چمڑے سے نفع اٹھانے کا حکم دیا۔ (مالک، ابوداؤد)

۱۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور اباحت رنگینے کے بعد مردار کے چمڑے سے فائدہ حاصل کرنے کا حکم دیا اور اگر اس چیز کو سامنے رکھا جائے کہ مردار کا چمڑہ یوں ہی پھینک دینے سے مال کی افواحت اور اس کا اسراف ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کو استحباب کے لیے بھی قرار دے سکتے ہیں۔

۴۷۸ وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجْرُونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَخَذْتُمْ رَهَايَهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطَهَّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرْظُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابُودَاؤْدُ.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو ایک مردہ بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر تم لوگ اس کا چمڑہ اتار لیتے تو اچھا ہوتا۔ لوگوں نے کہا یہ تو مردار ہے۔ فرمایا ہاں اور درخت سلم کے پتے اسے پاک کر دیتے ہیں۔ (احمد، ابوداؤد)

۲۔ قَرْظ۔ دونوں کے ساتھ درخت سلم کے پتوں کو کہتے ہیں جن سے چمڑہ پاک کیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو

احمد و ابوداؤد نے روایت کیا۔

۴۷۹ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُعَبِّقِ قَالَ إِنَّ

حدیث سلمہ بن المعبّق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ فِي غَزْوَةٍ تَبَوَّكَ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ فَإِذَا اقْرَبَهُ مُعَلَّقَةٌ فَسَالَ الْمَاءَ فَقَالَ لَوَالَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا مَيْتَةٌ فَقَالَ دَبَّاهُ غَهَا طَهَّوْهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ -

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر ایک اہل خانہ کے پاس تشریف لائے جن کے پاس بانی کی ایک مشک لگی ہوئی تھی آپ نے ان سے پانی طلب فرمایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ یہ مشک مردار کے دباغت شدہ چمڑے سے بنائی گئی ہے آپ نے فرمایا اس کا ٹک دینا ہی اس کا پاک ہو جانا ہے۔ (احمد و ابو داؤد)

۱۷۔ مُحَبِّقُ بَعْضِ مِمِمْ دَفْعِ حَامِي مَهْلِكِ دَكْرِهِ هَائِي مَوْجِدِ مَشْدُوهِ كَيْ سَاحِدِ مَحْدِنِ كِي زَبَانِ بِرِ اَكْثَرِ بِشِيرِ تَفْتِيحِ سَہِ سَآپِ صَحَابِي مِي۔ بَصْرِيُوں مِي شَمَارِ ہوتے ہيں سَانِ سَہِ اَمَامِ حَسَنِ بَصْرِيٍّ وَغَيْرِہِ رَوَايَتِ كَرْتے ہيں۔

۱۸۔ تَبَوَّكَ مَلِكُ شَامِ كِي جَانِبِ اِيكِ جُكَّہِ كَانَامِ ہِے سَادِرِيہِ اَنْخَرَتِ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ كَا اَخْرٰی غَزْوہِ ہِے جَوْرِ ۹۰ مِي بِشِيشِ اَيَّامِ۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۱۷. عَنْ أُمِّ رَافٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُنْتَنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطَرْنَا قَالَتْ فَقَالَ أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ هِيَ أَطْيَبُ مِنْهَا قُلْتُ بَلَى قَالَ فَهَذِهِ بِهَذِهِ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

بنی عبد الاشہل کی ایک عورت سے روایت ہے وہ کہتی ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا مسجد کی طرف آنے کا راستہ بڑا گندہ راستہ ہے تو بارش کے وقت ہم لوگ کیا کیا کریں۔ وہ عورت کہتی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا گندے راستے کے بعد پاک اور صاف راستہ نہیں ہے؟ میں نے کہا ہاں تو فرمایا بعد کا پاک و صاف راستہ اس گندے راستے کی تکانی کر دے گا۔ (ابو داؤد)

۱۷۔ قبیلہ عبد الاشہل کی یہ عورت مجھول عورت ہے اس کا حال معلوم نہیں۔

۱۸۔ یعنی ہم لوگ بارش کے وقت اس راستے کی گندگی سے کس طرح احتیاط کریں اور بھیں۔

۱۹۔ یعنی وہ پاک و صاف راستہ جو اس گندے راستے کے بعد آتا ہے۔ وہاں کے مقابل ہو جائے گا۔ یعنی اس گندے راستے سے اگر نجاست لگ گئی تو پاک راستے پر چلنے سے وہ نجاست دور ہو جائے گی اور تجھے طہارت حاصل ہو جائے گی جیسا کہ لیاۃ بنت الحارث اور حضرت ام سلمہ کی حدیث میں گذرا۔ مگر تافرق ہے کہ اس حدیث میں نعلین اور کپڑے کا ذکر نہیں ہے تاہم احتمال دونوں کا موجود ہے اور قرینہ مقام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نجاست میں رطوبت بھی پائی جاتی ہو۔ واللہ اعلم۔

۴۱ "وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَتَوَضَّأُ مِنَ الْمَوِطِيِّ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ."

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ اور راستے پر چلنے کی دھبہ سے یا دھنوں نہ کرتے تھے۔ (ترمذی)

۱۔ یعنی گزرگاہ میں پڑی ہوئی نجاست سے عضو یا کپڑا یا جوتے آلودہ ہو جانے پر ہمیں انہیں نہ دھوتے تھے۔
۲۔ اس سے خشک نجاست مراد ہے جس کے ساتھ راستے سے گزرتے ہوئے جسم کا کوئی حصہ یا کپڑا یا جوتا لگ جاتا ہے نہ نجاست مراد نہیں کہ اس کا دھونا بالاتفاق ضروری ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس کا ذکر ہوا۔

۴۲ "وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ الْكِلَابُ تُقْبِلُ وَقَدْ بُرِيَ الْمَسْجِدُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يَوْمُئِذٍ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ."

۱۔ یعنی ایسے کتے جن کے جسم خشک ہوتے تھے۔ وہ کتے مراد نہیں جن کے جسم پانی وغیرہ سے تر ہوں محض کتوں کے مسجد میں داخل ہو جانے سے مسجد کو دھویا نہ جاتا تھا۔ اس مقام پر علمائے کبار نے کہا ہے اباحت اصلی کی بنا پر یہ گنجائش ابتداء اسلام میں تھی۔ اس کے بعد مسجد کی تکویم و تطہیر اور کتوں وغیرہ کے داخل ہونے سے محفوظ رکھنے کا حکم ہوا۔ اور مسجدوں کے لیے دروازوں اور انہیں بند رکھنے کا حکم بھی ہوا یہاں تک کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ کتوں کو مار دینے کا حکم بھی صادر ہوا۔

۴۳ "وَعَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِبَوْلِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهُ وَفِي رَوَايَةٍ جَابِرٌ قَالَ مَا أَكَلُ لَحْمُهُ فَلَا بَأْسَ بِبَوْلِهِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالذَّارِقُطْنِيُّ."

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول سے کوئی حرج نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے بول سے کچھ حرج نہیں۔ (احمد و دارقطنی)

۱۔ اس حدیث کے ظاہر ترجمہ سے ان لوگوں نے دلیل پکڑ لی ہے جو حلال جانوروں کا بول پاک خیال کرتے ہیں جیسے امام مالک و احمد اور بعض شوافع۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک آثار و روایات کے

متعارض ہونے کی بنا پر حلال یا قیوروں کا بول نجاست خلیفہ ہے۔ اور شاید کہ ان آئمہ کے نزدیک لفظ لا باس (کوئی حرج نہیں) سے بڑا سخت اور عظیم حرج مراد ہو۔ کہ اس کلمے (لا باس) کا زیادہ تر استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں اس کی نقیض کا حکم خلاف ادلی واجب ہو۔ واللہ اعلم!

بَابُ الْمَسِّحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسح سنت اور اخبار و آثار مشہورہ کے مطابق جائز و روا ہے۔ یہ جوازاں قدر واضح دروشت ہے کہ اس کا منکر بدعتی قرار دیا گیا ہے۔ کذا فی الہدایہ۔ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ مسح موزہ کی احادیث درجہ ثواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بعض محدثین نے مسح موزہ کی احادیث کے راوی اسی سے زیادہ صحابہ کرام میں سے بیان کیے ہیں۔ ان اسی صحابہ میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ ابن عبد البر نے کہا میں نہیں جانتا کہ سلف میں سے کسی نے اس کا انکار کیا ہو۔ کذا فی المواہب اللدنیہ۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ نے کہا میں نے نہ تر صحابہ کرام کو پایا وہ سب کے سب موزوں پر مسح کا عقیدہ رکھتے تھے۔ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے اس شخص پر کفر کا خوف ہے جو موزوں پر مسح کا قائل نہیں۔ کیونکہ اس کے ثبوت میں آثار و روایات درجہ ثواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت تک موزوں پر مسح کا قائل نہ ہوا جب تک کہ اس کے ثبوت و جوازاں دروشتی آفتاب کی مانند میرے سامنے آثار نہ آئے۔ ان کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ موزوں پر مسح رخصت ہے، عزیمت یہی ہے کہ پاؤں دھوئے جائیں۔ فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ میں فرمایا جو شخص مسح موزہ کا اعتقاد نہیں رکھتا وہ بدعتی ہے اور اگر اعتقاد تو رکھتا ہو مگر عزیمت پھیل کرتے ہوئے مسح کے بجائے پاؤں دھولیا کرے تو اسے اجر و ثواب ملے گا۔ کتاب مواہب لدینیہ میں کہا علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ موزوں پر مسح کرنا افضل ہے یا موزہ اتار کر ناپاؤں دھو لینا۔ بعض نے کہا کہ روافض و خوارج بدعتی فرقوں کے روکی نیت سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے کہ یہ فرقے اس پر مترہن کرتے ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مختار مذہب یہی ہے۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ پاؤں دھونا افضل ہے کیونکہ یہ اصل ہے۔ مگر اس شرط پر کہ مسح موزہ کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے ایک روایت کے مطابق

دونوں پہلو برابر ہیں۔ کیونکہ شریعت میں دونوں کا حکم موجود ہے۔ صاحب سفر السعادت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح یا پاؤں دھونے میں تکلف نہ فرماتے تھے۔ اگر موزہ پہنا ہوتا اسے نہ اتارنے کے پاؤں دھوئیں۔ اور اگر برہنہ پاہوڑے تو موزہ نہ پہنتے کہ مسح کریں۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں سب سے اچھا قول وہ ہے جو سنت کے مطابق ہے۔ انتہی۔

الفصل الاول

پہلی فصل

حضرت شریح بن ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مودوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن رات کی مدت مقرر کی اور مقیم کے لیے ایک دن رات کی۔

(مسلم)

۴۴ عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَانٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَلْبًا لِيَهْتَكَ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

۱۔ شریح بن ہانی کی زبردستی اور راہ کی دشواری کے ساتھ بن ہانی آخر میں ہجرہ۔ حضرت شریح امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحب میں سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ حضرت ہانی صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہانی کی کنیت ابو شریح مقرر فرمائی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضرت مغیرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے تھکے حاجت کیلئے باہر نکل کر طرف نکلتے ہیں نے آپ کے ساتھ پانی کا ایک برتن اٹھایا جب آپ جنگل سے واپس تشریف لائے تو میں نے آپ کے دونوں ہاتھوں پر اس برتن سے پانی ڈالنا شروع کیا چنانچہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ مبارک دھویا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر صوف کا ایک جہ ۵ تھا آپ نے اس جہ سے دونوں بازو باہر نکالنا چاہے جبہ کی استین

۵۵ وَعَنْ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّهُ غَزَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ قَالَ الْمَغِيرَةُ فَتَوَزَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْغَائِطِ فَحَمَلْتُ مَعَهَا دَاوَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعُ أَخَذْتُ أُهْرِيْقُ عَلَى يَدَيْهِ مِنْ الْدَاوَةِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ وَ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ ذَهَبَ بِحَبِيرٍ

عَنْ ذَرَاعِيهِ فَمَضَى كَثْرَ الْجُبَّةِ فَأَخْرَجَ
يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَالتَّقَى الْجُبَّةَ
عَلَى مَنْكَبَيْهِ وَغَسَلَ ذَرَاعِيَهُ ثُمَّ
مَسَحَ بِمَا صَبَّغَتْهُ وَعَلَى الْعِمَامَةِ ثُمَّ
أَهْوَيْتُ لَا تَزْعُ خُفْيَهُ فَقَالَ دَعُهَا
فَإِنِّي أَذْخَلْتُهَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهَا
ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَأَنْتَهَيْتُنَا إِلَى الْقُرْمِ
وَقَدْ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَيُصَلِّي بِهِمْ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَأَى كَعْبُهُمْ
رُكْعَةً فَلَمَّا أَحْسَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْحَى إِلَيْهِ فَأَذْرَكَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدَ
الرُّكْعَتَيْنِ مَعَهُ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُتِلَ مَعَهُ
فَرُكْعَتَا الرُّكْعَةِ الَّتِي سَبَقْتُنَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

تنگ تھیں مالدیے آپ نے جب مبارک کے نیچے سے دونوں ہاتھ
بہر نکالے مالدی پنا جب مبارک اپنے دونوں کندھوں پر ڈال لیا۔
اور اپنے دونوں بازو دھوئے پھر آپ نے چہارم حصہ پر مسح کیا۔
اور علامہ شریف پر بھی مسح کیا۔ پھر میں نے مسح کو چھکا کہ آپ کے ہونٹوں سے
مبارک آتا رہا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دے کیونکہ میں نے
انہیں پاک پاؤں پر پہنا ہے پھر آپ نے ان موزوں پر مسح کیا پھر آپ
سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہوا۔ اور لوگوں تک جا پہنچے۔ اس وقت
لوگ غمان کے یہ کھڑے ہو چکے تھے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف
رضی اللہ عنہ ان کی امامت کر رہے تھے اور ایک رکعت پڑھ چکے تھے
جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا احساں ہوا تو انہوں نے
مسائل امامت سے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر آپ نے انہیں وہیں
کھڑا رہنے کا اشارہ فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتوں
میں سے ایک رکعت امام (عبدالرحمن) کے ساتھ ادا کی جب انہوں
نے مسح کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ
کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ہم نے وہ رکعت ادا کی اور ہم نے مثال
ہونے سے پہلے پڑھی جا چکی تھی۔ (مسلم شریف)

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔

۲۔ یہ آپ کے غزوات میں سے آخری غزوہ ہے۔

۳۔ اس برتن کو ادا وہ کہتے تھے۔ ادا وہ بکسر ہمزہ چڑے کا بنا ہوا چھوٹا برتن۔ باب وضو میں اسی کی تحقیق گزر
چکی ہے۔

۴۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں دوسرے سے مدد لینا جائز ہے یہ مدد سفر کے ساتھ خاص نہیں۔

واللہ اعلم۔

۵۔ جب اسے کہتے ہیں جسے کاٹ کر سیا گیا ہو قیض اس کہتے ہیں جس کا گریبان (گلاخ) ہوا۔ اور قبا وہ جس کا

گريبان نہ ہو جبہ کا لفظ ان سب کو شامل ہے۔

۵۶۔ یہ وہ جبہ مبارک ہے جس کے بارے میں احادیث میں واقع ہوا ہے کہ آپ تنگ رومی جبہ زیب تن فرماتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ کپڑا بھی پہنا ہے۔ تاہم یہ تنگ کپڑا آپ نے سفر میں پہنا۔

۵۷۔ آپ نے عملے شریف پر مسج کے مسج کی تکمیل اور مسج کی سنت قائم کرنے کے لیے کیا جیسا کہ اس کی تحقیق باب وفتویٰ گزری۔

۵۸۔ یہاں کچھ تفصیل ہے جو ہم نے شرح (عزلی) میں کی ہے۔

۵۹۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کو یہ اشارہ ہو چکا تھا کہ اگر ہمارے آئے میں دیر ہو جائے تو غار شروع کر دینا۔

۶۰۔ جس طرح کہ مہرق کو کرنا چاہیے۔

۱۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے مگر ایسا واقعہ زندگی اقدس میں صرف دو بار ہوا ہے۔ ایک تو حضرت عبدالرحمن کے پیچھے۔ دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہی ایک واقعہ میں۔ اور وہ جو آپ نے آخر عمر شریف کے وقت نمازیں ادا کیں تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم الم ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مقتدی ہوتے تھے۔ اپنے عمل و مقام میں اس کی تحقیق ہو چکی ہے۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسافر کو تین دن رات اور مقیم کو ایک دن رات مسج کی اجازت دی جب کہ اس نے طہارت کی حالت میں موزے پہنے ہوں۔ اسے اترنے نے اپنے سنن میں اور ابن خزیمہ اور دارقطنی نے روایت کیا۔ خطابی نے کہا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ جیسا کہ کتاب التفتیح میں آیا ہے۔

۴۶۱ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَ لَيْلَةً إِذَا تَطَهَّرَ فَلَيْسَ خُفْيُهُ أَنْ يَمْسَحَ عَلَيْهِمَا رَوَاهُ الْأَثَرُ مَرْفُوعًا سُنَّهِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَالدَّارُ قُطْنِيُّ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ مَُوْصُوعِيهِ الْأَسْنَادُ

هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى -

(ابن جریر، دارقطنی)

۱۔ ابو بکرؓ آخر میں تاکے ساتھ۔ آپ صحابی میں قبیلہ بنی ثقیف سے ہیں۔ آپ کا نام مبارک نُفَیْمُ رِبْعِمِ نُونِ وفتح (نا) ہے۔

۲۔ اترم ثنائے مثلثہ کے ساتھ۔

۳۔ المنتقی۔ بضم میم و سکون نون و فتح قاف خطابی کی کتاب کا نام ہے۔

۴۔ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا كُنَّا سَفَرًا أَنْ لَا نَنْزِعَ خِفَافَنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِيَا لِيَهُنَّ الْأَمِنْ جَنَابَةٍ وَلَكِنْ مِنْ غَائِطٍ وَبَوْلٍ وَنَوْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ -

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں جب ہم لوگ سفر فرماتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم لوگ تین دن رات تک موزے نہ اتاریں مگر جنبی ہو جانے کی صورت میں۔ لیکن قصائے حاجت، بول اور نیند کی وجہ سے نہ اتاریں۔ (ترمذی و نسائی)

۱۔ عسال بفتح عین و سین مشددہ حضرت صفوان بن عسال صحابی ہیں کوفہ میں سکونت تھے۔ بارہ غزوات میں شریک ہوئے کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی ہے۔

۲۔ سَفَرًا سین کی زبرد اور فاک جزم سے سافر کی جمع ہے۔ جن طرح محبوب صاحب کی اور یکب راگب کی جمع ہے۔

۳۔ کہ اس میں موزہ پر مسح کرنا درست نہیں۔

۴۔ کہ ان میں موزہ اتارنے کی ضرورت نہیں بلکہ موزہ پر مسح کر لینا جائز ہے۔ اس عبارت میں قاعدہ عربی کی رو سے کچھ کلام ہے جسے ہم نے (عربی) شرح میں بیان کیا ہے۔

۵۔ وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَمَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ مَعْلُولٌ وَسَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ آپ نے موزے کے اوپر کے حصے اور نیچے کے حصے پر مسح فرمایا۔ اسے ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ اور ترمذی نے کہا۔ یہ حدیث معلول ہے۔ اور میں نے ابو زرعہ اور محمد

وَمُحَمَّدًا يَعْنِي الْبُخَارِيُّ عَنْ هَذَا
الْحَدِيثِ فَقَالَ لَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَكَذَا
مُتَّفَقٌ - أَبُو دَاوُدَ
یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا
توان دونوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔
(ابوداؤد)

۱۷۔ اوپر کا حصہ یعنی پاؤں کی پشت۔ نیچے کا حصہ یعنی پاؤں کا تلاء۔
۱۸۔ یعنی اس حدیث میں ایسے اسباب دہل میں جو اس کی صحت میں عیب پیدا کرتے ہیں۔
۱۹۔ جو اکابر ائمہ حدیث میں سے ہیں۔

۲۰۔ یوں ہی اس حدیث کو ابوداؤد نے ضعیف کہا۔ اس حدیث کی وجہ ضعف میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک
یہ کہ اس حدیث کا اتصال حضرت غیر سے ثابت نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی سند زاد بہ وزن خراذ نامی شخص (جو حضرت مغیرہ کا کتاب
اور آزاد کردہ غلام ہے) تک پہنچتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسے ثور بن یزید نے رجاء بن حیوۃ سے جو حضرت مغیرہ کا کتاب
ہے سے روایت کیا ہے اور ثور کا رجاء سے سماع ثابت نہیں۔ پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے اکثر طرق مرویہ میں مطلق آیا ہے۔
اوپر اور نیچے کا کوئی ذکر نہیں۔ اور اس سے اگلی حدیث میں صرف اوپر کے حصے پر مسح کا ذکر آ رہا ہے۔ لہذا اس حدیث میں
اضطراب ہے۔ اور یہ اضطراب بھی حدیث کی صحت میں نقص پیدا کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

۲۱۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ
عَلَى ظَاهِرِهِمَا - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ
دَاوُدَ
اور انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
موزوں کے اوپر کے حصے پر مسح کرتے دیکھا۔
(ترمذی و ابوداؤد)

۲۲۔ وَعَنْهُ قَالَ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسَحَ عَلَى الْجُمُورِ بَيْنَ
وَالنَّعْلَيْنِ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ
انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جڑ اہوں
اور جوتوں پر مسح کیا۔
(احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

۱۷۔ جب وہ موزہ ہے جو موزے پر ٹخنے تک پہنا جائے۔ اسے جرموق اور موق بھی کہتے ہیں۔ شرح ابن ہمام میں
جوہری و مطرزی سے نقل کیا کہ موق اس چھوٹے موزے کو کہتے ہیں جس سے موزے کا اوپر کا حصہ چھپ جائے۔ کتاب
خرق کی شرح میں کہا ہے جرموق ایسے کشادہ موزے کو کہتے ہیں جو موزے پر پہنا جاتا ہے۔ اور یہ سرد علاقوں میں پہنا

جانتا ہے جو رب پر مسح جب کہ اس نے منہ سے کھانسی اور نیچے کا حصہ پوری طرح چھپا لیا ہو اور دونوں یعنی اوپر اور نیچے والا مونہ طہارت پر پہنچے ہوں، امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس صورت میں مسح جائز ہے جب کہ وہ موٹا اور چڑا لگا اور جوتا نہ ہو کہ پٹلی پر باندھے بغیر اس سے راستے پر چلنا ممکن ہو ورنہ اس پر مسح جائز نہیں۔ ہاں اوپر والا جو رب اگر اتنا نرم اور باریک ہو کہ اس پر مسح کرنے سے تری نیچے منہ تک پہنچ جائے۔ تو بھی اس کا مسح جائز ہے کہ اس صورت میں گویا نیچے والے ٹھنڈے پر ہی مسح کیا۔ یوں ہی امام احمد رحمۃ اللہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک جو رب پر مسح جائز نہیں۔ اگر چہ وہ جوتا نہ ہو۔ یہ حدیث امام شافعی پر حوالہ مسح میں حجت ہے۔ اور یہ حدیث حضرت علی حضرت ابن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مروی ہے۔

تیسری فصل

الفصل الثالث

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونہوں پر مسح کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے ہیں۔ فرمایا بلکہ تو بھولا ہے۔ مجھے رب نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (احمد و ابوداؤد)

۴۸۱ عَنْ الْمَغِيرَةِ قَالَ مَسَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسِيتَ قَالَ بَلْ أَنْتَ نَسِيتَ بِهَذَا أَمْرًا مَرَفِيًّا بِي عَزَّوَجَلَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ -

۱۔ یعنی میں نہیں بھولا بلکہ تجھے نسیان ہوا یعنی تجھ سے خطا واقع ہوئی ہے کہ تو نے اس فعل میں میری طرف نسیان کی نسبت کی۔

۲۔ اور اس نے جو کچھ مجھے فرمایا میں وہ کر رہا ہوں یعنی میں پاؤں دھوئے نہیں بھولا بلکہ جو کچھ اس نے فرمایا وہ کر رہا ہوں گویا یہ پہلی بار تھی کہ حضرت مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مونہوں پر مسح کرتے دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا شاید حضور پاؤں دھونا بھول گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح وارد ہوا ہے۔ مناسب یہ تھا کہ حضرت مغیرہ یوں عرض کرتے یا رسول اللہ کیا یہ نیا حکم آیا ہے۔ ادنیٰ پاؤں دھوئے کا وجوب ساقط ہو گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔

۴۸۲ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ

بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَتَمُّ الْخَفِ أُولَىٰ
بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَىٰ
ظَاهِرِ خُفَيْهِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَدَوْلَقَابِغِي
مَعْنَاهُ -

اگر دین کا معاملہ صرف انسان کی عقل و ہائے پر مبنی ہوتا تو موزے
کے نیچے کے حصے پر مسح کرنا اور پہرے حصہ پر مسح کرنے سے تقاضہ
مناسب ہوتا اور بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو دیکھا کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کر رہے تھے۔ اسے ابو داؤد
نے روایت کیا ان الفاظ کے ساتھ اور محدث داری نے اسے
دوسری عبارت کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ کیونکہ موزے کا وہ حصہ جو پاؤں کے نیچے ہوتا ہے وہی نجاست سے آلودگی کا محل و مقام ہے۔ لہذا اس کی تطہیر و
تخلیف زیادہ مناسب و بہتر ہونی چاہیے۔
۲۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع علیہ السلام کے حکم اور نص کے مقابلہ میں عقلی فیصلوں اور قیاس کی اتباع
باطل محض ہے۔

بَابُ التَّيْمُمِ

تیمم کا باب

لغت میں تیمم کے معنی قصد ارادہ کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے۔ بیزیت طہارت پاک مٹی کا ارادہ کرنا
اور اس سے منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا۔ تیمم کے مشروع و جائز ہونے کا ابتدائی واقعہ وہ ہے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ہم لوگ جب مقام بیدار یا مقام ذات
الجیش میں پہنچے تو میرے گلے سے ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش کے لیے وہاں رک گئے
آپ کے ساتھ لوگ بھی رکے۔ اتفاق سے اس جگہ پانی نہ تھا۔ اس وقت ہی لوگوں کے پاس پانی تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے آپ نہیں دیکھ رہے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کو
بھی روک رکھا ہے اور لوگوں کو بھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔
کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو مبارک پر سر رکھ کر سو رہے ہیں۔ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے عائشہ تو نے حضور کو بھی اور لوگوں کو بھی روک رکھا ہے یہاں پانی بھی نہیں چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور جو خدا تعالیٰ کی میثقت تھی وہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور میرے پہلو میں زور سے اپنے ہاتھ سے چومہ کی۔ مگر میں نے جنبش نہ کی کیونکہ میری ران پر سر رکھ کر حضور علیہ السلام نیند فرما رہے تھے۔ پھر آپ بیدار ہوئے جب کہ صبح ہو چکی تھی۔ اور پانی نہ تھا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حنیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ (اس سے قبل بھی اللہ تعالیٰ تمہارے طفیل متعدد برکات نازل کر چکا ہے۔) پھر لوگوں نے میرے ادنٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے پڑا ہوا اپنا ہار مجھے مل گیا۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ ہار عاریتہ لیا تھا یہ ہار گم گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اس کی تلاش کے لیے بھیجا۔ اس نے نماز کا وقت آگیا۔ اور لوگوں نے مجبوراً بے وضو نماز ادا کی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حنیر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر فرمایا۔ اے عائشہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ خدا کی قسم! تجھے کوئی واقعہ پیش نہیں آتا جسے تو ناپسند کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اسے تیرے لیے اور مسلمانوں کے لیے خیر و برکت کا موجب بنا دیتا ہے۔

اس مقام پر دوسری بات یہ ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ تیمم دو ضرب ہے۔ ایک منہ کے لیے اور دوسری کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ یا منہ اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب سے اول امام ابو حنیفہ، آپ کے دوڑوں ساتھیوں (امام محمد و امام یوسف) اور امام مالک اور امام شافعی کا مختار و محفوظ مذہب ہے۔ امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت حن بصری، شعبی، سالم بن عبد اللہ، سفیان ثوری اور اکثر علمائے اقصاء و امصار کا مذہب ہے۔ دوسرا یعنی تیمم صرف ایک ضرب ہے۔ امام احمد کا مشہور مذہب ہے۔ امام شافعی کا قلیل تقدیم بھی یہی ہے۔ نیز یہی کھول، افزاعی، اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن خزمیہ وغیرہم اصحاب حدیث کا مذہب ہے۔ اور ہر دو مذاہب کے ثبوت میں احادیث موجود ہیں۔ جیسا کہ کتاب میں آئے گا۔ محدثین کہتے ہیں قول ثانی کی موافقت میں دار و احادیث زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ہیں۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ مذہب اول کی موافقت میں جماع احادیث میں وہ بھی صحیح ہیں۔ مذہب ثانی کے موافق ظاہر احادیث سب مؤول ہیں۔ اس بحث کی پوری تفصیل شرح (عربی) میں ذکر کر دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔



الفصل الاول

پہلی فصل

۴۸۳ عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى
النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ مَصْفُوفُنَا كَمَصْفُوفِ
الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ مَحَلًّا
مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ ثُرَيْبَتُنَا طَهُورًا
إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں لوگوں پر تین باتوں سے فضیلت دی
گئی ہے۔ پہلی صفوں کو ملائکہ کی صفوں کی طرح قرار دیا گیا ہے اور
ہمارے لیے تمام زمین کو مسجد بنادیا گیا ہے۔ اور
جب ہمیں پانی دستیاب نہ ہو تو زمین کی مٹی کو ہمارے لیے
پاک کرنے والی چیز بنا گیا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۔ یعنی ہمیں گزشتہ انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر تین چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے۔

۲۔ یعنی کفار سے جنگ کے وقت مجاہدین کی جو صفیں ترتیب دی جاتی ہیں وہ شان و درجہ میں ملائکہ کی صفوں کی طرح
ہیں۔ یا نماز باجماعت کے وقت جو صفیں قائم ہوتی ہیں۔ وہ بھی عند اللہ ملائکہ کی صفوں کی مانند ہیں کہ ان سے نفس اور شیطان
کے لشکروں کے ساتھ جہاد کیا جاتا ہے۔ اور یہ صفیں صورت و ہیئت میں بھی ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں جب کہ ہر اگلی صف
کو مکمل کیا جائے۔ یا قرب و نزدیکی و تعظیم و تکریم میں ملائکہ کی صفوں کی طرح ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے قول مبارک،
وَالصَّافَّاتُ صَفًّا میں ملائکہ اور نمازیوں کی صفوں کی قسم کا ذکر ہے۔

۳۔ یعنی جائے سجدہ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہو جو نماز کے لیے مختص کی گئی ہو۔ اور جب ہر جگہ
نماز ادا کرنا جائز ہو تو گویا ساری زمین مسجد بن گئی۔ یہ فضیلت اُنم سابقہ کو حاصل نہ تھی۔ کیونکہ ان کے لیے سوائے مقررہ
عبادت گاہوں کے نماز جائز نہ تھی۔ حدیث کی عبارت اسی طرح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سفر کے دوران انہوں نے گرجوں
اور گنیوں کی طرح کوئی جگہ بنائی ہوئی ہو۔ کہ ان کے بغیر نماز درست نہ ہوتی ہو۔

۴۔ یہ تیمم سے کنایہ ہے جب کہ پانی دستیاب نہ ہو اس حدیث سے تیمم کے لیے مٹی کی تخصیص معلوم ہوتی ہے
امام شافعی و احمد کا ان سے قوی تر روایت کے مطابق اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے۔ اور امام ابو یوسف اور احمد سے
ایک روایت کے مطابق ریت سے بھی تیمم جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ امام مالک امام محمد اور امام احمد کی ایک روایت کے
مطابق جنس زمین کی ہر چیز سے تیمم جائز ہے۔ جس زمین ہر وہ چیز ہے جو آگ سے نہ لگے اور نہ نرم ہو۔ اور جلتے سے
راکھ نہ بنے۔ ان حضرات کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بخاری میں مذکور ہے کہ وَجُعِلَتْ

بِیْ اِلَیْهِ مَرْجِعُ کُلِّ شَیْءٍ اَوْ ذَکُوْرًا ۱۔ (میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے) ارمن کا لفظ سب کو شامل ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنا اولیٰ اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ کہ اس حدیث میں حضرت عذیفہ کی حدیث پر بھی عمل ہو جاتا ہے مگر حضرت عذیفہ کی حدیث جو مٹی سے مخصوص ہے اس حدیث پر عمل کو فوت کر دیتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے لفظ تربت مٹی کے ساتھ خاص نہیں کہ تربت ہر اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں آبلے چلے وہ مٹی ہو یا ریت وغیرہ۔ مگر قاسم میں کہا کہ ترب یعنی القاطین پھر لفظ تربت کے علاوہ ایک روایت میں لفظ تراب بھی آیا ہے۔ جیسا کہ ابن خزیمہ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے۔ جُعِلَ التُّرَابُ لِيْ طَهُوْرًا ۱۔ یعنی میرے لیے تراب کو پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے۔ کذا فی فتح الباری۔ معلوم ہونا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص جن کے ساتھ آپ انبیاء سابقین سے ممتاز ہیں اور جو ظاہر و باطن میں آپ ہی کی ذات کے لیے خاص ہیں، اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لیے کوئی حد و شمار نہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے ان میں سے کچھ ذکر کیے ہیں۔ اوسان میں سے کچھ ہماری شرح (عربی) میں بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۲۸۲ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فَلَمَّا انْقَضَ مِنْ صَلَاتِهِ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مُّعْتَزِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ يَا فُلَانُ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ أَصَابَتْني جَنَابَةٌ وَكَأَمَاءُ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے آپ نے ایک آدمی دیکھا جو لوگوں سے الگ تھا اور اس نے قوم کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا مجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا اس نے کہا میں جنبی ہو گیا تھا اور پانچ موجود نہیں (جن نے غسل کر لیا) آپ نے فرمایا اپنے لیے مٹی کو لازم کر۔ وہ تیرے لیے کافی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ شاہیر صحابہ سے ہیں۔ آپ نہایت عالی مرتبہ شخصیت ہیں۔ مسلسل تیس سال بتر علامت پر رہے۔ ملائکہ آپ کو سلام کرنے آتے تھے۔

۲۔ صعب یعنی خاک۔ بعض صعب کا معنی روئے زمین کا کرتے ہیں۔ یہ شخص غالباً وضو کے لیے تیمم کا مسئلہ جانتا تھا۔

جنابت کے لیے تیمم کے جواز کا اسے علم نہ تھا۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے تیمم کی کیفیت بیان نہ فرمائی

۴۸۵ وَعَنْ عَمَّارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى
عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنِّي أَبْجُذْتُ فَلَمْ
أُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارٌ لِعُمَرَ أَمَا تَذْكُرُ
أَنَا كُنَّا فِي سَفَرٍ أَنَا وَأَنْتَ فَأَمَّا أَنْتَ
فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَكْتُ فَصَلَّيْتُ
فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا فَضْرَبَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ الْأَرْضَ
فَتَفَخَّ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِنَّ وَجْهَهُ وَ
كَفَّيْهِ رَدَاةَ الْبُخَارِيِّ وَلَمْ يَسْلَمْ نَحْوَهُ
وَفِيهِ قَالَ إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ
بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَفَخَّ ثُمَّ تَمَسَّحَ
بِهِنَّ وَجْهَكَ وَكَفَّيَكَ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک
آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں
جنبی ہو گیا ہوں اور پانی نہیں مل رہا (تو کیا کرؤں) حضرت عمار
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو یاد نہیں۔ ہم لوگ
(میں اور آپ بھی) ایک سفر میں تھے (اگر ہم دونوں جنبی تھے) آپ
نے تو نماز نہ پڑھی مگر میں زمین پر لیٹ کر لوٹ پوٹ ہو گیا۔ پھر
نماز پڑھی اور اس بات کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے
کیا تو آپ نے فرمایا تیرے یہ فعل کافی ہے۔ اور اس فعل کی
تفسیر کرتے ہوئے ہاتھ سے زمین پر ایک ضرب لگائی۔ اور
دونوں ہاتھوں کو پھینکا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے
چہرے اور ہاتھوں کو مسح کیا۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔ مسلم کے
ہاں بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے لیے اس قدر کافی ہے کہ اپنے
دونوں ہاتھ زمین پر مارے۔ پھر نہیں بچنے کے۔ پھر ان دونوں
سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

۱۔ یعنی کیا جنابت کے لیے تیمم کر سکتا ہوں۔ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب مذکور نہیں ہے۔ گویا
اس مسئلہ کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاموشی اختیار کی۔ کہ جنابت کے لیے تیمم درست ہے یا نہیں۔ اس پر
حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگوشی بیان کی جس سے معلوم ہو جائے کہ تیمم جنابت کے لیے بھی کافی ہے۔ مسلم اور
نسائی کے بعض طرق میں آئی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نماز نہ پڑھو بعض شارحین نے یہ الفاظ بھی زیادہ کیے
ہیں کہ حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا حتیٰ تجد الماء بیاں تک کہ تجھے پانی میسر آجائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب
مشہور ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس کے موافق آیا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود و حضرت ابو موسیٰ
کے مابین اس مسئلہ پر مناظرہ بھی ہوا ہے۔ کہ جنبی کے لیے تیمم جائز ہے یا نہیں۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے

رجوع کیا۔ بعض نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دینے سے اس لیے توقف کیا کہ آپ کو حضرت عمار والا واقعہ یاد نہ رہا تھا۔ اسی لیے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عمار سے کہا۔ اے عمار خدا سے ڈر تو کیا کہہ رہا ہے۔

۵۲۔ اور نماز ادا کرنے میں آپ نے اس لیے توقف کیا کہ آپ کا گمان یہ تھا کہ جنابت کے لیے تیمم کافی نہیں ہو سکتا۔

۵۳۔ اور میں خاک میں اس لیے لوٹ پوٹ ہوا کہ میں نے تیمم کو غسل پر قیاس کیا۔ اور تیمم جو نیکہ غسل کے قائم مقام ہے اس لیے تمام بدن خاک سے آلودہ کرنا چاہیے۔ اور قرآن میں جو تیمم کا ذکر آیا ہے۔ وہ صرف وضو کے ساتھ خاص ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد واقع ہو رہا ہے۔ اور خطا صادر ہونے کی صورت میں بھی مجتہد لائق ملامت نہیں۔ اور جب مجتہد نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر لیا تو اس عمل کا اعادہ ضروری نہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اعادہ کا حکم نہ دیا۔

۵۴۔ تاکہ غبار اتر جائے کہ غبار لگ جانے سے چہرہ بد صورت نہ ہو جائے جو کہ مثلہ کے حکم میں ہے۔ (مثلہ شکل بگاڑنا)

۵۵۔ مسح کی کیفیت یہ تھی کہ آپ نے دائیں ہاتھ کی پشت کا مسح بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے کیا۔ اور بائیں ہاتھ کی پشت کا مسح دائیں ہاتھ سے کیا۔ بعض روایات میں لفظ واحد اور نقطہ وجہ کی کفایت کی تقدیم کے ساتھ اور بعض دوسری روایات میں اس کے برعکس آیا ہے۔ بعض روایات میں مسح کی جگہ تیمم وجہ لفظ کفایت سے پہلے تھا آیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم میں ترتیب فرض نہیں۔ جیسا کہ شیخ نے کہا۔

۵۶۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تیمم میں ایک ضرب بھی کفایت کرتی ہے۔ جیسا کہ چہرہ کے غلات بعض لوگوں کا مذہب ہے۔ اور شیخ محی الدین تودہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اس ضرب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تعلیم کے طور پر ضرب کی شکل و صورت دکھانا تھا کہ زمین پر اس طرح ہاتھ مارنا ہے۔ زمین پر لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے کیا۔ تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصود نہ تھی جس سے تیمم مکمل ہوتا ہے۔ لہذا حضرت عمار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ضرب کا ذکر کیا۔ اسی لیے حضرت عمار سے سنن میں مروی شدہ روایات میں بطور نص دو ضربوں کا ذکر آیا ہے۔ اور اس حدیث کی بھی بعض روایات میں ضربت واحدہ کا لفظ صریحاً نہیں آیا۔ بلکہ یوں آیا ہے۔ **كَرَبَ بِكَفَيْهِ الْأَرْضَ تَحْرَسَ سَحْمًا وَكَفَيْهِ**۔ یہ الفاظ بھی اپنے اطلاق کے

ساتھ دو ضربوں کا احتمال رکھتے ہیں۔ اور کفین و مسح کا ذکر بھی اس بنا پر ہے کہ مقصور تیمم کا مکمل بیان نہ تھا اس لیے صرف اتنے ہی بیان پر کفایت کی تعلیم طریقہ ضرب کی ہے۔ اس تو حبیہ کی دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصود تھی وہاں ذرا عین (کلاموں) سے کہنیوں تک کا ذکر موجود ہے بعض کہتے ہیں یہاں کہنیں (تھیلیوں) سے بدین (کہنیوں) تک ہاتھ مراد ہیں۔ اور جس طرح کہ بعض دفعہ یُذَر (ہاتھ بول کر تھیلیاں) مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں فرمایا سَوَّ السَّارِقِ وَالسَّارِقَةُ فَاتَّقَعُوا أَيْدِيَهُمْ۔ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو (یہاں ید سے گٹوں تک ہاتھ مراد ہیں) لہذا اگر کف بول کر کہنیوں تک ہاتھ مراد لے لیا جائے تو کوئی بعید نہیں۔ اس مقام میں شرح (عربی) میں زیادہ گفتگو کی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوگا کہ ضربتیں کا قول زیادہ راجح اور زیادہ قوی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۸۶. وَعَنْ أَبِي الْجَعْفَرِ بْنِ الْحَارِثِ
ابْنِ الْقِسْمَةِ قَالَ مَرَرْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُولُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ
فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ حَتَّى قَامَ لِي جَدَارٌ فَحَسَمْتُ
بِعَصَا كَأَنَّهُ مَعَهُ ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى
الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِمَارِيْعَهُ ثُمَّ
مَرَدَّ عَلَيَّ وَلَمْ يَأْجِدْ هَذِهِ الرَّوَايَةَ فِي
الصَّحِيحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِي وَ
لَكِنْ ذَكَرَهَا فِي شَرْحِ الشُّنُوْهِ وَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ حَسَنٌ۔

حضرت ابو جعفر بن حارث بن قسمة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔ آپ
اس وقت بول کر رہے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ مگر
آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک
دیوار کے نزدیک کھڑے ہوئے۔ اسے ایک لکڑی سے کھرچا جو
آپ کے پاس تھی۔ پھر دونوں ہاتھ دیوار پر رکھے۔ اور چہرے
اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر میرے سلام کا جواب دیا۔ میں
نے اس حدیث کو بخاری و مسلم میں نہیں پایا۔ اور نہ حمیدی
کی کتاب میں۔ لیکن اسے شرح شنوءی میں ذکر کیا۔ اور کہا
یہ حدیث حسن ہے۔

۱۷۔ صمۃ بکر صادق شہید مسلم مفتوحہ حضرت ابو جعفر مشہور انصاری صحابی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے
بھیتر زادہ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ امارت تک حیات رہے۔

۱۸۔ حۃ تحت بجائے ہملہ و تائے متناہ بمعنی خشک منی کو کپڑے سے کھرچا اور پتوں کو درخت سے الگ
کرنا حقائق ہر چیز کے تراشنے کو کہتے ہیں۔

۱۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ دست مبارک میں سرے لمبی چھوڑی ہاتھ میں رکھتے تھے یا اس
سے دہی نیزے کی مانند لٹھی مراد ہے۔ جسے خادم آپ کے ساتھ اٹھا کر چلتے تھے۔ جیسا کہ کتاب الطہارۃ میں گزرا۔ لفظ

معنی کا ظاہر اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دیوار کو کھرجیا اس لیے تھا کہ ہاتھوں کو غبار لگ جائے۔ اگرچہ غبار لگنا شرط نہیں اسی بنا پر حضرت ابو جحیم سے مرفی دوسری حدیث میں جو آگے آرہی ہے، اس کا ذکر نہیں ہے۔

۵۷۔ آپ نے اسم الہی اسلام کی تفہیم کی خاطر سلام کا جواب نہ دیا۔ اس کی تحقیق باب الخلاء میں مگر رکچی ہے۔
۵۸۔ مؤلف کہتا ہے کہ صاحب معاینہ نے اس حدیث کا ذکر صحاح میں کیا ہے۔ مگر میں نے اسے صحاح میں نہیں پایا۔

۱۔ کتاب حمیدی جو صحیحین کی احادیث کی جامع ہے۔

۷۔ یعنی امام محی السنۃ نے شرح السنۃ میں امام شافعی کے طرق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

الفصل الثاني

دوسری فصل

٢٨٤ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ وَهُوَ
الْمُسْلِمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرِينَ
فَإِذَا وَجَدَ الْمَاءَ فَلْيُسِّقْهُ بَشَرًا فَإِنَّ
ذَلِكَ خَيْرٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ رَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ إِلَى قَوْلِهِ
عَشْرِينَ -

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک پاک مٹی مومن کا دھوہ ہے۔ اگرچہ اس سے دس سال پانی نہ ملے۔ جب اسے پانی میسر آجائے تو اسے استعمال کرے۔ کہ یہ بستر ہے۔

اسے احمد، ترمذی، اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ احمد
نسائی نے اس کی مثل روایت کی قول مشرین تک۔

۱۔ یعنی اگرچہ بالفرض اسے دس سال تک پانی دستیاب نہ ہو۔ ان الفاظ میں مٹی کے پاک کرنے کی صفت کو بطور مبالغہ و تاکید بیان کیا گیا ہے۔ نیز ان میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ خاک پانی کا خلیفہ مطلق و کامل ہے۔ جیسا کہ احناف کا مذہب ہے۔ معذور شخص کے ذہن کی طرح یہ محض ضرورت کے تحت پانی کا خلیفہ نہیں۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے۔ اس معنی کی تحقیق اصول فقہ میں اور اس کی فروع علم فقہ میں مذکور ہیں۔

۵۲۔ نَلِیْمُسْہُ۔ یُتَسُّ بِغَمِّ یَاوِ کَسْرِیم۔ اسماں سے مشتق ہے یعنی مسح۔ یہاں مراد منہ ہے۔ لُکڑ دھونوں فقوں کے ساتھ بجتی چٹڑہ۔ مراد اعضاء منہ میں۔

۵۳۔ کتاب طہارت کے لیے پانی کا استعمال بہتر اور مصل ہے۔ یہاں بغیر سے یہ مراد نہیں کہ پانی کی موجودگی میں وضو

اور تیمم دونوں جائز ہیں۔ لیکن دھو کر نابستر و افضل ہے۔ بلکہ اب دھو کر نابستر ہی ہوگا۔ اور تیمم کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ غیر کا معنی جو یہاں مراد ہے اس کی مثال قرآن حکیم کی اس آیت میں ہے:۔ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْكُمْ اَمْ لَا وَ اَحْسَنُ مَقِيلًا۔

۴۸۸ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَمَّا رَجُلًا مِنَّا حَجَرَ فَنَشَبَعَهُ فِي رَأْسِهِ فَأَحْتَمَمَ فَسَالَ أَصْحَابُهُ هَلْ تَجِدُونَ لِحَ رُخْصَةً فِي التَّيْمُمِ قَالُوا مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَأَغْتَسَلَ فَمَاتَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ بِذَلِكَ قَالَ قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شَفَاءُ الْعَرِ السُّؤَالُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَمَتَّعَ وَيُعْصَبَ عَلَى جُرْحِهِ خُرْقَةً ثُمَّ يَسْمُرَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلُ سَائِرَ جَسَدِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَبَاذٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہم لوگ ایک سفر کے لیے نکلے ہماری ساتھیوں میں سے ایک کے سر پر پتھر لگا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا ضرب کی چوڑے اسے احتلام ہو گیا۔ اس نے اس بارے میں اپنے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ تم لوگ میرے لیے تیمم کی اجازت دیتے ہو۔ ساتھیوں نے کہا ہمارے خیال میں تجھے تیمم کی اجازت نہیں کیونکہ تیرے پاس پانی موجود ہے پس اس شخص نے غسل کیا اس سے اس کی موت رافع ہو گئی جب ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور انہیں قتل کر دیے۔ جب یہ لوگ مسئلہ نہ جانتے تھے تو انہوں نے کیوں نہ دریافت کر لیا۔ کرنا بھی اور نادانی کا علاج تو دریافت کرنا ہے اس کے لیے تیمم کافی تھا۔ اور زخم پر کپڑا باندھ لیتا۔ پھر زخم پر مسح کر لیتا اور جسم کے باقی اعضاء دھو لیتا۔ اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور ابن ماجہ نے اسے عطابن ابی رباح اور انہوں نے حضرت عباس سے روایت کیا۔

۱۔ ان حضرات نے حق سبحانہ کے قول مبارک فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً (اور تم پانی نہ پاؤ) سے یہ مطلب سمجھا کہ پانی کی موجودگی اور اس کے استعمال کی قدرت ہوتے ہوئے تیمم کرنا منع ہے۔ ان حضرات کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ استعمال پر قدرت سے یہ بھی مراد ہے کہ اس کے استعمال سے ضرر لاحق نہ ہو۔
۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حقیقت کے ہاں بھی مجازی گفتگو اور سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ جب کہ اعتقاد قلبی حقیقت پر ثابت و قائم ہو۔

۵۳۔ یعنی علماء سے کیوں نہ پوچھ لیا۔

۵۴۔ اس حدیث میں بیک وقت کچھ اعضاء کا تیمم اور کچھ اعضاء کو دہم کرنے کا حکم موجود ہے۔

۴۸۹ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ فَتَيَسَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ بِوَضُوءٍ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ ثُمَّ آتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَلَجَزَّءُكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ لَكَ الْآجِرُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّائِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى هُوَ أَبُو دَاوُدَ أَيْضًا عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَافٍ مُرْسَلًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں دو آدمی سفر پر روانہ ہوئے۔ نماز کا وقت آگیا اور ان کے پاس پانی نہ تھا۔ ان دونوں نے نپاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھی پھر وقت کے اندر اندر انہیں پانی میسر آگیا۔ ان میں سے ایک نے تو وضو کر کے نماز پڑھا مگر دوسرے نے نماز نہ پڑھا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور اس صورت حال کا ذکر کیا تو جس نے نماز نہ پڑھا تھا اسے مخالف کر کے اپنے فرمایا تو نے سنت کیا یا استیر غنا لوٹا تھا تو اسے درست ہو گئی اور جس نے وضو کر کے نماز پڑھا تھا اسے فرمایا تجھے دو گنا ثواب ملے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد اور دائمی نے روایت کیا۔ اور امام نسائی نے اسے دوسرے الفاظ میں مختصر سے اختلاف کے ساتھ روایت کیا۔ اور ابوداؤد و نسائی نے اسے طحاوی سے بھی مرسل روایت کیا۔ (عطاء بن یساف تاہی میں)

۵۵۔ یعنی تو نے دین کا درست طریقہ اختیار کیا کہ پانی میسر نہ آنے کی صورت میں تو نے تیمم کیا اور جب پانی دستیاب ہو گیا تو وضو اور نماز کا اعادہ نہ کیا۔ شریعت کا حکم یہی ہے۔

۵۶۔ ایک ثواب تو اسے فرض کا ملا۔ اور عذر کے تحت تو نے تیمم کیا۔ دوسرا ثواب نفل نماز کا جب کہ عذر نہ ملے ہو گیا۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۹۰ عَنْ أَبِي الْجُبَيْمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصَّغْتَمَةِ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَعُوبٍ بِرَجُلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ

حضرت ابوجہم بن حارث بن جعتمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر محل کی طرف سے واپس تشریف لائے تھے کہ آپ کو ایک آدمی ملا اس نے آپ کو سلام کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرِدْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْجَدَائِرِ فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ مُتَّقٍ عَلَيْهِ -

اس کے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ آپ ایک دیوار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر اسے سلام کا جواب دیا۔
(بخاری و مسلم)

۱۷۔ صمۃ کبریا وفتح میم مشدودہ۔

۱۸۔ بیرجل مدینہ منورہ میں ایک مشہور جگہ ہے۔ محل بفتح جیم ویم۔

۱۹۔ یہ آدمی حضرت ابوالجہیم ہی تھے جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ انہوں نے اپنا ذکر بصیغہ غائب کیا۔ یہ بات امام شافعی نے طریق اخرج سے اپنی روایت میں بیان ہے۔

۲۰۔ یہ حدیث ہر دو طریق کا احتمال رکھتی ہے۔ گذشتہ حدیث میں حضرت ابوالجہیم سے وجہہ و ذراعیہ کا لفظ آیا ہے۔ اور بعض روایات کے مطابق اس حدیث میں بھی وجہہ و ذراعیہ آیا ہے مگر ایک ضرب یا دو ضربوں سے یہ حدیث خاموش ہے۔

۲۱۹۱ وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا فَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالضَّعِيدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَغَضِبُوا بِأَنَّهُمْ بِالضَّعِيدِ ثُمَّ مَسَحُوا بِوُجُوهِهِمْ مَسْحَةً قَائِدَةً ثُمَّ عَادُوا فَغَضِبُوا بِأَنَّهُمْ بِالضَّعِيدِ مَرَّةً أُخْرَى فَسَحَّوْا بِأَيْدِيهِمْ كُلَّهَا إِلَى الْمَنَازِكِ مَا لَا بَاطَ مِنْ بَطُونٍ أَيْدِيَهُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ -

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ عمار بیان کرتے تھے کہ صبحِ بَرَام نے خاک کے ساتھ مسح کیا حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے چنانچہ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں خاک پر ماریں۔ پھر ایک بار اپنے چہروں کو ملا پھر دوبارہ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں خاک پر ماریں۔ اور اپنے پورے ہاتھوں کو ملیں۔ یعنی کندھوں اور بغلوں تک۔

اسے ابو داؤد نے روایت کیا۔

۱۷۔ یعنی وضو کی طرح تکرار نہ کیا۔

۱۸۔ یہ حدیث ابوالجہیم رضی اللہ عنہ سے تمیم کے لیے دو ضربوں میں مفتوح ہے۔ اور ان سے فصل اول میں مذکور حدیث ایک ضرب میں ظاہر ہے۔ اور اس کی تاویل (معنی) معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن اس حدیث میں کندھوں اور بغلوں تک کا لفظ آیا ہے۔

شاید صحابہ کی نگاہ اس پر پڑی کہ تمیم میں ہاتھ غایت کے ساتھ مقید نہیں ہیں۔ اور یہ کالفظ لپید سے بازو کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ان حضرات صحابہ نے اس چیز کو پیش نظر نہ رکھا کہ تمیم وضو کی فرع ہے۔ اور انہیں اس بارے میں حضور کے بیان کی اطلاع بھی نہ ہوئی۔ جیسا کہ حدیث میں ذرا عیہ کالفظ آیا ہے۔ مگر جہور صحابہ نے اس امر کو سامنے رکھا کہ تمیم وضو کا خلیفہ اور اس کی فرع ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام سے اس حقیقت کی اطلاع ان کو ہو چکی تھی۔ تاہم۔

بَابُ الْغُسْلِ الْمَسْنُونِ

غسل مسنون کا باب

معلوم ہونا چاہیے کہ مؤلف رحمہ اللہ نے اس باب میں چار قسم کے غسل کا ذکر کیا ہے۔ جماع کے بعد غسل۔ میت کو غسل دینے کے بعد۔ سنگمی لگوانے کے بعد اور اسلام لانے کے بعد۔ عیدین کے غسل کا ذکر نہ کیا۔ باوجودیکہ ائمہ کے نزدیک یہ غسل مسنون یا مستحب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک غسل عیدین کے بارے میں کوئی حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی۔ مؤلف علیہ الرحمۃ بھی باب عیدین میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ جامع الاصول میں بھی اس باب میں کتب ستہ سے ملنے کوئی حدیث نہیں پائی۔ دوسری کتب میں بھی کوئی حدیث نہیں ملی۔ مگر دو حدیثیں ایک فاکہ بن سعد کی دوسری زیاد بن عیاض کی۔ اور دونوں کے بارے میں محدثین نے کہا ہے کہ ضعیف ہیں شرح (عربی) میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور جامع الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موطا کی حدیث میں سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عید کے دن عید گاہ میں جانے سے پہلے غسل کیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں شدید ہونا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ غسل عید کے بارے میں ضرور کوئی صحیح حدیث آئی ہوگی۔ مؤلف (صاحب مشکوٰۃ) نے روز عرفہ کے غسل کا ذکر بھی نہیں کیا۔ کتب حدیث میں بھی اس کا ذکر نہیں آتا۔ فقہائے کرام نے احرام کے لیے بھی غسل کا ذکر کیا ہے۔ بے شک یہ غسل بالاتفاق سنت ہے۔ ادا حدیث صحیحہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ احرام کے لیے غسل کا ذکر مؤلف نے شاید اس لیے بیان نہیں کیا کہ اس کا ذکر اپنے مقام میں آچکا ہے۔ لیکن غسل وجہ کا ذکر باب الجمعة میں بھی کیا اور یہاں بھی کیا ہے۔

اس کے بعد یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ غسل جمعہ میں اختلاف ہے۔ تمام ائمہ اس کی کیفیت و استحباب پر متفق ہیں۔

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ حَقٌّ عَلٰی
کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَّغْتَسِلَ فِی کُلِّ سَبْعَةِ
اَیَّامٍ یُّوْمًا یَغْسِلُ فِیْہِ رَاسَہُ وَجَسَدَہُ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر واجب
ہے کہ غسل کرے ہر سات دن میں ایک دن اس میں اپنا سر
اور سارا جسم دھوئے
(بخاری و مسلم)

۱۔ کیونکہ سات دن کے اندر جسم پر میل چڑھ جاتی ہے۔ اور اس سے بدبو آنے لگتی ہے۔ اس عبارت میں جمعہ کے
روزہ غسل واجب ہونے کے سبب کی طرف اشارہ ہے۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۴۹۵. عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَنْ
تَوَضَّأَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فِیْہَا وَنَعَسَتْ وَنَ
اغْتَسَلَ فَالْفُضْلُ اَفْضَلُ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ کَثِیْرٍ وَ
الدَّارِمِيُّ۔

حضرت سمروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے جمعہ کے روزہ وضو
کیا تو یہ اچھا اور نیک کام ہے اور جس نے جمعہ کے دن
غسل کیا تو یہ افضل کام ہے۔

(احمد، ابوداؤد، ترمذی، ابن کثیر)

(دارمی)

۱۔ سمروہ بفتح سین ضم میم بن جندب مشہور صحابی ہیں۔ انصار کے علیت تھے کوفہ میں رہائش اختیار کی۔ بعض کہتے ہیں
بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ اہل بصرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ بصرہ کے حاکم اور والی بھی رہے۔ آپ حافظہ کثیر الحدیث تھے آپ
سے امام حسن بصری اور ابن سیرین اور شعبی وغیرہم رحمہم اللہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ۵۹۔ جمعہ میں بصرہ میں وفات
پائی۔

۵۲۔ تو اس خصلت و فعل سے اصل فغیلت و طہارت حاصل کرنی چاہیے۔ یا اس لفظ پر محض کا مضمی یہ ہے کہ
بندے کے لیے مناسب ہے کہ اس فعل و منہ کو اختیار کرے۔ کیونکہ یہ اسے غفران کے لیے کافی ہے۔

۵۳۔ نَعَسَتْ۔ یعنی یہ خصلت اپنی حد فات میں اچھی اور نیک ہے۔ اگرچہ غسل کے مقابلہ میں کم درجہ
رکھتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مائیں نے

۴۹۶. وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا
فَلْيَغْتَسِلْ - رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ
أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو حَادٍ
وَمَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ
کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میت کو غسل دیا
اسے چاہیے کہ غسل کرے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور
احمد ترمذی ابوداؤد نے یہ جملہ زیادہ کیا۔ وَمَنْ حَمَلَهُ
فَلْيَتَوَضَّأْ اور جس نے جنازہ اٹھایا اسے چاہیے
کہ وضو کرے۔

۱۵۔ طہارت و طافت کے زیادہ اہتمام کے لیے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ میت کے جسم سے چھینٹا وغیرہ غسل
دینے والے کے جسم پر پڑھ گیا ہو۔

۱۶۔ علماء نے کہا ہے میت کو اٹھانے سے مراد اس کے جسم کو چھونا ہے۔ یہ وجہ معنی اول کے مناسب ہے۔ یا یہ مراد ہے
کہ جو شخص جنازہ اٹھائے اسے چاہیے کہ با وضو اٹھائے تاکہ اس کے لیے نماز ادا کرنا بھی ممکن ہو جائے۔ اور یہ دوسرے
معنی کے مناسب ہے۔ بعض نے کہا جنازہ اٹھانا نیک کام ہے۔ اور نیک کام با طہارت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ بہر صورت
جنازہ اٹھانے سے وضو واجب نہیں ہوتا یہی میت کو نہلانے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ اکثر علماء کے نزدیک پسندیدہ
اور مختار بات یہی ہے۔ اور جامع الاصول میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عیس نے
ان کی وفات کے بعد انہیں غسل دیا پھر کپ نے ہماورین میں سے ان لوگوں سے دریافت کیا جو وہاں موجود تھے کہ
میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اور آج سخت سردی پڑھ رہی ہے کیا میرے لیے غسل کرنا ضروری ہے؟ سب نے کہا آپ
پر غسل واجب و ضروری نہیں۔ موطا میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے
کی تجہیز و تکفین کی پھر اسے اٹھایا۔ ان کے بعد باہر تشریف لائے۔ اور نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔ ترمذی نے کہا۔ کہ اس باب
میں حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث حسن ہے اور کہا
علماء کا اختلاف ہے۔ اس شخص کے بارے میں جو میت کو غسل دے۔ بعض نے کہا اس پر غسل واجب ہے اور بعض کے
نزدیک اس پر وضو واجب ہے۔ بعض نے کہا غسل کر لینا مستحب ہے مگر اولیٰ یہ ہے کہ وضو کرے۔ اور حضرت عبداللہ
بن المبارک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے میت کو غسل دینے والے پر نہ غسل ہے نہ وضو۔

۴۹۔ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَمْرٍ يَجُوزُ
الْجَنَابَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمِنْ الْحَمَامَةِ
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم چار چیزوں سے غسل کرتے تھے۔ جنابت سے،
جمعہ کے دن۔ سنگھنی گھوڑے سے۔ اور میت کو غسل

وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ -

دینے کے بعد

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

(ابوداؤد)

۱۔ ان چار میں سے غسل جنابت تو فرض ہے اور جمعہ کے لیے سنت۔ اور سنگھی لگوانے اور میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ جنابت کے ساتھ ان تین چیزوں کو جمع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے لیے بھی غسل واجب ہو۔ جیسا کہ ہم نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔

یہاں یہ وضاحت کرنا مناسب ہے کہ اس حدیث کے ظاہر ترجمہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس میت کو غسل دیا ہے اور اس کے بعد خود غسل فرمایا۔ بعض نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ آپ اس غسل کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اور اس کا حکم دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی میت کو ہرگز غسل نہیں دیا۔ بعض تشریح میں صاحب ازہار سے منقول ہے کہ مفہوم اول عبارت کے زیادہ قریب ہے۔ اور صاحب مادی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی میت کو غسل دیا ہے اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

۴۹۸ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ أَنَّهُ أَسْلَمَ
فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ يَغْتَسِلَ بِمَاءٍ وَصِدْرِهِ - رَوَاهُ
الترمذی وَاَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيّ

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
بیشک معلوم ہے کہ اے قرآن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم دیا کہ پانی اور پیری کے پتوں سے غسل کریں۔
(ترمذی، ابوداؤد)

(نسائی)

۲۔ آپ صحابی ہیں اور ۳۔ میں بنی تمیم کے وفد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھا تو فرمایا: هَذَا امِيتُ اَهْلِ الْكُوفَةِ۔ یہ خیموں میں رہنے والوں کے سردار ہیں۔ آپ نہایت عقلمند، حلیم، بڑے فیاض اور شریف النان تھے۔ آپ بصریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سے حضرت حسن بصری وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

۳۔ یہ اس وجہ کے لیے ہے۔ جب کہ اسلام لانے والا جنسی ہو۔ ورنہ مستحب ہے۔ پیری کے پتوں کا استعمال اچھی طرح طہارت و نظافت کے لیے کیا۔

۴۔ عبارت کے ظاہر معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو اسلام لانے کے بعد غسل کا حکم دیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام لانے کا ارادہ مراد ہے۔ جیسا کہ ابوداؤد کے لفظ میں آیا ہے کہ قال قیس بن عاصم ایت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ارید الاسلام فامونی ان اغتسل یعنی حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کے ارادے سے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا۔ تاہم علماء نے کہا ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ اسلام لانے والے شخص کو پہلے کلمہ شہادت پڑھنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے نہلایا جائے گا۔ آگے پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہانا واجب ہے یا مستحب۔ قول ثانی زیادہ صحیح ہے نیز یہ بھی مستحب ہے کہ اسے کپڑے پہنے کا حکم دیا جائے اس کے بال منڈائے جائیں اور اس کا ختنہ کیا جائے۔

الفصل الثالث

تیسری فصل

۴۹۹ عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ إِنْ نَاسًا مِنْ أَهْلِ
الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا يَا بْنَ عَبَّاسٍ
أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ
لَا وَلَكِنَّهُ أَطَهَرُ وَخَيْرٌ لِمَنْ اغْتَسَلَ وَ
مَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ وَ
سَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلَ كَمَا تَرَى
النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الْقُصُوفَ
فَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ
ضَرِيقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ
فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ
الْقُصُوفِ حَتَّى ثَابَتَتْ مِنْهُمْ رِيَاكٌ أَذَى
بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ رِيَاكًا
قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمُ
فَاغْتَسِلُوا وَلَيْسَ أَحَدُكُمْ أَفْضَلُ مَا

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اہل عراق سے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کیا آپ جمعہ کے روز غسل کرنا واجب جانتے ہیں فرمایا نہیں میں واجب نہیں سمجھتا تاہم غسل کرنا زیادہ طہارت کا موجب ہے۔ جو غسل کرے تو اس کے لیے بتر ہے اور جو غسل نہ کرے تو اس پر واجب بھی نہیں۔ اور میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ جمعہ کے غسل کا آغا نہ کیسے ہوا اکثر لوگوں کو محنت شقت کرنا پڑتی تھی۔ اور لوگ صوف کے کپڑے پہنتے تھے اور انہیں اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھانے کا کام کرنا پڑتا تھا۔ اور ان کی مسجد تنگ تھی۔ مسجد کی چھت بھی سردوں کے قریب ہوتی تھی۔ اور چھت گھاس پھوس کی جھٹی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گرم دن میں باہر مسجد میں تشریف لائے لوگوں کو صوف کے کپڑوں میں پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان کے جسموں سے ایسی بو پھیل رہی تھی جس سے ایک دوسرے کو تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بو محسوس ہوئی تو فرمایا اے لوگو جب یہ جمعہ کا دن ہو تو

يَجِدُ مِنْ دُھْنِهِ وَطِيبَةٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَيْسُوا أَغْيَرَ الْقُصُوفِ
وَكُفُّوا الْعَمَلَ وَوُتِعَ مَسْجِدُهُمْ وَ
ذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضَهُمْ
بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ۔

غل کر لیا کہ وہ ادراپ نے جسموں کو تیل اور خوشبو لگایا کہ وہ۔
ابن عباس نے کہا کہ پھر لوگوں کی مال حالت بہتر ہو گئی۔ لوگوں نے
صوف کے بجائے دوسرے کپڑے پہنا شروع کر دیے
اور محنت مزدوری سے بھی کفایت مل گئی۔ ان کی مسجد بھی
کشادہ ہو گئی۔ اور جو چیز انہیں ایک دوسرے کو تکلیف دیتی

(رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ)

تھی (بو) وہ بھی جاتی رہی تھی۔ (ابوداؤد)

۱۵۔ حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ فقہاء مکہ اور تابعین میں سے ہیں۔ قبائل
بربر سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے باقی حالات دوسری جگہوں میں بیان ہو چکے ہیں۔

۱۶۔ طہر تطہیر مصدر سے اسم تفضیل ہے۔ (علت زائد کے ساتھ) جیسا کہ خاتہ کا مذہب ہے۔

۱۷۔ اور غسل نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

۱۸۔ فقر تنگ دستی کے باعث۔

۱۹۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جس میں مسلمان نماز ادا کرتے تھے۔

۲۰۔ بعض نسخوں میں سُقْف کا لفظ آیا ہے یعنی سُقْف کی جمع۔ جمع کا صیغہ چھت کے اجزاء مراد لیتے ہوئے
لایا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ مسجد کی چھت سات ہاتھ کی بلندی پر تھی۔

۲۱۔ یعنی نہ تھی مسجد مگر اس جگہ کی طرح جو سایہ کے لیے کھجور کے پتوں اور شاخوں سے بنائی جاتی ہے۔ پیش اس
چھپر کو بھی کہتے ہیں جو انگور کی پل کے لیے بنایا جاتا ہے۔

۲۲۔ یعنی اس محنت مزدوری سے بھی ان کی جان چھوٹ گئی جو وہ معاش کے لیے کرتے تھے کہ شہقت کے
بغیر ہی ان کے لیے ذرا لح معاش کشادہ ہو گئے۔

۲۳۔ مسجد نبوی خریف کی سب سے پہلی ترویج سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کی ماس کے بعد سیدنا
حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی خریف میں ترویج کی۔

۲۴۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً مذکورہ علت کی بنا پر جمعہ کے روز نہانا ضروری تھا۔ بعد میں جب
یہ علت و وجہ ختم ہو گئی تو نہانے کا وجوب بھی جاتا رہا۔ جس طرح علت کے عدم سے مولفۃ القلوب کا حصہ ختم ہو گیا۔
یعنی نے کہا ہے ابتداءً میں جمعہ کا غسل واجب تھا۔ بعد میں یہ وجوب منسوخ ہو گیا۔ تاہم نسخ کا قول نسخ کی تاریخ معلوم

ہوئے بغیر بعید ہے۔ بعض نے کہا جمعہ کا غسل کسی دوسری بھی واجب نہیں ہوا اور حدیث میں جو وجوب کا لفظ آیا ہے تو اس سے استحباب کی تاکید مراد ہے۔ اہل توجہ کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ مذکورہ علت کے باوجود جمعہ کا غسل ہمیشہ مستحب ہی رہا۔ فرق صرف یہ ہوا کہ ابتداء میں اس غسل کی تاکید تھی۔ جب اس کی وجہ باقی نہ رہی تو صرف استحباب باقی رہ گیا۔ مگر پہلی وجہ زیادہ قوی ہے۔ اور بعض شارحین نے اس کی تصریح بھی کی ہے واللہ اعلم

بَابُ الْحَيْضِ

حیض کا باب

۱۔ لغت میں حیض کا معنی ہے بہنا عرب کہتے ہیں حَاضِيَ الْوَادِي یعنی وادی بہ پڑی۔ جب کھاس میں پانی بہ نکلے تو حیض بھی اسی سے بنا ہے۔ اصطلاح شرع میں حیض اس خون کا نام ہے جو بے علت ولادت عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے۔ اور جو خون بچے کی ولادت کے وقت خارج ہوتا ہے اسے نفاس کہتے ہیں اور جو خون کسی بیماری کی وجہ سے رحم سے خارج ہو اسے خون استحاضہ کہتے ہیں۔ لفظ حیض بھی یعنی حیض آتا ہے۔ حیضہ بکسر حا بمعنی حیض کے وقت عورت کی حالت۔ اور حیضہ بمعنی ایک بار حیض آنا۔ علماء نے کہا ہے کہ خون حیض پیدا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ زمانہ حمل میں یہ خون بچہ کی تنویر و پرورش کا ذریعہ اور حکمت الہی سے بچے کی غذا کا کام دیتا ہے۔ اسی وجہ سے زمانہ حمل میں عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ اور بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو جو خون رحم میں بچے کی غذا بناتھا وہ خون نفاس کی صورت میں بوقت ولادت خارج ہوتا ہے۔ اس کے بعد خون حیض بچے کے لیے دودھ بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت کو حیض کم آتا ہے۔ اور جب عورت نہ حاملہ ہوتی اور نہ بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے تو وہ خون ہر ماہ حیض کی صورت میں خارج ہوتا ہے۔ اکثر یہی ہے کہ ہر ماہ چھ یا سات روز یا اس سے کم زیادہ آتا ہے۔ جیسے جیسے عورتوں کا مزاج تغیر کرتا ہے اس کے مطابق آتا ہے حیض کی ابتداء کا ذکر بھی حدیث میں آیا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے لیے لکھ دی ہے۔ یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلے حیض کا خون بنی اسرائیل کی عورتوں کو شروع ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے مرد عورتیں مسجدوں میں نماز کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اور آپس میں خلط ملط کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے کے لیے حیض کا عارضہ لایا اور عورتوں کو مسجدوں

میں آنے سے منع کر دیا۔ لفظ نبات آدم والی حدیث اور بنی اسرائیل والی اس حدیث میں مطابقت اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی نبات آدم ہی میں کیونکہ نبات آدم سے آدم کی بلا واسطہ بیٹیاں مراد نہیں ہیں۔ محدث حاکم و غیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بات روایت کی ہے کہ غزن حنین کی ابتداء حضرت خواس سے جنت سے نیچے آجھنے کے بعد ہوئی۔ واللہ اعلم۔

الفصل الأول

پہلی فصل

۱۰۰ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوا مَا وَلَهُمْ يُجَامِعُونَ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيَّ قَائِلِينَ اللَّهُ تَعَالَى وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَجِصِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ قَبْلَكُمْ ذَلِكَ الْيَهُودُ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدْعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ فَجَاءَ أَسِيدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَجَبَّادُ بْنُ بَشِيرٍ فَقَا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا فَلَا نَجَامِعُهُمْ فَقَعَدَ وَجْهَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَنُخْرَجَا فَاسْتَقْبَلَتَهُمَا هَدِيَّةٌ مِّنْ لِّبْنِ الْحَيِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي أَثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفَا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا یہود کا طریقہ تھا کہ جب ان میں عورت کو حیض شروع ہوتا تو وہ اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے اور گھروں میں ان کے ساتھ جماع بھی نہ کرتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام سے دریافت کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَجِصِ ۚ اَلْاٰخِرَ الْاٰلِیَہِ رَیٰحِی لُؤٰکُ اُپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپؐ فرمادیں وہ ہوسہ لکھنا کہ اور حیض کے دن ہیں اس لیے اس حالت میں ان سے نہ جماع نہ کھانا پینا۔ یہ پاک نہ ہوئیں۔ ان کے قریب نہ جائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماع کے سوا ان کے ساتھ سب کچھ کر سہیہ بات یہ تو انہوں نے کہا یہ شخص تو ہماری ساتھ ہر چیز میں مخالفت کرنا چاہتا ہے پھر حضرت اسید و حضرت جبباد بن بشر رضی اللہ عنہما آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہود اس طرح اس طرح کہہ رہے ہیں۔ لہذا ہم لوگ اس حالت میں عورتوں کے ساتھ میل جول نہ کریں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اور اس حالت بدل گئی۔ یہاں تک کہ انہیں گمان ہوا کہ حضورؐ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ اس گمان کے تحت یہ دونوں صحابہ کرامؓ گریہ کرنے لگے کہ

عَلَيْهِمَا -

اتنے میں حضور کی خدمت میں دودھ کا ہڈیہ پیش ہوا آپ نے ان دونوں صحابیوں کی تلاش میں ایک تائی بھیجا۔ وہ ان کو ساتھ لے کر آیا اور آپ نے ان دونوں کو دودھ پلایا۔ اس سے ان کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض نہیں ہوئے۔ (مسلم)

دَوَا مُسْبِلٌ

۱۔ یعنی یہود کے رد میں۔

۲۔ یعنی ان کے جواب میں کہو کہ حیض میل اور پلیدی کی چیز ہے۔ طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے۔ اور عورت کے لیے تکلیف کی چیز ہے۔ یعنی حالت حیض میں ان کے قریب نہ جاؤ گی تفسیر میں اس کی مراد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

۳۔ یعنی جماع کے سوا کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا میل جول سب کچھ کر سکتے ہو۔

۴۔ اُسید یعنی ہمزہ وفتح سین بن حنیفہ یعنی ماہملہ وفتح ضاد/حجہ۔

۵۔ عباد وفتح سین و تشدید یا موحده۔ بشر یا موحده و سکون ثین معجمہ کے ساتھ۔ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔

۶۔ یعنی حالت حیض میں عورت کے قریب جانے کے نقصانات، اس کی خرابیاں، اس سے پیدا ہونے والی بیماریاں بیان کرتے اور ان سے میل جول رکھنے پر طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

۷۔ لہذا ہم لوگ بھی اس حالت میں ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور میل جول نہ کریں گے۔ یعنی نسوئوں میں اَفْلَا

نُجَابُ عُنُؤُنِ اسْتَفْہَامِہ صَدَّتْ مِی اِیَاہِے یعنی کیا ہم ان سے جماعت نہ کریں۔ اور بعض نسوئوں میں نَلَا تَبْکَا مَعَهُنَّ۔ یعنی نہ ہی مخاطب اِیَاہِے یعنی اے مخاطب ان سے جماعت نہ کر۔

۸۔ یعنی جن دو صحابیوں نے یہ کلمہ کہا اور سو ادب کے مرکب ہوئے۔

۹۔ یعنی ان دونوں کے سامنے ایک شخص آیا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہڈیہ

پیش کیا۔

۱۰۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت و مہربانی کا اثر ظاہر ہو جائے۔ اور ان کی بے خبری دے علمی علم و دانش

سے تبدیل ہو جائے کہ دودھ اس کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں میں اور

۱۱۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے حالانکہ ہم

اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

دونوں جنبی ہوتے تھے اور آپ مجھے تہہ بند باندھنے کا حکم دیتے

اَنَا وَفَاحِدٌ وَكِلَانَا جُنُبٌ وَكَانَ يَأْمُرُنِي

فَاتَّزِرُ فَيْبًا شَرُفِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ
يُخْرِجُ رَأْسَهُ إِلَيَّ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْلَمُهُ
وَأَنَا حَائِضٌ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

میں تہہ بند باندھ لیتی پھر آپ پناہ میں جسم سے لگاتے ملا کہ مجھے
حیض آ رہا ہوتا تھا۔ اور آپ اپنا سر مبارک میری طرف باہر نکالتے دیکھا
آپ اعتکاف میں ہوتے تو میں آپ کا سر مبارک دھوتی۔ ملا کہ
میں حالت حیض میں ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

۱۔ اس کی شرح باب منی الخشب میں گزر چکی ہے۔

۲۔ فاترہ۔ یعنی یہ کہ نیچے کے حصہ پر تہہ بند باندھوں۔ تو آپ کے دربان کے مطابق میں باندھ لیتی۔ اتھر بتائے
مشددہ قاعدہ صرف کے مطابق ہمزہ تا سے پہلے ہونا چاہیے۔ اور اس کی تحقیق شرح میں کر دی گئی ہے۔

۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تہہ بند کی نیچے حصہ بدن سے نفع اٹھانا حرام ہے اور تہہ بند کی حد فقہاء کے
نزدیک ناف سے زانو تک ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ رد دوسری احادیث
بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ گذشتہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ قسم کا نفع جائز ہے۔ یہی امام احمد
امام ابو یوسف، امام محمد اور بعض شوافع رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ انہوں نے کہا کہ گویا آپ نے آخر الامر جماع کے علاوہ
ہر قسم کے نفع کی اجازت دے دی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول میں احتیاط و پرہیز
پایا جاتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا اس مسئلہ میں شافعیہ کے تین مذہب ہیں۔ صحیح تر مذہب یہ ہے کہ حرام ہے دوم یہ کہ
مکروہ تنزیہی ہے ان کا اختیار مذہب یہی ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر انسان ضبط نفس، اپنے اور پرستار یا منفع
شہوت یا قوت تقویٰ کے سبب جماع سے بچ سکتا ہے۔ تو اس کے لیے زیر ناف اور زانو کے اوپر کے حصے سے
بھی نفع اٹھانا جائز ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ یعنی مسجد سے میری طرف اور میں گھر میں ہوتی تھی۔

۵۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کا اپنے جسم کے کچھ حصے کو مسجد سے باہر نکالنا جائز ہے نیز مائتہ عورت کے
جسم سے معتکف کے جسم کے کسی حصے کا لگ جانا درست ہے۔

انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں۔
میں ایک برتن سے منہ لگا کر پانی پیتی۔ ملا کہ میں حائضہ ہوتی۔
پھر میں وہ برتن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ اس برتن سے اس گڑ
منہ لگا کر پانی پیتے جہاں میرا منہ لگا ہوتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت

۶۰۰ وَعَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا
حَائِضٌ ثُمَّ أَنَا وَلَهُ التَّيَقُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاةً عَلَى مَوْضِعِ فَيَ
فَيَشْرَبُ وَاتَّعَرَّقَ الْعَرَقُ وَأَنَا حَائِضٌ

تَمَازُكُ وَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعٍ فِيَّ -

کھاتی تھی حالانکہ مجھے حیض آ رہا ہوتا تھا پھر میں وہ ہڈی جی صلی
اللہ علیہ وسلم کو دیتی۔ تو آپ اس ہڈی پر وہیں منہ رکھتے جہاں
میں نے رکھا ہوتا تھا۔ (مسلم)

رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۱۷۔ کوزے یا پیالے سے۔

۱۸۔ عرق بفتح عین و کون را بمعنی وہ ہڈی جس پر گوشت ہو۔ اور وہ ہڈی جس پر سے گوشت کھالیا گیا ہو۔

۱۹۔ صرف منہ رکھنے کا ذکر فرمایا حضور علیہ السلام کے کھانے کا ذکر فرمایا۔ گویا آپ کا مقصود ہی یہ تھا کہ محبوب
کے منہ رکھنے کا ذکر کریں۔ نہ کہ گوشت کھانے کا کیونکہ بعض دفعہ ہڈی پر گوشت ہی نہیں ہوتا۔ بخلاف پانی کے کہ وہ آپ
پینے کے لیے برتن میں آپ کے لیے چھوڑ دیتی تھیں۔

۲۰۔ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تکیہ لگاتے تھے حالانکہ مجھے حیض آ رہا
ہوتا تھا پھر آپ اسی حالت میں قرآن پاک پڑھتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَكُوْنُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ

ثُمَّ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

۲۱۔ حجر حاک کے فتح اور کسر کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے۔

انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے مسجد سے مصلّا اٹھا کر

دے۔ میں نے عرض کیا مجھے تو حیض آ رہا ہے۔ فرمایا تیرا

حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (مسلم)

۲۲۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادَوْا لِي بِنِي الْخُمْرَةِ مِنَ

السَّجْدِ قُلْتُ أَفِي حَائِضٍ فَقَالَ إِنْ

حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدَاكَ - رَوَاهُ مُسْلِمٌ

۲۳۔ غمرہ بضم غاء مجھے و کون ميم را بمعنی وہ چھوٹا مصلّا جس پر میں ایک آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور مسجد سے

اٹھانے کی کیفیت و صورت یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسجد سے باہر کھڑی ہوئیں اور ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلّا
اٹھالیا۔

۲۴۔ وَعَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي

مَرِيٍّ بَعْضُهُ عَلَى وَبَعْضُهُ عَلَيْهِ وَأَنَا

حَائِضٌ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم پشیم کی ایک کٹادہ گود میں نماز ادا کرتے تھے اس کا

کچھ حصہ میرے اوپر ہوتا تھا اور کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حالانکہ

میں حالت حیض میں ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

۱۵۔ مِرْطُ بکسریم و سکون را بمعنی پشم یا کھدر کی لمبی اور کشادہ گوڑی۔

۱۶۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ حالت عورت کے تمام اعضاء پاک ہوتے ہیں۔ ورنہ اس کیڑے میں نماز جائز نہیں ہوتی جس کا کچھ حصہ نمازی پر ہوا اور کچھ نجاست پر ہو۔

الفصل الثانی

دوسری فصل

۱۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ - رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالِدَارِ قُتَيْبٌ وَفِي رَوَايَتِهِمَا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ كَفَرَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ لَا نَعْرِفُ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ حَكِيمٍ الْأَثَرُ عَنْ أَبِي تَيْمِيمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغرض مجامعت حضی وصال عورت کی یا اس کے یا اور عورت کے پاس آئے کہ اس کی جائے پاخانہ میں جماع کرے یا کاهن کے پاس آئے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا انکار کیا ہے ترمذی ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ اور ابن ماجہ و دارمی کی روایت میں ہے پس اس نے اس کے قول کو سچا جانا تو وہ کافر ہوگا اور ترمذی نے کہا ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر حکیم انہم من ابی تميم من ابی ہریرہ سے۔

۱۸۔ یعنی آزاد عورت ہو یا لونڈی۔

۱۹۔ بخوی کاہن کے حکم میں ہے یعنی جو کاہن یا بخوی کے پاس پوچھنے کے لیے آیا کاہن کے معنی کی تحقیق کتاب طب درقی کے باب الکہانتہ میں آئے گئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۲۰۔ یعنی جو کچھ اس کاہن یا بخوی نے کہا وہ اسے سچ جانتے اور یہ اعتقاد کرے کہ سچ کہہ رہا ہے۔

۲۱۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اگر کاہن یا بخوی کے پاس آنے کو حلال اور جائز جانتے تو پھر کفر اپنے ظاہری معنی پر ہی محمول ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر کفر سے کفران نعمت (ناشکری) مراد ہوگی۔ بہر حال اس عبارت سے مقصود ان برے کاموں کا مرتکب ہونے سے سختی سے ڈانٹا اور منع کرنا ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ نے شرح کتاب میں کہا عورت کی جائے پاخانہ میں جماع کرنے سے کافر نہ ہوگا۔ چاہے وہ اس کی منکوحہ بیوی ہو یا لونڈی۔ بلکہ کفر سے کفران نعمت مراد ہوگا۔ کیونکہ اگرچہ اس فعل شیخ کی ممانعت بالکل مشہور بات ہے۔ تاہم اس فعل کے حرام ہونے پر اجماع نہیں ہے۔ چہ جائے کہ اسے ضروریات دین سے قرار دیا جائے۔ اور ایسی غیر اجماعی چیز کو حلال سمجھنے سے انسان کافر نہیں ہوتا پھر یہ

حدیث بھی ضعیف ہے۔ جیسا کہ شیخ ابن جریر کہتے ہیں۔ انتہی۔

اس بیان کے مطابق اجنبی حدیث کی جائے پاخانہ میں جماع کرنا شنیع تر، سخت تر اور بدتر ہو گا۔ مگر لوگوں کے ساتھ ایسا نہ کرنا نہایت ہی شنیع اور بُرا ہے۔ کہ اس فعل کو حلال جاننا بلاشبہ موجب کفر ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی خجاست نہیں ہے۔

۵۵۔ ترمذی نے اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس حدیث کو حکیم الامت کی روایت کے سوا نہیں جانتے۔ اس نے یہ حدیث ابو تمیمہ سے اور اس نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور کہا اس حدیث کا معنی دراصل ان افعال کی مذمت کرنا ہے۔ اور ترمذی نے یہ بھی کہا کہ اس حدیث کو بخاری نے اس کے اسناد کی وجہ سے ضعیف کہا اور ابو تمیمہ الجہمی کا نام طریف بن خالد ہے۔ انتہی۔ اور تقریب میں کہا یہ حدیث حکیم اثرم بصری سے مروی ہے۔ اس شخص میں لین (کمزوری) پائی جاتی ہے۔ یہ شخص طبقہ سادہ میں شمار ہوتا ہے۔ میزان الاقتدال میں کہا۔ لیس بہ بائیں اس ابو تمیمہ میں کوئی خدشہ کی بات نہیں ہے۔ کاشف میں کہا طریف بن خالد نے اس کی توثیق کی ہے ۹۷ ہجری کی عمر میں وفات پائی۔ تہذیب میں کہا کہ یحییٰ بن یسین نے کہا ابو تمیمہ ثقہ ہے۔ اور بخاری نے کہا۔ ان شاد اللہ تعالیٰ وہ ثقہ ہے۔

۵۷۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا يَجُوزُ لِي مِنْ أَمْرَاتِهِ دَرَجَاتٍ حَائِضٌ قَالَ مَا فَرَّقَ الْإِذَا وَالتَّحَفُّتُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ - رَوَاهُ دُرَيْمٌ وَقَالَ مَعْنَى السَّنَةِ - إِسْنَادٌ لَا يَسِي بِقَوِيٍّ -

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میرے لیے میری عادت سے کیا چیز حلال ہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ فرمایا تہ بند سے اور پر جب حلال ہے اور اس سے بھی بچنا بہت فضیلت کی چیز ہے اسے دُرَیْم نے روایت کیا اور امام معنی السنۃ نے کہا اس کا اسناد قوی نہیں۔

۵۸۔ یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب مہذب کی تائید کرتی ہے۔

۵۸۔ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا

۵۹۔ اس خدشہ کی بنا پر کہ اس حالت میں جماع ہی نہ کر بیٹھے۔ جو مریگا حرام ہے اور حضور علیہ السلام اس خطرے سے محفوظ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اپنی عورت سے حالت حیض میں جماع کر لیا وہ نصف دینار صدقہ کرے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ حَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنِصْفِ دِينَارٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَدَاوُدُ النَّسَائِيُّ وَالتَّائِبِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ)

اے ترجمہ ہمارے ملک ہندوستان کے مطابق ایک روپیہ اوسال کا آٹھواں حصہ بنتا ہے۔ بعض نے ایک دینار کہہ ہے۔ بعض نے کہا ایک گردن آزاد کرے۔ علماء نے یہ بھی کہا ابتداء خون کے وقت جماع کرنے پر ایک دینار خون کے آخری ایام میں نصف دینار۔ یاد دوران خون میں پورا دینار، اور بندہ ہونے پر غسل سے قبل نصف دینار صدقہ کرے۔ اور بعض نے گردن آزاد کرنا کہا۔ علامہ طیبی نے کہا اکثر اس پر ہیں کہ اس کا کفارہ استغفار ہے اور بس۔ امام شافعی اور صاحب ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر ہیں۔

انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اپنے فرمایا جب خون کی نکتہ ہو تو ایک دینار صدقہ کرے اور اگر حالت حیض میں اس وقت جماع کیا جب کہ خون کا رنگ زرد تھا تو نصف دینار صدقہ کرے (ترمذی)

۹۰. وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ دَمًا أَحْمَرَ فَدِينَارٌ وَإِذَا كَانَ دَمًا أَصْفَرَ فَنِصْفُ دِينَارٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

اے۔ یہ اس قول کے موافق ہے جو بعض سے منقول ہے کہ ابتداء کے خون کے وقت ایک دینار اور آخر کے وقت نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آغاز حیض کے وقت خون کا رنگ زرد ہو۔ کہا گیا ہے کہ حالت حیض میں جماع کرنے پر کفارہ کا مسئلہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بعض اہل علم کا قول ہے۔ امام احمد اس کا اسی کے قائل ہیں ابن مبارک کہتے ہیں اپنے رب سے استغفار کرے۔ اس پر کفارہ وغیرہ کچھ نہیں۔ بعض تابعین سے بھی یہی منقول ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ابوالاسود دہلی انہیں میں سے ہیں۔

حمیری فضل

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا بے شک ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میری عورت سے میرے بے کیا چیز طلال ہے جب کہ وہ حالت

الفصل الثالث

۱۰. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَةَ قَالَ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَجْعَلُ لِي مِنْ أَمْرٍ قِيٍّ وَهَيِّئْ

حَاضٌّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَشُدُّ عَلَيْهَا إِذَا رَمَتْ شَأْنُكَ بِأَعْلَاهَا
دَوَاكُمَا لِكُ وَالْتَدَارِجِي مُرْسَلًا۔
حیض میں ہوا آپ نے اسے فرمایا اس کا تہ بند خوب
منہ بول سے باندھو پیراں کے اوپر کے حصے کے
ساتھ جو چاہے کر اسے ماک اور دائی نے مرسلہ روایت کیا۔

۱۵۔ آپ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزا کردہ غلام ہیں۔ اور اس کا برتاو عین سے ہیں۔ امام زین العابدین
علی بن الحسین رضی اللہ عنہ آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے۔ اور ان سے حدیث سنتے۔ ان کے باقی حالات دوسری جگہ مذکور
ہوئے ہیں۔ یہ حدیث میں ارسال کرتے تھے۔

۱۶۔ یعنی تہ بند سے اوپر سب مباح ہے۔ اور تہ بند کے نیچے جو کچھ ہے حرام ہے۔ جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ
رضی اللہ عنہ کا مذہب ہے۔

۱۱۰ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ إِذَا احْضَتُ
نَزَلْتُ عَنِ الْمِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ فَلَمْ
تَقْرُبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ وَلَمْ تَدْنُ مِنْهُ حَتَّى نَظُهُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں جب
مجھے حیض شروع ہوتا تو میں بستر سے چٹائی پر اتر آئی
اور ہم (بیویاں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک نہ جاتیں
اور پاک ہونے تک آپ کے قریب نہیں جاتیں۔

(البودادود)

(دَوَاكُمَا أَبُو دَاوُدَ)

۱۷۔ اس حدیث کا ظاہر معنی بعض ان احادیث کے منافی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج
مطہرات کے ساتھ حالت حیض میں میل جول پر دلالت کرتی ہیں۔ محدثین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں
ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے ادب و احترام کی کیفیت کا بیان ہے۔ کہ وہ خود آپ
سے ملنے جلنے اور آپ کے ساتھ بیٹھنے کی جرأت نہ کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ خود ان کو اپنے پاس طلب
فرماتے تو وہ آپ کے پاس جاتیں بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث مباشرت و مخالطت کی احادیث سے منسوخ ہے۔ اس
کے بعد جانا چاہیے کہ لفظ تقرب اکثر نسخوں میں نون کے ساتھ آیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تقریر کی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ
البودادود کے تمام اصلی نسخوں میں نون کے ساتھ ہے بعض نے فلم یقرب یا کے ساتھ بھی روایت کیا ہے یعنی حضور
علیہ السلام ان کے نزدیک نہ آتے تھے۔ یا یہ لفظ قربان بمعنی جماع سے مشتق ہے۔ واللہ اعلم۔



بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ

استحاضہ والی عورت کا باب

مستحاضہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے خون آتا ہو۔ مگر حیض اور نفاس کا خون نہ ہو بلکہ ایک رنگ سے آتا ہو۔ جسے عاذل کہتے ہیں۔ اور جو الفاظ بھی لفظ استحاضہ سے مشتق ہیں بھول استعمال ہوتے ہیں۔ بعض اور الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جو ہمیشہ بھول ہی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے جنون سے جن۔ اغما سے انہی۔ ان کا یہ استعمال سماعی ہے۔ مستحاضہ عورت کا حکم معذور کا حکم ہے۔ جیسے سلسل البول والوں اور دوسرے معذور لوگوں کا حکم ہے۔ استحاضہ عورت کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ نماز پڑھے، روزہ رکھے۔ اس کے ساتھ جماع کرنا حرام نہیں۔ اس کے احکام کی تفصیل احادیث میں آ رہی ہے۔

پہلی فصل

الفصل الاول

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ زمانی میں نماز بنت حبیشؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور کہہ یار رسول اللہ میں ایک ایسی عورت ہوں جسے خون استحاضہ آتا ہے۔ میں پاک نہیں رہتی تو کیا میں نماز چھوڑ دوں۔ آپؐ فرمایا نہ وہ ایک رنگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں ہے۔ جب حیض کے دن ہوں تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے خدا پر سے خون دھواؤ اور نماز ادا کر۔

(بخاری و مسلم)

۱۱۳ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ خَاطِئَةُ بِنْتُ أَبِي جَبِيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُمْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادْعُمُ الصَّلَاةَ فَقَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ عَرَقٌ وَ لَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا أَقْبَلَتْ حَيْضَتُكَ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ فَإِذَا أَذْبَوْتَ فَأَغْسِلِي عَنْكَ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ - مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ -

۱۔ حبیش بنم مائے ہملہ وفتح بائے موحده وکون یا ئے تخانیہ اور شن مجہ کے ساتھ ۲۔ کہ مجھے ہمیشہ یہ خون جاری رہتا ہے۔ اور میں کسی وقت پاک نہیں ہوتی۔

۷۳۔ کہ وہ رگوں میں سے ایک رگ کا خون ہے حیض کا خون نہیں جو رحم سے آتا ہے۔ اور حیض میں چونکہ ہر ماہ میں کچھ دن صرف ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حرج اور مشقت کے پیش نظر نماز و روزہ معاف ہے۔ اور چونکہ نماز قضا کرنے میں مشقت و حرج ہے۔ روزہ قضا کرنے میں مشقت نہیں اس لیے روزہ قضا کرے نماز قضا نہ کرے۔ اس کے بعد اپنے قول مبارک سے استحاضہ کا حکم بیان فرمایا۔

۷۴۔ اور خون حیض میں عورت کی عادت مقرر ہو تو پھر وہی عادت کے ایام اس کے حیض کے دن ہوں گے۔ اور اگر اسے پہلی بار حیض آنا شروع ہوا ہے تو پھر اس کے حیض کی انتہائی مدت دس دن ہے۔ یہ ہمارے مذہب میں ہے۔ دوسرے ائمہ کے نزدیک مبتدیہ (جسے ابھی حیض آنا شروع ہوا ہو) میں چھ دن سے گام لیں گے۔ اور خون گاڑھا اور سیاہ ہو تو وہ حیض ہے۔ اگر اس طرح نہ ہو تو استحاضہ ہے۔ جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے۔ اور جب کہ چھان بین ایک شکل اس ہے تو اکثر مدت حیض کو ترجیح دی گئی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث میں جس عورت کا ذکر ہے حیض میں اس کی عادت معلوم و مقرر تھی۔ واللہ اعلم۔

دوسری فصل

الفصل الثانی

۱۳۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي جُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تَسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرَفُ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ فَإِذَا كَانَ لِأَخْرَفْتِ وَصَلِي فَإِنَّمَا هُوَ عَرَقٌ - دَاۤلَاۤءُ الْبُؤَادِ وَدَوَالِیُّ النَّاسِ

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فاطمہ بنت حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ اس عورت کو استحاضہ کا مرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا جب حیض کا خون ہو تو وہ سیاہ ہوتا ہے جس کی پہچان ہو جاتی ہے۔ جب یہ خون آ رہا ہو تو نماز سے رک جائے۔ اور جب دوسرا خون ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ لیا کر۔ کہ وہ ایک رگ کا خون ہے۔ رحم کا خون نہیں جو حیض کہلاتا ہے۔ ابوداؤد و نسائی۔

۱۴۔ آپ بلند مرتبہ تابعی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کے بھائی اور حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔

۱۵۔ یعنی غالب و اکثر یہ ہے کہ خون حیض سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔

۱۶۔ جیسا کہ معذور کے لیے شرع کا حکم ہے۔

۱۴۷ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنْ أَمْرًا كَانَتْ تُهْرَاقُ الدَّمْعُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَنْتَظِرْ عِدَّةَ الْيَالِي وَالْآيَامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنْ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا فَلْتَتَرَكِ الصَّلَاةَ قَدَرِ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ فَإِذَا خَلَفَتْ ذَلِكَ فَلْتَغْتَسِلْ ثُمَّ لِيَسْتَفْرِ بِشَوْبٍ ثُمَّ لِيُصَلِّ - رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَى النَّسَائِيُّ مَعْنَاهُ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں ایک عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بہت زیادہ خون استحاضہ آتا تھا۔ اس کے لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ دریافت کیا آپ نے فرمایا وہ مہینے کے ان دنوں اور راتوں کے شمارہ کا خیال رکھے جن میں اسے مرض استحاضہ لاحق ہونے سے پہلے حیض آیا کرتا تھا۔ چاہیئے کہ اتنے دن اور راتیں نماز ترک کر دے اور جب وہ عرصہ گزر جائے تو غسل کرے پھر شرمگاہ پر ٹاکی باندھے اور نماز پڑھے۔

اسے مالک، ابو داؤد، دارمی نے روایت کی اور نسائی نے دوسرے لفظوں کے ساتھ روایت کیا۔

۱۔ شہرائے بغم تارخ را۔ اس لفظ کی تحقیق شرح (عربی) میں کر دی گئی ہے۔

۲۔ لِيَسْتَفْرِ یہ لفظ ثفر سے بنا ہے اس کا معنی ہے وہ ٹاکی یا گدی پر خون روکنے کے یہ عورت اپنی شرمگاہ پر باندھتی ہے۔

۳۔ اور ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرے جیسا کہ معذور کے لیے حکم ہے اور مستحاضہ عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا۔ اس میں احتکات کرنا اور مسجد الحرام کا طواف وغیرہ کرنا جائز ہے۔

۱۴۸ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ جَدُّ عَدِيِّ بْنِ أَبِي دِينَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَدْرُجُ الصَّلَاةُ آيَامَ أَقْدَانِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ

عدي بن ثابت سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ عورت کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے حیض کے ایام میں جن میں اسے حیض آیا کرتا تھا، نماز چھوڑ دے پھر غسل کرے اور ہر نماز کے لیے وضو کرے اور روزے رکھے اور

صَلَاةٌ وَتَقْوَمُ وَتُعَلِّیْ رَوَاةُ التِّرْمِذِیِّ

ناز پر ہے۔

ترمذی والبوداؤد۔

وَابُو دَاوُدَ۔

ابو یحییٰ بن عیینہ رحمہ اللہ نے عدی کے دادا کے نام کی تعین کرتے ہوئے کہا اس کا نام دنیا رہے۔ اور عدی بن ثابت تابعی ثقہ ہے۔ ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ کوفہ میں شیعہ کی مسجد کا امام اور ان کا داعی تھا ابن عیینہ نے کہا حدیث بڑھا ہوا شیعہ ہے۔ دارقطنی نے کہا عالی رافضی ہے۔ مگر ثقہ اور صدوق ہے۔ ۱۱۶ھ میں فوت ہوا۔

۱۱۶ عَنْ حَبْنَةَ رَبِیْتِ جَحِشٍ قَالَتْ كُنْتُ
اُسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَاتَيْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْتَفْتِيهِ
وَاُخْبِرُهُ فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبَ
بِنْتِ جَحِشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اِنِّي اُسْتَحَاضُ
حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً فَمَا تَأْمُرُنِي فِيهَا
قَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ قَالَ اَنْعَتُ
لَكَ الْكَرْسُفَ فَاِنَّهُ يَذْهَبُ الدَّمَ
قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ قَالَ فَتَلَجَبِي
قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ قَالَ فَاتَّخِذِي
ثَوْبًا قَالَتْ هُوَا كَثْرَمِنْ ذَلِكَ اِنَّمَا اُثْبِمُ
مَتَّبِعًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَامِرُكِ بِأَمْرَيْنِ آتِيَهُمَا صَنَعْتَ اجْزَاءَ
حَنْكِ مِنَ الْاَخْيَارِ اِنْ قَوِيَتْ عَلَيْهِمَا فَانْتِ
اَعْلَمُ قَالَ لَهَا اِنَّكَ هَذِهِ رَكْعَتَانِ مِنْ
رَكْعَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحِيضِي سِتَّةَ اَيَّامٍ
اَوْ سَبْعَةَ اَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللهِ ثُمَّ اغْتَسِلِي
حَقًّا ذَا رَأْيِي اِنَّكَ قَدْ طَهَرْتِ وَاسْتَقْبَلَتْ

حضرت حنثہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی
ہیں مجھے بہت زیادہ اور شدید استحاضہ آتا تھا۔ میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا فتویٰ دریافت کرنے
اور آپ کو خبر دینے کے لیے آئی۔ میں نے آپ کو اپنی ہمیشہ
حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر پایا۔ میں نے
کہا یا رسول اللہ مجھے تو بہت اور شدید استحاضہ آتا ہے۔
آپ مجھے اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس نے تو
مجھے نماز روزے سے روک دیا ہے۔ فرمایا اس کے لیے میں
تجھے روٹی کی گدی بتاتا ہوں۔ وہ خون کو روک رکھے گی۔
حنثہ نے کہا وہ اس سے زیادہ ہے۔ فرمایا شرمگاہ پر کپڑے
کی لگام باندھ۔ حنثہ نے کہا وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ وہ
تو مجھ سے زوردار بارش کی طرح خارج ہوتا ہے۔ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کے لیے ابھی تجھے دو چیزیں
بتاتا ہوں۔ ان میں سے جو کر لے گی وہ دوسری کے لیے کفایت
کرے گی۔ اور اگر دونوں کرے تو تو بہتر جانتی ہے اور اس
سے فرمایا بیشک یہ شیطانی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف ہے
تجھے اللہ کے علم کے مطابق چھ یا سات دن حیض کے شمار کرنے
چاہئیں۔ پھر غسل کر۔ یہاں تک کہ جب تو دیکھے کہ تو پاک اور خوب

فَصَلِّ ثَلَاثًا عَشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعَشْرِينَ
 لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُورِي فَإِنَّ ذَلِكَ يُعْزِلُكَ
 وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي كُلَّ شَهْرٍ كَمَا تَحِيضُ النِّسَاءُ
 وَكَمَا يَطْهَرْنَ مِثْقَاتَ حَيْضِهِنَّ وَطَهْرُ
 هُنَّ وَإِنْ قَوِيَتْ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِينَ الظُّهْرَ
 وَتُعَجِّلِينَ الْعَصْرَ وَتَغْتَسِلِينَ وَتَجْمَعِينَ
 بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَتُؤَخِّرِينَ
 الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِينَ الْعِشَاءَ ثُمَّ تَغْتَسِلِينَ
 وَتَجْمَعِينَ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ فَافْعَلِي
 وَتَغْتَسِلِينَ مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي وَصُورِي
 إِنْ قَدَرْتِ عَلَى ذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَعْجَبُ
 الْأَمْرِينِ إِلَيَّ - رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ

سات سترہ ہونگئی ہے تو پھر تیس یا چوبیس رات نماز پڑھان
 کے دنوں سمیت۔ اور روزے رکھ۔ بیشک یہ تیرے لیے کفایت
 کرے گا۔ اور اسی طرح ہر مہینے کی کر جس طرح حیض اور طہر کے
 دنوں میں عورتیں حیض کے دن گزارتی اور پھر پاک ہوتی ہیں
 اور استحاضہ کے ایام میں اگر تجھ میں طاقت و ہمت ہو کہ نماز
 ظہر کو مؤخر کرے اور عصر میں جلدی کرے۔ پھر غسل کرے اور
 ظہر و عصر کی دونوں نمازیں اکٹھی پڑھے۔ اسی طرح کہ مغرب کو مؤخر
 کرے اور عشاء میں جلدی کرے۔ پھر غسل کرے دونوں نمازیں
 اکٹھی پڑھے تو ایسا کرے۔ اور اگر تجھے طاقت ہو کہ فجر کی نماز
 کے لیے غسل کرے تو ایسا کرے۔ اور روزے رکھ اگر تجھے
 ہمت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک
 دونوں میں سے یہ کام زیادہ اچھا ہے۔

احمد، ابوداؤد، ترمذی۔

۱۷۔ حبش جیم مفتوحہ کی تقدیم اور حائے مہملہ ساکنہ کے ساتھ حضرت حُثْنَةُ بنت عَمْرِو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ام المومنین
 حضرت زینب حبش رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا کی بہن ہیں۔ پہلے حضرت مصعب بن عمیر رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے نکاح میں تھیں جب وہ (جنگ
 اُحد میں) شہید ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن طلحہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ کے نکاح میں آئیں۔

عہ حُثْنَةُ حائے مہملہ کے نفع اور سکون میم کے ساتھ

۱۸۔ کُرْسُفُ رُوئی کا ٹکڑا بھنم کاف و سین جس سے تو اپنی شرمگاہ کو پُر کرے۔

۱۹۔ کہ وہ شرمگاہ کے باہر کے حصہ تک خون کے آنے کو روکتا ہے۔ اور جب تک کہ فرج ظاہر تک خون
 نہ پہنچے حیض اور استحاضہ کا حکم جاری نہیں ہوتا۔

۲۰۔ یعنی یہ علت و بیماری جو تجھے لاحق ہے یا یہ خبط و حیرت جس میں تو مبتلا ہے، نہیں ہے مگر شیطان کے فساد
 برپا کرنے اور اس کے ضرر و تکلیف پہنچانے اور اس کی تلبیس و گڑبڑ کرنے کے باعث۔ تاکہ وہ تیرے دین، تیری
 طہارت و عمارت میں خلل اندازی کرے۔ رکعت کا اصل معنی ہے کسی کو پاؤں سے ٹھوکر مارنا اور ایڑی لگا کر گھوڑے

کو دھڑلے پر آمادہ کرنا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو انسان کے بدن میں تعریف کرنے کی بھی طاقت دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کو کئی بدیہیاریوں میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکتا ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دو چیزیں بیان فرمائیں۔

۵۵۔ یعنی چھ یا سات دن حیض کے احکام کا التزام کر کہ جماع، نماز، روزہ سے دور رہنا اپنی عادت کے مطابق جو تیری پہلے سے تھی۔ اس بار سے میں ان عورتوں سے موافقت کر جو عمر ارشتے اور رہائش میں تیری طرح اور تیرے ساتھ شریک ہیں۔ یا ستہ ایام اور سبقتہ ایام میں لفظ ادا کا مطلب ہے کہ آپ نے اسے دو عددوں میں سے کسی ایک عدد کے اختیار کرنے کی اجازت دی۔ کیونکہ یہ دو عدد ہی عادت کے لحاظ سے عورتوں میں غالب و مشہور ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ ادا شک کے لیے ہو۔ اور حضور علیہ السلام نے ان دو عددوں میں سے ایک کا ذکر کیا ہو۔ اور یہ جو فرمایا فی علم اللہ یعنی اللہ کے علم میں۔ تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان عددوں میں سے ایک عدد کی جانب تیرا رجوع کرنا اس میں شامل اور درج ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے تجھے بتلایا ہے یا اس میں داخل ہے جو اس نے لوگوں کو بتلایا اور ان کے لیے شرع قرار دیا ہے۔ اور اگر لفظ ادا شک کے لیے ہو تو پھر یہ ملاوی کا قول کا ہو گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ کا عدد بیان کیا یا سات کا۔

۵۶۔ یعنی ایام مذکورہ کے گزر جانے سے تجھے پاک ہونے کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

۵۷۔ تین دن رات نمازیں ادا کر جب کہ تو حیض کے سات دن شمار کرے۔

۵۸۔ جو بیس دن رات اگر حیض کے چھ دن شمار کرے۔

۵۹۔ یعنی اسی طرح ہر ماہ چھ یا سات دن اپنے آپ کو عائفہ شمار کر اور اپنے اوپر حیض کے احکام جاری کر پھر

تیس یا چوبیس دن نماز روزہ کر۔

۶۰۔ یعنی پھر آپ نے وان فوریٰ کے الفاظ سے دوسری چیز بیان فرمائی جس کا اسے اختیار دیا تھا۔

۶۱۔ نماز ظہر و مغرب کے موخر کرنے کا آپ نے اسے جو حکم دیا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کا وقت

گزرنے کے بعد ان کو ادا کرے یعنی ظہر کو وقت عصر میں اور مغرب کو وقت عشاء میں ادا کرے جس طرح مسافر امام

شافعی رحمۃ اللہ کے مذہب کے مطابق جمع تاخیر کرتا ہے۔ جیسا کہ علامہ طیبی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا احتمال

یہ ہے کہ ظہر کو اس کے آخر وقت تک جو عصر کے وقت سے متصل ہے موخر کرے اور مغرب کو اس کے آخر وقت

تک جو عشاء سے متصل ہے موخر کرے۔ یہ دوسرا احتمال حنیفہ کی تاویل کے مطابق ہے۔ اسے جمع صوری کہتے ہیں۔

جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں اس کی تصریح کی ہے۔ آگے آنے والی حدیث کا ظہر ترجمہ بھی حنفیہ کی تاویل کے مطابق ہے تو احتمال ثانی کا خلاصہ یہ ہوا کہ مستحاضہ عورت ہر روز تین بار غسل کرے ایک ظہر و عصر کے لیے۔ دوسرا مغرب و عشاء کے لیے اور تیسرا نماز فجر کے لیے۔ دوسری صحت یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے غسل کرے۔ جیسا کہ حنفیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول وان قویۃ علی ان توخر بین الظہر الی آخر میں اس جانب اشارہ کیا۔ کیونکہ اس عبارت سے اس کے لیے نماز کے وقت وضو کرنے سے عاجز ہونا سمجھا آتا ہے اور یہ امیر المؤمنین حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود ابن زبیر اور تابعین کی ایک جماعت کا مذہب ہے طیبی نے کہا یہ مذہب فقہ کے زیادہ مشابہہ اور زیادہ لائق ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں جمع کرنے کا ہے اور یہ مذہب اس حدیث کے ساتھ زیادہ مشابہہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہر نماز کے وقت غسل کرنے کی نسبت زیادہ آسانی اور سہولت ہے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هذا اعجب الامور الی۔ یعنی یہ غسل (دو نمازوں کے لیے ایک غسل) دوسرے امر (ہر نماز کے لیے غسل) کی نسبت مجھے زیادہ پسند ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ جس چیز میں امت کے لیے آسانی اور سہولت ہوتی تھی آپ اسے اختیار کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ مَا خِيَرْتُ بَيْنَ الْأَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَرْتُكَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوَجِبَ دَوَاكُمُورٍ فِي اخْتِيَارِ دِيَابَاتِهَا تَوَابٍ ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار کرتے تھے۔

الفصل الثالث

۱۰۱. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَاطِمَةَ بِنْتَ
أَبِي جُبَيْشٍ اسْتَحِيضَتْ مُنْذُ كَذَا وَ
كَذَا فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنْ هَذَا
مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَتَجَلَّسَ فِي مَرْكَبٍ فَإِذَا
رَأَتْ صَفَارَةً فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَعْتَبِلْ

تیسری فصل

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ بے شک
فاطمہ بنت ابی جبیش کو اتنے عرصہ امت و زمانہ سے خون مستحاضہ
آ رہا ہے۔ اس عاصی کے باعث اس نے نماز نہیں پڑھی۔
آپ نے بطور تعجب فرمایا سبحان اللہ۔ یہ (بیماری) شیطان
کا طرف سے ہے۔ یہ شیطان کی فروریانیوں میں سے فرز بیچانے
والی ایک چیز ہے۔ اسے چاہیے کہ پانی سے بھرے

ہوئے ایک جیسے ٹب میں بیٹھے۔ جب پانی کے اوپر
ندی دیکھے تو نماز ظہر و عصر کے لیے ایک غسل کرے۔ اور
مغرب و شام کے لیے ایک غسل کرے اور نماز فجر کے لیے ایک
غسل کرے۔ اور ان غسلوں کے درمیان وضو کرے۔ اسے
ابو داؤد نے روایت کیا۔ اور کہا مجاہد نے ابن عباس سے
روایت کی ہے کہ جب اس حدیث کے لیے ہر نماز کے لیے
غسل کرنا دشوار ہو گیا تو آپ نے اسے دو نمازوں کے
اکٹھا کرنے کا حکم دیا۔

لِلظَهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَغْتَسِلُ
لِلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا وَ
تَغْتَسِلُ لِلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَقَوْضًا
فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ - رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
قَالَ رَوَى مُبَاهِدٌ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُلُّ أَمَرَهَا أَنْ
تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَوَتَيْنِ -

۱۔ عکس بعیمین وضع میم۔ آپ اسما بنت عمیس صحابیہ ہیں۔ نہایت خوبصورت عقلمند اور نیک و صالح خاتون
تھیں۔ اپنے شوہر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ ان سے حضرت
جعفر کے ہاں حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت محمد و عون رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ کی جانب
ہجرت کی۔ جب حضرت جعفر شہید ہو گئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو اپنے نکاح میں لائے۔ ان سے
آپ کے ہاں حضرت محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو ان سے حضرت
علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ اور ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔
آپ حضرت فاطمہ زہرا اور جلالہ ال بیت کے خادین، محبین اور مخلصین میں سے تھیں۔ ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت
جیسے عمر بن الخطاب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے احادیث روایت کی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
۲۔ مکرک بکریم سکون راد فتح کان معنی بڑا ٹب جس میں غسل کے لیے پانی رکھا جاتا ہے۔

۳۔ یہ آخر وقت ظہر کی علامت ہے۔ کیونکہ ظہر کے آخر وقت میں سورج کی شعاع کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے
بلکہ ابتدائے وقت زوال سے ہی اس کے رنگ میں تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ظاہر اخصوں میں ہوتی تاہم آخر
وقت ظہر کی ندی وہ زردی نہیں جو آخر وقت عصر میں رونما ہوتی ہے۔ اور جس میں اس دن کی نماز عصر ادا کرنا مکروہ ہوتا ہے
یہاں مقصود یہ ہے کہ ظہر کا آخری وقت ہو جائے۔

۴۔ جیسا کہ گذشتہ حدیث میں گزرا۔

۵۔ یعنی ظہر و عصر کے لیے غسل کی صورت میں اور مغرب و عشاء کے لیے غسل کی صورت میں اس کی جگہ وضو کرے۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح میں ایسا ہی کہا ہے جو اشی میں لکھا ہے کہ اس وضو سے ان نوافل کے لیے وضو مل رہا ہے جو ان اوقات کے درمیان ادا کیے جائیں۔ یعنی اگر یہ عورت چاہے تو وضو کر کے نفل ادا کرے۔

۵۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک غسل کے ساتھ دو نمازیں اکٹھی ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و توفیق سے کتاب الطہارۃ تمام ہوئی۔ واللہ الحمد المؤلف رحمۃ اللہ نے اس کے متصل بعد کتاب الصلوٰۃ کا ذکر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی نگاہ نغین و عنایت سے اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ کی جلد اول اختتام پذیر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بندہ ناچیز کے سہو و نییان اور خطا و زلل سے درگزر فرمائے۔ نیز صحیح و مقبول ترجمہ و مطالب بیان کرنے کی توفیق اور اس کام کی تکمیل کی سعادت عطا فرمائے۔ اور اسے مسلمانوں کے لیے نافع اور مترجم غفرلہ کے لیے ذریعہ نجات و ذخیرہ آخرت بنائے۔ قارئین سے التماس ہے کہ اس میں کوئی غلطی لکھیں تو مترجم غفرلہ کو مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اس کی درستی کی جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ الطیبین و اصحابہ الطاہرین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

محمد سعید احمد نقشبندی مجددی غفرلہ

خلیفہ الامام جامع سجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

پاکستان

۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ / ۲۲ فروری ۱۹۹۷ء بروز پیر

کاتب: محمد داؤد خوش نویس حضرت کیلیا ذوالہ، ضلع گوجرانوالہ

قطعة تالیح طباعت

اشعة المعات مترجم اردو

نتیجہ فکر۔

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا میرا علی مہرو ماہ لاہور و رکن پاکستان سنی رائٹرز گلڈ
(رجسٹرڈ)

ہے "اشعہ لمعات" وہ اک مرتع
کہ ہر حرف جس کا دُرِ بے بہا ہے

معنف ہیں شیخ عبد حق اس کے الحق
کہوں کیا کہ یہ مشعل حق منسا ہے

مترجم جناب سعید اس کے ہیں کیا
ہر اک اہل ایمان کا یہ مدعا ہے

گہرائی علم و حکم کا یہ مہزن
تجلائے انوارِ رشد و ہدٰی ہے

ضرورت تھی اس دورِ ابتر میں اس کی
ہوا بابِ علمِ حدیث آج واسے

فدا کمدے بے روئے انکار اس کا
سن طبع "لمعاتِ نورِ خدا" ہے

۱۴۰۱ھ

